Hayat-i-Muztarab

حیاتِ مُضطرب

مُصنّف

سنکلیر لوئیس

Translated by:-

ترجمہ

Soom Anand

سوم آنند

پبلیشرز نرائنڈیا اکیڈیمی ۲۹ - نریندرا پیلس نئی دہلی -

Title of the original : ARROWSMITH
Author : Sinclair Lewis
Original Publisher : Harcourt, Brace & World, Inc.

بار اوّل

قیمت چار روپے

خوشنود تصویر پریس دہلی ۲

سنکلیر لوئیس

ہینری سنکلیر لوئیس، دیہات کے ایک ڈاکٹر کا بیٹا تھا۔ ساک سینٹر، مینسوٹا میں پیدا ہوا (۱۸۸۵ء)۔ اپنے بچپن اور جوانی کے ابتدائی ایام اس نے مغربی وسطی میں ہی گزارے اور پھر ییل یونیورسٹی میں داخل ہو گیا تعلیم کے دوران میں وہ وہاں کے ادبی رسالے کی ادارت بھی کرتا رہا گریجویٹ ہونے کے بعد ۱۹۰۷ء میں لوئیس نیویارک چلا گیا اور وہاں کچھ عرصہ تک ایک آزاد اخبار نویس (فری لانس) کے طور پر کام کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ اس کے بعد ایسٹ کوسٹ سے لیکر کیلی فورنیا تک اس نے کئی رسالوں کے ساتھ مختلف ادارتی حیثیتوں میں کام کیا۔ پھر جب اس کی کچھ کہانیاں رسالوں میں چھپ گئیں اور اس کا پہلا ناول "مسٹر رین" (MR. WRENN) بھی ۱۹۱۴ء میں شائع ہو گیا تو وہ اس قابل ہو گیا کہ ملازمت ترک کر دے۔ مگر لوئیس کا پہلا کامیاب ناول "مین اسٹریٹ" تھا جو ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ۱۹۲۲ء میں "بابیٹ" چھپنے کے بعد تو اس کی شہرت اور بھی بڑھی۔ ۱۹۲۶ء میں مصنف "حیات مضطرب" کے لئے امریکہ کا ادبی "پلٹزر" انعام پیش کیا گیا مگر اس نے اسے قبول نہیں کیا۔ مگر ۱۹۳۰ء میں جب اسے "نوبل پرائز" دیا گیا تو اس نے قبول کر لیا اور اس عالمی انعام کو لینے کی رسم میں شرکت کے لئے سٹاک ہالم بھی گیا۔ اپنی عمر کا بہت سا آخری حصہ اس نے یورپ میں گزارا اور مسلسل ناول لکھتا رہا۔ آخری ناول "وسیع و عریض دنیا" ۱۹۵۰ء میں مکمل کرنے کے بعد اس نے دنیا کا چکر

لگانے کا ارادہ کیا مگر بیمار پڑ گیا اور اسے مجبوراً روم میں رہائش اختیار کرنا پڑی۔ یہاں وہ کچھ مہینوں تک نظمیں کہتا رہا۔ ۱۹۵۱ء میں سنکلیر لوئس کا روم میں انتقال ہو گیا۔



باب پہلا

بیابانِ اوہیو کی دلدلوں اور جنگلوں سے ایک چھکڑا ڈگمگاتا، جھومتا ہوا گزر رہا تھا۔ اُسے ایک چودہ برس کی لڑکی چلا رہی تھی جو پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ اس لڑکی کی ماں کو لوگوں نے موفق گیلہ کے قریب دفن کیا تھا۔ اس دریا کے کنارے جس کا نام بھی بہت خوبصورت تھا۔ ماں کی قبر پر لڑکی نے سبزے کے چھوٹے چھوٹے تختوں کا ڈھیر لگا دیا تھا۔ اس کا باپ بخار کی شدت سے کمرے نما چھکڑے کے فرش پر سکڑا سمٹا ہوا لیٹا تھا۔ اس کے قریب ہی لڑکی کے بھائی بہن کھیل رہے تھے۔ یہ پلّوں جیسے غلیظ بچے جن کے جسموں پر چیتھڑے لٹک رہے تھے بہت ہی مسرور و مگن تھے۔

اسی سڑک پر جہاں جابجا گھاس اُگی تھی چلتے چلتے اس نے ایک دوراہے پر گاڑی روک دی۔ بیمار باپ نے لرزتے سے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”ایمی، بہتر ہے کہ تم سنسناتی کی طرف مُڑ جاؤ۔ اگر تمہارا چچا ایڈ ہمیں مل گیا۔ تو شاید وہ ہمیں ٹھہرنے کی جگہ دیدے۔“

لڑکی نے جواب دیا ہمیں کوئی بھی جگہ دینے کو تیار نہ ہوگا۔ ہم مغرب کی طرف جا رہے ہیں اور جہاں تک جا سکتے ہیں چلتے رہیں گے۔ وہاں بہت سی چیزیں ہیں جنھیں میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

اس نے رات کا کھانا پکایا، بچوں کو سُلایا اور آگ کے پاس اکیلی بیٹھ گئی۔ یہ لڑکی مارٹن ایرڈسمتھ کی پر دادی تھی۔

(۲)

ڈاکٹر ڈوکرسن کے دفتر میں ایک لڑکا معائنہ کرنے والی کرسی ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا گرے کی تصنیف کردہ اناٹومی کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس لڑکے کا نام مارٹن ایرو سمتھ تھا اور یہ مونے میک کی ریاست میں ایلک ملز کا رہنے والا تھا۔

ایلک ملز میں سرخ اینٹوں کے مکان تھے۔ ۱۸۹۷ء کے اس بد وضع سے گاؤں کی فضا میں ہر وقت سیبوں کی خوشبو رچی رہتی۔ ان دنوں ایلک ملز کے رہنے والوں کا خیال تھا کہ خاکی رنگ کے چمڑے کی یہ ٹوٹی ہوئی کرسی جسے ڈاکٹر وکرسن چھوٹے موٹے آپریشن کرنے، کبھی کبھی (مریضوں کے) دانت نکالنے اور اکثر نیند کی ہلکی سی جھپکی لینے کے لئے استعمال کرتا تھا شروع میں ایک نائی کی ملکیت تھی۔ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اس کرسی کا مالک کبھی ڈاکٹر وکرسن کے نام سے مشہور تھا۔ مگر اب برسوں سے لوگ اسے "ڈاک" کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ ڈاک کا مزاج، اس کرسی کے برعکس، بہت زیادہ بے لچک اور سخت تھا۔

مارٹن کا باپ جے۔ جے ایرو سمتھ، نیو یارک کی کپڑوں کی مارکیٹ میں دلالی کرتا تھا۔ اپنی بے باکی اور مستقل مزاجی کے بل بوتے پر وہ چودہ سال کی عمر میں ہی "ڈاک" کا غیر رسمی لیکن اعزازی معاون بن گیا جب

لینا حالانکہ وہاں سنبھالنے کے لئے کچھ تھا ہی نہیں۔ وہ درمیانی قد اور کبھی "ڈاک" گاؤں میں کبھی مریض کو دیکھنے جاتا وہ اس کا انتظام سنبھال
اکہرے بدن کا لڑکا تھا۔ کالے بال سیاہ مضطرب آنکھیں اور غیر معمولی
طور پر گورا رنگ، رنگوں کے اس تضاد سے لاابالی پن کا احساس ہوتا تھا
ایرو سمتھ کے چوکور سر اور چوڑے چکلے سینے نے اس کی صورت کو زنانہ پن
سے بچا لیا تھا۔ ان ہی کے باعث اس کے چہرے سے وہ بودا پن اور بد مزاجی
بھی نظر نہیں آتی تھی جسے فنکار نسم کا نوجوان طبقہ نازک مزاجی کے نام
سے پکارتا ہے۔ جب وہ کسی کی بات سننے کے لئے سر اُٹھاتا تو اس کی دائیں
آنکھ کی بھنویں جو بائیں آنکھ کی ابرو سے کچھ اونچی تھیں، اوپر اٹھتیں اور
کچھ ایسے مخصوص انداز سے تھرتھراتیں جس سے اس کے کردار کی قوت اور
آزاد روی کا اظہار ہوتا۔ ابرو کی اس جنبش سے ایک ایسی کیفیت پیدا
ہوتی جو اس بات کی غماز تھی کہ اس میں مقابلہ کرنے کا دم خم ہے۔ اور اس کے
چہرے سے ایسی سرکشی کا اظہار ہوتا جو اس کے اساتذہ اور سنڈے اسکول کے
سپرنٹنڈنٹ کو برافروختہ کر دیتی تھی۔

سلاف۔ لاطینی لوگوں کے ترکِ وطن کرنے سے قبل کے ایلک ملز میں رہنے والے
بیشتر باشندوں کی طرح مارٹن بھی خالص نسل کا انگریز سیکسنی امریکن تھا۔ مطلب یہ
کہ اس کی رگوں میں جرمن، فرانسیسی، اسکاچ، آئرستانی اور کسی حد تک ہسپانوی
خون بھی دوڑ رہا تھا۔ بظاہر اس میں یہودی اور انگریز عناصر بھی شامل تھے اور ان انگریز
عنصر میں تو قدیم برطانوی، گالی، کارنوالی، رومن، جرمن، ڈنمارک کے اور سویڈی
عناصر کا امتزاج ہے ہی۔

یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ آیا "ڈاک" دکرسن سے مارٹن محض اس لئے
وابستہ ہوا کہ اس پر مکمل اور روحانی طور سے مسیحا بننے کا جذبہ غالب تھا بہرحال چھوٹی
موٹی خراش کی پٹی کرنے، گلہریوں کو چیرنے پھاڑنے اور عضویات کے مطالعہ سے

معلوم ہونے والی حیرت ناک اور پراسرار معلومات کی وضاحت کر کے وہ اپنے دوستوں پر ضرور رعب گانٹھتا۔ تاہم اس کی یہ خواہش بھی تھی کہ وہ اس اسقفی پادری کے لڑکے کی طرح شہرت و ناموری حاصل کرے جو بلا تردد ایک پورا انگار پی سکتا تھا اس سہ پہر کو وہ مسلسل کتاب کا وہ باب پڑھتا رہا جو لمف کے سسٹم سے متعلق تھا۔ ساتھ ہی وہ لمبے لمبے ناقابل فہم الفاظ بڑبڑاتا رہا جیسے کوئی گیت گنگنا رہا ہو۔ گنگنانے کی یہ آواز گرد سے اٹے کمرے میں غنودگی کا ماحول اور بھی شدید کر رہی تھی۔

یہ کمرہ "ڈاک" ڈکرسن کی رہائش گاہ کے تین کمروں میں مرکزی کمرے کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کا دروازہ نیو یارک کی کلاتھ مارکیٹ سے آگے بڑی سڑک کے عین سامنے کھلتا تھا۔ اس کے ایک طرف تو مریضوں کے انتظار کا غلیظ سا کمرہ اور دوسری طرف "ڈاک" کی خواب گاہ تھی۔ ڈکرسن ایک سن رسیدہ رنڈوا تھا۔ انسان کی جبس خواہش کو وہ "عورت کے لئے جنون" کے نام سے پکارتا تھا اس میں اس کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کی خوابگاہ جس میں ایک ٹوٹی پھوٹی میز اور پرانے، بدبودار غلیظ کمبل رکھے تھے۔ مارٹن ہی صاف کرتا تھا اگرچہ صفائی کا یہ دورہ اس پر بہت کم پڑتا تھا۔

اس وسطی کمرے کو بیک وقت بہت سے کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا۔ یہ کام کاج کا دفتر بھی تھا، یہاں مریضوں کو مشورہ بھی دیا جاتا، اور آپریشن بھی کئے جاتے، بیٹھک کے لئے بھی اسے استعمال کیا جاتا یہاں تاش بھی کھیلی جاتی علاوہ بریں یہ طرح طرح کی بندوقوں اور مچھلی پکڑنے کے ساز و سامان کا اسٹور بھی تھا۔ یہاں بھورے رنگ کے پلستر کی دیوار کے ساتھ ایک الماری تھی جس میں ایک اچھا خاصہ چڑیا گھر جمع تھا، طبی عجائبات تھے اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسی چیز تھی جسے دیکھ کر ایک لمز کے لڑکے خوف سے کانپ اٹھتے۔ تاہم یہ چیز ان کے لئے دلچسپی کا سامان بھی مہیا کرتی۔ یہ ایک انسانی پنجر تھا جس کے جبڑے میں ایک سوکھا سا وحشتناک سنہری دانت لگا تھا۔ شام کے وقت جب "ڈاک" باہر گیا ہوتا

تو مارٹن اپنی ٹولی کے کانپتے ہوئے ممبروں کو اس پُراسرار تاریکی میں لے جاتا اور خوفناک بنجر کے پاس لے جاکر ہڈیوں کے جبڑے سے گندھک کی دیا سلائی رگڑتا مارٹن کے یہی کارنامے اس کے ہجولیوں میں اُس کے وقار کے اضافے کا باعث ہو جاتے۔

اس کمرے کی دیوار پر کھر یہ روغن کئے ہوئے بورڈ کے ساتھ ایک مچھلی لگی ہوئی تھی۔ مچھلی کا یہ ڈھانچہ گھر پر ہی تیار کیا گیا تھا۔ زنگ آلود سٹوو (چولھے) کے ساتھ ایک لکڑی کے برادے کا ڈبہ تھا جسے اُگالدان کے طور پر استعمال کیا جاتا۔ یہ اگالدان ایک گندے، چکنے، مومی کپڑے پر رکھا ہوتا جو امتدادِ وقت سے چیتھڑا بن کر رہ گیا تھا۔ پرانی سی میز پر بہت سے کاغذوں کا ڈھیر تھا جن پر قرضے کا حساب کتاب لکھا تھا۔ "ڈاک" ہمیشہ قسمیں کھاتا کہ وہ جلد سے جلد ان بے ایمانوں سے یہ قرضے وصول کرے گا مگر وہ کسی بھی قرضدار سے ایک پھوٹی کوڑی بھی وصول نہ کر پاتا۔ اس سرگرم کار شہر میں اگر یہ رات دن سر کھپانے والا ڈاکٹر ایک دو برس، ایک دو دہائیاں یا ایک دو صدیاں بھی لگا رہتا تو بھی شاید اُس کے قرضے منت کش ادائیگی نہ ہو پائے۔

اس کمرہ کا سب سے گندہ حصّہ ڈھلے ہوئے لوہے کی چلیچی کے لیے مخصوص تھا۔ اس چلیچی کو جراثیم مارنے سے زیادہ انڈوں والی ناشتے کی پلیٹیں صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا۔ اس کے ساتھ جو تختہ لگا تھا اس پر ایک معائنہ کرنے والی ٹوٹی ہوئی نلکی رکھی تھی، ایک ٹوٹا ہوا مچھلی پکڑنے کا کنڈا تھا، گولیوں کی ایک بغیر لیبل کی بوتل جو مدتوں سے طاق نسیاں پر پڑی تھی، ایک جلا ہوا سگار کا ٹکڑا، اور ایک زنگ آلود جراحی کے نشتر کا پھل بڑے سے آلو میں پھنسا پڑا تھا۔

کمرے کی یہ ویرانی "ڈاک" ورکس کی روح اور اُس کے دل کا آئینہ تھی۔ نیویارک مارکیٹ میں جوتے رکھنے کی چپٹی شکل والی الماریوں کے مقابلے میں یہ کمرہ اپنی جزئیات کے ساتھ کہیں زیادہ دلچسپ تھا۔ خاص طور پر مارٹن ایروسمتھ کے ذوق تجسس کے لئے یہ جگہ بہت سا سامان مہیا کرتی اور زندگی میں بڑی بڑی مہمیں سر کرنے کی خواہش دل میں لئے وہ اس کی ہر ایک چیز میں بہت کشش محسوس کرتا۔

(۴)

لڑکے نے سر اُٹھا کر اپنی متجسس نظروں کو گھمایا۔ زینے پر سے "ڈاک" دکرسن کے بوجھل قدموں کی آواز آرہی تھی۔ "ڈاک" ہوش وحواس میں تھا اس لئے مارٹن کو اُسے بستر پہ لٹانے کی ضرورت نہ تھی۔

مگر وہ تو سیدھا اپنی خوابگاہ کی طرف جارہا تھا اور یہ ایک تشویشناک علامت تھی۔ لڑکے نے کان ادھر لگا دیئے اور "ڈاک" کو الماری کا نچلا حصّہ کھولتے سنا جہاں جمیکا رم کی بوتل رکھی تھی۔ بہت دیر تک غٹ غٹ کی آواز آتی رہی اور پھر "ڈاک" نے بوتل ایک طرف رکھ کے پاؤں سے دھکا دے کر بڑے فیصلہ کن انداز میں دروازہ بند کر دیا۔ مارٹن نے سوچا یہ بھی اچھا ہے اس نے ایک ہی دفعہ پی لی، اب بھی اگر یہ اس کمرے میں آجائے تو بچ جائے گا۔ مگر وہ ابھی تک اپنی خوابگاہ میں کھڑا تھا۔ جب الماری کا دروازہ پھر جلدی سے کھلا اور دوسری اور پھر تیسری دفعہ غٹ غٹ کی آواز آئی تو مارٹن نے ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ "ڈاک" جب کمرے میں نمودار ہوا تو اس کی چال سے مستی ظاہر ہوتی تھی۔ ایک سفید رنگ کا ہاتھی سا آدمی جس کی جھاڑ جھنکار سی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اس کا بھاری بھرکم غیر واضح و غیر حقیقی جسم ایک ایسے بادل کی طرح تھا جس نے کچھ لمحوں کے لئے انسانی شکل اختیار کرلی ہو۔ "ڈاک" چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا کرسی کی طرف بڑھا اور اپنی لغزشوں پر کسی امکانی تنقید سے بچنے کے لئے اس نے فوراً گھگھیائی ہوئی اونچی آواز میں بولنا شروع کیا۔

"اماں، تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ مجھے معلوم ہے کہ اگر

میں دروازے کو بند نہ کرتا تو بلی ضرور کچھ نہ کچھ اڑا لے جاتی۔" اتنا کہہ کر اس نے تھوک نگلنے کی کوشش کی اور مسکرایا تاکہ معلوم ہو کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ اس کے مذاق کا لوگ اکثر غلط مطلب لیا کرتے تھے۔

پھر اس نے سنجیدگی سے بولنا شروع کیا مگر وہ بیچ بیچ میں بھول جاتا کہ وہ کس موضوع پر بات کر رہا ہے۔

"گرے پڑھ رہے ہو؟ اچھا ہے۔ ڈاکٹر کی لائبریری میں صرف تین ہی تو کتابیں ہیں۔ گرے کی اناٹومی، انجیل اور شیکسپیئر، پڑھو تم بھی شاید کسی دن بڑے ڈاکٹر بن جاؤ۔ زینتھ میں رہنا، ہاں تم بہت بڑے ڈاکٹر بن جاؤ گے اور سال میں پانچ ہزار ڈالر کماؤ گے۔ امریکہ کی سینٹ کا ممبر بھی اتنی ہی رقم کماتا ہے۔ اپنا نصب العین اونچا رکھنا۔ اچھے موقعے ہاتھ سے نہ گنوا دینا۔ ابھی تم تربیت حاصل کرو۔ میڈیکل سکول جانے سے پہلے کالج میں داخلہ لینا۔ پڑھو۔ کیمسٹری، لاطینی۔ علم حاصل کرو۔ میں تو بوڑھا اور ناکارہ ہو چکا ہوں، میرا کوئی گھر گھاٹ نہیں، بال بچہ نہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ بوڑھا شرابی ہوں۔ مگر تم، تم تو بہت بڑے ڈاکٹر ہو۔ سال میں پانچ ہزار ڈالر کمانا۔

"مرے کی عورت کے تلب میں سوجن ہے۔ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ وہ تو چاہتی ہے کہ کوئی اس کا ہاتھ تھامے رہے۔ سڑکوں کی حالت بہت ہی ردی ہے۔ اُن درختوں کے جھنڈ سے پرے پُلیا ٹوٹ گئی ہے۔ کیسی شرم کی بات ہے۔

"دل کی بیماری" اور ______

"تربیت" بس تمہیں اسی چیز کی ضرورت ہے۔ بنیادی اصول۔ کیمسٹری پڑھو، بائیالوجی پڑھو، میں نے نہیں پڑھیں یہ چیزیں۔ ریورنڈ جونز کی بیوی کا خیال ہے کہ اس پیٹ میں پھوڑا ہے۔ وہ آپریشن کے لئے شہر جانا چاہتی ہے، ناسور، توبہ۔ وہ پادری اور اس کی بیوی دونوں بہت ہی بیتھو ہیں۔ "وہ اس پُلیا کی

مرمت کیوں نہیں کرتے۔ اور ہاں میری طرح شرابی نہ ہو جانا۔ سائنس کی بنیادی باتیں سیکھ لو، میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔"

مارٹن دیہات کا ایک معمولی سا لڑکا تھا جو سب کی طرح بلیوں پر پتھر پھینکتا اور اپنے ہمجولیوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتا مگر "ڈاک" نے جب اسے علم کی فضیلت کے بارے میں بتایا، حیاتیات کی عالمگیر حیثیت سمجھائی اور کیمسٹری کے ناقابل تردید اصولوں کی مسلمہ اہمیت بیان کی تو یہی آنکھ مچولی کھیلنے والا دیہاتی لڑکا نشے سے یوں سرشار ہو گیا جیسے وہ کوئی خزانہ تلاش کرنے جا رہا ہو۔

حسنِ سیرت سے محروم "ڈاک" ایک غلیظ سا فربہ اندام بوڑھا تھا وہ بڑی غیر فصیح زبان بولتا تھا اور اس کے الفاظ کا انتخاب چونکا دیتا تھا اپنے حریف ڈاکٹر ینڈھام کا ذکر کرتے ہوئے تو وہ طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتا مگر اس کے باوجود مارٹن کے ذہن میں اس نے ایسی ایسی تصویریں ابھاریں کہ وہ عالم تصور میں ایسے کیمیائی مرکب بنانے لگتا جن کے پھٹنے سے بہت زور کی آواز ہوتی اور بہت زیادہ بدبو اٹھتی اور وہ ایسے چھوٹے چھوٹے کیڑے دیکھتا جو ایلک ٹن کے کسی لڑکے نے نہیں دیکھے تھے۔

"ڈاک"، کو ہر طرف دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی اور وہ کرسی میں دھنسا ہوا واہی تباہی بک رہا تھا۔ مارٹن نے بڑی منت سے کہا وہ سو جائے مگر وہ انکار کرتا رہا۔

"نہیں مجھے نیند نہیں آ رہی۔ نہیں۔ اب میری بات سنو۔ میں جو کچھ جانتا تھا وہ تمہیں بتا دیا۔ اپنی جمع کی ہوئی چیزیں دکھاؤں۔ سارے علاقے میں یہی ایک عجائب خانہ ہے۔ سائنس کا ہادی!"

مارٹن نے بڑی عقیدت کے ساتھ سینکڑوں بار اس خاکی رنگ کی اکھڑے روغن والی کتابوں کی الماری میں رکھی چیزوں کو دیکھا تھا۔ اس میں طرح طرح کی چیزیں تھیں۔ بوتلوں میں بند کیے ہوئے بھنورے، ابرق کے ٹکڑے، دور بین

والے بھیڑیے کا آدھا دھڑ اور ایک معزز خاتون کے پیٹ سے نکلی ہوئی پتھری۔ اس خاتون کا ذکر "ڈاک" اپنے ہر ملنے والے سے بڑے جوش و خروش سے کرتا۔ اس وقت ڈاکٹر کتابوں والی الماری کے سامنے کھڑا اپنی بڑی سی مگر کانپتی ہوئی انگشت شہادت کو ہوا میں لہرا رہا تھا۔

"اس تتلی کو دیکھو۔ اسے پور تھیز یا گرانی سوریا ضید کہتے ہیں ڈاکٹر نید ھام تمہیں یہ نام کبھی نہ بتا پاتا۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ تتلی کو کیا کہتے ہیں اور اسے تمہاری تربیت کی پروا بھی نہیں۔ اب اس نام کو یاد رکھو گے؟" وہ مارٹن کی طرف مڑا "کیا تم سُن رہے ہو؟ کیا تمہیں دلچسپی ہے؟ اوہ جہنم میں جاؤ۔ کوئی بھی میرا عجائب خانہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ کوئی بھی تو نہیں۔ ضلع بھر میں صرف ایک ہی ہے — مگر میں، میں تو ناکام و نامراد بوڑھا ہوں"۔

مارٹن نے کہا "یہ تو سچ مچ بے حد شاندار چیز ہے"۔

"دیکھتے ہو اس بوتل میں کیا ہے؟ یہ اپنڈیکس ہے۔ اس علاقے میں اپنی قسم کی واحد چیز ہے۔ یہ میرا، بوڑھے ڈاکٹر وکرسن کا کام ہے۔ جس نے اس دور افتادہ گاؤں میں پہلی بار یہ کام کیا۔ شرط لگاؤ۔ اور یہ عجائب گھر بھی واحد چیز ہے یہ اتنا بڑا نہیں مگر ابھی تو اسے شروع ہی کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نید ھام کی طرح میں روپیہ برباد نہیں کیا مگر پہلے میں نے چیزیں اکٹھی کرنا شروع کیں۔ یہ سلسلہ پہلے میں نے شروع کیا"۔

وہ کراہتا ہوا کرسی پر گر پڑا "تم ٹھیک کہتے ہو، سونا ہی پڑے گا۔ سب ختم ہو گیا"۔ مگر جوں ہی مارٹن نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اس نے اپنے آپ کو مارٹن کی گرفت سے چھڑا لیا اور میز پر ایک کاغذ رکھ کر انٹ شنٹ لکیریں کھینچنے لگا اور پھر پیچھے کی طرف مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"میں کچھ دینا چاہتا ہوں — تمہاری تربیت کا کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ بوڑھے کو یاد رکھنا۔ مگر کوئی اس بوڑھے کو یاد بھی رکھے گا؟"

اس نے مارٹن کو اپنا محبوب محدب شیشہ دے دیا جسے وہ نباتیاتی کے کام کے لئے استعمال کیا کرتا تھا۔ اس نے مارٹن کو شیشہ جیب میں ڈالتے دیکھا اور ایک ٹھنڈا سانس لے کر کچھ مزید کہنے کی کوشش کی اور پھر خاموشی سے لڑکھڑاتا ہوا اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔

باب دوسرا

ریاست ورمونٹ چاروں طرف سے میساچوسٹس، نیویارک، نیو ہیمپشائر اور کینیڈا سے گھری ہے اور ان کی طرح اس میں بھی مشرق اور مغرب وسطی دونوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہاں کے اینٹوں سے بنے مکانوں اور گھنے درختوں والے دیہات میں مضبوط و مستحکم صنعتوں میں اور جنگ آزادی کے وقت سے چلی آ رہی روایات میں نیو انگلینڈ کی فضائیں سانس لیتی ہیں۔ اس ریاست کا سب سے بڑا شہر زینتھ، ۱۷۹۲ء میں بسا تھا۔ مگر ورمونٹ کے گندم اور اناج کھیت، غلہ رکھنے کے سرخ کھتے اور بھوسا ڈالنے کے گڑھے مغرب وسطی نمونہ ہیں۔ زینتھ کی ریاست اگرچہ بہت پرانی ہے لیکن اس کے باوجود یہاں کے بہت سے اضلاع ۱۸۶۰ء تک آباد نہیں ہوئے تھے۔

زینتھ سے پندرہ میل دور موہالس میں ورمونٹ کی یونیورسٹی ہے۔ اس میں بارہ ہزار طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس عجوبۂ روزگار ادارے کے مقابلے میں آکسفورڈ دینیات کا ایک چھوٹا سا سکول اور ہارورڈ لڑکیوں کو پڑھانے والا ادارہ لگتا ہے۔ یونیورسٹی میں بیس بال کھیلنے کا ایک میدان ہے جس کے اوپر شیشہ لگا ہے۔ اس کی عمارتیں میلوں میں ناپی جاتی ہیں۔ یہاں سینکڑوں پی۔ ایچ۔ ڈی نوجوان اساتذہ ملازم ہیں جو سنسکرت، جہاز رانی، اکوٹینسی، عینک سازی، انجینیرنگ، پروونشل، شاعری، محصول نام سویڈی شلجم اگانے کے طریقے، موٹر کاروں کے نئے نئے ڈیزائن بنانا، تاریخ دار دینز میتھیو آرنلڈ کا اسلوب، فن اشتہار بازی اور مالیخولیا ہائپر ٹرافیا

کا ئیمو پیریرے لائسکا (ایک قسم کا عضلاتی فالج) کی تشخیص جیسے علوم پڑھاتے ہیں۔ اس یونیورسٹی کا صدر (ناظم اعلیٰ) ریاست ہائے متحدہ میں شام کی محفلوں کا بہترین مقرر ہے اور چندہ جمع کرنے کے ایسے گر جانتا ہے کہ اس کا کوئی ثانی نہیں، یہ دنیا کی پہلی درسگاہ ہے جس نے ریڈیو کے ذریعہ تعلیم دینے کا طریقہ رائج کیا۔

یہ نک چڑھے امیرزادوں کا کالج نہیں ہے جس میں فضول کی چیزیں پڑھائی جاتی ہوں۔ یہ ادارہ ریاست کے لوگوں کی ملکیت ہے اور وہ ایک ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جس کے افراد اخلاقی زندگیاں بسر کریں، برج کھیلیں، اچھی اچھی کاریں چلائیں، کاروبار میں مستعد ہوں اور کبھی کبھی کتابوں کا ذکر کر دیا کریں گو ان سے کتابیں پڑھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ گویا کہ یہ موٹریں بنانے کی ایسی فیکٹری ہے جس کی بنی کاریں گو کھڑکھڑ کرتی ہوں مگر پھر بھی بڑے اعلیٰ معیار پر تیار کی گئی ہوں اور ان کے پرزے بھی بدلے جا سکتے ہوں۔ ونے میک کی یونیورسٹی میں طلبا کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور اس کی اہمیت اور اثر و رسوخ میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ امید کی جا سکتی ہے کہ ۱۹۵۰ء تک یہ یونیورسٹی ایک بالکل نئی صاف ستھری وسیع و عریض اور تیز و طرار تہذیب کو جنم دے گی۔

(۲)

۱۹۰۴ء میں مارٹن ایروسمتھ آرٹس اور سائنس کے ابتدائی درجوں میں تھا اور میڈیکل سکول میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس وقت ونے میک میں فقط پانچ ہزار طلبا تھے مگر پھر بھی وہاں بڑی گہما گہمی رہتی تھی۔

مارٹن کی عمر اکیس سال تھی۔ اس کے کالے ملائم بالوں کے مقابلے میں
اس کا چہرہ زردی مائل نظر آتا مگر دوڑنے میں اس کی اچھی خاصی شہرت تھی، باسکٹ
بال کے میدان میں وہ "سینٹر" کا کھلاڑی تھا اور ہاکی میں تو وہ بلا کا ماہر تھا۔ اس
کے کالج کی لڑکیاں دبی زبان میں کہا کرتیں کہ وہ بہت ہی "رومانی" لگتا ہے مگر چونکہ
یہ جنسی آزادی اور چوما چاٹی کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے کی بات ہے اس
لئے یہ سب باتیں اس سے کچھ فاصلے پر ہی کہی جاتیں اور مارٹن تو یہ بھی نہیں جانتا
تھا کہ اس میں رنگین مزاج عاشقوں کا ہیرو بننے کی سب خوبیاں موجود ہیں۔ وہ
ضدی ہونے کے باوجود شرمیلا سا لڑکا تھا۔ چوما چاٹی اور بوسہ بازی کے ڈھنگوں
سے ناواقف تو نہ تھا تاہم یہ مشغلہ اس کی دلچسپی کا مرکز نہیں تھا۔ وہ ایسے لوگوں کی
صحبت میں رہتا جو گلی کے غلیظ پائپ پینا اور میلے چیکٹ سوئیٹر پہننا ہی مردانگی سمجھتے
تھے۔

اب یونیورسٹی ہی مارٹن کی کائنات تھی۔ ایک ملز کا اس کے لئے کوئی وجود
نہ تھا۔ "ڈاک" وکرسن مر چکا تھا، دفنا دیا گیا تھا اور اس کی یاد ذہنوں سے اتر
گئی تھی۔ مارٹن کے والدین بھی مر چکے تھے اور اس کے لئے ترکے میں صرف اتنا روپیہ
ہی چھوڑ گئے تھے کہ وہ فنون لطیفہ اور طب کی تعلیم حاصل کر سکے۔ کیمسٹری اور فزکس
ہی اس کی زندگی کے مقاصد تھے اور اگلے سال اسے حیاتیات کی تعلیم شروع
کرنے کے امکانات نظر آ رہے تھے۔

شعبۂ کیمسٹری کے سربراہ پروفیسر ایڈورڈز، مارٹن کے محبوب ترین استاد تھے۔
سب لوگ انھیں "مسٹر مرحبا" کے نام سے پکارتے۔ وہ کیمسٹری کی تاریخ کے بہت اچھے
فاضل تھے۔ عربی بھی جانتے تھے وہ جب دعوے کرتے کہ جو جو بات انہوں نے کہی
ہیں ان کا عربوں کو پہلے سے ہی علم تھا تو ان کے ساتھی چڑ جاتے۔ مگر پروفیسر ایڈورڈز
نے خود کوئی تحقیق نہ کی تھی۔ وہ آتشدان کے پاس بیٹھے اپنے اسکتانی کتے کو
سہلاتے رہتے اور زیر لب ہنستے رہتے۔ ان کی یہ ہنسی داڑھی کی روش میں نمایاں

ہوتی۔

اس شام کو "مرحبا" صاحب نے حسب معمول ایک چھوٹی سی دعوت دے رکھی تھی۔ ان کی یہ چھوٹی چھوٹی دعوتیں اس حلقے میں بہت مقبول تھیں۔ کارمی رائے کی خاکی "مارس" کرسی پر وہ پاؤں پسارے بیٹھے مارٹن اور چھ سات نوجوان جوشیلے کیمٹوں کی تفریح طبع کے لئے ہنسی مذاق کر رہے تھے اور انگریزی کے معلم ڈاکٹر نارمن برمفٹ کے چٹکیاں لے رہے تھے۔ کمرے کی فضا میں بیئر اور زندہ دلی طاری تھی اور ڈاکٹر برمفٹ ساری محفل پر چھائے ہوئے تھے۔

یونیورسٹی کے ہر شعبے میں ہیجان پیدا کرنے اور کھچا کھچ بھرے کلاس کے گردن میں حیرت و تعجب کی بجلیاں گرانے کے لئے ایک دیوانہ ضرور ہونا چاہیئے۔ ونے میک جیسے ادارے میں بھی جہاں پاکیزگی اور نیکی ایسی خوبیوں کو اس قدر اہمیت دی جاتی تھی نارمن برمفٹ ایسے ہی دیوانے کا کام کرتا تھا۔ چونکہ ہر شخص یہ جانتا تھا کہ وہ پریسبیٹرین کلیسا اور ری پبلکن پارٹی کا رکن ہے اور بڑے اچھے کردار کا مالک ہے اس لئے اس کی کھلی چھٹی تھی کہ وہ اپنے آپ کو لا ادری؟ بداخلاق اور سوشلسٹ کہے۔ اس رات ڈاکٹر برمفٹ جلال پر تھا۔ اس نے دعوے سے کہا کہ ہر ذہین شخص کی رگوں میں یہودی خون ضرور ہوتا ہے۔ ونے میک میں جب بھی یہودیت پر بحث ہوتی تو میکس گاٹلب کا ذکر ضرور شروع ہو جاتا وہ میڈیکل سکول میں جراثیمات کے پروفیسر تھے اور اس رات بھی جب نارمن برمفٹ نے اہل یہود کا ذکر چھیڑا تو ہمیشہ کی طرح میکس گاٹلب کی ذات موضوع سخن بن گئی۔

یونیورسٹی میں سب لوگوں کے لئے پروفیسر گاٹلب ایک پُراسرار سی شخصیت کے مالک تھے۔ یہ تو سب جانتے تھے کہ وہ جرمنی کے یہودی ہیں جہاں انھوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی اور محفوظیات (IMMUNOLOGY) کے میدان میں تحقیق کرنے سے وہ مشرق اور یورپ تک مشہور ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ لوگ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ وہ شاذونادر ہی اپنے بھورے رنگ کے بوسیدہ سے گھر سے

باہر نکلتے اور اسی وقت قدم باہر رکھتے جب لیبارٹری جانا ہوتا ان کی کلاس کے طلبا کے علاوہ بہت کم لڑکے ان کی صورت سے آشنا تھے۔ مگر سب نے گوشۂ تنہائی میں پڑے رہنے والے اس لمبے سے دُبلے پتلے پروفیسر کا ذکر سن رکھا تھا۔ گالٹب کے متعلق کئی افسانے مشہور تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ کسی جرمن شہزادے کی اولاد ہیں اور اپنی بے پناہ دولت کے باوجود اس لئے دوسرے پروفیسروں کی طرح سادہ سی زندگی گذارتے ہیں کہ انھیں اپنے وحشتناک تجربوں پر بہت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے کہ ان تجربوں میں انسان کی قربانی تک دی جاتی ہے۔ کہا جاتا کہ.. لیبارٹری کے اندر پروفیسر بے جان چیزوں میں جان ڈال دیتے ہیں اور جن بندروں کو ٹیکے لگاتے ہیں ان سے گفتگو بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مشہور تھا کہ پروفیسر کو جرمنی سے "شیطان پرست" یا "انارکسٹ" ہونے کی وجہ سے نکالا گیا اور یہ کہ رات کے کھانے کے ساتھ وہ چھپ کر اصل شمپین پیتے ہیں۔

یونیورسٹی کی یہ روایت تھی کہ کسی شعبے کا استاد طلبا کے سامنے اپنے ساتھیوں کو زیر بحث نہیں لاتا تھا لیکن میکس گالٹب کو تو کوئی بھی اپنا ساتھی نہیں سمجھتا تھا وہ شمال مشرق سے آنے والی سرد ہوا کی طرح اپنے ماحول سے بے تعلق تھا۔ اس روز ڈاکٹر برمنٹ حسبِ معمول لیکچر جھاڑ رہا تھا۔

"میں اتنا آزاد خیال تو ہوں کہ سائنس کی برتری کے دعوؤں کو تسلیم کر لوں مگر گالٹب جیسے آدمی کو سمجھنا محال ہے یہ تو میں جانتا ہوں کہ وہ دنیا داری کی سب باتیں جانتا ہے مگر میرے لئے تعجب کا باعث یہ امر ہے کہ وہ اس قوت سے بے نیاز ہے جو دنیا کی تخلیق کرتی ہے اس کا کہنا ہے کہ کوئی بھی علم اس وقت تک بے کار ہے جب تک کہ اُسے لمبے اعداد و شمار سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ٹھیک ہے اگر تم میں سے کوئی سائنسدان جانسن کی ذہانت کو پیمانے سے ناپ کر دکھا دے تو میں قائل ہو جاؤں کہ وجدانِ حسن رکھنے والے اور خوابوں کی دنیا میں رہنے والے ہم سب ادبی لوگ غلط راستے پر ہیں!"

مارٹن ایرد سمتھ کی سمجھ میں اچھی طرح سے نہ آرہا تھا کہ کس بات پر بحث ہو رہی ہے۔ جوش و خروش کے لشتے میں اُسے ان باتوں کے سمجھنے کی پروا بھی نہ تھی۔ پروفیسر ایڈورڈ نے جب سگار کے دھوئیں میں لپٹی ہوئی داڑھی کو ہلا کر عجیب و غریب سی آواز میں کہا "اچھا خیر لعنت بھیجو" اور یوں گفتگو کا سلسلہ برمفٹ کے موضوع سے ہٹا کر دوسری طرف لے گیا تو مارٹن نے اطمینان کا سانس لیا۔ عام حالات میں اینگو رطنز کے طور پر بڑے مربیانہ انداز میں گاٹلب کو "قنوطی" کے نام سے یاد کرتا کیونکہ اس کی رائے میں وہ اپنی تھیوری وضع کرنے کی بجائے دوسروں کی تھیوریاں رد کیا کرتا تھا۔ مگر برمفٹ جیسے ادبی کھلنڈروں سے اُسے سخت نفرت تھی اور اسے جھٹلانے کے لئے پروفیسر ایڈورڈ نے زہر توڑ کا مرکب بنانے میں گاٹلب کی سی رائیگاں کی بڑی تعریف کی اور اس کی اس خصوصیت کو بہت سراہا کہ جس طرح وہ اہرلچ اور سرایلمرد تھ رائٹ کی باتوں کو جھٹلاتا ہے اسی طرح اُسے اپنی باتوں کو غلط ثابت کرنے میں بھی بڑی سفاکانہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس نے گاٹلب کی عظیم تصنیف "محفوظیات" کا ذکر کیا۔ دنیا میں جو لوگ اس کتاب کو سمجھ سکتے تھے اُن کی بہت بڑی اکثریت نے اسے پڑھ رکھا تھا اور ان کی تعداد فقط نو تھی۔

مسز ایڈورڈ کی بنائی ہوئی میٹھی ٹکیاں کھانے کے ساتھ ہی دعوت ختم ہو گئی۔ موسم بہار کی اس اندھیری رات میں مارٹن چہل قدمی کرتا ہوا اپنے ہوسٹل کی طرف چل دیا۔ گاٹلب کے متعلق بحث سن کر اس کے ذہن میں ایک نا معلوم سی تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ وہ تصورات کی دنیا میں کھو گیا اور کامیابی و عوام کی واہ واہ سے بے نیاز تنِ تنہا بڑے انہماک سے ایک لیبارٹری میں کام کرنے لگا۔ مارٹن نے گاٹلب کو کبھی دیکھا تو نہ تھا مگر وہ یہ جانتا تھا کہ اس کی لیبارٹری "مین میڈیکل" عمارت میں ہے۔ وہ بے ارادہ ہی شعبہ طب کی عمارت کی طرف چل دیا جو خاصی دور تھی۔ راستے میں ایسے جو تھوڑے سے لوگ ملے وہ آدھی رات

کے وقت تھکے ماندے جلدی جلدی اپنے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ وہ فوجی بارکوں کی طرح بھدی اور ڈراؤنی سی اناٹومی بلڈنگ کے قریب گیا۔ یہ عمارت یوں خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی تھی جیسے اس کے اندر چیر پھاڑ کے کمرے میں لاشیں پڑی ہوں۔ اس سے آگے مینارہ نما بڑی سی "مین میڈیکل بلڈنگ" تھی۔ ایک بے ہنگم اور دھندلا سا اینٹوں کا تودہ جس کی اندھیری دیواروں میں سے صرف ایک ہی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ آگے کی طرف بڑھا۔ روشنی یکایک بجھ گئی جیسے کوئی شخص جو اسے آتے دیکھ رہا تھا، نہایت اضطرابی کیفیت میں اس سے چھپنے کی کوشش کر رہا ہو۔

دو منٹ بعد "مین میڈیکل" کے پتھروں سے بنے ہوئے زینے پر مخروطی لیمپ کی روشنی کے نیچے ایک انسانی جسم نمودار ہوا۔ لمبا تڑنگا آدمی، اپنے خیالات کی دنیا میں گم، ایک تپسوی کی طرح بے نیاز اور اکیلا۔ اس کی ناک پتلی اور اونچی تھی اور اس کے سوکھے گالوں کو دیکھ کر خوف آتا تھا۔ وہ ان لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہ چل رہا تھا جنھیں گھر پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر اس نے بڑی بے تعلقی کے انداز میں مارٹن کی طرف دیکھا اور اس کی نظریں دور تک چلی گئیں ۔۔ پھر وہ اپنے آپ میں ہی کچھ بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس کے کندھے جھکے ہوئے تھے اور ہاتھ پشت پر ایک دوسرے کی گرفت میں تھے۔ پھر ایک سائے کی طرح وہ سایوں میں گم ہو گیا۔

اس نے ایک غریب پروفیسر کی طرح پھٹا سا کوٹ پہن رکھا تھا پھر بھی مارٹن کے ذہن میں ایک ایسے آدمی کی تصویر ابھری جو سیاہ مخمل کی قبا میں ملبوس ہو اور جس کی چھاتی پر چاندی کا تمغہ بڑی شان سے چمک رہا ہو۔

(۳)

مارٹن ایرد سمتھ میڈیکل سکول میں آیا تو پہلے روز وہ احساس برتری میں مبتلا تھا۔ طب کے طالب علم کے طور پر اس کی شخصیت زیادہ دلکش تھی کیونکہ یہ مشہور ہے کہ طب کے طلبا، رازہائے دروں، خوفناک باتیں اور پر لطف شرارتیں کرنا جانتے ہیں اور دوسرے شعبوں کے لوگ اُن کی کتابوں میں جھانکنے کے لئے ان کے کمروں میں جاتے ہیں۔ وہ گریجویٹ بھی تھا اور اس کے علاوہ بنیادی علوم میں بھی وہ تربیت حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے بھی وہ علم طب کے ہم جماعتوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو برتر محسوس کر رہا تھا۔ اس کے ان ہم جماعت طلبا میں سے اکثر صرف ہائی اسکول کے سند یافتہ تھے اور شاید کھیتوں کے درمیان واقع دس کمروں والے لوتھرن کالج میں بھی انھوں نے ایک ایک سال صرف کیا تھا۔

اپنی اس خود پسندی کے باوجود مارٹن مضطرب سا تھا۔ اس نے سوچا کہ اسے آپریشن کرنے پڑیں گے اور اُسے یہ بھی ڈر تھا کہ چیر پھاڑ میں شاید اس سے کوئی احمقانہ غلطی سرزد ہو جائے۔ چیر پھاڑ والے کمرے اور پتھروں سے بنی ہوئی "اناٹومی بلڈنگ" کے خیال سے اس کا دل ڈوبنے لگتا۔ اس نے ڈاکٹری کے پرانے طلبا، کو اس کے دہشتناک مناظر کی شکایت کرتے سنا تھا۔ اندھیرے تہہ خانہ میں نمک والے پانی کے ایک مکروہ سے تالاب میں لاشیں سڑے ہوئے بھیانک پھل کی طرح پھندوں سے لٹکی رہتی تھیں اور ہنیری چوکیدار... رگوں میں سرخ سیسہ ڈالنے کے لئے لاشوں کو نمک کے پانی میں سے گھسیٹ گھسیٹ کر نکالتا اور الماری میں ٹھونستے وقت ان کو ستاتا رہتا۔

اگرچہ موسم خزاں کا تھا لیکن اُس دن فضا میں بہار کی سی تازگی تھی۔ لیکن مارٹن نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ وہ "مین میڈیکل" عمارت کے سلیٹی رنگ کے ہال میں جلدی جلدی داخل ہوا اور پھر چوڑی سیڑھیاں چڑھ کر میکس گاٹلب کے دفتر کی جانب بڑھا۔ اس نے گذرتے ہوئے طالب علموں کی طرف دھیان نہیں دیا جب وہ ان سے ٹکراتا تو گھبرائے ہوئے لہجہ میں معافی مانگتا۔ یہ لمحات اپنے دامن میں بہت سی اُمیدیں سمیٹے ہوئے تھے وہ جراثیمیات میں مہارت" خصوصی حاصل کرنے جا رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ وہ نئے دلچسپ جراثیم دریافت کرے گا، پروفیسر گاٹلب اُسے انتہا درجے کا ذہین آدمی تسلیم کر لیں گے، اپنا اسسٹنٹ بنا لیں گے اور کہیں گے کہ ایک دن یہ بہت بڑا آدمی بنے گا۔ وہ گاٹلب کی ذاتی تجربہ گاہ میں رُک گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا صاف ستھرا کمرہ تھا جہاں بینچ پر تجرباتی نلکیاں رکھی تھیں جن کے مُنہ روئی سے بند کیے ہوئے تھے یہ جگہ بالکل متاثر نہ کرتی تھی سوائے اس یکساں حرارت والے حمام کے جس کے ساتھ پیچیدہ سا تھرمامیٹر اور بجلی کے بلب لگے تھے۔ مارٹن اُس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ ایک چینیوقسم کے ہکلاتے ہوئے طالب علم نے گاٹلب سے بات ختم نہ کر لی۔ گاٹلب ایک دُبلا پتلا سا لونلا اور بے حس قسم کا شخص تھا وہ کوٹھری نما دفتر میں میز لگائے بیٹھا تھا وہ دل مضبوط کر کے لپک کر اندر آ گیا۔

اگرچہ اپریل کی اُس دُھندلی، گہر آلود رات کو اُسے گاٹلب ایک نقاب پوش گھوڑ سوار کی طرح رومانی لگا تھا لیکن اب تو وہ ایک چڑچڑا سا ادھیڑ عمر کا شخص تھا۔ قریب سے مارٹن کو اُس کی باز جیسی آنکھوں کے گرد جھریاں نظر آ رہی تھیں۔ گاٹلب پھر سے اپنے کام میں لگ گیا اس کی میز پر فرسودہ سی لوٹ بکوں کا ڈھیر لگا تھا۔ اعداد و شمار کے کاغذات رکھے تھے اور ایک بہت ہی ٹھیک ٹھیک نشاندہی کرنے والا نقشہ تھا جس پر سرخ اور سبز علامتی خطوط مخفی بنے تھے جو صفر پر آ کر ختم ہو جاتے تھے۔ یہ ہند سے چھوٹے چھوٹے

خوشنما اور بے حد صاف تھے کاغذوں کے درمیان رکھے ہوئے سائنسدان کے پتلے پتلے ہاتھ بھی نازک سے تھے اس نے اوپر دیکھا اور ایسی آواز میں بولا جس میں جرمن لہجے کی ہلکی سی آمیزش تھی۔ اس کا تلفظ غلط نہیں تھا اگرچہ اُس کے لہجے میں ناخوشگوار سی اجنبیت کی جھلک تھی۔

"ہاں، کیا ہے؟"

"پروفیسر گاٹلب صاحب میرا نام ایروسمتھ ہے۔ میں طب کا طالب علم ہوں۔ نیا ہی آیا ہوں وِلے میک سے میں نے بی۔اے کیا ہے۔ میری بہت خواہش ہے کہ اگلے سال کی بجائے اسی موسم خزاں میں جراثیمیات کا مضمون لے لوں۔ کیمسٹری میں نے کافی پڑھ لی ہے......"

"نہیں ابھی تمہارا جراثیمیات پڑھنے کا وقت نہیں آیا۔"

"یقین مانیے جناب مجھے بھروسہ ہے کہ میں اسے نبھا لوں گا۔"

"سنو لڑکے، دیوتا میرے لیے دو طرح کے طالب علم بھیجتے ہیں۔ ایک قسم تو اُن کی ہے جو کہ آلوؤں کی طرح مجھ پر تھوپ دیئے جاتے ہیں۔ مجھے آلو پسند نہیں اور نہ آلوؤں ہی کو مجھ سے کوئی لگاؤ معلوم ہوتا ہے مگر میں انہیں قبول کرتا ہوں اور انہیں مریضوں کو مارنا سکھاتا ہوں۔ دوسری قسم ان طالب علموں کی ہے جو بہت تھوڑے ہوتے ہیں یہ نہ معلوم کس وجہ سے سائنسدان بننا چاہتے ہیں، یہ لوگ کھٹملوں کے ساتھ کام کرنا اور غلطیاں کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان طلبا کو بے حد شوق رکھتا ہوں، ملامت کرتا ہوں اور سائنس کا آخری سبق بھی پڑھاتا ہوں۔ جو یہ ہے کہ انتظار کرو اور یقین نہ کرو۔ ان آلوؤں سے میرا کوئی مطالبہ نہیں۔ لیکن تم جیسے بیوقوفوں سے جو یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان کو پڑھا سکتا ہوں میں ہر چیز کا مطالبہ کرتا ہوں۔ نہیں تم ابھی بہت چھوٹے ہو اگلے سال آنا۔"

"مگر میں سچ کہتا ہوں اس کیمسٹری سے میرا......"

"کیا تم نے فزیکل کیمسٹری لی ہے؟"

"نہیں جناب مگر میں نے آرگینک کیمسٹری میں بہت اچھے نمبر حاصل کئے ہیں"۔

"آرگینک کیمسٹری! اُلجھاؤ ہی اُلجھاؤ ہے۔ بدبو والی کیمسٹری، دواخانوں کی کیمسٹری! فزیکل کیمسٹری طاقت ہے، یہ بالکل واضح سائنس ہے، زندگی ہے۔ مگر آرگینک کیمسٹری ــــــ یہ برتن ملنے والوں کا پیشہ ہے۔ نہیں ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔ ایک سال بعد آنا۔

گاٹلب کا یہ آخری فیصلہ تھا اس کی لمبے لمبے ناخنوں والی انگلیوں نے مارٹن کو چلے جانے کا اشارہ کیا اور وہ جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس میں بحث کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ وہ افسردگی میں ڈوب گیا۔ سکول کے احاطے میں وہ کیمسٹری کے مؤرخ خوش مزاج این کو راہڈورڈ سے ملا اور بڑی التجا کے انداز میں ان سے پوچھا "پروفیسر صاحب کیا ڈاکٹری کے لئے آرگینک کیمسٹری کا کچھ فائدہ ہے؟"

"فائدہ؟ کیوں یہ ان دواؤں کی کھوج کرتی ہے جو درد مٹاتی ہیں، یہ ایسے رنگ و روغن بناتی ہے جس سے تمہارے مکان کے در و دیوار چمک اُٹھتے ہیں۔ یہ تمہاری محبوبہ کے لباس کو رنگتی ہے اور بیس گئے گذرے زمانہ میں اس کے سرخ ہونٹوں کو بھی۔ کون شیطان میری آرگینک کیمسٹری کو بدنامی کر رہا ہے؟"

"کوئی نہیں، میں تو یوں ہی سوچ رہا تھا"۔ مارٹن نے کھوئی ہوئی سی آواز میں کہا اور کالج کیفے کی طرف بے دلی سے چلا گیا۔ جہاں اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے زخم خوردہ وغمگین موڈ میں بادام کی چاکلیٹ اور کیلے کی آئس کریم کھائی۔

میں جراثیمیات کا مضمون لینا چاہتا ہوں۔ بیماریاں پیدا کرنے والے جراثیم کی تہہ تک جانا چاہتا ہوں میں تھوڑی بہت فزیکل کیمسٹری بھی پڑھونگا۔ گاٹلب جہنم میں جائے۔ میں اسے دکھا دونگا۔ کسی روز میں سرطان کا جرثومہ یا کوئی ایسی

ہی چیز دریافت کروں گا اور پھر وہ بدھو سا لگے گا۔ اوہ خدا چیر پھاڑ والے کمرے میں پہلی دفعہ جا کر میں کہیں بیمار نہ ہو جاؤں ——— میں جراثیمات پڑھنا چاہتا ہوں!"

اسے گاٹلب کا تمسخر آمیز چہرہ یاد آیا۔ پھر اُسے اُس کے شدید جذبۂ نفرت کا احساس ہوا اور وہ اس سے ڈر گیا۔ پھر اسے وہ جھریاں یاد آئیں اور گاٹلب کو اس نے ایک بے حد ذہین شخص کے طور پر نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کے روپ میں دیکھا جو مبتلائے دردِ سر ہو، جو بہت تکلیف دہ حد تک تھکا ہوا ہو اور جس سے پیار کیا جا سکتا ہو۔

"سوچتا ہوں کہ کیا این کورا ایڈورڈ واقعی اتنا بڑا عالم ہے جتنا کہ میں اُسے سمجھتا تھا۔ سچ کیا ہے؟" وہ الجھن میں پڑ گیا۔

(۴)

چیر پھاڑ کے پہلے روز مارٹن گھبرایا ہوا تھا۔ لکڑی کے میز پر ان خاکستری آدمیوں کے اکڑے ہوئے فاقہ زدہ اور غیر انسانی چہروں کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مگر ان مرحوم بڈھوں کے چہروں سے کچھ ایسی لاشخصی مترشح تھی کہ دو ہی روز میں وہ ڈاکٹری کے دوسرے طلبا کی طرح انہیں "بلی" "دی آئیگ" اور "پادری" کہنے لگا اور انہیں اُسی طرح سمجھنے لگا جیسے وہ حیاتیات میں جانوروں کو سمجھتا تھا۔ چیر پھاڑ کا کمرہ بھی لاشخصی کا منظر تھا۔ سیمنٹ کا سخت فرش۔ تاروں والے شیشے کی کھڑکیوں کے درمیان سخت پلاسٹر کی دیواریں۔ مارٹن کو فارمیلڈی ہائڈ (ایک قسم کی گیس) کی بدبو سے سخت نفرت تھی۔ یہ اور ایک اور نفرت انگیز بدبو چیر پھاڑ کے کمرے کے باہر اُسے خود سے چمٹی ہوئی سی محسوس ہوتی جسے بھولنے کے لئے وہ سگریٹ پیتا۔ اور ایک ہی ہفتہ کے اندر وہ جوش اور ملحدانہ خوشی کے ساتھ انسانی نسیں کھوج رہا تھا۔

پھر پہاڑ میں اس کا ساتھی ریوریںڈ ایرامنکلے تھا جو جماعت میں اس سے ملتے جلتے مگر مختلف نام سے مشہور تھا۔ ایرا تبلیغی جماعت کا ڈاکٹر (میڈیکل مشنری) بننے جا رہا تھا۔ اس کی عمر ۲۹ سال تھی اور یا لیسبرگ کرسچین کالج، میکفکشن بابل اور مشن اسکول کا گریجویٹ تھا۔ فٹ بال اس نے خوب کھیل رکھا تھا اور وہ ایک خصی بچھڑے کی طرح مضبوط اور ہٹا کٹا تھا۔ آواز اس کی ایسی زوردار تھی کہ خصی بچھڑا بھی اس طرح کیا ڈکارتا ہوگا۔ ایرا ہنس مکھ اور بشاش طبیعت کا عیسائی تھا، ایک ایسا ہنسنے کھیلنے والا رجائیت پسند جو گناہ اور بدگمانی کے وسوسوں کو ہنسی میں اڑا دیتا۔ وہ ایک خوش مزاج "ہیوریٹن" تھا مگر وہ اپنے چھوٹے سے فرقے "سینکٹیفکیشن برادر ہڈ" کے عقیدے کی کچھ اس طرح سے تبلیغ کرتا جو بہت ناگوار گذرتی تھی۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ ایک خوبصورت چرچ بنانا ایسی ہی عیاشی ہے جیسے کہ تاش کھیلنا۔

مارٹن "بلی" کی نقش کو دیکھ رہا تھا جس کے پتھرائے ہوئے بے جان چہرے پر چھوٹی سی ڈراؤنی سرخ رنگ کی داڑھی تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک مشین ہے، دلچسپ پیچیدہ اور خوبصورت مگر صرف ایک مشین۔ انسان کے تقدس اور اس کی روح کے لافانی ہونے میں اس کا عقیدہ پہلے ہی بہت کمزور تھا اور اب اس کمزور سے عقیدے کو اور بھی ضعف پہنچا۔ وہ اپنے شکوک کو اپنے تک ہی محدود رکھتا اور ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے بازو کے اوپر والے حصے کی رگیں کاٹتے ہوئے اپنے دماغ میں ہی ان خیالات کو الٹا پلٹتا رہتا۔ مگر ایرا کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ اپنے آپ میں سمٹا رہے۔ ایرا کا خیال تھا کہ ڈاکٹری کے طالب علم بھی روحانی مسرت حاصل کر سکتے ہیں اور وہ روحانی مسرت تھی "سینکٹیفکیشن برادر ہڈ" کے گرجے میں طویل اکتا دینے والی مناجات گانا۔

"مارٹ، میرے بیٹے" وہ چلایا، کیا تمہیں احساس ہے کہ اس کام سے جسے شاید کچھ لوگ ذلیل سمجھیں، ہم بے شمار دکھی لوگوں کو شفا بخشنا اور ان کی روحوں کو آرام پہنچانا سیکھ رہے ہیں!"

"روحوں کو۔ غلط بات ہے مجھے تو اس بوڑھے ابلی' میں کوئی روح نہیں ملی۔ سچ کیا تم اس خرافات میں اعتقاد رکھتے ہو؟"

ایرا نے یہ سُن کر اپنی مٹھی بھینچی اور ناک بھوں چڑھائی۔ پھر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور مارٹن کی پیٹھ پر زور سے ایک دھول جما کر دھاڑتے ہوئے کہا "میرے بھائی مجھے قائل کرنے کے لئے بہتر دلیل کی ضرورت ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ تمہارے یہ شکوک جدید قسم کے اور انوکھے خیالات ہیں۔ نہیں بلکہ تمہیں صرف بدہضمی کی... شکایت ہے تمہیں ضرورت ہے صرف ورزش اور ایمان کی۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں آؤ۔ میں تمہیں پیراکی کے لئے لے چلوں گا اور تمہارے ساتھ دُعا کروں گا۔ ارے چھوٹے سے دہریئے یہاں تمہیں خداوند تعالیٰ کے معجزوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے مگر تم نے کیا حاصل کیا ہے؟ یہ خیال کہ میں بڑا ہوشیار ہوں ایرو سمتھ خوش رہا کرو۔ تم نہیں جانتے کہ تم ایک ایسے شخص کے سامنے کتنے مضحکہ خیز لگتے ہو جو بڑے مضبوط ایمان کا ہے!"

جماعت کا مسخرہ کلف کلاسن ساتھ کی میز پر کام کرتا تھا۔ جب مارٹن جھنجھلاہٹ سے اِدھر اُدھر پھدکتا اور ایرا اُسے چھاتی میں ہلکے ہلکے گھونسے مارتا اور اس کے سر کو اس قدر زور سے تھپتھپاتا کہ درد ہونے لگتا۔ تو کلف کلاسن کو یہ دیکھ کر بڑا مزا آتا۔

(۵)

کالج میں مارٹن بہت تیز طبیعت واقع ہوا تھا لیکن خفیہ "گریک لیٹر سوسائٹی" کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کی جانب خاص توجہ دی جاتی رہی تھی۔ مگر بڑے شہروں کے امیرزادوں کی سرپرستی اور کرم فرمائی اسے بہت چبھتی۔ اب چونکہ اس کے ہم جماعت آرٹس کے طلبا انشورنس کے دفتروں، بینکوں، اور تالون پڑھانے

والے اسکولوں میں چلے گئے تھے وہ تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ اس لئے ڈاکٹری کے میدان سے تعلق رکھنے والوں کی سب سے بڑی برادری، ڈگاماپی، کا دعوت نامہ ملنے پر اس کی طبیعت اس طرف مائل ہو گئی۔

ڈگاماپی زندگی سے بھرپور اور بارونق بورڈنگ ہاؤس تھا۔ یہاں ایک بلیرڈ کی میز بھی تھی اور پھر یہاں خرچ بھی بہت کم تھا۔ رات کے وقت یہاں بے ہنگم لیکن دل آویز سا شور ہوتا اور یہ گانا بہت دیر تک گایا جاتا۔ "جب میں مر جاؤں تو مجھے نہ دفنانا" پھر بھی تین سال سے ڈگاما میں رہنے والے الوداعی تقریروں کا انعام اور تجرباتی سرجری (جراحی) میں ہگ لوئی زیادُ کا میڈل جیت رہے تھے۔ اس خزاں میں یہاں کے رہنے والوں نے ایرا ہنکلے کو منتخب کیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ لوگ عیاش اور بدچلن مشہور ہوتے جا رہے تھے کہا جاتا ہے کہ رات کو وہاں چوری چھپے لڑکیاں لائی جاتیں۔ مگر جس محفل میں مسٹر ہنکلے شامل ہو اس پر ہوسٹل کا وارڈن بداخلاقی کا شبہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اگر ان لوگوں کو اطمینان سے اپنی بدچلنیاں جاری رکھی تھیں تو ایرا ہنکلے کو منتخب کرنے میں بڑا فائدہ تھا۔

مارٹن کمرے میں اپنی تنہائی اور آزادی کو بہت عزیز رکھتا تھا مگر لڑکوں کی ایسی برادری میں ٹینس کے تمام ریکٹ، پتلونیں اور خیالات مشترکہ ہوتے ہیں۔ ایرا نے جب دیکھا کہ مارٹن ہچکچا رہا ہے تو اس نے اصرار سے کہا: "اب آؤ بھی، ڈگاما کو تمہاری ضرورت ہے۔ میں یہ تو کہوں گا کہ تم پڑھنے میں محنت کرتے ہو۔ پھر سوچو کہ ان لوگوں کو متاثر کرنے کا تمہارے لئے کیا اچھا موقعہ ہے!!

(اپنے ہم جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایرا انھیں "ان لوگوں" کے نام سے یاد کرتا۔ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں دعا کے وقت بھی وہ یہ نام اکثر لیتا)

"میں کسی پر اپنا اثر ڈالنا نہیں چاہتا۔ میں تو صرف ڈاکٹری سیکھنا اور سال میں چھ ہزار ڈالر کمانا چاہتا ہوں۔"

"ارے میاں تم نہیں جانتے کہ جب خشک مزاج بننے کی کوشش کرتے ہو

تو کس قدر بے وقوف معلوم ہوتے ہو۔ جب تم میری عمر کے ہو جاؤ گے تو سمجھو گے کہ ڈاکٹر کی شان اس میں ہے کہ وہ لوگوں کے تڑپتے جسموں کا درد دور کرے اور انھیں زندگی کے اونچے مقاصد سکھا سکے؟

"فرض کیا لوگ اس قسم کے اصول پسند نہ کریں تو؟"

"مارٹ کیا مجھے یہاں ٹھہر کر تمہارے ساتھ دعا کرنی پڑے گی؟"

"نہیں، بس تم جاؤ۔ بےشک میں کہتا ہوں مسیح کی امت میں میں نے جتنے لوگ بھی دیکھے ہیں تم سب سے زیادہ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو۔ جماعت میں، تم کسی کو بھی پیٹ سکتے ہو اور جب میں سوچتا ہوں کہ مشنری بننے پر تم کس طرح ان غریب ملحدوں کو ڈراؤ دھاؤ گے، بچوں کو برجیس پہننے پر مجبور کرو گے اور محبت کرنے والوں کی غلط جگہ پر شادیاں کرو گے تو مجھے رونا آتا ہے۔"

مارٹن کے لئے یہ خیال ناقابل برداشت تھا کہ وہ اپنے خلوت خانے کا سکون چھوڑ کر ریورینڈ مسٹر ہنکلے کی سرپرستی میں چلا جائے۔ مگر جب انگس ڈوہیر نے ڈگاماپی کے لئے منتخب ہونا منظور کیا تو مارٹن اپنی مرضی سے وہاں چلا آیا۔

ڈوئر مارٹن کے ان چند ہم جماعتوں میں تھا جو یونیورسٹی کورس کرنے کے بعد اس کے ساتھ دنے میک میڈیکل سکول میں آ گئے تھے۔ ڈویر الوداعی تقریریں کرنے والا مقرر رہ چکا تھا۔ وہ ایک خاموش طبع، تیکھے چہرے، گھونگھریالے بالوں والا خوب رو نوجوان تھا۔ اس نے کبھی اپنا وقت ضائع نہیں کیا اور نہ ہی کسی اچھی ذہنی تحریک کو بے سود گنوایا۔ حیاتیات اور کیمسٹری میں اس کا کام اتنا اچھا تھا کہ شکاگو کے ایک سرجن نے اسے اپنے ہسپتال میں جگہ دینے کا وعدہ کیا تھا جنوری کی ایک صبح کو مارٹن نے انگس ڈویر کو تلوار کی دھار سے مشابہت دی تھی۔ اسے انگس کے ساتھ کچھ بے اطمینانی کا سا احساس ہوتا، وہ اس سے نفرت کرتا اور اس پر رشک کرتا۔ وہ جانتا تھا کہ حیاتیات میں ڈویر کے امتحان پاس کرنے میں اس قدر معروف رہا ہے کہ غور و فکر کرتے اور اپنے موضوع کا ایک مجموعی تصور

قائم کرنے کا اسے وقت نہیں ملا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈوڈیر ایک چالاک کیمسٹ ہے جو بڑی صفائی اور بڑی تیزی سے مطلوبہ تجربے مکمل کرلیتا ہے۔ وہ حیرت واستعجاب کی پیچیدہ راہوں میں لے جانے والے تخلیقی تجربے کبھی نہ کرتا جو اسے عرش پر بھی پہنچا سکتے تھے اور فرش پر بھی پھینک سکتے تھے۔ اسے یقین تھا کہ ڈوڈیر نے معلموں کو مرعوب کرنے کے لئے خشک دبے حس مستعدی کا یہ انداز اختیار کیا تھا۔ پھر بھی ان طلباء کے انبوہ میں وہ نمایاں ہوکر اُبھرتا جو نہ تو اپنے تجربات ہی مکمل کرسکتے، نہ غور وفکر ہی کرسکتے اور سوائے فٹ بال کی مشق دیکھنے اور پائپ پینے کے اور کسی کام کے نہ تھے۔ مارٹن کے دل میں اس لئے ڈوڈیر کے لئے نفرت بھی تھی اور محبت بھی۔ اسی لئے وہ چپ چاپ ایک مسکین بھیڑ کی طرح اس کے پیچھے پیچھے ڈگاماہی میں شامل ہوگیا۔

مارٹن، ایرا ہنکلے، انگس ڈوڈیر، جماعت کا موٹا سا مسخرہ کلف کلاسن اور "فیٹی" ناف اکھٹے ہی ڈگاماہی میں شامل ہوئے۔ وہ ایک پرشور سی تکلیف دہ رسم تھی جس میں ہینگ جیسی بدبودار چیز کو سونگھنا بھی شامل تھا۔ مارٹن اُکتا گیا تھا۔ مگر فیٹی ناف نے اپنے شور وغل، اُچھل کود اور ہڑبونگ سے آسمان سر پر اُٹھالیا۔

نئے داخل ہونے والوں میں ڈگاماہی کے لئے فیٹی سب سے زیادہ سودمند تھا۔ قدرت نے اس پر موٹاپا کچھ یوں لاد دیا تھا کہ وہ گرم پانی کی پھولی ہوئی بوتل دکھائی دیتا۔ وہ بے حد احمق تھا۔ فیٹی کچھ نہ جانتا تھا اور ہر بات میں یقین کرلیتا تھا۔ نہ وہ کچھ یاد ہی رکھ سکتا تھا۔ جو لوگ فرصت کے اوقات میں اُس کا اُلو بناتے انہیں وہ معاف کردینے کے لئے وہ ہروقت تیار رہتا۔ انھوں نے اسے یقین دلادیا کہ رائی کا پلسترز کام کے لئے بہت اچھا ہوتا ہے۔ فیٹی کو آمادہ کرنے کے انداز میں وہ اس کے گرد جمع ہوگئے اور اس کی پیٹھ پر بہت سا پلستر تھوپ دیا اور بعد میں بڑے پیار کے ساتھ اُسے اُتار بھی لیا۔ ایک

دن جب وہ زینتھ میں اپنے رشتے کی بہن کے یہاں اتوار کی رات کا کھانا کھانے گیا تو انھوں نے اس کی جیب کے صاف ستھرے رومال میں ایک مُردے کا کٹا ہوا کان ڈال دیا ــــــ کھانے کا وقت آیا تو اس نے اترا کر بڑی شان سے رومال نکالا۔

ہر رات جب فیٹی سونے کے لئے جاتا تو بستر کی چادروں میں سے اپنے ساتھ رہنے والے ہمدرد و غمگسار ساتھیوں کی ڈالی ہوئی رکھی چیزیں نکالتا ــــــ صابن، آلارم کی گھڑی، مچھلی وغیرہ۔ بے کار چیزیں بیچنے کے لئے وہ سب سے اچھا گاہک تھا۔ کلف کلاسن نے جو چھیڑنے اور ہنسی اڑانے کے علاوہ چیزیں فروخت کرنے میں بھی بڑا ماہر تھا فیٹی کو طب کی ایک تاریخ چار ڈالر میں بیچ دی۔ یہ پرانی کتاب اس نے دو ڈالر میں خریدی تھی۔ حالانکہ فیٹی نے اسے بالکل نہیں پڑھا اور نہ وہ اسے پڑھ سکتا تھا مگر اس لال جلد کی ضخیم کتاب کی ملکیت اسے عالم ہونے کا احساس دلاتی تھی۔ روحوں میں فیٹی کا اعتقاد ڈگاما کے اراکین کے لئے تفریح طبع کا سب سے زیادہ سامان مہیا کرتا۔ وہ ادھر اُدھر گھومتا تو بھوتوں کا خوف اس پر طاری رہتا۔ چیر پھاڑ کے کمرے کی کھڑکیوں میں اسے ہمیشہ بھوت پریت داخل ہوتے دکھائی دیتے۔ اس کے ہم جماعت طلبا نے اس کا خاص انتظام کر رکھا تھا کہ بہت سے بھوت اسے کمروں میں گھومتے نظر آئیں۔

(۴)

ڈگاما ہِل کی عمارت ۱۸۸۵ء کے اُن دنوں میں تعمیر ہوئی تھی جب عمارت سازی کا کام زوروں پر تھا۔ نشست گاہ کو دیکھ کر احساس ہوتا جیسے یہ جگہ ابھی ابھی طوفان سے دوچار ہوئی ہو۔ ہر طرف چاقوؤں سے چھلی ہوئی میزیں، ٹوٹی

کرسیاں اور پھٹے ہوئے کمبل بکھرے پڑے ہوتے ۔ علاوہ اس کے بغیر جلد کی کتابوں، ہاکی کھیلنے کے جوتوں، ٹوپیوں اور سگرٹ کے ٹکڑوں سے فرش اٹا ہوتا۔ اوپر ہر کمرے میں چار چار لڑکے رہتے تھے۔ ان کے لوہے کے بستر بھی ڈبل ڈیکر تھے جیسے جہازوں میں سستے کرائے کے ڈیک ہوتے ہیں۔

خاکروں کے لئے ڈگاما کے ممبر کئی کھوپڑیاں استعمال کرتے۔ ان کی خوابگاہ کی دیواروں پر ایسے تشریحی نقشے لٹکے ہوتے جنکا پٹی کرتے وقت مطالعہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مارٹن کے کمرے میں ایک مکمل کھوپڑی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اسے زینتھ کے ایک سرجیکل سپلائی ہاؤس کے سیلزمین سے خریدا تھا۔ یہ ایک بڑا خوش مزاج شخص تھا۔ اس نے ان لڑکوں کو سگار دیئے، فحش کہانیاں سنائیں اور پیشگوئی کی کہ ڈاکٹری کے پیشے میں وہ بہت روپیہ کمائیں گے اور بڑے خوش حال ہوں گے۔ لڑکوں نے کھوپڑی کی قیمت قسطوں میں چکانے کا وعدہ کیا اور خریدتے وقت بہت احسان مند ہوئے ——— بعد میں جب قیمت ادا کرنے میں مشکل پیش آنے لگی تو اس "سیلزمین" کی خوش مزاجی میں بھی فرق آگیا۔

مارٹن کے ساتھ اس کے کمرے میں کلف کلاسن، فیٹی فاف اور اروِنگ واٹرز رہتے تھے۔ اروِنگ طبی کورس میں دوسرے سال کا ایک متین و سنجیدہ طالب علم تھا۔

اگر کوئی ماہر نفسیات کسی مکمل "معیاری اور مثالی" آدمی کا مظاہرہ کرنا چاہتا تو اسے اروِنگ واٹرز سے بہتر آدمی نہ مل سکتا تھا۔ وہ ایک ایسا غبی لڑکا تھا جس کی اسی ذہنی خصوصیت پر لوگ ہمیشہ اعتماد کر سکتے تھے۔ گفتگو میں اس نے صرف گھسے گھسائے اور پامال جملے بولنے سیکھے تھے۔ اگر کوئی پٹا ہوا جملہ وہ استعمال نہ کرتا تو یقیناً وہ اس نے سنا ہی نہ ہوتا۔ وہ پرہیزگار تو مزدور تھا لیکن ہفتے کی شام کو زہد ٹوٹ جاتا۔ اسقفی کلیسا میں وہ اعتقاد رکھتا مگر "ہائی چرچ"

ہیں نہیں۔ ملک کے آئیڈن ڈاردن کی تھیوری، ورزش گاہ جا کر باقاعدہ ورزش کرنے اور یونیورسٹی کے صدر (ناظم اعلیٰ) کی ذہانت پر وہ مکمل ایمان لاچکا تھا۔

مارٹن کو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ کلف کلاسن پسند تھا۔ کلف برادری کا مسخرہ تھا۔ اپنی پھٹی ہوئی آواز میں وہ بالکل بے معنی گانے گاتا اور کارنٹ کی مشق بھی کرتا۔ اس کے باوجود وہ ایک اچھا اور معقول آدمی تھا۔ اور مارٹن جس کے دل میں ایرا ہنکلے کے لئے سخت نفرت تھی، اور جو انگس ڈڈیر سے خوف کھاتا تھا، فیٹ ناف پر صرف رحم کر سکتا تھا اور کند ذہن دخوش مزاج ارونگ واٹرز کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا، قہقہے لگانے والے کلف کی طرف مائل ہوا۔ اس کے کردار میں ایک ایسی سچائی تھی جو ہل چلائے کھیت میں اور کھاد کے ڈھیر میں ہوتی ہے۔ وہ کلف ہی تھا جو اس کے ساتھ باکسنگ بھی کر لیتا۔ حالانکہ اس کا محبوب مشغلہ گھنٹوں بیٹھے سگرٹ پینا، لڑنا جھگڑنا یا بڑی شان سے آوارہ گردی کرنا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اس کے ساتھ پانچ پانچ میل کی سیر کے لئے راضی ہو جاتا۔

ایک دفعہ جب رات کھانے پر ایرا بڑے پیار سے اپنے ساتھیوں کو آداب سکھا رہا تھا تو کلف نے موت کا خطرہ مول لے کر غصّے میں آ کر ریورینڈ ایرا ہنکلے پر بھنا ہوا لوبیا پھینک دیا۔

چیرپچارڈ کے کمرے میں مارٹن جب ایسے نظریات کا اظہار کرتا جو پالیس برگ کرسچین کالج میں رہ گئے جا چکے تھے تو انھیں سن کر ایرا ہنکلے بہت خوش ہوتا مگر ڈگارا کے برادری گھر میں وہ اپنے ساتھیوں کو ہمیشہ ان کی ناپاکیوں اور بے ادبیوں پر ٹوکتا اور اس کا اخلاق عذاب جان ہو جاتا۔ مگر ساتھیوں کی بے دینی کے خلاف اس نے اپنا جہاد جاری رکھا۔ چونکہ وہ تین سال تک ایک غیر آباد علاقے کی اکھڑ قسم کی ٹیم کے ساتھ فٹ بال کھیل چکا تھا اس لئے اسے مکمل اعتماد تھا کہ وہ طعن وتشنیع سے ان پر حاوی ہوتے میں کامیاب ہو جائے گا۔

یقین تھا کہ سڑے اسکول کی استانی کے سے طنز اور مست ہاتھی کی سی چابکدستی سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں ایرا صاف ستھری زندگی گزارنے کے لئے بھی بہت سے اعداد و شمار بتایا کرتا اور اعداد و شمار تو اسے اس قدر یاد تھے کہ بات بات پر ان کا حوالہ دیتا۔ اسے اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ یہ کہاں سے لئے گئے ہیں۔ روزانہ اخباروں، مردم شماری کی رپورٹوں اور رسالہ "سینٹیفیکیشن ہیرلڈ" کے کالموں سے حاصل ہونے والے سب اعداد و شمار اس کے لئے مستند تھے۔ ایک بار رات کو کھانے کی میز پر اس نے کلف کلارس سے کہا۔ "مجھے تعجب ہے تم جیسا سمجھدار شخص اس پرانی سی غلیظ پائپ کو منہ میں ڈالے ہوئے ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ آپریشن کرانے والی ۷،۶۹ فیصد عورتوں کے خاوند تمباکو پیتے ہیں؟"

کلف نے غصّے سے کہا "تو وہ کمبخت کیا پیئں؟"

مارٹن نے پوچھا "تم نے یہ اعداد و شمار کہاں سے جمع کئے؟"

"۱۹۰۲ء میں فلاڈیلفیا کی میڈیکل کنونشن سے میں نے یہ اعداد و شمار حاصل کئے تھے!" ایرا نے حلیمی سے کہا۔ "میں جانتا ہوں میری نصیحت کا تم جیسے بے ذوقوں پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ ایک دن تم کسی ذہین لڑکی سے شادی کرو گے اور پھر اپنی بری عادتوں سے اس کی زندگی تباہ کر دو گے۔ تم جیسے بہادر اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ مجھ جیسا کمزور سا غریب پادری تو کبھی پائپ پینے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا!"

وہ فاتح کے سے انداز میں ان سے رخصت ہوا اور اس کے جانے کے بعد مارٹن نے روتی سی آواز میں کہا۔ "ایرا کی باتیں سن کر میرا جی چاہتا ہے ڈاکٹری کی اس پڑھائی لکھائی کو چھوڑ کر گھوڑوں کی زین بنانا شروع کر دوں۔"

فیٹی فاف نے شکایت کے طور پر کہا۔ "نہیں بھائی تمہیں ایرا کو کوسنا نہیں چاہیئے۔ وہ بڑا پُر خلوص دوست ہے!"

"خلوص؟ خلوص جائے جہنم میں۔ خلوص تو جانوروں میں بھی ہوتا ہے۔"
یوں وہ بکواس کرتے رہے اور انگس ڈوویز احساس برتری کا احساس لئے خاموشی سے مارٹن مضطرب ہو گیا۔ علم طب، جس کے لئے وہ ساری زندگی وقف کرنا چاہتا تھا، اس کے مطالعے میں اُسے جھلاہٹ اور ایک طرح کے کھوکھلے پن کا تجربہ بھی ہوا، سکون بخش ذہانت کا بھی۔ اُسے سچائی تک پہنچنے کے ایک نہیں کئی ہزار راستے نظر آئے، ہزار سچائیوں تک جاتے ہوئے کئی ہزار لمبے لمبے اور مشکوک راستے۔

باب تیسرا

میڈیکل سکول میں عضویات کے پروفیسر جان ہڈنگٹن رابرٹ شا قدرے اونچا سنتے تھے اور وہ نے میک گِل یونیورسٹی میں گُل مچھے رکھنے والے واحد استاد تھے وہ بیک بے کے رہنے والے تھے۔ انھیں اس بات پر بہت فخر تھا اور وہ ہر ایک سے اس کا ذکر کیا کرتے۔ انھوں نے تین پاکباز اور عالم پروفیسروں کے ساتھ مل کر مجالس میں ایک بوسٹن کالونی بنائی تھی جو نفاست سے آراستہ کی گئی بیٹیوں اور خوش ادائی کے باعث ممتاز تھی۔ ہر موقعہ پر وہ یہ جملہ ضرور کہتے "جب میں لُڈوِگ کے ساتھ جرمنی میں پڑھتا تھا۔" وہ اپنے آپ میں اس قدر مگن رہا کرتے کہ اپنے طالب علموں پر ذرا توجہ دینے کا انھیں خیال ہی نہ آتا۔ کلف کلاسن اور دوسرے نوجوان جنھیں "نتھنے" کہا جاتا تھا عضویات پر ان کے لیکچر سننے کے ہمیشہ مشتاق رہتے تھے۔

یہ لیکچر ایک بیضوی وضع کی عمارت میں ہوتے تھے۔ طلبا کی نشستوں کا دور دور تک کچھ اس طرح دائرہ سا بنتا تھا کہ لیکچر دینے والا بیک وقت پوری جماعت پر نظر نہ رکھ سکتا تھا۔ ڈاکٹر رابرٹ شا جب منمناتی آواز میں خون کی گردش پر لیکچر دیا کرتے تو انھیں دائیں طرف مڑ کر یہ بھی دیکھنا پڑتا کہ کون شرارتی لڑکا موٹر کے ہارن کی آواز نکال رہا ہے۔ ایسے موقع پر بائیں طرف دور کنارے کی نشست پر بیٹھا ہوا کلف کلاسن اٹھ کھڑا ہوتا اور بازو ہلاتے اور فرضی مونچھیں مروڑتے ہوئے اُستاد کی نقل اتارنے لگتا۔ ایک بار تو کلف نے غضب کی شرارت کی۔ ہر سال کی طرح جب گھٹنے کی جنبش پر پیٹیل کی پلیمرن کا اثر سمجھاتے ہوئے ان کا لیکچر نقطۂ عروج پر پہنچنے والا تھا تو کلف نے پلیٹ فارم کے قریب لگی جالی میں

اینٹ پھینک دی۔

جس قدر بھی مارٹن پڑھ سکتا تھا اس نے سائنس پر گاٹلیب کے مقالات پڑھے جن میں ریاضی کی علامتوں کا اس قدر استعمال کیا ہوتا کہ پورا مقالہ علامتوں کی دلدل بن جاتا۔ انھیں پڑھنے سے مارٹن کا عقیدہ ہوگیا کہ اصل تجربے وہی ہیں جو زندگی اور موت کی حقیقت بتائیں، جراثیم سے لگنے والی چھوت کا پتہ دیں اور جسمانی تعامل کی کیمسٹری سمجھائیں۔ اس کے برعکس جب رابرٹ شا اپنے چھوٹے چھوٹے معمولی مروجہ اور اچھوتے تجربے بتاتا تو مارٹن مضطرب ہو جاتا۔ جن دنوں وہ کالج میں تھا اُسے محسوس ہوتا تھا کہ علم عروض۔ اور لاطینی زبان سیکھنا بالکل فضول ہے صحیح علم و روشنی حاصل کرنے کے لئے ہی اُس نے طب کا مطالعہ شروع کیا تھا۔ اب جب اُسے اپنے خیالات غیر معقول محسوس ہوئے تو اس پر افسردگی طاری ہونے لگی اور وہ محسوس کرتا کہ رابرٹ شا کی بتائی ہوئی باتوں اور اناٹومی کے لئے بھی.. اس کے دل میں نفرت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

اناٹومی کے پروفیسر ڈاکٹر آلبور۔ او۔ سٹاؤٹ، خود ایک ڈھانچہ سا تھے۔ ایک سوکھا مریل سا آدمی جس کا جسم فقط ہڈیوں اور خون کی رگوں کا ایک مجموعہ نظر آتا ہے۔ ایک ایسا نقشہ جسکا جسموں کی چیر پھاڑ کے وقت مطالعہ کیا جاتا ہے۔ سٹاؤٹ کی واقفیت بڑی درست اور اس کا علم بے انتہا تھا۔ وہ اپنی سوکھی سی خشک و مریل آواز میں پاؤں کے بائیں پنجے کے متعلق بتانا شروع کرتا تو اتنی باتیں بتاتا کہ سننے والوں کو تعجب ہوتا کہ جسم کے اس قدر چھوٹے حصے کی اتنی زیادہ تفصیلات کس طرح یاد رکھی جا سکتی ہیں۔

ڈگا مالی میں رات کے کھانے کی میز پر سب سے زیادہ گرم بحث اس بات پر ہوتی کہ ایک اچھی خاصی آمدنی والا معقول ڈاکٹر جو طبی انجمنوں میں مقالات پڑھنے کی سردردی مول نہیں لیتا اس کے لئے اناٹومی کی اصطلاحات کی کیا وقعت ہے۔ مگر اس مسئلے پر ان کی رائے جو بھی ہو انھیں امتحان پاس کرنے، پڑھا لکھا آدمی

کہلانے اور اپنے آپ کو نی گھنٹہ پانچ ڈالر کمانے کے قابل بنانے کے لئے ناموں کی طویل فہرستیں یاد کرنی پڑتیں۔ علاوہ قسم کے غیر معروف شاعروں نے ایسے گیت تصنیف کئے تھے جن سے یہ نام حفظ کرنے میں مدد ملتی۔ رات کو کھانے وقت ایک لمبی سی میز کے گرد، جس پر جابجا داغ اور دھبے پڑے ہوئے تھے، ڈگاما کے قزاق قسم کے ابتدائی درجوں میں پڑھنے والے تیئس۲۳ ممبر کاڈ مچھلی، لوبیا، گھونگے، مچھلی، اور کیلے کے بنے کیک نگلتے ہوئے بڑی کلاس کے ایک طالب علم کی قیادت میں گیت دہراتے۔

گیت کے ابتدائی حروف سے وہ ناک، آنکھ، کان اور بازوؤں کی بارہ مخفی رگوں کے نام حفظ کر لیتے۔ ڈگاما کے ممبروں کے لئے یہ دنیا کی سب سے اچھی نظم تھی۔ پریکٹس شروع کرنے کے بعد کئی سال تک انھیں یہ گیت یاد رہا —— حالانکہ وہ ان تمام رگوں کے نام بھول چکے تھے۔

(۲)

ڈاکٹر سٹاؤٹ کے اناٹومی لیکچروں میں تو کوئی ہنگامہ نہ ہوتا تھا مگر اس کے چیر پھاڑ کے کمرے میں بہت سی شرارتیں کی جاتیں۔ ان شرارتوں کی ایک معمولی سی مثال یہ ہے کہ ایک بار چیری جانے والی جس لاش پر دو لڑکیاں کام کر رہی تھیں اس کے اندر جماعت کے چند شرارت پسندوں نے پٹاخہ ڈال دیا۔ جب نئے لڑکے داخل ہوئے تو کلف کلاس نے ایک ایسی شرارت کی کہ واقعی یونیورسٹی میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔

اس سال کلف جماعت کا صدر منتخب ہوا تھا۔ اس کی ہر دلعزیزی کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہر ایک کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے ملتا۔ ”مین میڈیکل“ کے بڑے کمرے میں

جب اس کی کسی ہم جماعت لڑکے سے ملاقات ہوتی تو وہ ضرور چلا کر کہتا ہیلو! آپ کا کرم نما معدہ آج کیسے کام کر رہا ہے؟ یا پھر "اے جوں روگ کے پرانے مریض تمہارے مزاج کیسے ہیں؟" جب جماعت کی کوئی میٹنگ ہوتی تو وہ بڑے دبدبے سے کرسی صدارت سنبھالتا۔ الوداعی میٹنگوں میں زرعی کالج کے طلبا "ٹینس کورٹ" استعمال کی اجازت دینے کی تجویز پر بڑے طیش کا اظہار کیا جاتا تا مگر کلف کا یہ دبدبہ فقط دکھاوے کی چیز تھی۔ ذاتی زندگی میں وہ کچھ اور ہی نظر آتا تھا۔

یہ سنسنی خیز واقعہ اس وقت ہوا جب مجلسِ انتظامیہ کے ممبر یونیورسٹی کے احاطے میں معائنہ کرنے کے لئے آئے۔ یہ لوگ یونیورسٹی کے حاکم تھے اور بہت بڑے لوگ تھے۔ بینکوں و فیکٹریوں کے مالک اور بڑے بڑے گرجاؤں کے پادری ان کے سامنے تو یونیورسٹی کا صدر بھی معمولی حیثیت کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ معائنے کے وقت ان کے لئے میڈیکل سکول میں چیر پھاڑ کا کمرہ سب سے زیادہ دلچسپ اور سنسنی خیز جگہ تھی۔ یہ لوگ جب یونیورسٹی میں آتے تو اپنا اپنا راگ الاپتے۔ پادری شراب کے مضر اثرات بیان کرتے اور بینکوں کے ڈائرکٹر بچت کے لئے سیونگ اکاؤنٹ کھولنے کی نصیحت کرتے۔ اس وقت جب یہ واقعہ ہوا ڈاکٹر شاؤٹ اور یونیورسٹی کا سکریٹری، جس کے ہاتھ میں ہمیشہ چھتری پکڑی ہوتی، انھیں ساری جگہیں دکھا رہے تھے۔ مجلس انتظامیہ کے ان ممبروں میں ایک بینک کا مالک جو سب سے موٹا اور سب سے بڑا "ماہر تعلیم" تھا، بڑی شان سے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف کئے ایک قیمتی سا "ڈربی ہیٹ" پکڑے تھا۔ جب وہ کلف کی جراحی کی میز کے پاس آیا تو اس نے چپکے سے ایک گردہ اس کے ہیٹ میں ڈال دیا۔

گردے جیسی گیلی سی چیز سے سخت کراہت ہوتی ہے۔ جب اس نے اپنے ہیٹ میں اسے دیکھا تو جلدی سے ٹوپی فرش پر پھینک دی اور غصے سے کہا کہ دنے میک کے لڑکے تو شیطان سے کم نہیں۔

ڈاکٹر شاؤٹ اور یونیورسٹی کے سکریٹری نے اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی

کوشش کی اور اس کی ٹوپی صاف کرتے ہوئے اُسے یقین دلایا کہ جس کسی نے یہ شرارت
کی ہے اسے سخت سزا دی جائے گی۔

کلف چونکہ نئے داخل ہونے والے طلبا کا صدر تھا اس لئے ڈاکٹر شاڈوٹ
نے اسے طلب کیا۔ کلف کو بڑا تکلیف دہ فرض سرانجام دینا پڑا۔ اس نے جماعت
کے لڑکوں کو اکٹھا کر کے اس ساری واردات پر اظہارِ افسوس کیا اور کہا کہ شرارت
کرنے والے میں سامنے آکر جرم کا اقرار کرنے کی جرأت ہونی چاہیئے۔

بدقسمتی سے ریورنڈ ایرا ہنکلے نے جو اس وقت مارٹن اور انگس ڈویر کے درمیان
بیٹھا تھا، کلف کو ٹوپی میں گردہ پھینکتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ غرّایا "یہ بڑے شرم کی
بات ہے۔ کلاس لاکھ میرا بھائی ہو مگر اس کا پردہ فاش کردوں گا۔"

مارٹن نے احتجاج کے طور پر کہا "صاف صاف بتاؤ کیا تم اُسے یونیورسٹی سے
نکلوانا چاہتے ہو؟"

"ہاں اسے ایسی ہی سزا ملنی چاہیئے۔"

اب انگس نے ایرا کی طرف دیکھا اور غصّے سے کہا۔

اپنی بکواس بند کرو گے یا نہیں؛ یہ سُن کر ایرا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور مارٹن
کے دل میں انگس کے لئے جو قدر و منزلت اور نفرت کے ملے جلے جذبات تھے۔ وہ
اس واقعہ کے بعد اور بھی زیادہ شدید ہو گئے۔

(۳)

مارٹن کو کبھی کبھی تعجب ہوتا کہ وہ یہاں کیسے پڑا ہے۔ پروفیسر رابرٹ شل کے
لیکچر سُننا، رگوں کے نام یاد رکھنے کے لئے گیت گاتا اور فیٹی ناف وار ونگ وائٹز
کے ساتھ ڈاکٹری پڑھنا اسے بے سود معلوم ہوتا اور ان موضوعات سے وہ بیزار

ہونے لگتا۔ بیزاری کے ان لمحات میں چھوٹی چھوٹی رنگ رلیوں سے اس کی کوفت دور ہو جاتی۔ ایسی عیاشیوں کو وہ بے راہ روی تسلیم کرتا تھا مگر ان کی انتہا بس یہی ہوتی کہ پاس کے شہر ریڈنگ میں جا کر بیئر پی لی جائے اور اندھیری گلیوں میں فیکٹری کی مزدور لڑکیوں کے ساتھ گھوما جائے۔ حالانکہ یہ بہت معمولی باتیں تھیں مگر مارٹن کو چونکہ اپنے کردار کی قوت اور خیالات کی بلندی پر بڑا فخر تھا اس لئے اُسے یہ عیاشیاں بعد میں بہت بڑا المیہ معلوم ہوتیں۔

اس کا سب سے قریبی ساتھی کلف کلاسن تھا۔ وہ چاہے کتنی ہی گھٹیا بیئر کیوں نہ پی لے اُسے نشہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ کلف کی زندہ دلی کے جوار بھاٹا کے ساتھ مارٹن بھی ابھرتا اور ڈوبتا رہتا۔ ادھر مارٹن کے تفکرات کا اتار چڑھاؤ کلف کو کبھی آسمان کی بلندیوں میں لے اڑتا اور کبھی پاتال کی گہرائیوں میں ڈبو دیتا جب وہ عقبی کمرے میں بیٹھتے اور بیئر کے گلاسوں کے بنائے ہوئے دائرے میز پر دمکنے لگتے تو کلف انگلی ہلاتے ہوئے بڑبڑاتا۔ "مارٹ، ان سب لوگوں میں صرف تم ہی مجھے سمجھتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ ان شرارتوں اور روپیہ کمانے کی تجویزوں کے باعث ہی میں ایرا ہنکلے جیسے ذلیل لڑکوں کے ساتھ جو بڑے پاٹے خاں بنتے ہیں نباہ رہا ہوں۔ مگر سچ پوچھو تو میں اس تجارت سے اُکتا گیا ہوں۔ یہ سب فضول ہے!"

یہ بات سُن کر مارٹن نشے کی ترنگ میں اس کی تائید کرنے لگتا "تم بھی مجھ جیسے ہی ہو۔ واللہ تم بالکل ٹھیک سمجھتے ہو۔ ایک طرف یہ کمبخت بینا صفت اِرونگ واٹرز اور یہ پتھر دل انگس ڈوڈیڑ جس کی خواہش صرف یہی ہے کہ وہ اونچی سوسائٹی میں پہنچ جائے اور دوسری طرف یہ بوڑھا گاٹلب میدانِ تحقیق کا یہ مثالی نمونہ۔ جو چیز بظاہر صحیح نظر آتی ہو اس سے یہ کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ یہ اُس محتاط کپتان کی طرح ہے جو خاطر خواہ بندوبست کے باوجود خود پُل کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ ہر بات کی گہرائی میں جانے کے لئے ظالم ساری ساری رات کام کرتا ہے۔"

" کلف کلاسن نے جواب دیا "یہی تو میں کہتا ہوں۔ اچھا اب ایک بیئر کی بوتل

اور پی لو۔ یہ تمہیں ہلا دے گی!"
قہوہ خانوں اور شراب خانوں کا شہر۔ زینتھ۔ مجالس کی آبادی اور۔۔۔
ونے میک کی یونیورسٹی سے صرف پندرہ میل دور تھا۔ لوہے کی بے ہنگم سی شور مچاتی ٹرالی وہاں آدھ گھنٹے میں پہنچتی۔ طب پڑھنے والے طالب علم سیر تماشے کے لئے وہیں جایا کرتے تھے۔ اگر کوئی کہتا کہ میں رات شہر گیا تھا تو سننے والے لڑکے زیر لب مسکراتے اور معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے مگر انگس ڈوڈیٹر کے ساتھ مارٹن نے ایک نیا زینتھ دریافت کیا۔
ایک دفعہ رات کے کھانے پر ڈوڈیٹر نے اچانک کہا۔ "آؤ میرے ساتھ چلو ہم محفل موسیقی میں چلیں گے!"
حالانکہ کلاس میں مارٹن اپنے آپ کو بہت ہی بلند و برتر سمجھتا مگر ادب مصوری اور موسیقی کے میدان میں وہ بے انتہا جاہل واقع ہوا تھا۔ اور اس کے لئے یہ بہت ہی تعجب کی بات تھی کہ انگس ڈوڈیٹر جیسا خشک مزاج اور روکھا آدمی گانا سننے جیسے فضول سے شغل پر وقت ضائع کر سکتا ہے اسے معلوم تھا کہ باخ اور بیتھوون دو موسیقاروں کو ڈوڈیٹر بہت پسند کرتا ہے۔ یہ دونوں شاید جرمن موسیقار تھے۔ اس کے ساتھ ہی مارٹن کو یہ بھی احساس ہوا کہ وہ دنیا کے ہنگاموں سے کس قدر بے خبر ہے راستے میں ٹرالی پر سفر کرتے ہوئے انگس کے چہرے سے سنجیدگی اور متانت کا غازہ اتر گیا اور اس نے بڑے جوش سے چلا کر کہا۔ "میرے عزیز اگر مجھے یہ لاشیں چیرنے پھاڑنے کے لئے پیدا نہ کیا جاتا تو میں بہت بڑا موسیقار ہوتا۔ چلو آج رات میں تمہیں فردوس کی سیر کراؤں گا!"
مارٹن جب اندر داخل ہوا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ ایک حیرت کدے میں آگیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی کرسیاں سنہری محرابیں اور نستعلیق قسم کی نک چڑھی عورتیں جن کے ہاتھوں میں چھپے ہوئے پروگرام کی کاپیاں تھیں۔ نیچے غیر رومانی قسم کے موسیقار بڑی ناخوشگوار قسم کی آوازیں نکال رہے تھے۔ پھر اسے ایک

ایسا ناقابل بیان حسن نظر آیا جس سے اس کے ذہن میں اونچی پہاڑیوں اور گھنے جنگلوں کی تصویریں بنتی گئیں۔ پھر یہ وقفہ تکلیف دہ حد تک طویل ہو گیا۔ وہ دل ہی دل میں اترایا "میں یہ سب چیزیں حاصل کروں گا۔ میکس گاٹلب کی شہرت ——— میرا مطلب ہے اس کی قابلیت ——— یہ دل نشین موسیقی اور یہ خوبصورت عورتیں قسم خدا کی میں زندگی میں بڑے بڑے کام کروں گا اور ساری دنیا دیکھوں گا ...... کیا یہ موسیقی کبھی ختم نہ ہو گی؟"

(۳)

موسیقی کے اس پروگرام کے ایک ہفتہ بعد میڈلین ناکس اُسے پھر مل گئی۔ میڈلین کو مارٹن کالج کے دنوں سے جانتا تھا۔ وہ ایک خوبصورت صحت مند جوشیلی، ضدی اور مغرور لڑکی تھی۔ بظاہر تو وہ یونیورسٹی میں انگریزی کی سند حاصل کرنے کے لئے قیام پذیر تھی۔ مگر درحقیقت اس کا دل گھر واپس جانے کو نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ٹینس کا بہترین کھلاڑی سمجھتی تھی۔ کھیل میں وہ بڑی قوت دکھاتی اور بڑی پھرتی کے ساتھ گیند پر جھپٹتی مگر کھیل کے داؤ پیچ سے وہ واقف نہ تھی۔ وہ خود کو ادبیات کی مبصر سمجھتی تھی۔ جن خوش نصیب اہل قلم کو اس نے قبولیت کی سند دی تھی ان میں ہارڈی، میرڈتھ، ہاولسز اور تھیکرے کے نام تھے۔ مگر گذشتہ پانچ سال سے اُس نے اِن میں سے کسی مصنف کی کوئی چیز نہ پڑھی اس نے کئی بار مارٹن کو اس بات پر ملامت کی تھی کہ وہ ہاولسز کی تحریروں پر داد نہیں دیتا تھا، فلالین کی قمیص پہنتا تھا اور سنیما کے ہیرو کی طرح اس کا ہاتھ پکڑ کر مے بس سے نہیں اُتارتا تھا۔ کالج میں وہ دونوں، گھٹیے رقص کے لئے جایا کرتے تھے۔ ناچنے میں مارٹن جوش و خروش تو بہت دکھاتا مگر قاعدوں کا

خیال نہ رکھتا اور اس کے ساتھ رقص کرنے والے یہ پتہ نہ چل پاتا کہ وہ کس دھن پر ناچ رہا ہے۔ مارٹن کو اُس کا لمبا قد، دل نشین چہرہ، تیزی وطراری بھی لگتی اور وہ سوچتا کہ ایسے سلیقے والی لڑکی اُس کے لئے بری نہیں رہے گی۔ اس سال میڈلن سے اس کی ملاقات بہت کم ہوئی تھی۔ شام جب گہری ہوتی تو مارٹن کو اس کا خیال آتا اور وہ اس سے فون پر بات کرنے کا ارادہ کرتا مگر کر نہ پاتا۔ جب اُسے طب کے میدان میں اپنا مستقبل مشکوک نظر آنے لگتا اُسے میڈلن کے پیار کی ضرورت محسوس ہوتی موسم بہار کے ایک اتوار کی سہ پہر کو وہ اُسے چاولسا دریا کے کنارے سیر کے لئے لے گیا۔

دریا کے کناروں پر دور تک اونچی پہاڑیوں کا جو سلسلہ چلا گیا ہے وہاں وسیع وعریض گیا ہستان ہے اس جگہ پر جو کے بڑے بڑے کھیتوں، اوبڑکھابڑ چراگاہوں، شاہ بلوط کے تنومند درختوں اور برچ کے خوبصورت پیڑوں نے کچھ ایسی فضا بنا دی ہے کہ وہاں گھومنے کے لئے سرحدی لوگوں کی سی ہمت چاہیئے۔ میدانوں میں رہنے والے نوجوانوں کی طرح وہ بھی دریا کے ان کوہستانی کناروں پر آوارہ گردی میں معروف ایک دوسرے کے ساتھ دُنیا فتح کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

مارٹن نے شکایت کے سے لہجے میں کہا "میرے ساتھ پڑھنے والے لڑکے بڑے حرامی ہیں"۔

میڈلن چونک اُٹھی "مارٹن کیا حرامی جیسے لفظ کا استعمال مناسب ہے"

مارٹن کے خیال میں یہ لفظ قابل اعتراض نہیں تھا اور اُس جیسے معروف آدمی کے لئے جسے نفیس الفاظ تلاش کرنے میں دقت ہوتی ہو یہ بہت ہی مفید تھا۔ تاہم اُسے میڈلن کی خوشنودی عزیز تھی اس لئے اس نے قدرے شائستہ الفاظ میں پھر کہا۔

"دیہ کمبخت لڑکے، یہ اپنی طرف سے سائنس پڑھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ

تجارت کرنا سیکھ رہے ہیں۔ یہ فقط اتنا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں جس سے ان کے دام کھرے ہو جائیں۔ یہ نام کے ڈاکٹر زندگیاں بچانے کی بات نہیں کرتے بلکہ کیس خراب ہونے اور مالی نقصان کا ذکر کرتے ہیں اور اگر کسی سنسنی خیز آپریشن میں ان کی شہرت ہوتی ہو تو انھیں کیس خراب ہونے کی بھی پروا نہیں۔ ان کے رویے سے مجھے سخت بیزاری کا احساس ہوتا ہے۔ جو کام ایرلچ جرمنی میں کر رہا ہے یہاں کتنے ہیں جن کو اس سے دلچسپی ہے۔ دور کیوں جاؤ یہاں گاٹلب کے کام سے بھی کسی کو دلچسپی نہیں۔ جراثیم کے متعلق رائٹ کی اپسونن تھیوری کو گاٹلب نے بالکل رد کر کے رکھ دیا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"ارے یہ کوئی آج کی بات ہے اسے تو عرصہ ہو گیا۔ مگر کیا تم نے کبھی ڈاکٹری پڑھنے والے ان نام نہاد طالب علموں کو اس میں دلچسپی لیتے دیکھا ہے؟ سائنس کی بات چلے تو وہ بس اتنا ہی کہتے ہیں کہ یہ مفید چیز ہے ڈاکٹر کو مریض کا علاج کرنے میں اس سے مدد ملتی ہے اور پھر وہ اپنی پریکٹس کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں کہ کس شہر میں زیادہ آمدنی ہو سکتی ہے اور ڈاکٹر کو روپیہ کمانے کے لئے کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے تمہیں کبھی اِروے وائز کی باتیں سننی چاہئیں۔ اس کی رائے میں ڈاکٹری میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے علم الامراض پر عبور حاصل کرنا ضروری نہیں بلکہ کامیاب ڈاکٹر کو شہر کے شمالِ مشرقی حصّے میں ٹراموں کے سٹیشن کے پاس ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ جہاں ٹیلی فون لگا ہو جسکا نمبر مریضوں کو بہت جلد یاد ہو جائے سچ میں مبالغہ نہیں کر رہا وہ یوں ہی کہتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ ڈاکٹری کا امتحان پاس کرنے کے بعد کسی جہاز پر بطور ڈاکٹر کے نوکری کروں گا۔ وہاں کم از کم بھاگ دوڑ تو نہیں کرنی پڑے گی اور دوسرے ڈیک پر بیٹھے کسی اور ڈاکٹر سے مریض کھینچ کر لانے کی ضرورت تو نہ ہوگی۔"

"ہاں تم سچ کہتے ہو۔ یہ بڑی دکھ کی بات ہے کہ آج کے زمانے میں

اپنے کام کے متعلق کسی کا کوئی نصب العین نہیں میرے ساتھ انگریزی پڑھنے والے اکثر طالب علم معلم بن کر روپیہ کمانا چاہتے ہیں۔ میری طرح کوئی اکادُکا ہی علم کی اس سے زیادہ وقعت سمجھتا ہے۔"

مارٹن کو یہ بات کچھ ناگوار سی معلوم ہوئی کہ اُس کی طرح وہ بھی اپنے آپ کو برتر واعلیٰ سمجھتی ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ ذہنی تکلیف اُسے اُس وقت ہوئی جب میڈلن نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے مارٹن مگر آدمی کو کچھ حقیقت پسند بھی ہونا پڑتا ہے۔ کیا میں نے جھوٹ کہا؟ ذرا سوچو۔ دنیا ومافیہا سے بے خبر فضول سے کام کرنے والے سائنسدانوں کے مقابلے میں بیماروں کو شفا بخشنے والا ایک کامیاب ڈاکٹر کس قدر روپیہ ——— میرا مطلب ہے رتبہ اور حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر لوئی زیاؤ جیسے سرجن کی طرف دیکھو۔ اپنی خوبصورت موٹر میں وردی والے شوفر کے پیچھے بیٹھ کر جب وہ ہسپتال آتا ہے تو کیا شان ہوتی ہے اس کی! لوئی زیاؤ کے مریض اس کی پرستش کرتے ہیں دوسری طرف اپنے میکس گاٹلب کی طرف دیکھو۔ ایک بار کسی نے مجھے راستے میں اشارے سے بتایا کہ گاٹلب جا رہا ہے۔ کیا غلط آدمی تھا وہ۔ بال بڑھے ہوئے تھے اور ایک پرانا سا رَدی سوٹ پہن رکھا تھا اُس نے۔"

مارٹن طیش میں آکر اُلجھے ہوئے استعاروں کی زبان میں ایسے سخت سُست کہنے لگا۔ اس نے اپنے مذہبی جوش وخروش کا اظہار کیا اور بڑے لمبے چوڑے اعداد وشمار بتائے۔ وہ دونوں پرانی وضع کے بنے ہوئے ایل کے ایک خمدار جنگلے پر بیٹھ گئے جہاں دھوپ میں نہائی ہوئی جھاڑیوں کے اوپر بھنبھناتے ہوئے کیڑے مکوڑے بہار کی آمد کا پتہ دیتے تھے۔ مارٹن کے جذبات کی تندی اور تیزی کی تاب نہ لاکر میڈلن کی نفاست پسندی ہوا ہو گئی اور اس نے آہستہ سے کہا "ہاں اب میں سمجھی۔ اب معلوم ہوا" مگر ان جملوں

کی وضاحت نہ ہوسکی کہ وہ کیا سمجھی اور اسے کیا معلوم ہوا پھر اس نے کہا "تم کتنے ذہین اور کس قدر بلند کردار کے مالک ہو"!

"سچ؟ کیا واقعی تم یہ سمجھتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارا مستقبل بہت روشن ہوگا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ اوروں کی طرح تم کاروباری ذہنیت کے نہیں ہو۔ ان لوگوں کی باتوں کی تم بالکل پرواہ نہ کیا کرو"۔

مارٹن کو محسوس ہوا کہ میڈلن نہ صرف ایک سمجھدار لڑکی ہے بلکہ اس کی بے مثال خوبیاں اس میں غیر معمولی کشش پیدا کرتی ہیں اور واقعی اس نے میڈلن کی کھلی ہوئی رنگت، خوبصورت آنکھوں اور جسم کے پیچ وخم میں ایک عجیب دلفریبی محسوس کی۔ وہ جب واپس جارہے تھے تو مارٹن کو پھر یہ احساس ہوا کہ زندگی کا ساتھی ہونے کے لئے وہ بہت ہی مناسب لڑکی ہے اس کی تربیت میں وہ مبہم تصورات اور سائنس کی قطعیت میں امتیاز کرنا سیکھ جائے گی۔ پہاڑی کی ڈھلان پر وہ کچھ دیر کے لئے رُکے اور نیچے چالوسا کے گدلے پانی کی طرف دیکھنے لگے۔ موسم بہار میں بہنے والے اس مغربی دریا کے آب رواں میں بہت سی ٹہنیاں اور پتے بھی بہتے جارہے تھے۔ مارٹن کے دل میں میڈلن کو حاصل کرنے کی آرزو چٹکیاں لینے لگی۔ اس نے طالبعلموں جیسی بے ڈھنگی اور بے ضابطہ حرکتیں کرنے سے توبہ کی اور دل میں تہیہ کیا کہ وہ نیک بنے گا، محنت کرے گا اور ہر طرح سے اپنے آپ کو میڈلن کے قابل بنائے گا۔

اس نے آہ بھری "ہائے میڈلن تم کتنی حسین ہو"!

میڈلن نے ڈرتے ڈرتے مارٹن کی طرف دیکھا۔

مارٹن نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرط شوق سے اسے چومنا چاہا مگر وہ صرف انگلیوں کو ہی بوسہ دے سکا کیونکہ میڈلن نے ہاتھ چھڑا لیا اور بڑی منت سے کہا۔ "نہیں، خدا کے واسطے"، محالس کی طرف دھیمی چال سے چلتے ہوئے

انھوں نے اس واقعہ کو بھول جانا چاہا مگر باتیں کرتے ہوئے ان کی آواز وں میں ایک خوشگوار نرمی کی آمیزش ہو گئی تھی۔ پھر جب مارٹن نے پروفیسر رابرٹ شا کی مذمت شروع کی اور اسے گراموفون کا نام دیا تو اس نے بڑے تحمل سے اس کی بات سنی اور میڈلن نے انگریزی ادبیات کے تیز طرار معلم ڈاکٹر نارمن برمفٹ کی تنگ نظری اور اس کا بیہودہ پن بیان کیا تو مارٹن ہمدردانہ طور پر اثبات میں سر ہلاتا رہا۔ جب وہ میڈلن کے ہوسٹل تک پہنچ گئے تو اس نے بڑے تاسف سے کہا "ہائے میری بڑی خواہش ہے کہ تم میرے کمرے میں چل کر بیٹھو مگر اب کھانے کا وقت ہونے والا ہے اور ——— اچھا پھر کسی روز آؤ گے؟"

وِنے میک کی یونیورسٹی میں عاشقانہ گفتگو کے جو قواعد تھے۔ مارٹن نے ان کے مطابق کہا "ضرور آؤں گا۔"

پھر میڈلن کے خیال کو سینے سے لگائے ہوئے وہ تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔

آدھی رات کے وقت مارٹن جب اپنی کوٹھری میں لیٹا تھا تو میڈلن کی صورت اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ وہ خوبصورت آنکھیں کبھی۔۔ بے تعلق ہو جاتیں، کبھی ملامت کرتیں اور کبھی وہ محبت و اعتماد کے احساس سے چمک اٹھتیں۔

"ہائے میری میڈلن مجھے تم سے پیار کیوں ہو گیا۔ اچھا میں اسے فون کروں گا۔ اگر میں صبح آٹھ بجے اس کے پاس جاؤں تو بہت تڑکا تو نہیں ہو گا؟"

مگر صبح آٹھ بجے وہ سرشگی آلات کا مطالعہ کرنے میں اس قدر منہمک تھا کہ نسوانی چہرے اور خوبصورت آنکھوں کا خیال اس کے ذہن سے کوسوں دور ہو چکا تھا۔ سالانہ امتحان کی زوردار تیاری شروع کرنے سے پہلے اس نے صرف ایک بار میڈلن کو دیکھا اور وہ بھی اس کے ہوسٹل کے برآمدے میں جہاں بے شمار لڑکیوں کا ہجوم تھا۔

(۵)

جب امتحان کا وقت آتا تو جن لڑکوں کو علم کا خزانہ سمیٹنے کی جلدی ہوتی انھیں ڈگاما پی کی برادری سے بہت ہی فیض پہنچتا۔ ڈگاما میں رہنے والے پشت ہاپشت سے "ٹیسٹ پیپر" جمع کرتے آئے تھے اور ان پرچوں کو ایک کتاب کی صورت دے دی گئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی تفصیلات کا خیال رکھنے والے طلباء نے بڑی محنت سے امتحانات میں اکثر آنے والے سوالات پر لال پنسل سے نشانات لگائے تھے۔ دیوان خانے میں لڑکے ایرانکلے کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور وہ بلند آواز سے ایسے سوالات پڑھ کر سناتا جن کے امتحان کے پرچے میں پوچھے جانے کا زیادہ امکان ہوتا۔ پیشتر اس کے کہ انگس ڈوویز نصاب کی کتاب میں سے جواب پڑھ کر سنائے، سب لڑکے صحیح جواب سنانے کے لئے اپنا سر کھجاتے، انگلیاں چٹخاتے، کان مروڑتے اور سب جتنوں سے دماغ پر زور ڈالتے۔

اپنی اس مصیبت کے علاوہ انھیں فیٹی ناف سے بھی جدوجہد کرنا پڑتی۔ فیٹی، اناڈمی کے ششماہی امتحان میں فیل ہو گیا تھا اور سالانہ امتحان میں بیٹھنے سے پہلے اُسے ایک خاص امتحان دینا تھا۔ ڈگاما کے ممبر فیٹی سے ایک خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ وہ آرام طلب تھا، وہمی تھا، احمق تھا مگر پھر بھی فیٹی کے ساتھ انھیں ایسی نفرت بھری محبت تھی جیسی ایک پرانی پھکڑ موٹر سے یا کیچڑ میں لت پت کتّے سے ہوتی ہے۔ سب اس کے لئے محنت کرتے، اسے اونچا اٹھانے اور امتحان میں کامیاب بنانے کی یوں کوشش کرتے جیسے اسے کسی جیل خانے کے چور دروازے سے نکال رہے ہوں۔ ایسی محنت کرتے ہوئے وہ ہانپتے، کراہتے اور جھلاتے اور ان کے ساتھ فیٹی بھی ہانپتا، کراہتا اور جھلاتا۔

اُس خاص امتحان سے ایک روز پہلے انھوں نے فیٹی کو رات کے ۲ بجے تک جگائے رکھا۔ نیند کو دور بھگانے کے لئے انھوں نے اس کے سر پر گیلے تولیے رکھے کافی پلائی، دعائیں پڑھیں اور اس کے ساتھ گالم گلوچ ہوئے۔ وہ اُسے نام یاد کراتے رہے۔ نام ہی نام۔ انھوں نے اس کے گول گپا سے پھولے ہوئے، ملائمی۔ سُرخ گالوں پر گھونسے جمائے اور چلا چلا کر کہا "ارے جاہل یاد رکھو کہ ڈونگا صمام اور دل کا بائیں جانب کا پردہ کوئی الگ چیز نہیں یہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ وہ کمرے میں ادھر ادھر دوڑتے اور چیخ چیخ کر اس کی کند ذہنی کا رونا روتے اور پھر ایک مصنوعی سے اطمینان کے ساتھ اسے پھر سمجھانے لگ جاتے۔

"دیکھو فیٹی اس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا یاد رکھو۔ اچھا کیا تم کوشش کروگے؟" تھوڑی دیر بعد وہ پھر اسے سمجھاتے۔ "کچھ بھی ہو اتنا تو یاد رکھو۔"

آخر میں انھوں نے اُسے آرام سے سلا دیا۔ اس وقت اس کا دماغ طرح طرح کے ناموں اور زہرناک مولوں سے اس طرح سے لبالب بھرا تھا کہ ذرا سا ہلانے جلانے سے بھی وہ چھلک جاتا۔

صبح سات بجے جب فیٹی کی آنکھ کھلی تو اُس کی آنکھیں سُرخ تھیں، ہونٹ کانپ رہے تھے اور وہ رات کی یاد کی ہوئی سب باتیں بھول چکا تھا۔

ڈگاماپی کے صدر نے کہا "اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسے امتحان پاس کرنے کے لئے نقل کرانی پڑے گی۔ کل میں نے اس مقصد کے لئے ایک پرچہ تیار کیا تھا۔ یہ بڑا اچھا منتر ہے۔ اس میں بہت سے سوالات کے جواب ہیں اور اس کی مدد سے یہ امتحان میں نکل جائے گا۔"

ریورنڈ ایرا ہنکلے نے چونکہ پچھلی رات کا وحشت ناک منظر دیکھا تھا اس لئے اُس نے لڑکوں کے اس جرم سے آنکھیں موند لیں۔ مگر فیٹی نے خود ہی احتجاج کیا "میں بے ایمانی نہیں کرنا چاہتا۔ میرے خیال میں جو آدمی امتحان پاس نہیں کر سکتا اُسے ڈاکٹری کی پریکٹس بھی نہیں کرنی چاہیئے۔ میرے ابا نے تو مجھے یہی بتایا ہے۔"

انھوں نے اُسے اور زیادہ کافی پلائی اور کلف کلاس کے مشورے پر (یقینی وثوق سے نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کا ذکر کیا ہوگا) اسے پوٹاشیم برومائڈ کی ایک گولی کھلائی۔ ڈگاما کے صدر نے سختی سے نیٹی کا ہاتھ پکڑا اور غرایا "میں یہ پرچہ تمہاری جیب میں ڈال رہا ہوں۔ دیکھو تمہاری سامنے کی جیب میں رومال کے نیچے!"

نیٹی نے لیسور رتے ہوئے جواب دیا "میں اسے استعمال نہیں کروں گا مجھے فیل ہونے کا ڈر نہیں"

"کوئی بات نہیں، تم بے شک فیل ہو جاؤ مگر اس پرچے کو جیب میں اپنے دو ساتھ پھیپھڑوں کے ذریعے کوئی چیز تمہارے دماغ میں پہنچ جائے ....." صدر نے اس کے بالوں کو زور سے پکڑا اس کی آواز بلند ہو گئی "اس کا اور کوئی علاج نہیں ..... خدا شاہد ہے کانوں سے سن کر تمہیں یہ چیزیں یاد نہیں ہو سکتیں"

انھوں نے نیٹی کو جھاڑ لیو نچھا کھڑا کیا اور اناٹومی بلڈنگ کے دروازے سے اندر دھکیل دیا۔ انھوں نے اسے اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کسی غبارے کے ٹانگیں لگی ہوں یا ربڑ کے بے ہنگم سے پتلے نے کارڈرائے کی پتلون پہن رکھی ہو۔

"کیا یہ امتحان کے کمرے میں اپنی ایمانداری چھوڑ دے گا؟" کلف کلاسن نے سوال کیا۔

"خیر اگر یہ ایسا ہی دھرم پتر ہے تو ہمیں اس کا بستر باندھ کر تیار رکھنا چاہیے اور پھر اس ہوسٹل میں نیٹی جیسا گدھا نظر نہیں آئے گا" صدر صاحب نے تاسف سے کف افسوس ملتے ہوئے کہا۔

انھوں نے دیکھا نیٹی چلتا چلتا رک گیا ہے اور رومال جیب سے نکال کر ناک صاف کر رہا ہے۔ پھر انھوں نے دیکھا کہ اس نے کاغذ کو جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کیا ہے اور دوبارہ جیب میں ڈال کر بڑی ثابت قدمی سے چل دیا۔ ان سب نے یہ دیکھا اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹیمنکس کے باہر خوشی سے ناچنے

اور ایک دوسرے کو یقین دلانے لگے۔

"یہ ضرور نقل کرے گا اور پاس ہو جائے گا یا تو یہ پاس ہو گا یا پھر سولی چڑھ جائے گا۔

اور وہ پاس ہو گیا

(۶)

ڈگاما پارٹی کے ممبر غنیمت کے احمق پن، کلفِ کلاس کی پھٹے ڈھول کی سی چلاتی ہوئی آواز، انگس ڈوڈیر کے بار بار جھنجھلانے اور ریورنڈ ایرا ہشکلے کی لعنت ملامت سے زیادہ مارٹن کے اضطراب اور وہمی پن سے بیزار تھے۔

امتحان کی تیاری کے دوران میں مارٹن بہترین طبی اصطلاحات استعمال کرنے پر زور دیتا جیسے کوئی ڈاکٹر صرف مریض پر رعب ڈالنے کے لئے بہترین اور مسٹر لامی ٹزنگ استعمال کرنے پر زور دے۔ مارٹن کی اس عادت سے اس کے ساتھی جھلا اٹھے۔ ڈگاما کے ممبروں نے ایک بار کہا "دیکھو بھلے کا یہ طریقہ اگر تمہیں پسند نہیں تو ہم تمہارا سامان باندھ کر تمہیں ایلک ٹروتھین بھیج دیتے ہیں۔ جہاں ہم جیسے ناہموار کاروباری ذہنیت رکھنے والے اشخاص سے تمہارا واسطہ نہیں پڑے گا۔ دیکھو ہم تم سے یہ نہیں کہتے کہ اس طرح کام کرو۔ پھر تم کیوں ہم پر اپنے خیالات ٹھونستے ہو۔ اچھا اپنا پرچار بند کر دو۔"

انگس ڈوڈیر نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا "مانا کہ ہم صرف زندہ چلانے والے ہیں۔ اور تم بہت بڑے محقق ہو مگر سائنس پڑھنے کے بعد تمہیں اور چیزیں بھی پڑھنی چاہئیں۔ تم فنِ تعمیر کے متعلق کیا جانتے ہو؟ فرانسیسی زبان کی گرامر پر تمہیں کتنا عبور ہے؟ کتنے اچھے ناول تم نے آج تک پڑھے ہیں؟ اسفر بلیا، ہنگری کا دارالعلم

کون ہے؟"

مارٹن کو ان جوڑوں کا جواب دینے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ "میں علمیت کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ میکس گاٹلب جیسا آدمی کیا کہتا ہو۔ اس کا طریقۂ عمل بالکل صحیح ہے اور یہ نکمے سے پروفیسر فقط نیم حکیم ہیں۔ ہنکلے کا اعتراض ہے گاٹلب مذہب کی پروا نہیں کرتا، وہ یہ ہے مگر کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں کہ لیبارٹری میں اس کا کام ہی ایک بہت بڑی ریاضت ہے۔ بے وقوف یہ آدمی جو زندگی کو نئے معنی پہنا رہا ہے اس کے یہاں ہونے کی ہی بہت بڑی اہمیت ہے۔ تم یہ سمجھتے ہی نہیں۔"

کلف کلاسن نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ "ہاں وہ لیبارٹری میں دعائیں پڑھتا ہوگا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جراثیمیات کی کلاس میں شامل ہونے کے بعد تجربے کی گھنٹی میں اگر چچا گاٹلب مجھے دعا پڑھتے دیکھ لیں تو جو چور کی سزا وہ میری!"

"اچھا چھوڑو اس بات کو اور سنو،" مارٹن نے بلبلاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگوں نے تو مرض کی تشخیص کے کام کو الگل بچو بنا دیا ہے مگر یہاں ایک ایسا بھی آدمی ہے۔"

اس طرح وہ گھنٹوں بولتے رہے اور مختلف تھیوریوں پر بحث کرتے رہے۔

جب سب لڑکے سو گئے اور کمرے میں کمبلوں کے ڈھیر نظر آنے لگے جن کے نیچے پڑے ہوئے دن بھر کے تھکے ماندے نوجوان خراٹے لے رہے تھے تو اس وقت بھی مارٹن صنوبر کی لکڑی سے بنی ہوئی شکستہ سی میز کے پاس بیٹھا سوچ میں ڈوبا تھا۔ اس وقت انگس ڈویر دبے پاؤں اندر آیا اور بڑے ترش لہجے میں بولا۔

"دیکھو جی ہم تمہاری جھک جھک سے سخت تنگ ہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم گمراہ ہیں اور بہت برے طریقے سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اگر تم اپنے کو ایسا ہی ایماندار سمجھتے ہو تو یہاں سے چلے کیوں نہیں جاتے؟"

وہ مارٹن کو تڑپتے اور پیچ و تاب کھانے کے لئے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر چلا گیا۔

"یہ سچ کہتا ہے۔ مجھے یا تو اپنی زبان بند کرنی پڑے گی یا یہاں سے نکل جانا پڑے گا۔ مگر کیا واقعی میرا یہ ارادہ ہے؟ میں کیا چاہتا ہوں؟ میرا کیا کرنے کا ارادہ ہے؟"

(۷)

کلف کلاسن شرارت کا پتلا تھا۔ وہ نحش گانے گاتا، دوسروں کے سالن میں طرح طرح کی چیزیں ڈالتا اور اُس کے ہاتھ ہمیشہ گندے اور میلے ہوتے۔ اس لئے انگس ڈوڈیرؔ جیسے بڑھاکو قسم کے لڑکے کو جس نے آداب و اخلاق کو مذہبی تقدس کا درجہ دے رکھا ہو کلف کی یہ عادتیں بھی اسی حد تک ناگوار گزرتیں مگر اس کی خاموشی اور متانت صرف ایک دکھاوا تھی۔ حقیقت میں وہ اندر ہی اندر مارٹن کی طرح بیزار تھا۔ ایک روز جب وہ سب رات کا کھانا کھا رہے تھے اور کلف چیخ چیخ کر گا رہا تھا تو ڈوڈیرؔ نے سختی سے کہا۔ "تم اپنی ہاؤ ہو بند کر دو گے یا نہیں؟"

"میں جتنا چاہوں گا شور مچاؤں گا!" کلف نے بڑے رعب سے کہا اور یوں ڈگاما میں ایک جھگڑے کا آغاز ہو گیا۔

اس کے بعد کلف کلاسن نے اس قدر شور مچایا کہ وہ خود ہی اس ہنگامے سے تنگ آ گیا۔ وہ جہاں بھی ہوتا (اپنے کمرے میں، غسل خانے میں یا کسی اور جگہ) ڈوڈیر کو چڑانے کے لئے اونچی آواز سے بولتا۔ رات کو وہ جاگتا رہتا اور سونے کا بہانہ کر کے زور زور سے خراٹے لیتا۔ حالانکہ اس حرکت سے اُس کی اپنی نیند حرام ہو جاتی۔ ڈوڈیرؔ گو خاموش تھا اور کتابوں میں کھویا ہوا تھا مگر وہ بزدل نہیں تھا۔ اس نے مجسٹریٹ کے سے وقار اور خاموشی کے ساتھ کلف کا مقابلہ کیا اور اور اسے نیچا دکھایا۔ علیحدگی میں کلف نے مارٹن کے سامنے اعتراف کیا بو یہ کہ مجھے

کپڑے لکوڑے سے زیادہ دقعت نہیں دیتا۔ اب یا تو اسے ڈگاما سے نکلنا پڑے گا یا مجھے۔ مگر کچھ بھی ہو جائے میرے جانے کی نوبت نہیں آئے گی!"

اس نے طیش میں آکر اور بھی شور مچایا مگر آخر جانا اُسے ہی پڑا۔ وہاں سے نکلنے کے لئے اس نے بہت سے بہانے تراشے۔ کہا کہ ڈگاما کے رہنے والے بڑے نکمے اور فضول کھلاڑی ہیں اور وہ تو پوکر کی ایک بازی بھی ڈھنگ سے کھیلنا نہیں جانتے مگر حقیقت میں وہ ڈدیر کی غضبناک نظروں سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ رہا تھا۔ مارٹن بھی اس کے ساتھ ہی اس برادری سے نکل گیا۔ اس نے پروگرام بنایا کہ اگلے موسمِ خزاں میں وہ کلف کے ساتھ ایک الگ کمرہ لے کر رہے گا۔

مگر ڈدیر کی طرح مارٹن بھی کلف کی ٹرٹر سے دق ہوا۔ خاموش رہنا تو وہ جانتا ہی نہ تھا۔ جس وقت اس کے پاس سنانے کو فحش افسانے نہ ہوتے تو وہ بڑے حاکمانہ انداز سے سوال کیا کرتا۔

میاں یہ جوتا کتنے کو خریدا تھا؟ تم بھی بڑے رئیس ہو۔ اور آجکل تم اس لونڈے بامیڈلن فاکس کے ساتھ بھی گھوما کرتے ہو۔ اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو تم؟"

مگر مارٹن ڈگاما پلک کے ان مہذب اور محنتی نوجوانوں سے اس قدر بیزار و برگشتہ ہو چکا تھا کہ اس نے کلف کی بکواس کو بھی برداشت کیا۔ ڈگاما کے رہنے والے ابھی سے خوبصورت موٹروں اور شاندار دفتروں کے خواب لینے لگے تھے اس لئے مارٹن کو ان کے مقابلے میں اس جنگلی کے ساتھ اکیلا رہنا پسند تھا۔ اگلے سال اُسے گاٹلب کے ساتھ کام کرنا تھا اور وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اُس کے کام میں مخل ہو۔

وہ موسمِ گرما اس نے محکمہ ٹیلی فون کے کچھ لوگوں کے ساتھ گذارا جو مونٹانا میں ٹیلفون لگا رہے تھے۔

تاریں لگانے والے اُس عملے میں وہ "لائن مین" تھا۔ اس کا کام تھا زمین کھود کر صنوبر کی چکنی ہوئی لکڑی کا کھمبا گاڑھنا، کھمبے پر چڑھ کر تار لگانا

اور پھر نیچے اتر کر دوسرا کھمبا لگانا۔

دن میں وہ تقریباً پانچ میل تک جاتے۔ راتوں کو انھیں لکڑی کے گھروں والے چھوٹے چھوٹے گندے اور غلیظ قصباتی شہروں میں رہنا پڑتا۔ رات گزارنے کا بھی انھوں نے سیدھا سادہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ جوتے اتار کر گھوڑوں پر ڈالے جانے والے کمبل اوڑھ کر سو جاتے۔ مارٹن فلالین کی قمیض اور کام کرنے والا لبادہ پہنے رہتا۔ ان دنوں وہ بالکل ایک کھیت میں کام کرنے والا مزدور دکھائی دیتا تھا۔ سارا دن کھمبوں پر چڑھنے سے اسکا سانس پھولا رہتا مگر اس کی آنکھوں میں کسی طرح کی افسردگی یا گلٹنوئیٹش و تردد کے آثار نہ ہوتے۔

ایک دن اُسے ایک معجزہ نظر آیا۔

وہ ایک کھمبے پر چڑھا کام کر رہا تھا۔ اچانک ہی بغیر کسی وجہ کے اُسے ایک اور ہی منظر نظر آنے لگا۔ جیسے وہ ابھی ابھی سو کر اُٹھا ہو۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا گیاہستان اُس کے سامنے پھیلا ہے اور گیہوں کے کھیتوں، اس کے سرخ چہروں والے خوش مزاج ساتھیوں اور بڈّھے اور اصیل گھوڑوں پر سورج کمال مہربانی سے چمک رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ چراگاہوں میں لوبے چمک رہے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے جوہڑوں کے کناروں پر بیٹھے ہوئے پرند دھوپ میں دمک رہے ہیں۔ زندگی چمکتے ہوئے سورج کی طرح رواں دواں ہے۔ اُسے بہت اطمینان اور مسرّت کا احساس ہوا اور اس نے سوچا "کیا ہوا اگر انگس ڈویئر اور ارونگ واٹرز جیسے لوگ تجارتی ذہنیتوں کے ہیں۔ میں یہاں ہوں اور خوش ہوں!"

تاریں لگانے والے عملے کے لوگ صحت مند اور مغرب سے آنے والی ہوا کی طرح سیدھے سادے تھے۔ ان میں کوئی تصنع نہیں تھا حالانکہ ان کا بجلی کے آلات سے واسطہ پڑتا تھا پھر بھی ڈاکٹری پڑھنے والے لڑکوں کی طرح انھوں نے سائنسی اصطلاحات یاد نہ کر رکھیں تھیں اور نہ ہی کسانوں کے سامنے وہ سائنسدان بنتے۔ وہ لوگ بہت مطمئن تھے اور ان کی ہنسی میں دکھاوے اور بناوٹ کی کوئی جھلک نہ

تھی۔ مارٹن بھی ان کی ہمراہی میں اپنی ذہنی اُلجھنوں کو بھول گیا۔ ان کے لئے اس کے دل میں ایسی محبت تھی جو یونیورسٹی میں کسی کے لئے نہ تھی، سوائے میکس گاٹلب کے۔

اس کے تھیلے میں ایک ہی کتاب تھی، میکس گاٹلب کی تصنیف "محفوظیات" وہ اکثر اس کتاب کا ایک آدھ صفحہ پڑھ لیتا، در پھر کیمیائی نارمولوں میں اُلجھ جاتا۔ کبھی اتوار کو یا بارش والے دن وہ یہ کتاب پڑھنے کی کوشش کرتا تو اس کے دل میں لیبارٹری میں جا کر تجربے کرنے کی خواہش بیدار ہو جاتی۔ کبھی کبھی اسے میڈلن فاکس کا بھی خیال آتا اور اسے احساس ہوتا کہ میڈلن کے بغیر وہ کتنا اکیلا اور اداس ہے۔ لیکن کام کی ہماہمی اور سرگرمیوں میں دن ہفتوں میں منتقل ہوتے گئے۔ ہر صبح جب کسی اصطبل میں اُس کی آنکھ کھلتی تو سوکھی گھاس، گھوڑوں اور چھپاتے ہوئے لوؤں والے گیاہستانوں (جو رینگتے ہوئے ان بدوضع سے قصبوں تک پہنچ گئے تھے) کی میٹھی اور مانوس خوشبو میں کام کے سوا ہر چیز اُس کے ذہن سے محو ہو جاتی اسے صرف کام کا خیال ہوتا اور ہر روز اس کے دل میں یہی خیال ہوتا کہ دن ڈھلے ہمیں مغرب کی طرف بڑھ جانا ہے۔

یوں وہ مونٹانہ کے گیہوں کے کھیتوں سے گزرتے رہے۔ جگہ جگہ گیہوں کے کھلیان تھے، چمکتے ہوئے میدان تھے، مویشی خانے تھے اور ایک ریگستان تھا جہاں جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ اُگتا تھا۔ اچانک مارٹن کو ایک بہت بڑا بادل نظر آیا اور اس نے دیکھا کہ اُس کے سامنے پہاڑوں کا ایک سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

وہ گاڑی میں سوار تھا اور تاریں لگانے والے عملے کو بالکل فراموش کر چکا تھا۔ اُس وقت وہ صرف میڈلن فاکس، کلف کلاسن، انگس ڈیویر اور میکس گاٹلب کے متعلق سوچ رہا تھا۔

باب چوتھا

پروفیسر میکس گا ملب بھیڑ تپ کے جراثیم سے ایک چوہے کو ہلاک کرنے کی تیاری کر رہا تھا اور جراثیمیات پڑھنے والی جماعت میں بڑی بے چینی سی تھی۔ انھوں نے ہر طرح کے جراثیم کا مطالعہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے پلاطنیم کے لوپ استعمال کئے تھے اور بڑے نخر سے آلوؤں کے ٹکڑوں پر سرخ بے ضرر قسم کے جراثیم پرورده اُگائے تھے۔ اور اب وہ مرض آفریں جراثیم کا مطالعہ کر رہے تھے اور زندہ جانوروں کو تیز بیماری کے ٹیکے لگانا سیکھ رہے تھے۔ جماعت کے سب لڑکوں کو یہی خیال آ رہا تھا کہ بجلی پیدا کرنے والے مرتبان میں چوں چوں کرتے ہوئے چمکدار آنکھوں والے یہ چوہے دو ہی روز میں مرے ہوئے ہوں گے۔ اور ان کے جسم اکڑ جائیں گے۔

مارٹن ایک ایسی ہیجانی کیفیت محسوس کر رہا تھا جس میں اضطراب کی آمیزش بھی تھی وہ دل ہی دل میں ہنسا اور اس نے ایک ماہر سائنس کی بلند درانہ حقارت سے سوچا کہ لیبارٹری دیکھنے کی غرض سے آنے والے عام آدمی کتنے بے وقوف ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ یہ ہلاک کرنے والے جراثیم کسی پراسرار مرکز گریز مشین اور ہوا میں سے کود کود کر ان پر جھپٹیں گے۔ مگر ساتھ ہی اسے یہ بھی احساس تھا کہ روئی ڈاٹ والی "ٹیسٹ ٹیوب میں" ڈیمانسٹریٹر (معلم) کی میز پر بائیکلورائڈ کے جگ اور آلات کو دھونے والے برتن کے درمیان بھیڑ تپ کے لاکھوں مہلک جراثیم موجود ہیں۔

جماعت کے لڑکے ایک فاصلے پر بڑے ادب سے کھڑے تھے۔ ڈاکٹر گا ملب نے بڑی سُرعت اور چابکدستی کے ساتھ اسسٹنٹ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے چوہے

کے پیٹ کے بالوں کو کاٹا۔ پہلے انھوں نے برش کی مدد سے ہاتھ کی ایک جنبش کے ساتھ پیٹ پر صابن ملا، بال صاف کیے اور پھر اس کے اوپر آیوڈین مل دی اور اس دوران میں میکس گاٹلب کو بار بار اس زمانے کے طلبا کا ذوق و شوق یاد آ رہا تھا۔ جب وہ کوخ اور پاسٹیر کے ساتھ کام کر کے، بیئر کے بڑے بڑے گلاس پی کے دوستوں کی محفلوں سے نیا نیا آیا تھا۔ ان دنوں پرجوش اور گرم بحثیں ہوا کرتی تھیں۔ بڑے پرشوق و مسحور کن دن تھے وہ امریکہ میں معلمی شروع کرنے پر جب کوین سٹی کالج کے لڑکوں کو پہلے پہل اس نے پڑھایا تو جراثیمیات میں اس کی سنسنی خیز دریافتوں سے جماعت میں اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس زمانے میں طلبا کو اس سے بہت عقیدت تھی کیونکہ نئی باتیں جاننے کے لئے وہ بہت آرزومند رہتے تھے۔ اس نے سوچا اب تو جماعت فقط لڑکوں کا ایک انبوہ ہے۔ اس نے طلبا کی طرف دیکھا۔ قطار میں سب سے آگے موٹا فیٹی ناف تھا۔ اس کا پتھر کی طرح خیالات سے عاری چہرہ ایک بے جان سی چیز معلوم ہوتا تھا۔ جماعت کی لڑکیاں سہمی ہوئی اور جذبات سے مغلوب تھیں۔ بظاہر مارٹن ایروسمتھ اور انگس ڈوئیر میں ہی کچھ ذہانت کے آثار پائے جاتے تھے۔ گاٹلب کی یاد کے پردے پر دھندلی سی تصویریں ابھریں۔ میونخ میں جھٹ پٹے کی ہلکی زرد روشنی، ایک پل، انتظار میں کھڑی ایک لڑکی اور موسیقی کی دھنیں۔

اس نے بائیکلورائڈ کے مرکب میں اپنی انگلیاں ڈبو دیں اور برتن کے اندر ہاتھوں کو جلدی جلدی ہلایا جیسے کوئی موسیقار اپنے ساز کے تاروں کو چھیڑ رہا ہو۔ اس نے جلد کے اندر تک جانے والی سوئی آلات میں سے نکالی اور ٹیسٹ ٹیوب کو اٹھایا۔ اس کی سست اور مدھم سی آواز میں جرمن لہجے کی بہت زیادہ آمیزش تھی۔

"لڑکو، بیکٹیریا کے پالے ہوئے یہ جراثیم ۲۴ گھنٹے پرانے ہیں۔ تم دیکھو گے اور مجھے یقین ہے کہ تم نے دیکھ بھی لیا ہو گا کہ ٹیوب کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے برتن کی تہہ میں روئی رکھی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ بیکٹیریا کے جراثیم کی ٹیوب ٹوٹ جائے اور تمہارے ہاتھوں سے یہ جرثومے چمٹ جائیں۔ ان سے پھوڑے پھنسیاں نکلنے

کا اندیشہ ہوتا ہے۔"

لڑکوں کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔

گاٹلب نے روئی کی ڈاٹ کو اپنی چھوٹی انگلی سے اس صفائی کے ساتھ کھینچا کہ ڈاکٹری پڑھنے والے طالب علم جو جراثیمیات کو فضول سی چیز سمجھتے تھے وہ بھی اس کے قائل ہو گئے جیسے وہ تاش میں ہاتھ کی صفائی دکھانے والے یا سات منٹ میں "اپنڈکس" نکالنے والے ڈاکٹر کے معتقد ہو جاتے تھے۔ اس نے مشعل کے شعلے سے ٹیوب کے منہ کو گرم کرنا شروع کیا اور کہنے لگا "جب بھی تم ٹیوب کا ڈاٹ نکالو تو اس کے منہ کو گرم کر لو۔ اسے پکا اصول بنا لو۔ تیکنیک کا یہی تقاضہ ہے اور میرے بچو تیکنیک ہی ساری سائنس کا آغاز ہے۔ حالانکہ اسی سے لوگ واقف نہیں ہوتے!"

جماعت کے لڑکے بے چینی محسوس کرنے لگے۔ انھوں نے سوچا یہ ختم کیوں نہیں کر چکتا چوہے کو ٹیکہ لگانے کا کام۔

(گاٹلب نے مرتبان میں قید کئے ہوئے دوسرے چوہے کو ایک نظر سے دیکھا اور سوچنے لگا۔ "بے چارہ بدنصیب، ان گدھوں کو پڑھانے کے لئے میں اس کا خون کیوں کروں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ سامنے کھڑے موٹے سے لڑکے پر یہ تجربہ کیا جائے۔)

اس نے پچکاری کو ٹیوب میں ڈالا اور انگلی کے ساتھ بڑی سبک دستی سے نشارے کو کھینچ لیا اور بتانے لگا۔

"جرثوموں کا آدھا سی۔ سی لے لو۔

ڈاکٹری پڑھنے والے لڑکے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ کے لئے سی۔ سی کا مطلب ہے۔ 'کیوبک سینٹی میٹر'، اور کچھ اس سے کمپاؤنڈ کیتھارٹک مراد لیتے ہیں۔ آخر الذکر لڑکے زیادہ خوشحال رہتے ہیں!"

(مگر اس تقریر کا تاثر الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ہلکی مہین آواز میں چبا چبا کر بولے گئے الفاظ، ایک مصنوعی سا شفقت آمیز تمسخر، 'س'، اور 'ڈ' کی آوازیں ایک کرخت اور کھردرے 'ٹ' میں بدل جاتی تھیں۔)

پروفیسر کا اسسٹنٹ چوہے کو پکڑ کر اُسے بہت قریب لے گیا تھا۔ گاٹلب نے اس کے پیٹ کی جلد میں سوئی چبھوئی اور ایک زردکی جنبش سے چھید کرنے کے بعد پچکاری کی سوئی پیٹ کی جلد کے اندر بھونک دی۔ چوہے نے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا اور ایک مدھم سی "چوں" کی آواز نکالی۔ جماعت کی لڑکیاں کانپ اُٹھیں۔ گاٹلب کی انگلیاں جانتی تھیں کہ غشائے معلی کا پردہ سوئی سے کب چھوتا ہے۔ اس نے پچکاری کے "پلنجر" کو دبایا اور آہستہ سے کہا۔ "یہ غریب جانور اب جلد ہی مر کر حضرتِ نوح سے جا ملے گا۔" لوگوں نے مضطربانہ طور پر ایک دوسرے کی طرف دیکھا "آپ میں سے کچھ لڑکے اسے معمولی سی بات سمجھیں گے، کچھ لڑکے برنرڈ شا کی طرح مجھے ایک وحشی قاتل سمجھیں گے کیونکہ میں نے بہت اطمینان اور ٹھنڈے دل سے یہ سب کچھ کیا ہے اور کچھ لڑکے اس کے متعلق سوچیں گے بھی نہیں۔ تاثرات و جذبات کا یہ فرق ہی زندگی کو دلچسپ بناتا ہے؟"

جب پروفیسر کے اسسٹنٹ نے چوہے کو ٹین کی ایک پلیٹ سے باندھ کر دوبارہ مرتبان میں ڈال دیا تو گاٹلب نے ایک نوٹ بک میں اس کا وزن، ٹیکے کا وقت اور جراثیم کی عمر تحریر کی۔ یہ تفصیل پھر اس نے بڑے خوبصورت ہندسوں میں بلیک بورڈ پر لکھی اور بڑبڑایا۔ "لڑکو! زندگی کا سب سے اہم کام جینا نہیں بلکہ اس پر غور کرنا ہے! اور تجربے کا سب سے اہم حصہ تجربہ نہیں۔ بلکہ روشنائی سے اس کی صحیح صحیح تفصیلات نوٹ کرنا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ بہت سے چالاک اور زیرک لوگ ان تفصیلات کو اپنے دماغوں میں محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ ان لوگوں کے دماغ ہی نہیں ہوتے۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے کیونکہ اس طرح دُنیا کو ان کی کوششوں کے نتائج کا مطالعہ نہیں کرنا پڑتا اور سائنس اس اُلجھاؤ سے محفوظ رہتی ہے۔ میں اب دوسرے چوہے کو ٹیکہ لگاؤں گا اور کلاس ختم ہو جائے گی۔ میرا مشورہ ہے کہ اس کلاس میں دوسری دفعہ آنے سے پہلے پے رڈ کی کتاب "عیاشی ہیرلیس" پڑھ لیں۔ اس کے پڑھنے سے آپ کو دل و دماغ ٹھنڈا رکھنے میں مدد ملے گی اور لیبارٹری کے کام میں مہارت حاصل کرنے کا یہی ایک راز ہے۔

(۲)

لڑکے جب باتیں کرتے ہوئے ہال سے باہر نکلے تو انگس ڈوئر نے ڈگاما برادری کے ایک ممبر سے کہا یہ کالٹب تو لیبارٹری میں کام کرنے والا بوڑھا اور نکما بیل ہے۔ اس کا تخیل مردہ ہو چکا ہے۔ باہر نکل کر قسمت آزمانے کی بجائے یہ یہیں جما ہوا ہے۔ مگر ہے بہت مفید آدمی۔ تیکنیک کا ماہر ہے۔ اوّل درجے کا سرجن ہو سکتا ہے۔ اور سال میں پچاس ہزار ڈالر کما سکتا ہے۔ یہاں تو میرا خیال ہے کہ اسے سال میں چار ہزار سے زیادہ ایک پائی نہ ملتی ہوگی۔

ایرا ہکلے افسردہ سی صورت بنائے اکیلا ہی چل رہا تھا۔ اس لمبے چوڑے لیم شیم پادری میں رحم کا غیر معمولی جذبہ موجود تھا۔ ڈاکٹری کی تعلیم دینے والے استاد اُسے جو کچھ بھی بتاتے وہ اُسے بے چوں چراں بڑی عقیدت سے تسلیم کر لیتا چاہے ان سے اس کی زندگی کے کئی اصول جھوٹے پڑتے ہوں مگر جانوروں کا اس طرح مارنا ـــــ اسے نفرت ہو گئی۔ غیر شعوری طور پر اسے یاد آیا کہ اس سے پچھلے اتوار کو اُس گندے غلیظ گرجے میں جہاں وہ اپنے طبی کورس کے درمیان وعظ کیا کرتا تھا اس نے شہیدوں کی قربانیوں کی عظمت بتائی تھی۔ اور انھوں نے مظلوموں کے خون والا گیت گایا تھا۔ مگر یہ سوچتے سوچتے اس کا خیال پھر چوہے کی طرف چلا گیا اور یوں ہی رحم و ہمدردی کے جذبے سے مغلوب غور و فکر میں ڈوبا ہوا اپنی بے ڈھنگی سی چال سے وہ ڈگاما پی کی طرف آہستہ آہستہ چل دیا۔

کلف کلاسن فیٹی فاف کے ساتھ چل رہا تھا اور بلند آواز سے بولتا جا رہا تھا۔ "ارے جب بڑے میاں نے اُسے سوئی چبھوئی تو وہ چوہا بڑا تڑپا۔" اور فیٹی نافنے

بڑی منت سے کہا "یعنی خدا کے واسطے چپ رہو" مگر مارٹن ایروسمتھ دل ہی دل میں
وہی تجربہ دہرا رہا تھا اور جب اسے گاٹلب کی مشتاق انگلیاں یاد آئیں تو اس کے ہاتھ
ان کی نقل میں جنبش کرنے لگے۔

(۳)

دونوں چوہے سست ہوتے گئے اور ان کے جسم ڈھیلے پڑ گئے۔ دو روز میں انہوں
نے کئی قلابازیاں کھائیں ہاتھ پاؤں مارے اور پھر آخر کار مر گئے۔ ان کا پوسٹ مارٹم
کرنے کے لئے جماعت کے لڑکے ایک نیا ڈرامہ دیکھنے کی امید دل میں لئے جمع ہوئے
تجربہ کرانے والے نائب پروفیسر (ڈیمانسٹریٹر) کی میز پر ایک لکڑی کی ٹرے تھی جس
پر سالہا سال سے جانوروں کی لاشیں باندھنے والی پنوں کے نشان تھے۔ وہ دونوں
چوہے ایک شیشے کے مرتبان میں تھے۔ ان کے جسم اکڑے ہوئے اور بال بکھرے
ہوئے تھے۔ لڑکوں نے ان کے زندہ جسم اور ہلتے ہوئے منہ یاد کرنے کی کوشش کی
اسسٹنٹ نے ایک چوہے کو میز پر پھیلا کر اسے چھوٹے چھوٹے کیلوں سے گاڑ دیا۔
گاٹلب نے روئی کے ڈاٹ کو عفونت و تعدیہ دور کرنے والے مرکب میں بھگو کر چوہے
کے پیٹ پر رگڑا اور پیٹ سے لے کر گلے تک اس کا جسم چیر دیا پھر اس نے گرم کئے
ہوئے چاقو کے پھل سے اس کا دل کاٹا۔ جب لڑکوں نے گوشت کے پھٹنے کی آواز
سنی تو کانپ کر رہ گئے۔ کسی سفاک جادوگر کی طرح پھر اس نے ایک چھوٹی سی نلکی کی
مدد سے خون نکالا جو سیاہ پڑ گیا تھا۔ پھولے ہوئے پھیپھڑوں، تلی، گردے اور جگر
سے اسسٹنٹ نے خوردبین کے شیشوں پر خون کے دھبے لگائے اور کلاس کے معائنے
کے لئے دے دیئے۔ لڑکوں نے پیشہ وارانہ مہارت سے فخر کے ساتھ ایک آنکھ
بند کئے بغیر خوردبین میں دیکھا۔ جب وہ ماسکرے کے پیچ کو صحیح نقطے پر لگانے کے لئے

انگوٹھے سے گھماتے اور شیشے پر واضح تصویر بنتی تو وہ سب (بیسیلس) جرثومے کو پہچان لینے کا خط اُٹھاتے مگر وہ سب بے چین سے تھے۔ کیونکہ انھیں تمام دن یوں محسوس ہوتا رہا جیسے گاٹلب ان کے پاس ہی بیٹھا ہے۔ بغیر کچھ کہے دبے پاؤں وہ ان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور چوہوں کی لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ اُس روز جماعت میں گھبرائے ہوئے لڑکے یہ افواہ پھیلائے ہوئے تھے گزشتہ برسوں میں ایک طالب علم یہاں لیبارٹری میں ہیضہ کے جراثیم کی چھوت سے مر گیا تھا۔

اُن دنوں مارٹن کے لئے زندگی تسکین دہ مسرت کا دوسرا نام تھی۔ ہاکی کھیلنے کا مزا، گھاس کے میدان کا پر سکون ماحول، موسیقی کے سُروں میں حیرت و استعجاب کی فضا اور تخلیق کا احساس — اُسے یہ سب کچھ میسّر تھا۔ وہ صبح سویرے اُٹھتا اور دن کی مصروفیات پر ایک بڑی مطمئن نظر ڈالتا۔ پھر وہ عقیدت و پرستش کا جذبہ دل میں لئے بھاگم بھاگ کام پر چلا جاتا۔

جراثیمیات کی لیبارٹری میں ابتری و انتشار کا ماحول دیکھ اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ پوری آستینوں والی قمیض پہنے ہوتے طالب علم غذایت سے پُر جلاٹین ٹپکا رہے ہوتے۔ جلاٹین کے خم دار ریتوں سے ان کی انگلیاں چپچپا رہی ہوتیں۔ یا پھر وہ چاندی کی توپ کی شکل کے "سٹوو" میں طرح طرح کے سیال مادوں کو گرم کر رہے ہوتے۔ گرم ہوا والے تنور کے نیچے سٹوو کے بھڑکتے ہوئے شعلے، جراثیم مارنے والی انگیٹھیوں سے چھت کی کڑیوں تک جاتی ہوئی بل کھاتی، بھاپ جن سے کھڑکیوں کے شیشے بھی دھندلا جاتے تھے۔ یہ آلات مارٹن کو بہت دلکش لگتے تھے۔ اور اس کے لئے دنیا میں سب سے خوبصورت اور درخشاں اس قسم کی چیزیں تھیں... جیسے ٹیسٹ کرنے والی نلیاں جن میں گیلا ملف ہوتا ہے اور جن کے منہ روئی کے.. ڈاٹوں سے بند کئے ہوئے تھے اور جن کا رنگ جھلس جانے کے باعث مٹیالا سا ہو گیا ہوتا، چمکتے ہوئے ایک ٹیسٹ گلاس میں لٹکتا ہوا پلاٹینم کا کنڈا، مرتبانوں کو ایک

دوسرے سے ملانے والی شیشے سے بنی ہوئی نلکیوں کا عجیب و غریب حلقہ اور جیتیانہ پھول کے بنفشئی رنگ سے بھری ہوئی ایک بوتل۔

جوانی کے جوش و خروش میں شاید گاٹلب کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مارٹن نے راتوں کو اکیلا لیبارٹری میں کام کرنا شروع کر دیا........ لیبارٹری کے بلبے سے کمرے میں اندھیرے کی چادر تنی ہوئی تھی۔ خوردبین کے پیچھے رکھے ہوئے گیس کے لیمپ سے نکلنے والی شعاعیں اندھیرے کی اس چادر میں معمولی سا شگاف پیدا کر رہی تھیں۔ تاریکی میں پیتل کی چمکدار نلکی پر روشنی کی ایک تکون سی بن رہی تھی۔ جب وہ خوردبین کے شیشے پر جھکتا تو اس کے سیاہ بال بھی اس روشنی سے دمک اُٹھتے۔ وہ ایک چوہے کے خون میں سے تریپانسم جراثیم کا مطالعہ کر رہا تھا۔ یہ جراثیم سبز، نیلے اور دوسرے بہت سے رنگوں میں رنگے ہوئے آٹھ پتیوں والے گلاب نما گچھے کی مانند تھے۔ نرگس کی طرح نرم و نازک اجسام کے اس جھنڈ کے درمیانی حصوں پر ارغوانی رنگ اور خلیوں پر ہلکا نیلا رنگ نظر آتا تھا اور کناروں پر بیل کی پتلی پتلی لکیریں پڑی ہوئی تھیں اس کی طبیعت جوش پر تھی اور چہرے سے فخر کا احساس جھلک رہا تھا۔ اس نے بالکل صحیح طریقہ سے جراثیم پر رنگوں کے داغ لگائے تھے۔ اور یہ بہت ہی کٹھن مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ پتی کو توڑے بغیر پھول کو رنگنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اندھیرے میں میکس گاٹلب کے دھیمے سُست قدموں کی چاپ سنائی دی اور مارٹن نے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا۔ اس نے سر اوپر اُٹھایا اور بغیر کچھ کہے خوردبین گاٹلب کی طرف بڑھا دی۔ گاٹلب نے سگریٹ منہ سے نکال کر خوردبین میں جھانک کر مارٹن کا کام دیکھا۔

گیس کی روشنی کو کچھ اوپر کرتے ہوئے جب اُس نے خوردبین کے شیشے پر نظر ڈالی تو شاگرد کی کارکردگی کی بے اختیار داد دی "بہت خوب، تمہارے ہاتھوں میں تو لڑکے بہت صفائی ہے۔ اسی لئے تو کچھ لوگ سائنس میں بھی فنکارانہ چابکدستی کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ مگر تم امریکن خیال آرائیاں تو بہت کرتے ہو مگر محنت نہیں کر سکتے۔ میں

نے لیبارٹری میں تمہیں پہلے بھی کام کرتے دیکھا ہے تم نیند کی بیماری کے ترپیانسم جراثیم پر تجربہ کرو۔ یہ بے حد دلچسپ ہوتے ہیں اور انہیں قابو میں کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ یہ بیماری بھی خوب ہے۔ افریقہ کے کچھ حصّوں میں یہ عارضہ تقریباً پچاس فی صد لوگوں کو ہو جاتا ہے اور عموماً مہلک ثابت ہوتا ہے۔ اگر تم ان کیڑوں پر تحقیق کرو تو بہتر ہوگا۔"

داد وتحسین کے یہ کلمات مارٹن کے لئے بہت بڑی فتح کے برابر تھے۔

گاٹلب نے پھر کہا: "آدھی رات کو میں اپنے کمرے میں "سینڈوچ" کا ناشتہ کروں اگر تم اس وقت تک کام کرتے رہے تو آکر شریک ہوجانا، مجھے بہت مسرت ہوگی۔"

آدھی رات ہوئی تو مارٹن جھجکتا ہوا لیبارٹری کے اس ہال کمرے سے نکل کر گاٹلب کی صاف ستھری لیبارٹری میں گیا۔ بنچ پر کافی اور "سینڈوچ" رکھے تھے۔ لذیذ اور چھوٹے چھوٹے سینڈوچ۔ مگر مارٹن چونکہ ہوسٹل کا کھانا کھاتا تھا اس لئے اُسے ان کا ذائقہ عجیب سا لگا۔

گفتگو کا آغاز کلاس کے لڑکوں سے ہوا مگر گاٹلب بولتا ہی چلا گیا حتیٰ کہ بات چیت کلف اور انگس ڈوئیر سے لندن کی لیبارٹریوں اور اسٹاک ہالم کی یخ بستہ راتوں اور دعوتوں تک جا پہنچی۔ اس نے مارسیلز میں پھوٹنے والی ایک خطرناک وبا کا ذکر بھی کیا اور یہ بھی بتایا کہ غروب آفتاب کے وقت وہ پنکٹو پرسین پیرڈ کے بڑے سے گنبد کے پیچھے چہل قدمی کیا کرتا تھا۔ اس کے چہرے سے متانت اور گم گوئی کی نقاب اتر گئی اور وہ اپنے اور اپنے گھرانے کے متعلق بتاتا چلا گیا... جیسے مارٹن اس کا کوئی ہم عمر ساتھی ہو۔

اس کا ایک چچازاد بھائی اُردگوے میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا اور دوسرا یہودیوں کا پادری تھا جسے ماسکو کے ایک قتل عام میں بڑی اذیت دی گئی تھی۔ پھر گاٹلب نے اپنی بیمار بیوی کا ذکر کیا جو کینسر میں مبتلا تھی۔ اس کے تین بچوں میں سب سے چھوٹی مریم بڑی اچھی موسیقار تھی مگر چودہ سال کا شوخ، گستاخ اور

پڑھائی سے جی چرانے والا لڑکا گھر والوں کے لئے سر درد بنا ہوا تھا۔ پھر گاٹلب نے کہا کہ وہ خود کئی سال تک ایک نئی تھیوری پر کام کرتا رہا ہے۔ مگر اب اُسے یوں لگتا تھا جیسے وہ اندھیرے میں کھڑا ہو۔ اس نے کہا کہ مجالس میں کوئی اُسے بڑھاوا دینے والا نہیں کسی کو اس میں دلچسپی نہیں اور اس کی زندگی کی واحد مُسرّت البوئین تھیوری کو جھوٹا ثابت کرنے سے متعلق تھی۔

"نہیں، میں نے آج تک کوئی کارنامہ نہیں کیا۔ فقط ایسے لوگوں کو ناخوشگوار کا احساس دلاتا رہا ہوں جو بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ مگر مجھے امید ہے کہ ایک روز میں کوئی بہت بڑی دریافت کروں گا۔ پچھلے پانچ برس میں پانچ بار بھی میرے پاس ایسے لڑکے نہیں آئے جو مہارت کی اہمیت سمجھتے ہوں اور جو مفروضات میں کوئی بلند پروازی کے اہل ہوں۔ شاید تمہارے ذہن کی اُڑان اُونچی ہو۔ اگر میں تمہاری مدد کر سکا ——— تو

"میرے خیال میں تم اچھے ڈاکٹر نہیں بن سکتے۔ اچھے ڈاکٹر اکثر آرٹسٹ ہوتے ہیں مگر ہم لیبارٹریوں میں کام کرنے والوں سے یہ کاروبار نہیں ہو سکتا۔ ایک دفعہ ۱۸۷۵ء میں ہیڈل برگ کے اندر میں نے اپنے آپ پر علاج معالجہ کرنے والے ڈاکٹر کا لیبل چپکا لیا تھا۔ مگر میں زخمی ٹانگوں پر پٹیاں کرنے اور مریضوں کی زبانیں دیکھنے میں کوئی دلچسپی نہ لے سکا۔ میں جرمن عضویات دان ہیلمہولٹز کا پیرو کار تھا۔ کیا جوشیلا نوجوان تھا وہ میں نے آواز کی طبیعات پر تحقیق کرنا شروع کیا مگر ایسا ناکام رہا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں ان ناکامیوں سے ایک بات میں نے ضرور سیکھ لی کہ سوائے مقدار کے اور کسی چیز کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ میں ایک زمانے میں کیمسٹ بھی تھا۔ بڑے بدبودار مرکب بنایا کرتا تھا۔ اس زمانے میں میں نے حیاتیات پڑھی اور بڑے دُکھ جھیلے۔ اس کے بعد زندگی میں کچھ سکون و آرام میسّر آیا اور تحقیق کے ایک دو کاموں میں کامیاب بھی ہوا۔ کبھی کبھی میں خود کو ایک جلا وطن کی طرح اکیلا محسوس کرتا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے

قومی ترانہ گانے سے انکار کیا تھا اور رسالے کے ایک کپتان کو مارنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بہت ہٹا کٹا تھا مگر میں نے اس کا گلا دبا دیا۔ تم سمجھو گے کہ میں شیخی بگھار رہا ہوں مگر تیس سال پہلے میں بھی جوان تھا۔ وہ بھی کیا دن تھے۔ اسی لئے اس زمانے میں مجھے جرمنی سے نکلنا بھی پڑا۔

وہ فلسفی قسم کے ماہر جراثیمیات کی ایک اور مشکل ہے وہ سوچتا ہے کہ ان پیارے، دلکش مرض آفریں جراثیم کو ختم کیوں کیا جائے۔ یہ بدصورت سے لڑکے جو دائی۔ ایم۔ سی میں آکر لوک گیت گایا کرتے ہیں اور جن گنواروں نے ٹوپیوں پر اپنے نام لکھوائے ہوتے ہیں کیا ضرورت ہے کہ انھیں اس خوبصورت رنگوں کے ٹائفس جرثومے سے بچایا جائے۔ ایک بار میں نے ڈین ملوا سے کہا تھا کہ بہتر ہو اگر ہم اپنے تمام اقتصادی مسائل حل کرنے کے لئے بیماریاں پھیلانے والے جراثیم کو دنیا پر چھوڑ دیں۔ مگر اس نے میری اس بات پر دھیان نہیں دیا۔ اس کی عمر پچاس سے زیادہ ہے اور وہ کبھی کبھی اچھے اچھے کپڑے پہننے والے بڑے بڑے بیادریوں اور ججوں کو دعوتیں دیا کرتا ہے۔ وہ ایک جرمن یہودی کی کب پروا کرتا ہے، وہ جرمن جو حضرت نٹشے، حضرت شوپنہار (خیر اس پر تو لعنت بھیجو وہ تو فلسفۂ غایات کا سرکار تھا) حضرت کوخ حضرت پاسٹیر بھائی جیکس لوب اور بھائی آری نیس سے پیار کرتا ہے۔ دیکھو میں نے بھی کیا فضول باتیں شروع کر دیں۔ اچھا اب تمہاری "سلائڈز" دیکھیں اور پھر الوداع کہیں!"

جب وہ گاٹلب کو اس کے بھورے رنگ کے چھوٹے سے بلقدے مکان میں چھوڑ کر باہر آیا تو پروفیسر کا چہرہ جذبات سے اس حد تک عاری تھا جیسے نہ تو ان دونوں نے آدھی رات کو ایک ساتھ کھانا کھایا ہو اور نہ ہی وہ اناپ شناپ باتیں کرتا رہا ہو۔ لیکن مارٹن کچھ اس طرح گھر کی طرف بڑھ رہا تھا جیسے وہ نشے میں سرشار ہو۔

باب پانچواں

حالانکہ جراثیمیات کا مضمون مارٹن کا اوڑھنا بچھونا ہو چکا تھا۔ مگر یونیورسٹی میں لوگ سمجھتے تھے کہ وہ علم الامراض علم حفظان صحت، سرجیکل اناٹومی اور دوسرے اتنے مضامین پڑھ رہا ہے جو اس جیسے طباع کا دماغ خراب کرنے کے لئے کافی تھے۔

وہ اور کلف کلاسن ایک بہت بڑے کمرے میں رہتے تھے۔ اس کمرے کے دیواری کاغذ پر بڑے خوبصورت پھول بنے تھے۔ مگر فرش پر ہر طرف میلے کپڑے اور بستر کی چادریں بکھری ہوتیں۔ صبح کا ناشتہ وہ خود تیار کرتے اور رات کا کھانا یا تو "بلگرم لنچ ویگن" یا "ڈیوڈ اپ اِن" میں کھاتے۔ ان کا یہ ڈنر بہت ہی معمولی ہوتا۔ کلف کی عادتوں سے کبھی کبھی مارٹن اکثر جھلا اُٹھتا۔ اُسے کھڑکیاں کھلی رکھنا پسند نہ تھا۔ مارٹن جب پڑھ رہا ہوتا تو وہ گندے موزوں کا ذکر لے بیٹھتا یا "مرتے ہیں بہت اب بھی ذیابیطس سے" گانے لگتا۔ پڑھائی میں محو ہونے کی وجہ سے مارٹن کو کوئی جواب نہ سوجھتا اور اسے بات مذاق میں اُڑانی پڑتی۔ "کیا تم ابھی تک اپنے اس خیال پر ڈٹے ہوئے ہو کہ ان لوگوں کو دوائیں دی جائیں اور ان کے بڈھے جسموں میں زبردستی طاقت پھونکی جائے؟!"
مگر اس کی ان عادتوں کے باوجود مارٹن کو اس کی شخصیت میں ایک ایسی دلکشی نظر آتی جس کی وجہ سے اُسے اُس کی خوش مزاجی، زندہ دلی، اور بے نام سی ہمت گراں نہ گذرتی۔ کچھ بھی ہو اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود کلف مجموعی طور پر قابل قدر آدمی تھا۔

لیبارٹری کے کام میں مارٹن اس قدر مگن رہتا کہ شاذ و نادر ہی اُسے ڈگاماہی کے ساتھیوں کی یاد آتی۔ مگر کبھی کبھی وہ ضرور ان پر رائے زنی کرتا۔ مثلاً کہتا کہ ایرسنکلے ایک دیہاتی پولیس والے کی طرح اکھڑ آدمی ہے، اروِنگ واٹرز کے متعلق اس کی

رائے ہوتی کہ وہ بڑھئی کا کام کرنے کے بحیثیت موزوں ہے انگس ڈوڈیڑ کے بارے میں کہا کرتا کہ یہ شخص کامیابی حاصل کرنے کے لیے بڑے سے بڑا کام کرسکتا ہے۔ اور نیٹی ناف کا نام جب بھی اس کی زبان پر آتا تو وہ یہی کہتا کہ اس احمق کو مجبور ولاچار مریضوں کے علاج کی اجازت دینا بہت بڑا جرم ہوگا۔ مگر اس کے باوجود عام طور پر وہ ان لوگوں کے بارے میں تجاہل سے کام لیتا۔ جب مارٹن نے جراثیمیات میں پہلی کامیابی حاصل کی تو اسے پتہ چلا کہ وہ تو بہت کم جانتا ہے۔ اس سے اُس کے مزاج میں حلیمی اور انکسار پیدا ہوگیا۔

اپنے ہم جماعتوں سے تو اس کا برتاؤ ٹھیک ہی ہوتا تھا مگر کلاس کے کمرے میں مارٹن کا رویہ جھنجھلاہٹ پیدا کرتا۔ گاٹلیب سے اس نے لفظ "کنٹرول" کا محل استعمال سیکھ لیا تھا۔ موازنہ کرنے کے لئے یہ لفظ ایسے آدمی یا جانور یا کیمیا کے لئے بولا جاتا تھا جسے تجربہ کرتے وقت نظر انداز کردیا گیا ہو۔ جب کوئی ڈاکٹر شیخی بگھارتا کہ اس کی تجویز کی ہوئی فلاں دوا سے مریض کو آرام آگیا تو گاٹلیب جھٹ سے کہتا "تمہارا 'کنٹرول' کہاں ہے۔ کتنے مریضوں کی ایسی حالت تھی یا کتنے بغیر علاج کے چھوڑ دیئے گئے؟" اب مارٹن نے یہ لفظ استعمال کرنا سیکھ لیا اور وہ موقع بے موقع اسے دہرایا کرتا "تمہارا کنٹرول کہاں ہے؟ کنٹرول کنٹرول کنٹرول..... یہاں تک کہ اس کے بیشتر ہم جماعت اور کچھ اساتذہ کا اُسے قتل کرنے کو جی چاہتا۔

مخزن الادویہ کی کلاس میں وہ خاص طور پر ایسی باتیں کہتا جو پڑھانے والے کو بہت ناگوار گزرتیں۔ جماعت کے پروفیسر ڈاکٹر لائڈ ڈیوڈسن اس قدر ہر دلعزیز تھے کہ اگر وہ دوکاندار بھی ہوتے تو کامیاب رہتے۔ ڈاکٹری پڑھنے والے طالب علم کو ان سے یہ بھی معلوم ہوسکتا تھا کہ جب مرض سمجھ میں ہی نہ آرہا ہو تو کونسی دوا موزوں ہوتی ہے لڑکے ان کا لیکچر بڑے شوق سے سنتے اور انھوں نے اُن کے تیار کئے ہوئے تقریباً ایک سو بچاس نسخے یاد کر رکھے تھے (ڈاکٹر ڈیوڈسن کو اس بات پر بڑا فخر تھا کہ ان کے پیش رو نے جس قدر نسخے بتائے تھے۔ ان کی تعداد میں انھوں نے بعد میں پچاس کا اضافہ کیا)

مگر مارٹن بغاوت پر اتر آیا "پروفیسر صاحب کیسے معلوم ہو کہ پھلی کا سفوف سرخ بادہ کا علاج کرنے کے لئے موزوں ہے۔ کیا یہ فضول سا ٹوٹکا نہیں جسے پرانے زمانے میں بھی استعمال کیا جاتا تھا؟

"کیسے معلوم ہو؟ نقاد صاحب چونکہ سالہا سال سے اسے بے شمار ڈاکٹر استعمال کرتے آئے ہیں اور ان کے مریضوں کو اس سے شفا ہوئی ہے۔ اس لئے یہ صحیح ہے"۔

"سوچئے تو ڈاکٹر صاحب ممکن ہے ان مریضوں کو یوں بھی آرام آجاتا۔ میرے خیال میں تو یہ خوش فہمی ہے کہ ان مریضوں کو اسی علاج سے شفا ہوئی۔ اور کیا اس نسخے کا تجربہ بیک وقت بہت سارے مریضوں پر کیا گیا تھا۔ میرا مطلب ہے کنٹرول کو پیش نظر رکھتے ہوئے؟"

"غالباً نہیں۔ اور جب تک کہ تم جیسا کوئی ذہین آدمی ایک ہی مرض کے سوم ریضوں کو جمع نہ کرلے ایسا تجربہ کیا بھی نہیں جا سکتا۔ اور حضرات میرا خیال ہے چونکہ آپ سائنس کے میدان میں مسٹر ایروسمتھ جیسی صلاحیت نہیں رکھتے اور "کنٹرول" جیسی اصطلاحات کو استعمال کرنا نہیں جانتے اس لئے میرے حقیر مشورے پر عمل کرتے ہوئے آپ یہی نسخہ استعمال کرتے رہیں"۔

"مگر ڈاکٹر صاحب" مارٹن نے پھر کہا "یہ تو بتایئے ان نسخوں کو زبانی یاد کرنے کا فائدہ کیا ہے۔ ان میں اکثر تو ہم بھول جائیں گے اور کتاب میں سے تو بہر حال یہ دیکھے ہی جا سکتے ہیں"۔

ڈیوڈسن نے اپنے ہونٹ زور سے بھینچے۔

"ایروسمتھ، میں نہیں چاہتا کہ تمہیں اس طرح سے بتاؤں جیسے تین سال کے بچے کو سمجھایا جاتا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ایک بات مجھے کہنی ہی پڑے گی۔ اور وہ یہ کہ تمہیں ان دوائیوں کی خصوصیات اور ان نسخوں میں لکھی ہوئی دوائیوں کے بارے میں سیکھنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ میں کہہ رہا ہوں.... اگر دوسرے لڑکوں کا وقت ضائع ہونے کا خیال نہ ہوتا تو تمہیں بتاتا کہ میرے بیانات کو صرف میرے کہنے کی وجہ سے تسلیم نہ کرو

بلکہ اس لئے کردکہ یہ ساہا سال کے تجربات اور بڑے بڑے حکیموں کے اقوال کا نچوڑ ہے ان لوگوں کا عطیہ ہیں جو تم سے زیادہ دانشور تھے، عمر میں سب سے بڑے تھے مگر میں یہاں فنِ خطابت کا مظاہرہ کرنے نہیں آیا اس لئے اسی قدر کہوں گا کہ تمہیں یہ نسخے تسلیم کرنے پڑیں گے پڑھنے پڑیں گے اور زبانی یاد کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ یہ میں کہہ رہا ہوں۔"

مارٹن سوچ رہا تھا کہ طبی کورس کی پڑھائی چھوڑ کر فقط جراثیمیات میں مہارت حاصل کرے۔ اس نے کلف کو ہم راز بنانا چاہا مگر کلف اس کی ذہنی پریشانیوں سے دق آچکا تھا اس لئے اس نے ایک ہمدرد غم گسار کی تلاش میں ایک بار پھر اس دُبلی پتلی اور تیز وطرار لڑکی میڈلن فاکس کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔

(۲)

میڈلن سمجھدار تھی اور اپنے سینے میں دردمند دل بھی رکھتی تھی۔ اس نے مارٹن سے کہا کہ "تم پہلے اپنا میڈیکل کورس مکمل کرلو پھر دیکھا جائے گا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے"

وہ ساتھ ساتھ گھومتے، سکیٹنگ کرتے، برف پر پھسلتے اور یونیورسٹی ڈرامیٹک سوسائٹی کے کھیل دیکھنے جاتے۔ میڈلن کی بیوہ ماں بھی اس کے ساتھ رہنے لگی تھی اور ماں بیٹی نے رہنے کے لئے ایک چھوٹی سی عمارت کی سب سے اوپر کی منزل کا فلیٹ کرائے پر لے لیا تھا۔ یہ بلڈنگ ان عمارتوں میں سے تھی جو محلّوں میں بڑی بڑی لکڑی کی حویلیوں کی جگہ بنائی گئی تھیں۔ اس فلیٹ کی آرائش سے رہنے والے والوں کا ادبی ذوق جھلکتا تھا۔ ایک کونے میں تنگاگو سے خریدا ہوا کانسی کا بنا ہوا بدھ کا مجسمہ رکھا تھا، کاغذ پر شیکسپیئر کی لوحِ مزار کا چربہ تھا، اناتول فرانس کی تصانیف کے ترجموں کا سیٹ تھا، کولونے کے گرجا گھر کی تصویر تھی، یادگار کے طور پر بھیجے گئے پوسٹ کارڈوں

کا ایک البم تھا۔ بید کی لکڑی سے بنی ہوئی میز پر ہمیشہ سماوار رکھا ہوتا جس کے استعمال کا ڈھنگ یونیورسٹی میں کسی کو نہ آتا تھا۔ میڈلن کی ماں ایک رئیس خاندان کی صاحبِ جائداد عورت تھی۔ اس کے بال سفید تھے اور شاہانہ ٹھاٹ سے رہتی تھی۔ مگر ہر اتوار کو دعا مانگنے کے لئے میتھاڈسٹ فرقے کے چرچ میں ضرور جاتی۔ مجالس میں وہ لڑکے لڑکیوں کی گپ بازی سُن سُن کر تنگ آ گئی تھی۔ اسے اپنا شہر یاد آتا اور وہاں چرچ کی پُر لطف صحبتوں اور "خواتین کلب" کی میٹنگوں کی یاد ستاتی۔ اس سال وہ لوگ طریقۂ تعلیم کے متعلق پڑھ رہے تھے اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ یونیورسٹی کے طریقہ کار کے متعلق واقفیت حاصل کرنے سے محروم رہ جائے۔

چونکہ میڈلن کا اب اپنا گھر تھا اور اس کی ماں بھی آ گئی تھی اس لئے اُس نے اپنے دوستوں کو گھر پر مدعو کرنا شروع کیا۔ شام کی ان دعوتوں میں کافی پلائی جاتی، چاکلیٹ کیک کھلائے جاتے، "چکن سلاد" دیا جاتا اور حروف بنانے کا کھیل کھیلا جاتا۔ اس نے مارٹن کو بھی مدعو کیا مگر اس کی شام تو تحقیق اور پڑھائی لکھائی کی نذر ہو جاتی تھی اور وہ ان مصروفیات کو اس قدر عزیز رکھتا تھا کہ انھیں چھوڑ کر کہیں اور جانا پسند نہ کرتا۔ پہلی دفعہ جب وہ اُسے ورغلا کر لانے میں کامیاب ہوئی تو اس روز سالِ نو کی دعوت تھی۔ اس پارٹی میں اُنھوں نے طرح طرح کے کھیل کھیلے، ریکارڈ کی ہوئی موسیقی پر رقص کیا اور جب کھانے کی باری آئی تو پلیٹوں کو ہاتھ میں اُٹھانے کی بجائے سب سامانِ خور و نوش چھوٹی چھوٹی میزوں پر چنا گیا جنھیں ہاتھ پونچھنے والے کپڑوں سے ڈھکا گیا تھا۔

ایسا شائستہ ماحول اور یہ شان و شوکت مارٹن کے لئے اجنبی چیزیں تھیں۔ حالانکہ وہ دعوت میں اپنی مرضی کے خلاف زبردستی لایا گیا تھا مگر اس کے کھانے سے اور دعوت میں شریک ہونے والی نوجوان عورتوں کے لباس سے وہ بہت مرعوب ہوا۔ مارٹن کو محسوس ہوا کہ ان لوگوں کے مقابلے میں وہ بہت دنیا کو سی طریقے سے رقص کرتا ہے اور اُسے اس شخص پر بہت رشک آیا جو بوسٹن نامی کی ایک نئی طرز کا "والٹز" رقص کر سکتا تھا۔ دنیا کی کوئی خوبی، کوئی کمال کوئی علم ایسا نہیں تھا جسے مارٹن نے دیکھا ہو اور اس کی خواہش نہ کی ہو۔ گو مال و متاع اور دھن دولت کی اسے ہوس

نہ تھی۔ مگر جو نہر بھی اس کی نظروں سے گزرتا اس کی طبیعت اس پر للچا جاتی۔

اس روز مارٹن کے لئے حیرت داستعجاب کے تمام جذبات پر میڈلن کی دلفریبی غالب آگئی۔ مارٹن نے اب تک اسے چمڑے کی جیکٹ پہننے والی آوارہ گردسی لڑکی کے روپ میں ہی دیکھا مگر اس روز زرد ریشم میں ملبوس اس نرم ونازک سی دوشیزہ کا جمال عروج پر معلوم ہوتا تھا۔ دعوت میں جب وہ اپنے مہمانوں کو ہلنسے ہنسانے پر مجبور کرتی تو سلیقے اور ہوشیاری کا مرکب معلوم ہوتی۔ اس شام ڈاکٹر برمفٹ بھی دعوت میں موجود تھے اور ان کی انوکھی شرارتوں کو حدود میں رکھنے کے لئے میڈلن کے سلیقے اور صلاحیت کی بڑی سخت ضرورت تھی۔ انھوں نے میڈلن کی والدہ کا بوسہ لینے کی کوشش کی اور وہ غریب جھینپ جھینپ گئی۔ انھوں نے ایک بہت ہی نازیبا سا ہنگر دگیت گایا اور گریجویٹ لڑکیوں کے ساتھ گفتگو میں مشہور مصنفہ جارج ساند کے معاشقوں کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور جب ان کی باتیں سن کر لڑکیوں کے چہروں پر برہمی اور حیرت داستعجاب کے آثار پیدا ہوئے تو وہ بہت ہی خوش ہوئے اور ان کی عینک کے شیشے چمکنے لگتے۔

میڈلن نے اسے باتوں میں لگا لیا اور چہکنے لگی۔ "ڈاکٹر برمفٹ آپ تو بہت بڑے عالم ہیں۔ آپ کی جماعت میں علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھ کر مجھ پر غشی طاری ہونے لگتی ہے مگر کبھی کبھی تو آپ لڑکیوں کو چھیڑنے والے شرارتی سے لڑکے بن جاتے ہیں۔ اچھا اب آپ کوئی مفید کام کیجئے اور شربت لانے میں میری مدد کیجئے!"

مارٹن اس کی پرستش کرنے لگا۔ ڈاکٹر برمفٹ جب اس کے ساتھ چھوٹے سے باورچی خانہ میں غائب ہو گیا تو وہ حسد میں جل اٹھا۔ واقعہ یہ تھا کہ صرف میڈلن ہی اسے سمجھ سکی تھی اور وہاں جب دعوت میں وہ ہر مہمان کو توجہ کا مرکز بنی تھی اور ڈاکٹر برمفٹ اس سے عاشقانہ التفات برت رہے تھے تو مارٹن کو محسوس ہوا کہ میڈلن ایک گنج گراں مایہ ہے جسے حاصل کرنے کی خواہش اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگی۔

کھانے چننے اور میزیں لگانے کے بہانے وہ میڈلن کے پاس پاس کھڑا ہوتا

اور سرگوشیوں میں اسے کہتا "خدا کی قسم میڈلن آج تم بہت ہی حسین نظر آ رہی ہو"
اور میڈلن جو سب کی آنکھ کا تارہ بنی ہوئی تھی جواب دیتی "ہائے اللہ میری اس قدر تعریفیں نہ کرو۔ میں خوشی سے پھول کر کپا ہو جاؤں گی"
جاتی دفعہ مارٹن نے پوچھا۔ "کل شام کو ملو گی؟"
"اچھا، دیکھیں گے"

(۳)

مارٹن نے اپنی زندگی میں کئی بار ٹھوکریں کھائیں اور عمر بھر وہ زندگی کے نشیب و فراز سے دوچار ہوتا رہا۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو حق و صداقت کا متلاشی سمجھتا تھا، مگر وہ کوئی "ہیرو" قسم کا نوجوان نہ تھا اور نہ ہی میڈلن ناکس کے متعلق اس کی نیت "صاف" کہی جاسکتی تھی۔ وہ عورتوں کا دل موہنے والا رنگین مزاج عاشق تو نہ تھا بلکہ طب کا غریب سا طالب علم تھا جسے اپنی کمائی کے لئے ابھی کئی سال درکار تھے۔ اس لئے قدرتی امر ہے کہ اس نے شادی کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ ان حالات میں ایک غریب اور محبت زدہ نوجوانوں کی طرح وہ بھی جو کچھ اس کی دسترس میں ہو سکتا تھا وہ سب حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اپنے تصور میں وہ امیدوں کے قلعے تعمیر کرتا، تیز تیز قدموں سے میڈلن کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ تصور میں اس نے محسوس کیا کہ میڈلن بڑے پیار سے اس کے رخسار پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو متنبہ کیا "بے وقوف نہ بنو مارٹن! اس قدر امید نہ رکھنی چاہیئے ورنہ وہاں جا کر مایوسی ہو گی۔ غالباً وہ تمہیں پچھلے روز کی دعوت میں کسی بدتمیزی پر لعنت ملامت کرے گی۔ یا شاید وہ سونے جا رہی ہو گی اور نیند حرام کرنے پر دل ہی دل میں تمہیں بے وقت آنے پر کوسے گی" اسی طرح راہ بھر

اپنے وسوسوں سے جدوجہد کرتا رہا۔ مگر اس کی امیدیں ان خدشات پر حاوی تھیں۔
اس نے گھنٹی بجائی، اسے دروازہ کھولتے ہوئے دیکھا اور ان نازک ہاتھوں کو ہاتھ میں لینے کی خواہش دل میں لئے اس کے پیچھے پیچھے چل دیا پھر وہ ایک ضرورت سے زیادہ روشن نشست گاہ میں پہنچ گیا۔ وہاں میڈلن کی ماں تھی، اہرام مصر کی طرح جامد و مستحکم اور سردیوں کے برف آلود درختوں کی طرح سرد اور دائمی کیفیت لئے ہوئے۔ اس نے سوچا یہ بڑھیا ضرور چلی جائے گی اور قلعہ فتح کرنے کے لئے اُسے اکیلا چھوڑ دے گی۔
مگر بڑھیا وہیں جمی رہی۔ مجالس میں گھر آئے نوجوان کے لئے رخصت ہونے کا وقت دس بجے ہے مگر اس روز مارٹن ۸ سے لے کر سوا گیارہ بجے تک مسز فاکس سے زور آزماتا رہا۔ گفتگو کے دوران میں، اس کے دو لہجے تھے۔ ایک لہجہ تو سنائی دیتا تھا اور دوسرا لہجہ خاموش اور خشمگیں احتجاج تھا۔ میڈلن حسن و رعنائی کا مجسمہ بنی اُس کے ساتھ بیٹھی رہی۔ بظاہر تو وہ موسم، یونیورسٹی اور زینتھ تک جانے والی ٹرالی سروس کا ذکر کر رہے تھے مگر مسز فاکس بھی ویسی ہی خاموشی سے اس کے احتجاج کا جواب دیتی رہی حتٰے کہ کمرے کی فضا اس خاموش کشیدگی سے لبریز ہو گئی۔
مارٹن نے بڑے اعتماد سے کہا۔
"ایک دن آئے گا جب ہر بیس منٹ کے بعد یہاں سے سروس جایا کرے گی۔"
(خدایا یہ سونے کیوں نہیں جاتی۔ واہ واہ اب یہ اپنے بننے کا سامان سمیٹ رہی ہے، ارے لعنت ہے اس نے تو اُون کا دوسرا گچھا نکال لیا")
"ہاں مجھے یقین ہے یہ سروس بہتر ہو جائے گی۔" مسز فاکس نے کہا۔
(میاں، میں تجھ سے زیادہ واقف تو نہیں مگر میرے خیال میں تم میڈلن کے لئے موزوں نہیں ہو۔ بہرحال اب تمہارے گھر جانے کا وقت آ گیا ہے")
"یقیناً۔ کیوں نہیں۔ کسی نہ کسی روز تو انتظام ٹھیک ہو گا ہی"
(میں جانتا ہوں کہ میں ضرورت سے زیادہ یہاں بیٹھ چکا ہوں، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہیں اچھا نہیں لگ رہا۔ مگر مجھے پروا نہیں!")

یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ مسز فاکس مارٹن کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ اس نے ہر طرح سے کوشش کر دیکھی۔ اس نے زبردست قوتِ ارادی سے کام لیا اور "ہپناٹزم" بھی آزمایا مگر جب وہ شکست خوردہ حالت میں اُٹھا تو وہ بڑھیا۔۔ کمال آسودگی اور اطمینان سے اسی طرح اپنی جگہ پر بیٹھی تھی۔ اُنھوں نے کچھ سرد مہری سے ایک دوسرے کو الوداع کہی۔ میڈلن اسے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ تقریباً آدھ منٹ کے اس مسرت انگیز وقفے میں وہ اس کے ساتھ اکیلا تھا۔

"میری کس قدر خواہش تھی۔ کس قدر خواہش تھی تم سے باتیں کرنے کی!"

میں جانتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔ اچھا پھر کبھی سہی۔ اس نے سرگوشی میں کہا۔

مارٹن نے جاتے جاتے اس کا بوسہ لے لیا۔ اور طوفانی بوسہ اُسے کس قدر شیریں محسوس ہوا۔

(۴)

میڈلن نے دعوتوں اور پارٹیوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ طرح طرح کی پارٹیاں کرتی۔ کہانیاں کہنے کی پارٹی۔ سکیٹنگ کرنے کی پارٹی، برف پر بغیر پہیوں والی گاڑی چلانے کی پارٹی اور ادبی محفل جس میں "زلینتھ ایڈووکیٹ ٹائمز" کی کالم نویس ایک جرنلسٹ خاتون کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جاتا۔ میڈلن کے کہنے پر مارٹن طبیعت پر جبر کر کے بڑی فرمانبرداری سے ان پارٹیوں میں شریک ہوتا۔ میڈلن کو شاید مہمانوں کی اچھی تعداد جمع کرنے میں مشکل پیش آتی تھی اس لیے اس طرح کی ایک ادبی محفل میں مارٹن کلفِ کلاسن کو بھی باوجود سخت احتجاج کے گھسیٹ لایا۔ وہ بڑبڑایا "ارے کمبخت، تو مجھے کس چڑیا گھر میں لے آیا!" مگر اس کے باوجود کلف ساری پارٹی میں بڑے تحمل سے بیٹھا رہا۔ اس نے سنا میڈلن مارٹن کو مخاطب کرتے کہے۔ لیے اپنا دل پسند

نام مارٹیکنز استعمال کرتی ہے اور اس نام کو کلف کلاسن نے اس قدر شہرت دی کہ
نیٹی ناف، ارونگ وائرز اور باقی سب اُسے "مارٹیکنز" کے نام سے پکارنے لگے۔
جب مارٹن کو سونے کو جی چاہتا تو وہ اپنی کائیں کائیں شروع کر دیتا۔
"تم شاید اس سے شادی کر دو گے گیا ٹھیک نشانہ لگاتی ہے ظالم کہ سو قدم
کی دوری سے بھی لڑکا پھنس جاتا ہے۔ جب اس لونڈیا نے تمہیں انگلیوں پر نچانا شروع
کیا تو سب سائنس بھول جاؤ گے۔ یہ لڑکی ایک ایسا ادبی جانور ہے جو یوں تو ادب
کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے مگر پڑھ نہیں سکتا۔ شکل و صورت کی بری تو نہیں مگر
ماں کی طرح موٹی ہو جائے گی۔"
مارٹن نے کہا "گریجویٹ اسکول میں یہ واحد لڑکی ہے جس میں کچھ جان ہے۔
باقی تو سب باتیں کر سکتی ہیں اور یہ بہترین پارٹیاں کرتی ہے۔"
"کیا کبھی بوسہ بازی کی پارٹی بھی ہوئی ہے؟"
"دیکھو اب میں ناراض ہو جاؤں گا۔ ہم تم تو بڑے اُجڈ قسم کے آدمی ہیں مگر
میڈلن فاکس کئی لحاظ سے انگس ڈویر کی طرح ہے۔ مجھے احساس ہے کہ ہم کس چیز
سے محروم ہیں۔ موسیقی اور ادب تو ٹھیک ہے اور نفیس کپڑے بھی — اچھا لباس
پہننے میں کیا حرج ہے ——"
"یہی تو میں تمہیں کہہ رہا تھا۔ وہ تمہیں شہزادوں کا سا لباس پہننے پر مجبور
کرے گی، تم ایسی اکڑفوں والی چھوکری کے ساتھ کیسے گزر کر سکتے ہو —— تمہارا
"کنٹرول" کیا ہوا!"
کلف کی مخالفت کا مارٹن پر یہ اثر ہوا کہ وہ میڈلن میں فقط ایک شرارت
بھری حریصانہ دلچسپی لینے کی بجائے اس سے شادی کی آرزو کرنے لگا۔

(۵)

دنیا میں بہت عورتیں ایسی ہیں جو اپنے مردوں کی اصلاح کے کام کو زیادہ عرصے تک ملتوی رکھتی ہیں۔ مگر اصلاح کا مطلب ہے کہ ایک آدمی کی شخصیت کو یکسر بدل دینا اور اس کے مزاج کے لیے بالکل ایک نیا سانچہ تیار کرنا۔ میڈلن نامکس جیسی فنکار قسم کی لڑکیاں جو کھل کر اس کمزوری کا اظہار نہیں کرتیں زیادہ دنوں تک اس سلسلے میں اپنے آپ کو ضبط میں نہیں رکھ سکتیں۔ جوں ہی مارٹن نے اسے احساس کرایا کہ وہ اس کی دلکشی پر فریفتہ ہے تو اس نے بڑے جوش و خروش سے اس کے کپڑوں، اس کے میلے اور ڈھیلے کالروں، اس کی پرانی سی فیلٹ ہیٹ، اس کے لب و لہجہ اور ادب میں اُس کے ذوق کو سنوارنے کا کام شروع کر دیا۔ وہ کہتی "کیوں بھئی سب مانتے کہ ایمرسن عظیم ترین مفکر تھا" مارٹن اعتراض کرنے کے اس انداز سے جھلا اُٹھتا اور وہ گاٹلب کے تحمل سے اس کا مقابلہ کرتا۔

وہ بھی اسے ملامت کرتا "اچھا مجھے بخشو۔ اگر تم اپنے میدان میں رہو تو خدا کی بنائی ہوئی حسین ترین مخلوق ہو۔ مگر جب تم سیاست اور ڈاکٹری میں دخل اندازی کرنے لگتی ہو۔۔۔ مجھ پر رعب جمانا چھوڑ دو۔ بازاری زبان کے متعلق تو تمہاری رائے درست ہے اور میں ایسے بے ہودہ الفاظ کا استعمال چھوڑ دوں گا مگر اکڑے ہوئے سخت کالر پہننا منظور نہیں کروں گا، کبھی نہیں"

اُس نے شادی کی تجویز کبھی پیش نہیں کی تھی مگر موسم بہار کی اس شام کو چھت پر جو واقعہ ہوا اس نے مارٹن کو شادی کی باقاعدہ پیش کش کرنے پر مجبور کر دیا۔

میڈلن نے اپنے مکان کی چھت کو ایک طرح کے باغ میں تبدیل کر لیا تھا۔ ایک ڈبہ میں اس نے "جی رنیم" کے پھولدار پودے اگائے تھے اور لوہے کی ایک

بینچ ڈال دی تھی جیسی قبرستان کے باغات میں رکھی نظر آتی ہے۔ اس نے دو جاپانی لالٹین بھی لٹکائی تھیں حالانکہ وہ بڑی شکستہ حالت میں تھیں۔ اس عمارت میں رہنے والوں کا وہ بہت تحقیر آمیز انداز میں ذکر کرتی جو اتنے دقیانوسی اور فرسودہ لوگ تھے کہ اس خوبصورت اور پیاری سی جگہ پر آنے کی کبھی تکلیف گوارہ نہ کرتے۔ اپنی اس "پناہ گاہ" کا مقابلہ وہ مغور سلطانوں کے محل، ہسپانوی حویلیوں کے آنگن، جاپانی باغ یا پر دلیسی کے باغ سے کیا کرتی۔ مگر مارٹن کو وہ مکان کی سیدھی سادی چھت ہی نظر آتی اور اس روز جب وہ اپریل کی شام کو میڈلن کے گھر گیا اور اس کی ماں نے بڑی حقارت آمیز لہجے میں بتایا کہ وہ چھت پر گئی ہے تو وہ لڑائی کرنے کے موڈ میں تھا۔

"بھاڑ میں جائیں یہ جاپانی باغ۔ اس سے تو بہتر ہے کہ میں چیر پھاڑ کے ... میں جگر کا مطالعہ کروں۔"

بلڈنگ کی خم دار سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ بڑبڑا رہا تھا۔

میڈلن لوہے کی بینچ پر ہاتھ پہ ٹھوڑی رکھے بیٹھی تھی۔ پہلے تو اس نے مارٹن کا خیر مقدم اپنی گل افشاں مسکراہٹ کی بجائے ایک روکھی سی "ہیلو" سے کیا۔ وہ بہت مغموم اور نڈھال دکھائی دیتی تھی۔ مارٹن کو دل ہی دل میں اپنی [illegible] پر بڑی ندامت ہوئی۔ اس کی ندامت کا یہ عالم تھا کہ جب اس نے میڈلن کے چہرے پر رنج و غم کی گہری پرچھائیں دیکھی تو اسے وہ گتے اور لکڑی کی روشیں مہکتا ہوا گلستاں معلوم ہونے لگیں۔ اس کے قریب بیٹھنے پر مارٹن چہکنے لگا۔ "یہ نئی چٹائی جو تم نے لگائی ہے بڑی شاندار معلوم ہوتی ہے!"

"بالکل نہیں، بڑی گھٹیا ہے"، میڈلن نے اس کی طرف منہ کر کے کہا اور پھر تقریباً رو دی "ہائے مارٹ، آج میں اپنے آپ سے اس قدر بیزار ہوں۔ میں ہمیشہ لوگوں پر ظاہر کرتی ہوں کہ میں کچھ ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ میں صرف گھسی ماری ہوں۔"

"بات کیا ہے میری جان؟"

"وہ بہت بڑی بات ہے۔ وہ ڈاکٹر برمنٹ ہے نا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں نے

محنت نہ کی تو مجھے گریجویٹ اسکول سے نکلنا پڑے گا۔ وہ کہتا ہے کہ میں بالکل کام نہیں کرتی۔ اگر میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری نہ لے سکی تو مجھے کسی اچھے سے سکول میں انگریزی پڑھانے کی نوکری نہ ملے گی۔ اور نوکری تو ملنی ہی چاہیئے ورنہ میڈلن کے ساتھ شادی کرنے کو کون تیار ہوگا۔"

مارٹن نے اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا اور بڑے اعتماد سے کہا۔

"میں جانتا ہوں کون تیار ہوگا ــــــ"

"نہیں مارٹن، میں یوں ہی نہیں کہہ رہی۔ سچ کہتی ہوں کہ میں کسی کام کی نہیں۔ میں لوگوں کو بتاتی رہتی ہوں کہ میں بڑی ہوشیار ہوں مگر لوگ شاید مجھ پر ہنستے ہیں۔"

"نہیں ہنستے، اور اگر کوئی ہنستے تو میں اُسے مزا چکھا دوں ــــ"

"مارٹن تم بڑے اچھے ہو۔ مگر میں اس قابل نہیں ہوں۔ شاعری کرنے والی میڈلن جس کی زبان بڑی شستہ ہے۔ میں ــــ مارٹن ــــ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ تمہارا دوست کلف، میرے بارے میں جو کچھ سوچتا ہے وہ سب صحیح ہے۔ تمہیں کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں وہ میرے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔ مجھے اماں کے ساتھ گھر واپس جانا پڑے گا اور میں یہ برداشت نہیں کرسکتی۔ میں بالکل نہیں جانا چاہتی۔ میں واپس نہیں جاؤں گی اُس شہر میں کبھی نہیں۔ وہاں گنوار سی عورتیں اور بوڑھے کھوسٹ مرد، وہی گھسے پٹے لطیفے سناتے ہیں جو انھوں نے اپنے دادا پردادا سے سن رکھے ہیں۔ نہیں میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

میڈلن کا سر مارٹن کے کندھے پر تھا اور وہ سیک سیک کر رو رہی تھی۔ وہ اس کے بالوں کو سہلا رہا تھا، عاشقانہ جذبے سے نہیں بلکہ دلجوئی کرنے کے لئے بڑی نرمی اور بڑے پیار کے ساتھ۔ پھر مارٹن نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "میری جان" مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم میرے ساتھ شادی کرو گی اور ــــ میڈیکل کورس مکمل کرنے میں مجھے دو سال لگیں گے۔ اور دو سال کے قریب ہسپتال میں صرف ہوں گے۔ پھر ہم شادی کرلیں گے اور خدا کی قسم اگر تم میرا ہاتھ بٹاؤ گی میں کامیابی

کی چوٹی پر پہنچ جاؤں گا۔ میں بہت بڑا سرجن بن جاؤں گا اور ہمارے پاس سب کچھ ہوگا۔"
"میرے پیارے مگر میں تمہارے سائنسی کاموں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتی۔"
"اوہ تم پرواہ نہ کرو۔ میں کچھ تحقیق بھی تو کیا کروں گا۔ خدا کی قسم میں فقط لیبارٹری کا کیڑا تو نہیں۔ زندگی کی جدوجہد میں کامیابی اسی وقت ہوتی ہے جب آدمی راہ کی رکاوٹوں کو دور ہٹا کے اپنا راستہ بنانا جانتا ہو۔ اصل کامیابی بڑے بڑے سورماؤں سے مقابلہ کرنے کے بعد ہی ہوتی ہے اگر میں دشواریوں سے مقابلہ اور سائنسی تحقیق دونوں ایک ساتھ نہیں چلا سکتا تو میں کچھ بھی نہیں۔ میں گاٹلب کے ساتھ کام کر کے اس کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں اور اس کے بعد —— ہائے میڈلن!"
اس کے بعد ساری منطق میڈلن کی قربت کے احساس میں گم ہو گئی۔

(۶)

مارٹن کو مسز ناکس کا سامنا کرنے کے خیال سے بڑی دہشت ہوتی۔ اسے یقین تھا کہ وہ پوچھے گی "لڑکے تم میری میڈلن کی ضروریات کس طرح پوری کرو گے؟ اور پھر تمہاری زبان بالکل بازاری لوگوں کی سی ہے!" مگر مسز ناکس نے یہ سب کچھ کہنے کی بجائے مارٹن کا ہاتھ پکڑ لیا اور رندھے ہوئے گلے سے بولی "مجھے امید ہے میری بچی کو تم خوش رکھو گے۔ یہ بڑی پیاری، بڑی اچھی لڑکی ہے۔ گو تھوڑی سی متلون مزاج ہے اور مجھے معلوم ہے کہ تم بڑے نیک اور محنتی لڑکے ہو۔ میری دعا ہے کہ تم دونوں خوش رہو۔ تم نوجوانوں کو دعا پر زیادہ اعتقاد نہیں۔ اگر تم جانتے کہ میری دعائیں کس طرح سے قبول ہوتی رہی ہیں —— اچھا میں تمہاری خوشیوں کے لئے دعا کروں گی۔"
مسز ناکس رو رہی تھی، اس نے مارٹن کی پیشانی پر ایک بوڑھی عورت کی طرح ایک نرم سا خشک بوسہ دیا۔ قریب تھا کہ مارٹن بھی رو دے۔

رخصت ہوتے وقت میڈلن نے سرگوشی میں کہا "ڈیر مجھے تو بالکل پروا نہیں مگر اماں بہت خوش ہو اگر ہم اس کے ساتھ گرجا گھر چلیں۔ کیا تم ایک بار نہیں چل سکتے، صرف ایک بار؟"

یونیورسٹی کے سب لوگوں نے اور اس بے دین و ملحد کلف کلاس نے مارے حیرت کے منہ میں انگلیاں دبالیں جب اس نے دیکھا کہ مارٹن استری کیے ہوئے قیمتی کپڑے پہنے، ایک تنگ سا لینن کا کالر لگائے اور نکٹائی باندھے مسز ناکس اور قینچی کی طرح زبان چلانے والی میڈلن کے ساتھ نیکی اور ہدایت کے واحد راستے پر چلتے ہوئے ریورنڈ ڈاکٹر مارٹن شاہ کا وعظ سننے میتھاڈسٹ فرقہ کے چرچ جا رہا تھا۔

وہ ریورنڈ ایرا ہنکلے کے پاس سے گزرے اور ایرا نے اپنا کہا تم آنکھوں کی حریص و للچائی نظروں سے مارٹن کی اسیری کا منظر دیکھا۔

(۷)

انسانی عقل و دانش کے متعلق گاٹلب کے قنوطی نظریات سے حالانکہ مارٹن کو ایک عقیدت سی تھی مگر پھر بھی اس کا اعتقاد تھا کہ ترقی کی راہیں کبھی بند نہیں ہوتیں، اور حالات و واقعات کی اپنی ایک منطق ہوتی ہے، لوگ سیکھ بھی سکتے ہیں، میڈلن نے اگر ایک بار تسلیم کر لیا کہ وہ غلطیاں کرنے والی عام سی لڑکی ہے تو اسے بچایا جا سکتا ہے۔ مگر اسے بہت ہی تعجب ہوا جب میڈلن نے پہلے سے بھی زیادہ رعب اور دبدبے کے ساتھ اس کی اصلاح کی مہم شروع کر دی۔ وہ اس کے بازاری قسم کے آداب پر اعتراض کرتی اور کہتی کہ اس کی امنگیں اور ارادے ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔

"تم سمجھتے ہو کہ احساس برتری سے آدمی بارعب ہو جاتا ہے؟ کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ یہ تمہاری کاہلی کی نشانی ہے۔ تم لیبارٹری میں بیٹھ کر خواب دیکھا کرتے ہو۔

بھلا دعاؤں کے نام زبانی یاد کرنے کے کام سے تمہیں چھٹی کیوں دی جائے۔ یہ چیزیں تو سب کو حفظ کرنی پڑتی ہیں۔ نہیں میں تمہیں بوسہ نہیں دوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ تم سمجھدار بنو اور معقول باتوں کو قبول کرنا سیکھو۔"

امتحان تک مارٹن اس کی نکتہ چینیوں پر طیش کھاتا رہا اور اس کے ہونٹوں کی خواہش اور کوتاہیوں کو معاف کر دینے والی مسکراہٹ کی تمنا میں تڑپا کیا۔ یہ تمام عرصہ اس نے اسی ہیجانی کیفیت میں گزارا۔

امتحانات سے ایک ہفتہ پہلے جب وہ چوبیس گھنٹے اس کے قرب میں گذارنا چاہتا تھا، دن رات پڑھنا چاہتا تھا اور ہر لمحہ جراثیمیات کی لیبارٹری میں صرف کرنا چاہتا تھا تو مارٹن نے کلف کلاسن سے وعدہ کیا کہ گرمی کی تعطیلات میں وہ اس کے ساتھ ایک ہوٹل کے بیرے کا کام کرنے کے لئے کینیڈا جائے گا۔ شام کو وہ میڈلن سے ملا اور زرعی تجرباتی میدان پر چیری کے باغ میں اس کے ساتھ سیر کرتا رہا۔

"تمہیں معلوم ہے اس گندے غلیظ کلف کلاسن کے متعلق میں کیا سوچتی ہوں" میڈلن نے شکایت کے طور پر کہا۔ "میرے خیال میں تمہیں میری رائے کی کوئی پرواہ نہیں۔"

"میری جان میں نے تمہاری رائے سن رکھی ہے۔" مارٹن کی جھلائی ہوئی سی آواز میں ایک طرح کا اعتماد تھا۔

"بھلا بتاؤ "ویٹر" کا کام کرنے کی تجویز کے متعلق تم نے میری رائے کیوں نہیں لی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گندی پلیٹیں صاف کرنے کی بجائے تم کوئی شریفانہ کام کیوں نہیں تلاش کرتے۔ تمہیں اخبار کے دفتر میں بھی تو کام مل سکتا ہے جہاں، تم ڈھنگ کا لباس پہنو گے اور اچھے لوگوں سے ملو گے۔"

"کیوں نہیں میں شاید اخبار کے ایڈیٹر کا کام بھی کرنے لگ جاؤں۔ مگر چونکہ تم کہتی ہو اس لئے میں ان گرمیوں میں کوئی کام نہیں کروں گا۔ اور ہر رات ایک نیا سوٹ پہنوں گا۔"

"تمہیں میری بات کا برا نہیں ماننا چاہیئے۔ محنت مزدوری کی عزت میں بھی کرتی ہوں۔ مگر کھانے ہوئے لوگوں کی میزوں پر حاضری دینا، ہائے اللہ کیسا ذلیل کام ہے۔ ہائے مارٹ

تمہیں اپنے اُجڈ ہونے پہ اتنا فخر کیوں ہے؟ اچھا اب اپنی ہوشیاری رہنے دو اور دیکھو رات کتنی خوبصورت ہے اور شاہ دانے کے شگوفوں میں کیسی خوشبو ہے۔ مگر تم تو بہت بڑے سائنسدان ہو تمہیں عام لوگوں کی طرح شاہ دانے کے شگوفوں سے کیا واسطہ!"

"ہاں سچ ہے مجھے ان شگوفوں سے کیا واسطہ یہ تو کبھی کے مرجھا چکے ہیں۔"

"ہاں خشک تو ہو چکے ہیں۔ مگر وہ اوپر سفیدی سی کیا ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ ہوٹل کے ویٹر کی قمیض ہو۔"

"مارٹن ایرو سمتھ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں ایک اُجڈ، بے ہودہ، غیر مہذب، مطلب پرست، جراثیم تلاش کرنے والے چالاک آدمی۔ سے شادی کا ـــــ"

"اور اگر تم سمجھتی ہو کہ میں ایک لڑکی سے شادی کروں گا جو تمام دن میرے ساتھ چڑچڑ کرتی رہتی ہے تو ـــــ"

ان دونوں نے ایک دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی اور اس سے لُطف اُٹھایا۔ پھر وہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔ دو بار پہلے بھی وہ اس طرح جھگڑے کے بعد پھر نہ ملنے کی نیت سے جدا ہوئے تھے۔

دوسری بار جب وہ ایک ہوسٹل کے قریب جُدا ہوئے تو ایک دوسرے سے بہت برہم اور کشیدہ خاطر تھے ہوسٹل کے اندر لڑکے بینجو پہ گیت گا رہے تھے ـــــ اداس اداس سے رنج و الم کے گیت۔

دس دن کے بعد میڈلن سے ملے بغیر وہ کلف کے ساتھ نارتھ وڈ ونر چلا گیا۔ میڈلن کو کھو دینے، اس کے نرم و نازک لمس اور اس کی میٹھی باتوں سے محروم ہو جانے کا اُسے افسوس تھا۔ مگر اس غم میں ایک چھوٹی سی خوشی کی آمیزش بھی تھی کہ اگلے سال وہ جراثیمیات کی جماعت میں سب سے اوّل نمبر ہو گا۔ اور میکس گاٹلب اُسے سال بھر کے لئے اپنا "انڈر گریجویٹ اسسٹنٹ" بنا لے گا۔

باب چھٹا

صنوبر کے درختوں میں گھرے ہوئے اونٹاریو کے "لوکومس لاج" (ہوٹل) میں کام کرنے والے تمام "ویٹر" یونیورسٹی کے طلبا تھے۔ ان لڑکوں کو ڈانس کے دوران میں ہال کے اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ مگر وہ تھوڑی ہی دیر کے لئے آتے اور سفید فلالین میں ملبوس ادھیڑ عمر کے عاشقوں سے حسین ترین لڑکیاں چھین کر لے جاتے۔ ان طلبا کو دن میں صرف سات گھنٹے کام کرنا پڑتا۔ باقی وقت میں وہ مچھلیاں پکڑتے، تیرتے اور صنوبر کے سایوں میں پگ ڈنڈیوں پر گھومتے۔ یہاں سے جب مارٹن واپس محالس پہنچا تو وہ میڈلن کی طرف سے نرم پڑ چکا تھا اور اس کے عشق کی شدت بہت تیز ہو گئی تھی۔

ہر پندرہ روز کے بعد وہ ایک دوسرے کو خط لکھتے رہے تھے ان خطوں میں نرمی و شائستگی کے ساتھ ایک طرح تاسف اور پچھتاوے کی آمیزش ہوتی۔ آہستہ آہستہ خطوں میں جذباتیت آتی گئی اور پھر پندرہ دن کے بجائے وہ روزانہ ایک دوسرے کو خط لکھنے لگے۔ موسم گرما کی چھٹیوں میں میڈلن کی ماں اسے اپنے وطن گھسیٹ لے گئی تھی۔ ونے میک کی ادھیو سرحد کے پاس ان کا شہر ایک ملز سے تو بڑا تھا مگر وہاں گرمی زیادہ تیز ہوتی۔ چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں والے بیشتر شہروں کی طرح اس شہر کی زندگی بھی بے کیف سی تھی۔ خط لکھتے وقت تمام ورق پر پھیلے ہوئے بڑے بڑے شکستہ حروف میں گویا میڈلن اپنی آہیں بھر دیتی۔

"شاید اب ہم ایک دوسرے سے کبھی نہ ملیں مگر میں تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ ہمارے درمیان علم سائنس اور اونچے مقاصد کے متعلق ہونے والی باتوں

کی یاد مجھے کس قدر عزیز ہے اور جب میں یہاں کی بکواس سنتی ہوں تو مجھے تمہاری باتیں اور کبھی یاد آتی ہیں۔ ہائے جب یہ بوڑھے گھوسٹ اپنی موٹر دل اور اپنے نوکروں کا ذکر کرتے ہیں تو مجھے دل کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ تم سے میں نے بہت کچھ حاصل کیا مگر تم نے بھی تو مجھ سے تھوڑا بہت لیا۔ کیا میں جھوٹ کہتی ہوں؟ میں ہمیشہ غلطی پر تو نہیں ہوتی، کیوں کیا میں سچ نہیں کہہ رہی؟"

"میری پیاری" مارٹن کا دل بھر آیا ——— "کون کہتا ہے کہ تم ہمیشہ غلطی پر ہوتی ہو۔"

موسم گرما کے وسط تک ان میں وفا کے عہد وپیمان پھر سے استوار ہو چکے تھے۔ حالانکہ وہ خوبصورت پنڈلیوں والی سکول کی ایک معلمہ پر بھی فریفتہ تھا مگر میڈلن کی یاد مارٹن کو اس قدر ستاتی کہ وہ راتوں کو جاگتا اور نوکری چھوڑ کر اس کے نرم ونازک دپرُشوق لمس کی پناہ میں بھاگ جانے کے متعلق سوچا کرتا۔

ریل کی سست رفتاری اسے از حد تکلیف دہ معلوم ہو رہی تھی اور ریحالس کے اسٹیشن پر جب وہ گاڑی سے اُترا تو وہ اس کے دل ودماغ پر بڑی طرح چھائی ہوئی تھی۔ بیس منٹ بعد میڈلن کے کمرے میں وہ ایک دوسرے سے چمٹے تھے۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ مزید بیس منٹ بعد وہ کلف کلاسن پر، مچھلیاں پکڑنے پر اور اساتذہ پر طعنہ زنی کر رہی تھی۔ تاہم مارٹن کو برہم پاکر اُس نے آنسوؤں کے توسط سے ہتھیار ڈال دیئے۔

(۲)

مارٹن کا پہلا سال بے حد مصروفیت کا تھا۔ صبح کے وقت تشخیص امراض، جراحی، عصبیات، دایہ گری اور مرضیات نسوانی پر لیکچر تھا، سہ پہر کے وقت ہسپتال جانا، سیال مادوں کے بنانے کی نگرانی کرنا اور گائناکالوجی کے لئے شیشے کے سامان کو پانی میں اُبال کر جراثیم سے پاک کرنا، ایک نئی جماعت کو خوردبین، فلٹر اور بھاپ سے چلنے والے سٹوو کے استعمال

کی ترکیب بتاتا، کبھی کبھی سائنس کے کسی موضوع پر جرمن یا فرانسیسی زبان کے کسی مقالے کا ایک آدھ صفحہ پڑھنا اور میڈلن سے باقاعدہ ملنا اتنی ساری ذمہ داریوں کے باعث وہ ہر وقت جلدی میں رہتا اور ان مصروفیات کے چکر میں اس نے اپنی پہلی طبع زاد تحقیق ـــــــ اپنے پہلے گیت کا آغاز کیا۔

اس نے خرگوشوں کو ٹائیفائڈ سے محفوظ کر لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر ان جانوروں کا لمف وہ ٹائیفائڈ کے جراثیم کے ساتھ ملائے گا تو جراثیم مرجائیں گے مگر بدقسمتی سے یہ نہ ہو سکا اور جراثیم مرنے کی بجائے نشو ونما پا رہے تھے۔ اس کا اضطراب بڑھ گیا۔ مارٹن کو یقین تھا کہ اس نے سلیقے سے کام نہیں کیا۔ اس نے کئی بار اس تجربے کو دہرایا، آدھی رات تک وہ کام کرتا اور منہ اندھیرے اٹھ کر اپنے مشاہدے کی تفصیلات پر غور کرتا۔ (حالانکہ میڈلن کو لکھے جانے والے خطوط میں اس کی تحریر بہت ہی بدخط ہوتی مگر لیبارٹری کے کام کی تفصیلات رقم کرتے وقت اسی بدخط تحریر کے حروف واضح، صاف اور چمکیلے ہو جاتے) جب اسے یقین ہو گیا کہ قدرت اپنے اصول سے الٹ جا رہی ہے تو وہ ڈرتا ڈرتا گاٹلب کے پاس گیا۔ اور قدرت کی بے راہ روی کے خلاف احتجاج کرنے لگا۔ "ان کم بخت جراثیم کو اس لمف میں مرجانا چاہیئے مگر یہ نہیں مرتے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ تھیوری ہی غلط ہے!"

"بھلے آدمی کیا تم سائنس کے اصولوں سے اعتراف کرنا چاہتے ہو؟" گاٹلب نے میز پر پڑے کاغذوں کو الٹتے پلٹتے ہوئے چڑچڑی سی آواز میں کہا۔ "کیا تم اس قابل ہو کہ محفوظیات کے اصولوں کو شکست دے سکو؟"

"پروفیسر صاحب، مجھے افسوس ہے۔ میں ان وضع کئے ہوئے اصولوں کو بدل نہیں سکتا لیکن میرا کام آپ کے سامنے ہے۔ میں نے بار بار یہ تجربہ کیا ہے نتیجہ وہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں تو وہی جانتا ہوں جو مجھے نظر آتا ہے!"

گاٹلب کا چہرہ کھل اٹھا۔ "بچے، میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں وہی دیکھو جو تمہیں نظر آتا ہے۔ اور اگر تمہارا مشاہدہ سائنس کے تمام اچھے

اچھے مفروضوں کو غلط ثابت کرتا ہے تو ان کو رد کر دو۔ مجھے بہت خوشی ہے مارٹن اب یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس کی تہہ میں کونسا اصول کام کر رہا ہے۔"

عام طور پر گاٹلب اُسے "ایرو سمیتھ" یا "تم" سے مخاطب کرتا تھا۔ جب وہ ناراض ہوتا تو اُسے اور سب طلبا کو "ڈاکٹر" کے نام سے پکارتا۔ مگر خوشی اور انبساط کے بڑے نایاب لمحات میں وہ اُسے "مارٹن" کے نام سے بلا کر سرفراز کرتا۔ لہٰذا وہ اسی وقت خوشی کے نشے میں سرشار اِن تمام معموں کا حل نکالنے کے لئے (جو اس سے کبھی حل نہ ہو سکے) لیبارٹری میں بھاگ گیا۔

(۳)

گاٹلب نے اُسے ایک دلچسپ سی بیماری والے مریض کے مغز، غشائی اور ریڑھ کی ہڈی کا مادہ حاصل کرنے کے لئے زینتھ کے بڑے جنرل ہسپتال بھیجا۔ وہاں اطلاعات کے کمرے کے اکتائے ہوئے کلرک کو فقط رجسٹر میں مریضوں کے نام، پتے اور مذہب کے خانے پُر کرنے میں دلچسپی تھی۔ جب تک نام و پتے صحیح درج ہوتے رہیں اُسے اس بات سے کوئی غرض نہ تھی کہ کون مر گیا، یا کس مریض کی حالت نازک ہے یا کون کیا چیز لینے آیا ہے۔ اُس نے مارٹن کو بڑے رعب سے بتایا کہ وہ ان لمبے لمبے برآمدوں سے گزرتا ہوا وارڈ "ڈی" میں چلا جائے۔ جب مارٹن ان گیلریوں اور بے شمار کمروں میں سے گزر رہا تھا تو دھاری دار کپڑوں کے "نائٹ گاؤن" پہنے بستروں پر بیٹھی زرد چہروں والی بوڑھی عورتیں اُسے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ مارٹن بڑی آن سے ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں داخل ہو رہا تھا تاکہ لوگ اسے بھی ڈاکٹر سمجھیں مگر دوسروں کو مرعوب کرنے کی بجائے وہ خود ہی اپنی پریشانی میں اضافہ کرتا رہا۔

کچھ نرسوں کے پاس سے وہ نیم توجہ کے انداز میں سر ہلاتا جلدی جلدی گزر گیا۔

جیسے کوئی نوجوان سرجن آپریشن کرنے جا رہا ہو۔ ایک سرجن کا انداز اختیار کرنے
میں وہ اس قدر منہمک تھا کہ اُسے اپنے آپ کی ہوش بھی نہ رہی اور اچانک ہی مارٹن
نے دیکھا کہ وہ ہسپتال کے ایسے حصّے میں آگیا ہے جہاں مریضوں کے ذاتی کمرے ہیں۔
اُسے دیر ہو رہی تھی اور شان دکھانے کا اب وقت نہیں رہا تھا۔ عام آدمیوں کی طرح
وہ بھی راستہ پوچھ کر اپنی لاعلمی کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس کے سوا چارہ بھی
کیا تھا۔ بہت ہچکچاتے ہوئے وہ ایک کمرے کے دروازے پر رک گیا جہاں ایک
نوآموز نرس فرش صاف کر رہی تھی۔

نامُلے قد کی وہ پتلی سی نرس گہرے نیلے سوتی لباس اور بہت کھلے سفید پیش بند
میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ایک پگڑی سی تھی جسے نیپتے سے باندھا گیا تھا۔ یہ یونیفارم
فرش صاف کرنے والی بالٹی کی طرح بدوضع اور گندی تھی۔ اس نے گلہری کی سی مستعدی
اور دیدہ دلیری کے ساتھ سر اُٹھا کے دیکھا۔

مارٹن نے کہا "نرس، میں وارڈ ڈی، میں جانا چاہتا ہوں"۔

بڑی کاہلی سے اس نے جواب دیا "اچھا وہاں جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں اگر تمہارے کام کا حرج نہ ہو تو"۔

"کوئی بات نہیں۔ وہ کمبخت نرسوں کی سپرنٹنڈنٹ مجھے فرش صاف کرنے کے کام
پر لگا گئی ہے۔ ہمارا یہ کام تو نہیں ہے مگر اس نے مجھے سگریٹ پیتے دیکھ لیا تھا۔ یہ حرافہ
بڑی سخت گیر ہے۔ اگر تم جیسے بچے کو اس نے یہاں گھومتے دیکھ لیا تو کان پکڑ کر باہر
نکال دے گی"۔

"دیوی جی، آپ شاید جاننا چاہیں کہ ــــــ"

"دیوی جی، ہمارے گاؤں کا ماسٹر بھی یوں ہی کہا کرتا تھا۔"

اس کا گستاخانہ انداز یوں تھا جیسے دو بچے کسی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھڑے
ایک دوسرے کا منہ چڑا رہے ہوں۔ نرس کے اس طرزِ عمل سے پروفیسر گاٹلب کا سنجیدہ
متین اسسٹنٹ بہت طیش میں آیا۔

"میرا نام ڈاکٹر اسمتھ ہے۔" اس نے غصے سے کہا۔ "مجھے بتایا گیا ہے کہ نئی بھرتی ہونے والی نرسوں کو بھی ڈاکٹروں کے ساتھ بات کرنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کے ساتھ بات کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ میں وارڈ 'ڈی' کی تلاش میں ہوں جہاں سے مجھے ایک بہت خطرناک جرثومے کا مادہ لینا ہے۔ اگر تم مجھے برائے کرم راستہ بتا دو۔"

"اوہ اچھا، یہ طور طریقے تو مجھے سکھائے گئے ہیں مگر مجھ سے اس ملٹری ڈسپلن کے قواعد کی پابندی نہیں ہو سکتی مگر میں کھڑی ہو جاتی ہوں!" وہ کھڑی ہو گئی اس کی ہر حرکت میں بلی کی سی مستعدی اور طراری تھی۔ "آپ پیچھے چلے جائیے پہلے دائیں مڑیئے پھر بائیں مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئی۔ لیکن اگر آپ ان بوڑھے کھوسٹ ڈاکٹروں کو دیکھیں جن کے سامنے نرس کو مسکین بن کر رہنا پڑتا ہے تو سچ ڈاکٹر صاحب، اگر آپ واقعی ڈاکٹر ہیں ——"

"تمہیں یقین دلانے کی مجھے ضرورت نہیں۔" مارٹن غصے سے چلایا اور اینٹھتا ہوا واپس مڑ گیا۔ وارڈ 'ڈی' تک جاتے ہوئے وہ تمام راستہ اس نرس کے جملے میں چھپی ہوئی چوٹ پر کڑھتا رہا۔ وہ ایک ممتاز سائنسدان تھا اور یہ ایک بہت ہی شرمناک بات تھی کہ اُسے ایک ... وہ سی نوآموز نرس (جو بظاہر "دلیسٹ" کی رہنے والی تھی) کی گستاخی برداشت کرنی پڑے۔ اس نے دل ہی دل میں اپنی جھڑکی کو دہرایا۔ "تمہیں یقین دلانے کی مجھے ضرورت نہیں۔" وہ اپنے غرور و تکبر پر فخر محسوس کر رہا تھا اور تصور میں اس نے میڈلن کو یہ واقعہ بتاتے ہوئے آخر میں کہا: "میں نے پھر اس سے کہا۔ لڑکی مجھے اپنے آنے کا... مقصد تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں، اور یہ سن کر وہ مرجھا گئی!"

مگر اس کا شگفتہ تصور ابھی تک نہیں مرجھایا تھا۔ اسے ہسپتال کا وہ مطلوبہ شخص مل گیا اور اس نے ریڑھ کی ہڈی کا پانی بھی حاصل کر لیا۔ لیکن ابھی تک وہ اپنے اشتعال انگیز انداز میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ مارٹن اس سے دوبارہ مل کر اُسے قائل کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ کسی کی ہتک کرنا ہی چاہتی تھی تو اُسے کسی بہتر آدمی کو منتخب کرنا چاہیے

تھا۔ وہ واپس اس کے کمرے کی طرف گیا اور کافی دیر ایک دوسرے کو گھورنے کے بعد
مارٹن کو خیال آیا کہ اس نے وہ سخت باتیں تو اس سے کہی ہی نہیں۔ وہ فرش کی صفائی
کا کام ختم کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی پگڑی اتار دی تھی اور اب اس کے
ریشم جیسے بکھرے بال نظر آنے لگے تھے، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کے چہرے
سے بچپنا ٹپکتا تھا۔ اس کی کسی ادا میں لڑکپن والی کوئی بات نہیں تھی۔ اس وقت
وہ اسے ایک الھڑ سی لڑکی معلوم ہوئی جو کسی پہاڑی سے بھوسے کی بوری کو ٹھوکروں
سے دھکیلتی ہوئی نیچے لا رہی ہو۔

"اوہ" اس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "میرا مقصد آپ کے ساتھ بدتمیزی سے
پیش آنا نہیں تھا۔ میں تو —— دیکھئے نا جب مجھے فرش صاف کرنا پڑتا ہے تو
میں چڑچڑی سی ہو جاتی ہوں۔ آپ بہت تہذیب سے بات کر رہے تھے، مجھے افسوس
ہے کہ میرے رویئے سے آپ کو تکلیف پہنچی مگر آپ اس قدر کم عمر ہیں کہ ڈاکٹر بالکل نہیں لگتے!"

"نہیں میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ ابھی تو میں طب کا طالب علم ہوں۔ اس وقت تو
میں بن رہا تھا۔"

"میں بھی بن رہی تھی۔"

مارٹن کو اس لڑکی کے ساتھ قربت اور رفاقت کا احساس ہونے لگا۔ ایک
ایسا رشتہ جو دکھاوے اور اپنے آپ کو بڑا دکھانے کی جدوجہد سے آزاد ہو، جیسا کہ
اسے میڈلن کے ساتھ کرنا پڑتا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ یہ لڑکی اس کی اپنی برادری
سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر وہ بازاری، اہنوٹر اور بے باک تھی تو اس میں خوش مزاجی
اور زندہ دلی بھی تو تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی فضول سی باتوں پر قہقہے لگاتی تھی۔ اس کی
شخصیت کچھ ایسی وفاداری، کچھ ایسا خلوص مترشح تھا جس میں تصنع کا کوئی شائبہ نہ ہو۔
مارٹن بڑی شگفتہ مزاجی سے بولا۔ حالانکہ وہ صرف یہی کہہ سکا۔

"بڑی سخت معلوم ہوتی ہے یہ نرسوں کی تربیت"

"نہیں کوئی ایسی سخت تو نہیں۔ اور پھر یہ بڑا رومانی کام ہے، جیسا کہ گرائے کی

لڑکیوں کو کرنا پڑتا ہے۔ ڈاکوٹا میں ہم نے ان لڑکیوں کو یہی نام دے رکھا ہے"۔
"کیا تم ڈاکوٹا کی رہنے والی ہو؟"
"میرے شہر کے لوگ بڑے ہمتی اور کام کرنے والے ہیں —— تین سو باسٹھ لوگوں کی آبادی پر مشتمل ہے شمالی ڈکوٹا کی پوری ریاست —— دلکش دنیا۔ کیا تم یونیورسٹی کے اسکول میں پڑھتے ہو؟"
مارٹن دروازے کے پاس کھڑا تھا اور لڑکی کے سامنے فرش صاف کرنے کی بالٹی رکھی تھی۔ اس وقت اگر کوئی نرس وہاں سے گزرتی تو اسے محسوس ہوتا جیسے وہ دونوں ہسپتال کے کسی کام میں منہمک ہیں۔ لڑکی نے وہ بگڑ سا دوبارہ سر پر رکھ لیا۔ اور اس وجہ سے اس کے چمکیلے بال اس میں چھپ گئے تھے۔
"ہاں، میں مجالس میں میڈیکل سکول کے پہلے درجے میں پڑھتا ہوں۔ مگر طب سے مجھے دلچسپی نہیں۔ مجھے تو لیبارٹری کا کام اچھا لگتا ہے۔ میرا خیال ہے میں ماہر جراثیمیات بنوں گا اور محفوظیات کی فضول سی تھیوریوں کو رد کر کے تہلکہ مچادوں گا۔ مجھے مریضوں کے ساتھ چوچلے کرنے نہیں آتے، اور نہ ہی میں اس طرح کے آداب کی پرواکرتا ہوں۔"
"مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ تمہیں اس کی پروا نہیں۔ ہائے کبھی دیکھو جب یہ بوڑھے ڈاکٹر مریضوں کو بچوں کی طرح پچکارتے ہیں۔ اور پھر کس طرح سے نرسوں پر چلاتے ہیں۔ مگر لیبارٹری میں کام کرنے والے لڑکے —— صحیح معنوں میں آدمی ہوتے ہیں وہ کسی جرثومے پر بھلا کیسے رعب جایا جاسکتا ہے؟ کیا کہتے ہیں انھیں؟ جراثیمی؟"
"نہیں، انھیں کہتے ہیں —— اچھا تمہارا کیا نام ہے؟"
"میرا؟ ہائے میرا تو بڑا بھدا سانام ہے —— لیورا ٹوزر"
"کیوں لیورا نام میں کیا خرابی ہے؟ یہ تو بہت اچھا نام ہے"۔
بجو کتیں لاتے ہوئے پرندوں کا پروں کو پھڑ پھڑانا۔ موسم بہار کے شگوفوں

کا ساکن ہواہیں گرنا، آدھی رات کے وقت نیند کی مدہوشی میں کتوں کا بھونکنا، جو بھی ان مناظر کا بیان کرے گا۔ اس کی تحریر گھسی پٹی معلوم ہوگی۔ مارٹن اور ریورا کی گفتگو بھی ایسی ہی آشنا آوازوں کی طرح روایتی، قدرتی، پرخلوص، نوجوانی کے الھڑپن اور ازلی خوبصورتی سے بھرپور تھی۔ آدھ گھنٹے کی اس جذبات انگیز گفتگو کے دوران میں ان دونوں کو ایک دوسرے میں اپنی اپنی شخصیت کا ایک ایسا چھپا ہوا پہلو نظر آیا جس کی دریافت پر وہ تعجب و مسرت کا ملے جلے احساس سے مگن تھے کبھی دقیانوسی کہانی کے ہیرو ہیروئن کی طرح وہ اچھلنے کودنے والے گنواروں کی طرح اور شہزادے شہزادی کی طرح ایک دوسرے سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ اگر ان کے ہر جملے کو علیحدہ علیحدہ کرکے سنا جاتا تو وہ بہت ہی فضول سا لگتا مگر ان کی ساری۔۔ گفتگو مجموعی طور پر سمندر کی لہروں اور سیٹیاں بجاتی ہوئی ہوا کی طرح خوبصورت دلآویز اور اہم تھی،

مارٹن نے اُسے یہ بھی بتا دیا کہ وہ میکس گاٹلب کا معتقد ہے، ہاکی کا بہت اچھا کھلاڑی ہے اور گاڑی میں گزرتے ہوئے اس کا وطن نارتھ ڈاکوٹا بھی دیکھ چکا ہے۔ اُس نے مارٹن کو بتایا۔ کہ وہ سنگیت ناٹکوں کی عاشق ہے، اُس کا باپ اینڈ ریو جیکسن ٹورر مشرق میں پیدا ہوا تھا (جس سے اس کی مراد الی نائیس کا علاقہ تھا) اور یہ کہ نرس کے اس کام سے اُسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ زندگی میں اس کی کوئی خاص حسرت یا ہوس نہ تھی اور وہاں وہ صرف نئے نئے تلخ و شیریں تجربات سے لطف اندوز ہونے کے لئے یہاں آئی تھی۔ اس نے نہایت خوش مزاجانہ تاسف سے اشارتاً کہا کہ نرسوں کی سپرنٹنڈنٹ اسے پسند کرتی وہ بولی " حالانکہ میری نیت ہمیشہ اچھی ہوتی ہے مگر نہ جانے کیا بات ہے کہ میں آدھی آدھی رات تک شور مچانے اور ہوسٹل سے غائب ہونے کے الزامات میں دھرلی جاتی ہوں" اس کی داستان میں بہادری کا کوئی کارنامہ نہیں تھا مگر جس اطمینان اور سکون سے اس نے اپنی کہانی سنائی اُس سے دلیری، ہمت اور لاابالی پن کا احساس ہوتا تھا۔

باتوں کے دوران میں مارٹن نے اسے جلدی سے ٹوک کر پوچھا "میرے ساتھ رات کا کھانا کھانے کے لئے تم ہسپتال سے چھٹی لے سکتی ہو؟ آج رات؟"

"کیوں"

"بڑی مہربانی ہوگی"

"ٹھیک ہے"

"کس وقت بلانے آؤں تمہیں؟"

"کیا تمہارے خیال میں مجھے جانا چاہیئے ـــــ اچھا تو سات بجے"

محالس واپس جاتے ہوئے تمام راستہ اس کی ذہنی حالت خوشی اور غصے میں بدلتی رہی۔ غصے کی حالت میں اس نے سوچا کہ دن میں دو بار زینتھ کا چکر لگانا کیسا احمق پن ہے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو یاد دلایا کہ میڈلن نام کی لڑکی سے اس نسبت ٹھہر چکی ہے۔ وفا اور بے وفائی کے سوال پر وہ اپنے آپ سے الجھتا رہا۔ کچھ حقارت سے اس نے سوچا کہ لیورا باورچی خانے میں کام کرنے والی ماما کی طرح ایک معمولی ان پڑھ نرس اور گلی کے آوارہ گرد چھوکروں کی طرح گستاخ لڑکی ہے۔ کئی بار مارٹن نے کوشش کی کہ اُسے ٹیلی فون کر کے وہ شام کی ملاقات سے آزاد ہو جائے مگر پونے سات بجے ہی وہ ہسپتال کے دروازے پر کھڑا تھا۔

بلیس لمنٹ تک اُسے ایک ایسی نشست گاہ میں انتظار کرنا پڑا جو ایک تابوت بردار کی کوٹھری معلوم ہوتی تھی۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ "میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ شام بھر کے اس پروگرام اور کھانے کے دوران یہ لڑکی شاید اکتا دینے والی حد تک کوڑھ مغز ثابت ہوگی۔ کیا سادے کپڑوں میں میں اسے پہچان بھی لوں گا!" پھر مارٹن اچھل پڑا۔ وہ دروازے پر کھڑی تھی۔ اب اس کے جسم پر نیلی سی یونیفارم نہیں تھی۔ اونچے کالر والے شہزادیوں جیسے ہلکے سے فراک میں وہ گڑیا سی لگتی تھی۔ جونہی وہ دونوں ہسپتال سے نکلے اس نے مارٹن کے بازوؤں میں یوں اپنا ہاتھ دے دیا جیسے اس کے لئے یہ ایک فطری سی بات ہو۔ چھوٹے چھوٹے قدموں

سے وہ گویا ناچتی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ ہسپتال کے مقابلے میں جہاں وہ محنت مزدوری کی عظمت کا احساس دلاتی تھی وہ کچھ شرمائی ہوئی سی تھی مگر مارٹن کی طرف دیکھتے وقت اس کے چہرے پہ خود اعتمادی جھلک رہی تھی۔

"کیوں، میرے آنے سے خوش ہو؟" مارٹن نے پوچھا۔

وہ سوچنے لگی۔ چھوٹے چھوٹے سوالات پر سنجیدہ سی صورت بنا لینے کا فن اُسے خوب آتا تھا (مگر یہ ایک بچے کی سی سنجیدگی ہوتی نہ کہ کسی سیاست دان یا دفتر کے بنیجر کی) اُس نے تسلیم کیا "ہاں مجھے خوشی ہوئی۔ میں تو ڈر رہی تھی کہ واپس جا کر تم میری گستاخی پر جھلاؤ گے اور میں تم سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔ مجھے جراثیمیات کے لئے تمہارا خبط بہت اچھا لگا۔ میں بھی ایک جنونی ہوں تربیت حاصل کرنے والے جو ڈاکٹر ہوتے ہیں نا ——— وہ بڑی شان دکھاتے پھرتے ہیں ——— نیا نیا سٹیتھ سکوپ گلے میں لٹکا کر وہ بڑا اکڑتے ہیں۔ ہائے۔ ارے ہاں مجھے بہت خوشی ہوئی تمہارے آنے سے.......... اور میں نے یہ قبول کر لیا، کتنی بے وقوف ہوں میں بھی!"

"تمہارے اس اعتراف سے تمہاری دلکشی میں اضافہ ہوا ہے!" اس مصیبت میں وہ بے خود سا ہو رہا تھا اور اسی بے خودی میں اس نے لیورا کا ہاتھ دبایا۔

"کیا تم یہ تو نہیں سمجھو گے کہ میں ہر ڈاکٹر اور لڑکے کے ساتھ اس طرح آزادی سے گھومتی ہوں؟"

"لیورا، کیا تم بھی تو نہیں سمجھو گی کہ میں ہر خوبصورت لڑکی کو یوں لے کے گھومتا ہوں؟ قسم ہے تم مجھے بہت اچھی لگیں اور میں نے محسوس کیا کہ ہم دوست بن سکتے ہیں۔ کیا نہیں؟ کیا میں جھوٹ کہتا ہوں؟"

"ہائے اللہ ابھی سے میں کیا جانوں۔ اچھا بھئی ہم ڈنر کہاں کھانے جا رہے ہیں؟"

"گرینڈ ہوٹل میں!"

"ہائے توبہ وہ تو بہت مہنگا ہے۔ کیا تم بہت رئیس ہو؟"

"نہیں رئیس تو نہیں ہوں۔ میرے پاس تو اسی قدر پیسہ ہے کہ میڈیکل سکول کا کورس پاس کر لوں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ——"

"آؤ بجائے میں چلیں وہ بہت اچھی جگہ ہے اور مہنگی بھی نہیں!"

مارٹن کو یاد آیا کہ میڈلن نے کئی بار اشارتاً زینتھ کے سب سے شاندار ہوٹل "گرینڈ" میں جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ لیورا کے ساتھ وہ اس قدر منہمک تھا کہ میڈلن کا خیال اُسے بس اسی وقت چند منٹوں کے لئے آیا۔ لیورا کے مزاج میں اُسے ایک طرح کے لاابالی پن اور سادگی کا احساس ہوا۔ اینڈر یو جیکسن ٹوزر جیسے شخص کی بیٹی میں ایسی خصوصیات کا ہونا واقعی تعجب خیز تھا۔ وہ عورت تو تھی مگر حکم نہیں چلاتی تھی۔ اس پر مردوں کی اصلاح کا جنون نہیں سوار ہوتا تھا۔ نہ ہی تو وہ دکھاوے کی محبت جتاتی اور نہ ہی سرد مہری کا اظہار کرتی۔ حقیقت میں وہ پہلی لڑکی تھی۔ جس کے ساتھ مارٹن نے احساس کمتری کو جھٹک کر بلاجھجک بات کی۔ لیورا کو شاید ہی بات کرنے کا موقعہ ملا ہو کیونکہ گاٹلب کے مُرید کی حیثیت میں اس نے اپنے دل کی ایک ایک بات اسے بتا دی۔ میڈلن کے لیے تو گاٹلب شادی کی عظمت اور الیسٹر کی طہارت کا مذاق اُڑانے والا بوڑھا شیطان تھا۔ اور کلف کے نزدیک گاٹلب ایک بہت بڑا "بور" تھا۔ مگر جب مارٹن نے میز پر مکا مارتے ہوئے اپنے مُرشد کا یہ قول دہرایا تو لیورا کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ "آج تک سائنس کے میدان کی تحقیق، جس میں اہرلچ کا کام بھی شامل ہے، محض تجربوں اور غلطیوں کے پلندے پر مشتمل رہی ہے۔ تجرباتی طریقہ، جو کہ سائنٹیفک طریقے کی ضد ہے، کے ذریعے ہم آنے والے حالات کی پیشین گوئی کرنے کے لئے ایک اصول عمومی کی تلاش کرتے ہیں۔ ایک ایسا اصول عمومی جو مختلف اشیائے مدرکہ پر حاوی ہو سکے ——"

میز کی دوسری طرف بیٹھی ہوئی لیورا کو اس نے تقریباً گھورتے ہوئے بڑے عقیدت مندانہ لہجے میں یہ الفاظ کہے اور پھر اپنے الفاظ پر بہت زور ڈالتے ہوئے

کہا۔" تم نے دیکھا کہ تجارتی ڈاکٹروں کی طرح بال کی کھال نکالنے والے ان مشینی محققوں کو وہ کس قدر پیچھے چھوڑ گیا ہے؟ کیوں آئی بات سمجھ میں؟"

"ہاں آ گئی سمجھ میں بات۔ جو کچھ بھی ہو اس کے لئے تمہاری عقیدت اور تمہارا جوش تعریف کے قابل ہے مگر برائے خدا مجھ پر یوں رعب نہ جماؤ۔"

"کیا میں رعب جما رہا ہوں۔ میرا یہ مطلب تو نہیں مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ یہ بے وقوف پروفیسر اتنی معمولی باتیں بھی نہیں سمجھتے تو مجھے ذرا جوش آ جاتا ہے۔"

مارٹن نے اپنا لیکچر پھر سے شروع کر دیا اور حالانکہ لیورا کی سمجھ میں وہ بھاری بھرکم تھیوریاں نہیں آئیں مگر وہ اس کی جوش بھری باتوں کو بڑے غور سے سنتی رہی اور ان سے محظوظ ہوتی رہی۔ میڈلن کی طرح بار بار ٹوک کر اس کی فہمائش کرنے کی اس نے کوشش نہیں کی۔

لیورا نے آخر اسے متنبہ کیا کہ دس بجے کے بعد وہ ہسپتال کے باہر نہیں رہ سکتی۔

"اوہ خدایا میں کس قدر بولتا رہا ہوں۔ تم اکتا تو نہیں گئیں؟"

"نہیں مجھے بہت مزا آیا۔"

"میں بھی کیسا بدھو ہوں اس قدر زور زور سے یہ ٹیکنیکل قسم کی باتیں کرتا رہا ہوں۔"

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ تم نے مجھے یہ تمام باتیں سنانے کے قابل سمجھا۔ میں ایسی سنجیدہ مزاج تو نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی ذہین ہوں۔ مگر جب میرے دوست سمجھتے ہیں کہ میں ان کی تمام باتیں سننے کی صلاحیت رکھتی ہوں تو مجھے بہت مزا آتا ہے۔ اچھا اب خدا حافظ۔"

دو ہفتوں میں دو بار انھوں نے اکھٹے ڈنر کھایا۔ اس دوران میں مارٹن نے میڈلن کے فون کرنے کے باوجود صرف دو بار اپنی اس ایماندار محبوبہ سے ملاقات کی۔ جس کا نام میڈلن تھا۔

اس نے لیورا کے گھر گھاٹ کی تمام باتیں معلوم کر لیں۔ اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی ایک بیمار و چچی زینتھ میں رہتی ہے۔ اُسی کے بہانے سے وہ اتنی دُور ہسپتال کے کام کی تربیت کے لئے آسکی ہے۔ اُسے پتہ چل گیا کہ نارتھ ڈاکوٹا کے چھوٹے سے گاؤں وٹسل ویمنا میں جھونپڑی نما مکانوں کی ایک قطار ہے جس کے آخر میں گندم کے گودام بنے ہیں۔ اس نے یہ بھی جان لیا کہ لیورا کا باپ اینڈریو جیکسن ٹوزر، جسے کبھی کبھی جیکاسن ٹوزر بھی کہتے، ان گوداموں کا مالک ہے، وہ دودھ مکھن بیچنے کی دوکان چلاتا ہے اور قصبے کا سب سے ممتاز شہری تسلیم کیا جاتا ہے۔ اینڈریو جیکسن اپنے علاقے میں واقعی ایک ممتاز حثییت رکھتا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے بنک کا مالک تھا۔ ایک پارسا آدمی کی طرح بدھ کی شام کو ہونے والی پرارتھنا سبھا میں شریک ہوتا اور لیورا اور اس کی ماں کو دیئے جانے والے ایک ایک پیسے کا حساب رکھتا۔ مارٹن کو گلہری جیسے دانتوں اور سنہری فریم کی عینک لگانے والے اس کے بھائی برٹ ٹوزر اور اس کے خزانچی اور دوسرے عملے کے متعلق بھی علم ہو گیا جو کہ اس کے باپ کے ایک کمرے والے چھوٹے سے بینک میں کام کرتا تھا۔

اور مارٹن کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہاں کے یونائیٹڈ برادرن چرچ میں چکن سلاد ملتا ہے اور کافی پلائی جاتی ہے، مارٹن لوتھر کے پیروکار جرمن کسان پرانے دنوں کے بھجن گاتے ہیں اور پولستانی، بالستانی اور بوہیمیا کے کسان بھی وہاں رہتے ہیں اور گاؤں کے چاروں طرف کھیتوں میں گیہوں کی بالیاں سر اُٹھائے کھڑی رہتی ہیں جیسے بادلوں سے باتیں کر رہی ہوں۔ لیورا اُسے ہمیشہ ایک عجیب و غریب اطاعت شعار سا بچہ نظر آتی جو گھر کا اکتا دینے والا کام کاج کرنے کے باوجود یہ آس لگائے بیٹھی تھی کہ ایک روز وہ ایک ایسا ساتھی تلاش کرے گی۔ جو اُسے ساری دنیا کی سیر کرائے گا۔

لیورا بہت ہچکچاتے ہوئے اُسے اپنے گھر اور اپنے بچپن کی باتیں بتانے کی کوشش کرتی۔ آخر میں ایک روز مارٹن نے بڑے جوش سے کہا "میری جان، یہ سب

باتیں بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ تم مجھ سے شادی کرو گی۔"

اس ریستوران میں جہاں سوائے اُن کے عل غپاڑے کے کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ انھوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو دباتے ہوئے آنکھوں کے اشارے سے وفا کے پیمان باندھے۔ لیورا کے پہلے الفاظ تھے۔

"میں تمہیں 'سینڈی' کے نام سے پکارنا چاہتی ہوں مگر یہ نہیں معلوم کہ کیوں۔ حالانکہ اس نام کی تم سے کوئی مطابقت نہیں پھر بھی نہ جانے کیوں سینڈی کے لفظ سے میرے دماغ میں تمہاری تصویر بنتی ہے۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں جانِ من۔"

مارٹن گھر واپس آگیا۔ اب وہ بیک وقت دو لڑکیوں سے وابستہ تھا۔

(۴)

اس نے اگلی صبح میڈلن سے ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ شرافت کے تواعد کے پیشِ نظر مارٹن کو اپنے آپ پر شرم آنی چاہیئے تھی۔ اس نے اپنے آپ کو یقین دلایا کہ وہ حقیقت میں اپنے رویّے پر نادم ہے مگر اس کا یہ احساس بالکل سطحی تھا۔ اسے میڈلن کی سب باتیں یاد آنے لگیں۔ اس کا جوش و خروش جس پر اسے ترس آتا، وہ جاپانی باغ اور چمڑے کی جلدوں والے نظموں کے مجموعے جنہیں وہ بڑے پیار کے ساتھ تھپتھپایا کرتی تھی۔ مارٹن کو وہ نکٹائی بھی یاد آئی جو میڈلن نے اس کے لئے خریدی تھی۔ اُسے یہ بھی یاد آیا کہ جب وہ مصوّر رسائل کی تصویروں والے خوبرو لڑکوں کی طرح اپنے بال بناتا تو میڈلن اُسے بہت فخر سے دیکھتی۔ مارٹن کو اپنی بے وفائی پہ بڑا رنج تھا۔ مگر لیورا کی رفاقت اس قدر ٹھوس حقیقت تھی کہ بے وفائی کے گناہ سے بچنے کی جدوجہد میں وہ ناکام رہا۔ لیورا کی دوستی اس کی روح کو تنگ راستوں سے

نکال کر وسیع میدانوں میں لے آئی تھی۔ اپنے دل میں وہ میڈلن کی خوبیوں کی وکالت کرتا اور اپنے آپ کو بتاتا کہ لیورا ایک معمولی اور نکمّی سی لڑکی ہے۔ جو اکیلے میں "چیونگم" کھایا کرتی ہے اور جسے اپنے ناخنوں کے تراشنے اور صاف کرنے کی بھی پروا نہیں مگر لیورا کی چاہت ان وسوسوں پر غالب آجاتی۔ لیورا کی سادگی پر اس کے اپنے اندر کے عامیانہ پن کو پیار آتا۔ اُن دونوں میں یہ قدر مشترک تھی یہی خصوصیت لیورا کی خوش و خرم زندگی کی اساس تھی اور یہی اُس کے اپنے سائنسی تجسس کی محرک تھی۔

اس بدبخت، منحوس دن مارٹن لیبارٹری میں کچھ کھویا کھویا سا بیٹھا تھا۔ گاٹلب کو دوبارہ پوچھنا پڑا کہ آیا اس نے نئے جراثیم تیار کئے ہیں کہ نہیں۔ گاٹلب ایک ایسا فرعون تھا جو پھسڈی لڑکوں کے مقابلے میں اپنے منظورِ نظر طلبا کے ساتھ زیادہ سختی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ وہ غرایا "ایروسمتھ، کیا تم دیوانے تو نہیں ہو گئے میرے خدا کیا مجھے ساری عمر اس پاگل کے ساتھ گزارنی ہوگی۔ میں ساری عمر تو اکیلا کام نہیں کرسکتا۔ مارٹن کیا تم مجھے مایوس کرو گے؟ نہ جانے کیا بات ہے دو تین روز سے تم کام میں دلچسپی نہیں لے رہے"۔

مارٹن زیر لب کہتا رہا۔ "کیا پیارا آدمی ہے"۔ اس اُلجھے ہوئے "موڈ" میں اس نے میڈلن کی سب خامیوں کو ایک ایک کر کے گنا ــــ اس کا تصنع نمود و نمائش، اس کا بار بار اعتراض کرنا، اس کی مطلب پرستی اور بنیادی باتوں کے بارے میں اس کی لاعلمی۔ اس کی یہ سب خصوصیات وہ دہراتا رہا۔ پارسائی، نیکی اور حُسن سیرت کا تقاضا تھا کہ میڈلن کو چھوڑ دینا ہو گا جیسے آدمی کسی کی جھڑکی کو ذہن سے جھٹک کر نکال دیتا ہے۔ مارٹن نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ شام کو جب وہ اس کے پاس جائے گا تو پہلے وہ بات چیت کے دوران میں میڈلن کی نکتہ چینیوں پر سخت برہم ہو گا۔ پھر اسے معاف کر کے یہ رشتہ منقطع کر لے گا اور اپنی زندگی کو مضبوط ارادے کے ساتھ پہلے کی طرح سیدھے اور صاف راستے پر لے آئے گا۔

مگر اس شام میڈلن نے کسی طرح کی نکتہ چینی یا شکایت نہیں کی ـــــــ مارٹن کو آتا دیکھ کر وہ اس کی طرف دوڑی۔ " ہائے تم کس قدر تھکے ہوئے لگتے ہو! تمہاری آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں۔ کیا بہت محنت کرتے رہے ہو؟ مجھے کس قدر افسوس ہے یہ تمام ہفتہ تم ادھر نہیں آپائے۔ ایسا سخت کام کرکے تمہیں اپنے آپ کو مار ڈالنا نہیں چاہیے۔ ذرا سوچو تو ابھی جانے کتنے برس تمہیں معرکتہ آرا کام کرنے ہیں۔ تمہیں بھی تم آرام کرو۔ میں باتیں نہیں کروں گی۔ اماں تو سینما دیکھنے گئیں ہیں۔ یہاں بیٹھو، دیکھو میں یہ تکئے یہاں رکھ دیتی ہوں، تم ٹیک لگا لو۔ اگر دل چاہتا ہو تو سو جاؤ ـــــــ اور میں تمہیں یہ نظم پڑھ کر سناؤں گی۔ سچ کہتی ہوں تم اسے بہت پسند کروگے۔"

اس نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اسے پسند نہیں کرے گا۔ اور چونکہ اس کی حس ظرافت بالکل مردہ تھی اس لئے غالباً یہ اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آئے گی مگر نظم کی چنیت نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا ہی لی حالانکہ لیورا کی سُست و نرم آواز کے مقابلے میں میڈلن کی آواز سیٹی ایسی تیز تھی مگر وہ کچھ ایسے اشتیاق سے اسے پڑھ کر سنا رہی تھی کہ اُسے صدمہ پہنچانے کے خیال سے ہی مارٹن کو شرم آنے لگی۔ اُسے محسوس ہوا کہ میڈلن اپنے پر تصنع انداز کے باوجود ایک بچّے کی طرح ہے اس کے برعکس پختہ کار، نڈر لیورا اسے حقیقی اور مکار دنیا کی باسی نظر آئی۔ اس وقت میڈلن کو لعنت ملامت کرنے کا خیال اس سے کوسوں دُور بھاگ گیا۔

وہ اس کے پاس بیٹھی ملتجیانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ " ہائے تم پورا ہفتہ نہیں آئے، تمہارے بغیر میں کتنی اُداس تھی۔"

اور یوں اس نے دونوں عورتوں سے بے وفائی کی۔ لیورا نے ہی اُس کے اندر کے مرد کو بیدار کیا تھا اور حقیقت میں وہ لیورا ہی تھی جس پر وہ اس وقت اپنی محبتیں نچھاور کر رہا تھا۔ لیکن میڈلن یہ سمجھ کر کہ اُس کے دہکتے ہوئے جذبات اُسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں، منمنائی۔ " میں کتنی خوش ہوں کہ تمہیں میرے پاس آکے مسرت ہوتی ہے۔" تو وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ وہ لیورا کی باتیں کرنا چاہتا تھا، چیخ

بیچ کر لیورا کا نام لینا چاہتا تھا، وہ اسے ہر طرف دیکھنا چاہتا تھا ـــــ اپنی راحتِ جان کو۔ بڑی مشکل سے بے دلی کے ساتھ وہ میڈلن کے لئے تعریف و توصیف کے چند کلمے کہہ سکا۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم تم بڑی حسین و جمیل ہو اور انگریزی زبان کی بہت بڑی سکالر ہو اور جب میڈلن مارٹن کی سرد مہری اور بے التفاتی پر مایوسی کے عالم میں منہ پھاڑ کر اس کی طرف تکنے لگی تو وہ دس ہی بجے بھیگی بلی بنا وہاں سے کھسک آیا۔

وہ بھاگا بھاگا کلف کلاسن کے پاس گیا۔ لیورا کے متعلق اُس نے کلف کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ کلف کی طعن و تشنیع کی عادت سے وہ بہت آزردہ ہوتا تھا۔ کسی قسم کی آہٹ پیدا کئے بغیر اپنے کمرے میں داخل ہونے پر مارٹن نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو شاباش دی۔ کلف مطالعے کے میز پر ننگے پاؤں رکھے کرسی پر پیٹھ ٹکا کر بیٹھا شرلاک ہومز کی ایک کہانی پڑھ رہا تھا۔ اس کتاب کو اس نے علم طب کے متعلق آسلر کی ضخیم سی کتاب کے اوپر رکھا ہوا تھا، جسے ابھی دانستہ میں وہ پڑھنا چاہتا تھا۔

"کلف کچھ پیو گے بھئی میں تو بہت تھکا ہوا ہوں۔ آؤ ذرا بارنے کی دوکان تک چلیں۔ شاید وہاں ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے۔"

"خدا کی قسم آج تو تمہارے منہ میں بھی زبان ہے۔ آج تو تمہارے دماغ کے کیڑے بھی کلبلا رہے ہیں۔"

"اچھا اچھا اپنی یہ ہوشیاری رہنے دو۔ آج میں بہت بیزار ہوں۔"

"آہا کیا دیوی جی میڈلن تم پر کرودھت ہو رہی ہیں ـــــ کیا اپنے پیارے مارٹیکنز پر وہ بہت ناراض ہوتی ہیں؟ اچھا آؤ چلیں کچھ پی پلا لیں۔"

اُس نے راستے میں پروفیسر رابرٹ شا کے متعلق مارٹن کو تین نئی باتیں بتائیں۔ تینوں نحش اور زیادہ تر بے بنیاد واقعات پر مبنی تھیں یہ باتیں سنا کر اس نے مارٹن کی تقریباً ساری پژمردگی دور کر دی۔ بارنے کی دوکان میں تمباکو، بیڑی سگرٹ بیچا

جاتا تھا۔ یہاں جو کبھی ہوتا تھا اور مجالس میں چونکہ لوگوں نے اپنی مرضی سے شراب بندی کر رکھی تھی۔ اس لئے مے نوشوں کے لئے یہ شراب خانے کا مفید کام بھی دیتی تھی۔ کلف اور لمبے لمبے بالوں والے بار نے بڑی گرم جوشی سے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا،

"بار نے تم پر خدا کی رحمت ہو اور تمہارے خون کی گردش بغیر کسی رکاوٹ کے چلتی رہے۔ اس خوشی میں کام بڈ، پروفیسر، ڈاکٹر، کرنل ایگبرٹ ایروسمتھ اور بین سٹابری کا ایک ایک ادھا پیئں گے۔"

"واللہ کلف صاحب آپ نے تو اچھا خاصہ شعر بنا دیا۔ جب آپ ڈاکٹر ہو جائیں گے اور مجھے اپنا بازو کٹوانا ہو گا تو میں ضرور آپ کے پاس آؤں گا۔ کیوں جناب سٹابری کا ادھا پیئں گے؟"

بار نے کی دوکان میں سامنے کا کمرہ کسی اثر پرستانہ مصوّر کی کاوشوں کا نتیجہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کمرے میں ایک تاش کھیلنے کی میز رکھی تھی۔ اور علاوہ اس کے سگرٹوں کے ڈھیر، چاکلیٹ بار، تاش کے پتے اور کھیل کے نمبر تحریر کرنے والے گلابی رنگ کے کاغذ بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے۔ پچھلے کمرے میں ایسی بے ترتیبی نہیں تھی۔ یہاں میٹھے سوڈے کی بوتلوں کے ڈبے تھے۔ برف رکھنے کا ایک بہت بڑا بکس تھا۔ دو چھوٹی چھوٹی میزیں تھیں جن کے ساتھ ٹوٹی ہوئی کرسیاں تھیں۔ بار نے نے ایک بوتل میں سے سوڈا انڈیلا اور بڑی تیز قسم کی پچھی وہسکی کے دو گلاس تیار کر دیئے۔ کلف اور مارٹن انہیں کونے میں ایک میز پر لے گئے۔ شراب بہت جلد اثر کرنے لگی اور مارٹن کی افسردگی اور ذہنی الجھن رجائیت میں بدل گئی۔ اس نے کلف کو بتایا کہ وہ... "آدرش واد" کے نلسفے کو جھٹلانے کے لئے ایک کتاب لکھے گا۔ درحقیقت اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے اس دو رنگی عشق کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک چال چلے گا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے سوچ لیا کہ وہ میڈلن اور لیورا کو دوپہر کے کھانے پر ایک ہی جگہ بلائے گا۔ اور ساری حقیقت بیان کر دے گا۔ پھر دیکھے گا کہ ان میں سے کون آسے

واقعی پیار کرتی ہے۔ جب اُسے اچھی طرح نشہ چڑھ گیا تو اس نے بہت شور مچایا۔ پھر اس نے وہسکی کا ایک اور گلاس لیا۔ اس نے کلف کو کہا کہ وہ بہت شاندار آدمی ہے اور بار نے سے کہا کہ رفاہ عام کے کام اس کی طرح اور کوئی نہیں کر سکتا اس کے بعد وہ لڑکھڑاتا ہوا پبلک ٹیلی فون بوتھ میں چلا گیا۔ جہاں سے کہ فون کرنے والے کی آواز باہر نہیں آتی تھی۔

جب اس نے زینتھ کے جنرل ہسپتال میں ٹیلی فون کیا تو ادھر سے رات کی ڈیوٹی کے نگران سپرنٹنڈنٹ نے ریسیور اٹھایا۔ یہ شکّی مزاج آدمی بڑی روکھی آواز میں بولا۔ "پروبیشن پر آنے والی نرس کو بلانے کا یہ کوئی وقت ہے۔ معلوم ہے اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ اور آپ ہیں کون؟"

مارٹن نے بڑے اعتماد اور غصّے سے کہا "میں تمہیں بتا دوں گا کہ کون ہوں"۔ پھر اس نے بتایا کہ وہ لیورا کی بوڑھی چچی کا پیغام پہنچانا چاہتا ہے۔ جس کی کہ حالت سخت خراب ہے اور اگر وہ اس بے گناہ کی موت کا ذمّہ دار بننا چاہتا ہے ——

جب لیورا نے فون اُٹھایا تو مارٹن نے جلدی جلدی اور بڑی متانت اور سنجیدگی سے بات کی جیسے وہ اجنبی لوگوں کی حملہ آور بھیڑ میں سے نکل کر اس کی محفوظ پناہ میں آ گیا ہو۔

"لیورا میں سینڈی ہوں۔ کل ساڑھے بارہ بجے مجھے گرینڈ ہوٹل کے برآمدے میں ملنا۔ ضرور بہت ضروری کام ہے! کسی نہ کسی طرح نکلنے کا انتظام کر لو —— تمہاری چچی بیمار ہے"؛

اس نے صرف اس قدر کہا "بہت اچھا ڈیئر شب بخیر"

جب مارٹن نے میڈلن کے ہاں فون کیا تو کئی منٹ تک گھنٹی بجتی رہی۔ پھر مسز ناکس کی آواز آئی جیسے وہ نیند میں بول رہی ہو۔

"ہاں، ہاں کیا ہے؟"

"میں مارٹن ہوں"

"کون ہو؟ کون ہو؟ کیا ہے؟ کیا آپ کو ناکس گھرانے کا نمبر چاہیئے؟"

ہاں ہاں مسز ناکس میں مارٹن ایرد سمتھ بول رہا ہوں"

"اوہ کیا ہے میرے بچے۔ جب تمہارا فون آیا تو میں گہری نیند سو رہی تھی اور نیند کے خمار میں مجھے کچھ نہیں آیا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں بہت ڈر گئی۔ میں نے سوچا کہ شاید میڈلن کے بھائی کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے۔ کیا بات ہے بچے کوئی فکر والی بات تو نہیں؟"

اس بوڑھی، بے سہارا عورت کے اعتماد اور پیار کا جذبہ مارٹن پر غالب آگیا۔ وہ شراب کے نشے سے پیدا ہونے والی تمام چستی وچالاکی بھول گیا۔ زندگی کے بوجھ تلے دبی ہوئی بڑی افسردہ آواز میں اس نے جواب دیا کہ کوئی فکر والی بات نہیں اتنی رات گئے تکلیف دینا تو نہیں چاہتا تھا مگر میڈلن سے ایک بات کہنا بھول گیا۔ ذرا ایک منٹ کے لئے اسے بلا دیجئے تو بہت ——"

میڈلن شدت جذبات سے دیوانی ہو رہی تھی۔ "مارٹی پیارے کیا بات ہے؟ کوئی تشویش والی بات تو نہیں۔ اتنی جلدی کیا کام آپڑا، ابھی تو تم یہاں سے گئے ہو —"

"سنو میری جان، ایک بات تمہیں کہنی بھول گیا۔ زینتھ میں میرا ایک بہت ہی عزیز دوست ہے۔ جس سے میں تمہیں ملانا چاہتا ہوں۔"

"کون ہے وہ؟"

کل تم خود ہی دیکھ لینا۔ سنو میں چاہتا ہوں۔ کل تم آؤ —— دوپہر کے کھانے پر ملو۔" اور پھر اس نے بڑے بے ڈھب ظریفانہ انداز میں کہا "گرینڈ ہوٹل میں تم سب کو اتنا کھلاؤں گا کہ تمہارے پیٹ پھٹ جائیں گے"۔

"ہائے اللہ کیا مزے دار پروگرام ہے!"

"اس لئے میں چاہتا ہوں کہ کل گیارہ بج کر چالیس منٹ پر کالج کے احاطے سے باہر بس اسٹینڈ پر ملو۔ کیا آسکتی ہو؟"

"مجھے پسند آیا یہ پروگرام مگر —— گیارہ بجے میں نے ایک سہیلی کو وقت

دے رکھا ہے اور میں یہ وعدہ توڑنا نہیں چاہتی۔ مِسے ہارمون سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کے لئے مارکیٹ چلوں گی۔ وہ ایسے جوتے خریدنا چاہتی ہے جو اس کے ریشمی بلاؤز کے ساتھ پہنے جا سکیں۔ اور ہم نے سوچا تھا کہ دوپہر کا کھانا کالج کار والنسرائے میں کھائیں گے۔ اور میرا کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اس کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ سینما دیکھنے جاؤں گی۔ اماں کہتی ہیں کہ نئی الاسکا فلم بہت ہی شاندار ہے۔ انھوں نے آج شام دیکھی۔ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد تو یہ اتر جائے گی۔ فلم دیکھنے کے بعد مجھے فوراً گھر آ کے پڑھنا چاہیئے۔ اور کہیں نہیں جانا چاہیئے۔"

"سنو یہ ملاقات بہت ضروری ہے۔ کیا تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں؟ اچھا بتاؤ کہ آؤ گی یا نہیں؟"

"ہائے اللہ یہ کیا بات ہوئی، میں تم پر اعتبار کیوں نہیں کرتی۔ اچھا میں آنے کی کوشش کروں گی گیارہ چالیس پر۔ ہیں نا؟"

"ہاں"

"کالج سکوئر میں یا بلتھ مین والی کتابوں کی دوکان کے پاس؟"

"کالج سکوئر میں۔"

جب وہ ڈبے جیسے بند ٹیلی فون بوتھ سے کلف کے پاس واپس آیا تو اس کے کانوں میں میڈلن کی نرم و پیاری آواز گونج رہی تھی۔ میں تم پر اعتبار کیوں نہیں کرتی۔ میں آنے کی کوشش کروں گی۔"

کلف نے مارٹن کی مرجھائی صورت دیکھ کر تعجب سے پوچھا۔ کاہے کا غم ہے؟ کیا تمہاری بیوی کا انتقال ہو گیا یا تمہاری فٹ بال کی ٹیم میچ ہار گئی۔ ؟ یہ آوارہ گرد بارنے پتہ نہیں کہاں مر گیا ہے۔ ارے سٹابری کا ایک ادھا ڈالنا، جلدی، ڈاکٹر، میرے خیال میں تمہیں کسی طبیب کو بلانا چاہیئے۔"

"بکواس نہ کرو۔" اس سارے مذاق کا مارٹن بے دلی کے ساتھ یہی جواب

دے سکا۔ ٹیلی فون کرنے سے پہلے اس کی طبیعت شگفتہ سی تھی۔ اس نے کلف کی تعریف کی تھی کہ وہ تاش بہت اچھی کھیلتا ہے اور بار نے کو "بوڑھے بچھو" کا لقب دیا تھا۔ مگر اب جبکہ اس کا پیارا دوست اس کی دلجوئی کرنے لگا تو وہ گم صُم سا بیٹھ گیا اور بڑبڑا کے ایک طرح کے تجزیہ سے انداز میں اسی قدر کہہ سکا۔ "اگر تم جانتے میں کیسی کیسی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں۔ جس طرح کے چکر میں میں پھنسا ہوں اس سے تمہارا واسطہ پڑے تو تم سے چت ہو جاؤ۔"

"کلف گھبرا گیا۔" دیکھو میاں، اگر تم قرضدار ہو تو میں کسی طرح روپے کا انتظام کردوں گا۔ اگر تم نے میڈلن کے ساتھ محبت کی پینگ زیادہ بڑھالی ہو تو ــــ؟"

"تم تو بور کردیتے ہو یار۔ تمہارے دماغ میں کس قدر غلاظت بھری ہے۔ میں تو میڈلن کو ہاتھ لگانے کے قابل بھی نہیں۔ میں اس کی بہت عزت کرتا ہوں۔"

"تو پھر جہنم میں جاؤ، اچھا خیر، کاش میں تمہارے لئے کچھ کرسکتا۔ اچھا ایک ادھا اور پیو۔ بار نے میاں ذرا جلدی سے آنا۔"

مزید چند جام پینے سے نشے کی ترنگ میں مارٹن سب فکروں سے بے نیاز سا ہوگیا اور تین پڑھا کو قسم کے لڑکوں سے لڑائی مول لینے ہی والا تھا کہ کلف اسے بڑی منت سے گھر گھسیٹ لے گیا۔ صبح جب مارٹن اٹھا تو درد سے اس کا سر پھٹ رہا تھا اور یہ خیال بار بار اسے کھائے جا رہا تھا کہ دوپہر کے کھانے پر میڈلن اور لیودا دونوں کا ایک ساتھ سامنا کرنا ہوگا۔

(۵)

میڈلن کے ساتھ زینتھ تک آدھ گھنٹے کا سفر مارٹن کے لئے بہت ہی صبر آزما ثابت ہوا۔ اس کے لئے ایک ایک منٹ گزارنا مشکل ہو رہا تھا کیونکہ یہ ایک ایک منٹ

آدھ آدھ گھنٹے کے برابر تھا۔ سفر کے دوران میں جب وہ سوچتا کہ دو منٹ بعد موقع و محل کے مطابق کیا بات کرنی چاہیے تو اس کے کان میں دو منٹ پہلے کی کہی ہوئی کوئی بے موقع اور بھونڈی سی بات گونجنے لگتی۔ اس نے میڈلن کی توجہ اپنے اس "عزیز دوست" سے ہٹانے کی بہت کوشش کی جسے وہ ملنے جا رہے تھے۔ بے وقوفوں کی طرح بھدے سے انداز میں ہنستے ہوئے اس نے بارنے کی دوکان پر گزری واردات سنائی مگر وہ اپنی بات میں کوئی مزاح پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور جب میڈلن نے اسے شراب کی برائیوں اور بداخلاق لوگوں سے میل جول رکھنے کے نقصانات پر وعظ دینا شروع کیا تو اس نے ایک طرح سے اطمینان کا سانس لیا۔ مگر میڈلن کی توجہ اس "عزیز دوست" سے ہٹانے میں وہ پھر بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

"کون ہے جس سے ہم ملنے جا رہے ہیں؟ تم اتنی رازداری سے کام کیوں لے رہے ہو؟ کیا یہ سب کچھ مذاق تو نہیں؟ ہمیں کسی سے ملنا بھی ہے کہ نہیں؟ کیا یہ سب کچھ اماں سے بچ کر نکلنے اور گرینڈ میں اکھٹے تھوڑی سی شراب پینے کا بہانہ تو نہیں؟ ہائے اللہ گرینڈ میں لنچ کھانے کی میری کس قدر تمنا تھی۔ حالانکہ میرے خیال میں اس کا فرنیچر کچھ دقیانوسی قسم کا ہے مگر پھر بھی بڑا شاندار ہے۔ کیوں میرا خیال ٹھیک تھا نا ڈارلنگ؟"

"نہیں کوئی ہے۔ اچھا ہم کسی سے ملنے جا رہے ہیں۔"

"تو پھر تم بتاتے کیوں نہیں کہ وہ کون ہے؟" "بچ بارٹ تم کتنا دق کرتے ہو۔"

"اچھا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ وہ لڑکا نہیں ہے، لڑکی ہے۔"

"ہائیں!"

"وہ ـــــ دیکھو نہ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے طرح طرح کاموں سے ہسپتالوں میں جانا پڑتا ہے اور زینتھ جنرل ہسپتال کی نرسوں نے میری بہت مدد کی ہے۔" اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور آنکھیں جل رہی تھیں۔ چونکہ لنچ کے لمحات کا عذاب اب اسے ناگزیر معلوم ہونے لگا تھا اس لیے اس نے سوچا کہ اس سزا سے بچنے کی کوشش

فضول ہے۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔" ایک نرس تو ان میں غضب کی
ہے۔ اس نے بیماروں کی تیمارداری کا کام اتنا اچھا سیکھ لیا ہے کہ کیا بتاؤں۔ پہلے میں
تو قائل ہو گیا اس کا۔ اور یوں بھی وہ اچھی لڑکی ہے۔ مس ٹوزر ہے اس کا نام۔
اُسکے نام کا ابتدائی لفظ شاید لی ہے۔ اس کا باپ نارتھ ڈاکوٹا میں بہت بڑا آدمی
ہے۔ بہت امیر ہے۔ ایک بڑے سے بینک کا مالک ہے۔ میرے خیال میں نرس
کا کام وہ صرف اسی لئے کر رہی ہے تاکہ دنیا کے لئے کچھ مفید بن سکے"! مارٹن نے
میڈلن کے ہی انداز میں شاعرانہ بلندیوں پر اڑنا شروع کر دیا۔" میرے خیال میں
تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرو گی۔ یاد ہے تم کہہ رہی تھیں کہ مجالس میں اونچے
مقاصد کو سراہنے والی لڑکیاں بہت کم ہیں"!

"ہاں"! میڈلن نے دور کسی چیز پر نظریں جما دیں جیسے یہ سب کچھ سن کر اُسے
کوئی خوشی نہ ہوئی ہو۔" ہاں مجھے اس سے مل کر ضرور خوشی ہوگی۔ تمہارے کسی بھی
دوست ——— ہائے مارٹ تم عشق کے چکر میں تو نہیں پھنس گئے میں نہیں چاہتی ان
نرسوں سے تم بہت زیادہ دوستیاں کرو۔ میں ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی
مگر میں نے سنا ہے کہ بعض نرسیں تو مردوں کو جال میں پھنسانے میں ماہر ہیں"!

"میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ لیورا ایسی نہیں ہے"!

"نہیں میں بھی یہی سمجھتی ہوں مگر ——— ہائے مارٹ تم ان نرسوں کو اپنے
بھولے پن سے فائدہ اُٹھانے تو نہیں دو گے؟ میرا مطلب ہے تمہارے بھلے کی بات
ہے یہ۔ ان کے پاس دل لبھانے کا بڑا سامان ہوتا ہے۔ بے چاری میڈلن تو لڑکوں
کے گرد چکر نہیں کاٹ سکتی ——— تم بڑے ماہر نفسیات بنتے ہو مارٹ مگر
سچ کہتی ہوں کوئی بھی چالاک عورت تمہیں انگلیوں پر نچا سکتی ہے"!

"میرا خیال ہے میں اپنا خیال آپ رکھ سکتا ہوں"!

"ہائے میرا مطلب ہے ——— میرا یہ مطلب تو نہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ یہ ٹوزر
یا جو کوئی بھی ہے ——— میرا خیال ہے بہت اچھی لڑکی ہوگی پر اگر تم ——— تمہارے

دل میں میری جگہ تو ہمیشہ رہے گی نا؟"

جب میڈلن نے اس اضطراب کی حالت میں مارٹن کے ہاتھ دبانے شروع کئے تو دوسرے مسافروں کے وجود کو گویا بھول ہی گئی۔ وہ اس قدر خوفزدہ معلوم ہوتی تھی کہ لیورا پر الزام تراشیاں سننے پر وہ ناراض ہونے کی بجائے مغموم سا ہو گیا۔ اسی اضطراب کی حالت میں میڈلن کی انگلیاں اس کے ہاتھ سے کھیلنے لگیں۔ اس نے بڑے پیار اور آہستگی سے اُسے سمجھایا۔ دیکھو دیکھو میڈ، کچھ تو خیال کرو۔ وہ ساتھ کی سیٹ پر بیٹھا ہوا پاگل ہمیں گھور رہا ہے۔"

بے وفائی کا اگر کوئی جرم مارٹن سے سرزد ہوا تھا تو گرینڈ ہوٹل پہنچنے سے پہلے اس نے اس کی اچھی خاصی سزا بھگت لی۔

۱۹۰۷ء میں "دی گرینڈ" زینتھ کا بہترین ہوٹل تھا۔ سیاحوں کے قیام و طعام کا انتظام کرنے والی کمپنیوں کے سیلز مین اس کا مقابلہ پارک ہاؤس، پالمر ہاؤس اور ولیسٹ ہوٹل سے کیا کرتے تھے۔ بعد میں وسیع و عریض "ہوٹل تھارن لے" کی شان و شوکت سے اس کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ شطرنج کی بساط کے خانوں والا اس کا چمکیلا فرش اب گندہ ہو گیا تھا، سنہری ملمع اتر چکا تھا۔ بڑی بڑی کرسیوں میں لگی چمڑے کی گدیلیں اکھڑتی جا رہی تھیں اور ان گدیلوں کے ادھڑتے ہوئے بخیوں میں سستے قسم کے سگرٹوں کی راکھ جمع ہو گئی تھی۔ مگر اپنے اچھے دنوں میں شکاگو اور پٹسبرگ کے درمیان یہ سب سے بڑھیا طعام گاہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کی چمک دمک مشرقی سلطانوں کے محلات سے آنکھ ملاتی تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی عربوں کے فنِ تعمیر کی طرز پر کئی ایک محراب بنے تھے۔ سیاہ و سفید سنگ مرمر کے فرش اور ملمع چڑھی لوہے کی شہ نشینوں کے اوپر سبز، گلابی، نیلے اور زرد رنگ کی چمکتی ہوئی سات منزلہ عمارت کھڑی تھی۔

انھوں نے لیورا کو برآمدے میں بیٹھے پایا۔ ایک ستون کے گرد لگائے ہوئے بہت بڑے صوفے پر بیٹھی ہوئی وہ بالکل گڑیا سی لگ رہی تھی۔ اس نے خاموش اور منتظر نظروں سے میڈلن کو گھورا۔ مارٹن نے محسوس کیا کہ لیورا غیر معمولی طور پر میلا اور

بدوضع سا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اسے اس بات کی تو ہرگز پروا نہ تھی کہ لیورا کے بھورے بال کیسے بے ڈھنگے طریقے سے چھتری جیسے معمولی سے سیاہ ہیٹ کے نیچے دبائے ہوئے ہیں۔ مگر اُسے میڈلن اور لیورا کے کپڑوں کا فرق بری طرح محسوس ہوا۔ ایک طرف لیورا تھی جس کی قمیض کا تیسرا بٹن غائب تھا، اس کی چارخانی "سکرٹ" اور بھورے رنگ کی بھوری سی جیکٹ تھی۔ دوسری طرف میڈلن نیلی سرج کے چمکتے ہوئے لباس میں ملبوس تھی۔ غصّہ اسے لیورا پر نہیں آ رہا تھا۔ اُن دونوں کا غور سے موازنہ کرتے ہوئے (تکبر یا احساس برتری سے نہیں کہ وہ مرد ہے اور اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا حق حاصل ہے بلکہ اضطراب اور بے چینی سے) اسے پہلے سے بھی زیادہ میڈلن پر جھنجھلاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ اُسے یوں لگا جیسے لیورا کے مقابلے میں میڈلن کا یہ اچھا اور بڑھیا لباس پہن کر آنا اس کی اپنی ہتک ہو۔ مارٹن کی محبت لیورا کی حفاظت کرنے، اسے بچانے، کہیں چھپا کر لے جانے کے لئے بے تاب ہو اٹھی۔

اس دوران میں وہ برابر بڑبڑاتا رہا۔

" میں نے سوچا تمہیں ایک دوسرے سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے ـــــ مس ناکس یہ مس ٹوزر سے تمہارا تعارف کراؤں ـــ یہ ہمارا چھوٹا سا جشن ہے۔ ـــــ خوش قسمت کتا دو شہزادیوں کے درمیان ـــــ "

اور دل ہی دل میں وہ اس موقعے پر لعنت بھیجتا رہا۔

اس دوران میں ان دو لڑکیوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہیں کہا اور مارٹن انھیں گرینڈ ہوٹل کے معروف کھانے والے کمرے میں لے گیا۔ یہ کمرہ چمکتے ہوئے جھاڑ فانوسوں، سرخ مخملی کرسیوں، بڑے بڑے چاندی کے برتنوں، سنہری اور سبز وردیوں والے بوڑھے حبشی خدمت گاروں سے بھرا پڑا تھا۔ دیواروں پر پامپئی، وینس، کومو جھیل اور ورسائلز کے مناظر تھے۔

" ہائے کیسی چکاچوند ہے اس کمرے میں" لیورا چہکی۔

میڈلن بھی یہی بات کچھ شاعرانہ ڈھنگ سے کہنا چاہتی تھی۔ مگر اس نے دیواری تصویروں کو ایک بار پھر شروع سے آخر تک دیکھا اور صرف اتنا ہی کہہ گئی۔
"کتنا بڑا ہے یہ کمرہ!"

کھانے کا آرڈر دیتے ہوئے مارٹن کو بڑی اذیت ہو رہی تھی۔ اس عیاشی کے لئے اس نے چار ڈالر علیحدہ رکھ لئے تھے، اس میں بیرے کا انعام بھی شامل تھا۔ اور اس کے نزدیک اچھے کھانے کا معیار یہ تھا کہ ان چار ڈالروں کا ایک ایک پیسہ خرچ ہو جانا چاہیے۔ جب وہ اس پر غور کر رہا تھا کہ "پوری سینٹ جرمن" کھانے کی کیا چیز ہو سکتی ہے اور بدصورت جیشی ویٹر پیچھے کھڑا دیکھ رہا تھا تو میڈلن نے چونکا دینے والی حلیمی سے کہا۔

"مس ٹوزر، مسٹر ایر دسمتھ نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نرس کا کام کرتی ہیں!"

"ہاں ایک طرح سے!"

"کیا آپ کو یہ کام دلچسپ لگتا ہے؟"

"خیر — ہاں — میرے خیال میں دلچسپ ہی ہے!"

"میرے خیال میں درد سے تڑپنے لوگوں کو آرام پہنچانا بہت ہی اچھا کام ہے اس میں شک نہیں کہ میرا کام — میں انگریزی میں، ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری لینے کی تیاری کر رہی ہوں —" یہ بات اس نے یوں ہی کہی جیسے وہ کوئی شاہی خطاب لینے والی ہو۔ "یہ بہت خشک اور الگ سی چیز ہے مجھے زبان کے ارتقا اور اس طرح کے دوسرے پہلوؤں پر عبور حاصل کرنا ہے۔ میرے خیال میں آپ جیسی عملی تربیت حاصل کرنے والی لڑکی کو یہ کام کچھ جاہلانہ سا لگے گا!"

"ہاں کیوں نہیں — نہیں نہیں یہ تو بہت دلچسپ ہو گا!"

"کیا آپ زینتھ کی رہنے والی ہیں۔ مس ٹوزر؟

"نہیں میں ایک چھوٹے سے قصبے کی رہنے والی ہوں۔ قصبہ کبھی کا ہے کا ہے. گاؤں ہے — نارتھ ڈاکوٹا!"

"اوہ نارتھ ڈاکوٹا۔"

"ہاں........مغرب کی طرف"

"اچھا.........کیا آپ اس طرف مشرق میں کافی عرصہ سے رہ رہی ہیں؟" یہی الفاظ میڈلن کی چچازاد بہن نے ایک بار کہے تھے اور میڈلن کو یہ بہت برا لگا تھا۔

"نہیں تو ——— ہاں ایک طرح سے عرصہ ہی ہو گیا ہے"۔

"کیا آپ کو یہ جگہ پسند ہے؟"

"ہاں بڑی پیاری جگہ ہے۔ ان بڑے شہروں میں ——— کتنا کچھ ہوتا ہے دیکھنے کو ———"

"بڑے شہر؟ خیر یہ تو اپنا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ بڑے شہر کے نام سے تو میرے ذہن میں نیویارک کا تصور آتا ہے مگر ——— اچھا کیا ——— نارتھ ڈاکوٹا اور یہاں کی زندگی کا فرق تو آپ کو دلچسپ لگتا ہوگا؟"

"ہاں، فرق تو ہے"۔

"اچھا یہ بتایئے نارتھ ڈاکوٹا کیسی جگہ ہے۔ میں ہمیشہ ان مغربی ریاستوں کے متعلق سوچا کرتی ہوں"۔ میڈلن نے اپنے چچازاد بہن کی دوسری بار نقل اتاری۔ "اس کا مجموعی تاثر کیا ہے؟"

"کیا مطلب آپ کا، میں سمجھی نہیں"۔

"میرا مطلب ہے عام طور پر جگہ کیسی ہے؟ ——— کیا تاثر ہوتا ہے اس کا"۔

"وہاں گیہوں ہی گیہوں ہے اور بے شمار سویڈی لوگ ہیں"۔

"مگر میرا مطلب ہے ——— میرا خیال ہے ہم لوگ جو مشرق میں رہتے ہیں ان کے مقابلے میں تم بہت مضبوط اور قوی ہو!"

"میں نہیں ——— خیر ہوگا ایسا ہی"۔

"کیا زینتھ میں تمہاری بہت لوگوں سے ملاقات ہے؟"

"نہیں۔ بہت زیادہ لوگوں سے تو نہیں"

"آہا کیا تم ڈاکٹر رچال سے ملی ہو۔ وہی جو تمہارے ہسپتال میں آپریشن کیا کرتا ہے۔ بڑا اچھا آدمی ہے وہ۔ سرجن تو وہ ایسا اچھا نہیں مگر آدمی بڑا ذہین ہے کیا خوب گاتا ہے اور کتنے اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے"

"نہیں میرا خیال ہے میں ابھی تک اس سے نہیں ملی" لیورا نے ممیا کر کہا۔

"ضرور ملو اس سے۔ وہ کس قدر اچھی ٹینس کھیلتا ہے وہ ہمیشہ رائل رج پر ٹینسوں کی پارٹیوں میں جاتا ہے۔ بڑا چست و چالاک ہے"

مارٹن نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔ "چالاک؟ ارے وہ؟ اس کے دماغ میں تو بھوسہ بھرا ہے"

"چالاک سے میرا مطلب وہ نہیں جو تم سمجھے ہو منے" مجبور اور اکیلا وہ ایک طرف ہو کے بیٹھا تھا میڈلن اور بھی زیادہ چہکتے ہوئے لیورا سے پوچھنے لگی کہ کیا آپ فلاں وکیل کے لڑکے یا فلاں بڑے آدمی کو جانتی ہیں۔ یا اس نے فلاں دوکان دیکھی ہے یا فلاں کلب میں گئی ہے۔ وہ زینتھ کی اونچی سوسائٹی کے بڑے بڑے لوگوں کا (جن کے نام "ایڈوکیٹ ٹائمز" کے کالموں میں آتے ہیں) اس بے تکلفی سے ذکر کرتی رہی جیسے اس کی ان سب سے دوستی ہو۔ مارٹن کو اس کی واقفیت کا اس قدر وسیع حلقہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ اسے یاد آیا کہ وہ ایک بار "چیرٹی بال" میں شامل ہونے زینتھ گئی تھی مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اُمرا کے طبقے سے اس کی اتنی زیادہ راہ و رسم ہے۔ ظاہر ہے لیورا بے چاری نے ان بڑے بڑے لوگوں کے نام کبھی نہیں سُنے تھے۔ اور نہ ہی وہ کبھی ان رقص و سرود کی محفلوں یا شعر خوانی کی مجلسوں اور لیکچر کے پروگراموں میں شرکت کرنے کبھی گئی تھی۔ جہاں میڈلن اپنی تمام چلبلی، دلکش شامیں گزارا کرتی تھی۔

میڈلن نے کچھ ناک بھوں چڑھائی اور کہا "خیر — ہسپتال میں اچھے اچھے ڈاکٹروں اور ان تمام لوگوں سے ملنے کے بعد میرے خیال میں آپ کو لیکچر سننے میں کوئی لطف نہ آئے گا۔ خیر —" اس نے لیورا کو جیسے رد کر دیا ہو اور پھر مارٹن کی

طرف بڑے سرپرستانہ انداز میں دیکھا۔ "کیا خرگوش وغیرہ پر تمہارا مزید تحقیق کرنے کا خیال ہے؟"

وہ بہت سنجیدہ صورت بنائے بیٹھا تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ جلدی سے اصل بات بتا دے تو کیسا رہے۔ "میڈلن سنو! میں تم دونوں کو یہاں اس لئے لایا ہوں تاکہ ـــــ نہ جانے تم دونوں میں دوستی ہو سکتی ہے یا نہیں ـــــ کیونکہ میں نے ـــــ میں کوئی بہانہ تلاش نہیں کر رہا۔ میں مجبور تھا۔ میں تم دونوں سے وابستہ ہو چکا ہوں اور میں جاننا چاہتا ہوں ـــــ"

میڈلن اچھل پڑی۔ غرور، فخر، نزاکت اور نفاست کا ایسا تاثر اس کے چہرے پر پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ اس نے ان دونوں کو بڑے غور سے دیکھا اور بغیر کچھ کہے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی پھر وہ واپس آئی۔ اس نے لیورا کے شانے کو چھوا اور آہستگی سے اسے چوما۔ "میری پیاری، مجھے تمہاری حالت پر افسوس آ رہا ہے۔ تمہیں بہت ظالم شخص سے واسطہ پڑا ہے۔ غریب بچی!" وہ سر کو اونچا اٹھائے لمبے لمبے قدموں سے باہر نکل گئی۔

سہما اور ڈرا ہوا مارٹن لیورا کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اس نے لیورا کے ہاتھ کا لمس محسوس کیا اور سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلے ہوئے چہرے پر ایک طرح کے تمسخر کا سا انداز لئے وہ مسکرا رہی تھی "رو سینڈی، بتائے دیتی ہوں کہ میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تم اتنے ہی ظالم ہو جتنا کہ وہ کہتی ہے۔ میرا خیال ہے میں بڑی بے وقوف ہوں ـــــ توجہ ہوں۔ مگر تم میرے ہو! میں بتائے دیتی ہوں کہ دوبارہ تم نے کہیں اور دوستی کی تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں اس کی آنکھیں نکال لوں گی۔ میرا خیال ہے تم بہت مطلب پرست ہو۔ مگر مجھے پروا نہیں۔ تم میرے ہو!"

اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بہت کچھ کہا۔ سادگی اور عامیانہ پن کی وجہ سے اس کی باتیں بہت ہی دلکش تھیں۔

پھر لیورا نے کچھ سوچ کر کہا۔ "میرا خیال ہے اس کے مقابلے میں ہم دونوں

ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں۔ شاید مجھے تم زیادہ چاہتے ہو۔ کیونکہ تم مجھ پر دھونس جما سکتے ہو ــــ کیونکہ میں تمہارے پیچھے پیچھے گھومتی ہوں اور وہ ایسا نہیں کر سکتی۔ اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے کام کی مجھ سے زیادہ اہمیت ہے، شاید خود تم سے بھی زیادہ۔ مگر میں بڑی عام سی بے وقوف لڑکی ہوں اور وہ ایسی نہیں۔ میں تم سے بے حد عقیدت رکھتی ہوں (نہ جانے کیوں) اور اس میں تمہیں اپنا معتقد بنانے اور اپنے پیچھے لگانے کی صلاحیت ہے۔"

"نہیں لیورا، میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میری محبت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں تم پر دھونس جما سکتا ہوں۔ قسم سے ایسی بات نہیں۔ نہیں ایسا نہیں جانِ عزیز یہ مت سمجھو کہ وہ تم سے زیادہ تیز فہم اور سمجھ دار ہے۔ وہ چرب زبان تو ہے مگر ــــ اچھا بند کریں یہ گفتگو۔ میں نے تمہیں پا لیا۔ مجھے سب کچھ مل گیا۔ آج سے میری کتاب زندگی کا نیا باب شروع ہو گا۔

باب ساتواں

مارٹن کے میڈلن اور لیورا سے تعلقات میں فرق یہ تھا کہ ایک طرف تو دوستی
مسلسل جھگڑے کا نام تھی اور دوسری طرف دلوں کو ملانے والی سنجیدہ اور متین رفاقت
پہلی ملاقات کے بعد ہی مارٹن اور لیورا ایک دوسرے کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے
تھے اور زندگی کی کچھ باتوں کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود لیورا
کے لئے اس کی محبت کوئی جامد شئے نہیں تھی جب وہ سگرٹ کے دھوئیں سے گول
چکر بناتی اور خاموشی سے مسکراتی تو وہ اس کے چھوٹے سے سر میں جمع ہونے والے
بے شمار نئے خیالات کا پتہ لگانے کی کوشش کرتا۔ اس لڑکی کا جس کا نام لیورا تھا
وہ ہر وقت تمنائی رہتا۔ وہ اس کے دل و دماغ کو بیدار کرتی اور بڑے پیار اور بڑی
صاف گوئی سے اس کی باتوں کا جواب دیتی۔ دوسری طرف لیورا کی شخصیت کا ایک
اور پہلو بھی تھا۔ جنس کی آلودگیوں سے پاک اس دوسری لیورا کے سامنے وہ جس طرح
اپنے دل کی باتیں کر سکتا تھا اس طرح وہ گاٹلب کے سامنے نہیں کر سکتا تھا۔ گاٹلب
ہی کیا یہ باتیں تو وہ شاید اپنے آپ سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اور لیورا ٹرکوٹ کے سے
انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے یا پھر ایک آدھ لفظ کہہ کر اس کے دل میں پلتی ہوئی
امنگوں اور لغزشوں کو خود اعتمادی کی اساس بخشتی۔

(۳)

ڈگا ماپی کے لڑکے ڈالنس کی ایک تقریب منعقد کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے والے طلب کے طالب علم اب جان گئے تھے کہ دنیے میک یونیورسٹی کے معیار اس قدر بلند ہو گئے ہیں، کہ انھیں شرفا کی وہ علامت پہننی ہی پڑے گی جسے ڈریس سوٹ کہتے ہیں۔ مارٹن کی زندگی میں اب تک ایک واحد موقع آیا تھا جب اس نے جھلاہٹ اور پریشانی کے عالم میں "یونیورسٹی پلینٹوریم" سے کرائے پر لے کر شام کا لباس پہنا تھا۔ اب چونکہ اُسے اپنی زندگی کی مسرت "ڈیوڈ ازرہ" کا سب سے تعارف کرانا تھا اس لیے اس نے محسوس کیا کہ شام کا لباس اُس کے پاس بھی ہونا ہی چاہیئے۔ ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے بڑھے جوڑے کی طرح انھوں نے شہر کی اجنبی گلیاں چھان ماریں جیسے ان کے گمشدہ بچے وہاں آئے ہوں۔ مارٹن اور لیورا زینتھ کی بڑی بڑی دوکانوں کی چمک دمک دیکھتے رہے۔ شیشے کا ساز و سامان بڑے بڑے خوبصورت مفلر اور گھوڑ سواری کی برچھیں دیکھ دیکھ کر لیورا بہت مرعوب ہوئی۔ ایک دوکان میں جب مارٹن نے ڈنر سوٹ پسند کیا اور پہن کر لیورا کو پسند کرانے کے لیے باہر نکلا تو واسکٹ کے نیچے اس کے بھورے رنگ کی لمبی سی نکٹائی اور ڈھیلے کالروں والی قمیض بہت ہی بھدی اور گنواروں جیسی معلوم ہوئی۔ اور جب دوکان کا ملازم بھاگا بھاگا نئے کالر لینے اندر گیا تو لیورا نے گویا فریاد کی۔

"رہنے دو سینڈی، مجھے تو تم ویسے ہی بڑے شاندار لگتے ہو۔ میں تو کپڑوں پر اتنی توجہ صرف نہیں کر سکتی اور تم اس قدر بانکے چھبیلے بننے کی تیاری میں ہو۔ ایسے شاندار لباس میں مجھے تو گھاس بھی نہ ڈالو گے۔"

مارٹن نے لیورا کو قریب قریب چوم ہی لیا۔

دوکان کا ملازم واپس آکر چہکنے لگا۔ "میرا خیال ہے مادام کہ آپ کے میاں ان کالروں میں واقعی بہت جچیں گے۔"

پھر وہ کلرک نئی ٹائی تلاش کرنے گیا تو مارٹن نے اس کا بوسہ لے لیا اور لیورا نے آہ بھر کر کہا۔

"ہائے تم جیسے لوگ ہی زندگی میں ترقی کرتے ہیں۔ میں نے خواب میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے ڈریس سوٹ پہننے اور ایسا شاندار کالر لگانے والے آدمی کے ساتھ زندگی گزارنی ہوگی۔ ذرا ٹھہرو ٹائی کی گرہ میں لگاتی ہوں۔"

(۳)

ڈیکاما کی طرف سے منعقد کی گئی رقص کی مجلس کے لئے یونیورسٹی کا ہال دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر جھنڈے جھنڈیوں کی افراط تھی اور کئی جگہ کاغذ کے بنے ہوئے گل داؤدی کے پھول بھی لگے تھے۔ علاوہ اس کے پلاسٹر کی بنی کھوپڑیاں اور لکڑی کے دس دس فٹ لمبے جراحی کے نشتر بھی اس آرائش کا حصّہ تھے۔

حالانکہ مخلوط تعلیم کی اس یونیورسٹی میں رقص کے دوران میں کھلے بندوں بغل گیری کی مسرت وہاں کی سب سے بڑی کشش تھی، پھر بھی مارٹن وہاں چھ سال کے قیام میں چند ایک بار ہی ناچ کی محفلوں میں گیا تھا۔ نیلے رنگ کے چینی کریپ کے بدوضع سے سلے ہوئے سوٹ میں مارٹن ڈری ڈری سی بے باکی کے ساتھ لیورا کو ساتھ لئے رقص کے لئے پہنچا۔ اُسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ وہ کیسا ناچتا ہے۔ مگر یہ خواہش اس کی بہت شدید تھی کہ لڑکے اس کی لیورا کو تحسین کی نظروں سے دیکھیں، ان کے گرد اکھٹے ہو جائیں اور لیورا کو خوش آمدید کہیں۔ مگر اس کا غرور لیورا کو دوستوں سے متعارف کرانے میں آڑے آرہا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ لڑکے سمجھیں گے کہ یہ لیورا کے

ساتھ ڈانس کرنے کے لئے ان کی منت کر رہا ہے۔ وہ دونوں ڈانس کے ہال میں ایک طرف ملول و مایوس سے اکیلے کھڑے تھے۔ ان کے سامنے رقص کرنے والے خوبصورت وسیع و عریض ہال میں اپنی دلفریب اداؤں کی بجلیاں گرا رہے تھے۔ مارٹن اور لیورا دونوں نے آنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیا تھا کہ لباس کے معاملے میں بینٹش، ہنیلے اور گوش جیسی بڑی بڑی درسگاہوں کے طالب علموں کے اجتماع کے لئے موزوں قواعد کے مطابق بنائے ہوئے ڈنر جیکٹ اور سیاہ واسکٹ ہی ٹھیک رہے گی۔ مگر وہاں جب ہر طرف چمکتی ہوئی سفید واسکٹیں نظر آئیں تو مارٹن کا دل بیٹھ گیا۔ اور جب مستقبل کا مشہور و معروف سرجن انگس ڈوڈیر چمکتے ہوئے سفید دانت نے پہنے نفرت، حقارت اور تکبر کی تصویر بنا اس کے سامنے سے گذرا تو مارٹن کو محسوس ہوا جیسے وہ اجڈ دیہاتی لڑکا ہے۔

"آؤ ناچیں" اس نے کہا، جیسے وہ دنیا بھر کے انگس ڈوڈیروں کو مقابلے کے لئے للکار رہا ہو۔

اس کا دل چاہا کہ وہ واپس گھر چلا جائے۔

اسے رقص میں بھی مزا نہیں آیا حالانکہ لیورا اچھی طرح سے ناچ رہی تھی اور وہ بھی برا نہیں ناچ رہا تھا۔ مارٹن کو تو یہ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اس کے بازوؤں کی گرفت میں ہے۔ ناچ کے دوران میں جب وہ مڑا تو اس نے دیکھا کہ ڈوڈیر کچھ زہرہ جبینوں کے ساتھ امتیازی نشان والے میڈیکل سکول کے ناظم ڈاکٹر سلوا کے گرد کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر مارٹن کا دل بیٹھا جا رہا تھا کہ انگس بہت مسرور ہے اور وہاں کی حسین ترین لڑکی کو لئے تھرک رہا ہے، جھوم رہا ہے۔ مارٹن نے اسے بے وقوف سمجھ کر اس سے نفرت کرنی چاہی مگر پھر اسے یاد آیا کہ ابھی کل ہی وہ "سگما ایکس" سوسائٹی کا اعزازی سیکریٹری منتخب ہوا ہے۔

بالکنی کے نیچے جہاں وہ پہلے کھڑے تھے لیورا واپس وہاں رینگ گئی جیسے وہی جگہ ان کی پناہ گاہ ہو۔

حالانکہ اس نے چہرے پر بے نیازی کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر دل ہی دل میں وہ ان لڑکوں کو کوس رہا تھا۔ جو اپنی اپنی لڑکیوں کو ساتھ لیئے اور اس کی لیورا کو نظرانداز کرتے ہوئے ہنستے مسکراتے سامنے سے گزر رہے تھے۔

"ابھی سب لوگ نہیں آئے!" اس نے جھنجلاہٹ سے کہا۔ "جلد ہی جب تمام لوگ آجائیں گے تو تمہیں بہت ڈانس کرنے کو ملیں گے۔"

"ارے جانے دو، میری تو خواہش نہیں۔"

(خدایا کیا کوئی آ کر اس غریب بچی کو رقص کے لئے نہیں کہے گا؟)

میڈیکل سکول میں مقبول نہ ہونے پر وہ بہت رنجیدہ تھا۔ اس نے سوچا کاش کلف کلاسن ہی یہاں ہوتا۔ کلف کو حالانکہ ہر طرح کے ہنگاموں سے دلچسپی تھی۔ مگر ڈریس سوٹ خریدنے کا وہ مقدور نہ رکھتا تھا۔ پھر اُسے اِروِنگ ڈائرز نظر آیا۔ جو گھومتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس پیشہ ور فنِ آداب کے ماہر اور مجموعہ کمالات کو آتا دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا مگر ڈائرز صرف سر کے اشارے سے اس کے سلام کا جواب دے کر گزر گیا۔ جب وہ گزر رہا تھا تو تین بار اس نے اُمید اور نا امیدی کے گرداب میں غوطے کھائے، مگر اب اس کا سارا غرور چکنا چور ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا اگر لیورا خوش ہو سکے تو ——————

"مجھے پروا نہیں اگر وہ یونیورسٹی کے احمق ترین لڑکے کو پسند کرلے اور ساری شام کے لئے مجھے چھوڑ کر چلی جائے۔ اس کا دل لبھانے کے لئے کچھ تو ہو۔ اگر میں ڈِوِیر کو پھسلا لاؤں —— نہیں میں یہ نہیں کرسکتا۔ کیا میں اب اس نک چڑھے کے پاس جاکر گڑگڑاؤں —— میں توبہ!"

اسی وقت فیٹی ناف لڑھکتا ہوا ان کے پاس آ گیا۔ مارٹن فرطِ محبت سے اس پر جھپٹ پڑا۔ "ہیلو موٹے! کیا آج شام تم ناچ نہیں رہے۔ میری دوست مس ٹوزر سے ملو!" فیٹی کی بڑی بڑی آنکھوں نے لیورا کے گال اور بھورے بال دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کیا اور پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کہا "بڑی خوشی ہوئی مل کر —— ڈانس

شروع ہو گیا ـــــ مجھے آپ فخر بخشیں گی۔" یہ الفاظ اس نے ایسے خوشامدانہ انداز میں کہے کہ مارٹن کا دل اسے پیار سے چومنے کو چاہا۔

اُسے اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ رقص کے دوران میں وہ خود بالکل اکیلا کھڑا رہا ہے۔ دل میں شوق و تمنا کے دریا کو سمیٹے وہ ایک ستون سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اپنی طرف سے وہ حرص و ہوس کے جذبات سے بلند ہو چکا تھا۔ یہ جذبہ اس پر اس قدر غالب تھا کہ اسے یہ خیال ہی نہ آیا کہ کئی خوبصورت لڑکیاں اس کے پاس بیٹھی انتظار میں ہیں کہ وہ انھیں ڈانس کی دعوت دے گا۔

اس نے دیکھا کہ نیٹی ڈگاہا کے دو خوش پوشاک لڑکوں کے ساتھ لیورا کا تعارف کرا رہا ہے۔ ان میں سے ایک لڑکے نے اس کے ساتھ اگلی بار ناچنے کی درخواست کی۔ اس کے بعد بے شمار لڑکوں نے اس سے درخواست کی۔ اب مارٹن کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اپنے ڈانس کرنے والے ساتھی سے وہ ضرورت سے زیادہ چمٹی ہوئی ہے اور بڑے انہماک سے اس کے ساتھ قدم اُٹھاتی ہے۔ پانچویں ڈانس کے بعد وہ مضطرب ہو گیا۔" بلاشبہ وہ محظوظ ہو رہی ہے۔ اسے یہ دیکھنے کا بھی خیال نہیں کہ میں یہاں کھڑا ہوں ـــــ ہاں اور قسم خدا کی اپنے گلوبند کا بھی اسے ہوش نہیں! واقعی وہ بہت خوش ہے۔ اُسے اس بات کا تو دھیان ہی نہیں کہ شاید میرا جی بھی رقص کرنے کو چاہ رہا ہو گا ـــــ اور کس طرح وہ اس جاہل برنڈل مارگن کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی ہے! ـ اچھا لڑکی میں تم سے اچھی طرح سمجھ لوں گا۔ اور وہ گنتے اُسے مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں ـــــ یہ چیز مجھے کبھی اچھی نہیں لگ سکتی! صرف اس لئے کہ یہ سب مجھ سے بہتر ناچ سکتے ہیں اور جاہلانہ باتیں کر سکتے ہیں۔ اور یہ کمبخت آرکیسٹرا کیسی شوخ سی دھن بجا رہا ہے ـــــ اور وہ ان کی گھٹیا قسم کی چاپلوسیوں پر فدا ہو رہی ہے اور ـــــ ہم دونوں کے درمیان ایک پیارا سا سمجھوتہ ہونا ہی چاہیئے!"

اُچھلنے کودنے والے تین لڑکوں میں گھری ہوئی وہ اس کے پاس واپس آئی تو مارٹن بڑبڑایا۔

"میرا کیا ہے!"

"کیا تم اس دور میں ناچنا پسند کرو گے؟ ہاں ہاں کیوں نہیں، آؤ!" اب اس نے پوری توجہ مارٹن کی طرف مبذول کر لی۔ لیورا کو سینڈلن کی طرح دوسروں کو دکھانے کے لئے اداکاری کرنی نہیں آتی تھی۔ انتظار کی اس طویل مدت میں جب کہ وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا اور قہر آلود نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا تو وہ کمرے کی وسعت، فرش کی چکناہٹ اور ساتھ ناچنے والوں کی بنی سنوری صورتوں کی دل ہی دل میں داد دے رہی تھی۔ جب موسیقی کی آواز پھر آنی شروع ہوئی تو مارٹن نے ناچنے کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔

"نہیں میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"! لیورا اسے ایک کونے میں لے گئی اور برس پڑی، "سنو، سینڈی" اس نے کہا۔ "اب آئندہ میں تمہاری حاسدانہ نظریں برداشت نہیں کروں گی۔ دیکھو، اگر ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہے تو میں جتنے لڑکوں کے ساتھ چاہوں گی ڈانس کروں گی اور میں ان کے ساتھ سب بے وقوفی کی حرکتیں کروں گی ڈنر پارٹیاں اور اس طرح کی سب چیزیں —— میرا خیال ہے میں ہمیشہ ایسی شور مچانے والی رہوں گی۔ مگر ڈانس تو میری پسندیدہ چیز ہے اور میں وہی کروں گی جو مجھے بھائے گا۔ اور جس قدر میں بننا چاہوں گی ان سے بے وقوف بنوں گی۔ اور اگر تم میں کچھ سمجھ ہوتی تو تم جان لینے کہ سوائے تمہارے مجھے کسی چیز کی پروا نہیں چاہے تم کیسی ہی جاہلانہ حرکتیں کیوں نہ کرو —— اور ایسی جاہلانہ حرکتیں تم آگے چل کر بھی کیا کرو گے۔ اس لئے اگر پھر کبھی تمہیں حسد ہونے لگے تو چپکے سے کھسک جایا کرو۔ کیا تمہیں اپنے آپ پر شرم نہیں آ رہی!"

"مجھے حسد تو نہیں تھی —— ہاں تھی تو سہی۔ مگر میں مجبور ہوں۔ میں تمہیں اس قدر چاہتا ہوں۔ میں واقعی مثالی عاشق بن جاؤں اگر حسد سے نجات حاصل کر لوں!"

"بہت اچھا مگر تم اپنا حسد چھپا کے رکھو۔ اب ہم ڈانس ختم کریں گے"!

وہ پوری طرح اس کا غلام ہو گیا۔

(۴)

ونے میک کی یونیورسٹی میں آدھی رات کے بعد ناچنا بڑی بداخلاقی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے رات کے بارہ بجے مہمانوں کا ہجوم "امپریل کیفے ٹریا" میں آگیا۔ عام طور پر یہ ریستوران شام ۸ بجے بند ہو جاتا تھا مگر اس روز رات کے ایک بجے تک کھلا رہا۔ ایک عجیب سی شہوت انگیز شادمانی کا ماحول طاری تھا۔ نیٹی خاف نے عجیب البیلے انداز میں ناچنا شروع کردیا، ایک ہنسوڑ قسم کا طالب علم نیپکن بازو پر اٹھا کر ویٹر کی نقل اتارنے لگا۔ اور ایک لڑکی نے (جس کی اس حرکت کو پسند نہیں کیا گیا) سگرٹ پینا شروع کردیا۔

دروازے پر کلف کلاسن مارٹن اور لیورا کی انتظار کر رہا تھا۔ کلف نے مارٹن کے تمام دوستوں کے متعلق فیصلہ صادر کرنے کا اختیار سنبھال رکھا تھا۔ مارٹن اس سے اپنے بیک وقت دو معاشقوں کا اعتراف کرچکا تھا۔ اس نے اس کو بتایا تھا کہ لیورا دنیا کی حسین ترین لڑکی ہے مگر چونکہ اس سے پیشتر میڈلن کے اوصاف بیان کرنے میں بھی وہ اپنا تمام زورِ بیان صرف کرچکا تھا جسے کلف بڑے صبر و تحمل سے سنتا رہا تھا اس لیے لیورا کی تعریف کلف بالکل نہ سن سکا اور اپنے دل میں اس نے سمجھ لیا کہ خلاق کی اس نئی مورتی کو وہ پسند نہیں کر سکتا۔

کلف نے ایک طرح کی سرپرستانہ عداوت کی نظروں سے لیورا کو دیکھا اور پھر مارٹن کے کان میں آہستہ سے بولا: "اچھی بھلی صورت ہے۔ اتنا تو میں کہوں گا — کیا برائی ہے اس میں؟"

جب وہ کاؤنٹر سے اپنے سینڈوچ، کافی اور کیک لے آئے تو اس نے بکواس شروع کردی۔

"آپ جیسے ڈریس سوٹ پہننے والوں کا ان خوش پوش لوگوں کی سوسائٹی میں مجھ جیسے پھپھدان کے ساتھ باتیں کرنا بہت بڑی بات ہے۔ ہائے قسمت، آج میں انگس ڈوبر اور اس جیسے بڑھیا بڑھیا لوگوں کے ساتھ اتنی بڑھیا شام کی مسرتوں سے محروم رہا اور پوکر جیسے فضول کھیل میں سر کھپاتا رہا۔ اس کمبخت پادری نے ان لوفروں اور غنڈوں سے چھ ڈالر اینٹھ لئے۔ اچھا لیوری، میرا خیال ہے تم اور مارٹیکنز نے اب تک پولو وغیرہ اور اس طرح کے سب کھیل سمجھ لئے ہوں گے!"

جو شخص جس طرح کا ہوتا لیورا اُسے اُن ہی خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ قبول کرنے کی بڑی زبردست صلاحیت رکھتی تھی۔ کلف اس کے منہ سے کچھ سننے کا منتظر تھا۔ اور کنکھیوں سے اُسے دیکھتا جا رہا تھا۔ مگر لیورا نے بڑے اطمینان سے اپنے مرغ کے "سینڈوچ" کا معائنہ کرتے ہوئے اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے فقط اتنا کہا "ہوں!"

"شاباش! مجھے یقین تھا کہ تم مجھ سے کچھ ایسی ہی بات کہو گی۔ اگر تم اجڈ گنوار ہو تو اس میں تمہارے لئے فخر کی کیا بات ہے، یہ مارٹ مجھے ایسے ہی جواب دیا کرتا ہے!"

کلف اب ہنس مکھ اور خوش مزاج بننے کی کوشش کرنے لگا......ماضی میں اس نے کئی کام کیئے تھے۔ وہ کھیت میں مزدور رہا تھا، اُس نے کتنا بیلچہ چلائی تھیں، مشینیں چلائی تھیں۔ اب اس کا ہاتھ اس قدر تنگ رہتا تھا اور اچھے اچھے کپڑوں سے ٹھاٹ بنانے کی خواہش اس کی اتنی شدید رہتی تھی کہ اس نے اپنی مفلسی پر فخر کرنا شروع کر دیا اور اسی فخر کو اپنی پناہ گاہ بنا لیا تھا۔ دوسروں پر چوٹ کرنے پر بھی وہ فخر کرتا تھا۔ اب جبکہ لیورا نے اس کی اکڑ کو اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا تو کلف نے بھی اُسے فوراً ہی پسند کر لیا جیسے وہ مارٹن کے من کو بھا گئی تھی، اور پھر وہ تینوں خوشی سے چہکنے لگے۔ مارٹن اس وقت ساری دنیا پر مہربان تھا۔ انگس ڈوبر سمیت جو کمرے کے آخر میں ڈرین سلوا اور دوسری خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر بغیر سوچے سمجھے مارٹن

اپنی جگہ سے اٹھا اور جلدی جلدی انگس ڈوبر کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

انگس میاں، اسرگما کا سکریٹری بننے پر میں تمہیں مبارکباد دینا چاہتا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی!"

مارٹن کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کی طرف ڈوبر نے اس طرح دیکھا جیسے وہ ایک جانا پہچانا اوزار ہو مگر جس کا استعمال اُسے اچھی طرح سے یاد نہ رہا ہو۔ اس نے متذبذب انداز میں مارٹن سے ہاتھ ملایا مگر اپنا رخ اس کی طرف نہیں کیا۔ اس کا یہ فعل بدتمیزی کی حد سے ایک قدم آگے تھا۔

مارٹن نے اس کی سرد مہری سے تقریباً کانپتے ہوئے کہا "اچھا مبارک ہو!"

"بہت مہربانی۔ شکریہ"

مارٹن لیورا اور کلف کے پاس واپس آگیا اور انھیں یہ واقعہ یوں سنایا جیسے یہ کوئی آسمانی عقاب ہو۔ وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ انگس ڈوبر گولی مارنے لائق ہے۔ اس گفتگو کے دوران میں ڈوبر ڈین سِلوا کی پارٹی کے پیچھے پیچھے گھسٹتا ہوا ان کے قریب سے گزرا اور مارٹن کو دیکھ کر اس نے اپنے سر کو جنبش دی۔ مارٹن کی جوابی نظروں میں اپنی بلندی و برتری کا احساس بھی شامل تھا۔

رخصت کے وقت کلف نے لیورا کا ہاتھ تھام کر کہا "میری جان مارٹ کو میں بہت اچھا آدمی سمجھتا ہوں۔ ایک بار مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا تھا کہ یہ لونڈا ایسے لوگوں کے ساتھ پھنس جائے گا جو اسے اونچی سوسائٹی کے رسم و رواج کا غلام بنا دیں گے۔ میں ٹھہرا ایک اجڈ سا آدمی۔ طب کے متعلق میں پروفیسر رابرٹ شا کے مقابلے میں بہت کم جانتا ہوں۔ مگر یہ احمق بڑا ضمیر والا بنتا ہے مجھے اس قدر خوشی ہے کہ اس کا واسطہ ایک ایسی لڑکی سے ہوا ہے جو واقعی انسان ہے اور ——— خدایا دیکھو میں لڑکھڑا رہا ہوں مگر مجھے امید ہے کہ کلف چچا کی اس بات کا تم برا نہیں مانو گی کہ وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے!"

جب مارٹن لیورا کو اس کے گھر چھوڑ کر اپنے بستر میں گھسا تو تقریباً ۳ بجے کا عمل

تھا۔ اُسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے انگس ڈوویئر نے اپنی بے رُخی سے اس کی ہتک کی ہو اور اس احساس سے گویا اس کے دماغ پر ہتھوڑے چل رہے تھے۔ اُسے لگا جیسے اس سرد مہری سے لیورا کی بھی ہتک ہوئی ہے۔ پھر اس کی یہ طفلانہ ناراضگی گہری تشویش میں بدل گئی۔ مارٹن نے سوچا کیا ڈوویئر کے نک چڑھے پن اور اُس کی کم ظرفی کے باوجود اُس میں کوئی ایسی خوبی تو نہیں جس کا اس میں فقدان ہو۔؟ کیا کلف کے بچگانہ مذاق، مسخرے دیہاتیوں جیسی گفتگو اور اخلاق و آداب سے اس کی نفرت کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ زندگی کو ضرورت سے زیادہ سیدھا سادا سمجھتا ہے؟ کیا ڈوویئر کو یہ معلوم نہیں کہ وہ اپنے چھوٹے سے سخت دماغ کو کس طرح سے قابو میں کر سکتا ہے۔ سائنس کے تجربات کی طرح آداب و اخلاق کی بھی تو ایک ٹیکنیک ہوتی ہے۔ گاٹلب کی رواں دواں تیکنک کے مقابلے میں ایراہنکلے کے بے ڈھنگے اور موٹے ہاتھ.........اور کیا یہ سب سوالات ایک قسم کی غداری اور ڈوویئر کے تصنع کا اثر تو نہیں ہے۔؟

وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اس رات اس نے جو کچھ بھی کہا تھا اور سنا تھا اس کا ایک ایک جملہ اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ہذیانی کیفیت میں بولنے لگا۔

(۵)

دوسرے روز جب وہ بے کیفی کے عالم میں میڈیکل سکول کے احاطے کے اندر گھوم رہا تھا تو خلاف اُمید اس کا سامنا انگس سے ہو گیا۔ اُسے دیکھ کر مارٹن اپنے آپ کو گنہ گار سا محسوس کرنے لگا۔ بالکل اسی طرح جیسے کبھی کبھی کسی کو کسی ایسے شخص سے شرم سی آنے لگتی ہے جس نے روپیہ قرض لے کر لوٹایا نہ ہو۔ غیر ارادی طور پر مارٹن

نے "ہیلو" کہنے کے لیے منہ کھولا مگر یہ آواز ابھی اس کے گلے میں ہی تھی کہ اس نے اپنے آپ کو روک لیا اور ناک بھوں چڑھا کر لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ گیا۔

"ارے مارٹ" انگس نے آواز دی۔ وہ کچھ سہما ہوا تھا۔ "یاد ہے کل رات ہماری بات ہوئی تھی۔ جب میں واپس جا رہا تھا تو تمہارا چہرہ دیکھ کر مجھے محسوس ہوا جیسے تم کچھ ناراض سے ہو۔ شاید تمہیں میرے رویے میں بدتمیزی کا احساس ہوا ہو۔ بھائی اگر تم نے ایسا محسوس کیا تو مجھے بڑا افسوس ہے۔ بات یہ ہے کہ رات میرے سر میں سخت درد تھا۔ دیکھو میرے پاس نئے کھیل "تم بھی سنو" کے چار ٹکٹ ہیں۔ زینتھ میں اگلے جمعہ کی شام کو ہو رہا ہے یہ کھیل۔ نیویارک کی بالکل نئی کاسٹ ہے۔ کیا تم دیکھنا پسند کرو گے؟ اور رات ڈانس میں میں نے تمہارے ساتھ ایک شگوفہ بھی دیکھا تھا۔ شاید وہ بھی ہمارے ساتھ جانا پسند کرے، اس کی ایک سہیلی بھی آ سکتی ہے۔"

"واہ کیوں نہیں ـــــ میں اُسے فون کر دوں گا۔ اس دعوت کا شکریہ۔"

اداس اداس سے جھٹپٹے میں جب لیورا نے کھیل دیکھنے کا یہ دعوت نامہ قبول کر لیا اور وعدہ کیا کہ اپنے ساتھ وہ ایک اتالی نرس نیلی باٹرنر کو بھی ساتھ لائے گی تو مارٹن پھر سوچ میں پڑ گیا۔

"کیا واقعی رات اس کے سر میں درد تھا؟"

"ٹکٹ اسے کسی نے دیئے ہوں گے۔"

"بوڑھے سِلوا کی لڑکی کو اُس نے ساتھ چلنے کے لیے کیوں نہیں کہا؟

"وہ کہیں یہ تو نہیں سمجھتا ہے کہ لیورا کوئی آوارہ لڑکی ہے جسے میں نے آج کل پھنسا رکھا ہے۔؟"

"اتنا تو میں جانتا ہوں کہ وہ کسی کے ساتھ جھگڑا مول نہیں لیتا ـــــ وہ تو سب سے دوستی رکھنا چاہتا ہے نا کہ کسی روز جب وہ بہت بڑا سرجن بن جائے

تو ہم اس کے لئے مریض گھیر گھیر کر لایا کریں۔

"وہیں یوں رینگ رینگ کر کیوں چل رہا تھا؟"

"لیورا کو پسند آئے یا نہ آئے مجھے پروا نہیں۔ ذاتی طور پر میں یوں مٹکنا کچھ زیادہ پسند نہیں کرتا ——— اگرچہ خوش پوش خوبصورت عورتوں کی چمک دمک دیکھنے اور اچھے اچھے کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اُف میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔

(۶)

زینتھ جیسے مغرب وسطیٰ کے شہر میں "نیویارک کی نئی کاسٹ کے ساتھ" کسی کھیل کا دکھایا جانا بہت بڑا واقعہ تھا۔ (کھیل کیا تھا اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا) رائل رج پر رہنے والے شرفا اور رؤسا کے ہجوم سے ڈاڈزورتھ تھیٹر میں بڑی چمک دمک پیدا ہو گئی تھی۔ لیورا اور ربلی بائرز ان بڑے بڑے لوگوں، وکیلوں، جاگیرداروں، بینکوں کے مالکوں، گالف کے ماہروں، کارخانہ داروں اور ربیل ہارورڈ، پرنسٹن کے تعلیم یافتہ لوگوں اور نیویارک کی اونچی سوسائٹی کے جانے پہچانے لوگوں کو دیکھ دیکھ کر انھیں سراہتی رہیں۔ زرق برق کپڑوں میں ملبوس عورتوں کے ساتھ یہ لوگ اگلی نشستوں پر بیٹھے تھے اور کھیل کے دوران میں کبھی کبھی کچھ ایسی تیز اور باریک آوازیں کچھ کہہ اُٹھتے تھے کہ خواہ مخواہ لوگوں کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جاتی تھی۔ مس بائرز نے ڈاڈزورتھ خاندان کے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ "شہر کی خبریں" نامی کالموں میں اکثر ان کا ذکر آتا ہے۔

ڈرامے کے ہیرو نے جب گورنری کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تو لیورا اور مس بائرز فرط عقیدت سے اچھل اچھل پڑیں۔ مارٹن کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے کیونکہ ہیروئن لیورا سے زیادہ خوبصورت تھی اور انگس ڈوئر

نے (جو سٹیج کے متعلق سب کچھ جاننے کا دعوے کرتا تھا حالانکہ اس نے اپنی زندگی میں فقط چھ کھیل ہی دیکھے تھے۔) تسلیم کیا کہ پہاڑ کے دامن میں جیک کے کیمپ کا منظر دکھانے کے لئے جو سیٹ تیار کیا ہے وہ واقعی بہت اچھا ہے۔

مارٹن اس روز مہمان نوازی پر تلا بیٹھا تھا۔ وہ ان لوگوں کو رات کے کھانے کی دعوت دینا چاہتا تھا۔ مس لوئزرنے سمجھایا کہ سوا گیارہ بجے تک انھیں ہر حالت میں ہسپتال پہنچ جانا چاہیئے۔ مگر لیورا نے بے پرواہی سے کہا میں تو قطعاً پرواہ نہیں کرتی میں کھڑکی سے کود کر اندر چلی جاؤں گی۔ اگر صبح کوئی موجود ہو تو وہ بڑھیا چڑیل کبھی ثابت نہیں کر سکتی کہ وہ رات دیر سے آئی تھی!" اپنے اندر اس قسم کے جھوٹ کی ہمت نہ پاکر مس بائرز ٹرالی بس پکڑنے کے لئے بھاگ گئی اور لیورا، انگس اور مارٹن بیئر پینے اور پنیر کے سینڈوچ کھانے اور دلیوار دل بہ کیے شراب نوشی کے جرمن قواعد اور پیپر ماشی پر بنے مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے "بنورمبرگ کیفے" کی طرف چل دیئے۔

انگس لیورا کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ باری باری مارٹن اور لیورا پر نظر ڈالتا اور ان کی نگاہوں میں ایک دوسرے کے لئے امڈ رہے پیار کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ایک اچھا بھلا نوجوان ایسی لڑکی سے کیسے دوستی کر سکتا ہے جو سماج میں اس کا رتبہ بڑھانے میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتی یہ بات اُس کے ذہن میں نہ آئی تھی کہ مارٹن اور لیورا کے دلوں میں سیدھے سادے عشق کا جذبہ بھی کام کر سکتا ہے۔ اس نے دل میں سوچا کہ لیورا کا دبلا پتلا جسم اس کے لئے بہت ہی ٹھیک رہے گا۔ اس نے مارٹن کو ایک بار کنکھیوں سے دیکھا اور لیورا کو اپنے لئے حاصل کرنے کے ارادے سے اُس کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ "کیا آپ کو کھیل پسند آیا" اس نے نہایت شائستگی سے پوچھا۔

"ہاں بہت اچھا تھا۔"

"خدا کی قسم مجھے تم دونوں پر بہت رشک آرہا ہے۔ یہ تو میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ لڑکیاں مارٹن کی رومانی آنکھوں پر مرتی ہیں مگر مجھ جیسے کتابوں کے کیڑے کو دنیا میں کسی کے پیار اور ہمدردی کی مسرت بھی حاصل نہیں۔ لیکن شاید مجھ جیسا شرمیلا آدمی اسی بات کا مستحق ہے"!

خلاف اُمید لیورا نے بڑے سخت لہجے میں کہا "جب کوئی یہ کہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ شرماتا نہیں بلکہ عورتوں سے نفرت کرتا ہے"!

"نفرت کرتا ہے؟ کیوں بھئی، ایمان سے میں تو کرشن کنہیا بننا چاہتا ہوں مگر مجھے معلوم ہی نہیں کہ محبت کیسے کی جاتی ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں مجھے کچھ گُر نہیں سکھائیں گی؟" انگس کی خشک جذبات سے عاری آواز ایک چلبلے سُروں والے گیت میں تبدیل ہونے لگی تھی۔ اب اس کی تمام تر توجہ لیورا کی طرف تھی اسی طرح جیسے وہ چوہے کو چیرنے پھاڑنے پر پوری توجہ دیتا تھا۔ کبھی کبھی وہ مارٹن کی طرف دیکھ کر مسکرا دیتی جیسے کہہ رہی ہو۔ "بے وقوف جلو مت۔ مجھے اس مغرور، خود پسند اور ہوس پرست میں ذرّہ برابر دلچسپی نہیں"۔ مگر انگس نے جب چکنی چپڑی باتیں کیں اور اس کی آنکھوں، اس کی نکتہ سنجی اور کم گوئی کی تعریف شروع کی تو وہ گھبرا سی گئی۔

مارٹن مارے حسد کے بے کل ہو رہا تھا۔ آخر وہ دھاڑا کہ انہیں چلنا چاہیئے۔ لیورا کو واقعی دیر ہو رہی تھی۔ آدھی رات کے بعد شہر میں چلنے والی ٹرالیوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی تھی۔ اس لیے وہ اُجاڑ اور اندھیری گلیوں سے ہوتے ہوئے کالج کی طرف پیدل ہی چل دیئے۔ لیورا اور انگس بہت چڑ چڑ کرتے جا رہے تھے اور مارٹن ان کے ساتھ چل رہا تھا ـــــ خاموش اداس اور اس اداسی پر نازاں۔ ایک چھوٹی سی گلی میں سے جلدی جلدی گزرتے ہوئے وہ زینتھ جنرل ہسپتال کی اونچی لمبی عمارت کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ وہ ایک پانچ منزلہ عمارت تھی جس کی اُداس کھڑکیوں پر کہیں کہیں روشنی کے مدھم سے دھبے نظر آرہے تھے۔

وہاں آس پاس کوئی نہیں تھا۔ پہلی منزل زمین سے صرف پانچ فٹ اونچی تھی۔
اس پر ایک برآمدے کی ادھ کھلی کھڑکی نظر آ رہی تھی۔ انھوں نے لیورا کو اس
ادھ کھلی کھڑکی کے آگے کو نکلتے ہوئے پتھر تک اوپر اٹھایا۔ پتھر پکڑ کر وہ سرگوشیوں
میں "شب خیر، شکریہ"، کہتی ہوئی اندر کھسک گئی۔

مارٹن کو کچھ ایسی بے اطمینانی کا احساس ہوا جیسے کوئی اس کے ہاتھ سے
ایک بڑی قیمتی شئے چھین کر لے گیا ہو۔ رات اداس اور سرد تھی۔ اچانک ان کے
اوپر ایک کھڑکی میں سے روشنی ٹمٹماتی ہوئی نظر آئی اور ایک عورت چیخنے کے بعد
کراہنے لگی۔ جدائی کے وہ لمحات مارٹن کو زندگی کا بہت بڑا المیہ محسوس ہوئے۔
وہ اپنی مختصر سی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کے ساتھ گذارنا چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔ "میں دیکھنے جا رہا ہوں وہ خیریت سے پہنچی ہے یا نہیں"۔ کھڑکی
کے آگے کو نکلا ہوا پتھر اس کے ہاتھوں میں چبھ رہا تھا۔ مگر وہ اچک کر اوپر چڑھ
گیا اور جلدی سے رینگتا ہوا کھڑکی کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے آگے کھردرے
فرش والے کمرے میں صرف ایک ہی چھوٹا سا بلب جل رہا تھا لیورا پنجوں کے بل چلتی
ہوئی زینے کی طرف جا رہی تھی۔ وہ بھی اسی طرح قدم بڑھاتا ہوا اس کے پیچھے
بھاگا۔ جب اس نے لیورا کا بازو پکڑا تو وہ چیخ پڑی۔

وہ بڑبڑایا۔ "ہمیں ذرا بہتر ڈھنگ سے الوداع کہنی چاہیئے۔ اس کمبخت ڈرائیور
کے ساتھ تو ــــ"

ششش! اگر تم یہاں پکڑے گئے تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ کیا مجھے نوکری
سے نکلوانا چاہتے ہو؟"

"تمہیں کیا پروا ہے اگر میری وجہ سے نکالی جاؤں؟"

"ہاں ــــ مگر بچے تم بھی میڈیکل سکول سے نکالے جاؤ گے اگر ــــ"

اس کے سہلاتے ہوئے ہاتھوں کو محسوس ہوا کہ وہ ڈر سے کانپ رہی ہے۔
اس نے برآمدے پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک نظر دوڑائی اور

تصویریں کئی آنکھوں کو دروازوں میں سے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ لیورا نے آہ بھری اور پھر بڑے مصمم ارادے سے بولی: "دیکھو، ہم یہاں باتیں نہیں کر سکتے۔ میرے کمرے میں چلو۔ ساتھ کی لڑکی ایک ہفتے کے لیے باہر گئی ہوئی ہے۔ یہاں کھڑے رہو سلئے ہیں۔ اگر سیڑھیوں کے اوپر مجھے کوئی نظر نہ آیا تو میں واپس آجاؤں گی۔"

وہ اس کے پیچھے پیچھے ایک سفید دروازے تک اوپر گیا، پھر وہ دونوں سانس روکے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اُس نے دیکھا کہ اس کا کمرہ تنگ تھا اور چیزوں سے اٹا پڑا تھا۔ خانہ بدوشوں کے سے بستر بچھے تھے۔ گھر سے آئی ہوئی تصویریں بکھری پڑی تھیں۔ اور کھونٹوں پر جا بجا سلوٹیں تھیں مارٹن نے اُسے اپنے ساتھ چمٹانا چاہا۔ مگر لیورا نے اس کی چھاتی کے آگے ہاتھ رکھ کے اُسے روک دیا اور شکایت کے لہجے میں بولی۔

"آج پھر تم حسد سے جل رہے تھے مجھ پر یقین کیوں نہیں تمہیں؟ اور پھر اُس بے وقوف کی وجہ سے؟ ایسے آدمی کو کوئی لڑکی منہ نہیں لگاتی۔ وہ تو بڑا خود پسند ہے۔ اور تم حسد سے مرے جا رہے ہو!"

"نہیں تو ——— ہاں تھا۔ مگر تم خفا کیوں ہوتی ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ وہ ہمارے درمیان بیٹھا ہوا اور میں بے وقوفوں کی طرح ہنس رہا ہوں جب کہ میرا جی تم سے باتیں کرنے کو، تمہارا بوسہ لینے کو چاہ رہا ہو۔ اچھا غالباً میں ہمیشہ ہی حسد کرتا رہوں گا۔ اعتبار تو تمہیں کرنا چاہیئے مجھ پر۔ میں ایسا بے پروا نہیں ہو سکوں گا۔ مجھ پر یقین کرو ———"

ان کا بے حجابانہ اور بھرپور بوسہ ان ویران لمحات کی تلافی کرنے کے لیے تھا جو انگس کے ساتھ گزر رہے تھے۔ وہ بھول گئے کہ نرسوں کی سپرنٹنڈنٹ شاید دندناتی ہوئی آجائے اور وہ بھول گئے کہ انگس انتظار کر رہا ہو گا۔ "اوہ بھاڑ میں جائے انگس، چلا جائے وہ واپس بے شک،" مارٹن نے جب آنکھیں بند کیں اور اس کا احساس تنہائی دور ہونے لگا تو وہ یہی سوچ رہا تھا۔

"خدا حافظ، میری جان، میری محبت جاوداں ہے!" اُس نے خوشی جھومتے ہوئے کہا۔

واپس جاتے ہوئے ہال کی ہیبت ناک خاموشی میں وہ یہ سوچ کر ہنسا کہ انگس جھنجھلا کر واپس چلا گیا ہوگا۔ مگر کھڑکی میں سے اس نے دیکھا تو انگس پتھر کی سیڑھیوں پر گٹھڑی سا بنا سو رہا تھا۔ جونہی اس کے پاؤں زمین پر لگے اس نے سیٹی بجائی مگر پوری آواز نہ نکل سکی۔ کیونکہ اندھیرے میں سے ایک بھاری بھرکم آدمی لپکتا ہوا آرہا تھا اور چلا رہا تھا "میں نے تمہیں پکڑ لیا۔ تمہیں واپس ہسپتال میں چلنا ہوگا تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ تم اندر کیا کر رہے تھے!" وہ ایک دوسرے سے دست گریباں ہو گئے۔ مارٹن جسم کا مضبوط اور لچکدار تھا مگر چوکیدار کی گرفت میں اس کا دم سا گھٹنے لگا اسے میلے کپڑوں اور گندے جسم کی بدبو آرہی تھی۔ مارٹن نے اس کی پنڈلیوں پر ٹھوکریں ماریں، پھولے ہوئے گال پر گھونسے جمائے اور اس کے بازوؤں کو مروڑنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑا لیا، بھاگنے لگا اور پھر رک گیا۔ یہ لڑائی لیورا کے بوسوں کی مٹھاس کا الٹا رخ تھی اور اس تضاد کے خیال سے وہ طیش میں آ گیا۔ وہ غصے سے بھرا ہوا چوکیدار کے سامنے کھڑا تھا۔

اچانک ہی مارٹن کو نیند سے جاگے ہوئے انگس کی تحقیر و نفرت سے بھری آواز آئی "اب آؤ بھی۔ اس جھگڑے کو چھوڑو۔ اس کُتے سے ہاتھا پائی کر کے کیوں اپنے ہاتھ گندے کرتے ہو؟"

چوکیدار چلایا "اچھا میں کُتا ہوں، بتاتا ہوں تمہیں اس کا مزا!"

اس نے گریبان سے پکڑ کر انگس کو ایک چانٹا رسید کیا۔

پھر مارٹن نے سڑک پر لگے اس اونگھتے ہوئے لیمپ کے نیچے ایک آدمی کو غصے سے پاگل ہوتے دیکھا۔ اب وہ بے حس انگس نہیں تھا جو چند لمحے پہلے اس لڑائی کو صرف تماشائی کے طور پر دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اس کی شعلہ بار آنکھیں موت کا پیغام سنانے لگیں۔ ہانپتے ہوئے وہ اسی قدر کہہ سکا "اس

نے مجھے ہاتھ لگانے کی جرأت کی!" پینسل بنانے کا ایک چاقو کہیں اس کے ہاتھوں میں تھا، وہ اس پر کودا اور غیظ و غضب کے عالم میں اس کا گلا کاٹنے کی کوشش کرنے لگا۔

جونہی مارٹن نے اُن دونوں کو پکڑنے کی کوشش کی اس نے رات کو گشت کرنے والے پولیس کے سپاہی کو پٹڑی پر ڈنڈا مارتے سنا۔ مارٹن یوں تو دُبلا پتلا تھا مگر اس نے بھوسے کی گٹھریاں اُٹھائی تھیں اور ٹیلی فون کی تاریں لگانے کے لئے اونچے اونچے کھمبوں پر چڑھتا رہا تھا۔ اس وجہ سے اس کے بازوؤں میں زور تھا۔ اس نے بڑی احتیاط اور سوچ بچار کے ساتھ چوکیدار کے بائیں کان کے پاس ایک گھونسہ جما دیا۔ اور انگس کا بازو پکڑ کر اُسے گھسیٹتا ہوا لے گیا وہ ایک گلی کو پار کرتے ہوئے چوک میں آ گئے جب وہ بڑی سڑک پر پہنچے تو موڑ پر کھڑکھڑ کرتی ٹرام کی روشنی نظر آئی۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے، پائدان پر چڑھے اور خطرے کی حد سے باہر ہو گئے۔

انگس ٹرام کے پیچھے پلیٹ فارم پر کھڑا سسک رہا تھا "خدایا میں اُسے مار ڈالنا چاہتا تھا! اس کمینے نے میرے ساتھ دست درازی کی! مارٹن مجھے پکڑے رہو۔ میرا خیال ہے یہ غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ جب میں چھوٹا سا تھا تو میں نے ایک شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی ۔۔۔ خدایا کاش میں اس سؤر کا گلا کاٹ دیتا!"

جب ٹرام شہر کے وسط میں پہنچی تو مارٹن اُسے پھسلانے لگا "یہاں اوبرلین ایونیو میں تمام رات کھانا مل سکتا ہے۔ یہاں ہمیں کھانے کو کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔ آؤ، میں" "تمہارا ہاتھ پکڑ کر اُٹھاؤں!"

تکلفات کی پابندی کرنے والا انگس جو کبھی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا اب کانپ رہا تھا اور لڑکھڑا رہا تھا۔ مارٹن اُسے کھانے کے کمرے میں لے گیا اور ٹماٹر وغیرہ کی چٹنی کے درمیان اُنھوں نے پتھر جیسے کافی کے پیالوں میں کچی شراب پی۔ انگس اس کے شانوں پر سر رکھے۔ لوگوں کی گھورتی نظروں سے بے نیاز سسکیاں لیتا رہا یہاں تک کہ شراب کے نشے میں وہ بالکل بے خود ہو گیا اور مارٹن اُسے سہارا دیتے ہوا گھر پہنچا

آیا۔ اس کے بعد اپنے آراستہ کمرے میں کلف کے خراٹوں کے درمیان مارٹن کو اس رات کے واقعات ناممکن سی بات معلوم ہونے لگے ــــــــ بالکل انگس ڈوڈرز کی طرح "میرا خیال ہے اب وہ ہمیشہ کے لئے میرا اچھا دوست بن جائے گا۔ بہت اچھا"

دوسری صبح اناٹومی بلڈنگ کے ہال میں اس نے انگس کو دیکھا اور اس کی طرف لپکا۔ انگس نے روکھے سے لہجے میں کہا۔ "ایرو سمتھ تم تو کل رات پاگل ہو گئے تھے۔ اگر تم شراب برداشت نہیں کر سکتے تو پینا بالکل چھوڑ دو"

یہ کہہ کر وہ بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

باب آٹھواں

مارٹن ہمیشہ مصروف رہتا۔ اُسے میکس گاٹلب کی مدد کرنی پڑتی، جراثیمیات کے طالب علموں کو ہدایات دینی ہوتیں، اپنی کلاس میں لیکچر سننے کے لئے جانا ہوتا اور ہسپتال جاکر تجربوں میں شریک ہونا پڑتا ــــ اس طرح وہ دن رات میں سولہ گھنٹے کولھو کے بیل کی طرح جُتا رہتا۔ کبھی کبھی شام کو وہ اپنی طبع زاد تحقیق کا کام کرنے اور جراثیمیات پر جرمن و فرانسیسی مطبوعات پڑھنے کے لئے وقت نکال لیتا۔ کبھی کبھی وہ بڑے فخر سے گاٹلب کے گھر بھی جاتا جہاں دھبّوں والے بھورے بد دیواری کاغذ پر مشہور مصوّر بلیک کی تصویریں ٹنگی تھیں اور کوخ کی ایک شبیہ لگی تھی جس پر اس کے دستخط بھی تھے۔ باقی تمام چیزیں آدمی کو پاگل بنا دینے والی تھیں۔

رات کو وہ ہمیشہ عصبیات، جنسی امراض، جسمانی تشخیص وغیرہ پر لکھی گئی کتابوں کے چند صفحات بڑی مشکل سے پڑھ پاتا اور پھر پرانی سی ٹوٹی پھوٹی پڑھنے والی میز کے ساتھ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی اُسے نیند آجاتی۔

مرضیات نسوانی اور علم چشم کے سبق یاد کرتے کرتے اُس کے سر میں آرے سے چلنے لگتے۔ ہسپتال کی لیبارٹری میں بھنبھناتی ہوئی سہ پہر کو بیزار سے لڑکوں پر تھکے ہوئے پروفیسر بھونکتے رہتے۔

پھر کتوں پر جرّاحی کے مقابلے کی سردردی جن میں انگس ڈویر کے بے چین ہاتھوں کا کمال اُسے امتیاز بخشتا۔

مارٹن جنسی امراض کے پروفیسر ڈی۔ جے۔ ایم سلوا کا بہت مداح تھا۔ یہ شعبۂ طبیات کے ناظم تھے۔ لڑکے انھیں "ڈیڈ سلوا" کے نام سے پکارتے تھے۔ سلوا صاحب

چھوٹے قد کے گول مٹول آدمی تھے، اور ان کی چھوٹی چھوٹی مونچھیں کمان کی سی شکل بناتی تھیں۔ "ڈیڈ سلوا" کے لئے سر ولیم اوسلر کی حیثیت دیوتا کی سی تھی۔ مریض کا شفقت و ہمدردی سے علاج کرنا ان کا ایمان تھا اور مرض کی صحیح تشخیص اُن کے لئے حُب الوطنی کا درجہ رکھتی تھی۔ وہ ایک ملز کے ڈاکٹر وکرسن کا نمونہ تھے اور انھیں دیکھ کر محسوس ہوتا جیسے ڈاکٹر وکرسن زیادہ سمجھ دار، سنجیدہ اور قابل ہو کر عینک میں آگئے ہوں۔ ڈین سلوا کے لئے مارٹن کے دل میں جتنی عزّت تھی اتنی ہی نفرت وہ امراضِ حلق و گوش کے پروفیسر ڈاکٹر روسکو گیکے سے کرتا تھا۔

روسکو گیکے اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ایک بساطی تھے۔ اگر وہ دکان کھول لیتے تو بہت کامیاب رہتے۔ امراض گوش کے ماہر کے طور پر ان کا اعتقاد تھا کہ انسان کے جسم میں گلے کی گلٹی ماہرین کو اچھی اچھی کاریں مہیا کرنے کے لئے لگائی گئی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جو ڈاکٹر کسی مریض کے "ٹانسل" نہیں نکالتا۔ وہ صحت و آرام کی طرف سے بے توجہی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مگر صحت و آرام مریض کا نہیں بلکہ اس کا اپنا۔ ناک کی جھلی کے متعلق ان کی بڑی سنجیدہ رائے تھی کہ اگر اس کا ایک حصہ نکال دیا جائے تو مریض کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اگر کسی مریض کا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر کو گلے اور ناک میں سوائے اس کے کوئی خرابی نظر نہ آئے کہ وہ سگرٹ بہت پیتا ہے تو آپریشن کے بعد اُسے آرام کرنے کو کہا جائے۔ قدرت پر چھوڑ دینے کا مقولہ ڈاکٹر گیکے کو سخت ناپسند تھا۔ وہ پوچھتے کیا وجہ ہے کہ ایک عام کھاتے پیتے گھرانے کا آدمی توجہ سے علاج کرنے والے ڈاکٹروں کی توجہ کرتا ہے۔ اگر کبھی کبھار اس کا ایک چھوٹا موٹا بغیر درد کے آپریشن نہ کیا جائے تو متمول آدمی ان ماہرین کی کوئی قدر نہ سمجھے۔ ہر سال لڑکوں کو خطاب کرنے کے لئے ان کے پاس ایک بڑی اعلیٰ تقریر تھی۔ اس تقریر میں وہ امراضِ حلق و گوش کی حدود سے بہت دور نکل جاتے ——

علم طب پر ایک مجموعی تبصرہ کرنے کے بعد وہ ارونگ واٹرز جیسے مسیحاؤں کو علاج کی معقول فیس حاصل کرنے کے ہتھکنڈے بتاتے۔

"دنیائے طب میں علم سب سے بڑی نعمت ہے لیکن اگر آپ اس علم کے پیسے کھرے کرنا نہیں جانتے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور پیسے کھرے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں پر رعب ڈالا جائے جن کی جیبوں میں ڈالر ہیں۔ کوئی مریض چاہے پہلی بار آپ کے پاس آیا ہے چاہے پرانا دوست ہے۔ آپ اس کے ساتھ دوکان داروں کا سا برتاؤ کریں۔ اسے اور اس کے گھبرائے ہوئے بے چین اقرباکو سمجھائیں کہ اس مرض کا علاج کرنے کے لئے آپ کس قدر محنت اور کتنی توجہ صرف کر رہے ہیں یا کرنے کا ارادہ ہے اس طرح اُسے ذہن نشین کرایا جائے کہ جتنی فیس آپ لینا چاہتے کہ اس کے مقابلے میں آپ اس کا کئی گنا زیادہ فائدہ کر رہے ہیں۔ پھر جب آپ کا بل اس کے پاس جائے گا تو اُسے کوئی غلط فہمی یا الجھن نہیں ہوگی۔"

(۲)

مارٹن کے ذہن میں ابھی علم ودانش کی وسعتوں کا کوئی تصور نہیں تھا جوش وخروش تو بلاشبہ اس میں تھا مگر یہ جوش ایسی آواز کی مانند تھا جو اونچی تو ہو مگر سُریلی نہ ہو۔ جب وہ دُنیا میں اپنا مقام دیکھتا اور کائنات کی وسعتوں پر نظر ڈالتا تو اُسے اپنی ذات بہت ہی حقیر اور چھوٹی سی معلوم ہوئی۔ اس کے قریب ترین ساتھیوں میں کلف اُجڈ گنوار تھا اور اس کی محبوب لیورا اپنے بانکپن کے باوجود دیہاتن تھی۔ اور وہ خود بھی فضول کی ہیجانی قسم کی مہر دنیات اور لوگوں کی کند ذہنی کا رونا رونے میں اپنی قوت ضائع کیا کرتا تھا۔ دوسری طرف اس کا ذہن اگرچہ پختہ نہیں ہوا تھا تو زندگی کی حقیقتوں سے دور بھی نہیں تھا۔ تصنع سے اُسے نفرت تھی اور اپنے ہاتھوں سے کام کرنے میں وہ عار نہیں سمجھتا تھا۔ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو سمجھنے کے لئے تجسس کے جذبے کی بھی اُس میں کمی نہ تھی۔

کبھی کبھی زندگی کا طربیہ ناٹک بھی اُسے دیکھنے کو ملتا پر جوش مداحوں کے درمیان گذرا ہوا یہ ایک آدھ گھنٹہ زندگی کے تپتے ہوئے ریگ زاروں میں ابر آلود ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتا۔ کرسمس کی تعطیلات سے پیشتر وہ ایسا ہی وقت تھا جب ردسکو گیکے بہت ہی فرحت بخش لمحات میں اپنے مداحوں کے سامنے شہرت ونا موری کے منبر پر کھڑے تھے۔

دنے میک کے روزانہ اخبار "دنے میک ڈیلی نیوز" میں اعلان کیا گیا کہ ڈاکٹر گیکے حلق وگوش کے پروفیسر کا عہدہ چھوڑ کر جرسی شہر کی "نیو آئیڈیا میڈیکل انسٹرومنٹ اینڈ فرنیچر کمپنی" کے نائب صدر ہونے جا رہے ہیں اس خوشی میں انھوں نے میڈیکل سکول کے سب طلبا کے سامنے آخری تقریر کی جس کا موضوع تھا "ڈاکٹر کے دفتر کی آرائش کا فن اور اس کی سائنس" ڈاکٹر گیکے خوش پوش آدمی تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگانے والے ان ڈاکٹر صاحب میں جوش وخروش بڑی وافر مقدار میں موجود تھا اور لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر انہیں بہت مسرّت ہوتی تھی۔ اپنے پیارے طالب علموں کی طرف مسکراتے ہوئے اُنھوں نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔

"حضرات، بلیشتر ڈاکٹروں کی مصیبت یہ ہے، اور ان میں جہاندیدہ بوڑھے بھی شامل ہیں کہ وہ سردی گرمی کی مصیبت اُٹھاتے ہوئے اور بارش وطوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دنیا کے حقیر سے حقیر آدمی کو آرام پہنچاتے ہیں۔ ایسے تجربہ کار اشخاص کبھی کچھ طور طریقوں کے اس طرح سے غلام ہو جاتے ہیں کہ پھر انھیں چھوڑ نہیں سکتے۔ اب جبکہ میں یہ میدان چھوڑ رہا ہوں جہاں میں نے اتنا عرصہ محنت ومسرت میں گزارا ہے میں آپ لوگوں میں سے ہر ایک کو کہوں گا کہ ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے نہ صرف روسینا ؤ، ہاڈیل اور گرے جیسے ماہرین طب کی کتابوں کو پڑھیں بلکہ عملی آدمیوں کی طرح آنے والی جد وجہد کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی خاطر جدید نفسیات پر گراس وینر اے بیبی کی تصنیف بھی پڑھیں جس کا نام ہے "مہارت فروخت کو زیادہ مؤثر بنانے کا طریقہ"۔ حضرات

آپ اس نکتہ کو فراموش مت کریں اور یہ میرا آپ کو آخری پیغام ہے، کہ کارآمد آدمی صرف وہ نہیں جو زندگی کی مصیبتیں ہنس کر برداشت کرتا ہے بلکہ وہ ہے جو دنیا کے اسرار و رموز کو سمجھتا ہے اور جس نے زندگی کے عملی فلسفے کی تربیت حاصل کر رکھی ہے! یہ اس لئے تاکہ وہ اخلاقیات و انسانی ہمدردی کے چکر میں ہی نہ پڑا رہے، حالانکہ یہ خوبیاں بڑی قابل تعریف ہیں۔ بلکہ یہ بھی یاد رکھے کہ بدقسمتی سے دنیا اسی کا لوہا مانتی ہے جس کی جیب میں بہت سا پیسہ ہو۔ ہارڈ مالکس یونیورسٹی کے گرنبوٹ ایک ڈاکٹر کو اسی معیار سے جانچتے ہیں جس معیار سے ایک تجارت کرنے والے کو جانچا جاتا ہے۔ وہ اس کے اونچے مقاصد کی طرف ہی نہیں دیکھتے بلکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ان مقاصد کو عملی صورت میں لانے کے لئے اس کی گرہ میں مال کتنا ہے۔ ایک سائنسی نقطۂ نظر کے مطابق یہ مت بھولئے کہ آج کی دنیا میں ایک مریض پر جتنا اثر آپ دوائیاں پلا کے اور آپریشن کر کے ڈال سکتے ہیں اتنا ہی اثر آپ فیس کی اچھی خاصی رقم وصول کر کے بھی ڈالتے ہیں۔ جوں ہی ایک مریض دیکھتا ہے کہ دوسرے لوگ بڑی بڑی رقمیں دے کر آپ کے ہنر کی اتنی قدر کرتے ہیں تو اسے آپ کی صلاحیت اور قوت پر اعتماد ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ اعتماد اُسے شفا پانے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

"لہٰذا مریض کو متاثر کرنے کے لئے اس سے زیادہ اہم چیز اور کوئی نہیں کہ آپ کا دفتر ایسا ہونا چاہیئے جس میں داخل ہوتے ہی وہ آپ کی صلاحیتوں پر ایمان لے آئے اور اُسے یقین ہو جائے کہ آپ یقیناً اُسے اچھا کر سکیں گے —— میں اس بات کی زیادہ اہمیت نہیں سمجھتا کہ کوئی ڈاکٹر جرمنی میں پڑھا ہے یا میونخ میں یا بالٹیمور میں یا ورجینیٹر رہیں۔ میرے نزدیک اس کی اہمیت بھی زیادہ نہیں کہ آیا ایک طبیب فن طبابت میں کمال رکھتا ہے یا نہیں آیا وہ پیچیدہ سے پیچیدہ بیماری کی صحیح سے صحیح تشخیص کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور جراحی میں کسی میو کا، کسی کرائل کا یا کسی بلیک کا طریقہ استعمال کرتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا دفتر گندہ سا

کبھی کبھی زندگی کا طربیہ ناٹک بھی اُسے دیکھنے کو ملتا پرجوش مداحوں کے درمیان گذرا ہوا یہ ایک آدھ گھنٹہ زندگی کے تپتے ہوئے ریگ زاروں میں ابر آلود ہوا کے جھونکے کی طرح ہوتا۔ کرسمس کی تعطیلات سے بیشتر وہ ایسا ہی وقت تھا جب رد سکو گیکے بہت ہی فرحت بخش لمحات میں اپنے مداحوں کے سامنے شہرت و ناموری کے منبر پر کھڑے تھے۔

دنے میک کے روزنامہ اخبار "دنے میک ڈیلی نیوز" میں اعلان کیا گیا کہ ڈاکٹر گیکے حلق وگوش کے پروفیسر کا عہدہ چھوڑ کر جرسی شہر کی "نیو آئیڈیا میڈیکل انسٹرومنیٹ اینڈ فرنیچر کمپنی" کے نائب صدر ہونے جارہے ہیں اس خوشی میں انھوں نے میڈیکل سکول کے سب طلبا کے سامنے آخری تقریر کی جس کا موضوع تھا "ڈاکٹر کے دفتر کی آرائش کا فن اور اس کی سائنس" ڈاکٹر گیکے خوش پوش آدمی تھا۔ آنکھوں پر چشمہ لگانے والے ان ڈاکٹر صاحب میں جوش و خروش بڑی وافر مقدار میں موجود تھا اور لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر انہیں بہت مسرت ہوتی تھی۔ اپنے پیارے طالب علموں کی طرف مسکراتے ہوئے انھوں نے بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔

"حضرات، بلیشتر ڈاکٹروں کی مصیبت یہ ہے، اور ان میں جہاندیدہ بوڑھے بھی شامل ہیں کہ وہ سردی گرمی کی مصیبت اُٹھاتے ہوئے اور بارش و طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دنیا کے حقیر سے حقیر آدمی کو آرام پہنچاتے ہیں۔ ایسے تجربہ کار اشخاص بھی کچھ طور طریقوں کے اس طرح سے غلام ہو جاتے ہیں کہ پھر انھیں چھوڑ نہیں سکتے۔ اب جبکہ میں یہ میدان چھوڑ رہا ہوں جہاں میں نے اتنا عرصہ محنت و مسرت میں گزارا ہے میں آپ لوگوں میں سے ہر ایک کو کہوں گا کہ ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے نہ صرف روسیناؤ، ہاڈیل اور گرے جیسے ماہرین طب کی کتابوں کو پڑھیں بلکہ عملی آدمیوں کی طرح آنے والی جدوجہد کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی خاطر جدید نفسیات پر گراس وینر اے بیبی کی تصنیف بھی پڑھیں جس کا نام ہے "مہارت فروخت کو زیادہ مؤثر بنانے کا طریقہ"۔ حضرات

روغن سے رنگی ہو۔ آپ اس سلسلہ میں رنگوں کی ترتیب پر بھی غور کریں۔ اور اگر آپ کی بیوی جمالیاتی ذوق رکھتی ہے تو وہ سفید روغن سے جلا کی ہوئی لوہے والی کرسیوں پر سنہری یا سرخ رنگ کے گدے رکھے گی، چمکتے ہوئے چکنے سفید فرش پر گلابی رنگ کا خوبصورت حاشیہ ہوگا اور چکنے کاغذ والے قیمتی رسالوں کے تازہ شمارے سفید رنگ کی میز پر رکھے ہوں گے۔ حضرات یہ مصوّر دست فروشی کا تصوّر جو میں آپ کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے نئے میدان عمل میں اسی نظریہ کی تبلیغ کروں گا۔ جرمنی شہر میں نیو آئیڈیا ڈسٹرمنٹ کمپنی میں اگر آپ کبھی تشریف لائیں تو مجھے آپ سے مل کر مسرت ہوگی۔"

(۳)

کرسمس کے امتحانات کے طوفانی دنوں میں لیورا سے قرب کی خواہش مارٹن کے دل میں شدید تر ہوگئی۔ لیورا کو اس کے گھر والوں نے ماں کی بیماری کے باعث واپس ڈاکوٹا بلایا تھا اور وہاں سے واپس آنے میں اُسے کئی مہینے لگ سکتے تھے، ادھر مارٹن سوچتا تھا کہ اسے لیورا سے ہر روز ملنا چاہیئے۔ رات وہ چار گھنٹے بھی نہ سو پاتا ہوگا۔ جب وہ لیورا کے پاس بھاگم بھاگ جاتا تو بس میں بیٹھا بھی امتحان کی تیاری کرتا تھا۔ یہ سوچ کر کہ لیورا جانے کتنے ڈاکٹروں اور مرد مریضوں سے ملتی ہوگی، مارٹن پیچ وتاب کھانے لگتا تاہم فوراً ہی اُسے اپنے ان دقیانوسی خیالات پر الجھن ہونے لگتی۔ لیکن دوسرے لمحے پھر وہی دقیانوسی خیالات ...... لیورا کو ملنے کے لئے اسے گھنٹوں برآمدے میں انتظار کرنا پڑتا یا باہر گرتی برف میں ٹہلنا پڑتا۔ جیسے کہ وہ کھڑکی میں سے باہر جھانکتی، ملاقات کے وقت وہ ایک دوسرے میں اس قدر ڈوب جاتے کہ انھیں اور کسی چیز کا ہوش

ہے جس میں شکستہ سی کرسیاں پڑی ہیں اور پرانے میگزین رکھے ہیں تو مریض کا اعتبار ڈاکٹر پر کبھی نہیں جمے گا۔ لہٰذا اس کا علاج بھی اُس کے لیے اتنا موثر ثابت نہیں ہو سکے گا اور معقول فیس حاصل کرنے میں بھی اُسے دقت ہو گی۔

"اسی مسئلے کی گہرائی میں جاتے ہوئے اگر ہم بنیادی فلسفہ اور ڈاکٹر کے لیے دفتر کی آرائش کے اصولوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ اس سلسلے میں دو الگ الگ مدرسہ ہائے فکر ہیں۔ مجھے ان دونوں کو مختلف نام دینے کی اجازت ہو تو میں ایک کو آرائشی سکول اور دوسرے کو صفائی کا سکول کہوں گا۔ ان دونوں نقطہ ہائے نظر میں اپنی اپنی خوبیاں ہیں۔ آرائشی سکول کا دعوےٰ ہے کہ انتظار کرنے والے کمرے میں مریضوں کے لیے خوبصورت کرسیاں پڑی ہوں ہاتھ کی بنی ہوئی اچھی اچھی تصویریں لگی ہوں۔ ایک شیلف میں دنیا کا بہترین ادب قیمتی جلدوں میں بندھا ہوا رکھا ہو۔ شیشے کے پھولدان ہوں اور ظروف میں لگائے ہوئے چھوٹے چھوٹے درخت ہوں۔ یہ چیزیں ایسی دامارت کا تاثر پیدا کرتی ہیں جو صرف علم اور قابلیت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف صفائی کے سکول کا کہنا ہے کہ مریض انتہائی درجے کی صفائی کا خواہش مند ہوتا ہے جس کے لیے ضرورت ہے کہ انتظار کے کمرے اور اندر کے دفاتر میں سفید روغن کی ہوئی میزیں اور کرسیاں رکھی ہوں اور سفید دیوار کے ساتھ فقط ایک جاپانی طرز کا چھپا ہوا کاغذ لگا ہو۔

مگر حضرات مجھے یہ بات روز روشن کی طرح صاف نظر آتی ہے یہ بات اس قدر واضح ہے کہ مجھے تعجب ہے اس سے پہلے اس کا خیال کسی کو کیوں نہیں آیا اور وہ یہ کہ انتظار کے کمرے کی بہترین آرائش ان دونوں مدرسوں کے فکر کے امتزاج سے ہو سکتی ہے۔ آپ کمرے میں آرائشی درخت بھی لگائیے اور تصویریں بھی لٹکائیے کیونکہ ایک اچھے سرگرم کار ڈاکٹر کے لیے یہ چیزیں ایسی ہی اہم ہیں جیسے کہ اس کے اوزار مگر جہاں تک ہو سکے ہر چیز صفائی کا تاثر پیدا کرنے والے سفید

روغن سے رنگی ہو۔ آپ اس سلسلہ میں رنگوں کی ترتیب پر بھی غور کریں۔ اور اگر آپ کی بیوی جمالیاتی ذوق رکھتی ہے تو وہ سفید روغن سے جلا کی ہوئی لوٹو ان کرسیوں پر سنہری یا سرخ رنگ کے گدے رکھے گی، چمکتے ہوئے چکنے سفید فرش پر گلابی رنگ کا خوبصورت حاشیہ ہوگا اور چکنے کاغذ والے قیمتی رسالوں کے تازہ شمارے سفید رنگ کی میز پر رکھے ہوں گے۔ حضرات یہ مصوّر دست فروشی کا تصوّر جو میں آپ کو ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں۔ میں اپنے نئے میدان عمل میں اسی نظریہ کی تبلیغ کروں گا۔ جرمنی شہر میں نیو آئیڈیا اِنسٹرومنٹ کمپنی میں اگر آپ کبھی تشریف لائیں تو مجھے آپ سے مل کر مسرت ہوگی؛

(۳)

کرسمس کے امتحانات کے طوفانی دنوں میں لیورا سے قرب کی خواہش مارٹن کے دل میں شدید سے شدید تر ہوگئی۔ لیورا کو اس کے گھر والوں نے ماں کی بیماری کے باعث واپس ڈاکوٹا بلا یا تھا اور وہاں سے واپس آنے میں اُسے کئی مہینے لگ سکتے تھے، ادھر مارٹن سوچتا تھا کہ اسے لیورا سے ہر روز ملنا چاہیئے۔ رات وہ چار گھنٹے بھی نہ سو پاتا ہوگا۔ جب وہ لیورا کے پاس بھاگم بھاگ جاتا تو بس میں بیٹھا بھی امتحان کی تیاری کرتا تھا۔ یہ سوچ کر کہ لیورا جانے کتنے ڈاکٹروں اور مرد مریضوں سے ملتی ہوگی، مارٹن پیچ وتاب کھانے لگتا تاہم فوراً ہی اُسے اپنے ان دقیانوسی خیالات پر الجھن ہونے لگتی۔ لیکن دوسرے لمحے پھر وہی دقیانوسی خیالات ......لیورا کو ملنے کے لیئے اسے گھنٹوں برآمدے میں انتظار کرنا پڑتی یا باہر گرتی برف میں ٹہلنا پڑتا۔ جتنے کہ وہ کھڑکی میں سے باہر جھانکتی، ملاقات کے وقت وہ ایک دوسرے میں اس قدر ڈوب جاتے کہ انھیں اور کسی چیز کا ہوش

ہی نہ رہتا۔ لیوراُ بے حجابانہ پیار کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ وہ اسے چڑاتی ترساتی مگر وہ دل کی بہت نرم تھی اور اسے کسی کا خوف کبھی نہ تھا۔

مارٹن نے جب سٹیشن پر اسے الوداع کہی تو اداسی اور تنہائی کا احساس اس پر پوری طرح غالب آچکا تھا۔

امتحان کے پرچے اس نے اچھی طرح کئے تھے۔ صرف جراثیمیات اور جنسی امراض کے پرچوں میں کچھ کسر رہ گئی تھی۔ چھٹیاں گزارنے کے لئے اس نے لیبارٹری کی طرف توجہ کی۔

اپنی طبع زاد تحقیقات میں اب تک اس نے جوش و خروش تو بہت دکھایا تھا مگر اسے کامیابی بہت کم ہوتی تھی۔ گاٹلب اسے صبر و تحمل کی تلقین کرتا۔ وہ اس سے کہتا "لڑکوں کو کتابوں میں لکھی باتیں رٹانے کا طریقہ اچھا ہے جتنی باتیں ہم اپنے طالب علموں کو یاد کراتے ہیں اتنی تو کوخ کو بھی یاد نہیں تھیں۔ ریسرچ کے بارے میں تم غم نہ کرو یہ کام آگے چل کر ہم بہت کرلیں گے" مگر اس کے باوجود اُسے امید تھی کہ تعطیلات کے پندرہ دنوں میں مارٹن کوئی معجزہ کر دکھائے گا۔ لیکن مارٹن کے سوچنے کی قوت بالکل سلب ہو چکی تھی۔ وہ لیبارٹری میں بیٹھا یونہی وقت گنوانے کے لئے شیشہ کے ساز و سامان کو صاف کیا کرتا۔ جب اس نے خرگوشوں میں سے جراثیم نکال کر دوسری جگہ منتقل کئے تو اس کی تحریر شدہ یادداشتیں نامکمل تھیں گاٹلب دیکھتے ہی گرم ہو گیا۔

"کیا تم انہیں نوٹس کہتے ہو؟ کیا جب میں کسی کی تعریف کردوں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ کام کرنا بند کر دے؟ کیا اپنے خیال میں تم تھیوبالڈ سمتھ یا نووی کی طرح کوئی مہاتما ہو کہ بس سمادھی لگا کر بیٹھے رہو؟ تم بھی فیٹی ناف کی مانند نرے احمق ہو۔!"

ایک بار تو مارٹن کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا۔ جب گاٹلب کسی نواب کی طرح اکڑتا ہوا باہر نکل گیا تو وہ بڑبڑایا "میری قسمت میں ذرا بھی آرام نہیں۔

سب لڑکے چھٹیاں منانے اپنے ٹھاٹ دار گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ وہ ڈانس کرتے ہیں اور ماں باپ کا پیار حاصل کرتے ہیں اور ساری دنیا کی خوشیاں سمیٹتے ہیں۔ اگر لیورا یہاں ہوتی تو آج رات ہم کھیل دیکھنے جاتے "!

دنیا اور دنیا کے کاروبار پر لعنت بھیجتے ہوئے اس نے اپنی میلی اور سیل کی ماری ٹوپی اٹھائی اور اپنے دوست کی تلاش میں چل کھڑا ہوا۔ کلف کلاسن نے چھٹیوں کے دوران میں بھنے کی دوکان کو اپنا اڈہ بنا رکھا تھا جہاں وہ سونے اور پوکر کھیلنے کے سوا اور کوئی کام نہ کرتا تھا۔ مارٹن اور کلف نے مل کر شہر جانے اور شراب پینے کا پروگرام بنایا۔ اس پروگرام پر اس خوبی سے عمل کیا گیا کہ جب کبھی آنے والے دنوں کے بے کیف سے کام کا مسلسل عذاب اُسے خوف زدہ کرتا یا وہ سوچتا کہ گاٹلب اور لیورا کے سوا یونیورسٹی میں اس کی دلچسپی کا کوئی سامان نہیں، تو وہ شراب کے سرور کی تلاش میں شہر جاتا۔ چھٹیاں ختم ہونے کے بعد جنوری کے آخر میں اُسے محسوس ہوا کہ شراب پہلے تو کام کی بھاگ دوڑ، دماغی انتشار اور تنہائی کے درد وکرب سے سکون بخشتی ہے اور پھر جب نشہ ہرن ہو جاتا ہے تو خستگی و تنہائی میں اضافہ کر کے غائب ہو جاتی ہے۔ پھر اسے یوں لگا وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ "میں اب چوبیس سال کا ہو گیا ہوں" اس نے اپنے آپ کو یاد دلایا اس کے بعد وہ محسوس کرنے لگا جیسے کہ وہ ابھی سکول کا طالب علم ہو جس کی زندگی کا کام ابھی شروع ہی نہیں ہوا۔ اس پریشانی اور ذہنی انتشار کے زمانے میں کلف ہی اس کی پناہ گاہ تھا کیونکہ وہ لیورا کو ہمیشہ ستائش کی نظروں سے دیکھتا تھا اور اس کی شان میں مارٹن کی قصیدہ خوانی کو توجہ سے سنتا تھا۔

مگر کالج کی سالانہ تقریب پر کلف اور مارٹن دونوں کو بڑے بڑے دقت کا سامنا کرنا پڑا۔

(۴)

ہر سال تئیس، جنوری کو ونے میک کی یونیورسٹی میں شعبۂ طبیعات کے بانی ڈاکٹر دار برٹن کی سالگرہ بڑے اہتمام سے منائی جاتی تھی۔ اس روز کی دعوت میں بڑے زوروں سے شراب پی جاتی اور بڑی لچھے دار تقریریں ہوتیں۔ شعبے کے سب ممبران اس تقریب کے لئے اپنے سارے خیال افروز شاہدے سنبھال کر رکھتے تمام طلبار کے لئے وہاں حاضر ہونا لازم ہوتا۔

اس سال یہ تقریب یونیورسٹی کے دائی۔ ایم۔ سی۔ اے ہال میں ہوئی اس لمبے چوڑے کمرے کی دیواروں پر جہاں اخلاقیات کے درس دیئے جاتے تھے سرخ رنگ کا کاغذ لگا تھا، موچھوں والے مشنریوں کی تصویریں ٹنگی تھیں۔ (جنہوں نے کبھی یہاں تعلیم حاصل کی تھی) اور پتلے سے لمبے لمبے صنوبر کی لکڑی کے بنے درخت تھے جنھیں آرائش کے طور پر وہاں لگایا گیا تھا۔ سالانہ تقریب میں مدعو ہونے والے مشہور و معروف مہمانوں میں شکاگو کے سرجن ڈاکٹر اونسفیلڈ، اوماہا سے آنے والے ذیابیطس کے ایک ماہر اور ریٹسبرگ کے ایک جنسی امراض کا علاج کرنے والے ماہر بھی شامل تھے۔ شعبہ طبیعات کے سب ممبران مہمانوں کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے تھے۔ اپنے چہروں پر وہ جشن کی خوشی کا تاثر پیدا کرنے میں کوشاں تھے مگر در حقیقت سکول میں چار مہینے گزارنے کے بعد وہ پریشان اور تھکے ہوئے سے تھے۔ ان کی تھکی آنکھوں کے گرد جھریوں نے حلقے بنا رکھے تھے اور ان سب نے روزانہ استعمال کرنے والے بغیر استری کئے سوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کی باتوں سے احساس ہوتا تھا جیسے یہ لوگ سائنس کے موضوعات پر بڑے انہماک سے باتیں کر رہے ہیں۔ وہ بڑے بڑے بھاری

بھرکم الفاظ استعمال کر رہے تھے اور مہمانوں سے اس طرح کی باتیں پوچھ رہے تھے "تو آپ روچیسٹر سے ہو کر آئے ہیں۔ اچھا وہ چارلی اور ول وغیرہ بچوں کے علاج کے سلسلے میں کیسا کام کر رہے ہیں؟" تاہم بھوک اور افسردگی ان کے چہروں سے ٹپکی پڑتی تھی۔ اس وقت صرف ساڑھے سات ہی بجے تھے اور یہ لوگ جو عام طور پر سات بجے سے پہلے کھانا نہیں کھاتے تھے اس روز ساڑھے چھ بجے ہی ڈنر کے لئے آ بیٹھے۔

اس بدمزہ سے جشن میں ایک نئے مہمان کی چمک دمک نے سب لوگوں میں جوش وخروش کی لہر دوڑا دی۔ اس کی شخصیت کے رعب داب میں کالی سیاہ داڑھی، کلف لگی سفید بُراق قمیض اور کشادہ پیشانی مزید اضافہ کرتی تھیں، آنکھوں سے وحشت ٹپکتی تھی ــــ نہ جانے یہ آنکھیں اس کی ذہانت کا اظہار کر رہی تھیں۔ یاد دانگی کا جرمن لہجے میں بولتے ہوئے اس نے بڑی گونجدار آواز میں ڈاکٹر سلوا کے متعلق پوچھا اور ڈین کے گروپ میں شامل ہو کر یوں دکھائی دینے لگا جیسے چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے درمیان ایک جنگی جہاز کھڑا ہو۔

"ارے یہ کون ہے؟" مارٹن نے تعجب سے پوچھا۔

"آؤ آگے بڑھ کر معلوم کریں" کلف نے کہا اور وہ دونوں ڈاکٹر سلوا کے گرد بڑھتے ہوئے ہجوم میں شامل ہو گئے تاکہ اس پُراسرار ہستی کے متعلق کچھ معلوم کریں۔ جس کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا تھا کہ وہ دوا سازی کے ماہر ڈاکٹر بینوئی کار ہیں۔

ڈاکٹر کار بڑے شگفتہ لہجے اور بھاری بھرکم آواز میں اخلاط خواب اور کیمیائی ادویہ سے علاج کے مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ اور بتا رہے تھے کہ انھوں نے جرمنی میں شمیڈ برگ کے ساتھ بھی کام کیا ہے شعبہ طبیات کے اسسٹنٹ پروفیسر یہ سن سن کر مارے عقیدت کے دوہرے ہوتے جا رہے تھے۔ انھوں نے کہا "حالانکہ میری پیدائش امریکہ کی ہے مگر بچپن سے ہی میں جرمن زبان بولتا ہوں۔

اس لئے اپنے عزیز دوست اہرلچ کے کام کو زیادہ اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں نے انھیں ہز ہائینس قیصر سے اعزاز لیتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اہرلچ بڑا پیارا اور بچّے کی طرح معصوم تھا۔"

اس وقت شعبۂ طبیات میں جرمنوں کا ایک بڑا موثر حلقہ تھا (مگر ۱۵-۱۹۱۴ء میں اس حلقہ کا رسوخ جاتا رہا) انھوں نے علم وفضل کے اس طوفانوں کے آگے سر جھکا دیئے۔ مارٹن اس ساری گفتگو کو نشاط انگیز جوش کے ساتھ سن رہا تھا۔ یہاں تک انگس ڈوئیر جیسا شخص بھی بھول گیا وہ کون ہے گاٹلب کے کردار کی سب خصوصیات ڈاکٹر کار میں تھیں۔ وہ مشینی قسم کے اساتذہ سے نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ دنیا کی بڑی بڑی باتوں کا ذکر کچھ اس طرح سے کر رہے تھے کہ مجالس فقط ایک گاؤں معلوم ہوتا تھا۔ ان کے لہجے میں اکھڑا اکھڑا پن نہیں تھا جو گاٹلب کی خامی تھی۔ مارٹن کے دل میں آیا کہ کاش گاٹلب بھی یہاں ہوتے اس نے سوچا کہ اگر وہ ہوتے تو ان دو مہارتھیوں میں بڑی پر زور جھڑپ ہوتی ۔

ڈاکٹر کار کو صدر جلسہ کی میز پر ڈین کے ساتھ بٹھا دیا گیا مارٹن کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ڈاکٹر کار بے مزہ کھانے (جس میں زیادہ تر ترش مرغ اور گھٹیا طریقے سے بنا ہوا سلاد ہی تھا) کا معائنہ کرنے کے بعد گھبرا کر ایک چاندی کی بوتل سے پانی کے گلاس میں بار بار کچھ انڈیل رہے ہیں۔ پھر وہ اودھم مچانے لگے جب انھوں نے دوا شناس کو بیچ میں سے ہٹا کر ڈاکٹر سلوا کی پیٹھ پر ایک دھول جمائی تو ڈین صاحب جھلا اُٹھے۔ انھوں نے گفتگو میں اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں کی باتوں کو کاٹنا شروع کیا اور پھر ایک گیت کے بول گانے لگے "غرق ہو جاؤں گا میں بپھرے ہوئے سیلاب میں"۔

اس دعوت میں شامل ہونے والے طلبا سب سے زیادہ ڈاکٹر کار کے آداب کا مطالعہ کرتے رہے۔ ایک گھنٹہ کے جشن کے بعد (جس میں ایک طرح کا تناؤ سا پیدا ہو گیا تھا) ڈین سلوا جب مقررین کا اعلان کرنے لگے تو کار صاحب لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے اور بولے "آج کوئی تقریر بازی نہیں ہونی چاہیئے۔ صرف بے وقوف

لوگ تقریریں کرتے ہیں۔ عقل مند گانے گاتے ہیں، اگانے گانے ہیں، میری جان گھمانے گانے ہیں۔ تم سب پروفیسر جاہل ہو۔"

دعوت کے دوسرے مہمانوں نے دیکھا کہ ڈین سلوا ڈاکٹر کار کی منت سماجت کر رہے ہیں۔ اور پھر دو اسسٹنٹ پروفیسر اور فٹ بال کا ایک کھلاڑی مل کر اسے باہر لے گئے۔ خوف و مسرت سے ملے جلے اس منظر کی خاموشی میں کلف کلاسن نے گھبرا کر مارٹن سے کہا "مجھے تو مل گیا انعام لیکن اس بے وقوف نے وعدہ کیا تھا کہ میں یہاں آکر ہوش میں رہوں گا، بھکوں گا نہیں۔"

"ہیں کیا؟"

"مجھے معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ یہ کمبخت یہاں آکر اپنا بھانڈہ پھوڑ کر سارا کھیل بگاڑ دے گا۔ اب ڈین مجھے چھوڑے گا نہیں۔"

اس نے بتایا کہ ڈاکٹر بینونی کار کا اصل نام ہینو کار کووسکی ہے اس نے ایک ایسے میڈیکل سکول میں تعلیم حاصل کی تھی جہاں دو سال میں ہی ڈگری مل جاتی ہے اس کا مطالعہ تو بہت وسیع ہے۔ مگر وہ یورپ کبھی نہیں گیا۔ اس نے طبی نمائشوں میں اپنی چرب زبانی سے کام لے کر لوگوں کی بھیڑ اکھٹی کرنے کا کام کیا ہے۔ ہاتھ پاؤں کے امراض کا علاج کرتا رہا ہے۔ روحانیات میں بھی اس کا دخل رہا ہے، پراسرار فلسفیانہ نظریات کی تعلیم بھی اس نے دی ہے اور عورتوں کے پاگل خانوں کا ناظم اعلیٰ رہا ہے۔ کلف کی ملاقات ان سے زینتھ میں ہوئی تھی۔ جبکہ دونوں ہی لفنگے میں دھت تھے۔ ڈین سلوا کو کلف نے ہی بتایا تھا کہ دوا سازی کے مشہور و معروف ماہر آجکل کچھ دنوں کے لئے زینتھ میں ہیں اور شاید دعوت ملنے پر یونیورسٹی میں قدم رنجہ فرمانے پر راضی ہو جائیں۔

ڈین سلوا نے اس تجویز پر کلف کا صدق دلی سے شکریہ ادا کیا تھا۔

دعوت بہت جلد ختم ہو گئی۔ اس روز ڈاکٹر اولسفیلڈ نے تانت کو جراثیم سے پاک کرنے پر جو معلوماتی تقریر کی اس پر کسی نے توجہ نہیں کی۔

کلف فکر مند ہو گیا۔ مارٹن کی مشاہدہ کی ہوئی بہت سی باتوں سے متفق تھا۔ اسے عورتوں کو راہ پر لاتے کے ڈھنگ آتے تھے۔ دوسرے روز اس نے ڈین کی سکریٹری کو کریدا اور اپنی قسمت معلوم کر لی۔ شعبۂ طبیات کی کمیٹی نے اپنی میٹنگ میں ڈاکٹر بینولی کا رکا ذمہ دار کلف کو ٹھہرایا تھا اور ڈین سلوا نے وہ تمام باتیں کہیں جن کا کلف کو خدشہ تھا۔ مگر ڈین اُسے فوراً بلانے والا نہیں تھا وہ کچھ عرصہ تک اسے انتظار کی سخت ذہنی اذیت پہنچا کر سب کے سامنے طبیات کے شعبے سے نکالنا چاہتا تھا۔

مارٹن سے کلف نے کہا: "میں اس میڈیکل ڈگری اور گاٹلب کے چوہوں کو الوداع کہہ رہا ہوں۔ طب کے پیشے کو میں نے پہلے بھی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ ذرا سوچو اب میں سیلز مین بنوں گا" پھر وہ ڈین کے پاس گیا اور بولا "سلوا صاحب میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میڈیکل سکول سے میں نے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ شکاگو میں مجھے ایک بہت اچھی نوکری کی پیش کش ہوئی ہے۔ آپ کے سکول میں پڑھائی کا طریقہ بھی مجھے کوئی خاص پسند نہیں۔ سارا زور چیزیں رٹنے پر دیا جاتا ہے۔ سائنس سکھانے کا جذبہ یہاں ہے ہی نہیں ــــ اچھا خدا حافظ!"

ڈین سلوا اس قدر بوکھلا گیا کہ بے معنی سی آوازیں نکالنے کے سوا کلف کو کوئی جواب نہ دے سکا۔

کلف کلاس زینتھ جاکر رہنے لگا۔ اور مارٹن اکیلا رہ گیا۔ وہ اپنے بورڈنگ ہاؤس کے سامنے والا بڑا کمرہ چھوڑ کر ہوسٹل کی پشت والے کمرے میں منتقل ہو گیا۔ اپنی ننھی چھوٹی سی کوٹھری میں وہ دل شکستہ سی حالت میں اپنی تنہائی پہ کڑھا کرتا۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانکا اور نیچے دیوار پر لگے ایک پھٹے ہوئے اشتہار پر نظریں گاڑ دیں۔ کچھ دیر بعد اُس کے ذہن میں لیورا کی آنکھیں ابھرنے لگیں۔ پھر کلف کی لعن طعن کرتی ہوئی پرسکون آواز اُسے کمرے میں گونجتی محسوس ہوئی۔ تنہائی کا جان لیوا احساس اُس کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔

باب نواں

فروری کی ایک سہ پہر کو مارٹن اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ اس نے نیچے بار بار موٹر کے ہارن کی آواز سنی اس نے کھڑکی میں سے جھانکا دودھیا رنگ کی بڑی بڑی بتیوں اور کھلی چھت والی ایک عجیب سی گاڑی نیچے کھڑی ہے۔ کافی دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد اس نے پہچانا کہ گاڑی کو چلانے والا نوجوان جو سلیٹی رنگ کا ڈھیلا ڈھالا کوٹ پہنے ہوئے تھے اور جس کے سر پر بانکی ترچھی ٹوپی تھی اور جس نے گلے کو اچھی طرح سے لپیٹ رکھا تھا، اس کا دوست کلف کلاسن تھا جو اسے اشاروں سے بلا رہا تھا۔

وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اترتا نیچے گیا تو کلف نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا "کہو استاد، میری کشتی تمہیں کیسی لگی؟" "جانتے ہو یہ کس کپڑے کا سوٹ ہے؟ سکاٹ لینڈ کا بنا کپڑا ہے یہ۔ ایمان سے تمہارے چچا کلف نے ۲۵ (پچیس) ڈالر ہفتے کی نوکری حاصل کرلی ہے۔ کمیشن الگ۔ موٹر گاڑیاں بیچنے کا کام ہے۔ تمہارے میڈیکل سکول میں تو اپنی زندگی ضائع ہو رہی تھی۔ اب جلد ہی میں ہفتے میں اسی ڈالر کمانے لگوں گا۔ اندر آجاؤ میرے بچے۔ میں تمہیں گرینڈ میں لے جا رہا ہوں اور وہاں ایسا بڑھیا کھانا کھلاؤں گا کہ اس طرح کا تر مال تمہاری سوکھی ہڈیوں میں کبھی نہیں گیا ہوگا۔

کلف اس وقت ۳۸ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زینتھ کی طرف جا رہا تھا اور ۱۹۰۸ء میں کسی بھی موٹر گاڑی کے لئے یہ رفتار بہت زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ مارٹن نے کلف کو اب ایک نئے روپ میں دیکھا۔ شور مچانے میں تو وہ ویسا ہی تھا مگر اب اس میں اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور وہ ایک دم سے بہت سا روپیہ کمانے کی نئی نئی اسکیمیں

بنانے لگا تھا۔ اس کے جھاڑیوں جیسے بال جو کبھی پیشانی پر چپکنے دکھائی دیتے تھے اور پشت پر جھاڑ جھنکار سے معلوم ہوتے تھے، اب کنگھی سے اچھی طرح سنورے ہوئے تھے۔ اور اس کے گالوں کی سُرخی خوشی و خوشحالی کی بڑی واضح علامت تھے چمکتے دمکتے الف لیلوی گرینڈ ہوٹل کے سامنے پہنچ کر اس نے ایک جھٹکے سے بریک لگائی موٹر سے اُترنے سے پیشتر اس نے گاڑی چلانے کے لئے پہلے دستانے اتار لئے اور سفید دستانے پہن لئے جن پر سیاہ دھاگے سے سلائی کی ہوئی تھی۔ جب وہ برآمدے میں سے گزر رہا تھا تو اس نے انہیں بھی اتار دیا۔ وہاں کام کرنے والی ایک لڑکی کو اس نے "ہجاتی" کہہ کر بلایا اور ڈائننگ روم میں جا کر "ہیڈ ویٹر" سے یوں مخاطب ہوا۔

"سناؤ لڑکے طبیعت کیسی ہے؟ اور حضور بٹلر صاحب کے مزاج کیسے ہیں؟۔ اچھا آؤ ڈاکٹر ایبر دسمنھ سے تمہارا تعارف کراؤں۔ سنو جب کبھی ڈاکٹر صاحب یہاں تشریف لائیں تو تم یہ مشہور و معروف "سردس" ان کے لئے مخصوص کر دو اور جو بھی یہ مانگیں انھیں دو۔ اگر فرض کیا کہ ان کی جیب میں پیسے نہ ہوں تو بل مجھ سے وصول کرو۔ اس وقت میں دو آدمیوں کے لئے چھوٹی سی اور اچھی سی میز چاہتا ہوں صاف ٹھنڈے اور گرم پانی کا انتظام ہو، ایک تیز وطرار قسم کا ویٹر ہو ہاں.. مشورہ دو کہ ایک شاندار دعوت میں مچھلی، بھنے ہوئے گوشت اور شراب کے علاوہ اور کیا ہونا چاہیئے؟"

"بہت خوب جناب، اس طرف تشریف لایئے مسٹر کلاسن!" ہیڈ ویٹر نے لمبا سا سانس لے کر کہا۔

کلف نے مارٹن سے سرگوشی کی۔ "دو ہفتوں کے اندر میں نے اسے سدھالیا ہے۔ تم دیکھتے جاؤ میرا طریقہ!"

کلف کھانے کا آرڈر دے رہا تھا کہ ایک آدمی ان کی میز کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ شکل وصورت اور انداز سے وہ ایک معقول قسم کا "سفری سیلز مین" معلوم ہوتا تھا جو ہر سنیچر کی شام گھر میں بال بچوں کے درمیان گزارنے کا خواہش مند

ہوتا ہے۔ وہ کچھ گنجا اور موٹا سا تھا اور بغیر فریم کے چشمے کے ساتھ اس کا گول سا چہرہ بڑا بھولا بھالا اور معصوم سا لگ رہا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو گھور کر دیکھا جیسے ڈنر کے لئے کسی ساتھی کی تلاش میں ہو۔ کلف اسے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے اپنے مخصوص طریقے سے چیخ کر کہنے لگا۔ "آہا ہمارا پرانا یار بابسکی۔ کیا کسی کے ساتھ کھانا کھا رہے ہو؟ آؤ محفل زندہ دلان میں شامل ہو جاؤ۔"

"اچھا جیسی تمہاری خوشی۔ میری بیوی آجکل باہر گئی ہوئی ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"لو ڈاکٹر ایرو سمتھ سے ملو۔ مارٹ، یہ میرے دوست جارج ایف۔ بیبٹ زینتھ کے بادشاہ ہیں آپ۔ مسٹر بیبٹ نے حال ہی میں اپنی چونتیسویں سالگرہ پر پہلی بار پیٹرول سے چلنے والی بگھی خریدی ہے۔"

کلف اور مسٹر بیبٹ کی دوستی دل بہلانے کے لئے ہنسی مذاق کا رشتہ تھا۔ اور جب مارٹن ان کی کاک ٹیل پارٹیوں اور دوسری محفلوں میں شریک ہوا تو اس نے دیکھا کہ کلف فیاضی میں حاتم طائی ہے اور مسٹر جارج ایف بیبٹ اسے دلچسپ و مخلص قسم کے مصاحب کا کام دیتا ہے۔

کلف نے بتایا کہ اُسے یقین ہے کہ وہ جلد ہی ایک موٹر فیکٹری کا صدر بن جائے گا۔ اُسے اعتراف تھا کہ اس اعتماد میں اس کی "میڈیکل ٹریننگ" کا بھی حصہ تھا۔ اور مسٹر بیبٹ نے بڑے رازدارانہ انداز میں کہا "تم لوگوں سے میں تقریباً آٹھ دس سال بڑا ہوں۔ تم نے ابھی تک یہ نہیں سیکھا کہ زندگی کی سب سے بڑی مسرت اچھے مقاصد، خدمت خلق اور پبلک لائف میں ہے۔ اب اس بات کو اپنے تک ہی رکھئے گا کہ میرا اصل کام زمینوں اور مکانوں کی خرید و فروخت نہیں بلکہ تقریریں کرنا ہے۔ سچ کہہ رہا ہوں کہ میں نے قانون پڑھ کر سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب یہ بات راز میں رکھئے گا کہ حال ہی میں میں نے

بڑے بارسوخ لوگوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ میں ریپبلیکن پارٹی کے کچھ نوجوان لیڈروں سے ملتا رہا ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آدمی کو چوٹی پر پہنچنے کے لئے نیچے سے ایک ایک سیڑھی چڑھ کر جانا پڑتا ہے۔ اگر آپ اس بات کو راز میں رکھیں تو میں بتاؤں کہ اگلی بار میں میونسپل کارپوریشن کا الیکشن لڑوں گا۔ اس کے بعد میئر بننے کے لئے بس تھوڑی سی کسر رہ جائے گی۔ اس کے بعد میں ریاست کا گورنر ہو سکتا ہوں۔ پھر اگر مجھے محسوس ہوا کہ یہ میدان میرے لئے موزوں ہے تو کیا عجب کہ میں دس بارہ سال کے اندر، اندازاً ۱۹۱۸ء یا ۱۹۲۰ء میں ونے میک سینیٹ کی نمائندگی کرنے واشنگٹن پہنچ جاؤں!"

کلف کلاسن جیسے نپولین اور جارج ایف ہلیبٹ جیسے سکندر اعظم کے سامنے مارٹن کو محسوس ہوا کہ اس میں کاروباری آدمیوں کی سی تیزی، طراری اور قوت کا کس قدر فقدان ہے۔ اپنی عزت کے متعلق اس نے کبھی نہیں سوچا تھا مگر اب کلف کی امارت اور شان وشوکت کے مقابلے میں اپنے میلے کچیلے لباس اور گندے غلیظ کمرے کو دیکھ کر اسے شرم آنے لگی۔

(۲)

لیورا کی طرف سے اسے طویل سا خط ملا جس میں اس نے لکھا تھا کہ شاید اب وہ واپس نہ آسکے۔ مارٹن کو زندگی بے کار معلوم ہونے لگی۔ اس افسردگی کی حالت میں جب وہ جراثیمیات کے ابتدائی تجربوں کے دوران میں لیبارٹری میں مصروف تھا تو گاٹلب نے اسے تہ خانے سے چھ چوہے لانے کو کہا جنہیں ٹیکے لگائے جانے تھے۔ ان دنوں گاٹلب نئے تجربات پر اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتا تھا۔ وہ پریشان اور بدحواس سا رہتا تھا اور لڑکوں کو کام کے لئے اس طرح کہتا جیسے

انھیں جھڑک رہا ہو۔ جب مارٹن خوابناک حالت میں بجائے چوہوں کے چوہیاں لے آیا تو گاٹلب جھلّا اٹھا "تم جیسا جاہل اس لیبارٹری میں میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

دوسرے سال میں پڑھنے والے چھوٹے لڑکے جو خود مارٹن کی جھڑکیوں سے بیزار تھے، دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے۔ ان کی ہنسی سے مارٹن کو ایک اور تازیانہ لگا اور وہ طیش میں آ گیا "میری سمجھ میں اچھی طرح سے نہیں آیا کہ آپ نے کیا کہا تھا۔ مجھ سے ایسی غلطی پہلی بار ہوئی ہے اور اس طرح کا سلوک میں برداشت نہیں کر سکتا!"

"جاہل، میں کچھ بھی کہوں تمہیں برداشت کرنا ہو گا! اگر نہیں کر سکتے تو اپنی ٹوپی اٹھا کر جا سکتے ہو!"

"کیا آپ مجھے 'اسسٹنٹ' کے عہدے سے ہٹا رہے ہیں؟"

"شکر ہے تم میں اتنی ذہانت تو ہے کہ اس نتیجے تک پہنچ سکو!"

مارٹن جلدی سے باہر نکل گیا۔ گاٹلب حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اس نے واپس جاتے ہوئے مارٹن کی طرف ایک دو قدم اٹھائے مگر کلاس کے لڑکے جانوروں کی طرح کھی کھی کرتے رہے۔ وہ بہت خوش تھے اور انھیں امید تھی کہ اس ڈرامے میں کوئی اور منظر بھی ہو گا۔ گاٹلب نے غصّے سے گھور کر انھیں دیکھا اور وہ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ ان میں سے جو ذرا قاعدے کا لڑکا تھا گاٹلب نے اسے خرگوش لانے کو کہا اور پھر ایک منحوس سی خاموشی کے ساتھ کام میں لگ گیا۔

مارٹن برنے کے شراب خانے میں خم کے خم لنڈھا رہا تھا۔ نشے کی حالت میں وہ رات بھر اکیلا آوارہ گھومتا رہا۔ ہر بار جب وہ پیتا تو دل میں کہتا کہ میں بہت اچھا شرابی بن سکتا ہوں اور ہر بار سرور کے عالم میں وہ یہی مانتا کہ مجھے کسی چیز کی پروا نہیں۔ اگر لیورا بارہ ۱۲۰۰ سو میل دلکش دنیا میں نہ ہوتی تو وہ

ضرور سکون حاصل کرنے کے لئے اس کی پناہ میں چلا جاتا۔ اگلی صبح اس کی طبیعت بے کیف سی تھی۔ دن گذارنے کے لئے وہ ایک جام پی بھی چکا تھا۔ دفعتاً اسے ڈین سلوا کا یہ پرچہ ملا جس میں اس سے فوراً دفتر آنے کے لئے کہا گیا تھا۔

ڈین نے اُسے لیکچر پلانا شروع کیا۔

"ایرودسمتھ، حال ہی میں کونسل میں تمہارے اطوار پر بحث ہوئی ہے بجائے دو ایک مضامین کے تم توجہ سے نہیں پڑھتے مجھے اپنے مضمون کے متعلق کوئی شکایت نہیں۔ نمبر تو تمہارے کم نہیں آئے مگر تم اور بھی بہتر پوزیشن کے حامل ہو سکتے تھے۔ کچھ عرصہ سے تم نے شراب پینا بھی شروع کر دیا ہے۔ تمہیں بڑی غیر شریفانہ جگہوں میں جاتے دیکھا گیا ہے اور تمہاری دوستی ایک ایسے آدمی سے ہے جس نے میری یونیورسٹی کی اور سب مہمانوں کی بے عزتی کی۔ شعبے کے کئی اُستادوں نے تمہاری خودسری کی شکایت کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تم ہمارے طریقۂ تعلیم کا مذاق اُڑاتے ہو۔ مگر ڈاکٹر گاٹلب ہمیشہ تمہاری حمایت کرتے رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سائنس میں تحقیقی کاموں کے لئے تم میں بڑی صلاحیت ہے۔ مگر کل رات انھوں نے بھی شکایت کی کہ تم ان سے بدتمیزی سے پیش آئے ہو۔ اب اگر تم خود اپنا رویہ تبدیل نہ کر لو تو میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ سال کے باقی ماندہ عرصے کے لئے تمہیں معطل کر دوں۔ اور اگر اس سے بھی کام نہ چلا تو تمہیں نکال دینا ہوگا۔ تمہیں انکسار و عاجزی کی راہ پر لانے کا یہی ایک طریقہ ہے معلوم ہوتا ہے تمہارے اندر شیطان گھس گیا ہے جو تمہیں اس طرح سے اُکسا رہا ہے اچھا ہو اگر تم ڈاکٹر گاٹلب کے پاس جا کر معافی مانگ لو اور راہ راست اختیار کرو۔"

مارٹن نے جب زبان کھولی تو اس کی بجائے وہسکی کا نشہ بول رہا تھا۔

"مجھ پر لعنت ہو اگر میں ایسا کروں۔ جہنم میں جائیں گاٹلب۔ میں نے ان کے لئے اتنا کام کیا۔ مگر پھر بھی وہ مجھ پر غراتے ہیں اور واہی تباہی بکتے ہیں۔"

"دیکھو تم ڈاکٹر گاٹلب سے سخت ناانصافی کر رہے ہو انھوں نے تو صرف ——"

"ہاں انھوں نے تو صرف میری بے عزتی کی تھی۔ جس طرح سے میں نے اُن کے لئے کام کیا میں ہی جانتا ہوں لہٰذا اب معافی مانگنے کے خیال ہی پر میں لعنت بھیجتا ہوں۔ اور جہاں تک کلف کلاسن کا تعلق ہے، جس کے متعلق آپ نے اشارہ کیا وہ کسی کی ہتک کرنے والا شخص نہیں ہے۔ اس نے تو صرف ایک مذاق کیا تھا اور آپ لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ مجھے خوشی ہے کہ اُس نے یہ سب کیا!"

تب مارٹن اُن الفاظ کا انتظار کرنے لگا جو سائنس کی دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُس کے سارے رشتے منقطع کر دیتے۔

"ارو سمتھ، میں ابھی تمہیں یہاں کھڑے کھڑے نکال دیتا مگر میرا خیال ہے کہ تم ذہین لڑکے ہو۔ میں تمہیں جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ معطل تو تمہیں کر ہی دوں گا۔ جب تک کہ تم ہوش میں نہ آؤ اور گاٹلب سے اور مجھ سے معافی نہ مانگ لو۔" اس کا سلوک پدرانہ تھا۔ اور اس کے لب و لہجے نے مارٹن کو پشیمان ہونے پر مجبور کر دیا مگر بات ختم کرتے ہوئے اس نے یہ بھی کہا۔

"اور کلف نے اس بینوئی کار کے متعلق ہمارے ساتھ جو مذاق کیا وہ یا تو کوئی احمق کر سکتا ہے یا پھر کوئی پاجی۔ اور میرا خیال ہے کہ جب تک تم یہ بات سمجھ نہ جاؤ گے ہمارے پاس واپس آنے کے لئے تیار نہیں ہو گے۔"

"بہت اچھا" مارٹن نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

اُسے اپنے اوپر ترس آ رہا تھا۔ اصل المیہ یہ تھا کہ حالانکہ گاٹلب نے اُسے دھوکا دیا تھا، اس کا مستقبل تباہ کیا تھا اور لیورا کے ساتھ اس کی شادی کے امکانات ختم کر دیئے تھے پھر بھی وہ اس آدمی کو قابل پرستش سمجھتا تھا۔

سوائے اپنی مکان مالکن کے مارٹن نے مجالس میں کسی کو الوداع نہ کہی۔ اس نے اپنا سامان باندھا اور سامان کبھی کیا تھا۔ ایک مصنوعی چمڑے کے بیگ میں اس نے تمام چیزیں ٹھونس لیں ــــ کتابیں، کلاس کے نوٹس، ایک میلا سا سوٹ، دو ایک چادریں اور اپنے اثاثے کی سب سے شاندار چیز، یعنی ڈنر کے کپڑے۔ نشے کی حالت میں گھبرائے ہوئے دل کے ساتھ اُسے وہ وقت یاد آیا جب اس نے ڈنر جیکٹ خریدی تھی۔

مارٹن کو اپنے والد کی مختصر سی املاک کا روپیہ ایک ملز کے بینک سے چیک کی صورت میں دو مہینے میں ایک بار ملتا تھا اور اب اس کے پاس صرف چھ ڈالر رہ گئے تھے۔

زیلنتھ پہنچ کر اس نے اپنا بیگ ٹرالی کے سٹیشن پر چھوڑا اور کلف کی تلاش میں چل کھڑا ہوا جیسے اس نے تابوت اٹھانے والی بھورے رنگ کی موٹر گاڑی کے پاس اپنے فنِ خطابت کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔ اس گاڑی کے اندر نشے کی ترنگ میں بیٹھا ہوا ایک تابوت بردار کلف کی تقریر میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ مارٹن قریب چلا گیا اور دوسری گاڑی کے پائیدان پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ دوسرے دست فروشوں اور سٹینو گرافر لڑکیوں کا گھورنا اسے بہت برا لگا مگر وہ زندگی سے اس قدر بیزار تھا کہ اس نے اس بات کی پروا نہیں کی۔

کلف زور زور سے بولتا ہوا اس کی طرف آیا۔ "کیوں۔ کیوں بھئی کیا حال ہے؟ آؤ میرے ساتھ ایک دو گھونٹ پی لو۔"

مارٹن جانتا تھا کہ کلف اس کی طرف سوالیہ نظروں سے گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ جب وہ خوبصورت عورتوں کی تصویروں اور بڑے بڑے آئینوں سے آراستہ گرینڈ ہوٹل کی "بار" میں داخل ہوئے تو اس نے وہ بات کہہ دی جسے بتانے کے لئے وہ کلف کے پاس آیا تھا۔

"اب میری باری بھی آ گئی۔ سلوا صاحب نے بدتمیزی اور بے ادبی کے عالم سے الزام پر میرا پتہ بھی کاٹ دیا ہے۔ میں کچھ روز آوارگی کرنے کے بعد کوئی نوکری حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اُف خدایا میں کتنا تھکا ہوا ہوں اور پریشان ہوں۔ ارے ہاں کیا تم مجھے کچھ رقم اُدھار دے سکتے ہو؟"

"قسم لے لو، میرے پاس تو صرف....... مگر تمہیں کتنی رقم چاہیئے؟"

"مجھے سو ڈالر کی ضرورت ہے میرا چیک ابھی بہت دنوں میں آئے گا۔"

"اتنا تو میرے پاس نہیں ہو گا مگر شاید میں دفتر سے اس کا انتظام کر سکوں۔ اچھا تم یہاں میرا انتظار کرو، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں"۔

کلف نے سو ڈالر کس طرح سے اکٹھے کئے۔ یہ مارٹن کو کبھی معلوم نہ ہو سکا۔ مگر وہ پون گھنٹے میں واپس آ گیا۔ پھر وہ ڈنر کھانے چلے گئے اور مارٹن بے تحاشہ حلق میں وہسکی انڈیلنے لگا۔ کھانا کھانے کے بعد کلف اُسے اپنے بورڈنگ ہاؤس لے گیا جو اس کے کپڑوں کی طرح اسی کی خوشحالی کا غماز نہیں تھا۔ پھر اس نے زبردستی مارٹن کو نہلایا اور سلا دیا۔ اگلی صبح کلف نے اس کے لئے نوکری تلاش کرنے کی پیشکش کی مگر مارٹن نے انکار کر دیا اور دوپہر کے وقت وہ شمال کو جانے والی گاڑی میں بیٹھ کر زینتھ سے چلا گیا۔

نوآبادکاری کے ابتدائی دنوں سے لے کر اب تک ہمیشہ امریکہ میں جگہ جگہ گھومنے والے خانہ بدوش قسم کے نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد رہی ہے۔ ذات برادری سے نکالے ہوئے یہ گندے غلیظ لڑکے سروں میں سودائے سفر لئے، کالے رنگ کی نقلی ساٹن کی قمیضیں پہنے اور گٹھڑیاں اُٹھائے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ریاست سے دوسری ریاست میں گھومتے رہتے ہیں۔ مگر یہ مستقل آوارہ گرد نہیں ہوتے۔ بلکہ کبھی کبھار اپنے شہر جا کر کسی فیکٹری یا ورکشاپ میں نوکری کر لیتے ہیں۔ سال چھ مہینے اس طرح نوکری کرنے کے بعد پھر اچانک ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ رات کو ایسی گاڑیوں میں ان کا ہجوم جمع ہو جاتا ہے جہاں سگرٹ پینے کی اجازت ہوتی ہے۔ یہ لوگ میلے اور

گندے سے سٹیشنوں کے بینچوں پر ڈیرہ لگائے رہتے ہیں اور حالانکہ سارا ملک گھومتے ہیں مگر کسی جگہ کو نہیں جانتے کیونکہ سو شہروں میں گھومنے کے بعد بھی وہ صرف نوکری دلانے والے دفتروں، تمام رات کھلی رہنے والی سستی سی طعام گاہوں، غیر قانونی شراب خانوں اور گندی اور غلیظ قسم کی اقامت گاہوں کا ہی پتہ جان پاتے ہیں۔ مارٹن بھی خانہ بدوشوں کی اس دنیا میں گم ہو گیا۔ وہ لگاتار شراب پیتا رہا۔ اسے اس بات کا کوئی ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور کس لئے جا رہا ہے اس حالت میں بھی لیورا، کلف اور رگاٹلب کا خیال اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا۔ ایسی ہی بے خودی کے عالم میں وہ زینتھ سے سپارٹا شہر، اوہیو، مچی گان اور مغرب میں الی نائس کے درمیان گھومتا رہا۔ اس کی سوچنے اور غور و فکر کرنے کی ساری ذہنی قوت سلب ہو چکی تھی۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے ہوئے اسے یہ بھی یاد نہ رہتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ اتنی بات اسے ضرور یاد تھی کہ اس نے تھوڑے دنوں کے لئے سوڈا بیچنے والی دوکان پر ملازمت کی تھی اور ایک بار کسی گھٹیا سے تعفن بھرے رلیستوران میں ہفتے عشرے کے لئے پلیٹیں صاف کرنے کا کام بھی کیا تھا۔ وہ مال گاڑیوں میں سفر کرتا۔ انجن کے ساتھ لگے ڈبوں میں بیٹھ جاتا اور پیدل بھی چل دیتا۔ اپنے ہم سفروں میں وہ "لاغر" کے نام سے مشہور تھا۔ ان میں سب سے زیادہ بدمزاج اور بے کل و بے چین طبیعت والا مسافر۔

کچھ عرصہ تک اس طرح شتر بے مہار کی مانند گھومنے کے بعد اسے اپنے سفر کی سمت کا احساس ہونے لگا۔ ایک غیر شعوری خواہش کے تحت وہ مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ اور مغرب کے وسیع و عریض میدانوں میں لیورا اس کی منتظر تھی۔ ایک دو دن کے لئے اس نے شراب ترک کر دی۔ جب وہ سو کر اٹھا تو مارا مارا پھرنے والا آوارہ گرد "لاغر" نہیں تھا بلکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ پرانا مارٹن ایروسمتھ ہے۔ اپنی مدہوشی کو جھٹک کر اس نے سوچا "میں واپس کیوں نہ چلا جاؤں؟ یہ تجربہ شاید میرے لئے برا نہیں رہا۔ میں اتنی محنت کرتا رہا ہوں۔ مگر میں بہت حساس ہو گیا تھا اور

میرا دماغ بارود کی طرح ——— نہ جانے لیبارٹری میں میرے خرگوشوں کا کیا ہوا........ کیا وہ مجھے پھر تحقیق کرنے کی اجازت دیں گے؟"

مگر یہ اس کے لئے ناممکن تھا کہ وہ لیورا کو ملے بغیر واپس چلا جائے۔ اس کا خیال مارٹن کے دل میں بس گیا تھا اور باقی دنیا اسے فضول اور بے کار معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرح کی غیر شعوری سمجھ داری سے اس نے کلف سے ادھار لی ہوئی رقم بچا رکھی تھی اور اسی لئے اس نے تنگی ترشی میں گزارہ کیا تھا۔ راستے میں وہ کھٹی ڈبل روٹی اور کچی پکی چیزیں کھا کر پیٹ بھرتا رہا تھا۔ اسی طرح ایک دن وہ سفر کرتے کرتے وسکونسن کے کسی نامعلوم سے شہر کے سٹیشن پر رک گیا اور وٹسل دینیا نامی ڈاکوٹا کا ٹکٹ خرید کر لیورا کو تار دے دی۔

"پہنچ رہا ہوں۔ کل بدھ۔ ۲ بجکر ۲۴ منٹ پر۔ سینڈی"

(۱۳)

وسیع و عریض مسیپی کو عبور کر کے وہ مینیس ادما میں پہنچ گیا اور ہوا کے تیز و تند تھپیڑے برداشت کرتا برف کے طول طویل میدانوں سے گزرنے لگا جنہیں باڑھ کی تاروں سے چھوٹے چھوٹے قطعوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اب وہ دسنے میک اور داہو کے چھوٹے چھوٹے کھیتوں سے دور پہنچ کر اور آدھی رات کی دیوانہ وار پڑھائی اور مدہوشی نیم شب سے چھٹکارا حاصل کر کے اپنے آپ کو کچھ آزاد سا محسوس کرنے لگا تھا۔ اسے وہ دن یاد آنے لگے جب وہ مونٹانا میں تاریں لگایا کرتا تھا۔ اطمینان، آسودگی اور بے فکری کی وہی مسرت اسے پھر سے حاصل تھی۔ غروب آفتاب کے وقت شفق کی سرخی قرمزی رنگ کا جھاگ کا سمندر دکھائی دیتی تھی۔ رات کے وقت ریل کے کھچا کھچ بھرے ڈبے سے اتر کر سادک سینٹر کے پلیٹ فارم

پر ٹہلتے ہوئے اور وہاں کی برفیلی ہوا کو اپنے اندر جذب کرتے ہوئے اس نے اوپر
دیکھا تو آسمان پر حد نظر تک پھیلے ہوئے ستارے بھی سردی سے ٹھٹھر رہے تھے۔
قطب شمالی سے آنے والی روشنی سے کبھی تو آسمان چمک اٹھتا اور کبھی خوفزدہ سا
دکھائی دیتا۔ اس جری اور توانا سرزمین کی قوت کو اپنی سانسوں میں سمو کے
وہ اپنے ڈبے میں واپس آ گیا۔ راستے میں وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے لئے
سیٹ پر پاؤں پسار کر سوتا رہا اور سیلانی قسم کے مہربان ہمسفر نوجوان سے
باتیں کرتا رہا۔ ایک سٹیشن کے ریستوران میں اس نے کڑوی سی کافی پی اور گیہوں
کا بنا ہوا بڑا سا کیک کھایا۔ اس طرح چھوٹے چھوٹے گمنام سے سٹیشنوں پر گاڑی
بدلتا آخر وہ ان بدوضع مکانوں، اناج کے گوداموں مویشی باڑے اور ریل کے ڈبے
کی شکل کے اس سٹیشن پر پہنچ گیا۔ جس کا پلیٹ فارم کیچڑ سے بھرا رہتا تھا اور جو
ولسن دینیا کی نواحی بستیوں میں [illegible] سک کی کھال کا بڑا سا بدوضع کوٹ
پہنے لیوڈا پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ ہوا کے تھپیڑوں سے کپکپاتے ہوئے جب اس نے
گاڑی میں سے جھانک کر دیکھا تو وہ سودائی سا لگ رہا تھا۔ لیوڈا نے سرخ دستانوں
میں چھپے اپنے بچوں جیسے ہاتھ اس کی طرف اٹھائے اور مارٹن گاڑی سے اتر کر
بھاگا۔ قریب پہنچ کر اس نے اپنا بے ڈھنگا سا تھیلا زمین پر رکھ دیا۔ پاس سے گزرتے
ہوئے کسانوں کے منہ تعجب سے کھلے کے کھلے رہ گئے جب وہ دونوں ان سب کی نظروں
سے بے نیاز بوسہ لیتے ہوئے ایک دوسرے میں کھو گئے۔

برفانی ہواؤں سے سرد کئے ہوئے رخسار کی تازگی مارٹن کو کئی سال بعد
بھی یاد آتی رہی۔

چھک چھک کرتی گاڑی اس چھوٹے سے سٹیشن کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل
گئی۔ اب تک یہ پلیٹ فارم کے ساتھ کھڑی سیاہ دیوار کی طرح ان کی حفاظت
کر رہی تھی۔ مگر اب میدانوں میں پڑی برف کی چوندھیا دینے والی چمک کچھ اس طرح
کا احساس دلا رہی تھی۔ جیسے لوگوں کی نگاہیں انہیں پر لگی ہوں۔ خود آگاہی کا جذبہ ان

دونوں پر مسلط ہو گیا۔

"ہائے، تم کیسے آ گئے ــــــ کیا ہوا؟" وہ جیسے بلے چینی سے پھڑ پھڑا اٹھی۔

"کوئی خط نہیں پہنچا نہیں۔ میں تو ڈر گئی تھی۔"

"آوارہ گردی پر نکالا ہوں۔ ڈین نے مجھے نکال دیا ہے۔ پروفیسر کی بے ادبی کرنے پر۔ پروفیسروں کے ساتھ گستاخی کرنے پر۔ کیوں تمہیں کوئی فکر ہونے لگی؟"

"مجھے کیا ہے تم تو ہو ہی... ہو گی۔ اگر تم اسی میں خوش ہو تو......"

"میں تم سے شادی کرنے آیا ہوں۔"

"مگر جانِ من ہم شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ خیر دیکھو۔ اب ابا سے خوب جھگڑا ہو گا۔" وہ ہنسنے لگی۔ "گھر میں سب کے لئے انھوں نے الگ الگ منصوبہ بنایا ہوتا ہے۔ جب کبھی کوئی بات ان کی توقع کے خلاف ہو جائے تو وہ بھونچکا سے رہ جاتے ہیں۔ اس سے بڑی کوفت ہوتی ہے انھیں۔ مگر اس جھگڑے میں تمہارا ساتھ ہونے کی وجہ سے ذرا مزہ آئے گا کیونکہ تم کیسے جان سکتے ہو کہ ہر کام سوچے سمجھے منصوبے ہی کے تحت کرتے ہیں۔ ہائے سینڈی میں کتنی اداس تھی تمہارے بغیر۔ اماں کو تو کوئی بھی تکلیف نہیں تھی، بھلی چنگی ہیں وہ مگر ان لوگوں نے مجھے گھر میں باندھ رکھا ہے میرا خیال ہے ابا سے کسی نے اشارتاً کہہ دیا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ان کی پیاری بیٹی نرس کا کام سیکھنے کے لئے باہر چلی گئی تو وہ دیوالیہ ہو جائیں گے۔ اس وقت انھوں نے یہ بات سمجھی ہی نہیں کیونکہ اینڈریو جیکسن ڈنر کر تو بات سمجھنے میں پورا سال لگتا ہے۔ ہائے سینڈی تم آ گئے!"

ریل گاڑی کا شور و ہنگامہ گزر جانے کے بعد گاؤں خالی خالی سا لگنے لگا۔ ڈلسل دینیا اتنی چھوٹی سی جگہ تھی کہ وہ اس کے گرد دس منٹ میں چکر لگا سکتا تھا۔ لیورا کے لئے تو ہر عمارت دوسرے سے مختلف تھی۔ وہ "فریزر اینڈ لیمب" کے سٹور اور نار بلوم کی دوکان میں امتیاز کر سکتی تھی مگر مارٹن کے لئے اب اس چوڑی سڑک پر لکڑی کے بنے ہوئے دو منزلہ کھوکھوں ایسے بدوضع سے مکان ایک

ہی شکل وصورت کے تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں کے سٹور سے جب وہ سڑک کا موڑ مڑے تو لیورا نے کہا، "اب دوسرے بلاک کے آخر میں ہمارا گھر آجائے گا۔"
یہ سن کر خوف اور بوکھلاہٹ کی وجہ سے مارٹن کا جی چاہنے لگا کہ وہ وہیں ٹھہر جائے۔ اس نے ایک طوفان سا آتا ہوا محسوس کیا اور سوچا کہ جب وہ جائے گا تو مسٹر ٹوزر اُسے آوارہ گرد اور نکما سمجھ کر لیورا کو تباہ کرنے کا الزام لگائیں گے اور مسز ٹوزر ٹسوے بہانے لگیں گی۔

"ک۔ک۔ک۔کیا تم نے اپنے گھر والوں کو میرے متعلق بتا دیا تھا؟" وہ گھبراہٹ میں ہکلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں، کچھ کچھ تو بتا ہی دیا تھا۔ میں نے تمہاری بڑی ہوا باندھی ہے کہ میڈیکل سکول میں تم ایک معجزہ ہو اور اشاروں اشاروں میں یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب تم اپنی پڑھائی مکمل کر لو گے تو شاید ہم شادی کر لیں۔ اور پھر تمہاری تار آگئی تو پوچھنے لگے کہ وہ کیوں آ رہا ہے اور یہ تار وسکونسن سے آئی ہے اور یہ کہ جب تم تار بھیج رہے ہو گے تو تم نے کس رنگ کی نکٹائی پہن رکھی ہو گی۔ اس طرح کی بہت سی باتیں مگر میں انھیں کیا بتاتی۔ وہ اس مسئلے پر بڑی دیر بحث کرتے رہے۔ بحث تو وہ ہر بات پر کرتے ہیں۔ ہائے سینڈی اپنی بحث کی وجہ سے یہ لوگ کھانا حرام کر دیتے ہیں۔"

اس پر خوف طاری ہو گیا۔ خاکی رنگ کے برآمدوں والے بڑے سے مکان کے سامنے جب وہ پہنچے تو لیورا کے والدین جو پہلے اُسے قصّے کہانی کے دلچسپ کردار معلوم ہوتے تھے اب دہشت انگیز حد تک حقیقی معلوم ہونے لگے۔ اس مکان میں ایک بڑی سی کھڑکی تھی جس پر شیشے کا رنگین حاشیے والا فریم لگا تھا۔ اسے حال ہی میں دیوار توڑ کر بنایا گیا تھا کیونکہ ان دنوں اس قسم کی کھڑکیاں خوشحالی کی علامت سمجھی جاتی تھیں۔ علاوہ بریں نیا نیا بنا ہوا گیرج دیکھ کر بھی رعب و دبدبے کا احساس ہوتا تھا۔

طوفان کے پھٹ پڑنے کی امید میں وہ لیورا کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ مسز ٹوزر

نے دروازہ کھولا اور غمگین سی نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔ وہ ایک دُبلی پتلی بُجھی بُجھی صورت والی، ادھیڑ عمر کی عورت تھی۔ مارٹن کی تسلیمات کا جواب اس نے یوں جھک کر دیا جیسے اُسے اس کی آمد ناگوار تو نہ گذری ہو مگر وضاحت طلب اور مشکوک ضرور رہی۔

وہ سیٹی کی سی تیز آواز میں بولی "اوری، کیا تم مسٹر ایبروسمتھ کو ان کا کمرہ دکھا دو گی۔ یا میں چلوں اِن کے ساتھ؟"

وہ ایسے گھروں کی مانند تھا جن میں آرائش کا سامان تو بہت ہوتا ہے مگر کتابیں بالکل نہیں ہوتیں۔ تصویریں تو وہاں ضرور ٹنگی ہوں گی مگر مارٹن کے ذہن میں یہ تصویریں کوئی نقش نہ چھوڑ سکیں۔ اس کے کمرے میں بے ترتیبی سے پڑے ہوئے پلنگ پر ایک چادر بچھی تھی جس پر نہایت نفاست سے بیل بوٹے کڑھے تھے۔ منقش صراحی اور پیالہ میز پوش پر رکھا تھا۔ جس پر سُرخ دھاگے سے مینڈک، بھیڑ کے بچے، سوسن کے پھول، اور صالح قسم کے جملے کاڑھے ہوئے تھے۔

اپنا سامان کھولنے میں اس نے زیادہ سے زیادہ دیر لگائی۔ حالانکہ کھولنے اور بند کرنے کی کوئی چیز اس کے پاس تھی ہی نہیں پھر وہ ہچکچاتا ہوا نیچے اترا۔ دیوان خانے میں انگیٹھی جل رہی تھی اور چاروں طرف گل مہندی کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ پھر کہیں سے مسز ٹوزر آ گئی جو اسی کے متعلق فکر مند تھی اور کوئی خوشگوار بات کہنا چاہتی تھی۔

"کیا گاڑی میں آپ کا سفر آرام سے کٹا؟"

"ہاں بڑے آرام سے۔ مگر بھیڑ بہت تھی۔"

"کیا بہت بھیڑ تھی؟"

"ہاں بے شمار لوگ سفر کر رہے تھے۔"

"کیا سچ؟ ہاں بہت ہی لوگ ہوں گے۔ کبھی کبھی تو میں سوچتی ہوں کہ گاڑیوں میں جو ہر وقت اتنے لوگ ملتے ہیں وہ کہاں جاتے ہیں۔ کیا آپ —— کیا شہر والوں

ہیں ۔۔۔ مِنی آپولس اور سینٹ پال میں بہت سردی تھی؟

"ہاں خاصی سردی تھی"

"اوہ کیا بہت ٹھنڈ تھی؟"

مسز ٹوزر بہت محتاط قسم کی خوش خلقی سے پیش آرہی تھی۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی نقب زن ہے جسے انھوں نے غلطی سے مہمان سمجھ کر ٹھہرا لیا ہو۔ وہ بار بار سوچتا کہ بیورا کیوں نظر نہیں آتی کچھ ہی دیر بعد وہ بھی متانت اور سنجیدگی کی مورت بنی وہاں آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں کافی کے ساتھ ایک بہت بڑا کافی کیک رکھا تھا۔ کیک میں خشک انگور اور بھورے رنگ کی شکر کے دلے چمک رہے تھے۔ بے تکلفی سے وہ بھی موسم اور فورڈ کاروں کی قیمت کے متعلق باتیں کرنے لگی۔ اس ہنسی مذاق کے درمیان مسٹر اینڈ مسز لوجیکسن ٹوزر بھی کہیں سے آٹپکے اور ان کی باتیں پھر تکلف اور مصنوعی سی خوش خلقی کے رنگ میں بدل گئیں۔

مسٹر ٹوزر اپنی بیوی کی طرح دُبلا پتلا اور دھوپ سے سنولائے ہوئے رنگ کا آدمی تھا جس کی شخصیت میں کوئی امتیازی بات نہ تھی۔ بیوی کی طرح وہ بھی دل ہی دل میں کڑھتا رہتا۔ دُنیا کی ہر اس چیز کو دیکھ کر اُسے تعجب ہوتا جو اس کے اناج کے گوداموں، دودھ مکھن کی دوکان، اس کے چھوٹے سے بینک، یونائیٹڈ بیدرن چرچ۔ اور اس کی کار سے میل نہ کھاتی ہو۔ اس کا فارغ البال ہو جانا بھی کچھ ایسی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ وہ کوئی ایسی چیز قبول نہ کرتا جو اس کی سہولت کی راہ میں حائل ہوتی ہو۔ اس نے اشاروں ہی اشاروں میں مارٹن سے کئی باتیں پوچھیں۔ مثلاً یہ کہ آیا وہ شراب پیتا ہے یا نہیں، اس کے پاس کتنا روپیہ ہے اور وہ نے میک کی تہذیب و شائستگی کو چھوڑ کر وہ یہاں کیسے آگیا۔ (ٹوزر خاندان کے بزرگ الی نائیس میں پیدا ہوئے تھے مگر بچپن سے ہی وہ ڈاکوٹا میں رہنے آئے تھے اور وسکونسن کو اپنے مشرقی افق کی آخری حد سمجھتے تھے)۔ وہ لوگ اتنے خالی الذہن تھے اور ان

کے برتاؤ کچھ ایسے عجیب سی شائستگی تھی کہ مارٹن کو یونیورسٹی سے نکالے جانے والے واقعات بتانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ اس نے یہ تاثر پیدا کرنا چاہا کہ وہ طلب کا ایسا اچھا طالب علم ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں وہ ان کی لیورا کے اخراجات کے لئے بہت سا روپیہ کمانے لگے گا۔ مگر جونہی وہ کرسی پر اطمینان سے بیٹھنے لگا تو لیورا کا بھائی آدھمکا یہ مارٹن کے لئے ایک نئی مصیبت تھا۔

البرٹ۔ آر۔ ٹوزر عرف برٹ ٹوزر اس گاؤں کی بہت بڑی ہستی تھا۔ وٹسل وینیا سٹیٹ بینک کا خزانچی اور نائب صدر، ٹوزر گرین اینڈ سٹوریج کمپنی کا آڈیٹر اور نائب صدر، سٹار کریمری کا خزانچی اور نائب صدر۔ اپنے ماں باپ کی طرح وہ ہر سُنی سُنائی بات پر یقین نہ کرتا تھا بلکہ وہ ہر معاملے کے عملی پہلو کو دیکھتا تھا۔ وہ ایک جدید اور صاف ذہن کا آدمی تھا۔ اس کے سامنے کے دو دانت آگے کو نکلے ہوئے تھے اور اس کے چشمے کی کمانی سے لگی سونے کی زنجیر ایک نازک سے کنڈے میں اٹکی رہتی تھی۔ اس کا اعتقاد تھا کہ آدمی جہاں کہیں جائے اپنے شہر یا قصبے کی تشہیر کرے۔ موٹر کے تفریحی سفر اور بیس بال کا وہ بہت شائق تھا اور لیوائے سکاؤٹس کی تحریک کا مداح تھا۔ سب سے زیادہ تعلق اُسے اس بات کا تھا کہ وٹسل وینیا جیسی چھوٹی سی جگہ میں وائی۔ ایم۔ سی۔ اے یا کمرشل کلب نہیں کھل سکتا۔ اس کی منگیتر مس ایڈا کوسٹ کبھی اس کے ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی ناک بڑی تیکھی تھی۔ مگر اس سے بھی زیادہ تیکھی اس کی آواز یا پھر مارٹن کو دیکھنے والی شکوک سے لبریز نگاہوں کی چبھن تھی۔

"تو یہ ایروسمتھ ہیں؟" برٹ نے بڑے تحکم کے ساتھ پوچھا۔ "اچھا، امید ہے خدا کی اس سرزمین پر آ کر آپ کو خوشی ہوئی ہو گی!"

"ہاں بڑی اچھی جگہ ہے۔"

"واکوٹا تو تمہیں اس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جب یہاں فصلیں پکتی ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ ان دنوں میں تم یونیورسٹی چھوڑ کر کیسے آ گئے؟"

"کیوں؟"

"میں سکولوں کی تعطیلات کے متعلق سب جانتا ہوں۔ میں گریٹ فورکس کے تجارتی کالج میں پڑھنے کے لئے جاتا رہا ہوں۔ ان دنوں میں تم سکول چھوڑ کر کیسے آگئے ہو؟"

"میں نے کچھ روز کی چھٹی لے لی ہے"

"لیورا کہتی ہے کہ تم اس کے ساتھ شادی کا ارادہ رکھتے ہو"۔

"ہم ——"

"کیا تعلیم کی ضروریات کے علاوہ کبھی تمہارے پاس روپیہ ہے؟"

"نہیں کچھ نہیں"۔

"میں بھی یہی سمجھتا تھا۔ پھر بیوی کا بوجھ کیسے اٹھاؤ گے؟"

"مجھے امید ہے کہ کسی نہ کسی دن میں ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کر دوں گا"۔

"کسی نہ کسی دن؟ تو پھر جب تک بیوی کا بوجھ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے اس وقت تک سگائی کرنے سے فائدہ؟"

"یہی تو" برٹ کی محبوبہ مس ایڈا کورسٹ بیچ میں بول اٹھی "یہی تو میں کہہ رہی تھی، اور ی!" یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے بٹن ایسے چھوٹے سے منہ سے ہی نہیں بول رہی بلکہ اپنی لمبی چونچ جیسی ناک سے بھی بولنے کا کام لیتی ہے "اگر میں اور برٹ انتظار کر سکتے ہیں تو میرا خیال ہے دوسرے لوگ بھی صبر و تحمل سے کام لے سکتے ہیں!"

مسز ٹورنر نے منمناتے ہوئے کہا "برٹی بیٹے مسٹر ایرو سمتھ کے ساتھ زیادہ سختی نہ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر ایرو سمتھ کے ارادے بڑے نیک ہیں"۔

"میں کسی پر سختی نہیں کر رہا۔ میں تو ایک سمجھداری کی بات کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ اور ابا جھلانے اور خفا ہونے کی بجائے سب باتوں کا خیال رکھیں تو مجھے دخل دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں دوسروں کی باتوں میں اپنی ٹانگ اڑانی نہیں

چاہتا اور نہ ہی دوسروں کا اپنے کاموں میں دخل پسند کرتا ہوں۔ میرا اصول تو یہ ہے کہ اپنا کام کرو اور کسی کے معاملات میں دخل نہ دو۔ کل جب میں خط ہونے گیا اور ایک انگل بلاڈ نے اتنی ساری چیزیں رہن رکھنے پر ہمارا مذاق اُڑایا! تو میں نے اس سے یہی بات کہی تھی۔ مگر میں جبتک کسی شخص کے مستقبل کے امکانات کی جانچ پڑتال نہ کرلوں اُسے اپنی بہن کا پیچھا کرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہوں!"

لیورا دبی زبان میں بولی "برٹی بچے، تمہاری نکتا لی پھر کالر پر چڑھی جا رہی ہے!"

"ہاں۔ اور تم اوری!" برٹ زور سے چلّایا۔ "اگر میں بیچ میں نہ ہوتا تو دو سال پہلے تم سام پیٹ چک سے شادی کر چکی ہوتیں!"

برٹ نے پھر مثالیں دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ بے پرواہ ہے اور نرس کا کام تو وہ کر ہی نہیں سکتی۔

لیورا نے جواب دیا کہ وہ بھی ویسا ہی ہے۔ اور مارٹن کو سام پیٹ چک کا معاملہ سمجھانے کی کوشش (مگر وہ معاملہ ابھی تک وضاحت سے بھایا نہیں گیا۔)

ایڈ کوسٹ نے طعنہ دیا کہ لیورا کو اپنے ماں باپ کا دل ٹوٹنے کا ذرا خیال نہیں اور نہ ہی برٹ کی زندگی برباد کرنے کی پرواہ ہے۔

مارٹن بولا۔ "دیکھیئے میں ——" اور اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

مسٹر اور مسز ٹوزر نے کہا کہ انھیں سارے مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے اور برٹ کا یہ مطلب نہیں ہے جو وہ کہہ رہا ہے —— مگر یہ تو واقعی ٹھیک ہے اور انہیں سوچنا پڑے گا کہ مسٹر ایروسمتھ اپنی بیوی کے اخراجات کیسے برداشت کر سکیں گے۔

یہ کانفرنس ساڑھے نو بجے تک چلتی رہی۔ مسٹر ٹوزر کا حکم تھا کہ ہر ایک کو اس وقت تک سوجانا چاہیئے۔ پانچ منٹ کے اُس وقفے کو چھوڑ کر جس میں

یہ امر زیر بحث آیا کہ آیا مس ایڈا کو سٹ کو رات کے کھانے کے لیے رکنا چاہیئے یا نہیں اور یہ کہ نمک میں گوشت زیادہ تھا یا نہیں، سارا وقت یہ لوگ نہایت سنجیدگی سے اس نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتے رہے کہ آیا مارٹن اور لیورا کی واقعی سگائی ہو چکی ہے؟ اس معاملے میں دلچسپی رکھنے والے سب لوگوں نے جن میں بیچارے مارٹن اور لیورا کو شامل نہیں کیا گیا فیصلہ کیا گیا ان کی سگائی اگر ہوئی ہے تو تسلیم نہیں کرنی چاہیئے۔ برٹ مارٹن کو اوپر کی منزل پر لے گیا۔ اس نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ وہ ایک دوسرے کو رات کا الوداعی بوسہ نہ دینے پائیں۔ اوپر جا کر وہ اطمینان سے مارٹن کے بستر پر بیٹھ گیا اور بڑی حقارت سے اس کے گندے اور غلیظ سے سامان کی طرف دیکھ دیکھ کر اس سے اس کے والدین، مذہب، سیاسی اعتقادات اور تاش کھیلنے ڈالنس کرنے جیسی بدعتوں کے متعلق بڑے تحکم سے استفسارات کرتا رہا۔ آخر دس بج کر سات منٹ پر مسٹر ٹوزر نے اسے آواز دے کر نیچے بلایا۔ "برٹ کیا تمہارا ارادہ ساری رات اوپر رہنے اور اس بےچارے کو دکھی کرنے کا ہے؟"

صبح ناشتے کے وقت انھوں نے امید ظاہر کی کہ مارٹن ان کے کھلے اور کشادہ گھر میں کم از کم ایک رات اور رہے گا۔

برٹ نے کہا کہ دس بجے مارٹن کو ڈیری، بینک اور اناج کے گودام دکھائے جائیں گے۔

مگر دس بجے مارٹن اور لیورا مشرق کو جانے والی گاڑی میں بیٹھے تھے۔ وہ تحصیل کے صدر مقام لیوپولس کے سٹیشن پر اتر گئے۔ چار ہزار کی آبادی کے اس بڑے سے شہر میں ایک تین منزلہ عمارت بھی تھی۔ اس دن ایک بجے دوپہر وہاں کے جرمن پروٹیسٹنٹ پادری نے ان کی شادی کر دی۔ پادری کا کمرہ، جہاں ایک پساماندگ آلود سٹوو رکھا تھا، کچھ خالی خالی سا دکھائی دیتا تھا۔ شادی کے دو گواہ تھے ایک پادری کی بیوی اور دوسرا سڑک کی روڑی کوٹنے والا ایک بوڑھا جرمن

جو لکڑی کے ایک صندوق پر بیٹھا اونگھ سا رہا تھا۔ جب تک مارٹن اور لیورا سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں بیٹھ نہیں گئے ان پر ڈر اور خوف کا بھوت سوار رہا۔ بدبو سے بھری اس گاڑی میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ چپکے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے تھے۔ شادی کے منگیتوں جیسا پیار کرنے والے دولہا دلہن پر جس طرح ایک دوسرے سے الگ الگ رہنے کی پابندی عائد ہو جاتی ہے وہ اس سے زیادہ آزاد تھے۔ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے وہ پھر فکرمند ہو گئے۔ "اب ہم کیا کریں گے ـــــ اب ہمارے ساتھ کیا ہو گا؟"

زینتھ دینیا کے سٹیشن پر وہ گاڑی سے اترے تو پلیٹ فارم پر خاندان کے سب افراد غصے میں بھرے کھڑے تھے۔

برٹ کو شبہ تھا کہ وہ فرار ہو گئے ہیں۔ اس نے ٹیلی فون کے ذریعہ تقریباً آدھی درجن شہروں میں ان دونوں کی کھوج کرنے کی کوشش کی۔ لیوپولس میں تحصیل کے کلرک کو اس وقت فون ملا جب سرٹیفکیٹ دیا جا چکا تھا۔ کلرک نے بتایا کہ اگر لیورا اور مارٹن بالغ ہو چکے ہیں تو کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ان الفاظ نے برٹ کے غصے کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ آخر اسے کہنا پڑا "تم کوئی بھی ہو، مجھے پروا نہیں۔ میں دفتر کو میں چلاتا ہوں، تم نہیں۔"

برٹ مصمم ارادہ کر کے سٹیشن پر آیا تھا کہ وہ مارٹن کے ہوش ٹھکانے لگا دے گا۔

ٹوزر خاندان کے گھر میں وہ شام بڑی خوفناک شام تھی۔

مسز ٹوزر نے ایک لمبا چوڑا لیکچر جھاڑا جس کا حاصل یہ تھا کہ مارٹن نے بہت بڑی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔

مسز ٹوزر نے روتے ہوئے کہا کہ اوری کی شادی تو کسی نہ کسی روز ہونی ہی تھی۔

برٹ نے کہا کہ وہ مارٹن کو گولی مار دے گا۔

ایڈاکوسٹ نے کہا کہ ادری نرسینگ واپس جانے کی بہت شیخی مارا کرتی تھی۔ اب دیکھیں گے وہ کیا کرتی ہے۔

مسٹر ٹوزر نے کہا کہ ادری کو اب معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ہم اور زیادہ مصیبتوں میں پھنسنے کے لئے اُسے نرسنگ سکول میں نہیں بھیج سکتے۔

یہ گفتگو جب ہو رہی تھی تو بیچ بیچ میں مارٹن کچھ اس قسم کے الفاظ کہتا رہا کہ وہ بہت نیک لڑکا ہے، غضب کا ماہر جراثیمیات ہے اور اپنی بیوی کی خبرگیری کر سکتا ہے مگر سوائے لیورا کے اس کی اِتنی دہائی پر کسی نے دھیان نہیں دیا۔

اس وقت جبکہ برٹ فتوے صادر کر رہا تھا تو اس کا باپ چیخ چیخ کر بار بار کہتا تھا کہ لڑکے کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش نہ آؤ۔ اس دوران میں برٹ نے یہ بھی پوچھا کہ آیا وہ بن بلائے مہمان کی طرح آ کر ٹوزر خاندان کی جائداد کا حصے دار بننا چاہتا ہے۔ اور حقیقت میں برٹ صرف یہی جاننے کا خواہش مند تھا۔

اور لیورا اپنے نتھنے سے سر کو ادھر سے ادھر کرتی ہوئی اس ڈرامے کو دیکھ رہی تھی۔ اس دوران میں، یک بار اس نے مارٹن کا ہاتھ بھی دبایا۔

اس طوفان کی تندی اور تیزی جب بڑھ گئی اور مارٹن بڑی غضب آلود نظروں سے سب کی طرف دیکھنے لگا تو لیورا نے اپنی پُراسرار سی جیب سے ایک سستی سی سگرٹ کی ڈبیا نکالی اور اس میں سے ایک سگرٹ کھینچ کر سلگانے لگی۔ ٹوزر خاندان میں کسی کو امید نہ تھی کہ وہ سگرٹ بھی پیتی ہوگی۔ اس کے اخلاق، مذہب سے اس کی بے اعتنائی، اور اس کے دماغی فتور کے متعلق وہ کچھ بھی کہتے ہوں مگر وہ تصور میں بھی نہ سوچ سکتے تھے کہ وہ ایسی بدتہذیبی اور بداخلاقی کی مرتکب ہوگی۔ اس لئے لیورا کو سگرٹ پیتے دیکھ کر وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئے اور مارٹن بڑی مشکل سے ضبط کئے یہ سب دیکھتا رہا۔

اس وقت جبکہ یہ سب لعنت ملامت ہو رہی تھی تو مسٹر ٹوزر دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر چکے تھے۔ کبھی کبھی وہ برٹ سے مشورہ کئے بغیر بھی فیصلہ کر لیتے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ بیٹا ان کا سیانا تو ہے مگر کبھی کبھی احتیاط سے کام نہیں لیتا اور
پیسے کی اچھی طرح سے قدر نہیں کرتا۔ (مسٹر ٹونر اگر ڈالر کی قیمت ایک سو نوے
سینٹ لگاتے تھے تو ترقی پسندانہ رجحانات رکھنے والا ہبرٹ ڈالر کو ایک سو پچاس
سینٹ سے کچھ ہی زیادہ سمجھتا تھا) دل میں فیصلہ کر کے مسٹر ٹونر نے بڑی نرمی
سے احکامات صادر کئے جو اس طرح تھے۔

اس "تکرار" کو ختم کر دیا جائے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ مارٹن اور ی
کے لئے بُرا خاوند ثابت ہو گا۔ انھیں دیکھنا چاہیئے۔ مارٹن اپنے میڈیکل سکول میں
فوراً چلا جائے گا اور ایک اچھے طالب علم کی طرح جلد سے جلد اپنی تعلیم ختم کر کے
روپیہ کمانا شروع کر دے گا۔ اوری گھر بیٹھی رہے گی اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے
گی اور فاحشہ عورتوں کی طرح پھر کبھی سگرٹ نہ پیئے گی۔ اس دوران میں مارٹن اس
کے ساتھ کوئی اس طرح کے تعلقات نہ رکھے گا۔ (اس جملے پر مسز ٹونر۔ جو چپ سی گئی
اور اس بحث کو بڑے انہماک سے سننے والی ایڈکوسٹ کے گالوں پر شرم کی سرخی
جھلکنے لگی) مزید یہ کہ مارٹن اور لیورا ہفتے میں ایک بار ایک دوسرے کو خط لکھ سکتے ہیں
اور لبس۔ جب تک اس کی اجازت نہ ہو، ایک دوسرے کے ساتھ میاں بیوی کی طرح
نہ رہیں گے۔

"کہو مانتے ہو؟" اس نے بڑے رعب سے کہا۔

مارٹن یقیناً یہ فیصلہ نامنظور کر سکتا تھا اور اپنی دلھن کے ہاتھ میں ہاتھ...
ڈال کر رات کے وقت یہاں سے جا سکتا تھا، مگر اسے محسوس ہوا جیسے پڑھائی ختم
کرنے اور ڈاکٹری کی پریکٹس شروع میں اب چند لمحات کی دیر باقی ہے۔ اب لیورا ہمیشہ
کے لئے اس کی تھی اور اس کے لئے وہ سمجھداری سے قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے
سوچا کہ وہ کام پر واپس چلا جائے گا اور سائنس، لیبارٹریوں اور تحقیق کے متعلق
گاٹلب کے فضول سے نظریات ترک کر کے حقیقت پسند بن جائے گا۔

"بہت اچھا، مجھے منظور ہے" اس نے کہا

اسی وقت اُسے خیال نہیں آیا کہ اسی رات سے اس کے لیے شب ہائے ہجر کا آغاز ہو جائے گا۔ پھر اس نے ایک ایسی مسکراہٹ کے ساتھ لیورا کی طرف ہاتھ بڑھائے جیسے اپنی دور اندیشی اور دانائی کی داد وصول کرنا چاہتا ہو۔ مسٹر ٹورر نے جب بڑے تحکم سے چیخ کر کہا " اوری! اب تم جا کر سو جاؤ ــــ اپنے کمرے میں!" تو اس وقت اُسے صورتِ حال کے اس پہلو کا احساس ہوا۔

لیورا سے دس گز کے فاصلے پر مارٹن اپنے بستر پہ لیٹا کروٹیں بدل رہا تھا۔ اور یہ شبِ عروسی تھی۔

رات کو ایک دفعہ اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور یہ سوچ کر کہ وہ آ رہی ہو گی مارٹن کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ وہ سانس روک کے اس کی آمد کا منتظر تھا۔ مگر وہ نہیں آئی۔ وہ یہ ارادہ کر کے اٹھا کہ لیورا کا کمرہ ڈھونڈ کر رہے گا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ برٹ ہال کمرے میں ٹہل رہا ہے اور پہرہ دے رہا ہے تو اس کے دل میں اپنے سالے کی نفرت کا جذبہ دو چند ہو گیا۔ گو برٹ دم خم والا آدمی ہوتا تو وہ اُسے جان سے مار ڈالتا مگر وہ اس آگے کو نکلے ہوئے دانت والے مریل سے آدمی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔ وہ بستر پہ لیٹا انھیں کو سنتا اور دل میں فیصلہ کرتا رہا کہ وہ لیورا کو ساتھ لے کر ہی جائے گا مگر صبح ۳ بجے کے قریب اس کا دل بیٹھنے لگا اور اس نے سوچا کہ اگر وہ لیورا کو ساتھ لے جائے گا تو وہ بے چاری فاقے کرے گی اور اس کا بھی کیا یقین کہ وہ پھر سے شراب پینی نہ شروع کر دے گا

" میری محبوب، میں اس کی زندگی تباہ نہیں کروں گا۔ مجھے اس سے کتنی محبت ہے۔ واپس جا کر میں جان توڑ کر کام کروں گا ــــ مگر کیا یہ جدائی مجھ سے برداشت ہو جائے گی ؟"

شادی کی پہلی رات اس نے اسی اُدھیڑ بن میں گزار دی اور پھر ایک ویران اور اداس صبح کی سرخی نمودار ہوئی۔

تین روز بعد وہ ڈاکٹر سلوا، ناظم مدرسۂ طب، کے دفتر میں داخل ہو رہا تھا۔

باب دسواں

ڈین سلوا کی سیکریٹری نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کی طرف دیکھا وہ کوئی نئی بات سُننے کی منتظر تھی۔ مگر مارٹن نے بہت ہی عاجزی سے کہا "میں ڈین سلوا سے ملنا چاہتا ہوں بڑی مہربانی ہوگی" شاہ بلوط کی بنی کرسیوں کی قطار میں ایک کرسی میں بیٹھ کر مسکین سی صورت بنائے وہ انتظار کرنے لگا، جس کے اوپر دیوار پر دواسازی کی ایک نرم اڈہن ہلمز بیکر، کا کیلنڈر لگا تھا۔

جب وہ ڈین سلوا کے دفتر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے لگا تو دروازے کے شیشے میں سے اسے یوں دکھائی دیا جیسے وہ بڑی تہر آلود نظروں سے اُسے دیکھ رہا ہو۔ اس کا سرگنبد ایسا تھا اور اسی کی گولائی: مونچھیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ کرسی پر بیٹھا ہوا وہ چھوٹا سا آدمی بہت بڑا دکھائی دیتا تھا۔

"ہاں صاحب تو پھر!"

مارٹن نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ "جناب، اگر آپ اجازت دیں تو میں واپس آنا چاہوں گا، میں اپنے کئے پر سخت نادم ہوں اور سچے دل سے معافی مانگتا ہوں۔ میں ڈاکٹر گاٹلب کے پاس بھی معافی مانگنے جاؤں گا۔ مگر ایمانداری کی بات یہ ہے کہ میں کلف کلاسن کے رویے کے لئے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"

ڈاکٹر سلوا مارے جوش کے دفعتاً اپنی کرسی سے اچھل سا پڑا۔ مارٹن کے دل میں وسوسے پیدا ہونے لگے۔ اسے شک ہوا کہ شاید اس کا آنا ڈین کو ناگوار گزرا ہے۔ اس نے سوچا کہ کیا میرا کہیں ٹھکانہ نہیں ہے۔ وہ اب وہ لڑ نہیں سکتا تھا۔ اس میں ہمت ہی نہ تھی۔ ٹوزر خاندان کے سامنے اپنے غصے کو ضبط کرنے اور سفر کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد وہ

بے حد تھک گیا تھا۔ وہ نڈھال ہو چکا تھا۔ اُس نے ڈین کی طرف بڑی حسرت بھری اور رحم طلب نظروں سے دیکھا۔

اس ٹھگنے سے آدمی نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا: "کوئی بات نہیں میرے بچے۔ بس یہ ٹھیک ہے۔ ہمیں تمہارے واپس آنے پر خوشی ہے۔ معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف تمہیں صحیح راستے پر لانا چاہتا تھا۔ بہت اچھا ہوا کہ تم واپس آ گئے۔ مجھے تمہاری نیک چلنی پر اعتماد تھا۔ مگر کچھ دنوں کے لئے مجھے شبہ ہونے لگا تھا کہ شاید ہم نے تمہیں کھو دیا ہے۔ بھولے بچے!"

مارٹن سسکیاں لے رہا تھا۔ وہ اس قدر کمزور اور تنہائی زدہ ہو چکا تھا کہ اب اس میں ضبط کا یارا نہ رہا تھا۔ ڈاکٹر سلوا نے اُسے دلاسا دینا شروع کیا۔ "کیا بات ہے، مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے لئے جو بھی کر سکتا ہوں کروں گا۔ مارٹن، ایک بات یاد رکھو کہ میں دنیا کو زیادہ سے زیادہ اچھے ڈاکٹر اور عظیم معالج دینا چاہتا ہوں۔ تمہاری گھبراہٹ کا باعث کیا ہے، تم کہاں کہاں رہے؟ بتاؤ تو سہی!"

جب مارٹن لیورا اور اپنی شادی کے ذکر تک آیا تو سلوا چہکنے لگا: "میں بہت خوش ہوں۔ بظاہر تو وہ بہت اچھی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ اب ہمیں زینتھ جنرل ہسپتال میں زیر تربیت ڈاکٹر کے طور پر تمہاری ملازمت کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ ایک سال کے بعد تم اُس کے کفیل بننے کے قابل ہو جاؤ۔"

مارٹن کو یاد آیا کہ گاٹلب اکثر طنزیہ لہجے میں شادی کی خوشیوں کو زنجیروں اور بیڑیوں کی جھنکار سے تشبیہ دیا کرتا تھا۔ وہ سلوا کا مربد بن کر دل و جان سے پڑھائی میں منہمک ہو گیا۔ گاٹلب کی عظمت اور ذہانت پر سے اس کا ایمان اُٹھ چکا تھا۔

(۲)

لیورا نے اسے لکھا کہ نرسنگ سکول والوں نے وہاں سے زیادہ عرصے تک غیر حاضر رہنے اور شادی کرنے کے باعث اُسے سکول سے نکال دیا ہے۔ اسے شبہ تھا کہ شادی کی اطلاع ہسپتال کے افسروں کو اس کے والد نے دی ہے۔ پھر اُس نے "شارٹ ہینڈ" کی کتاب منگوائی اور مارٹن کو محسوس ہوا جیسے اس نے یہ گھر والوں سے چوری چھپے منگوائی ہے۔ برٹ کی مدد کرنے کے بہانے وہ بینک میں ٹائپ رائٹر استعمال کرتی اور اُسے امید تھی کہ اگلے موسم خزاں تک وہ مارٹن کے پاس رہنے لگے گی اور سٹینوگرافر کے طور پر خود کفیل ہونے کے قابل ہو جائے گی۔

ایک دفعہ مارٹن نے پیشکش کی وہ طب کی تعلیم ترک کر کے کوئی اور کام شروع کر دے تاکہ وہ اس کے ساتھ رہ سکے۔ مگر لیورا نے یہ تجویز نہیں مانی۔

اب وہ دل و جان سے لیورا کا شیدائی اور اپنے نئے دیوتا ڈین سلوا کا غلام ہو چکا تھا اپنے آپ کو منتظم کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہوئے وہ پڑھائی میں لگا رہتا۔ شراب اس نے چھوڑ دی تھی اب وہ تپسوی کی طرح دن رات طب کی کتابوں کو اپنے اندر سمونے میں لگا رہتا۔ مگر لیورا کی خواہش پھر بھی اس کے دل میں ہر وقت چٹکیاں لیا کرتی اور اس کے خط کی امید میں وہ ہمیشہ اپنے بورڈنگ ہاؤس کے آخری بلاک تک بھاگا بھاگا جاتا۔ پھر ایک روز اچانک ہی اسے ایک تجویز سوجھی۔ بے عزتی اور ہتک کا تجربہ تو اُسے ہو ہی چکا تھا اور اس نے سوچا کہ اگر ایک بار اور بھی وہ بے شرم ہو جاتے تو کیا فرق پڑے گا۔ تجویز اس کی یہ تھی کہ ایسٹر کی چھٹیوں میں وہ ان کے پاس جائے اور ٹوزر کو اس بات پر مجبور کرے کہ سٹینوگرافی سیکھنے کے لئے وہ لیورا کو زینتھ بھیج دیں اور جب تک وہ سٹینوگرافر کی نوکری کرنے کے قابل نہیں ہو جاتی وہ اسے

خرچ کے لئے پیسے بھیجتے رہیں۔ ایک ملزمے سے جب اس کا دو ماہی چیک آیا تو اس
نے کلف کا قرض چکا دیا اور ایک ایک کا حساب لگا کر اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر وہ نیا
سوٹ نہ خریدے (جس کی اسے اشد ضرورت تھی) تو آنے جانے کا کرایہ نکال سکتا ہے۔
ایک مہینے تک وہ دن میں فقط دو وقت کھاتا رہا تھا اور اس میں ایک وقت کا
کھانا صرف ڈبل روٹی، مکھن اور کافی پر مشتمل ہوتا تھا۔ نہانے کے ٹب میں بیٹھ کر
وہ اپنے کپڑے خود دھوتا سگرٹ بھی اس نے بہت کم کر دی تھی۔ اب وہ سگرٹ صرف
اس وقت پیتا جب وہ کسی بات پر بے حد خوش ہوتا۔ وٹسل وینیا تک اس کا سفر
پہلے ہی جیسا تھا۔ البتہ اب کی بار اس نے آوارہ گرد لڑکوں سے بہت کم باتیں کیں
اور گاڑی کی سیٹ کے نرم گدّوں پر بیٹھا نسوانی امراض اور جنسی امراض کی
موٹی موٹی کتابیں پڑھتا رہا۔ لیورا کو اس نے اپنی آمد کے متعلق کچھ ہدایات لکھ
رکھی تھیں وہ اسے وٹسل وینیا کی حد پر ہی مل گئی۔ وہاں انھوں نے تھوڑی دیر بات چیت
کی اور ایک بھرپور بوسہ لیا۔

وٹسل وینیا جیسی جگہ میں خبر پھیلتے دیر نہیں لگتی۔ وہاں ہر ایک کو دوسرے لوگوں
کے معاملات سے دلچسپی ہوتی ہے اور جیسے ہی مارٹن اپنی سسرال کی حد میں داخل ہوا۔
لوگوں کی نظروں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا جس کا مارٹن کو کوئی احساس نہ
تھا۔ جب وہ دونوں مجرم ٹوزر خاندان کے مویشی خانے تک پہنچے تو لیورا کا باپ
بھائی دونوں وہاں پہلے سے موجود تھے اور غصے میں پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ بوڑھا
اینڈریو جیمز غصے کی حالت میں ان پر چلایا۔ اس نے کہا کہ ایک بار سکول سے بھاگ
آنا تو بہت بڑی بات نہیں مگر دوسری بار اس طرح بھاگ آنے کو سوائے پاگل پن کے
اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ جب تک گرجتا رہا مارٹن اور لیورا بڑے اطمینان اور اعتماد سے
کھڑے مسکراتے رہے۔

برٹ نے کہا۔ "خدا کی قسم حد ہو گئی!" وہ حال ہی میں ناول پڑھتا رہا تھا۔ "میں بدزبانی
کرنا زیادہ پسند نہیں کرتا مگر تمہارا دوسری بار اس طرح آ کر میری بہن کو تنگ کرنا۔ بس

میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ انتہائی بیہودگی ہے۔"

مارٹن اپنے خیالات میں غرق تھا۔ اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا تو اس کیچڑ سے بھری گلی میں تین آدمی گزرتے ہوئے بڑی دلچسپی سے ان کے مکان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ مارٹن نے کھڑکی میں سے سر اندر کر لیا اور بڑے اطمینان اور شائستگی سے بولا۔

"مسٹر ٹوزر، پچھلے دنوں میں نے بے حد محنت کی ہے اور حالات ہر اعتبار سے ٹھیک رہے ہیں۔ تاہم میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اب اپنی بیوی کے بغیر نہیں رہوں گا۔ لہٰذا میں اسے لینے آیا ہوں۔ جانتا ہوں آپ مجھے روک نہیں سکتے۔ البتہ یہ بات میں بلا حیل و حجت قبول کرتا ہوں کہ یونیورسٹی میں پڑھتے ہوئے ابھی میں اس کے اخراجات کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہاں جا کر یہ سٹینوگرافی سیکھے گی اور کچھ مہینوں تک خود کفیل ہو جائے گی۔ اور مجھے امید ہے کہ اس دوران میں آپ از راہِ کرم اسے کچھ رقم بھیج دیا کریں گے۔"

"بھئی حد ہو گئی" ٹوزر نے کہا۔ ہربرٹ نے لقمہ دیا "دیکھو اس آدمی نے پہلے تو لڑکی کی زندگی تباہ کی اور اب مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم اس کے تباہ ہونے میں مالی امداد بھی کریں۔"

"ٹھیک ہے، جیسے آپ کی مرضی۔ ویسے تو ہم سب کے لئے یہ اچھا ہوتا کہ میں میڈیکل سکول کی پڑھائی ختم کر کے پریکٹس کرنے لگ جاؤں لیکن اگر آپ اس کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو میں پڑھائی چھوڑ دوں گا۔ یقین کیجئے میں آسانی سے اپنے گذارے لائق پیسے کما لوں گا۔ لیکن اس صورت میں آپ لوگ دوبارہ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر آپ لوگ اپنی احمقانہ ضد پر اڑے رہے تو لیورا کو ساتھ لے کر میں ڈاٹ کی گاڑی سے چلا جاؤں گا اور یہ افسانہ یہیں ختم ہو جائے گا۔" ٹوزر خاندان کے ساتھ جب سے اس کا جھگڑا شروع ہوا تھا۔ پہلی بار اس نے ڈرامائی انداز اختیار کیا۔ وہ گھونسہ تان کر ہربرٹ کی ناک تک لے گیا اور بولا "اور اگر تم نے ہماری راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تو تمہاری خیر نہیں۔ یاد رکھو سارا گاؤں تم پر ہنسے گا .... کیوں لیورا کیا تم میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو ...... ہمیشہ کے لئے؟"

"ہاں"، اس نے جواب دیا۔

وہ بہت دیر تک اس پر بحث کرتے رہے۔ ٹوزر اور ربرٹ نے اب اس طرح کی دلائل دینی شروع کیں جیسے وہ اپنی مدافعت کر رہے ہوں۔ انھوں نے کہا کہ وہ کسی ڈی. گی وھولنس میں آکر کچھ نہیں کریں گے۔ مارٹن کے متعلق انھوں نے کہا کہ وہ بہت عیار آدمی ہے اور کیا معلوم وہ ان کی طرف سے لیورا کو بھیجی جانے والی رقم خود ہڑپ کر جانا چاہتا ہو۔ مگر آخر میں انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ اس فیصلے پر پہنچے کہ مارٹن بڑا سیانا آدمی ہے اور لیورا بڑی عقلمند ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔

مسٹر ٹوزر بہت دیر کی تکرار کے بعد آخر میں یہ بات مان گئے کہ جب تک لیورا کسی دفتر میں ملازمت کرنے کے لائق نہیں ہو جاتی وہ اسے ہر مہینے ستر ڈالر بھیجتے رہیں گے۔

ڈلسل دیلفیا کے سٹیشن پر ریل کے ڈبے کی کھڑکی میں سے جھانکتے ہوئے مارٹن کو احساس ہوا کہ قہر آلود نظروں سے ماتھے پر تیوریاں چڑھا کر بات کرنے والا اینڈر یو جیکسن اپنی بیٹی کو بے حد چاہتا ہے اور اس کے جانے پر بے حد افسردہ ہے۔

(۳)

مارٹن نے لیورا کے لئے شہر کی شمالی سرحد پر ایک کمرہ تلاش کیا۔ یہ جگہ ہسپتال کے مقابلے میں مجالس اور یونیورسٹی کے بہت ہی قریب تھی۔ نیلے اور سفید رنگ کا یہ ایک مربع نما سا کمرہ تھا جہاں بڑے بڑے دھبوں والی مگر ساتھ ساتھ لگی کرسیاں رکھی تھیں۔ اس کمرے کی کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھو تو باہر ایک وسیع و عریض ویرانہ سا نظر آتا تھا جہاں ہر وقت ہوا سائیں سائیں کرتی رہتی، اور جہاں پودوں اور درختوں کے ٹھنڈ تھے۔

اس ویرانے کے آگے دور دھوپ میں ریل کی پٹڑیاں چمکتی دکھائی دیتیں۔ اس عمارت کی مالک ایک گول مٹول سی جرمن عورت تھی جس کی نظریں عشق کرنے والوں کو بڑی جلد پہچان جاتی تھیں۔ اسے شاید یقین نہیں آیا کہ یہ شادی شدہ جوڑا ہے۔ مجموعی طور پر وہ بہت اچھی عورت تھی ـــ

لیورا کا صندوق آگیا۔ چھوٹی سی میز پر اس کی سٹینوگرافی کی کتابیں بڑے تاعدے اور سلیقے سے رکھ دی گئیں اور پھندنے کے بنے ہوئے گلابی سے سلیپر لوہے کے سفید بستر کے نیچے رکھ دیئے گئے۔ مارٹن اس کے ساتھ کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ ملکیت کے احساس سے وہ خوشی میں پاگل ہو رہا تھا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ وہ اس قدر کمزور اور تھکا ہوا ہے کہ ابھی اس کا ایک ایک عضو الگ ہو جائے گا اور وہ گر کر ڈھیر ہو جائے گا۔ مگر اس نے اپنے گھٹنوں کو سیدھا کر کے اکڑا لیا، سر پیچھے کر لیا، ہونٹ زور سے بھینچ لیے اور اپنے آپ کو سنبھال کر کہا "ہمارا پہلا گھر!"

اس خیال سے اُسے نشہ سا آ رہا تھا کہ لیورا اس کے ساتھ ہے اور وہاں کوئی تیسرا دخل دینے والا نہیں۔

اس عام اور معمولی سے کمرے میں ایک مخصوص قسم کی عجیب و غریب سی دلکشی تھی۔ اپریل کی دھوپ میں ویرانے میں پھیلی ہوئی بڑی بڑی جھاڑیاں اور خودرو گھاس چمک رہی تھی۔ اور چڑیاں چہچہا رہی تھیں۔

"ہاں!" لیورا نے کہا اور پھر اپنی تائید پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے اپنے تشنہ ہونٹ اُس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

(۴)

لیورا پڑھنے کے لیے زینتھ بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ ٹائپنگ نامی ادارے میں جانے لگی۔ نام ہی سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ایک بڑا ناقص ادارہ ہے جہاں سٹینوگرافی

اصحابیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں نرینتھ کے سیاست دانوں اور شراب بنانے والوں کے وہ لڑکے آکر پڑھتے تھے جو سرکاری یونیورسٹیوں میں بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے اپنی کاپیاں اور تراشی ہوئی پنسلیں اٹھا کر وہ چھوٹی سی صاف ستھری گڑیا سی بی ہرسنز سٹیشن پر پھدکتی ہوئی جاتی اور پھر پڑھنے والے لڑکے لڑکیوں کے انبوہ میں غائب ہو جاتی۔ چھ مہینے تک سٹینو گرافی کا کام اس نے اس قدر سیکھ لیا کہ ایک انشورنس کے دفتر میں نوکری مل گئی۔

جب تک مارٹن کی پڑھائی ختم نہیں ہو گئی انھوں نے وہ کمرہ نہیں چھوڑا جسے وہ اپنا پیارا پیارا گھر سمجھنے لگے تھے۔ یہ آنٹیاں ہر دو کے لیے گھر میں اس حد تک مفید ہو کر رہ گئے تھے کہ ایسی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ ہفتے میں کم از کم دوبار وہ مجالس سے بھاگا بھاگا وہاں آتا اور مطالعے میں لگ جاتا۔ کلف کی موجودگی میں تو وہ کبھی دل لگا کر نہیں پڑھ سکا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ شور مچاتا تھا اور اپنی باتوں پر پوری توجہ کا مطالبہ کرتا تھا۔ لیکن اس کے برعکس یورا کبھی اس کے مطالعے میں مخل نہ ہوتی۔ وہ تو یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ پڑھائی کے دوران میں اسے اس کی موجودگی کا احساس بھی ہو۔ مطالعے میں حائل ہونے کی بجائے اس کا وجود ایک لطیف اور خوشگوار احساس کی طرح اس کے ذہن میں چھایا رہتا۔ کبھی جب آدھی رات کو اسے بھوک لگتی تو کوئی طلسم سامری نہایت غیر محسوس طریقے سے اس کے بازو کے قریب سینڈوچ کی پلیٹ رکھ جاتا۔ حالانکہ ایسی خلعتوں پر وہ اظہار تشکر نہ کرتا مگر اس کے دل میں پیار سا سمندر موجزن ہو جاتا۔ یورا کا پیار اسے ایک ایسی محفوظ دنیا میں لے گیا تھا جہاں کوئی شور، کوئی ہنگامہ اس کے کام میں مخل نہ ہو سکتا تھا۔

انھیں باتیں کرنے کا بہت کم موقع ملتا۔ رات کے کھانے پر یا اس کے بعد چہل قدمی کرتے ہوئے یا پھر صبح کا ناشتہ کرنے سے پیشتر انھیں چند شیریں لمحات میسر آتے جب وہ گلوبند لپیٹے بستر کے کنارے پر بیٹھ کر سگرٹ پیتی حالانکہ اس وقت سگرٹ پینے کے لئے کوئی جواز نہیں ہوتا تھا۔ ان اوقات میں وہ ہمیشہ

اُسے اپنے کام کے بارے میں بتایا کرتا۔ جب لیورا اپنی پڑھائی ختم کر لیتی تو مارٹن کی جو
کتاب بھی اس کے ہاتھ لگتی وہ اُسے پڑھنے کی کوشش کرتی۔ حالانکہ وہ علم طب کے
متعلق کچھ نہ جانتی تھی پھر بھی علم طب کی بنیادوں اور مارٹن کے طریقے کو انگس ڈوئیر سے
زیادہ اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اگرچہ مارٹن نے اب گاٹلب کی پرستش ترک کر دی تھی اور
لیباریٹری کی حیثیت بھی اب اس کی نظروں میں عبادت گاہ کی سی نہ رہی تھی اور اس
نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ایک دولت جمع کرنے والا حقیقت پسند ڈاکٹر بنے گا،
اس کے باوجود گاٹلب کا اثر اب بھی کسی نہ کسی طور اُس کے ذہن پر حاوی تھا۔ وہ
مرعوب کن طبی اصطلاحات اور اپنے موضوع کی تفصیلات کی گہرائی تک پہنچنا چاہتا تھا
اور ایسے عام اصولوں کا متلاشی تھا جن کی مدد سے ان الجھنوں کا متضاد اصولوں اور
اس غیر یکسانیت سے چھٹکارا پایا جا سکے جو علم طب کی خصوصیت بن کر رہ گئے تھے۔
اور اُس کی بجائے یہاں بھی کیمسٹری ایسی باضابطگی لائی جا سکے۔

سنیچر کی شام کو وہ بڑے اہتمام سے ایک یا دو ریل کی فلمیں دیکھنے جایا کرتے
جن میں عام طور پر کاؤبوائے بلی اینڈرسن اور اُس لڑکی کا کام ہوتا جو بعد میں میری
پکفورڈ کے نام سے مشہور ہوئی۔ سینما دیکھ کر واپس آتے ہوئے وہ بڑی سنجیدگی سے
کہانی اور پلاٹ پر بحث کرتے حالانکہ ایسی فلموں کہانی اور پلاٹ سرے سے ہوتے
ہی نہیں تھے۔ اپنی باتوں میں وہ اس قدر منہمک ہوتے کہ سڑک پر آتے جاتے لوگوں
کی موجودگی کا انھیں کوئی احساس نہ رہتا۔ ایک اتوار کو ناشتے کے لئے چار سینڈوچ
اور تھوڑی سی ادرک کی شراب لے کر وہ گھومنے کی خاطر دیہات کی طرف نکل
گئے۔ پہاڑی پر چڑھتے اترتے ہوئے انھوں نے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنا
شروع کر دیا۔ اُن کی ساری متانت بچگانہ مسرت میں ڈوب گئی۔ جب کبھی وہ شام
کے وقت اس کے کمرے میں آتا تو ارادہ کر لیتا کہ رات کی گاڑی سے ماٹس واپس
چلا جائے گا تاکہ صبح اپنے کام پر جلدی سے پہنچ سکے۔ یہ فیصلہ وہ ہمیشہ بڑے مصمم ارادے
سے کرتا۔ لیورا بھی اس کی تیزی اور پھرتی کو سراہا کرتی لیکن اس کے باوجود رات کی

گاڑی وہ کبھی نہ پکڑ پاتا۔ صبح ۷ بجے کی بس کا ڈرائیور اور کنڈکٹر اکثر ایک زرد چہرے والے تیز و طرار کو کھلی نشست پر بیٹھا دیکھتے جو جھکا ہوا لال جلد کی بڑی موٹی موٹی کتابیں پڑھنے میں مگن ہوتا اور ساتھ ساتھ بے دھیانی میں میٹھی پوریاں بھی کھاتا رہتا مگر یہ نوجوان صبح کام پر جانے والے ان مزدوروں کی طرح بیزار بھی دکھائی نہ دیتا تھا جنھیں مشقت کا ایک اور بے کیف سا دن گزارنے کے لئے مجبوراً علی الصبح اپنے بستروں سے نکلنا پڑتا ہے۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی آسودگی اور استقلال ہوتا۔

زندگی اُس کے لئے اب قدرے آسان ہو گئی تھی کیونکہ اب وہ کبھی نہ معلوم ہونے والی سچائی کو جاننے کی مستقل اور ان تھک کوشش، اپنی لاعلمی کی وسعتوں کا احساس کرانے والی دن رات کی پڑھائی اور گاٹلب کی جابرانہ ایمانداری سے قدرے آزاد ہو چکا تھا۔ گاٹلب کے سرد خانے سے نکل کر ڈین سلوا کی دنیا میں داخل ہو کر اُسے اب دلسوزی اور ہمدردی کی گرمی کا احساس ہو رہا تھا۔

کبھی کبھی سکول کے احاطے میں گاٹلب کا اس سے سامنا ہو جاتا تو وہ جھینپتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کرتے اور پھر جلدی سے آگے بڑھ جاتے۔

(۵)

مارٹن کے لئے ابتدائی اور بعد کے سالوں کی پڑھائی میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔ چونکہ اس کا بہت سا وقت ضائع ہو گیا تھا اس لئے پوری گرمیاں اسے تھالس میں گزارنا پڑیں۔ شادی کے وقت سے آخری امتحان دینے تک ڈیڑھ سال کا عرصہ اس کے لئے پڑھائی، پریشانی اور گھبراہٹ کا ایک مسلسل گرداب تھا جس میں خزاں اور بہار اور دن اور رات کے سب امتیازات مٹ گئے۔

"جب وہ تمام معقولیات ترک کر کے کام میں جُٹ گیا" تو ڈاکٹر سلوا اور اچھے

اچھے طالب علم، خاص طور پر انگس ڈوڈیئر اور ایرا ہنکلے، اُسے عزت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ مارٹن ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ اسے دنیا کی خوشنودی، اور واہ واہ کی کوئی پروا نہیں مگر اب جبکہ اس پر تعریف و توصیف کی بارش ہونے لگی تو اس نے اسے ایک بیش قیمت تحفہ سمجھ کر قبول کیا۔ انگس ڈوڈیئر نے زینتھ جنرل ہسپتال میں زیر تربیت ڈاکٹر کے طور پر گرمیاں گزاریں اس میں ابھی سے ایک نوعمر اور کامیاب سرجن کی شان پیدا ہوگئی تھی۔ مارٹن اسے چاہے کتنی حقارت سے دیکھتا ہو مگر جب انگس اس کی عزت کرنے لگا تو وہ بھی دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔

اُس جلتے ہوئے موسم گرما میں مارٹن اور لیورا نے اس قدر محنت کی کہ وہ تھک کر چور ہو گئے۔ جب وہ دونوں لیورا کے کمرے میں کتابیں لے کر اور بیر کا بھرا ہوا جگ سامنے رکھ کے بیٹھ جاتے تو ان کے لباس اور ان کی گفتگو سے بالکل یہ احساس نہ ہوتا کہ یہ رومانی جوڑا سائنس کے میدان میں کارہائے نمایاں کرنے کا خواہش مند ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ وہ کسی انکسار سے کام نہ لیتے کبھی کبھی لیورا بڑی بے پرواہی سے ایسے ایسے نازیبا قسم کے قدیم اینگلو سیکسن الفاظ استعمال کرتی جسے اگر بھٹ لوزر یا انگس ڈوڈیئر سُنتے تو طیش میں آجاتے۔ جس شام کو ان کی چھٹی ہوتی تو وہ بڑی کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے ایک گندی اور بدبودار جھیل کے پاس واقع مصنوعی جزیرے کی سیر کرنے چلے جاتے۔ وہاں وہ بڑی سنجیدہ اور گمبھیر سی "مسرت" کے ساتھ "ہاٹ ڈاگ" کھاتے اور وہاں کے مناظر کا نظارہ کرنے کے لئے اس گاڑی میں بیٹھ جاتے جو اسی کام کے لئے مخصوص تھی۔

ان کی تفریح کا اصلی سامان کلف کلاسن مہیا کرتا تھا۔ کلف کبھی اپنی مرضی سے چپ نہ رہتا اور اکیلا نہ بیٹھتا۔ سوائے اس وقت کے جب کہ وہ سویا ہوا ہو بہت ممکن ہے موٹریں بیچنے کے کام میں اس کی کامیابی اسی چرب زبانی کے باعث ہو جو کہ اس پیشے میں ایک حد تک لازمی چیز ہوتی ہے۔ مارٹن اور لیورا پر وہ جو اتنی توجہ صرف کرتا نہ جانے اس میں زیادہ دوستی کا عنصر تھا یا تنہائی سے دور بھاگنے کی خواہش

تھی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ان کی بڑی اچھی خاطر تواضع کرتا اور انھیں ان کے خول سے نکال کر دوسری دنیا میں لے آتا۔ اگر کبھی مارٹن اس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آتا تو بھی اُسے بالکل ناگوار نہ گزرتا۔

وہ موٹر میں بیٹھ کر اودھم مچاتا ہوا ان کے گھر آتا۔ اس کی گاڑی میں انجن کا آواز روک آلہ ہمیشہ خراب ہوتا۔ کھڑکی میں سے جھانک کر وہ چلاتا "اماں اب نکل بھی آؤ۔ اپنی ٹانگوں کو سیدھا کرلو۔ آؤ ذرا موٹر میں گھومیں، تمہاری گرمی دور ہو جائے گی۔ پھر میں تمہیں کچھ کھلاؤں پلاؤں گا!"

کلف کے ذہن میں یہ بات کبھی نہ آتی کہ مارٹن کو کام بھی کرنا ہوتا ہے۔ مارٹن کا اس کے ساتھ ترشی اور سختی سے پیش آنے کا کارن یہ تھا کہ اب لیورا نے اس کی ساری تنہائیاں دور کردی تھیں۔ اس کے مطلب پرست دل کو اس کی پروا نہیں تھی کہ شاید اور کبھی کوئی اس کی صحبت کا خواہشمند ہو۔ ایک اچھا ساتھی حاصل کر لینے اور کام کا سلسلہ شروع ہو جانے کے باعث وہ کلف کے کبھی نہ ختم ہونے والے ہنسی مذاق سے اکتا گیا تھا۔ مگر اُس کے برعکس لیورا اس کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتی تھی۔ اس کے وہ سات لطیفے وہ کئی بار سن چکی تھی جن کے گرد کلف کا سارا مزاح اور اس کا تمام فلسفہ گھومتا تھا۔ صبر و تحمل سے وہ گھنٹوں شائستگی اور لطف و محبت کی تصویر بنی کلف کی باتیں سنا کرتی جن میں وہ صرف یہی بتاتا کہ وہ موٹر بیچنے میں کس قدر ہوشیار رہے۔ مارٹن کو لیورا نے بڑے زوردار الفاظ میں بتا دیا تھا کہ کلف جیسا پر خلوص اور سچی دوست ملنا بڑا مشکل ہے۔

مگر کلف ایک نئی موٹر ایجنسی کی ملازمت کرنے نیو یارک چلا گیا اور مارٹن اور لیورا پہلے کی طرح اپنی خوش و خرم دنیا میں ایک دوسرے کا سہارا بننے کے لئے اکیلے رہ گئے۔

مسٹر ٹوزر نے ان کی شادی کی حقیقت کو قبول کر لیا تو انھیں زندگی سے بیزار کرنے کی آخری وجہ بھی ختم ہو گئی۔ اب وہ اپنے تمام خطوط میں بڑے اخلاص و

محبت کا اظہار کرتا لیکن ہر بار چیک بھیجتے ہوئے وہ پدرانہ قسم کی نصیحتوں کا دفتر بھی لکھ بھیجتا جنھیں پڑھ کر انھیں بے حد اکتاہٹ ہوتی ۔

(۴)

آخری سال کی پڑھائی بہت طوفانی قسم کی تھی۔ اسے اتنا پڑھنا اور کام کرنا پڑتا تھا کہ سانس لینے کی فرصت تک نہ ملتی۔ عصبیات کا مطالعہ، علاج اطفال، قابلہ گری کا عملی کام، ہسپتالوں میں جاکر ہر مریض کی بیماری کی تفصیلات کو تاریخی حساب سے جمع کرنا، آپریشن کے وقت حاضری دینا، زخموں کی مرہم پٹی کرنا اور جب خیراتی علاج کرانے والے مریض انھیں "ڈاکٹر" کے لقب سے پکاریں تو چہرے پر گھبراہٹ کے آثار پیدا نہ ہونے دینا۔ یہ مصروفیات بھی اتنی ہی اہم تھیں جتنی اس موضوع پر بحث کہ "پڑھائی کے بعد ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

کیا ایک سال سے زیادہ زیر تربیت رہنا ضروری ہے؟ کیا ہمیں تمام عمر جنرل پریکٹس کرنے والا ڈاکٹر رہنا چاہیئے یا طب کے کسی شعبے کا ماہر ہونا چاہیئے — مطلب یہ کہ سب سے زیادہ پیسے کہاں مل سکتے ہیں؟ ہمیں دیہات میں جاکر آباد ہونا چاہیئے یا شہر میں رہنا چاہیئے؟ مغرب کی طرف چلے جانا کیسا رہے گا؟ "آرمی میڈیکل کور" میں بھرتی ہو جانا سود مند ہو گا یا نہیں؟ وہاں وقت مزے سے کٹ سکتا ہے۔ سلامیاں، بڑے بڑے لوٹ، خوبصورت عورتیں اور سفر ہی سفر؟

لڑکوں کو جہاں بھی موقعہ ملتا یہ بحث شروع ہو جاتی — "مین میڈیکل" کے برآمدوں میں، ہسپتال میں، کھانے کے کمروں میں اور جب مارٹن لیبورا کے پاس گھر آتا تو یہ بحث پھر سے شروع ہو جاتی اور وہ بڑے عالمانہ انداز میں ایک ایک پہلو کی خوبیاں اور خامیاں بیان کرتا۔ تقریباً ہر شام وہ ایک فیصلے پر پہنچتا اور ہر صبح وہ

غام کا فیصلہ رد کر دیتا۔

ایک بار ڈاکٹر لوئنز یاڈ نے شفاخانے کے پورے عملے کے سامنے آپریشن کیا۔ دیکھنے والوں میں بڑے بڑے مشہور مہمان ڈاکٹر بھی تھے۔ ان کے آگے سفید لبادے میں ملبوس چھوٹے سے قد کا سرجن زندگی اور موت کے درمیان کھرا نشتر چلا رہا تھا جیسے ایک بہت بڑا ایکٹر تماشائیوں کی داد وصول کر رہا ہو۔ مارٹن یہ دیکھ کر جب گھر واپس آیا تو اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ سرجن ہی بنے گا۔ انگس ڈوئیر کے ساتھ جس نے حال ہی میں تجرباتی جراحی میں ہگ لوئز میڈل جیتا تھا، مارٹن بالکل متفق تھا کہ آپریشن کرنے والا سرجن دوسرے ڈاکٹروں میں شیر، شاہین اور سپاہی کی مانند ہوتا ہے۔ انگس ان چند لڑکوں میں سے تھا جس نے اپنے مستقبل کے متعلق ایک واضح اور یکا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زنیتی ڈاکٹری کی پڑھائی پوری کرنے کے بعد وہ شکاگو میں پیٹ کے مشہور سرجن ڈاکٹر رونسفیلڈ کے شفاخانے میں چلا جائے گا۔ وہ کہا کرتا کہ پانچ سال کے اندر اندر وہ بیس ہزار ڈالر سالانہ کمایا کرے گا۔

مارٹن نے لیورا کو یہ سب کچھ سمجھایا۔ وہ یوں آپریشن کے ڈرامائی ماحول، ڈاکٹروں کی بے خوفی، سرجن کی پرستش کرنے والے اسسٹنٹ، زندگیاں بچانے، نئی نئی ٹیکنک ایجاد کرنے میں سائنس کی اہمیت کا ذکر ایسے کرتا جیسے اس پر جادو ہو گیا ہو۔ وہ کہتا کہ روپیہ ضرور کماؤں گا، کیونکہ لیورا کو زندگی میں آرام مہیا کرنے کا یہی ذریعہ ہے، مگر کاروباری نہ بنو۔ وہ یورپ، لندن، ہوی آنا جانے کے پلان بناتا۔ ان کے لیکچروں میں لیورا اس کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی۔ وہ اس کی ہر تجویز مان لیتی اور دوسری شام جب وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ سرجری کا کام فضول ہے اور اکثر سرجن فقط اچھے بڑھئی کا درجہ رکھتے ہیں تو وہ پہلے کی طرح یہ بات بھی اسی آسانی سے قبول کر لیتی۔

انگس ڈوئیر اور میڈیکل مشنری بننے والے ایرا ہنکلے کے بعد اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے والا فیفی ناف تھا۔ اس نے سوچ لیا کہ وہ دایہ گیری کا کام کرے گا۔

لڑکوں نے اپنی ٹیکنیکل زبان میں اُسے "بچے چھینو" کا نام دے رکھا تھا۔ فینی کے جسم میں ایک دایا کی روح تھی۔ عورتیں جب درد و کرب سے تڑپ رہی ہوتیں تو اُسے ان کے ساتھ ہمدردی ہوتی۔ وہ ان کا سچا ہمدرد تھا اس حد تک کہ انھیں اس حالت میں دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور جب وہ بے حس و حرکت بیٹھا ہوتا، چائے پی رہا ہوتا یا انتظار میں ہوتا تو اس کی شان دیکھنے لائق ہوتی۔ پہلا کیس جب اس نے کیا تو ہسپتال کے اداس و سنسان کمرے میں ایک گھبرایا ہوا طالب علم اس کے ساتھ تھا، وہ دونوں اضطراب کی حالت میں بستر کے اردگرد چکر لگا رہے تھے۔ فینی خوف زدہ ہوگیا تھا اور بڑی شدّت سے اُسے یہ خواہش ہوئی (اپنی بے کار اور حسرت بھری زندگی میں ایسی تمنّا اُسے کبھی نہ ہوئی تھی) کہ یہ تڑپا دینے والا درد اس زرد چہرے والی اجنبی عورت کی بجائے اُسے ہونے لگے۔

دوسرے طالب علم یا تو اتفاق سے یا اپنے رشتے داروں کے رسوخ سے مختلف قصبوں کی جماعتوں میں چلے گئے مگر مارٹن پس و پیش میں ہی رہا۔ ڈین سلوا جب طبیب کے لئے انسانیت کی خدمت کا اصول بیان کرتا تو مارٹن کو اس کی باتیں بہت پسند آتیں مگر وہ لیبارٹری کو کبھی نہ بھول سکتا جہاں اس نے تھسویلوں کی طرح کام کیا تھا پڑھائی کے آخری سال کے اختتام پر فیصلہ کرنا ضروری ہوگیا۔ ان ہی دنوں میں ڈین سلوا کی ایک تقریر اسے بہت پسند آئی جس میں اس نے ایک ہی شعبے میں بہت زیادہ مہارت حاصل کرنے کے رجحان کی مذمت کی تھی اور دیہات میں کام کرنے والے ڈاکٹر کو لوگوں کے لئے ایک شفیق باپ اور نیک دل پجاری سے تشبیہ دی تھی۔ اور پھر مسٹر ٹوزر ان دنوں اپنے خطوط میں اُسے مسلسل التجائیں کر رہے تھے کہ وہ ڈلسل وینیا میں سکونت پذیر ہو جائے۔

ٹوزر کو اپنی بیٹی سے بڑا پیار تھا اور مارٹن کو بھی وہ ایک حد تک پسند کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ دونوں اس کے قریب رہیں۔ اس لئے کہا ڈلسل وینیا

"اچھی جگہ" ہے اور یہاں کے جرمن، اسکینڈی نیویائی، ولندیزی اور لاابالی قسم کے کھاتے پیتے کسان ڈاکٹر کو اچھے پیسے دے سکتے ہیں۔ ان کے گھر سے قریب ترین ڈاکٹر، ہیسی لنک ساڑھے نو میل دور گرڈنیگین میں رہتا تھا۔ ہیسی لنک کو اپنے ہاں ہی اتنے مریض مل جاتے کہ اسے نبٹائے نہ جاتے۔ لوزر نے لکھا کہ اگر وِشل مینیا آنے کی تجویز مان لے تو ساز وسامان خریدنے میں وہ مارٹن کی مدد کرے گا۔ اس نے وعدہ کیا کہ ایک چیک تو وہ ابھی بھیج دے گا اور دوسرا چیک اس وقت روانہ کرے گا جب "تربیتی ڈاکٹر" کے طور پر اس کا کام شروع ہوگا۔ مارٹن کا وقت تو سب ختم ہو چکا تھا۔ اُسے اور انگس ڈویر کو زینتھ جنرل ہسپتال میں کام ملا جہاں انھیں اچھی اچھی ٹریننگ حاصل کرنے کا موقع مل سکتا تھا مگر زینتھ جنرل ہسپتال والے اپنے تربیتی ڈاکٹروں کو پہلے سال میں صرف کھانا اور رہنے کی جگہ مہیا کرتے تھے لوزر کی پیشکش پر وہ اچھل پڑا۔ تمام رات لیورا اور وہ جاگتے رہے اور بڑے جوش وخروش سے دیہات میں کام کرنے والے مہم جو ڈاکٹر کی رحمدلی، بہادری اور قدر وقیمت اور مغرب کی آزاد فضاؤں کا ذکر کرتے رہے۔ اس دفعہ انھوں نے جو فیصلہ کیا وہ اس پر قائم رہے۔

فیصلہ ان کا یہ تھا کہ وِشل مینیا میں ہی سکونت اختیار کریں گے۔

جب کبھی مارٹن کا دل تحقیق اور گاٹلب کے روحانی تجسس کی طرف کھنچتا تو یہ سوچ کر اپنے آپ کو سمجھا لیتا کہ وہ رابرٹ کوخ کی مانند دیہات کا ڈاکٹر بنے گا اور مرغابیوں کا شکار کرنے اور برج کھیلنے والا عیاش اور کاہل آدمی نہیں بنے گا۔ اس کی اپنی ایک چھوٹی سی لیبارٹری ہو گی۔ اسی طرح سوچتے سوچتے اس کا آخری سال بھی بیت گیا اور وہ امتحان میں پاس ہو گیا۔ سند لیتے وقت ٹوپی اور گاؤن میں وہ کچھ بدحواس سا معلوم ہوتا تھا۔ انگس جماعت میں اوّل آیا اور مارٹن ساتویں نمبر پر۔ الوداع انھوں نے بڑے بھرائے ہوئے دل اور بہت سی بیئر پی کر کہی۔ لیورا کو اس نے ہسپتال کے قریب ہی ایک کمرہ لے دیا۔ اب وہ مارٹن سے مارٹن ایل، ایم ایرو سمتھ، ایم ہاؤس فزیشن زینتھ جنرل ہسپتال ہو گیا تھا۔

باب گیارھواں

"برنڈ میں باکس فیکٹری" کو آگ لگ گئی تھی۔ کالے سیاہ دھوئیں میں لپکتے ہوئے شعلوں کی چمک دیکھ کر اور آگ بجھانے والے انجن کی گھنٹیوں کی منحوس آواز سن کر سارے جنوبی زینتھ میں اچھل مچی تھی۔ فیکٹری کے مغرب کی طرف میلوں تک لکڑی کے گھروں کا سلسلہ چلا گیا تھا اور خدشہ تھا کہ یہ سب آگ کی زد میں آجائیں گے۔ عورتیں اور مرد شالوں میں لپٹے، شب خوابی کا لباس پہنے، بال بکھیرے اپنے گرم بستروں سے نکل کر رات کی سردی سے ٹھٹھرتی گلیوں میں بوجھل قدموں سے بھاگ رہے تھے۔

آگ بجھانے والے کارکن لوہے کی ٹوپیاں پہنے بڑے پیشہ ورانہ سکون کے ساتھ پائپ ہاتھ میں پکڑے بھڑکتی آگ پر پانی کی بارش کر رہے تھے۔ لوگوں کا ہجوم آگے بڑھنے کے لئے زور لگا رہا تھا اور پولیس کے سپاہی اپنی لاٹھیوں کو ہلا ہلا کر انہیں روکنے کی کوشش کرتے ہوئے چلا رہے تھے۔

"پیچھے ہٹ جاؤ، پیچھے ہٹ جاؤ!" فیکٹری کی حدود میں عام لوگوں کا داخلہ بند کر دیا گیا تھا۔ صرف فیکٹری کے مالک، اور اخبارات کے رپورٹروں کو آگے جانے کی اجازت تھی۔ ایک جنونی سے مزدور کو پولیس سارجنٹ نے آگے جانے سے روک دیا۔

"میرے اوزار اندر رہ گئے ہیں!" وہ چلایا۔

"کوئی بات نہیں، اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں!" اکڑ فوں دکھانے والے سارجنٹ نے جھلا کر کہا۔

مگر وہ ایک آدمی کا راستہ نہ روک سکے۔ ان سب نے تیزی سے دوڑتی ہوئی اور غصّے میں پھنکارتی ہوئی ایمبولینس کی مسلسل کھڑکھڑاہٹ سُنی تو بغیر کسی حکم کے ہجوم نے گاڑی کے لئے راستہ چھوڑ دیا اور ایک بھورے رنگ کی بہت بڑی موٹر ہجوم کو تقریباً چھوتی ہوئی بیچ میں سے گزر گئی۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر سفید یونیفارم میں ملبوس غرور سے سر اونچا کئے، بے نیازی کے سے انداز میں ڈاکٹر مارٹن ایروسمتھ بیٹھا تھا۔

ہجوم نے تحسین و ستائش کی نظروں سے دیکھا اور پولیس کے سپاہی اس کا استقبال کرنے کو دوڑے۔

"زخمی ہونے والا 'فائرمین' کہاں ہے؟" وہ جلدی سے بولا۔

"وہاں اس سائبان کے نیچے" گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے سارجنٹ نے زور سے چلا کر جواب دیا۔

"گاڑی کو قریب لے چلو، دھوئیں کی پروا نہ کرو"۔ مارٹن نے غرّاتے ہوئے ڈرائیور کو حکم دیا۔

آگ بجھانے والوں کے عملے کا ایک آدمی اُسے لکڑی کے برادے کے ایک ڈھیر کے پاس لے گیا جس پر ایک نو عمر سا آدمی بے ہوشی کی حالت میں گٹھری سا بنا ہوا لیٹا تھا۔ اس کے چپچپے چہرے پر خون کا کوئی دھبّہ نہ تھا۔

"دھوئیں میں اس کا دم گھٹ سا گیا اور یہ اوندھا ہو کر گر پڑا۔ بڑا نیک لڑکا ہے، کیا زندہ ہے ڈاکٹر صاحب؟" آگ بجھانے والے نے التجا کے سے لہجے میں پوچھا۔

مارٹن نے اس آدمی کے اوپر جھک کر اس کی نبض دیکھی اور سانس کی آواز سننے کی کوشش کی۔ پھر کالا سا ڈبہ کھولا اور پچکاری سے ایک دوائی اس کے منہ پر چھڑکی اور امونیا کی شیشی اس کی ناک کے قریب لے گیا۔ "کوئی بات نہیں ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھا تم دو آدمی جلدی سے اسے ایمبولینس میں لے جا کر لٹا دو ——— جلدی!"

پولیس سارجنٹ اور نیا بھرتی ہونے والا چوکیدار ایک ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور اکٹھے بولے، بہت اچھا ڈاکٹر صاحب"

پھر "ایڈووکیٹ ٹائمز" کا چیف رپورٹر مارٹن کے پاس آیا۔ عمر تو اس کی صرف ۲۹ سال ہی تھی مگر وہ شاید دنیا کا سب سے بڑا سنکی اور شکی مزاج آدمی تھا۔ اس نے سینٹ کے ممبروں کے ساتھ انٹرویو کئے تھے اور سماجی بہبود کی انجمنوں اور انعامات کے مقابلوں میں بے ایمانی اور گول مال کا انکشاف کیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد چھوٹے چھوٹے دائرے سے نظر آتے تھے۔ منہ میں اس کے ہر وقت "بلو ڈریم" کا سگرٹ ہوتا۔ اخبار کا یہ رپورٹر ہر آدمی کی نیک نیتی کو شک کی نظر سے دیکھتا اور ہر عورت کی پاکدامنی پر شبہ کرتا۔ مگر باوجود اس کے بطور ڈاکٹر کے مارٹن کی قدر کرتے ہوئے وہ اس کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آیا۔

"ڈاک کیا یہ بچ جائے گا؟" وہ اپنی غنغنی آواز میں بولا۔

"ہاں ضرور بچ جائے گا۔ مجھے پوری اُمید ہے۔ دھوئیں کی وجہ سے ذرا دم گھٹ گیا تھا۔ نبض بدستور چل رہی ہے"۔

یہ الفاظ مارٹن نے گاڑی کی پشت پر سے چلا کر کہے۔ جو کہ جھولتی اور اچھلتی ہوئی فیکٹری کے دالان میں دھوئیں کی چادر کو چیرتی لوگوں کی چھٹتی ہوئی بھیڑ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس وقت وہ اور ڈرائیور شہر کے مالک اور حاکم تھے ٹریفک کے قواعد کی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔ سینما اور تھیٹر سے واپس آرہے لوگوں کو جو گاڑی کے آگے پھیلی ہوئی سڑکوں پر بکھرے پڑے تھے، انھوں نے نفرت و حقارت سے دیکھا۔ چک سا کے ٹریفک افسر نے انھیں آتے سنا اور اُسے محسوس ہوا جیسے رات کی میل گاڑی دندناتی چلی آرہی ہو۔ گھوں، جھک۔ جھک پھٹ پھٹ، پھٹ پھٹ۔ یہ گڑگڑاہٹ سن کر اس نے شور و ہنگامے سے معمور چوک کو صاف کر دیا۔ سڑک کے کنارے پیچھے کو مڑتی موٹروں اور بے ڈھنگے طور پر کھڑے گھوڑوں سے بچتی ہوئی لوگوں کی بھیڑ پھنسی کھڑی تھی۔ ان کے قریب سے تیزی کے ساتھ بھاگتی

ہوئی ایمبولنس گزر گئی، پھٹ پھٹ پھٹ۔ گاڑی کی اچھلتی سیٹ پر جھومتا ہوا ڈاکٹر پلیٹی کونڈر سے پکڑے بڑی شان سے بیٹھا تھا۔

ہسپتال پہنچے تو اردلی چلایا۔ "آپریشن میں گولی چل گئی ڈاکٹر صاحب!"

"بہت اچھا۔ ذرا ٹھہر دیں ایک آدھ گھونٹ پی لوں۔" مارٹن نے بڑی پرسکون آواز میں کہا۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ ہسپتال کی لیبارٹری کے پاس سے گزرا جس کا دروازہ کھلا تھا۔ اندر اسی طرح معمولی سا بینچ پڑا تھا اور بوتلوں اور نلکیوں کی بے جان قطاریں کھڑی تھیں۔

"وہی پرانی چیزیں۔ لیبارٹریوں میں جان مارنا ہی اصل زندگی ہے۔" وہ سرور میں آگیا مگر اُسے یہ ہمت نہیں ہوئی کہ گاٹلب کو بھی جھانک کر ایک نظر دیکھ لے — وہی سوکھے سے چہرے والا گاٹلب جو اسی صبر و قرار سے انتظار میں بیٹھا تھا۔

(۲)

زینتھ جنرل ہسپتال کے چھ تربیتی ڈاکٹروں کو جن میں مارٹن اور انگس بھی تھے، رہنے کے لئے ایک لمبا سا اندھیرا کمرہ ملا۔ اس کمرے میں چھ سفری بستر اور چھ میزیں تھیں جن کے خانوں میں ہر طرح کی چیزیں پڑی ہوتیں — تصویریں نکٹائیاں پھٹی ہوئی جرابیں۔ وہ اپنی چارپائیوں پر بیٹھے سرجری اور اندرونی علاج کا موازنہ کیا کرتے، چھٹیوں کی راتوں میں بڑی بڑی دعوتوں کے مزے اڑانے کی سکیمیں بنایا کرتے اور مارٹن کو جو کہ ان میں واحد شادی شدہ لڑکا تھا۔ مختلف نرسوں کی خوبیاں بتایا کرتے جن کے دامِ الفت میں وہ باری باری گرفتار ہو چکے تھے۔

مارٹن کو ہسپتال کا معمول کچھ اکتا دینے والا سا معلوم ہوا۔ حالانکہ اس نے

ایک تربیتی ڈاکٹر کے سب انداز اختیار کر لیے تھے۔ اسی طرح تیز تیز قدموں سے چلنا اور دلیسے ہی جیب میں سٹیتھوسکوپ ڈالے رہنا۔ مگر اس کے باوجود اُسے مریضوں کی تیمارداری کا ڈھنگ نہ آیا۔ زخمیوں اور بیماروں کی تکلیف دیکھ کر اُسے بہت دُکھ ہوتا۔ مریض ہمیشہ نئے ہوتے مگر درد اور تکلیف کی نوعیت وہی ہوتی۔ جب وہ تین بار ایک زخم کی پٹی کر چکتا تو اکتا جاتا۔ وہ نئے تجربات حاصل کرنا چاہتا تھا مگر ہسپتال سے باہر ایمبولینس کے کام پر جانا اس کے سمند فخر کے لیے تازیانے کا کام کرتا۔

شہر کی اس گندی بستی میں جسے آر برہنے تھے رات کے وقت گھومتے ہوئے ڈاکٹر اور صرف ڈاکٹر ہی اپنے آپ کو محفوظ سمجھ سکتا تھا۔ پولیس کے سپاہی اسے سیلوٹ کرتے، طوائفیں اسے جھک جھک کر سلام کرتیں جس میں مذاق اور طنز کا کوئی عنصر نہ ہوتا، شراب خانوں کے مالک آوازیں دے دے کر آداب و تسلیم کرتے اور ڈاکو اسے آتا دیکھ کر دروازوں کے پیچھے چھپ کر جانے کی راہ دے دیتے۔ مارٹن کو زندگی میں پہلی بار ایک ایسی طاقت اور قوت ملی جسے وہ محسوس کر سکتا تھا، دیکھ سکتا تھا۔ اور پھر وہ مسلسل جان جوکھوں کی زندگی گزارنے لگا۔۔۔۔

وہ ایک بینک کے صدر کو قمار بازی کے اڈے سے نکال کر لایا اور اُس کے خاندان کو بدنامی سے بچایا۔ انھوں نے اُسے رشوت پیش کی تو اس نے بڑی حقارت سے انکار کر دیا۔ مگر جب اسے خیال آیا کہ اس روپے سے وہ لیورا کے ساتھ ڈنر اڑا سکتا تھا تو اسے اپنے انکار پر افسوس ہونے لگا۔ وہ گیس سے بھرے ہوٹلوں کے کمروں میں گھس جاتا اور لوگوں کو مستقبل میں خودکشی کرنے کے عذاب سے بچاتا۔ اس نے کانگریس کے ایک ممبر کے ساتھ جو شراب بندی کا حامی تھا، ایم پی۔ س نے پولیس کے ایک سپاہی کی مرہم پٹی کی جسے ہڑتالیوں نے پیٹا تھا اور ایک ہڑتالی کے زخموں پر پٹیاں باندھیں جسے پولیس والوں نے مارا تھا۔ اس نے صبح ۲ بجے پیٹ کے ایک فوری آپریشن میں سرجن کی مدد کی۔ آپریشن کے کمرے کی

دیواریں سفید تھیں اور سفید ٹائلوں کا ہی فرش تھا اور روشندانوں کے چمکتے ہوئے دودھیا شیشے یوں معلوم ہوتے تھے جیسے برف کو آگ لگی ہو۔ بڑے بڑے برقی شمعدانوں کی روشنی شیشے کے اوزاروں اور ان بے رحم نشتروں پر پڑ رہی تھی۔ سرجن نے سفید گاؤن پہن رکھا تھا، سر پہ سفید پگڑی سی باندھ رکھی تھی، اس کے ہاتھوں میں ربڑ کے زرد نارنجی رنگ کے دستانے تھے اور تولیوں کے بیچ سے نظر آنے والے جسم کے زرد سے مربع نما حصے پر ڈاکٹر تیز ہاتھ چلاتا ہوا نشتر کے ساتھ گوشت کی تہوں کو کاٹتا جا رہا تھا۔ مارٹن کھڑا دیکھ رہا تھا جس وقت نشتر کے ساتھ ساتھ خون کی دھار بہتی ہوئی چلی گئی تو اس وقت بھی وہ بے حس و حرکت بت بنا کھڑا رہا۔ ایک مہینے کے بعد جب چالو سا دریا میں طغیانی آئی تو وہ لگاتار ۶۷ گھنٹے کام کرتا رہا۔ بیچ میں اُسے آدھ آدھ گھنٹے کے لئے ایمبولینس یا پولیس چوکی کی میز پر سونے کا موقعہ مل جاتا۔ طغیانی کے دنوں میں جب پانی بہت اونچا چڑھ گیا تو وہ کشتی سے اتر کر ایک مکان کی دوسری منزل پر جا پہنچا اور سب سے اوپر کی منزل پر ایک بچے کو حفاظت سے اٹھا لایا۔ اور ایک بار تو گرجے کے اندر پھنسے ہوئے پانچ دہشت زدہ بچوں کو نکالنے کے لئے وہ بغیر سوچے سمجھے جان جوکھوں میں ڈال کر تیرتے ہوئے دوسری طرف نکل گیا۔ اخباروں میں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ اس کی بہادری کی یہ خبر چھپی وہ گھر واپس آیا۔ لیورا کا بوسہ لینے اور بارہ گھنٹے لمبی تان کر سونے کے لئے۔ لیٹے لیٹے وہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے کی خاطر گاٹلب اور تحقیق کے متعلق بڑی حقارت سے سوچتا رہا۔

"گاٹلب، وہ تصویریاں گھڑنے والا خبطی بوڑھا دریا کو تیر کر تو دکھا سے!"

اس کے اندر بیٹھے ہوئے ڈاکٹر ایروسمتھ نے مارٹن پر طنز کی۔ مگر جب رات کی ڈیوٹی پر وہ اکیلا ہوتا تو اسے اپنی روح کی آواز کا سامنا کرنا پڑتا ———
جس سے وہ بچنا چاہتا تھا۔ ایسے وقت میں اس کے دل میں لیبارٹری کے کام کی خواہش جاگ اٹھتی۔ وہ نئی نئی دریافتوں کی انجانی دنیا کے ولولے حاصل کرنا

چاہتا، وقتی مسرت کو چھوڑ کر سطح کے نیچے تلاش و جستجو کی وادیوں میں جانا چاہتا اور بنیادی اصولوں کو کھوجنا چاہتا۔ جنھیں ایک سائنسدان عام جسمانی امراض کے علاج سے بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اسی طرح جیسے ایک فلاسفر زندگی کی معمولی نیکیوں کے مقابلے میں خدا کے عز و جلال کو بہت ہی بلند سمجھتا ہے۔ اس وقت وہ رشک اور اداسی دونوں طرح کے جذبات سے مغلوب ہو جاتا۔ اداس وہ اپنی بے چارگی کے باعث ہوتا اور رشک اسے ان لوگوں پر آتا جو تکنیک پر عبور حاصل کر چکے ہیں یا حیاتیاتی کیمسٹری کے متعلق بڑی وسیع واقفیت رکھتے ہیں۔ اور سائنس کے اصولوں کو بڑی وضاحت سے سمجھا سکتے ہیں۔ ایسے اصول جنھیں بڑی بڑی دریافتیں کرنے والے سائنسدان بھی صرف اشارتاً ہی بتاتے ہیں۔

تربیتی کورس کے دوسرے سال میں جب قتل آگ، طغیانی جیسے ہنگامی حالات میں کام کرنے کا جوش و ولولہ ختم ہو گیا اور یہ چیزیں دفتری کام کی گھس گھس کی طرح زندگی کا معمول بن گئیں اور وہ یہ حقیقت اچھی طرح سے جان گیا کہ زندگی کو عذاب بنانے اور ایک دوسرے کا خون بہانے کے لئے انسان نے صرف چند ایک طریقے ہی ایجاد کئے ہیں تو لفظ "ڈاکٹر" کا افسون بھی ٹوٹ گیا اور سائنس کے میدان میں کام کرنے کا شوق (جو اس کے ضمیر پر بوجھ بن کر رہ گیا تھا) پورا کرنے یا کچلنے کے لئے وہ کبھی کبھی ہسپتال کی لیبارٹری کی چیزوں کو الٹتا پلٹتا رہتا۔ اور "پرنیشیس انیمیا" (رقت الدم خبیث) کے مریضوں کے خون کا معائنہ کرتا رہتا۔ مگر تحقیق کی منفرد ادا کے ساتھ اس کا کھیلنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ آپریشنوں کی ہما ہمی کے درمیان وہ لیبارٹری کی خاموش تنہائی کے تصور میں کھو جاتا۔ "مجھے یہ سلسلہ ختم کر دینا چاہیئے۔" اس نے لیورا سے کہا "اگر وٹسل دینیا میں اطمینان سے بیٹھ کر مجھے کام کرنا ہے اور روزی کمانی ہے تو یہ سلسلہ ختم کرنا ہی ہوگا ——— اور وٹسل دینیا تو خدا کی قسم

میں مر ہی جاؤں گا!"

مشورہ دینے کے لئے ڈین سلوا اکثر ہسپتال آیا کرتے۔ ایک روز جب لیورا اپنے دفتر سے واپسی پر، جہاں وہ سٹینوگرافر کا کام کرتی تھی، رات کے کھانے کے لئے مارٹن کے ساتھ جا رہی تھی تو برآمدے میں ان کا ڈین سلوا سے سامنا ہو گیا مارٹن نے ان دونوں کا تعارف کرایا اور ٹھگنے سے ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے باریک آواز میں کہا "میرے بچو مجھے بہت خوشی ہو اگر تم ڈنر میرے ساتھ کھاؤ۔ میری بیوی مجھے چھوڑ کر چلی گئی ہے اور آج کل میں اکیلا اور زندگی سے بیزار رہوں"۔

گول مٹول سا ڈین سلوا ان دونوں کے درمیان خوشی سے پھدکتا ہوا چل رہا تھا۔ اس کے اور مارٹن کے درمیان اب استاد و شاگرد کا رشتہ نہیں تھا بلکہ وہ اب ایک دوسرے کے لئے ڈاکٹر تھے۔ ڈین سلوا ایک ایسا مدرس تھا جو ان لڑکوں میں بھی دلچسپی رکھتا تھا جو زانوئے ادب تہ کر چکے ہوتے۔ ان دونوں بھوکے ماروں کو وہ ایک ریستوران میں لے گیا اور لمبے لمبے بازوؤں والے لکڑی کے بینچ پر بیٹھ کر بڑی خوش اسلوبی سے انھیں پیٹ بھر کر مرغابی کا بھنا ہوا گوشت کھلایا اور بہت سی شراب پلائی۔

باتیں وہ لیورا سے کر رہا تھا مگر اس کا روئے سخن مارٹن کی طرف تھا۔

"آپ کے خاوند کو ایک مسیحا بننا چاہیئے نہ کہ لیبارٹری میں معمولی سے چھوٹے موٹے کام کرنے والا کارکن"۔

"مگر گاٹلب معمولی کام تو نہیں کرتا"، مارٹن کے لہجے میں اصرار تھا۔

"ہاں، مگر اس کی بات اور ہے۔ یہ تو اپنا اپنا عقیدہ ہے۔ گاٹلب ان لوگوں کی پرستش کرتا ہے جو خبطی اور سنکی ہیں اور دوسروں کی تھیوریاں غلط ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ عام لوگ انھیں ٹیڈرڈ، والیٹر، ایلسر جادوگر اور نہ جانے کن کن ناموں سے پکارتے ہیں مگر ان عظیم ہستیوں کو اپنی تھیوریاں وضع کی بجائے دوسروں کی تھیوریاں جھوٹی ثابت کرنے میں زیادہ مزا آتا تھا۔ مگر میرے دیوتا وہ ہیں جو

گاٹلب کے دیوتاؤں کی تھیوریوں کو استعمال میں لاکر انسان کی بھلائی کے لئے
کام کرتے ہیں اور انھیں زندگی بخشتے ہیں)!

"رنگ اور کنیوس ایجاد کرنے والے تعریف کے قابل ہیں مگر اس سے بھی
بڑی تعریف کے حقدار تو بڑے بڑے مصوّر ہیں جو ان کی ایجادوں کو اپنے تخلیقی
کاموں کے لئے بروئے کار لائے۔ یہی تو اصل لوگ ہیں تحقیق برائے تحقیق بڑی اچھی
چیز ہے اور سچائی کی تلاش کو تجارت اور شہرت کی خواہشات سے آزاد رکھنا بھی
یقیناً قابلِ تحسین بات ہے۔ لیکن کسی چیز کے عملی فائدوں اور نتائج کو نظر انداز کرنا
کہاں تک درست ہے؟ آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اگر اس رجحان کو اور آگے
بڑھایا جائے تو ایسے آدمی بھی پیدا ہو جائیں گے جو سڑک پر بچھائے جانے والے
پتھروں کو گننا ہی سب سے بڑا کام سمجھنے لگیں گے" ایسے سائنسداں بھی نکل آئیں
گے جو لوگوں کو صرف یہ دیکھنے کے لئے اذیت پہنچائیں گے کہ وہ چیختے کس طرح ہیں۔
اور ایسے آدمی کا مذاق اڑائیں گے جو لاکھوں لوگوں کو صحت یاب کرنا ہے اور انھیں
خوشی دینا ہے۔!

"نہیں نہیں مسز ایروسمتھ یہ لڑکا مارٹن ایک حساس اور صاحبِ دل آدمی
ہے۔ یہ کولھو کا بیل تو ہے نہیں۔ اسے انسان کی خدمت کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔
اس نے دنیا کا سب سے نیک اور صالح پیشہ اختیار کیا ہے۔ مگر یہ ضعیف دماغ کا
تجربات کرنے والا کیڑا بننا چاہتا ہے۔ آپ اسے صحیح راستے پر لگائیں اور دنیا کو
اس کے جوش اور جذبے کی برکتوں سے محروم نہ ہونے دیں!"

اس اپدیش کے بعد سلوا صاحب انھیں ایک طربیہ سنگیت ناٹک دکھانے
لے گئے۔ ان دونوں کے بیچ میں بیٹھے ہوئے کبھی وہ مارٹن کے شانے کو سہلاتے
اور کبھی لیورا کے بازو کو تھپتھپاتے۔ جب ایک ایکٹر نلکی کی بالٹی میں جا گرا تو مارے
ہنسی کے ان کا گلا بھر آیا۔ آدھی رات کے اس جوش و خروش میں مارٹن اور لیورا
نے بھی اس پہ اپنی محبت کی بارش شروع کر دی اور وِلسن دینیا جا کر بس جانے

کی تجزیہ کو شہرت اور نجات کا ذریعہ سمجھنے لگے۔

مگر مارٹن کے تربیتی کورس کی مدّت ختم ہونے اور نارتھ ڈاکوٹا روانہ ہونے سے کچھ روز پہلے سڑک پر میکس گاٹلب سے ان کی ملاقات ہو گئی۔

مارٹن نے ایک سال سے اس کی صورت نہیں دیکھی تھی اور لیوراٹے نے تو اُسے اب تک دیکھا ہی نہیں تھا۔ مارٹن ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آیا وہ اُسے سلام کر کے گزر جائے کہ گاٹلب رُک گیا۔

"کیوں بھئی مارٹن کیا حال ہے؟" اس نے بڑی گرمجوشی سے کہا مگر اس کی آنکھیں پوچھ رہی تھیں۔ "تم میرے پاس اب تک کیوں نہیں آئے؟"

مارٹن مارے گھبراہٹ کے ہکلانے لگا اور کچھ بھی نہ کہہ سکا جب گاٹلب آگے بڑھ گیا تو وہ نیچے جھک کر یوں چلنے لگا جیسے وہ کسی بہت بڑے کرب میں مبتلا ہو اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ بھاگ کر اس کے پیچھے جائے۔

لیوراٹے نے سوال کیا "کیا یہی پروفیسر گاٹلب ہے جس کے تم گن گایا کرتے ہو؟"

"ہاں، یہی تو ہے۔ کیوں کیسا لگا تمہیں؟"

"میں..... میں —— سینڈی ایسی عظیم ہستی میں نے آج تک نہیں دیکھی مجھے نہیں معلوم کہ میں یہ کیسے جانتی ہوں مگر ہے یہ عظیم ترین آدمی! ڈاکٹر سلوا بڑا پیارا آدمی ہے مگر عظمت مجھے اسی میں دکھائی دی۔ میری خواہش ہے —— میری خواہش ہے کہ ہم اسے پھر ملنے جائیں۔ یہ واحد شخص ہے جو اگر چاہے تو میں تمہیں اس کے سپرد کر دوں۔ وہ ایک —— وہ ایک تلوار کی طرح ہے —— نہیں وہ ایک چلتا پھرتا دماغ ہے۔ ہائے سینڈی یہ اس قدر مصیبت کا مارا دکھائی دیتا ہے۔ اُسے دیکھ کر میرا جی چاہتا تھا کہ چیخ چیخ کر رو دوں۔ اس کے جوتے صاف کر دوں!"

"خدا کی قسم میرا بھی یہی دل چاہتا ہے!"

مگر زینتھ چھوڑنے کی ہماہمی، دلٹسل دینیا جانے کے جوش خروش، سرکاری امتحان کی گھبراہٹ اور ڈاکٹر بننے کی شان میں وہ گاٹلب کو بھول گیا اور ڈاکوٹا میں جہاں دھوپ میں دمکتی ہوئی ہر چراگاہ کی باڑ کے کھمبوں پر مرغزاری لوے چہکتے ہیں، اس نے جون کی ایک منو نشاں صبح کو اپنا کام شروع کر دیا۔

باب بارھواں

جب گاٹلب مارٹن کو سڑک پر ملا تو اس وقت وہ تباہ ہو چکا تھا۔

میکس گاٹلب جرمن یہودی تھا۔ وہ سیکسنی کے مقام پر ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ ہیڈل برگ میں اس نے طب کی ڈگری لی تھی۔ مگر ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کرنے میں اسے مطلق دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ہیلم ہولٹز کا پیروکار تھا۔ جوانی کے دنوں میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس نے آواز کی طبیعات میں جو تحقیق کی اس سے وہ علم طب میں طریقۂ مقدار کا قائل ہو گیا۔ پھر کوخ کی دریافتوں نے اسے حیاتیات کی طرف مائل کر دیا۔ وہ ہمیشہ اپنے کام کو بڑی احتیاط اور لگن سے کرتا، ہندسوں کی لمبی لمبی قطاریں بناتا اور اسے ناقابل ضبط تغیر پذیر عناصر کی موجودگی کا ہمیشہ احساس رہتا، سستی، غفلت اور خود پسندی کا وہ بہت بڑا دشمن تھا اور ایسے خلوص اور نیک نیتی سے اُسے کبھی ہمدردی نہ ہوتی جس کے ساتھ کند ذہنی بھی شامل ہو۔ اس نے کوخ اور پاسٹیر کی لیباریٹریوں میں کام کیا اور حیاتیات کے مطالعے میں پیرسن کے بیانات کی پیروی کی۔ اس زمانے میں وہ بہت بیئر پیتا اور خطوں میں جلی کٹی باتیں لکھتا۔ اس نے اٹلی، انگلستان اور سکینڈینیویائی ممالک کی سیاحت کی اور ایک روز یونہی سرسری طور پر ایک غیر یہودی تاجر کی خاموش طبع لڑکی سے شادی بھی کر لی بالکل ویسے ہی جیسے کوئی گھر کی دیکھ بھال کرنے والا ملازم رکھ لیا کرتا ہے یا بازار سے کپڑا خرید لاتا ہے۔

پھر اس نے تجربات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ تجربے بہت اہم طویل اور

غیر ڈرامائی تھے اور ان کی کوئی قدر نہیں کی گئی۔ اس سے پیشتر ۱۸۸ء میں وہ ہیضے سے بچاؤ کے لئے پاسٹیر کے نتائج کی تصدیق کر رہا تھا ان دنوں وہ دل بہلانے کے لئے کیمیادی خمیر کو سفوف خمیر سے علیحدہ کیا کرتا۔ گاٹلب کا باپ ایک چھوٹے سے بینک کا منیجر تھا اور وہ اپنے والد سے ترکے میں ملی ہوئی تھوڑی سی جائداد پر گزر بسر کرتا۔ خرچ کرنے میں وہ اس قدر بے پروا تھا کہ یہ جائداد آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔ کچھ سالوں بعد وہ بیماریوں کی ٹوٹین تھیوری کا تنقیدی جائزہ لے رہا تھا اور خورد نامیات کے رقیق ہونے کی تلخی و شدت کی ترکیب و ترتیب کی تحقیق کر رہا تھا اس کام سے اسے تھوڑی سی شہرت ملی۔ شاید وہ ضرورت سے زیادہ محتاط تھا۔ وہ شیطان سے زیادہ ان لوگوں سے نفرت کرتا جو کام کو مکمل کئے بغیر اشتہار بازی میں لگ جاتے ہیں سیاسیات میں وہ بہت کم دخل دیتا کیونکہ انسانی سرگرمیوں میں وہ سیاست کو سب سے زیادہ غیر سائنسی کام سمجھتا تھا مگر پھر بھی وہ اتنا وطن پرست جرمن ضرور تھا کہ امراکی پارٹی "جنکرز" کے لئے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو گئی تھی لڑکپن میں ایک دو بار اس پارٹی کے اکڑ باز جھگڑالو کارکنوں سے اس کی لڑائی بھی ہو چکی تھی۔ ایک بار تو وہ پورا ہفتہ جیل میں رہا۔ یہودیوں کے خلاف تعصب پر اسے اکثر طیش آتا۔ چالیس برس کی عمر میں وہ بوجھل دل کے ساتھ امریکہ چلا گیا کیونکہ اس کی رائے میں یہ ملک نہ تو جنگجو بن سکتا تھا اور نہ ہی یہاں کے لوگ یہودیوں کے خلاف تھے۔ امریکہ پہنچ کر اس نے بروک لن کی ہوگ لین لیبارٹری میں ملازمت کر لی اور پھر کوین سٹی یونیورسٹی میں جراثیمیات کا پروفیسر ہو کر چلا گیا۔

یہاں اس نے پہلی بار زہر اور سم التریاق کے ردعمل پر تحقیق کی اور اعلان کر دیا کہ جانور کی محفوظ حالت سے ضد الاجسام کا سوائے سم التریاق کے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس وقت جبکہ جوشیلے سائنسدانوں کا چھوٹا سا حلقہ اس کی مذمت کرنے اور اسے غلط ثابت کرنے میں لگا ہوا تھا وہ سے سکون

اطمینان اور بے رحمی سے لمف کے متعلق لیرسین اور مارموریک کی تھیوریوں کے پرخچے اڑا رہا تھا۔

کئی برسوں کی دماغ سوزی اور تحقیق کے بعد اب اس کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ "ضد زہر" (اینٹی ٹاکسن) کو مصنوعی طریقے یعنی شیشے میں بنایا جائے۔ ایک بار تو وہ اپنی چھان بین کے نتائج چھپوانے کے لئے بھی تیار ہو گیا تھا مگر پھر اسے ایک غلطی نظر آ گئی اور اس نے بڑے مضبوط ارادے سے اپنا مقالہ دبا لیا۔ اس تمام عرصے میں وہ بالکل تنہا تھا۔ اس کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ کوین سٹی کے سب لوگ اُسے جراثیم پکڑنے اور انھیں چیرنے پھاڑنے والا ایک خبطی سا یہودی سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں ملک ایک سماجی انقلاب سے گزر رہا تھا۔ پل بنائے جا رہے تھے، بلغیر گھوڑوں کی گاڑیاں چلانے کے تجربے ہو رہے تھے، اشتہار بازی میں لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے شاعرانہ اسلوب اختیار کیا جا رہا تھا اور سوتی کپڑے اور سگرٹ کی انتہا سے زیادہ گرم بازاری تھی۔ ایسے ہنگامی دنوں میں بھی اس لمبے سے آدمی کے لئے کوئی کام نہیں تھا۔

۱۸۹۹ء میں اُسے ونے میک یونیورسٹی کے میڈیکل سکول میں جراثیمات کے پروفیسر کے عہدے پر مامور کیا گیا اور بارہ سال تک وہ اس کام میں بیل کی طرح جُتا رہا۔ اس تمام عرصے میں ایک بار بھی اس نے اپنی تحقیق و تجربے کو عملی شکل دینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس نے دُنیائے طب کے بہت سے مفروضوں کے خلاف اپنی جدوجہد بند کی۔ سوائے نفرت کے اپنے ساتھیوں سے اسے اور کچھ نہیں ملا۔ منہ پر تو وہ اس کی عزت کرتے اور اس کی تیکھی اور طنز بھری نظروں کے سامنے کچھ خوف اور بے چینی سی محسوس کرنے لگتے مگر پیٹھ پیچھے اُسے مفسد، شیطان، تنوطی، جھکی، تخریب پسند نقاد، نک چڑھا، انارکسٹ، منکر، اور یہودی کہہ کر بہت خوش ہوتے۔ ان کی اس بات میں کچھ وزن تو ضرور تھا کہ وہ خالص سائنس یعنی فن برائے فن کا اس قدر حامی ہے کہ وہ "صحیح علاج"

سے مریضوں کی موت کو ترجیح دے گا بجائے اس کے کہ "غلط علاج" سے انھیں بچا لیا جائے گا۔ وہ گویا انسان کے لیے ایک مندر بنا کر ابنِ آدم کو وہاں سے ٹھوکریں مار کر نکال دینا چاہتا تھا۔

سائنس کے ان جریدوں میں جہاں چالاک سائنسدانوں کے سال میں پانچ پانچ مقالے شائع ہوتے تھے، وہاں تیس سال کے اندر گاٹلب کے صرف پچیس ۲۵ مقالے شائع ہوئے تھے۔ یہ سب مقالے نوک پلک سے درست تھے، شکی مزاج نقادوں نے انھیں اچھی طرح سے جانچ لیا تھا اور تنقید کے علاوہ ان کی نقلیں بھی محفوظ کر لی گئی تھیں۔

مالس میں اسے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ وہاں کام کرنے کی بہت زیادہ سہولیات ہیں، مدد کے لیے بہت اچھے اسسٹنٹ ہیں، شیشے کا بے شمار سامان ہے، اور تجربات کے لیے بے انتہا چوہے اور بندر ہیں مگر درس و تدریس کے نہ ختم ہونے والے چکر سے وہ اکتا گیا اور ہمدرد و غمگسار دوستوں کے فقدان سے اس پر اداسی چھا گئی۔ اسے ہر وقت کسی ایسے آدمی کی تلاش رہتی جس کے سامنے وہ اپنا دل کھول کر رکھ سکے۔ آخر وہ گوشت پوست کا انسان تھا، تحقیق کرنے کی مشین تو تھا نہیں۔ اس لیے جب وہ ان ڈاکٹروں کی شہرت دیکھتا جن کی جہالت اور کم علمی نے انھیں بے باک اور نڈر بنا دیا تھا اور ان نام نہاد موجدوں کی حالت پر غور کرتا جو کٹھپروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے تو اسے امریکہ بلکہ مالس تک میں اپنی گمنامی پر غصہ آجاتا اور وہ بڑے بیجا طریقے سے شکایتیں کرنے لگتا۔

اب تک وہ کسی ڈیوک کے ساتھ دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا، کبھی اسے انعام نہیں ملا تھا، کوئی پریس رپورٹر اس سے انٹرویو کرنے نہیں آیا تھا۔ کبھی اس نے کوئی ایسا مقالہ نہیں لکھا تھا یا ایسی تحقیق نہیں کی تھی جو عام لوگوں کی سمجھ میں آ سکے اور نہ ہی زمانہ طالب علمی کے معاشقوں کے بعد اس نے

کوئی ایسا کام کیا تھا جسے رومانی کہا جا سکے اصلاً وہ ایک متند سائنسدان تھا۔

ابن آدم پر اس کے بڑے احسانات تھے۔ ہر آنے والے زمانے میں وباؤں اور چھوت کی چھوٹی موٹی بیماریوں کو ختم کرنے کی کوششوں پر میکس گاٹلب کی تحقیقات اثر انداز ہوں گی۔ وہ مختلف قسموں اور نسلوں کے جراثیم کی درجہ بندی کرنے پر ہی اکتفا نہ کرتا بلکہ ان کی جسمانی ساخت کا مطالعہ کرتا اور ان کے پیدا ہونے، بڑھنے اور ختم کرنے کے اصولوں کی تلاش میں رہتا، یہ ایسے بنیادی اصول تھے جن کے متعلق حیاتیات کے ماہرین کو ایک پُشت تک کچھ معلوم نہ ہو سکا مگر اس کے باوجود گاٹلب کو "تنوطی" کہنے والے بھی حق بجانب تھے کیونکہ یہ آدمی جس کے انتھک کام کی وجہ سے چھوت کی بیماریوں کے بالکل ختم ہو جانے کا امکان پیدا ہو گیا تھا، ان بیماریوں کو ختم کرنے کی قدر و قیمت پر اکثر شک کیا کرتا تھا۔

بین الاقوامی سطح پر جو بحث اس نے چھیڑ دی تھی اس میں چند ایک لوگ تو ضرور شریک ہوئے۔ مگر بیشتر نے اس پر لعنت بھیجی۔ اس نے کہا کہ چھ پشتوں تک اگر وبائیں بالکل نیست و نابود ہو جائیں تو اس کے بعد جو انسانی نسل آئے گی اس کے اندر ان وباؤں کا مقابلہ کرنے کی قوت اس قدر کم ہو گی کہ اگر یکایک پلیگ جیسی بیماری پھیل جائے تو ساری دُنیا اس کی زد میں آ جائے گی۔ اور اس طرح سے وباؤں کو جڑ سے اکھاڑنے اور زندگیاں بچانے کے جو اقدامات ہم اب کر رہے ہیں ان کا نتیجہ یہ ہو گا کہ کچھ پشتوں کے بعد پوری نسلِ انسانی ہی ختم ہو جائے گی۔

اس نے سوچا کہ اگر صفائی کے اصولوں اور سائنس کی مدد سے تپ دق اور دوسری اس طرح کی بیماریاں بالکل ختم ہو جائیں تو یقیناً دُنیا لوگوں سے اس قدر کھچا کھچ بھر جائے گی اور اس قدر قحط پڑیں گے کہ روٹی کمانے کی تگ و دو میں دوسرے زمین سے دانشوری، حسن اور رعنائی بالکل غائب ہو جائیں گے۔ مگر

ان خیالی گھوڑوں نے اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ اس نے سوچا کہ اگر مستقبل میں آبادی اس قدر جلد سے زیادہ بڑھ جائے گی تو آنے والی نسلیں "برتھ کنٹرول" اور اس طرح کے دوسرے طریقوں سے اپنی حفاظت خود کر لیں گی۔ مگر قنوطیت نے اس کے فہم و ادراک کو اس طرح سے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا کہ امید پرستی و رجائیت کی اس چھوٹی سی کرن کو بھی اس کے دماغ میں جگہ نہ ملتی۔ وجہ یہ تھی کہ گاٹلب کی نظر میں انسان کی ذہنی ترقی کے سب دروازے بند ہو چکے تھے اور وہ آدمی کو اشرف المخلوقات ماننے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ انسان مسرور و مگن کتوں، خوبصورت بلیوں، اخلاقیات سے ماورا اور اصیل اور مذہب و ملت کے جھگڑوں سے بیگانہ گھوڑوں، اور قابل رشک حد تک بہم جو سمندری بگلوں سے کسی طور برتر ہے۔

ایک طرف نیم حکیم قسم کے ڈاکٹر، دواؤں کے کارخانوں کے مالک، اوٹنا ٹیاں بیچنے والے اور اشتہار بازی کی دنیا کے بڑے بڑے سلطان محل نما گھروں میں رہتے جہاں نوکروں کی پلٹنیں ان کی خدمت پر مامور ہوتیں، شاندار موٹروں میں گھومتے اور ہر طرح کی عیش کرتے اور دوسری طرف گاٹلب اکھڑے پلستر والے تنگ سے مکان میں رہتا۔ سواری کے لئے اس کے پاس ایک کھڑکھڑ کرتی چھکڑا سی سائکل تھی جس پر بیٹھ کر وہ لیبارٹری جاتا۔ مگر اس کے باوجود شکائت کا کلمہ اس کی زبان پر نہ آتا۔ وہ ایسا ناانصاف تو نہیں تھا کہ آزادی کے ساتھ غلامی کی برکتوں کا مطالبہ بھی کرتا۔ ایک بار اس نے مارٹن سے کہا "دنیا کو کیا ضرورت ہے کہ مجھے ایسے کاموں کا معاوضہ دے جو میں کرنا چاہتا ہوں اور وہ کروانا نہیں چاہتے؟"

گاٹلب کے گھر میں آرام سے بیٹھنے کے لئے ایک ہی کرسی تھی۔ اس کی میز پر بے شمار خط پڑے ہوتے۔ ان لمبے لمبے خطوط میں پیار، تعظیم، بے تکلفی سب طرح کے جذبات کا اظہار ہوتا۔ ان کے بیشتر لکھنے والے فرانس، جرمنی، اٹلی اور ڈنمارک کے

بڑے بڑے مشہور سائنسدان تھے۔ جن کی انگلستان میں اتنی قدر ہوئی تھی کہ برطانیہ کی حکومت نے انھیں اتنے ہی اچھے خطابات دے رکھے تھے جو شراب کشید کرنے والوں، سگرٹ بنانے والوں اور فحش قسم کے اخبارات کے مالکان کو دیئے جاتے ہیں۔

مگر مفلسی کے باعث گاٹلب اپنی یہ تمنا بھی پوری نہ کر سکا کہ گرمی کے موسم میں وہ دریائے رائن یا سین کے پر سکون کنارے پر درخت کے نیچے بیٹھا ہو، سامنے اس کے میز پڑی ہو جس کے اوپر چارخانوں والا میز پوش بچھا ہو اور اس پر ڈبل روٹی پنیر، شراب اور سیاہ رنگ کے شاہ دالوں جیسی دنیا کی معقول و متبرک نعمتیں رکھی ہوں۔

(۲)

گاٹلب کی بیوی ایک موٹی، بھدی، سست اور خاموش طبع عورت تھی۔ ساٹھ سال کی عمر میں بھی اُسے روانی سے انگریزی بولنا نہ آتی تھی اور اس کا روزمرہ اور محاورہ جرمنی کے قصباتی، امیر گھرانوں کی عورتوں کا سا تھا جن کو روپے پیسے کی پرواہ نہیں ہوتی اور جو کھا کھا کر موٹی ہو جاتی ہیں گاٹلب نے بیوی کو اپنا ہمراز نہیں بنایا تھا۔ کھانے کی میز پر بیٹھا بیٹھا وہ اپنے خیالات میں اس قدر گم ہو جاتا کہ بیوی کے وجود کو بالکل فراموش کر دیتا۔ مگر اس بے نیازی کے باوجود اس سے نرمی اور حلیمی سے پیش آتا اور گھر کی دیکھ بھال کے لئے تو وہ اسی کا محتاج تھا حال ہی میں وہ علیل رہنے لگی تھی، اُسے بدہضمی کی شکایت ہو گئی تھی اور اس لئے ہر وقت اس کی طبیعت خراب رہتی۔ مگر اس کے باوجود وہ کام میں جتی رہتی اور گھر میں ہر وقت اس کے سلیپروں کی سپڑ سپڑ سنائی دیتی۔

ان کے تین بچے تھے۔ یہ سب اس وقت پیدا ہوئے جب گاٹلب ۲۸ سال

سے اوپر ہو چکا تھا۔ ان بچوں میں سب سے چھوٹی مریم بڑی چست و چالاک تھی۔
پیانو بجانے کا فن اور بیتھوون کے نغموں کا شوق اس کے خون میں رچا ہوا تھا۔
اور امریکہ کی مقبول موسیقی سے اسے سخت نفرت تھی۔ مریم کی بڑی بہن میں کوئی خصوصیت
نہیں تھی۔ اور اس کا بھائی رابرٹ کو رخ ایسا شتر بے مہار تھا کہ گاٹلب کے لئے عذاب
بن گیا تھا۔ انھوں نے اسے زینتھ کے قریب ایک اچھے سے سکول میں داخل کرا
دیا۔ حالانکہ گاٹلب اس سکول کا خرچ مشکل سے برداشت کر پاتا تھا۔ اور اسے
ہر وقت یہی تشویش رہتی تھی کہ لڑکے کی پڑھائی کے اخراجات کیسے پورے ہونگے۔
اس سکول میں رابرٹ کی سنگت صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے لڑکوں
سے ہونے لگی اور اس نے ان کی صحبت میں تیز رفتار سے موٹریں چلانے و عجیب
اور غریب لباس پہننے کا ذوق حاصل کر لیا اور پڑھائی لکھائی کو لعنت بھیج دی۔ گھر
آکر وہ شور مچاتا کہ اس کا باپ کنجوس ہے۔ جب گاٹلب نے اسے سمجھانے کی کوشش
کی کہ وہ ایک غریب آدمی ہے تو لڑکے نے جواب دیا کہ غریب ہونے کے باوجود وہ
چوری چھپے اپنی تحقیق کے کام پر روپیہ صرف کرتا ہے، اسے اس طرح روپیہ برباد
کر کے سکول میں اپنے لڑکے کو شرمندہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آخر یہ کمبخت یونیورسٹی
کیوں اسے سامان مہیا نہیں کرتی!

(۳)

گاٹلب کے تقریباً سب طالب علم اسے اور اس کے مضمون کو ایک رکاوٹ
سی سمجھتے تھے جسے جلد سے جلد پار کرنا آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہو۔ تاہم چند
ایک لڑکے ایسا نہیں سمجھتے تھے اور ان میں سے ایک مارٹن ایرو سمتھ تھا۔
اگر گاٹلب مارٹن کی غلطیوں کو بڑی کڑی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کی عقیدت

کے جواب میں بڑی خودسری سے بے نیازی برتتا تھا مگر پھر بھی اُسے مارٹن کی خوبیوں کا اتنا ہی احساس تھا جتنا کہ خود مارٹن کو تھا، اس نے بڑے بڑے منصوبے بنا رکھے تھے۔ ذاتی تعلقات میں وہ اتنا ہی منکسر المزاج ہو سکتا تھا جتنا وہ سائنس کے میدان میں خودسر اور خودپسند تھا۔ اس نے سوچا کہ اگر مارٹن کو واقعی میری مدد کی خواہش ہو گی تو اس کے کام کو میں اپنا کام سمجھ کر کروں گا۔ جن دنوں مارٹن اپنی چھوٹی سی طبع زاد تحقیق کر رہا تھا اُن دنوں گاٹلب کو یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ "محفوظیات" کے میدان میں وہ روایتی اور آسان تصویر ریلوں کو ترک کر دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے اور نتائج کی جانچ کے لئے بے حد احتیاط برتتا ہے۔ جب مارٹن نہ جانے کیوں بے پرواہ ہو گیا، جب وہ از حد شراب پینے لگا اور فضول سے ذاتی معاملات میں اُلجھ گیا تو اس وقت ایک اچھے دوست کی طلب اور معیاری کام کی تند و تیز خواہش اور احساسِ تنہائی کے باعث ہی اس نے مارٹن پر غرانا شروع کر دیا تھا۔ ڈین سلوا نے مارٹن سے معافی مانگنے کا جو مطالبہ کیا تھا اس کی گاٹلب کو کوئی خبر نہ تھی۔ وہ ضرور طیش میں آجاتا اگر ——

وہ مارٹن کے واپس آنے کا انتظار کرتا رہا۔ پھر وہ اپنے آپ کو الزام دینے لگا "میں بھی کیسا بے وقوف ہوں۔ وہ کتنا ہونہار لڑکا ہے۔ مجھے معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ چاندی کی طشتری میں کوئلہ نہیں رکھا جاتا۔ ان دنوں جبکہ مارٹن پلیٹیں صاف کر رہا تھا اور ریل گاڑیوں میں شہر شہر گھوم رہا تھا، گاٹلب اپنے کئے پہ نادم ہو رہا تھا۔ اُس نے ابھی کوئی نیا اسسٹنٹ مقرر نہیں کیا تھا۔ اس نے یہ تقرری ملتوی کر رکھی تھی۔ پھر اس کی افسردگی غصّے میں بدل گئی۔ وہ مارٹن کو غدار سمجھنے لگا اور اُس نے اپنے دماغ سے اس کا خیال نکال ڈالا۔

(۴)

ہو سکتا ہے کہ تب ایک "جینیئس" ہو، مگر یہ ضرور ہے کہ وہ ویسا ہی دیوانہ تھا جیسا ایک "جینیئس" عام طور پر ہوتا ہے۔ نتیجتہ جنرل ہسپتال میں مارٹن کی زیست کے دوران میں اس نے ایک ایسی بات کی جو ان عقائد سے بھی زیادہ لچر تھی جن کی وہ ہنسی اڑایا کرتا تھا۔ اس نے ایک منظم اور مصلح بننے کی کوشش کی۔ وہ تنک چڑھا سنکی ایک ادارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ اس کام میں اس طرح لگ گیا جیسے ایک بڑھیا لڑکوں کو گندے الفاظ سیکھنے سے روکنے کے لئے کوئی انجمن بنا رہی ہو۔

اس نے سوچا کہ ایک ایسا میڈیکل سکول ہونا چاہیے جو کہ بالکل سائنٹفک ہو اور قطعی مقداری حیاتیات اور کیمیا کے اصولوں پر چلے۔ اور جہاں سرجری کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ ایسا سکول وِنے میک کی یونیورسٹی میں کھلنا چاہیئے۔ غضب یہ کہ اس تجویز کو اس نے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔

"میں مانتا ہوں کہ ایسے سکول میں ہم دیہاتی گنواروں کا پیٹ درد کا علاج کرنے والے ڈاکٹر نہیں پیدا کر سکیں گے۔ عام طبیب بڑے اچھے لوگ ہیں اور شاید ان کی ضرورت بھی ہوتی ہے مگر ایسے ڈاکٹر تو پہلے ہی بے شمار ہیں۔ اور اگر ہم ایسا سکول چلانے کے لئے بیس سال مل جائیں جہاں بڑے محتاط طریقے سے تحقیق ہوتی ہو تو اتنے عرصے کے بعد ہم ذیابیطس کا علاج کرنے لگیں گے اور شاید تپ دق، سرطان اور جوڑوں کی ان تمام بیماریوں کا علاج ڈھونڈ نکالیں جنھیں یہ ٹمٹ پلڈ جیسے ڈاکٹر گٹھیا کہتے ہیں۔"

ایسے سکولوں پر وہ اپنا کنٹرول نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کسی طرح کی شہرت

اور یہ نیک نامی کا خواہش مند تھا۔ وہ اس قدر معروف تھا کہ ایسی خواہش اس کے دل میں پیدا ہونی مشکل تھی۔ سائنس کی امریکن اکاڈمی کی میٹنگ میں اس کی ملاقات ایک شخص ڈاکٹر اینٹ وسلے سے ہوئی۔ ہارورڈ یونیورسٹی سے آنے والا یہ ایک نوعمر سا ماہر عضویات تھا۔ گاٹلب نے سوچا کہ اس کے سکول کے ناظمِ اعلےٰ (ڈین) کے عہدے کے لئے یہ آدمی بہت موزوں ثابت ہو گا۔ اینٹ وسلے نے بھی اسے استحسان کی نظروں سے دیکھا اور اشارتاً پوچھا کہ کیا وہ ہارورڈ آنا پسند کرے گا۔ جب گاٹلب نے اُسے نئے سکول کی اپنی سکیم بتائی تو وہ جوش اور ولولے سے اچھل پڑا "کیوں نہیں، میں ضرور ایسی جگہ میں کام کرنا پسند کروں گا" اس نے جوش میں بغیر سوچے سمجھے ہی کہہ دیا اور گاٹلب جب ماکس واپس گیا تو اس پر ایک نشہ سا طاری تھا۔ اپنی کامیابی کا یقین اس کے دل میں اس لئے بھی زیادہ تھا کہ اُسے یونیورسٹی آف ولیسٹ چیبوا کی طرف سے طبی سکول کے ناظمِ اعلےٰ کا عہدہ سنبھالنے کی دعوت آئی تھی۔ حالانکہ ہنسی ہنسی میں اس نے اس پیش کش کو ٹھکرا بھی دیا تھا۔

گاٹلب ایسا پاگل اور سیدھا آدمی تھا کہ اس نے ایک خط میں ڈین سلوا سے کہا کہ وہ اپنے سکول کو، جو کہ اس کے لئے حاصل حیات تھا، ہارورڈ کے ایک گمنام اُستاد کے حوالے کر دے۔ ڈیڈ سلوا بڑی شائستہ طبیعت کا آدمی اور اوسلر کا بڑا اچھا پیروکار تھا۔ مگر اس حیرت انگیز خط نے اس کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز کر دیا اس نے جواب دیا کہ بنیادی تحقیق کی قدر و قیمت تو وہ سمجھتا ہے مگر یہ میڈیکل سکول اس علاقے کے لوگوں کی ملکیت ہے اور اس کا کام عوام کو طبی امداد پہنچانا ہے۔ اپنے متعلق سلوا نے کہا کہ اگر اسے یقین ہو جائے کہ اس کے مستعفی ہو جانے سے سکول کو فائدہ ہو گا تو وہ فوراً سکول چھوڑ کر چلا جائے گا مگر اس کے لئے ایک ماتحت کے خط کی بجائے بڑی واضح اور ٹھوس تجویز کی ضرورت ہے۔

گاٹلب نے بڑے جوشیلے اور حقارت آمیز انداز میں جواب دیا۔ اس نے ونے میک کی ریاست اور لوگوں پر لعنت بھیجی۔ کیا یہ جاہل اور بے وقوف لوگ

کسی توجہ کے مستحق ہیں؟ اس نے ڈین سلوا کو میڈیکل سکول سے ہٹا دینے کا مطالبہ بہت بڑے قوم پرست، مقرر اور یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر ہورلیس گریلے ٹرسکوٹ کے سامنے بھی پیش کر دیا۔

صدر ٹرسکوٹ نے کہا: "میرے پاس ہوائی سکیموں کے سننے کے لئے وقت نہیں ہے چاہے وہ کیسی ہی انوکھی کیوں نہ ہوں۔"

گاٹلب نے نتائج کی پروا کئے بغیر اسی حقارت سے جواب دیا: "شکر ہے، آپ کے پاس لکھ پتیوں کو اعزازی ڈگریاں دینے کا وقت تو ہے؟"

دوسرے روز اسے یونیورسٹی کونسل کی خصوصی میٹنگ میں طلب کیا گیا۔ شعبۂ جراثیمیات کے ناظم کی حیثیت میں گاٹلب یونیورسٹی کی انتظامیہ کونسل کا ممبر بھی تھا۔ وہ کونسل کے بڑے ایوان میں داخل ہوا جس کی چھت پر سنہری ملمع کیا ہوا تھا، جس کے اندر قرمزی رنگ کے بڑے بڑے بھاری پردے لٹک رہے تھے اور جس کی دیواروں پر نامور بہادروں کی مغموم چہروں والی تصویریں ٹنگی تھیں۔ گاٹلب ہال میں داخل ہو کر اپنی مخصوص نشست کی طرف بڑھا۔ وہ اپنے خیالات میں اتنا گم تھا کہ اس نے سرگوشیاں کرتے ہوئے ممبروں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔

"پروفیسر گاٹلب، آپ برائے مہربانی میز کے دوسرے سرے کی نشست پر تشریف رکھیے"، صدر ٹرسکوٹ نے کہا۔

اس وقت گاٹلب کو ماحول کے تناؤ کا احساس ہوا۔ اس نے دیکھا کہ کونسل کے سات ارکان میں سے چار وہاں موجود تھے جو کہ زیادہ تر یا وہاں کے قریب ہی رہتے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ٹرسکوٹ کے بغل والی نشست پر شعبہ تعلیم کے صدر کی بجائے ڈین سلوا بیٹھے ہیں۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ حالانکہ وہ لوگ بڑے اطمینان سے باتیں کر رہے تھے مگر بیچ بیچ میں کنکھیوں سے اسے دیکھتے بھی جاتے تھے۔ صدر ٹرسکوٹ نے اعلان کیا: "حضرات کونسل اور منتظمین کی یہ مشترکہ میٹنگ پروفیسر میکس گاٹلب کے خلاف میرے اور ان کے صدر شعبہ کے الزامات سننے کے لئے

بتائی گئی ہے؟"

گاٹلب کے چہرے پر اچانک بڑھاپا چھا گیا۔

"یہ الزامات اس طرح سے ہیں۔ صدر شعبہ یونیورسٹی کے صدر اور ڈنمارک کی ریاست سے بغاوت۔ طب اور تعلیم کے تسلیم شدہ اخلاقی اصولوں سے انحراف پاگل پن اور خودسری، ملحدانہ رویہ اور اپنے ساتھیوں سے عدم تعاون کا رجحان اور عملی کاموں کے مسائل سمجھنے کی صلاحیت کا فقدان جو کہ اہم لیبارٹریوں کو چلانے اور پڑھانے کے کام میں، جو کہ اسے سونپا گیا ہے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ حضرات پروفیسر گاٹلب نے ڈین سلوا کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں سے میں یہ سب الزامات ثابت کر دوں گا۔"

اور اس نے سب الزام ثابت کر دیئے۔

انجمن منتظمین کے صدر نے تجویز پیش کی "گاٹلب، میرے خیال میں ہمارا کام بڑا آسان ہو جائے اگر آپ ہمیں اپنا استعفیٰ دے دیں تاکہ کسی طرح کی تلخی پیدا کئے بغیر ہم بڑے خوشگوار ماحول میں جدا ہوں؟"

گاٹلب اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا، اس کا لمبا سوکھا جسم غصے میں کانپ رہا تھا۔ "میں ہرگز استعفیٰ نہیں دوں گا کیونکہ تم سب لوگوں کے دماغ طفلانہ ہیں، تم سب لوگ میرے الفاظ کو، میرے انقلابی نصب العین کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہو۔ میرا مقصد ذاتی فائدہ حاصل کرنا نہیں اور نہ ہی میں کوئی ترقی لینے کا خواہش مند ہوں۔ میرے نصب العین کا کسی طرح کے ذاتی مفاد سے کوئی تعلق نہیں۔ ستم ظریفی یہ کہ فیصلے کا حق ایک ایسے احمق کو سونپا گیا ہے ——!" اس کی لمبی سی انگشت شہادت جو مچھلی پکڑنے کا کنڈا معلوم ہوتی تھی، صدر ڈسکوٹ کی طرف اشارہ کر رہی تھی "میں استعفیٰ نہیں دوں گا، آپ مجھے نکال سکتے ہیں!"

"تو پھر آپ کمرے سے باہر تشریف لے جایئے تاکہ ہم سب کی رائے معلوم کر سکیں!" صدر بڑا بھاری بھرکم اور جسیم آدمی تھا۔ مگر اس نے طیش میں آنے کی

بجائے بڑی شائستگی سے یہ الفاظ کہے۔

گاٹلب اپنی ٹوٹی پھوٹی سی سائیکل پر بیٹھ کر لیباریٹری چلا گیا۔ وہاں صدر کے دفتر سے ایک کلرک نے اکھڑی سی زبان میں ٹیلی فون پر اُسے اطلاع دی "آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا ہے۔"

وہ بے چینی سے تلملایا۔ "وہ مجھے برطرف کرنے کی ہمت ہی نہیں کر سکے! میں ہی تو ہوں جس نے اس بنئے کی دکان کو چمکایا ہے ـــــ!" جب اس نے زیادہ غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ انھوں نے ایک طرح سے اُسے برطرف ہی کیا ہے۔ اُسے افسوس ہوا اور شرم آئی کہ ان لوگوں کو اس نے برطرف کرنے کا موقعہ کیوں دیا۔ مگر سب سے افسوسناک بات یہ تھی کہ سیاست داں بننے کی کوشش میں اس کی زندگی کا اہم ترین اور متبرک کام رُک گیا تھا۔

اب اسے فوراً لیباریٹری اور سکون کی ضرورت تھی۔

"ان لوگوں کو جب معلوم ہوگا کہ مجھے ہارورڈ سے نوکری کی پیشکش ہوئی ہے تو انھیں پتہ چلے گا کہ وہ کتنے بڑے بے وقوف ہیں!" اس نے سوچا۔

وہ کیمبرج اور بوسٹن کے خوشگوار ماحول کا آرزومند تھا۔ تعجب ہے کہ اتنا عرصہ کیوں رہا۔ اس ڈاکٹر اینٹ وسلے کو خط لکھا اور اشارۃً کہا کہ ہارورڈ سے نوکری کی پیشکش کا خواہشمند ہے۔ جواب میں وہ تار کا منتظر تھا۔ اسے ایک ہفتے تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر اینٹ وسلے سے ایک طویل سا خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ ہارورڈ کے شعبے سے نوکری کی پیشکش کی امید قبل از وقت ہے۔ اینٹ وسلے نے گاٹلب کو شعبے کی نیک خواہشات پیش کیں اور امید ظاہر کی کہ ایک وقت آئے گا جب اس کی موجودگی انھیں سرفراز کرے گی مگر اس وقت ان حالات میں ـــــ

گاٹلب نے پھر یونیورسٹی آف ویسٹ چیپوا کو لکھا کہ اب وہ طبی شعبے کی صدارت کے لئے ان کی پیشکش کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اسے جواب ملا کہ یہ جگہ

پُر ہو چکی ہے۔ جواب میں یہ بھی لکھا تھا کہ انھیں اس کے پہلے خط کا لب و لہجہ پسند نہیں آیا تھا اور اب وہ اس معاملے کو یہاں ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

اکسٹھ[61] سال کی عمر میں گاٹلب نے فقط چند سو ڈالر ہی بچا رکھے تھے۔ ایک بے روزگار مزدور کی طرح اب اسے نوکری کے بغیر فاقے نظر آرہے تھے تخلیقی کام میں رکاوٹیں پڑنے پر اب وہ جھلانے والا سائنسدان نہیں تھا بلکہ عزت آبرو کھو دینے والا ایک ذلیل و حقیر سکول ماسٹر تھا۔

وہ اپنے بھورے رنگ کے چھوٹے سے مکان میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتا، میز پر پڑے کاغذوں کو اٹھاتا اور رکھ دیتا، بیوی کو گھورتا، دیوار پر ٹنگی تصویروں کو گھورتا اور خلا میں ٹکٹکی باندھ کر تکتا۔ ونے میک یونیورسٹی کے طبی سکول میں ابھی اسے مہینہ اور پڑھانا تھا کیونکہ اس کے استعفیٰ پر، جو انھوں نے خود ہی لکھا تھا آگے کی تاریخ ڈال دی گئی تھی مگر اس مردہ دلی کی حالت میں اس کے لئے اب لیبارٹری جانا بہت ہی محال تھا۔ اسے محسوس ہوتا جیسے کسی کو اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کی پہلے والی خود اعتمادی اب بے چارگی کے احساس میں بدل چکی تھی، سارا دن وہ ڈاک کا انتظار کیا کرتا۔ وہ سوچتا کہ اس کی قدر و قیمت جاننے والا کوئی نہ کوئی ضرور اس کی مدد کو پہنچے گا۔ تحقیق اور ریسرچ کے متعلق اسے بہت دوستانہ خط آئے مگر جن لوگوں سے اس کی خط و کتابت تھی کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سیاست سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی انھیں اس کی ضروریات کا علم تھا۔

ہارورڈ اور ویسٹ چیپ سے کورا جواب ملنے پر وہ یونیورسٹیوں اور سائنٹیفک اداروں کو اپنی خدمات پیش نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی انا اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ اب اپنے مداحوں کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ کاروباری طریقہ اختیار کرے گا۔ اس نے شکاگو میں ٹیچر بھرتی کرنے کی ایک ایجنسی کو درخواست بھیجی اور وہاں سے اسے بڑے طمطراق کا پُر تکلف سا جواب ملا جس میں لکھا تھا کہ وہ اس کی عرضی کو نظر میں رکھیں گے۔ جواب لکھنے والے نے ساتھ ہی یہ بھی

پوچھا تھا کہ آیا وہ شہر کے کسی ہائی سکول میں کیمسٹری اور فزکس کے استاد کا عہدہ پسند کریں گے۔

اس سے پیشتر کہ گاٹلب اپنے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر کے اس خط کا جواب لکھنے کے قابل ہوتا اس کی بیوی اچانک سخت بیمار پڑ گئی اور سارے خاندان کو اس طرف توجہ کرنی پڑی۔

طبیعت تو اس کی کئی مہینوں سے علیل تھی۔ گاٹلب بیوی کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتا تھا مگر اس نے انکار کر دیا تھا اور اس دوران میں وہ جاہل عورت اس خوف سے دہشت زدہ تھی کہ کہیں اسے پیٹ کا سرطان نہ ہو۔ اب اسے خون کی قے آنے لگی تو اس نے ہائے توبہ مچا ئی۔ ڈاکٹروں کو گولیاں کھلانے والے نام نہاد طبیب کہہ کر ان کی ہنسی اڑانے والا گاٹلب امراض کی تشخیص کے متعلق سب کچھ بھول چکا تھا۔ جب بھی اس کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو بیماری کو تہرا ہی سمجھنے والے عام جاہل آدمی کی طرح وہ گھبراہٹ کی حالت میں بھاگا بھاگا ڈاکٹر کو بلاتا۔

اپنے مزاج کی ناقابلِ یقین سادگی سے اس نے سوچا کہ سلوا کے ساتھ اس کا کوئی ذاتی جھگڑا تو ہے نہیں اس لئے کیا حرج ہے کہ بیوی کو دکھانے کے لئے اسے ہی بلا یا جائے اور اس بار اس نے ٹھیک ہی سوچا تھا۔ ڈین سلوا شفقت اور لطف و کرم کا مجسمہ بنا وہاں پہنچا۔ دل ہی دل میں وہ خوش ہو رہا تھا کہ اس بوڑھے پر جب مصیبت آتی ہے تو بڑے بڑے عظیم سائنسدانوں کی بجائے یہ میرے پاس آتا ہے۔ گاٹلب کے تنگ سے مکان میں آ کر اس ٹھگنے سے آدمی نے ان کی ہمت بندھائی اور گاٹلب نے بڑے اعتماد کی نظروں سے اُسے دیکھا۔

مسز گاٹلب کو سخت تکلیف تھی۔ سلوا نے اُسے افیم کا ست دیا۔ یہ معلوم کر کے اسے کچھ تعجب ہوا کہ گاٹلب کو یہ تک معلوم نہیں کہ خوراک کی کتنی مقدار ہونی چاہیئے اس نے مسز گاٹلب کا اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ اس کے موٹے موٹے ہاتھ اگرچہ گاٹلب کی سوکھی انگلیوں کی طرح ناپ تول میں تولے رتی تک صحیح ہونے

کی صلاحیت نہ رکھتے تھے مگر ایک طبیب کے ہاتھوں کی طرح حساس اتنے ہی تھے۔
سلوا نے اس کمرے کو غور سے دیکھا جہاں ہوا کا کوئی گزر نہ تھا۔ وہاں سبز گہرے رنگ کے پردے لٹک رہے تھے، چھوٹی سی میز پر یسوع اور صلیب کا مجسمہ رکھا تھا اور دیوار پر مریم کی رنگین تصویر ٹنگی ہوئی تھی جس کے چہرے سے پاکدامنی اور سکون مترشح ہوتا تھا۔ اسے بار بار خیال آتا کہ میں اس کمرے میں پہلے بھی آیا ہوں۔ پھر اسے یاد آیا کہ یہ پہلے اس جرمن پنساری کا مکان تھا جسے مشورہ دینے وہ کچھ عرصہ پہلے یہاں آیا تھا۔

اس نے گاٹلب سے بات کی، یوں نہیں جیسے کسی ساتھی یا رفیق سے بولتے ہیں بلکہ جیسے ڈاکٹر مریض کی ہمت بندھاتا ہے۔

"یہ وہم نہ کرو کہ اندر کوئی خطرناک پھوڑا ہے۔ تم تو خود ڈاکٹر ہو اور جانتے ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو پسلیوں کے نچلے حصے اور سانس لیتے وقت پیٹ کی سطح سے معلوم ہو جاتا۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔"

"میرے خیال میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔ بہتر ہو کہ انھیں جلدی سے یونیورسٹی ہسپتال بھیج دیا جائے۔ وہاں ان کا ایکس رے ہوگا اور انھیں پرہیزی کھانا دیا جائے گا۔"

وہ گاٹلب کی بیوی کو ہسپتال لے گئے۔ اسے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ مکان کی سیڑھیاں اترنا مشکل ہو رہا تھا۔ گاٹلب اس کے ساتھ تھا۔ کیا وہ اپنی بیوی سے پیار کرتا تھا؟ کیا ایک عام گرہستی آدمی کی طرح اسے بھی بال بچوں سے محبت تھی؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ڈین سلوا کو مدد کے لیے بلانے کی ضرورت محسوس ہونے پر اسے اپنی عقل پر شک ہونے لگا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس اقدام سے اس کی ہتک ہوئی ہے۔ ظاہر طور پر نہ سہی مگر یہ شبکی اسے سکول ماسٹری کرنے کی پیشکش سے بھی زیادہ بڑی بے عزتی معلوم ہوئی۔ وہ اپنی بیوی کی

چارپائی کے پاس بیٹھا تھا۔ اس کے خاموش، سنجیدہ چہرے پر کسی طرح کے جذبات یا تاثرات کی کوئی جھلک نہ تھی جیسے منہ پر نقاب پڑی ہو۔ اس نقاب پر گہری ہوتی ہوئی جھریاں رنج والم کی غماز بھی ہو سکتی تھیں اور خوف و دہشت کی بھی ...... نہ ہی اسے یہ معلوم تھا کہ امن و سکون سے اتنے سال گزارنے کے بعد اب وہ اپنی بیوی سے کس قدر انس رکھتا ہے۔

سلوا نے تشخیص کی کہ شاید پیٹ کا ناسور ہے۔ علاج کے ساتھ اس نے خوراک بھی ہلکی تجویز کی۔ افاقہ تو اسے ہوا مگر چار ہفتے تک ہسپتال میں رہنا پڑا اور کاٹلب سوچتا رہا "کیا یہ ڈاکٹر مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے؟ کہیں واقعی سرطان ہے جسے یہ مجھ سے چھپا رہے ہیں؟"

اس نے گھر کی تمام ذمہ داریاں بیوی پر چھوڑ رکھی تھیں اور اب اس کی خلوص اور اطمینان رکھنے والی موجودگی سے محروم ہو کر وہ اپنی لڑکیوں پر جھلاتا یہ لڑکیاں ہر وقت پیانو پر مشق کیا کرتیں اور بد سلیقہ ایسی تھیں کہ گھر کا کام کرنے والی پھوہڑ ماما سے کبھی نہ نمٹ سکتیں۔ کاٹلب ان لڑکیوں سے عاجز آ چکا تھا۔ جب وہ سونے کے لیے اپنی اپنی چارپائیوں پر چلی جاتیں تو وہ لیمپ کی دھندلی روشنی میں یونہی بے حس و حرکت بیٹھا رہتا۔ وہ حیران و ششدر رہتا اس کی حالت ایسی تھی جیسے کوئی ڈاکوؤں کا مغرور و متکبر سردار اپنے باغی غلاموں کے ہتھے چڑھ گیا ہو یا سی دنا امیدی سے اس کی آنکھیں اشکبار ہوں، تلوار پکڑنے والا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہو اور کٹے ہوئے ہاتھ کی کلائی کے پاس مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔

جب زینتھ میں سڑک پر چلتے ہوئے مارٹن اور لیورا پہنے اس کا سامنا ہوا تو اس کی ذہنی حالت ایسی ہی تھی۔

جب وہ گزر گئے تو اس نے ان کی طرف پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا مگر ساری دوپہر وہ انہی کے متعلق سوچتا رہا۔ شاید یہی لڑکی ہے جو مارٹن کو مجھ سے سائنس کے میدان سے چھین کر لے گئی۔ اس نے اچھا کیا جو چلا گیا۔ دیکھیں اب مجھ جیسے بیوقوف

کا کیا انجام ہوتا ہے!۔

جس روز مارٹن اور لیورا جوش و خروش کے ساتھ ویسٹ انڈیز کے لئے روانہ ہوئے گاٹلب ٹیچر بھرتی کرنے والی ایجنسی کے منتظمین سے بات چیت کرنے نکا گو چلا گیا۔ اس ایجنسی کا کرتا دھرتا ایک بہت ہی تیز طبیعت کا آدمی تھا جو کبھی دیہاتی سکولوں کا انسپکٹر رہ چکا تھا۔ ملاقات کے وقت اس نے بڑی بے اعتنائی کا اظہار کیا۔ یہ رویہ دیکھ کر گاٹلب کو غصہ آگیا۔ "کیا آپ ٹیچروں کے لئے نوکریاں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا یہاں بیٹھ کر یونہی دل بہلایا کرتے ہیں؟ کیا آپ نے میرا ریکارڈ دیکھنے کی زحمت کی ہے؟ کیا آپ کو معلوم بھی ہے کہ میں کون ہوں؟"

ایجنسی کا منیجر غصے میں دہاڑا "ہم سب جانتے ہیں کہ تم کون ہو۔ جب تم نے پہلے پہل ہمیں خط لکھا تو ہمیں تمہارے متعلق علم نہیں تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لیبارٹری کا کام کرنے والے کی حیثیت سے تمہارا ریکارڈ اچھا ہے۔ مگر میرے خیال میں تم نے طب کے میدان میں کوئی کار آمد کام نہیں کیا۔ ہمارا خیال تھا کہ تمہیں ایک ایسا موقعہ دیں جو آج تک کسی کو نہ ملا ہو۔ اوکلاہاما میں تیل کے بہت بڑے بیوپاری اور سرمایہ دار جان ایڈ ٹوتھ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک ایسی یونیورسٹی بنائے جو تعلیم کے میدان میں ایک نادر روزگار چیز ہو اور جہاں دنیا کا سب سے بڑا جمناسٹک گھر ہو جس میں بیس بال سکھلانے کے لئے نیویارک کا ایک مشہور کھلاڑی لایا جائے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم تمہیں وہاں کے شعبۂ جراثیمیات میں لگوا دیں ہمارا خیال تھا کہ اگر تمہیں وہاں لگا دیا جائے تم اس شعبے کے معلم کا کام کر سکو گے مگر ونے میبک سے ہمارے کچھ دوستوں نے بتایا ہے کہ تمہیں ذمہ داری کا کوئی عہدہ نہیں سونپنا چاہیئے کیونکہ تمہیں نا اہلیت کی بنا پر پچھلی نوکری سے جواب ملا ہے۔ اب چونکہ تم اچھا خاصہ سبق حاصل کر چکے ہو اس لئے میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تم ایڈ ٹوتھ یونیورسٹی میں پریکٹیکل ہائی جین پڑھا سکتے ہو؟"

گاٹلب کو اس قدر طیش آیا کہ وہ انگریزی بولنا ہی بھول گیا۔ چونکہ وہ اپنی خشک سی آواز سے جرمن زبان میں کوسنے لگا تھا یہ اتنا مضحکہ خیز منظر تھا کہ دفتر کا کلرک اور سٹینوگرافر لڑکیاں بھی کھی کھی کر کے ہنسنے لگے۔ جب آہستہ آہستہ چلتا ہوا میکس گاٹلب وہاں سے نکلا اور غیر ارادی طور پہ ایک طرف کو چل دیا تو اس کی سال خوردہ آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے ۔۔۔

باب تیرھواں

میکس گاٹلب نے دواسازی کی فرموں اور خاص طور پر ہٹس برگ کی "ڈاسن۔ ٹی ہنزیکر" پر جسقدر لعنت بھیجی تھی دنیائے طب میں اس کا جواب ملنا مشکل تھا۔ ہنزیکر کمپنی ایک پرانی اور اچھی فرم تھی جو کہ صرف مشہور اور نیک نام ڈاکٹروں سے ہی واسطہ رکھتی۔ یہاں ڈپتھیریا (خناق) اور ٹیٹانس (کزاز) جیسی بیماریوں کے لئے جراثیم کے مادوں سے انجکشن تیار کئے جاتے اور دواؤں کے مرکب تیار کر کے بھورے رنگ کی چمکتی ہوئی شاندار بوتلوں میں ڈالے جاتے اور ان پر بڑے سادہ اور کاروباری قسم کے لیبل چپکائے جاتے۔ گاٹلب کا کہنا تھا کہ ان لوگوں کی تیار کردہ دوائیں معیاری نہیں ہوتیں۔ پھر بھی جب وہ ننکاگو سے واپس آیا تو اس نے ڈاسن ہنزیکر کو لکھا کہ تدریس کے کام سے اب اسے کوئی دلچسپی نہیں رہی اور اگر وہ اہم تحقیقات کے لئے اپنی لیبارٹریوں کی سہولت اسے دینے کے لئے رضامند ہو جائیں تو وہ آدھے دن کے لئے ان کے ہاں کام کرنے کو تیار ہے۔

اس خط کو ڈاک میں ڈالنے کے بعد وہ منہ ہی میں بڑبڑاتا رہا۔ حقیقت میں اس کا دماغ صحیح نہیں تھا۔ "تعلیم، ہوں۔ یہ نٹوں کا تماشہ ہے۔ اب میں پڑھانے سے تو رہا۔ مگر ہنزیکر ضرور مجھ پر ہنسے گا۔ میں نے اس کے متعلق سچی سچی باتیں کہیں تھیں اور مجھے کہنی بھی چاہئیں تھیں ـــــ گاٹلب پیارے تمہیں کیا کرنا چاہیئے؟"

غصے اور اضطراب کے اس سہمے ہوئے سے ماحول میں گاٹلب کی خوفزدہ لڑکیاں ادھ کھلے دروازوں میں سے جھانک جھانک کر دیکھتیں۔ تاہم امید کی ایک موہوم سی کرن اب بھی گاٹلب کو نظر آ رہی تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوئی مگر وہ سننے کے لئے اُٹھا نہیں۔ جب گھنٹی کافی دیر تک مسلسل بجتی رہی تو اس نے ریسیور اُٹھایا اور آہستہ سے بولا ــــ "ہیلو کون ہے؟"

ادھر سے جوش و اشتیاق سے خالی ایک غنغنی سی آواز آئی "کیا ایم بی گاٹلب بول رہے ہیں؟"

"ہاں میں ڈاکٹر گاٹلب ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ٹیلی فون ہولڈ کیجئے، آپ کی ایک ٹرنک کال ہے۔"

اس کے بعد ایک اور آواز آئی "پروفیسر گاٹلب؟ میں پٹسبرگ سے ڈاکٹر اسن ہنزیکر بول رہا ہوں۔ پروفیسر صاحب ہمیں بہت مسرت ہو اگر آپ ہمارے ادارے میں شامل ہو جائیں۔"

"ہیں ــــ مگر ــــ"

میں جانتا ہوں کہ آپ دوا سازی کے اداروں پر کڑی تنقید کرتے رہے ہیں اخبارات کے وہ تراشے ہم بہت غور سے پڑھتے رہے ہیں مگر ہمیں امید ہے کہ جب آپ یہاں آکر ہماری فرم کے کام کو اچھی طرح دیکھ لیں گے تو آپ کے سب شکوک رفع ہو جائیں گے۔ کیا میں آپ کے کسی پروگرام میں مخل تو نہیں ہو رہا؟"

سینکڑوں میل کی دوری سے اپنے شاندار مکان کے سنہری اور نیلے ڈرائنگ روم میں آرام کرسی پر بیٹھا ہوا ہنزیکر گاٹلب سے بات کر رہا تھا۔ ادھر گاٹلب جرجری سی آواز میں بڑی مشکل سے اپنا وقار قائم رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں، ٹھیک ہے، آپ فرمائیے۔"

"ہم آپ کو شروع میں سالانہ پانچ ہزار ڈالر پیش کر سکتے ہیں اور آدھا وقت کام کرنے والی شرط کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ آپ کو جتنی جگہ، جس قدر ساز و سامان اور جتنے مددگار ٹیکنیکل ماہروں کی ضرورت ہوگی ہم مہیا کریں گے اور آپ ہمیں نظر انداز کرتے ہوئے جو کام بھی اہم سمجھیں کئے جائیں۔ ہماری درخواست صرف یہی ہے

کہ اگر آپ دوا کے طور پر استعمال ہونے والا کوئی لمف دریافت کریں جو دنیا کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہو تو اسے بنانے کا حق ہمارا ہو گا۔ اگر ہمیں اس سودے میں نقصان ہوتا ہو تو کوئی پرواہ نہیں ہم روپیہ ضرور کمانا چاہتے ہیں مگر ایمانداری سے اور ہمارا سب سے بڑا مقصد انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔ اگر آپ کی دریافت کی ہوئی دوا سے ہمیں فائدہ ہو گا تو ہم آپ کو اچھی خاصی کمیشن دینے میں بھی مسرت محسوس کریں گے۔ اب آپ تفصیلات کے لئے ....؟"

(۲)

مذہبی رسومات کا گاٹلب سخت دشمن تھا مگر اس کی ایک عادت مذہبی رسم ایسی لگتی تھی۔

وہ اکثر اپنی چارپائی کے پاس دو زانو ہو کر بیٹھ جاتا، اور اپنے ذہن کی آزادی سے گھومنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا۔ یہ عمل ایک طرح کی دعا تھا۔ حالانکہ اس میں کسی اونچی ہستی سے کوئی خطاب نہ کیا جاتا اور نہ ہی خدا کا نام ہوتا۔ اس میں صرف میکس گاٹلب کا نام ہوتا اس رات جب وہ دو زانو ہو کر بیٹھا تو اس کے وحشت زدہ چہرے کی جھریاں ہلکی پڑ گئیں۔ وہ اپنے خیالات میں کھو گیا یہ بھی کیا احمق تھا کہ ان جاہل فرعونوں پر لعن طعن کرتا رہا۔ ان ناجہول کے پاؤں زمین پر اچھی طرح سے جمے ہیں۔ خوف زدہ پروفیسروں کے مقابلے میں یہ کس قدر وثوق سے بولتے رہیں۔ وہاں آزادی ہو گی، لیبارٹری کی سب سہولیات ہوں گی اور احمقوں کو پڑھانا نہیں پڑے گا!"

مگر ڈاسن ہنزیکر سے اس کا کوئی باقاعدہ معاہدہ تو ہوا نہیں تھا۔

طبی جریدوں میں ڈاسن ہنزیکر کمپنی نے بڑی شستہ زبان اور بڑے خوبصورت اسلوب میں پورے صفحے کے اشتہارات چھاپے جن میں اعلان کیا گیا کہ دنیا کے

مشہور و معروف ماہر محفوظیات پروفیسر میکس گاٹلب ان کی کمپنی کے عملے میں شامل ہو گئے ہیں۔

یہ خبر پھیلتے ہی دُنیائے طب سکتے میں آگئی۔ لنکا گد کے ایک ڈاکٹر رڈلسفیلڈ اپنے دواخانے میں خوش ہو رہے تھے: "دُنیا کے بڑے بڑے تک چڑھے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ اب اگر مجھے ہنسی آنے لگے تو آپ حضرات معاف کر دیں"

اہرلچ، ردکس، لوروے اور سرڈیوڈ بریوُس کی لیباریٹریوں میں لوگ ماتم کرنے لگے: "تعجب ہے گاٹلب جیسے آدمی نے بھی ان گولیاں بیچنے والوں کی نوکری کرلی۔ ارے وہ ہمارے پاس کیوں نہ آیا؟ اجی وہ آنا ہی نہیں چاہتا ہو گا۔ —— اب سمجھو اس کی موت ہو گئی"

نارتھ ڈاکوٹا کے ونسل ویدیا گاؤں میں ایک نوجوان ڈاکٹر بڑے افسردہ لہجے میں اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا: "مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا کہ میکس گاٹلب جیسا آدمی ان بے ایمانوں کے ہاتھے چڑھ گیا"

"تو کیا ہوا!" اس کی بیوی نے جواب دیا۔ "اگر وہ تجارتی فرم میں چلا گیا تو اس کی کوئی وجہ ہو گی۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ ——"

آہ بھرتے ہوئے "اچھا خیر، اب بھول جائیں اس بات کو۔ میں نے گاٹلب سے بہت کچھ سیکھا ہے اور میں بہت مشکور ہوں کہ اس نے —— لیورا، قسم ہے مجھے بہت دُکھ ہو رہا ہے کہ گاٹلب نے غلط راہ اختیار کر لی"

اور میکس گاٹلب اپنے تین بچوں اور کمزور نحیف بیوی کے ساتھ بید کا ایک فرسودہ سا تھیلا لٹکائے مسافروں کی طرح بنڈل اٹھائے اور ہانڈ اسٹریٹ کے بنے ہوئے بکس سنبھالے پٹسبرگ کے سٹیشن پر گاڑی سے اُتر رہا تھا۔ ریل کی کھڑکی میں سے ابھرتے سر بلند چوٹیوں اور دھوئیں میں گھرے ہوئے دریا کے شکوہ کو دیکھا تو اسے محسوس ہوا جیسے وہ پھر جوان ہو گیا ہے۔ یہاں کام کے بے شمار امکانات تھے اور ونے میک کی طرح یہاں کی دھرتی سپاٹ نہیں تھی اور یہاں کے لوگ ٹھس نہیں تھے۔

ریلوے سٹیشن کے دروازے پر آسے ہر پرانی چھکڑا سی ٹیکسی چمکتی ہوئی شاندار گاڑی نظر آئی اور وہ ایک فاتح کی طرح سر اونچا کئے سٹیشن سے باہر نکل رہا تھا۔

(۳)

ڈاسن ٹھنزیکر بلڈنگ میں گاٹلب نے اتنی بڑی بڑی لیبارٹری دیکھیں کہ اس کے خواب وخیال میں بھی پہلے کبھی نہ آئی تھیں۔ اسسٹنٹ لڑکوں کی بجائے دہاں اس کی مدد کے لئے ایک ماہر موجود تھا جو خود بھی جراثیمیات کا اُستاد رہ چکا تھا۔ علاوہ اس کے تین اور تیز وطرار ٹیکنیکل آدمی تھے جن میں سے ایک نے جرمنی میں تربیت حاصل کی تھی۔ ٹھنزیکر کے ذاتی دفتر میں، جو ایک چھوٹا سا گرجا معلوم ہوتا تھا، اس کا بہت اچھی طرح سے سواگت ہوا۔ گیجے سر والا ٹھنزیکر ہر طرح سے ایک کاروباری شخص تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایک طرح کا جذباتی پن بھی جھلکتا تھا۔ دفتر میں وہ پرانی وضع کی میز لگا کر بیٹھتا۔ جب گاٹلب اندر گیا تو وہ اپنی کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسے ہوانا کا سگار پیش کیا اور کہا کہ وہ لوگ بہت بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اسٹاف کے بڑے سے "ڈائننگ روم" میں گاٹلب کو بہت سے قابل اور مستعد نوجوان کیمسٹ ملے جو اس کے ساتھ بہت تعظیم سے پیش آئے۔ اس نے بھی انھیں پسندیدہ نظروں سے دیکھا۔ حالانکہ وہ لوگ ہر وقت پیسے کے چکر میں رہتے اور ان کی باتیں اس طرح کی ہوتیں ـــ یہ سنکونا ٹنکچر کتنی بک جائے گی، ہماری تنخواہوں میں کب اضافہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ ـــ مگر پھر بھی یہ لوگ کالج کے معلموں کا سا طمطراق نہیں دکھاتے تھے۔ جوانی کے دنوں میں نزچھی ٹوپی لگانے والا میکس گاٹلب بہت ہنسوڑ آدمی تھا۔ اب یہاں کی پرجوش بحثوں میں اس کے قہقہے پھر واپس آگئے۔

اس کی بیوی کی صحت اب پہلے سے بہتر دکھائی دیتی تھی، اس کی بیٹی مریم کو پیانو سکھانے کے لئے ایک بہت اچھا استاد مل گیا تھا اور اس موسم خزاں میں اپنے لڑکے رابرٹ کو انھوں نے کالج میں داخل کرا دیا تھا اب ان کے پاس ایک پرانا لیکن بہت وسیع سا گھر تھا۔ ہر سال دہرائے جانے والے جماعت کے سبق کی جھک جھک سے نجات حاصل کر کے گاٹلب کی طبیعت جیسے شگفتہ سی ہو گئی۔ اور پھر ایسے اچھے ماحول میں تو اس نے کبھی کام نہیں کیا تھا۔ اپنی لیبارٹری اور چند ایک تھیٹروں و تماشہ گھروں کو چھوڑ کر وہ اپنے گرد و نواح کی دنیا سے بالکل بے خبر تھا۔

چھ ماہ کے بعد گاٹلب کو احساس ہوا کہ وہاں کے نوجوان ٹیکنیکل ماہروں کو تاجرانہ طریقۂ کار پر اس کی طعنہ زنی بالکل اچھی نہیں لگتی جسے وہ اپنی طرف سے ہنسی دل لگی سمجھتا تھا۔ ریاضیات میں اس کے جوش و خروش سے وہ اکتا چکے تھے۔ اور ان میں سے کچھ لڑکے اب اسے مغز چاٹنے والا بوڑھا سمجھتے اور اسے یہودی سمجھ کر منہ ہی منہ میں اس کے خلاف بڑبڑایا کرتے یہ رویہ دیکھ کر اسے تکلیف پہنچی کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہنسی دل لگی کا خواہش مند تھا۔ اب گاٹلب کے دل میں طرح طرح کے سوال اٹھنے لگے اور اس نے ہنزیکر بلڈنگ کا اچھی طرح سے جائزہ لینا شروع کیا۔ اس نے اس عمارت میں فقط اپنی لیبارٹری، ایک دو بگاڑ ڈائننگ روم اور ہنزیکر کا دفتر دیکھا تھا۔

حالانکہ گاٹلب خیالات کی دنیا میں رہنے والا غیر حقیقت پسند قسم کا شخص تھا مگر اس کے باوجود وہ جاسوسی ناولوں کے کردار شرلاک ہومز کا بہت اچھا نمونہ بھی بن سکتا تھا۔ بشرطیکہ کوئی ایسا شخص جو شرلاک ہولمز جیسے شہرہ آفاق کردار کی تخلیق کا اہل ہو، خود بھی سراغرساں بننے کے لیے تیار ہو۔ اس کی آنکھیں ظاہری وضع قطع کے پیچھے اب اصل حقیقت کو بھی سمجھ رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ ڈاسن ہنزیکر کمپنی کا اصل کردار وہی ہے جو وہ پہلے سمجھا کرتا تھا۔ اچھی اور مفید دوائیں تو وہ ضرور بناتے تھے مگر ثعلب مصری سے وہ سرطان کے علاج کی دوائی بھی تیار کر

رہے تھے۔ جس کے استعمال کی سفارش بڑے بڑے ناموں نے کی تھی مگر جس کی قیمت مٹی کے برابر بھی نہیں تھی۔ سامانِ تعیش بیچنے والی کئی ایک اشتہار باز کمپنیوں کو وہ خوبصورت بنانے والی کریم کی لاکھوں شیشیاں فروخت کرتے جس کے متعلق دعویٰ تھا کہ اس کے استعمال سے سانولی ہندوستانی لڑکی کا رنگ بھی سفید پھول کی طرح نکھر آتا ہے۔ اس کریم کی ایک شیشی بنانے میں صرف چھ سینٹ خرچ آتے تھے۔ مگر دوکانوں پر اس کی ایک ڈالر سے بھی زیادہ قیمت وصول کی جاتی اور شیشی کے لیبل پر ڈامن ہنزیکر کمپنی کا نام کہیں نہ ہوتا۔

انہی دنوں بیس سال کی تلاش و جستجو کے بعد گاٹلب اپنے ایک کام میں کامیاب ہوا۔ ٹیسٹ ٹیوب میں اس نے ایک ایسی زہر توڑ (دوا) تیار کر لی جس سے جانوروں کو ٹیکے لگا کر کیلوس بنانے کی زحمت اٹھائے بغیر کئی ایک بیماریوں کی روک تھام ہو سکتی تھی۔ اگر گاٹلب کے نتائج واقعی صحیح تھے تو محفوظیات کے میدان میں یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔

اس تحقیق کا انکشاف گاٹلب نے ایک ڈنر میں کیا جس کے لئے ہنزیکر ایک فوجی افسر، ایک کالج کے صدر اور ایک مہم جو ہوا باز کو گھیر گھار کر لایا تھا۔ اس دعوت پر بہت سا روپیہ خرچ کیا گیا تھا اور یہاں گاٹلب نے ایسی اچھی شراب پی جو اسے برسوں کے بعد نصیب ہوئی تھی۔ سبز رنگ کے نازک سے پیالے کو وہ بڑے پیار سے تھام کر گھماتا رہا۔ وہ اپنے خوابوں کی دنیا سے تھوڑی دیر کے لئے واپس آ گیا اور کیف و سرور سے جھومنے لگا۔ اس کا بیان سننے پر دعوت میں شرکت کرنے والوں نے خوب زور سے تالیاں بجائیں اور ساٹھ منٹ کے اس مختصر سے عرصے میں وہ ایک عظیم سائنسدان تھا۔ ہنزیکر نے سب سے زیادہ فراخدلی کے ساتھ اس کی تعریف کی مگر گاٹلب سوچ رہا تھا کہ اس گنجے نے کہیں خوبصورت بنانے کی دوائیں بیچنے والوں کے ساتھ کوئی نئی سازش تو نہیں کی۔

دوسرے روز ہنزیکر نے اسے اپنے دفتر میں بلایا۔ اپنے سٹینو گرافر کے

علاوہ اُسے دوسرے لوگوں کو دفتر میں طلب کرنے کا بہت ہی اچھا انداز آتا تھا۔ اس نے اپنا ایک خوش پوش چرب زبان سیکرٹری گاٹلب کے پاس بھیجا۔ اس چمکتے ہوئے خوش شکل اور خوش لباس نوجوان نے ڈھیلے ڈھالے بوڑھے میکس گاٹلب کو ہنزیکر کا سلام پہنچایا اور پھر گفتگو نے کی سی نرمی و ملائمت کے ساتھ کہا کہ اگر ان کی تحقیق کے کام میں کوئی حرج نہ ہو تو مسٹر ہنزیکر ساڑھے تین بجے اپنے دفتر میں ان سے ملنا چاہیں گے۔

جب گاٹلب اس کے کمرے میں داخل ہوا تو ہنزیکر نے اپنے سکریٹری کو باہر چلے جانے کا اشارہ کیا اور بیٹھانے کے لئے ایک بڑی سی ہسپانوی کرسی سامنے کردی۔

"ڈاکٹر گاٹلب، میں ساری رات آپ کی نئی دریافت کے متعلق سوچتا رہا ہوں، اپنے ٹیکنیکل ڈائرکٹر اور سیلز منیجر سے بھی میں نے بات کی ہے اور ہم سب کی رائے ہے کہ اب قدم آگے بڑھانے کا موقعہ آگیا ہے۔ آپ کے مخالف اجزا کا مرکب تیار کرنے کے اس طریقے کو ہم پیٹنٹ کریں گے اور بہت زیادہ تعداد میں بنا کر بیچنے کے لئے مارکیٹ میں لے آئیں گے اور ساتھ ہی اشتہارات کے ذریعے اس کی تشہیر بھی ہوگی مگر آپ اطمینان رکھیں یہ اشتہار بازی بڑے اونچے معیار کی کی جائے گی۔ سب سے پہلے ہم 'ڈپتھیریا' کی روک تھام کرنے والا کیلوس بنائیں گے اور ہاں مجھے یاد آیا اگلی بار جب دفتر سے چیک بھیجا جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہم نے آپ کی تنخواہ بڑھا کر سالانہ سات ہزار ڈالر کردی ہے" ہنزیکر بڑی نرمی اور شائستگی سے بول رہا تھا اور گاٹلب خاموش، بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔

"اور یہ کہنے کی تو مجھے ضرورت ہی نہیں کہ اگر امید کے مطابق اس دوا کی مانگ ہوئی تو آپ کو کمیشن کے طور پہ بہت بڑی رقم ملتی رہا کرے گی"

یہ کہہ ہنزیکر پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے کا انداز یوں تھا جیسے کہہ رہا ہو "کیا یہ شان شوکت تمہیں پسند نہیں؟"

گاٹلب نے بڑی لڑکھڑاہٹ کے ساتھ جواب دیا "میں لمفیالی طریقۂ عمل کو پیٹنٹ کرانے کے حق میں نہیں ہوں اس کے بنانے کی ہر لیبارٹری کو اجازت ہونی چاہیئے۔ یوں قبل از وقت دوائیں بنانے یا اس کے متعلق اعلان کرنے کے تو میں بالکل خلاف ہوں۔ اُمید تو یہی ہے کہ اس تحقیق سے میں نے صحیح نتائج اخذ کئے ہیں مگر ہم اس کی پڑتال کرنی پڑے گی، شاید میں اسے اور بھی بہتر صورت میں پیش کرسکوں۔ میرے خیال میں اس کے بعد اسے مارکیٹ کے لئے بنانے میں کوئی حرج نہ ہوگا مگر بہت تھوڑی مقدار میں۔ دوسری فرموں کو بھی اُسے بنانے کی اجازت ہونی چاہیئے اس کام میں کسی ایک فرم کی اجارہ داری مجھے پسند نہیں۔"

"جناب عالی مجھے آپ کے خیالات سے ہمدردی ہے۔ ذاتی طور پر تو میں بھی چاہوں گا کہ نفع کا دھیان چھوڑ کر ساری زندگی ایک ہی سائینٹفک تحقیق میں لگا رہوں۔ مگر ہمارا فرض، یہ بھی ہے کہ ڈاس ہُنزیکر کمپنی کے حصہ داروں کے لئے روپیہ بھی کمایا جائے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ان حصہ داروں میں بہت سی بیوائیں اور یتیم ہیں جنہوں نے اپنا سارا اثاثہ اسی کمپنی میں لگا رکھا ہے ان لوگوں نے ہم پر جو اعتماد کیا ہے ہمیں خود کو اس کا اہل ثابت کرنا ہے۔ میرے بس میں گیا ہے، میں تو ان لوگوں کا حقیر سا خادم ہوں۔ اور ڈاکٹر گاٹلب ہم نے آپ کے ساتھ بُرا سلوک بھی نہیں کیا۔ آپ کو پوری آزادی دی اور ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کی۔ اور آگے بھی ہم آپ کے ساتھ ہی ایسا ہی اچھا برتاؤ کریں گے۔ اس سے آپ کے گھر میں بھی دولت کی ریل پیل ہو جائے گی اور آپ ہم میں سے ہی ایک ہوں گے۔ اور کیا چاہیئے آپ کو میں بہت زیادہ مطالبات نہیں کرنا چاہتا مگر اس معاملے میں میرا فرض ہے کہ اپنی بات پر اصرار کروں۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جلد سے جلد اس دوائی کو بنانے کا کام شروع کر دیں گے۔"

باسٹھ سال کا بوڑھا گاٹلب دنیا میں شکست کھانے کے بعد ہمت ہار چکا تھا.......... اور پھر ہُنزیکر کے ساتھ اس کا باقاعدہ معاہدہ

بھی تو نہیں تھا۔

گاٹلب نے کانپتی ہوئی آواز میں احتجاج کیا مگر جب وہ سر جھکائے شست رفتاری سے اپنی لیبارٹری کی طرف جا رہا تھا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کے لئے اس جائے پناہ کو چھوڑ کر خون کی پیاسی دنیا کا سامنا کرنا ناممکن ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کے لئے یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ اپنی "زہر توڑ" دوا کی سستی سی نقل بکتی دیکھے۔ اس وقت گاٹلب نے ایک ایسی چال سوچی جو کہ اس کی رائے میں اس قدر ذلیل تھی کہ کچھ عرصے پہلے اس جیسا خوددار اور خودسر آدمی اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس نے ٹالنا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ دوا کو وسیع پیمانے پر بنانے سے پیشتر کچھ باتوں کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ اس طرح کئی ہفتے گزر گئے اور ہنزیکر کا اصرار اور اس کی دھمکیاں شدید تر ہوتی گئیں۔ اس دوران میں گاٹلب نے اپنے آپ کو روز حشر کے لئے تیار کر لیا۔ اپنا بڑا سا گھر چھوڑ کر وہ ایک چھوٹے مکان میں اٹھ گیا اور سب طرح کی "عیاشی" ترک کر دی یہاں تک کہ سگرٹ پینا بھی چھوڑ دیا۔

اخراجات میں ایک بچت اس نے یہ بھی کی کہ اپنے لڑکے کا جیب خرچ گھٹا دیا۔

رابرٹ ایک خوش پوشاک، سانولی جلد کا جھگڑالو سا لڑکا تھا۔ تحکم اس میں اس قدر تھا کہ جہاں ضرورت نہ ہوتی وہاں بھی وہ حکم چلاتا۔ دبلی پتلی جھینپنے والی شرمائی سی لڑکیاں اس پر جان دیتیں، مگر وہ انھیں بڑی حقارت سے دیکھتا۔ اس کے باپ کو اپنے یہودی ہونے پر فخر تھا اور کبھی کبھی وہ یہودیوں کا ذکر کر کے ہنسی مذاق بھی کر لیتا۔ مگر رابرٹ نے کالج میں اپنے ہم جماعت لڑکوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ وہ خالص جرمن نسل کا ہے۔ تاش کھیلنے اور موٹریں چلانے والوں کی کلب کے ممبروں نے نیم رضامندی کے ساتھ اسے اپنی کلب میں شامل کر لیا تھا اور اب اسے مزید روپے کی ضرورت تھی۔ پھر گاٹلب کی میز پر سے بلیس

ڈالر غائب ہو گئے۔ وہ شخص جو عزت اور وقار کے روایتی تصور کا ہمیشہ مذاق اُڑایا کرتا تھا خود ایک سخت گیر جاگیردار کی طرح وقار کا حامی بھی تھا۔ غرور و خودداری کے ساتھ ساتھ اس کے مزاج میں یہ عنصر بھی موجود تھا۔ حال کے واقعات پر اس کے دل میں تلخی کے علاوہ ایک طرح کی افسردگی بھی تھی اور یہ خیال اسے کھائے جا رہا تھا کہ وہ ہنزبکر کو دھوکا دے رہا ہے۔ اب رابرٹ نے اس کے لئے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ "لڑکے"۔ اس نے کڑک کر پوچھا "میری دراز سے پیسے تم نے اُٹھائے ہیں ؟"

بہت کم لڑکے اس کے لال بھبھوکا چہرے، طیش میں آئی اور کو دھنسی آنکھوں اور باز جیسی ناک کے سامنے تن کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ پہلے تو رابرٹ منہ ہی منہ بڑبڑاتا رہا پھر زور زور سے چیخنے لگا۔

"ہاں میں نے ہی اُٹھائے تھے اور مجھے اور پیسوں کی بھی ضرورت ہے۔ یہ سب آپ کا قصور ہے۔ مجھے کچھ کپڑے اور دوسری چیزیں خریدنی ہیں۔ آپ نے ایسے لڑکوں کی صحبت میں مجھے بھیج دیا ہے جن کی جیبوں میں پیسے بھرے رہتے ہیں۔ اور آپ مجھ سے امید رکھتے ہیں کہ میں گنواروں کا لباس پہنوں!"

"تو اب تم چوری بھی کرنے لگے!"

"ہوں، چوری کیا ہوتی ہے! آپ ہمیشہ اُن اُپدیشکوں کا مذاق اُڑایا کرتے ہیں جو گناہ، سچائی اور ایمانداری کا بے معنی راگ الاپتے رہتے ہیں۔ اور ---- مجھے پرواہ نہیں۔ ڈاس ہنزبکر کا لڑکا مجھ سے کہہ رہا تھا کہ آپ اگر چاہیں تو لکھ پتی بن سکتے ہیں۔ اور پھر بھی آپ ہمیں پیسے پیسے کے لئے ترساتے ہیں اور امی بیمار ہے۔ مجالس میں جب ہم تھے تو تقریباً ہر ہفتے امی مجھے چوری چھپے ایک دو ڈالر دے دیا کرتی تھیں ---- اب میں تنگ آ گیا ہوں! اگر آپ مجھے چیتھڑے ہی پہننے کے لئے دیں گے تو میں کالج جانا بند کر دوں گا!"

گاٹلب غصے میں بپھرا اور گرجا مگر اس کی گرج کہیں دور کڑکتی ہوئی بجلی

کی طرح بے اثر تھی۔ اب اس میں کوئی طاقت نہ رہی تھی۔ اگلے پندرہ روز تک اُسے کچھ ہوش نہ تھی کہ اس کا بیٹا کیا کر رہا ہے اور وہ خود کیا کر رہا ہے۔

پھر اچانک جب انھیں قبرستان جانا پڑا تو اسے احساس ہوا کہ وہ مر چکی ہے اس کی بیوی مر چکی تھی۔ اس کے بعد اگلے ہفتہ اس کی سب سے بڑی لڑکی جو کھیلنے والے ایک بیہودہ سے نوجوان کے ساتھ فرار ہو گئی۔

گاٹمب تنہا بیٹھا بار بار انجیل کی یہ سطر پڑھ رہا تھا "اور خدا نے مجھ پر اور میرے گھر پر قہر نازل کیا ہے۔" کافی دیر تک وہ یہی سطر دہراتا رہا۔ پھر جب رابرٹ اس کے پاس آیا اور بے ربط سے جملوں میں بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ کہ اب وہ نیک چلن ہو جائے گا۔ تو اس نے سر اُٹھا کر اپنے لڑکے کی طرف دیکھا جیسے اسے کچھ سنائی نہ دیا ہو اور کچھ سمجھ نہ آیا ہو۔ مگر جب اس نے انجیل میں سے بار بار سُنی ہوئی اپنے بزرگوں کی کہانیاں پڑھیں تو اسے یہ یقین نہ آیا کہ یہ سچی بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اسے اس بات کا خیال آیا کہ وہ اس جابر و قہار خدا کے سامنے جھک کر اپنے گناہ بخشوا لے۔ یا ہنزیکر کو اپنی تحقیق کا ناجائز فائدہ اُٹھانے کی اجازت دے کر سکھ چین کی نیند سو سکے۔

وہ وقت پر اُٹھتا، خاموشی سے لیبارٹری جاتا اور پہلے کی طرح اسی احتیاط سے اپنے تجربات کرتا۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے عملے کو گاٹمب میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ اب دوپہر کا کھانا وہ بڑے ہال میں نہیں کھاتا تھا بلکہ اپنی بلڈنگ سے کئی بلاک پرے ایک گندے سے معمولی ریستوران میں جاتا۔ یہاں کھانے میں اُسے تیس سینٹ کی بچت ہوتی تھی۔

(۴)

ایسے وقت میں جب ہر ایک نے منہ پھیر لیا تو یاس و ناامیدی کے اندھیرے میں مریم اس کے لئے اُمید کی ایک شعاع بن کر نمودار ہوئی۔

گاٹلب کے بچوں میں سب سے چھوٹی مریم اٹھارہ سال کی تھی۔ ٹھگنے قد کی وہ موٹی سی لڑکی کسی لحاظ سے خوبصورت نہیں تھی مگر نازک سے ناک نقشے کو دیکھتے ہوئے اُسے غنچہ دہن ضرور کہا جاسکتا تھا۔ اپنے باپ کی صلاحیتوں پر اُسے شروع سے ہی فخر تھا اور سائنس کے ان پُراسرار اور دلائل سے نہ سمجھائے جاسکنے والے تقاضوں کو بھی وہ سمجھتی تھی۔ مگر گاٹلب صرف اشد ضرورت کے وقت ہی گھر والوں سے بات کرتا تھا اس لئے اب تک باپ کی خاموشی اور اس کی بھاری قدموں والی چال کی وجہ سے اس پر ایک طرح کا رعب سا طاری تھا۔ کفایت کی خاطر اس نے پیانو کے سبق لینا بند کر دیئے، نوکرانی کو جواب دے دیا، کھانا بنانے کی کتاب کا باقاعدگی سے مطالعہ کرنے لگی اور باپ کے لئے چٹ پٹے کھانے بنانا شروع کر دیئے جن کا وہ شوقین تھا۔ مریم کو اس بات کا افسوس ضرور تھا کہ اس نے جرمن نہ سیکھی کیونکہ گاٹلب اکثر اپنے لڑکپن کی زبان میں بولنا شروع کر دیتا۔

بیٹی کی خدمت گذاری سے گاٹلب کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اس نے غور سے مریم کی طرف دیکھا "ہو چو کوئی تو میرے ساتھ ہے"۔ وہ دل میں بولا "اچھا بتاؤ بیٹا اگر میں یہ جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں ــــــ کسی ہائی سکول میں کیمسٹری پڑھانے کے لئے تو کیا تم ہماری غریبی برداشت کر لو گی؟"

"کیوں نہیں ابا جان۔ مجھے شاید کسی تھیٹر میں پیانو بجانے کا کام مل جائے"۔

مریم کا سہارا اگر نہ ہوتا تو گاٹلب شاید اتنا کچھ نہ کر سکتا مگر ایک دن ڈاکٹر ہگر

لیبارٹری میں پھنکارتا ہوا آیا اور اس نے بڑے تحکم سے کہا "سنو، یہ بہلانے بہانے بہت ہو چکیں، ہمیں اب تمہاری دوا کو مارکیٹ میں بیچنا ہے!"

گاٹلب نے جواب دیا "ابھی نہیں جب تک میں اپنا تجربہ مکمل نہ کر لوں یہ نہیں ہو سکتا۔ اس کام میں ایک سال سے تین سال تک لگ سکتے ہیں۔ مطمئن رہیں، آپ کا کام ضرور ہو گا مگر اس تجربے کے متعلق پہلے میرا اطمینان ضروری ہے!"

ہنٹر پیر پٹختا ہوا واپس چلا گیا اور گاٹلب سزا کا حکم سننے کی انتظار کرنے لگا۔

پھر اس کے پاس ایک ملاقاتی کا کارڈ آیا، جس پر حیاتیات کا کام کرنے والی نیویارک کی "میگرک انسٹی ٹیوٹ آف بائی آرجی" کے ڈائرکٹر ڈاکٹر اے ڈی ڈٹ ٹبز کا نام تھا۔

گاٹلب ٹبز کے نام سے واقف تھا۔ حالانکہ وہ میگرک کبھی نہیں گیا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ سائنسی تحقیقات کے لئے یہ سب سے اچھی تنظیم ہے جہاں کے سائنسدان پوری آزادی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس لئے اس ادارے کا درجہ وہ راک فیلر اور میکارمک کے اداروں کے برابر ہی سمجھتا تھا۔ اگر اسے فردوس میں ایک لیبارٹری تیار کرنا ہوتی جس میں کہ سائنسداں تا قیامت ہنسی خوشی اپنی غیر علمی قسم کی تحقیق کرنے کی فراغت حاصل کر سکیں تو ایسی لیبارٹری وہ میگرک کے نقشے پر ہی تیار کرتا۔ اسے یہ جان کر کچھ خوشی سی ہوئی کہ اس ادارے کا ڈائرکٹر خود اس سے ملنے آیا ہے۔

ڈاکٹر اے۔ ڈی ڈٹ کے جسم پر ہر جگہ بال ہی بال نظر آتے تھے۔ صرف اس کی ناک، کان اور ہتھیلیاں ان سے محفوظ تھیں۔ چھوٹا سا قد اور بالوں کی بہتات جیسے سکاٹ ٹیریر نسل کا کتا ہو۔ مگر ان بالوں سے وہ مسخرا نہیں دکھائی دیتا تھا بلکہ بال اس کے وقار میں اضافہ کرتے تھے۔ اس کی آنکھوں اور چال سے سنجیدگی ٹپکتی تھی اور اس کی مترنم آواز میں ایک طرح کی متانت تھی۔

"ڈاکٹر گاٹلب، مجھے بہت ہی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ اکیڈیمی آف سائنسز میں جب میں نے آپ کے مقالات سُنے تو مجھے آپ سے اب تک ملاقات نہ ہونے پر سخت افسوس ہوا۔"

گاٹلب اپنی جھینپ مٹانے کی کوشش میں لگا رہا۔

کسی ڈرامے کے سازشی کردار کی طرح ٹبز نے لیبارٹری میں کام کرنے والے دوسرے لوگوں کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا اور اشارتاً کہا "کیا ہم کہیں بات چیت کر سکتے ہیں ــــــــ"

گاٹلب اُسے اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس کمرے کے سامنے ریل کی پٹریوں کا ایک جال سا بچھا تھا۔ یہاں راہ چلنے والوں کا بھی اژدہام رہتا اور مال اسباب لے جانے والی گاڑیوں کا شور ہر وقت سنائی دیتا رہتا۔ اس کمرے کی تنہائی میں پہنچ کر ٹبز نے بولنا شروع کیا۔

"ہمیں ایک عجیب اتفاق سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایک بہت اہم دریافت کی ہے۔ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نے علمی کام کب چھوڑا اور کب تجارتی ادارے میں شامل ہو گئے۔ ہماری تمنا تھی کہ آپ ہمارے پاس تشریف لاتے۔"

"کیا آپ لوگ مجھے لے لیتے؟ پھر مجھے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"آپ کو لینے کیوں نہیں۔ مگر اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کام کے تجارتی پہلو کی طرف توجہ نہیں دے رہے اور اس لئے ہم سوچ رہے ہیں کہ کتنا اچھا ہو اگر آپ ہمارے ادارے میں شامل ہو کر جراثیمیات اور محفوظیات کے محکموں کا افسر اعلیٰ بننا منظور کر لیں۔ میں اور مسٹر میگر ک صرف سائنس کی ترقی کے خواہشمند ہیں۔ آپ کو ہمارے ہاں ہر طرح کی تحقیق کرنے کی پوری آزادی ہو گی اور میرا خیال ہے کہ ہم آپ کے لئے بہت اچھے اسسٹنٹ اور بہترین ساز و سامان مہیا کر سکتے ہیں۔ تنخواہ کے متعلق میں بڑی صاف بیانی سے کام لوں گا۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے اور میری گاڑی ایک گھنٹے میں چھوٹ جائے گی۔

اس لئے صاف صاف بات کہتا ہوں۔ میرے خیال میں پیسوں کے معاملے میں ہم ہنز یکر والوں کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے مگر سالانہ دس ہزار ڈالر دے سکتے ہیں۔۔۔"

"اوہ خدایا آپ روپے کی بات کیوں کرتے ہیں۔ میں ایک ہفتے تک آپ کے پاس نیویارک پہنچ جاؤں گا۔ یہاں ان لوگوں سے میرا کوئی معاہدہ نہیں ہے"

باب چودھواں

ہچکولے کھاتی ہوئی بگھی میں وہ ساری دوپہر اونچے نیچے گیا ہستان کو پار کرتے رہے۔ ان کے راستے میں کوئی مُر کا درخت نہیں تھی، نہ کوئی جھیل تھی، نہ کوئی پہاڑ تھا اور نہ ہی کوئی فیکٹریوں سے اٹا ہوا شہر تھا۔ بادِ صبا کے جھونکے اس قدر خوشگوار تھے جیسے دھوپ ہوا کے دوش پہ بہہ رہی ہو۔

مارٹن نے لیورا سے کہا "ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے اندر سے زینتھ کی سب گرد اور ہسپتال کی ساری گندگی دھل گئی ہے۔ ڈاکوٹا! یہ ہے انسان کے رہنے کی جگہ۔ زندگی میں ایسا اچھا موقع، ایسی عمدہ جگہ۔ واہ کیا کہنے ہیں ہمارے امریکہ کے!"

گھنی جھاڑیوں میں سے چھوٹے چھوٹے گیا ہستانی پرندے نکل نکل کر اڑنے لگے۔ جب وہ ان پرندوں کو گیہوں کے کھیتوں پر پرواز کرتا ہوا دیکھ رہا تھا تو نرم گرم دھوپ میں لپٹے ہوئے اُس کے احساسات و جذبات اُس گیا ہستان کی وسعتوں کا جزو ہو گئے تھے۔ ولسل دینیا سے چلتے وقت اُسے جو جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی وہ سب دور ہو چکی تھی۔

"اگر تم سیر کے لئے جا رہے ہو تو یاد رکھنا کہ رات کے کھانے کا وقت ٹھیک ۶ بجے ہے"، مسز ٹوزر یوں مسکرائی جیسے کڑوی گولیوں میں شکر لگا رہی ہو۔ قصبے کی بڑی سڑک پر مسٹر ٹوزر نے انھیں دیکھ کر ہاتھ ہلایا اور زور سے بولے "چھ بجے تک واپس آجانا۔ کھانا ٹھیک چھ بجے شروع ہو جائے گا۔"

برٹ ٹوزر بینک کے دفتر سے بھاگ کر باہر آیا۔ جیسے کوئی دیہاتی سکول

ماسٹر حجامت کے کمرے سے کودتا ہوا نکل رہا ہو اور دانت نکال کر کھی کھی کرتے ہوئے کہے گا "ارے بھئی کھانے کے لئے چھ بجے تک واپس لوٹنا نہ بھولئے گا نہیں تو بڈّو کو غشی کے دورے پڑنے لگیں گے۔ وہ کھانے پر تمہاری انتظار کریں گے اور جب وہ ٹھیک چھ بجے کہتے ہیں تو ان کا مطلب چھ ہی بجے ہوتا ہے۔ چھ سے پانچ منٹ بھی اوپر نہیں ہونے چاہییں!"

لیونرڈ نے کہا۔ یہ مضحکہ خیز ہی ہی مگر یہ واقعہ ہے کہ پچھلے بائیس سال میں مجھے صرف تین ایسے موقعے یاد ہیں جب کھانے میں صرف سات منٹ کی دیر ہوئی ہینڈی اداس جھنجھٹ سے نکل چلیں۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ کیا پیسے بچانے کی خاطر گھر والوں کے ساتھ رہ کر ہم نے اپنی بے عقلی کا ثبوت تو نہیں دیا؟"

ابھی وہ ڈٹسل وینیا جیسی چھوٹی سی جگہ کی حدود کے اندر ہی تھے کہ راستے میں انھیں ایڈا کوسٹ، برٹ ٹونذر کی ہونے والی بیوی ملی۔ ہوا کے نرم نرم جھونکوں کو چیرتی ہوئی اس کی آواز فضا میں ابھری "چھ بجے تک واپس گھر آجانا"

مارٹن نے بڑی دلیری دکھاتے ہوئے لیورا سے کہا "ہم اس وقت واپس آئیں گے جب ہمارا دل چاہے گا!" مگر درحقیقت ان دونوں پر ذرا ذرا سی بات پر لے دے کرنے والی آوازوں کا خوف طاری تھا۔ اس کھلی ہوا میں انھیں ہر طرف سے یہی آواز آتی سنائی دیتی تھی "ٹھیک چھ بجے واپس آجانا" یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے رہے اور چھ بجنے میں گیارہ منٹ پہ ہی واپس پہنچ گئے۔ اسی وقت مسٹر ٹونزر اپنی ڈیری سے واپس آ رہے تھے، وہ معمول سے پورے تیس سیکنڈ لیٹ تھے۔

اس نے کہا "بہت اچھا ہوا تم لوگ وقت پر آ گئے۔ اب جلدی سے گھوڑے کو اس کرائے کے اصطبل میں باندھ آؤ۔ کھانے کا وقت چھ بجے ہے۔ ٹھیک چھ بجے!"

مارٹن نے یہ سب کچھ برداشت کیا اور کھانے کی میز پر جب وہ بول رہا

تھا تو اس کی آواز اور اس کے لہجے سے دھوکا ہونا تھا کہ وہ اسی خاندان کا رکن ہے۔

"ہم نے بہت سیر کی۔ یہ جگہ تو پسند ہے مجھے۔ پورا ڈیڑھ دن میں نے آوارہ گردی کی ہے اور اب مجھے کام شروع کر دینا چاہیئے۔ سب سے پہلے تو دفتر کے لئے جگہ تلاش کرنی ہے۔ کیا آپ کی نظر میں کوئی جگہ ہے، ابا جان؟"

مسز ٹوزر نے چہک کر کہا "مارٹن مجھے ایک خیال سوجھا ہے۔ تم اپنا دفتر باہر کھتے میں کیوں نہیں بنا لیتے؟ گھر سے اس قدر قریب ہے یہ جگہ۔ تم کھانا کھانے کے لئے بھی یہاں جھٹ سے آسکو گے اور بیں اگر۔ اور ہی کے ساتھ باہر چلی جاؤں تو تم گھر پر نظر بھی رکھ سکو گے"!

"باہر کھتے میں!"

"ہاں ہاں کیوں نہیں، اس پرانے کمرے ہیں جہاں گھوڑے بگھی کا سامان رکھا جاتا تھا۔ آدھی چھت تو اس پر ہے۔ وہاں کوئی خوبصورت سا کاغذ یا گتا لگا دیں گے۔

"اماں جان آپ نے میرے کام کو کیا سمجھا ہے۔ میں کسی اصطبل میں کام کرنے والا ملازم تو نہیں یا میں بچہ نہیں جسے پرندوں کے انڈے رکھنے کے لئے جگہ کی تلاش ہوتی ہے۔ میں تو ڈاکٹر ہوں اور پریکٹس کے لئے ایک دفتر چاہتا ہوں!"

برٹ نے مسئلہ آسان ڈھنگ سے پیش کر دیا۔ "مگر تم ابھی پورے ڈاکٹر کہاں ہوئے ہو۔ ابھی تو تمہیں اس کام میں قدم جمانے ہیں"

میں سو فیصدی پورا ڈاکٹر ہوں۔ اماں جان گستاخی معاف کیجیے گا، مگر میں نے ہسپتال میں بیٹھ کر راتیں آنکھوں میں گزاری ہیں اور وہاں سیکڑوں زندگیاں میری مٹھی میں ہوتی تھیں"!

"دیکھو مارٹ" برٹ نے کہا "پیسہ چونکہ ہم لگا رہے ہیں ــــ میں کنجوس نہیں ہوں۔ مگر پیسہ پھر پیسہ ہے۔ اگر ہم اپنی جیب سے خرچ کریں گے تو اس کا بہترین مصرف

سوچنے کا اختیار بھی ہمیں ہوگا۔"

مسٹر ٹونز رسوچ میں ڈوبے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے آخرش مجبوری اور لاچاری کے انداز میں کہا۔" ٹھیک تو ہے خطرہ مول لینے سے کیا فائدہ آجکل یہ بے ایمان کسان اپنے گیہوں اور مکھن کا تو ایک ایک پیسہ وصول کر لیتے ہیں مگر قرض لے کر سود کے پیسے ادا نہیں کرتے۔ میں سچ کہتا ہوں ترقہ دے کر چیزیں رہن رکھنے میں اب ایک پیسے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ یونہی پیسہ خرچ کرنے سے کیا فائدہ؟ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ لوگوں کے گلے دیکھنے یا کان میں درد کے لئے نسخہ لکھنے کا کام ایک چھوٹے سے سادہ کمرے میں بھی اُسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح ایک فضول سی شاندار جگہ میں۔ لیورا کی ماں کہتے ہیں تمہارے لئے ایک چھوٹی سی آرام دہ جگہ تیار کر دے گی۔"

اب لیورا بیچ میں بولی" سنو پاپا، میں چاہتی ہوں آپ ہمیں ایک ہزار ڈالر قرض دیں، اور اس رقم کو ہم جسطرح چاہیں، خرچ کریں۔" یہ سُن کر گھر کے سب لوگوں پر ایک طرح سے سکتہ چھا گیا۔" ہم آپ کو چھ فیصد سود ـــــــ نہیں اتنا نہیں پانچ فیصد سود دیں گے، اتنا کافی ہے۔"

" مگر لوگوں سے تو ہمیں آٹھ فیصد بھی ملتا ہے۔" برٹ کی آواز میں پکپکی تھی۔

" نہیں پانچ کافی ہے۔ اور خرچ کرنے پر ہمیں پورا اختیار ہوگا۔ چاہے ہم دفتر کے لئے کمرا کرائے پر لیں یا اور کسی طرح سے صرف کریں۔"

مسٹر ٹونز رنے پھر کہنا شروع کیا۔" یہ تو بڑی بے وقوفی ہوگی کہ ـــــــ"

برٹ نے جیسے اپنے باپ کی بات چھین کر کہا" اوری، تم تو پاگل ہو۔ میں جانتا ہوں کہ روپیہ تو تمہیں قرض دینا ہی پڑے گا مگر تم اس کے لئے بار بار ہمارے پاس آؤں گی اس لئے بہتر ہے کہ ہماری نصیحت ـــــــ"

لیورا اُٹھ کھڑی ہوئی۔" یا تو میری بات مانو اور جس طرح میں کہتی ہوں اسی طرح کرو نہیں تو ہم پہلی گاڑی سے زینتھ واپس چلے جائیں گے۔ میں بالکل سنجیدگی سے

کہہ رہی ہوں۔ شہر میں انھیں اچھی اچھی تنخواہوں والی بہت سی نوکریاں مل سکتی ہیں، اس لئے وہاں ہم پیسے کے لئے کسی کے محتاج بھی نہیں ہوں گے!"

پھر اس مسئلے پر بہت سی گفتگو ہوئی۔ جس میں سب پرانی دلیلوں کی تکرار ہی معلوم ہوتی تھی۔ جب لیورا سامان باندھنے کے لئے اوپر جانے لگی اور وہ اور مارٹن کپڑوں کو اٹھا اٹھا کر بکس میں بند کرنے لگے تو فضا میں ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا۔

آخر جیت لیورا کی ہی ہوئی۔

پھر دلجوئی کی خاطر انھوں نے چھوٹی چھوٹی باتیں شروع کر دیں۔

"کیا تم ڈپو سے اپنا ٹرنک لے آئے تھے؟" مسٹر ٹوزر نے پوچھا۔

"کیا فائدہ وہاں صندوق رکھ کر کرایہ دینے کا" برٹ نے جیسے تیوری چڑھائی۔

"میں آج صبح وہاں سے اٹھوا لایا تھا" مارٹن نے کہا۔

"ہاں ہاں مارٹن صبح لے آیا تھا" مسٹر ٹوزر نے تصدیق کی۔

"اٹھوا لائے تھے؟ کیا تم خود نہیں لائے؟" مسٹر ٹوزر نے بے چینی سے پوچھا۔

"نہیں میں اس لکڑی کی ٹال پر کام کرنے والے مزدور کو بلا لایا تھا" مارٹن نے جواب میں کہا۔

"اگر تم ٹھیلے پر لاد کر خود لے آتے تو ایک چوتھائی ڈالر کی بچت ہوتی!" برٹ بولا۔

لیورا نے کہا "مگر ایک ڈاکٹر کو اپنی عزت بھی بنانی ہوتی ہے۔"

"ہوں، عزت بنانی ہوتی ہے۔ ٹھیلہ چلانے سے عزت خراب ہوتی ہے اور ہر وقت یہ ذلیل سے سگرٹ پینے سے کیا عزت بنتی ہے!"

"اچھا خیر — وہ صندوق رکھا کہاں ہے؟" مسٹر ٹوزر نے پوچھا۔

"اوپر اپنے کمرے میں" مارٹن نے جواب دیا۔

"ٹرنک میں سے چیزیں نکال کر اسے کہاں رکھنا چاہیئے۔ اسٹور والا کمرا

تو چیزوں سے بُری طرح اٹا پڑا ہے"۔
مسٹر ٹوزر نے بیوی کے سامنے ایک اور مسئلہ پیش کیا۔
"میرا خیال ہے مارٹن ٹھونس ٹھانس کے اسے وہاں رکھے گا۔"
"اسے وہ کھٹے میں کیوں نہیں ڈال آتا؟"
"ایسے اچھے ٹرنک کو وہاں نہیں رکھا جا سکتا۔"
"کیوں کھٹے میں کیا برائی ہے؟" ہربرٹ نے کہا۔ "ایسی اچھی صاف ستھری جگہ ہے کھٹے میں۔ اب آپ لوگوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ نے اپنا پیارا دفتر وہاں نہیں بنانا تو ایسی جگہ کو ضائع کرنے سے فائدہ؟"
"برٹی بھیا" اب لیورا بولی "میں ایک تجویز بتاتی ہوں معلوم ہوتا ہے تمہارے سر پر کھٹا سوار ہے۔ تم اپنا بینک وہاں لے جاؤ اور بینک کی عمارت میں مارٹن اپنا دفتر بنا لے گا۔"

"یہ تو بڑی عجیب سی بات ہوئی" ہربرٹ نے جواب دیا۔
"تم دونوں بہت چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہو" مسٹر ٹوزر نے احتجاج کیا۔ "کیا تم نے مجھے اور اپنی ماں کو [illegible] طرح لڑتے جھگڑتے دیکھا ہے؟ مارٹن تم اپنے ٹرنک میں سے سامان کب نکالو گے؟" مسٹر ٹوزر کھٹے کا مسئلہ حل کر سکتے تھے، ٹرنک کے متعلق سوچ سکتے تھے مگر ان کا دماغ ایسا نہیں تھا کہ ایسے دو پیچیدہ مسائل کو ایک دم سے سمجھ لیتے۔
"رات کو میں اسے خالی کر لوں گا، کیا فرق پڑتا ہے۔"
"نہیں کوئی ایسا بڑا فرق تو نہیں پڑتا مگر ایک دفعہ تم کام شروع کر دو تو۔"
"ادھر کیا فرق پڑتا ہے صبح ہو یا رات کو۔"
"اگر اسے کھٹے والا کمرا لینے کی بجائے دفتر تلاش کرنا ہے تو صندوق سے سامان نکالنے کے لئے کیا اسے ایک برس چاہیے؟"
"یا اللہ! میں اسے آج رات ہی خالی کر دوں گا۔"

"اور میرا خیال ہے ہم اسے سٹور میں رکھ آئیں؟"
"میں بتا دوں کہ سٹور چیزوں سے اس قدر اٹا پڑا ہے کہ وہاں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں ــــ"
"ٹھیک ہے کھانے کے بعد چل کر دیکھ لیں گے"
"ہم نے وہاں جب وہ چھوٹی سی کشتی رکھنے کی کوشش کی تو ــــ"
مارٹن چلایا نہیں مگر وہ اپنی چیخوں کی آواز ضرور سن رہا۔ وہ آزادی اس سے کوسوں دور تھی جس کے وہ خواب لیتا رہا تھا۔

(۲)

دفتر تلاش کرنے کے لئے پندرہ روز تک منت، خوشامد اور جوڑ توڑ کرنا پڑا۔ دن تین بار کھانے کی میز پر اس موضوع سے جوش وخروش پیدا ہوتا۔ دیگر ٹوزر خاندان کے افراد صرف دفتر کے مسئلے پر ہی بحث نہیں کرتے تھے۔ وہ مارٹن کے ذرا ذرا سے کام پر نظر رکھتے تھے۔ اس کی بدہضمی، اس کے خطوط، اور اس کی سیر و تفریح پر بھی تبصرہ ہوتا۔ اس کے مرمت طلب جوتوں پر تفصیلی بحث ہوتی کہ وہ اب تک کیوں اسے موچی کے پاس ٹھیک کروانے نہیں لے گیا اور یہ کہ مرمت کی اجرت کیا ہونی چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی جوتے گانٹھنے والے کے مذہبی عقائد، سیاسی نظریات اور ازدواجی مسائل بھی زیر بحث آتے۔

دفتر کے لئے ایک بہت ہی اچھی جگہ مسٹر ٹوزر کی نظر میں تھی۔ نور بلوم خاندان اپنے کریانے کی دوکان کے اوپر والی منزل میں رہتا تھا اور مسٹر ٹوزر جانتے تھے کہ یہ لوگ کہیں اور منتقل ہونا چاہتے ہیں۔ حقیقت میں مسٹر ٹوزر کو دنیا میں ذرا ذرا بات کی خبر رہتی تھی۔ نور بلوم کی بیوی گھر کے دھندوں سے اکتا چکی تھی اور

مسز بین کے بورڈنگ ہاؤس کے سامنے والے کمرے میں منتقل ہونا چاہتی تھی۔
(یہ کمرا ہال کو جاتے ہوئے زینے کے دائیں طرف تھا۔ اس کی دیواروں پر پلاسٹر کیا ہوا تھا اور وہاں ایک اچھا سا چھوٹا سٹوو بھی تھا جسے مسز بین نے ادٹو کراگ سے سات ڈالر اور پینتیس سینٹ میں خریدا تھا۔)

وہ سب نور بلوم کے ہاں گئے اور باتوں باتوں میں مسٹر ٹوزنر نے کہا کہ اگر وہ لوگ کہیں اور منتقل ہونے کی سوچ رہے ہیں تو ڈاکٹر کے لیے ان کا کمرا بہت اچھا رہے گا۔

یہ سن کر نور بلوم اور اس کی بیوی تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے ان کی چالاک نگاہوں سے احتیاط ترشح ہو رہی تھی۔ پھر انھوں نے دبی زبان سے شکایت کے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں، آپ سے کس نے کہا کہ ہم جانا چاہتے ہیں۔۔۔ ہاں کمرہ تو یہ اچھا ہے اس شہر میں یہ بہترین جگہ ہے۔۔۔" اس کے ساتھ ہی مسٹر نور بلوم یہ بھی کہہ دیا کہ اگر بفرض محال وہ یہاں سے گئے تو بغیر فرنیچر کے اس کمرے کا ماہوار کرایہ پچیس ۲۵ ڈالر ہوگا۔

اس بین الاقوامی کانفرنس سے مسٹر ٹوزر یوں خوشی خوشی باہر نکلے جیسے لندن یا واشنگٹن میں کوئی سیکرٹری ٹوزر یا لارڈ ٹوزر کوئی بہت بڑی کامیابی حاصل کر کے آیا ہو۔

"بہت خوب! ہم نے اسی سے کہلا لیا پچیس ڈالر تو وہ اپنی زبان سے کہتا ہے اس کا مطلب ہے وقت آنے پر ہم اسے اٹھارہ ڈالر کی پیشکش کریں گے اور بیس بائیس ڈالر پر سودا ہو جائے گا۔ اگر ہم احتیاط سے کام لیں اور انھیں بورڈنگ ہاؤس کے متعلق طے کرنے کے لیے مسز بین کے پاس جانے کا وقت دیں تو اپنی مرضی کے مطابق سب کچھ طے کر والیں گے!"

اگر نور بلوم اور اس کی بیوی فیصلہ نہ کر پائے تو اس صورت میں ہمیں کہیں

اور کوشش بھی کرنا چاہیئے" مارٹن نے بے صبری سے کہا۔" ایگل ہاؤس کی پُشت پر کچھ کمرے خالی پڑے ہیں!"

"کیا ان لوگوں پر اپنی رضامندی کا اظہار کر کے ہم کمرے کی تلاش میں پھر بھاگتے پھریں اور انھیں زندگی بھر کے لئے اپنا دشمن بنا لیں؟ کیا خوب طریقہ ہے یہ پریکٹس شروع کرنے کا! اور اگر تم اس طرح اپنی زبان سے پھرے تو نور بلوم کی ناراضگی بالکل حق بجانب ہوگی۔ بھائی یہ جگہ زینتھ تو نہیں جہاں تم چھینے جھنکھاڑتے پھرو اور چٹکیوں میں کام کر ڈالنے کی امید رکھو!"

اگلے پندرہ روز تک نور بلوم اور اس کی بیوی کشمکش میں پڑے رہے حالانکہ بہت عرصہ پہلے وہ وہاں سے جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس دوران میں مارٹن کمرا حاصل کرنے کی امیدیں بیکار بیٹھا رہا۔ جب تک کہ وہ باقاعدہ دفتر بنا کر کام شروع نہ کرے لوگ اسے تسلیم شدہ ڈاکٹر نہیں مان سکتے تھے۔ اس وقت تک تو وہ ان لوگوں کے لئے صرف اینڈی ٹوزر کا داماد تھا۔ ان پندرہ دنوں میں اُسے صرف وہاں کے حجام ایلک، لنگل بالڈ کی پھوپی مس ایگنس لنگل بالڈ کی سر درد ٹھیک کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ مارٹن بہت خوش تھا مگر برٹ ٹوزر نے اسے سمجھایا۔

"اچھا تو اس نے تمہیں بلایا تھا۔ یہ عورت تو ہمیشہ ہی کسی نہ کسی مرض کا علاج کروا رہتی ہے۔ حالانکہ اسے کوئی تکلیف نہیں مگر پھر بھی یہ ہر نئے آنے والے نیم حکیم کو آزماتی ہے پچھلی دفعہ یہ ایک گولیاں بیچنے والے کے ہتھے چڑھ گئی تھی اور اس سے پہلے اس ولندیزی کی بھٹی کے پاس معجزے کرنے والا ایک اچکا سا آدمی ٹھہرا ہوا تھا یہ آدمی چلا گیا تو اس نے لیوپولس جا کر بہت عرصہ تک ایک دلیسی جراح سے علاج کروایا۔ مگر ایک بات میں کہوں گا کہ اس دلیسی جراحی میں کچھ بات ضرور ہے۔ یہ لوگ ان مریضوں کو بھی بھلا چنگا کر دیتے ہیں جن کے مرض کی تشخیص آپ جیسے ڈگریاں لینے والے ڈاکٹر بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں میں ٹھیک کہتا ہوں یا نہیں؟"

مارٹن نے جواب دیا کہ وہ یہ بات نہیں مانتا۔

"ہوں، بڑے آئے ڈاکٹر۔" برٹ نے دل لگی کے انداز میں کہا۔ کبھی کبھی وہ بھی شگفتہ مزاجی سے مذاق کیا کرتا تھا۔ تم سب لوگ ایک سے ہو، خاص طور پر پڑھائی ختم کر کے جب آتے ہو تو سمجھتے ہو کہ سارے علم تم نے سیکھ لیے۔ ان ویدوں حکیموں اور مالش سے ہڈیاں جوڑنے والوں میں تو تمہیں کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی کیونکہ تمہارے گاہک جو چھین لے جاتے ہیں یہ لوگ۔"

ایک بار مارٹن نے طبی معیاروں پر زور دینے والوں کو اتنے طعنے دیئے تھے کہ انگس ڈوڈیڈ اور ارونگ دائرز طیش میں آ گئے تھے۔ مگر اب ڈاکٹر ایرو سمتھ ہنستے ہوئے برٹ ٹوزر کو سائنس کے علم کی اہمیت بتا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ جن میک سے تعلیم حاصل کرنے والے کسی ڈاکٹر نے آج تک کسی مریض کو غلط دوائی نہیں دی اور نہ ہی کسی کا بغیر وجہ کے آپریشن کیا ہے۔

اب برٹ سے اس کی اکثر ملاقات ہوتی۔ اس امید پر وہ سارا دن بینک میں بیٹھا رہتا کہ شاید کوئی مریض ادھر آ نکلے۔ وہاں بیٹھے بیٹھے زخموں کی مرہم پٹی کے لئے اس کی انگلیاں تڑپا کرتیں۔ ایڈا کوسٹ وہاں اکثر آتی رہتی اور جب بھی وہ آتی تو برٹ رقموں کی جمع تفریق کا کام چھوڑ کر اس کا دل لبھانے لگتا۔

"ایڈی" برٹ نے اپنی منگیتر سے ایک روز کہا، "جب ڈاکٹر یہاں ہوا کرے تو تم اپنے خیالات کو لگام دیا کرو۔ یہ مجھے بتا رہا تھا کہ اس نے دوسروں کے دل کی باتیں بھانپ لینے کا علم بھی پڑھا ہے۔ کیوں بھئی ٹھیک کہتا ہوں نا مارٹن۔ میں تو اس قدر گھبرا گیا ہوں کہ میں نے لوہے کی تجوریوں کو کھولنے والے تالوں کے نمبروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔"

"ارے جانے دو" ایڈا نے کہا، "یہ ڈاکٹر اور لوگوں کو چاہے بے وقوف بنا لے مگر مجھے نہیں بنا سکتا۔ کتابوں میں لکھی باتیں تو سب پڑھ سکتے ہیں مگر اصل بات تو ان سے کام لینا ہے ـــــ مارٹ، میں تمہیں ایک بات بتائے دیتی ہوں۔ اگر لیوپولس کے ڈاکٹر ونٹر کی سوجھ بوجھ کا دسواں حصہ بھی تم میں ہو تو تم یہاں امید سے زیادہ چل

جاؤ گے!"

پھر ان دونوں نے مل کر اسے طعنے دیئے کہ زینتھ میں پڑھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو اتنا چست و چالاک سمجھتا ہے کہ ہم جیسے اجڈ کسانوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں اس کے سامنے۔ جس وقت وہ یہ کہہ رہے تھے مارٹن کے گلوبند کی گرہ بڑے بھدے طریقے سے بندھی ہوئی تھی۔

کھانے کی میز پر بھی برٹ مارٹن پر اس قسم کے فقرے چست کیا کرتا۔

مسٹر ٹوزر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں لڑکے کو اسقدر نہیں چھیڑنا چاہیئے۔ مگر وہ نکٹائی والا مذاق بہت اچھا تھا۔ میرے خیال میں مارٹن واقعی اپنے آپ کو بڑا صاحب بہادر سمجھتا ہے۔"

کھانے کے بعد لیورا مارٹن کو ایک طرف لے گئی۔ "ڈارلنگ، کیا تم یہ بکواس برداشت کر سکتے ہو؟ جتنی جلدی ہو سکے ہم نیا گھر لے لیں گے اور کہو تو ہم یہاں سے بھاگ ہی چلیں۔"

"تم فکر مت کرو، میں نہیں گھبراتا اس بکواس سے۔"

"اچھا مگر برٹ پر سوچ سمجھ کر چوٹ کرنا، یہ لوگ تمہیں کھا جائیں گے۔"

وہ ٹہلتا ٹہلتا مکان کے سامنے والے حصے میں چلا گیا۔ اب اس نے ایگل آفس کی پگنٹ پر خالی کمرے دیکھنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

برٹ سے بچنے کے لئے اب اسے ایک پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ اس حالت میں تو وہ ایک ہفتہ بھی برداشت نہ کر سکتا تھا اب اتنا صبر اس میں نہ تھا کہ وہ ٹوزر بلوم کے فیصلے کی انتظار کرے حالانکہ وہ ان کی ناراضگی سے اس طرح خوفزدہ تھا جیسے لوگ بھوت پریت سے ڈرتے ہیں۔ اس کی دنیا اب وِٹسل دینیا میں ہی بستی تھی اور مسٹر و مسز ٹوزر بلوم اس پر حکمرانی کرنے والے بڑے جابر قسم کے دیوتا تھے۔

گہری اداس شام کی اس مدہم روشنی میں اسے احساس ہوا کہ گھر سے باہر سڑک کی پٹڑی پر ایک آدمی چل رہا ہے اور کبھی کبھی جھجکتا ہوا جھانک کر اسے

دیکھ بھی لیتا ہے۔ اس آدمی کا نام دائز تھا۔ روس کے اس یہودی کو سب گاؤں والے "پولک دائز" کہتے تھے۔ ریل کی لائن کے پاس یہ اپنے کھوکھے میں روپے کا لین دین کرتا۔ موٹروں کے پرزے بیچا کرتا۔ علاوہ اس کے کھیتوں کی زمین بھی خرید کر بیچنے کا دھندا کرتا، اور گھوڑوں اور بھیڑ کی کھالوں کی تجارت بھی کرتا۔ مکان کے سامنے ٹہلتے ٹہلتے وہ تھوڑی دیر کے بعد پکارا "کیا آپ ہی ڈاکٹر ہیں؟"

"ہاں۔"

مارٹن نے سمجھا کوئی مریض ہے اور یہ سوچ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا۔

"کیا آپ میرے ساتھ تھوڑی دور تک چل سکتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یا آپ میرے ہاں تشریف لایئے وہاں کچھ سگار بھی آپ کو پیش کروں گا۔" اس نے سگار والی بات بہت زور دے کر کہی۔ مجالس کی طرح نارتھ ڈاکوٹا بھی ایک خشک سی جگہ تھی۔

مارٹن یہ سنکر بہت خوش ہوا کیونکہ اب تک وہ یہاں منتقی اور پلاینر گار بنا رہا تھا۔

پولک کا مکان ایک منزلہ تھا مگر برا نہیں بنا تھا۔ بڑی سڑک سے اس کا فاصلہ فقط آدھ میل تھا۔ اس کے راستے میں صرف گیہوں کے کھیت تھے اور ریل کی لائن آتی تھی اور یہاں سڑک کے دونوں طرف صنوبر کے درخت تھے جن کی بھینی بھینی خوشبو پائپ کے تمباکو کی سڑاند اور رہد بو کو ناقابل برداشت بنا تی تھی۔ دائز نے گھر پہونچ کر شرارت سے ایک آنکھ بند کی (وہ ایک پُراسرار قسم کا شخص تھا۔) اور آہستہ سے بولا "آپ ٹھرے کا ایک گھونٹ چڑھائیں گے؟"

"کوئی حرج نہیں، پی لیں گے۔"

دائز نے اپنی کھڑکیوں کے پتلے پتلے پردے گرا دیئے اور اپنی میز کی ٹیڑھی دراز کو کھینچ کر اس میں سے ایک بوتل نکالی۔ بوتل میں سے دونوں نے پی اور ہتھیلیوں سے بوتل کا منہ صاف کیا۔ پھر دائز نے اچانک ہی اپنی بات شروع کردی۔

"سنو ڈاکٹر، تم ان بے وقوفوں کی طرح تو ہو نہیں اور سمجھتے ہو کہ آدمی کبھی کبھی ایسے گندے کاروبار میں پھنس ہی جاتا ہے۔ جیسے وہ بالکل نہیں کرنا چاہتا مختصر یہ کہ میں نے چوری کا مال بہت بیچا ہے اور اب اگر میں زیادہ عرصہ یہاں رہا تو پولیس مجھے پکڑ کر لے جائے گی۔ اس لئے مجھے یہاں سے جانا ہی چاہیئے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اس بار یہاں ایک دو سال رہ جاتا اور اپنا کام جما لیتا مگر بُرا ہوا ان لوگوں کا۔ اچھا خیر، میں نے سنا ہے کہ آپ دفتر کے لئے جگہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ جگہ اس مقصد کے لئے بہت اچھی رہے گی۔ اس کے پیچھے دو اور کمرے ہیں۔ میں انھیں آپ کو کرائے پر دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس ساری جگہ کا کرایہ بمعہ فرنیچر کے پندرہ ڈالر ماہوار ہوگا، اگر آپ سال کا کرایہ پیشگی دے دیں۔ میں کوئی دھوکے والی بات نہیں کر رہا۔ آپ کا سالا جانتا ہے کہ یہ مکان میری ہی ملکیت ہے۔"

مارٹن نے کاروباری بننے کی کوشش کی۔ وہ اب وہاں کا نوجوان ڈاکٹر تھا جو بہت سا روپیہ اپنے کاروبار میں لگانے والا تھا اور جیسے وٹسل دیئیا کا باوسوخ شہری بنا تھا۔ وہ گھر واپس آیا اور بیٹھک میں گلابی شیشے والے لیمپ کے نیچے بیٹھ کر ٹوزر خاندان کے افراد نے اس کی بات بڑے دھیان سے سنی۔

"سال کا پیشگی کرایہ دینے میں تو کوئی حرج نہیں مگر اصل بات اور ہے"۔ برٹ نے سب کچھ سن کر کہا۔

"ہاں اصل بات تو یہ ہے کہ اب جبکہ وہ اپنا کمرا کرائے پر دینے کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو ہم مفت میں نور بلوم کی ناراضگی کیوں مول لیں۔ اتنی محنت کرنے کے باوجود کبھی میری کیا عزّت رہ جائے گی"۔ مسٹر ٹوزر نے جیسے افسردہ دل ہو کر کہا۔

دس بجے تک وہ اس مسئلے پر بحث کرتے رہے مگر مارٹن اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور دوسرے روز انھوں نے وائز کا مکان کرایہ پر لے لیا۔

زندگی میں پہلی بار مارٹن ایک مکان میں رہنے آیا جو سارے کا سارا اس

کا اپنا تھا، اس کا اور لیورا کا۔

اسی خوشی میں وہ مکان اسے دُنیا کی سب سے خوبصورت عمارت دکھائی دے رہا تھا۔ اسے ایک ایک دروازے، کنڈے اور کھڑکی پر پیار آ رہا تھا۔ غروبِ آفتاب کے وقت وہ آنگن کے چبوترے پر بیٹھا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جلتے ہوئے اُفق سے لے کر یہاں تک ساری دھرتی اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ پھر لیورا اس کے پاس آ بیٹھی، اس نے مارٹن کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور وہ اپنے شاندار مستقبل کے خواب دیکھنے لگا۔

"جانتی ہو مجھے باورچی خانے سے کیا ملا؟ ایک بہت ہی اچھی پرانی آری، زنگ بالکل نہیں لگا ہے اس پر۔ اس آری سے میں ایک بکس کو کاٹ کر امتحان کی نلکیاں رکھنے کی خانوں والی الماری بنا لوں گا ـــــ جو میری اپنی ہوگی، صرف میری!"

باب پندرہواں

طالب علمی کے زمانے میں مارٹن "وطنی خوانچہ فروشوں" پر لعن طعن کیا کرتا تھا اور ڈگامایکی کے ممبر اس کی اس فقرے بازی سے بہت بھنّاتے تھے۔ اب ان نظریات کو ترک کر کے وہ "نیو آئیڈیا انسٹرومینٹ اینڈ فرنیچر کمپنی" کی فہرست کا مطالعہ کر رہا تھا۔ یہ ایک بہت خوبصورت سا کتابچہ تھا۔ اس کے چمکتے ہوئے سبز رنگ کے سرورق پر سرخ اور سیاہ رنگ میں تین اشخاص کی تصویریں تھیں۔ ان میں ایک تصویر تو کمپنی کے گول مٹول سے چرب زبان صدر کی تھی جو سب نوجوان ڈاکٹروں سے ہمدردی رکھتا تھا۔ دوسری تصویر پیلے زرد رنگ کے عالم فاضل جنرل مینجر کی تھی جس نے سائنس کی ترقی کے لئے راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی، اور تیسری تصویر کمپنی کے نائب صدر اور مارٹن کے سابق اُستاد ڈاکٹر روسکو گیکے کی تھی۔ جس کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ یہ شخص سب سے زیادہ ماڈرن اور ترقی پسند ہے۔ سرورق کے ایک کونے میں چھوٹی سی جگہ پر بڑے شاعرانہ سے انداز بیان میں یہ روح افزا پیغام لکھا تھا۔

"ڈاکٹر، شست الوجود لوگوں سے دھوکا نہ کھانا۔ کوئی وجہ نہیں کہ تمہارے پاس وہ سارا ساز و سامان نہ ہو جس سے مریض مرعوب ہوتے ہیں، پریکٹس میں ترقی ہوتی ہے، عزت ملتی ہے اور دولت بڑھتی ہے۔ اچھے معیار کا وہ سب ساز و سامان جو اس پیشے کے سرکردہ رہنماؤں کو ممتاز کرتا ہے آپ مشہور و معروف "نیو آئیڈیا فنانشل سسٹم" سے ابھی حاصل کر سکتے ہیں۔ بس تھوڑا سا روپیہ لگا کر باقی چیزیں مفت حاصل کیجئے کیونکہ "نیو آئیڈیا" کی طرف سے مہیا کئے ہوئے ساز و سامان

سے آپ کی آمدنی اتنی بڑھ جائے کہ اسی زائد آمدنی سے آپ بقیہ رقم ادا کر سکیں گے ۔"

اس کے اوپر پھولوں والے حاشئے ہیں یہ چیلنج بھی تھا ۔

"سیاسی لیڈر، سپاہی اور کھوجی کے گیت نہ گاؤ کہ ڈاکٹر کے اوبلاک اور بہادری کو کوئی نہیں پہنچ سکتا جسے آدمی کو ناپاک کرنے والی اغراض چھو بھی نہیں گئیں۔ حضرات ہم آپ کو اپنا نیازمندانہ سلام عرض کرتے ہوئے یہ ایسی فہرست پیش کرتے ہیں جو کسی سرجیکل کمپنی نے آج تک آپ کو پیش نہیں کی ہوگی!"

اس کتابچے کی پشت پر حالانکہ سُرخ و سبز رنگوں کی چمک دمک نہیں تھی مگر پھر بھی گلے کا آپریشن کرنے والے بنڈل ڈورف کے ساز و سامان کی تصویروں نے اسے دلفریب بنا دیا تھا۔ ان تصویروں کے ساتھ یہ الفاظ بھی رقم تھے۔

"ڈاکٹر صاحب، کیا آپ اپنے مریضوں کو ماہرین کے پاس یا بجلی وغیرہ کا علاج کرانے کے لئے بڑے بڑے ہسپتالوں میں بھیج دیتے ہیں؟ اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو اپنے علاقے میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرنے اور دولت کمانے کا زریں موقع کھو رہے ہیں۔ کیا آپ بڑے اور مشہور و معروف ڈاکٹر نہیں بننا چاہتے؟ اگر چاہتے ہیں تو دیکھئے یہ راستہ ہے۔

بنڈل ڈورف کا تیار کیا ہوا ساز و سامان نہ صرف بے حد مفید ہے بلکہ خوشنما اور خوبصورت بھی ہے۔ اس کے ہونے سے ہر ڈاکٹر کے دفتر کی آرائش میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہم گارنٹی سے کہتے ہیں کہ بنڈل ڈورف کا ساز و سامان اور علاج کرنے والی جدید قسم کی برقی الماری (دیکھئے تفصیلات صفحہ ۵۹ اور ۱۷) لگانے سے آپ اپنی سالانہ آمدنی ایک ہزار سے دس ہزار کر سکتے ہیں اور مریضوں کو بھی خوش رکھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب، جب آپ کو بلاوا آتا ہے تو سمجھئے کہ اپنی محنتوں کا ثمر حاصل کرنے کے لئے زندگی میں ایک نادر موقع ملا ہے۔ اپنی عمر بھر کی کوششوں کا انعام صرف نام

دنمود ہی نہ سمجھئے بلکہ اپنی بیوی بچوں کا بھی خیال کیجئے جنھوں نے زندگی کے دکھ سکھ میں آپ کا ساتھ دیا ہے۔
اپنے مریضوں کی زندگیاں بچانے کے لئے آپ نے چاہے دن رات ایک کیا ہو اور گرمی سردی میں بھاگے بھاگے پھرے ہوں مگر جدید آلات کے بغیر یہ ساری محنت نامکمل رہے گی اور اس جدوجہد کی تکمیل بنڈل ڈورف کے سازوسامان سے ہوگی جو آپ کو ایسی آسان قسطوں پر مل سکتا ہے جن کی طب کے میدان میں کوئی مثال نہیں مل سکتی۔"

(۲)

مارٹن نے اس جذباتی قسم کی شاعری کو تو نظرانداز کر دیا کیونکہ شاعری کو وہ بحلی کی الماری سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا مگر اپنے مطب کو جدید سازوسامان سے لیس کرنے کے جوش وخروش میں اس نے ایک لوہے کے "سٹینڈ" آلات کو جراثیم سے پاک کرنے کی مشین، شیشے کی بوتلوں، امتحان کی نلکیوں اور پالش سے چمکتی ہوئی مریضوں کا معائنہ کرنے والی ایک ایسی کرسی کا آرڈر دے دیا جو وقت پڑنے پر کچھ پیچ وغیرہ گھمانے سے آپریشن کی میز بھی بن سکتی تھی۔ تاہم مارٹن اور لیورا کی خواہشات کے مراکز الگ الگ تھے۔ ادھر مارٹن ایک نئی جدید قسم کی مرکز گریز مشین کا اشتہار دیکھ دیکھ کر اسے خریدنے کی تمنا کر رہا تھا اور ادھر لیورا ساتِ گدے دار کرسیوں والے صوفہ سیٹ کی تصویر دیکھ کر اپنے خاوند کے دفتر میں نیویارک کے "اسپیشلسٹ" ڈاکٹروں کے دفتروں کی سی چمک دمک پیدا کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔
"ارے رہنے دو، ہمارے مریض معمولی کرسیوں پر ہی بیٹھ جایا کریں گے،" مارٹن نے اکتا کر کہا۔

مسز ٹوزر نے مریضوں کو بٹھانے کے لئے اسٹور میں سے بہت سی ٹوٹی پھوٹی پرانی کرسیاں نکال لیں اور ایک پرانا سا کتاب دان بھی ڈھونڈ نکالا لیورا نے جب اس پر پھول والا گلابی کاغذ لگا دیا تو یہ طبی اوزار رکھنے کی اچھی خاصی الماری بن گئی۔ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک مریضوں کا معائنہ کرنے والی کرسی نہیں آجاتی اس وقت تک مارٹن مسٹر وائز کا بوسیدہ سا کوچ استعمال کرے گا اور لیورا نے اس پر جلدی سے سفید کپڑا لگا کر اسے استعمال کے قابل بنا دیا۔ دفتر کی چھوٹی سی عمارت کے پیچھے دو مربع نما کمرے تھے جنھیں باورچی خانے اور خوابگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ان میں سے ایک کمرے کو تو مارٹن نے لیبارٹری بنا لیا اور دوسرا کمرہ مریضوں کو مشورہ دینے کے لئے مخصوص کر لیا۔ سٹیاں بجاتے اور مسکراتے ہوئے اس نے لکڑی کے تختوں کو آری سے چیر چیر کر شیشے کا سامان رکھنے کی الماریاں بنائیں اور ایک پرانے نادرہ سمجھ کر پھینکے ہوئے مٹی کے تیل سے جلنے والے چولھے کو شیشے کا سامان گرم کرنے کے لئے رکھ لیا۔

"میری جان یہ مت سمجھو کہ میں کسی طرح کی ریسرچ کرنے میں وقت گنواؤں گا۔ یہ سب تو میں کر چکا ہوں"

لیورا یہ سن کر بھولے پن سے مسکرا دی۔ جب مارٹن اندر کام کر رہا تھا تو وہ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھے باہر لمبی لمبی گھاس پہ بیٹھی کھلے میدان کی ہوا کا لطف اٹھا رہی تھی۔ تاہم ہر پندرہ منٹ بعد وہ اندر چلی جاتی اور اسے مدح وستائش کی نظروں سے دیکھ کر واپس آجاتی۔

رات کے کھانے کا وقت آیا تو مسٹر ٹوزر ایک پیکٹ لیکر آ گئے۔ سارے خاندان نے اسے جلدی جلدی کھولا۔ کھانا کھانے کے بعد مارٹن اور لیورا اس نئی دولت کو بھاگے بھاگے دفتر لے گئے اور اسے اپنی جگہ پر ٹانگ دیا۔ یہ شیشے کی تختی تھی جس پر سنہری حرفوں سے لکھا تھا۔

"ایم ایرو سمتھ، ایم۔ ڈی"! باہوں میں باہیں ڈال کر وہ بچوں کے سے جوش وخروش کے ساتھ اسے دیکھنے لگے اور پھر وہ اپنی اس شان سے خود ہی مرعوب

ہو کر بولا، "خدا کی قسم یہ ہوئی نا بات!" لوزر خاندان سے آزادی حاصل کر کے وہ گھر کے سامنے بنے چبوترے پر بیٹھے فرط انبساط سے جھوم رہے تھے۔ ریل کی پٹری پر ایک مال گاڑی دوڑتی آ رہی تھی اور اس میں پڑے سامان کی کھڑکھڑاہٹ سے جیسے گھنگرو سے بج رہے تھے۔ انجن میں کوئلہ جھونکنے والے نے انھیں یوں بیٹھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ گاڑی گزر جانے کے بعد وہاں خاموشی طاری ہو گئی۔ اس وقت صرف جھینگر بول رہے تھے اور دور کہیں سے ایک مینڈک کے ٹرٹرانے کی آواز آ رہی تھی۔

"ایسی خوشی مجھے پہلے کبھی میسر نہیں ہوئی!" مارٹن نے زیر لب کہا۔

(۳)

زینتھ سے وہ اوجینز کمپنی کا بنا ہوا جراحی کے سامان کا اپنا بکس لایا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ سب چیزیں نکال کر جب اس نے سامنے رکھیں تو چمکتے ہوئے نشتر، نس کاٹنے کے مضبوط چاقو اور خم شدہ پتلی پتلی سوئیوں کو دیکھ دیکھ کر وہ انھیں سراہتا رہا۔ ان چیزوں میں دوران سازوں کی چھیٹی بھی تھی۔ ڈین سلوا کے اپنی کلاسوں میں لڑکوں کو بار بار متنبہ کیا تھا "لڑکو، یہ مت بھولنا گاؤں کے ڈاکٹر کو دانتوں کا علاج بھی کرنا پڑتا ہے۔ یہی نہیں اس کے لیے ہر فن مولا ہونے کی ضرورت ہے۔ پادری طلاق کے فیصلے کرنے والا وکیل، لوہار، شوفر اور سڑکوں کا انجینئر، بیک وقت اسے یہ سب کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اگر تم ان کاموں کے لیے بہت نازک مزاج ہو تو شہر سے دور بالکل نہ جاؤ۔" اس نئے شفاخانے میں پہلا مریض نلس کریگ آیا جو دانت کے درد سے چلا رہا تھا۔ یہ شیشے کی تختی لگنے سے ایک ہفتہ پہلے کی بات ہے۔ مارٹن نے خوش ہو کر لیورا سے کہا تھا "اب شروع ہو گئے

ہیں آنے۔ تم دیکھنا اب بھاگتے ہوئے آیا کریں گے مریض۔"

مگر اس کے بعد انھوں نے کسی مریض کی صورت نہ دیکھی۔ دس روز تک مارٹن اپنے آپ کو مصروف ظاہر کرنے کے پڑھتا رہا اور اس پر اپنے چوٹھے کو میز پر رکھے الٹ پلٹ کرتا رہا۔ پریکٹس شروع کرنے کی خوشی اب افسردگی اور جھنجھلاہٹ میں بدل چکی تھی اور قریب تھا کہ وہ اس بے کاری سے تنگ آکر چیخنا چلانا شروع کردے۔

ایک روز دوپہر ڈھلے جب وہ بڑی افسردہ دلی کے ساتھ دفتر سے گھر جانے کی تیاری کر رہا تھا تو سویڈن کا ایک کسان زمین پر زور زور سے پاؤں مارتا ہی کے دفتر میں داخل ہوا اور روتی سی آواز میں بولا۔ "ڈاکدار صاب مچھلی پکڑنے کا کانٹا میرے انگوٹھے میں پھنس گیا ہے اور یہ سب سوچ رہا ہے " زینتھ کے جنرل ہسپتال میں جب ایرو سمتھ تربیت حاصل کرتے وقت روز سینکڑوں مریضوں کو دیکھتا تھا تو اس کے لئے ہاتھ کی پٹی کرنا اتنا ہی غیر اہم اور معمولی کام تھا جتنا سگرٹ سلگانے کے لئے کسی سے دیا سلائی مانگ لینا۔ مگر اب وہیٹسل دینیا کے ڈاکٹر ایرو سمتھ کے لئے یہ ایک بڑا ہیجانی قسم کا کام تھا۔ مارٹن نے اس کا بایاں ہاتھ زور سے ہلایا اور بڑی بے تابی سے جلدی جلدی کہنے لگا۔" اگر کوئی بات ہو جائے تو تم مجھے فون کر دینا۔ بس مجھے فون کر دینا۔"

اس کے خیال میں عقیدت مند مریضوں کا ایسا تانتا لگ گیا تھا کہ اب ہر وہ چیز خریدی جا سکتی تھی جس کے بارے میں وہ دونوں خواب لیا کرتے تھے اور راتوں کو سرگوشیاں کیا کرتے تھے۔ اور وہ چیز تھی موٹر کار جسے وہ دیہات میں دور دور کے مریضوں کو دیکھنے کے لئے خریدنا چاہتا تھا۔

فرنیچر والے کی دوکان پر ایک کار انھیں نظر آ گئی۔

یہ ایک پانچ سال پرانی فورڈ کمپنی کی چھکڑا سی موٹر تھی جس کی سیٹوں کا کپڑا پھٹ چکا تھا۔ اور اس کے سپرنگ دیکھ کر تو معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے بنانے والے لوہار نے کبھی یہ کام کیا ہی نہیں تھا۔ وہیٹسل دینیا کے رہنے والے وہاں کی دو آوازوں

سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ایک تو ڈیری میں گیس کے انجن کی 'بھک بھک' اور دوسری آواز فری بیری کی فورڈ موٹر کار کا دروازہ بند ہونے کی تھی۔ دوکان پر وہ اپنی موٹر کے دروازے کو زور زور سے بند کرتا اور عام طور پر گھر پہنچنے سے پہلے تین بار اسے ایسا کرنا پڑتا۔

مگر مارٹن اور لیورا نے جب خوشی سے کانپتے ہوئے اس چھکڑا سی موٹر کے ساتھ ایک ہارن اور تین نئے ٹائر خریدے تو اس وقت ان کے لئے یہ دنیا کی سب سے شاندار گاڑی تھی۔ یہ موٹر ان کی اپنی تھی اور اس میں بیٹھ کر وہ جہاں چاہتے جا سکتے تھے۔

جب مارٹن ایک بار گرمی کے موسم میں کینڈا گیا تھا تو اس نے وہاں ایک ہوٹل میں رہ کر فورڈ کمپنی کی سٹیشن ویگن چلانا سیکھ لی تھی مگر لیورا کے لئے موٹر چلانے کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس سے پیشتر برٹ کی بے شمار ہدایات سے وہ اتنا اُلجھ گئی تھی کہ اس نے اپنے گھر کی "اوورلینڈ" گاڑی کو چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر اب لیورا نے جب سٹیرنگ کو ہاتھ میں لیا، اپنی چھوٹی سی انگلی سے کلچ دبایا اور اپنے ہاتھوں میں یہ طاقت دیکھی تو اسے محسوس ہوا کہ جیسے وہ ایک جادوگرنی ہے اور اس جادو کے زور سے وہ جتنی تیز رفتاری سے چاہے جا سکتی ہے۔ اسے محسوس ہوا جیسے تمام انسانی قوتوں پر وہ حاوی ہو گئی ہے یا جیسے وہ جنگلی پرندوں کی طرح حسب خواہش پرواز کر سکتی ہے ــــ پھر چلتے چلتے ریت کی دلدل میں پھنس کر انجن خاموش ہو گیا۔

موٹر چلانے کے معاملے میں مارٹن گاؤں کا طوفانی ڈرائیور تھا اس کے ساتھ سفر کرنے کا مطلب تھا کہ آدمی ٹوپی اتار کر ہاتھ میں تھام لے اور آنکھیں موند کر جل تو جلال تو کا ورد کرتا ہوا موت کا انتظار کرنے لگے۔ موڑ آنے پر وہ گاڑی کی رفتار اور تیز کر دیتا تاکہ سواری کا لطف دو چند ہو۔ موٹر چلاتے وقت اگر اسے کوئی چیز سامنے نظر آ جائے، چاہے وہ دوسری موٹر ہو یا کتے کا بچہ ہو، تو اس پر ایک طرح کا جنون سوار ہو جاتا اور یہ پاگل پن اسی وقت ختم ہوتا جب وہ کار کو آگے

پڑھا گر اس سے آگے گزر جاتا۔ سارا گاؤں اس کی تیز رفتاری کے لئے اُس کا مداح تھا۔ "یہ نوجوان ڈاکٹر بہت تیز موٹر چلاتا ہے غضب کا ڈرائیور ہے۔" بڑی ہمدردانہ دلچسپی سے وہ کسی حادثے میں اس کے مرنے کی خبر کا بھی انتظار کرتے رہتے۔ پریکٹس شروع کرنے پر پہلے پندرہ بیس مریض جو اس کے مطلب میں پہنچے ان میں سے آدھے تو شاید اسی وجہ سے علاج کرانے کے لئے آئے کہ وہ ڈاکٹر کے موٹر چلانے سے بہت مرعوب تھے.......... باقی کے مریض اس وجہ سے آئے کہ انھیں کوئی بڑی تکلیف نہیں تھی۔ اور گردن کے ڈاکٹر ہیبی لنک کا مطلب وہاں سے دور تھا۔

(۲)

مداحوں کے ساتھ اس نے اپنے دشمن بھی بنا لئے۔ گلی میں جب اس کا نوربوم اور اس کی بیوی سے سامنا ہوتا (ویٹسل وینیا میں کسی نہ کسی گلی کے اندر ہر روز ہر شخص کی ملاقات ہونی ناگزیر تھی) تو وہ اسے بہت گھور گھور کر دیکھتے۔ پھر اس نے پیٹے بیسکا کو بھی اپنا مخالف بنا لیا۔

پیٹے بیسکا کا کہنا تھا کہ وہ صرف دواؤں کی دوکان چلاتا ہے مگر حقیقت میں وہاں سب کچھ فروخت کیا جاتا تھا، قند، سوڈا واٹر، عام استعمال کی دوائیں، مکھیاں مارنے کا کاغذ، رسالے، کپڑا دھونے کی مشین اور فورڈ کے پرزے۔ علاوہ اس کے اگر وہ پوسٹ ماسٹر کا کام نہ کرتا تو فاقوں سے مرتا۔ وہ اپنے آپ کو لائسنس شدہ دواساز بتاتا مگر ڈاکٹر کے نسخے میں لکھی دوائیں اس بری طرح سے تیار کرتا کہ ایک روز اچانک ہی مارٹن اس کی دوکان پر آ موجود ہوا اور بڑی شائستگی سے سمجھانے لگا۔

"تم جیسے کل کے پڑھے ہوئے ڈاکٹروں سے میں سخت بیزار ہوں!"

پیٹے نے اکتا کر کہا۔ "ارے میاں میں دوائیں اس وقت سے تیار کر رہا

ہوں جب تم ابھی ماں کی گود میں تھے۔ پرانا ڈاکٹر جو یہاں تھا سب نسخے میرے پاس بھیجا کرتا تھا۔ کام کرنے کا یہ طریقہ میری پیشے کے مطابق ہے اور تمہارے لئے یا تمہاری طرح کے ادھ کچرے کل کے پڑھے ہوئے چھوکروں کے لئے میں یہ طریقہ بدلوں گا نہیں۔"

اس کے بعد مارٹن کو سینٹ پال کی دوکان تک جاکر سب دوائیں اکٹھی ہی خریدنی پڑتیں یہاں تک کہ اس کی لیبارٹری میں کچھ بھی اور رکھنے کو جگہ نہ رہتی۔ وہ اپنی گولیاں اور مرہم خود تیار کرتا اور لیبارٹری میں پڑی امتحان کی نلکیوں اور خوردبین کے شیشے کی طرف (جن پر گرد جم رہی تھی) حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتا۔ دوسری طرف لیسکا اور نوربلوم نے سرگوشیوں میں اس کے خلاف مہم شروع کر دی "یہ نیا ڈاکٹر کسی کام کا نہیں۔ تم ڈاکٹر ہیسی لنک کے پاس ہی جایا کرو۔"

(۵)

وہ ہفتہ اس قدر خالی خالی سا اور بے کاری کی حالت میں گزرا کہ مسٹر ٹونڈر کے ہاں جب صبح تین بجے اس نے ٹیلی فون کی گھنٹی سنی تو اس طرح فون کی طرف لپکا جیسے اسے کسی محبوبہ کے پیغام کا انتظار ہو۔

دوسری طرف سے ایک کانپتی ہوئی اور گھبرائی سی آواز آئی "میں ڈاکٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو میں ڈاکٹر بول رہا ہوں۔"

"میرا نام ہنیری نودک ہے میں آپ کے مکان سے شمال مشرق کی طرف لیوپولس جانے والی سڑک پر چار میل کے فاصلے پر رہتا ہوں۔ میری چھوٹی بچی مریم کا گلا سخت سوجا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے گلے میں ورم ہے۔ بہت بری حالت ہے بچی کی۔

کیا آپ ابھی آسکتے ہیں؟"

"فکر نہ کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

چار میل ۔۔ اس نے سوچا کہ اتنا فاصلہ وہ آٹھ منٹ میں طے کرے گا۔

اس نے جلدی سے لباس تبدیل کیا اور کھینچ کھانچ کر اپنی پرانی سی ٹائی کی گرہ لگائی۔ مریض کی طرف سے پہلی بار رات کا بلاوا آنے پر لیورا بہت مسرور تھی پھر اس نے جلدی سے اپنی فورڈ کو اسٹارٹ کیا اور کھڑکھڑ کرتی گاڑی میں سٹیشن کے پاس سے گذر کر گیہوں کے کھیتوں کو پار کرنے لگا۔ دیہاتی مکانوں کے باہر لگی ہر تختی پر مکان مالک کا نام پڑھنے کے لئے وہ گاڑی آہستہ کرتا ہوا جب اپنے میٹر کے حساب سے چھ میل تک جا چکا تو اسے احساس ہوا کہ وہ راستہ بھول چکا ہے وہ ایک فارم میں جا گھسا اور بید کے درختوں کے نیچے پہنچ کر رک گیا۔ سامنے کار کی روشنی دودھ کی بالٹیوں، کھیت کاٹنے والی مشین کے ٹوٹے ہوئے پہیوں لکڑی کے تختوں اور مچھلی پکڑنے کے بالنوں پر پڑ رہی تھی۔ کھتے کی طرف سے بڑے بڑے بالوں والا ایک خونخوار کتا بھونکتا ہوا آیا اور کار پر جھپٹنے لگا۔

نچلی منزل کی کھڑکی سے ایک جھنجھلایا ہوا چہرہ نمودار ہوا۔

"ارے بھئی کون ہے؟" ایک اسکینڈینیویائی آواز آئی۔

"میں ڈاکٹر ہوں۔ ہنیری نودک صاحب کہاں رہتے ہیں؟"

"اچھا ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر ہیبی لنک؟"

"نہیں ڈاکٹر ایرو سمتھ۔"

"اچھا ڈاکٹر ایروسمتھ، وٹس دینیا سے؟ ہنیری نودک یہاں سے قریب ہی رہتے ہیں۔ آپ ایک میل پیچھے کی طرف چلے جائیں۔ اور اینٹوں کے پکے سکول کے پاس دائیں طرف کو مڑ جائیں ۔۔ وہاں سے ان کا مکان سڑک پر سے چالیس گز کے فاصلے پر ہے ۔۔ اس مکان کے سامنے سیمنٹ کی ناند بنی ہوئی ہے۔ کیا ہنیری کے گھر کوئی بیمار ہے؟

"ہاں اس کی بچی کے گلے میں ورم آگیا ہے، اچھا شکریہ۔"

"آپ دائیں طرف کو چلتے رہیئے۔ مکان آپ کو صاف نظر آجائے گا"

شاید جس نے کبھی آج تک یہ الفاظ سُنے ہیں "مکان آپ کو صاف نظر آجائے گا" اُسے مکان کو تلاش کرنے میں ہمیشہ ناکامی ہوئی ہے۔

مارٹن نے گاڑی کو موڑا اور کھڑکھڑ کرتی موٹر کٹی ہوئی لکڑیوں کے ڈھیر کو چھوتی ہوئی باہر نکل کر پھر سڑک پر چلنے لگی۔ مگر وہ سکول کے اس کونے سے مڑنے کی بجائے دوسرے کونے سے مڑا، آدھ میل تک وہ چراگاہوں کے درمیان دلدلی سے راستے پر گاڑی چلاتا رہا۔ پھر وہ کھیت سے ملحق ایک مکان کے پاس آکر رک گیا۔ خاموشی کے اچانک ٹوٹنے سے گائیں بولنے لگیں۔ اور ایک گھوڑا ٹھٹھک کر اپنا سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ گھر کے لوگوں کو جگانے کے لئے اُسے بے تحاشہ ہارن بجانا پڑا اور پھر غصے میں جھلائے ہوئے کسان کی چیختی ہوئی آواز آئی "کون ہے؟ میں ابھی اپنی بندوق لے کر آتا ہوں" یہ سنکر وہ پھر دیہات کے کچے راستے پر موٹر چلانے لگا۔

ٹیلی فون سُننے کے پورے چالیس منٹ بعد وہ موٹر دوڑاتا ہوا ایک مکان کے احاطے میں داخل ہوا جہاں زمین پر بے شمار پہیوں کے نشان تھے۔ دروازے کی سیڑھی پر اُسے لیمپ کی روشنی کے سامنے ایک جھکا ہوا آدمی نظر آیا۔ اس شخص نے آواز دی "کیا ڈاکٹر صاحب ہیں؟ میں نودک ہوں"

مارٹن نے دیکھا کہ بچی ایک خوابگاہ میں لیٹی ہے جو حال ہی میں بنائی گئی تھی۔ اس کمرے کی دیواروں پر سفیدی کی ہوئی تھی اور صنوبر کی لکڑی پر پالش کیا ہوا تھا۔ کمرے میں صرف ایک لوہے کی چارپائی پڑی تھی، ایک سادہ سی کرسی رکھی تھی بمشہور مسیحی عارف سینٹ اینے کی ایک رنگین تصویر تھی اور خستہ سے سٹینڈ پر ایک بغیر شیڈ کا لیمپ اُس نئے تعمیر کئے ہوئے کمرے کی چمک دمک میں ایک داغ کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ یہ نئی تعمیر کھیت سے ملحقہ مکان کی توسیع کرنے کے طور پر ہوئی تھی۔ چوڑے شانوں والی ایک عورت بستر پر جھکی ہوئی تھی۔ اس خاتون نے جب اپنا آنسوؤں سے بھرا سرخ

چہرہ اٹھایا تو نوک نے تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

"اب رونا بند کرو، ڈاکٹر آ گیا ہے!" پھر وہ مارٹن سے بولا "بچی کی حالت بہت خراب ہے۔ ہم سے جو کچھ ہو سکا کیا۔ دو راتوں تک ہم اس کے گلے کو سینکتے رہے ہیں۔ ہم نے اسے یہاں اپنے سونے کے کمرے ہی میں رکھا!"

میری سات آٹھ سال کی بچی تھی۔ مارٹن نے دیکھا کہ اس کے ہونٹ اور انگلیوں کے پوٹے نیلے پڑ چکے ہیں مگر چہرہ اس قدر پیلا تھا کہ اندر خون کی ایک بوند معلوم نہ ہوتی تھی۔ سانس لینے کی کوشش میں وہ بہت خوفناک طریقے سے کراہتی پھر کھانس کر جب تھوکتی تو تھوک میں بھورے رنگ کے داغ سے نظر آتے۔ مارٹن نے جیب اپنا تھرما میٹر نکال کر اپنے مشاقانہ انداز سے اسے جھٹکا دیا تو اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار تھے۔

اس نے تشخیص کی کہ یا تو یہ حنجرے کا ورم ہے یا ڈپتھیریا ہے اس کی رائے میں زیادہ امکان ڈپتھیریا کا ہی تھا۔ اس وقت اطمینان سے جراثیم کا معائنہ کرنے کا وقت تو تھا نہیں۔ گاٹلب کی بجائے اب اسے سلوا جیسے معالج کا رول ادا کرنا تھا۔ کچھ گھبرا کر اس شکنوں پڑے بستر پر جھکا۔ مارٹن بے خیالی کے عالم میں بار بار بچی کی نبض دیکھتا۔ زینتھ جنرل ہسپتال کے ساز و سامان، وہاں کی نرسوں اور انگس ڈیوئیر کی مستحکم رائے کے بغیر وہ اپنے آپ کو لاچار سا محسوس کر رہا تھا۔ دیہات میں تن تنہا کام کرنے والے ڈاکٹر کے لئے اب اچانک اس کے دل میں عزت پیدا ہونے لگی۔

اسے اب ایک ایسا فیصلہ کرنا تھا جسے پھر واپس نہیں لیا جا سکتا تھا اور جو خطرے سے خالی نہیں تھا۔ وہ "ڈپتھیریا اینٹی ٹاکسن" کا استعمال کرے گا۔ مگر وٹسل دنیا میں پیٹے یسکا کی دوکان سے تو اسے یہ چیز مل نہیں سکتی تھی۔

"لیوپولس سے ملے گی؟" اس نے سوچا۔

جلدی سے لیوپولس کے دواساز بلیسز کو ٹیلی فون کرو"۔ اپنی آواز کو حتی الامکان

پرسکون بنائے رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے کہا۔ پھر اس نے تصوّر میں دیکھا کہ بلسینر رات کے اندھیرے میں بڑی تیزی سے موٹر چلاتا ہوا "اینٹی ٹاکسن" لے کر آئے گا اور ڈاکٹر کی خدمت میں پیش کر دے گا۔ اُدھر ہنیری نودک کھانے کے کمرے میں ٹیلیفون پر زور زور سے چلا رہا تھا اور ادھر مارٹن بچی کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا اور اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے انتظار کی یہ گھڑیاں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ مسز نودک اس اُمید میں تھی کہ ڈاکٹر اب کوئی معجزہ کر دکھائے گا۔ ادھر بچی کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا اور اس کے زور زور سے سانس لینے کی آواز اور بھی خوف ناک ہوتی جا رہی تھی۔ دیواروں پر پڑ رہی آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی اور لکڑی کی چمکتی ہوئی پیلے روغن والی چیزوں کو دیکھ دیکھ کر مارٹن پر غنودگی سی طاری ہونے لگی۔ بچی کی حالت نازک تھی اور "اینٹی ٹاکسن" یا آپریشن کے بغیر اب کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے سوچا وہ آپریشن کر کے سانس کی نالی کاٹ دے۔ اس سے شاید وہ سانس لینے لگے۔ وہ فکر میں ڈوبا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اس پر پھر غنودگی طاری ہونے لگی اور اس نے جھٹک کر اپنے آپ کو بیدار کیا۔ بچی کی ماں وہاں بیٹھی منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔ اب اس کی نظروں میں شک و شبہے کی جھلک تھی۔ اس حالت میں ڈاکٹر کے لئے فوراً ہی کچھ کرنے کی ضرورت تھی۔

"گرم کرنے کے لئے کچھ کپڑے لے آؤ۔ تولئے۔ نیپکین —— اور اس کے گلے کو ان سے اچھی طرح لپیٹ دو۔ خدایا وہ کیمسٹ ٹیلی فون پر مل جائے!" اس نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

جب مسز نودک بھاری بھاری سلیپر گھسیٹتی گرم کپڑے لے آئی تو نادک آکر خالی سا مایوس کن جواب دیا: "دواؤں کی دوکان پر تو کوئی بھی سو نہیں رہا اور بلسینر کے گھر کا ٹیلی فون خراب معلوم ہوتا ہے۔"

"اچھا تو سنو۔ حالت نازک ہے "اینٹی ٹاکسن" کے بغیر کام نہیں چل سکتا میں دوا لینے کے لئے کار میں لیوپولس جاتا ہوں۔ اس دوران میں تم گلے کو بدستور گرم

رکھو اور — کاش ہمارے پاس اس وقت عرق پانی بھی ہوتا۔ اور کمرے میں نمی ہونی چاہیئے۔ کیا تمہارے ہاں الکحل کا سٹوو ہے؟ کچھ پانی اُبالنے کے لئے رکھ چھوڑو۔ وہ اب کوئی کام نہیں دے گی۔ میں جلد سے جلد واپس آؤں گا۔"

لیوپولس تک چوبیس ۲۴ میل کا فاصلہ اس سینتیس ۳۷ منٹوں میں طے کیا۔ راستے میں اس نے موڑ کاٹتے ہوئے ایک جگہ بھی گاڑی کی رفتار دھیمی نہیں کی۔ وہ سڑک پر ہر طرح کی رکاوٹ کو نظر انداز کرتا ہوا اندھادھند چلا رہا تھا مگر اس کے ذہن میں ایک ہلکا سا اندیشہ یہ بھی تھا کہ یہ رفتار بڑا تباہ کن حادثہ بھی کر سکتی ہے۔ ہر طرح کی احتیاط چھوڑ کر گاڑی کو اس تیز رفتاری سے چلانے کے باعث اس کے دماغ میں کچھ ترنگ سی پیدا ہو گئی اور مسز نووک کی ان شکوک بھری نظروں کے پہرے سے آزاد ہو کر تنہائی اور ٹھنڈی ہوا میں آ کر اس نے اطمینان کی سانس لی۔ سارا رستہ اُس کے ذہن میں ڈیتھیریا کے متعلق ادسلر کی کتاب کا سبق گھومتا رہا۔ ان سطور کے ایک ایک لفظ کو وہ یاد کر رہا تھا "نازک حالت میں خوراک ۸۰۰۰ سے — نہیں۔ اچھا یاد آیا — ۱۰۰۰۰ یونٹ سے ۱۵۰۰۰ یونٹ ہونی چاہیئے۔"

مارٹن کو پھر اپنے اوپر اعتماد ہونے لگا۔ "اینٹی ٹاکسن" پیٹرول سے چلنے والی گاڑی جیسی نعمتیں مہیا کرنے کے لئے اس نے سائنس کے دیوتا کا شکریہ ادا کیا۔

"میں ضرور کامیاب ہوؤں گا — اور اس بیچاری بچی کی جان بچاؤں گا!" وہ خوشی سے جھوم اُٹھا۔

راستے میں ریل کا ایک پھاٹک آیا اور وہ ریل کا دھیان کئے بغیر لاپرواہی سے آگے بڑھتا گیا۔ آ رہی گاڑی کی چنگھاڑتی سیٹی تو اس نے سنی تھی، پٹڑیوں پر پھسلتی ہوئی روشنیاں بھی دیکھی تھیں اور پھر اس نے یکدم ایک جھٹکے کے ساتھ بریک لگائی۔ اس کی کار سے دس منٹ کے فاصلے پر "سٹیل ایکسپریس" اُڑتے ہوئے آتش فشاں پہاڑ کی طرح گزر گئی۔ انجن کا "فائر مین" بھٹی میں کوئلے جھونک رہا تھا اور صبح صادق کی اس ہلکی روشنی میں اوپر اُٹھتے ہوئے دھوئیں کے پیچھے سے بھی انجن کے آتش دان

کی دمک دیکھ کر دہشت ہوتی تھی۔ اسی دم مارٹن کے تصورات کا سحر ٹوٹ گیا اور وہ بیٹھا بیٹھا کانپنے لگا۔ سٹیرنگ پر رکھا اس کا ہاتھ اور بریک پر رکھے پاؤں لرز رہے تھے۔ "موت کے کس قدر قریب آگیا تھا میں!" وہ بڑبڑایا اور سوچنے لگا کہ اگر وہ اس طرح ہلاک ہو جاتا تو لیوراً بیوہ ہو کر ٹونزر خاندان کے رحم و کرم پر جینے کے اکیلی رہ جاتی۔ مگر پھر زندگی کی ہر سانس کے لئے لڑتی ہوئی مسٹر نودک کی بچی کا خیال اس کے دماغ پر حاوی ہو گیا اس نے جلدی سے موٹر اسٹارٹ کی اور بے تحاشہ چلاتا ہوا لیوپولس میں داخل ہو گیا۔

ضلع کرائسنین کے لوگوں کی نظر میں چار ہزار کی آبادی کا لیوپولس ایک دارالحکومت سے کم نہ تھا۔ مگر صبح کی اس خاموشی میں وہ ایک قبرستان سا معلوم ہوتا تھا شہر کی بڑی سڑک ویران پڑی تھی اور نیچی چھتوں کی دوکانیں جنگل کے جھونپڑیوں کی طرح اجاڑ تھیں۔ ایک جگہ پر اس نے کچھ زندگی کے آثار دیکھے۔ ڈاکوٹا ہوٹل کے ویران سے دفتر میں رات کی ڈیوٹی پر کام کرنے والا کلرک بس ڈرائیور اور پولیس کے ایک سپاہی کے ساتھ پوکر کھیل رہا تھا۔

مارٹن ایک ہیجانی سے انداز میں اندر داخل ہوا تو سب اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔

"میں ڈاکٹر ایروسمتھ ہوں، ورنڈسل وینیا سے آیا ہوں۔ ایک بچی ڈپتھیریا سے مر رہی ہے۔ بلینز کہاں رہتا ہے؟ کار میں جلدی سے آجاؤ اور مجھے اس کا گھر دکھا لاؤ۔"

کانسٹیبل ایک لمبا سا دبلا پتلا بوڑھا آدمی تھا۔ اس کی بغیر کالر کی قمیض میں سے بنیان باہر نکلی آتی تھی، اس کی پتلون میں کئی سلوٹیں اور شکنیں تھیں اور آنکھوں میں ایک طرح کی مستقل مزاجی تھی۔ ہوٹل کے دفتر سے نکل کر کانسٹیبل نے مارٹن کو وداسانز کے گھر کا راستہ دکھایا۔ وہاں پہنچ کر اس دروازے کو دھکا دیا اور زور سے چلایا۔ وہ بند دروازے سے باہر کھڑا تھا وہ اس کے اوپر کو اٹھے ہوئے سوکھے

پریشان چہرے پر صبح کی ٹھٹھرتی روشنی پڑ رہی تھی۔ "ارے ایڈ، ارے باہر نکلو" اس نے دوسری بار آواز دی۔

ایڈ بلیسز نے بڑبڑاتے ہوئے اوپر والی منزل کی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا ڈاکٹروں کا غصے میں چلّانا یا موت کا آنا اس کے لئے کوئی نئی چیز نہ تھی۔ کپڑے تبدیل کر رہے دواساز کی آواز باہر بھی سنائی دے رہی تھی۔ کوٹ پتلون پہنتے ہوئے وہ اپنی اونگھتی ہوئی بیوی سے ایک دواساز کی مصیبتوں بھری زندگی کا بیان کر رہا تھا اور لاس اینجلز جاکر کوئی اچھا سا کام شروع کرنے کی تجویز دے رہا تھا۔ مگر ڈپتھیریا کا علاج کرنے والی "اینٹی ٹاکسن" اس کی دوکان میں موجود تھی۔ ریل کے حادثے سے بچ نکلنے کے سولہ منٹ بعد مارٹن تیزی سے موٹر دوڑاتا ہوا ہینری نوڈک کے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا۔

(۴)

ہانپتا کانپتا اور لڑکھڑاتا ہوا جب وہ واپس ان کے گھر پہنچا تو بچی ابھی زندہ تھی۔ راستہ بھر وہ لڑکی کے اکڑے ہوئے مُردہ جسم کو دیکھتا رہا تھا "شکر ہے خدا کا!" اندر داخل ہو کر اس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا اور پھر تحکم سے گرم پانی مانگا۔ اب وہ گھبرایا ہوا نا آموز ڈاکٹر نہیں تھا بلکہ ایک بہادر اور سیانا ڈاکٹر تھا جس نے موت سے دوڑ لگا کر بازی جیتی تھی۔ مسز نوڈک کی بھولی انجان آنکھوں، اور ہینری کی پریشان اور گھبرائی ہوئی اطاعت میں اُسے اپنی طاقت کا احساس ہوا۔

بڑی پھرتی اور سکون سے اس نے بچی کی رگ میں سوئی چبھو کر انجکشن لگایا اور کھڑا ہو کر پُر اُمید نظروں سے دیکھنے لگا۔

کچھ دیر تک تو بچی کے سانس میں کوئی فرق نہ پڑا پھر اس کے گلے سے خرخر کی

آواز نکلی، اس کشمکش میں پہلے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا پھر وہ خاموش ہو گئی۔ مارٹن نے حیرت سے بچی کی طرف دیکھا۔ جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو۔ آہستہ آہستہ مسٹر نووک اور اس کی بیوی کی نظریں خشمگین ہونے لگیں، ان کے کانپتے ہوئے ہاتھ ہونٹوں تک جانے لگے۔ آہستہ آہستہ انھیں احساس ہونے لگا کہ بچی جا چکی ہے۔

ہسپتال میں موت مارٹن کے لئے ایک عام اور قدرتی سی بات ہو گئی تھی۔ انگس کو ایک بار اس نے بتایا تھا کہ نرسیں مریض کے مرنے کی خبر ایک دوسری کو اس طرح خوشی خوشی دیا کرتی ہیں۔ "ارے نمبر ستاون ابھی ابھی رخصت ہوا ہے!" مگر اب مارٹن کے دل میں ناممکن کو ممکن بنا دینے کی بڑی شدید خواہش پیدا ہو رہی تھی۔ وہ مر نہیں سکتی، اسے کچھ کرنا چاہیئے۔ وہ بار بار بڑبڑا تا رہا "مجھے آپریشن کر دینا چاہیئے تھا۔ کر دینا چاہیئے تھا۔" یہ خیال اس کے دل و دماغ پر اس طرح حاوی ہو گیا کہ کچھ دیر تک اس نے مسز نووک کی روتی آواز سنی ہی نہیں جو بار بار پوچھ رہی تھی۔ "کیا میری بچی مر گئی؟"

اس نے سر ہلا دیا۔ بچی کی ماں سے آنکھیں ملانے کی اب اس میں ہمت نہ تھی۔

"تم نے اسے مارا، اس مردار سوئی سے! اور ہمیں بتایا بھی نہیں کہ ہم پادری کو ہی بلا لیتے!"

ماں کو آہ و زاری کرتے اور باپ کو غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا چھوڑ کر وہ مردہ دلی کے ساتھ رینگتا اور گھسٹتا ہوا موٹر میں بیٹھ کر گھر کی طرف چلا آیا۔

"اب میں پریکٹس چھوڑ دوں گا!" اس نے دل میں سوچا۔

"میں فیل ہو گیا!" مارٹن نے لیورا سے کہا "میں کسی کام کا نہیں ہوں۔ مجھے آپریشن کر دینا چاہیئے تھا۔ جب لوگوں کو اس بات کا علم ہو گا تو میں ان کا سامنا نہیں کر سکوں گا۔ یہاں میں ناکام ثابت ہوا ہوں۔ میں کسی لیبارٹری میں ملازمت کر لونگا۔ ڈاکٹر بنز یکر کے ہاں یا کسی اور جگہ۔"

لیورا نے بڑے تیز و تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "تم جیسا خود پسند آدمی میں نے آج

تک نہیں دیکھا! تمہارے خیال میں کیا آج تک کسی ڈاکٹر کا مریض مرا نہیں؟ میں جانتی ہوں تم نے پوری کوشش کی ہے" مگر ڈھارس بندھانے والے یہ الفاظ سن کر بھی دوسرے روز اس نے اپنے آپ کو کرب میں مبتلا پایا اور رات کے کھانے پر مسز ٹوزر کی شکایت سن کر اسے اور زیادہ ذہنی تکلیف ہوئی۔ وہ بولی "ہینری لودک اور اس کی بیوی آج یہاں گاؤں میں آئے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہیں بچی کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ تم نے اس کا علاج کرنے پر اچھی طرح سے توجہ کیوں نہیں کی؟ تمہیں کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ بڑی بری بات ہے یہ، لودک خاندان کا ان پوستانی کسانوں میں بڑا رسوخ ہے۔"

رات اس نے آنکھوں میں کاٹ دی۔ وہ اس قدر تھک گیا تھا کہ اسے نیند بھی نہ آتی تھی۔ صبح وہ اچانک ہی کار لے کر لیو پولس کی طرف چلا گیا۔

ٹوزر خاندان کے افراد کو اس نے لیو پولس کے ڈاکٹر ایڈم ونٹر کی اسطرح تعریف کرتے سنا تھا جیسے کوئی دیوی دیوتاؤں کے گنوں کا ذکر کرتا ہے۔ ستر سال کا یہ بوڑھا پہلا ڈاکٹر تھا جس نے ضلع کرانسن میں آکر اپنا مطلب کھولا تھا۔ اسی صاحب خرد کے پاس مارٹن بھاگا بھاگا جا رہا تھا۔ راستے میں موٹر چلاتے ہوئے اس نے اپنی موت سے لگائی گئی پرسوں والی ڈرامائی دوڑ کا خوب مذاق اڑایا اور پھر وہ تھکا ماندہ گرد سے اٹی لیو پولس کی بڑی سڑک پر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر کا شفا خانہ پنساری کی دوکان کے اوپر مارکیٹ کی چمکدار سرخ اینٹوں والی عمارتوں کے بلاک میں تھا۔ جس کے آخر میں مصری طرز کی خوبصورت سی کنگنی بنی ہوئی تھی۔ گرمی سے دہکتے ہوئے میدانوں کی دھوپ کے مقابلے میں شفا خانے کو جانے والا تاریک برآمدہ بہت خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔ ملاقات کے لئے اسے ڈاکٹر ونٹر سے مشورہ کرنے والے تین مؤدب اور شریف قسم کے مریضوں کے جانے کا انتظار کرنا پڑا پھر وہ دھیمی ہمدردانہ آواز والے بوڑھے ڈاکٹر ونٹر کے کمرے میں داخل ہوا۔

شفا خانے میں داخل ہو کر اس نے مریضوں کا معائنہ کرنے والی کرسی کو دیکھی

تو مارٹن کو اس قدیم کرسی کی یاد آ گئی جو ڈاکٹر ڈکرسن کے کمرے میں پڑی ہوئی تھی۔ دونوں ایک ہی جیسی تھیں۔ آنلاف جراثیم کا کام بھی بظاہر ایک پیالے میں کیا جاتا تھا۔ یہ چیزیں مفلسی کا اظہار کرتی تھیں مگر کونے میں بجلی کا ایک معالجاتی صندوقچہ تھا جس میں اس قدر برقی مورچے اور پیڈ لگے ہوئے تھے کہ مارٹن نے اپنی زندگی میں دیکھے بھی نہ ہوں گے۔

تعارف کے بعد اس نے ڈاکٹر ونٹر کو نودک خاندان کے ساتھ پیش آنے والے تمام واقعات سنائے۔ بوڑھے اور تجربہ کار ڈاکٹر نے سن کر کہا "میرے بھائی تم پشیمان کیوں ہوتے ہو۔ تم سے جو کچھ ممکن تھا تم نے کیا، اور شاید اس سے زیادہ ہی کیا۔ ہاں ایک بات ہے اگلی بار اگر ایسا نازک کیس آ جائے تو بہتر ہو اگر تم عمر میں کسی بڑے ڈاکٹر کو مشورے کے لیے بلا لو۔ اس لئے نہیں کہ تمہیں مشورے کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ مریض کے گھر والوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ اس سے ذمہ داری بٹ جاتی ہے اور نوجوان ڈاکٹر لوگوں کی تنقید سے بچ جاتا ہے۔ اچھا ٹھہرو، میں گزٹ کے ایڈیٹر کو فون کر کے خبر کے لئے یہ واقعہ بتاتا ہوں۔"

ٹیلی فون کر چکنے کے بعد رخصت کرتے وقت ڈاکٹر ونٹر نے بڑے تپاک سے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ پھر اس "برقی کیبنٹ" کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا "تم نے ابھی ایسا سامان خریدا ہے یا نہیں؟ خرید لینا چاہیئے میرے بچے۔ ان خبطی مریضوں کو چھوڑ کر جنھیں حقیقت میں کوئی شکایت نہیں ہوتی میں اسے اکثر استعمال کرتا ہوں۔ تم اسے خرید لو گے تو پاؤ گے کہ مریض ان چیزوں سے کس قدر متاثر ہوتے ہیں۔ اچھا ڈاکٹر، ضلع کرنٹن میں تمہیں آنا مبارک ہو۔ شادی ہو چکی ہے تمہاری؟ تو پھر کبھی اتوار کو اپنی بیوی کے ساتھ غریب خانے پر آؤ اور ڈنر ہمارے ساتھ کھاؤ۔ میری بیوی کو آپ لوگوں سے مل کر بہت مسرت ہو گی۔ اور اگر کبھی مشورے کے لئے میری ضرورت ہو اس صورت میں میں اپنی عام فیس سے کچھ ہی زیادہ لیتا ہوں۔ ایک بوڑھے تجربہ کار کے ساتھ مشورہ کرنے سے ہمت بندھتی ہے۔"

گھر واپس جاتے ہوئے مارٹن خود لیندی کے جذبے میں بہہ گیا اور شیخی بگھارنے

لگا۔ "میں یہیں رہ کر پریکٹس کروں گا۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا۔ اس روپیہ بٹورنے والے سے تو زیادہ ہی کامیابی حاصل ہو گی مجھے۔"

دو ہفتے گزر جانے پر ایک چیتھڑا سے چار ورقی اخبار "ڈلسل ڈینیا ایگل" میں یہ سطور شائع ہوئیں۔

گزشتہ ہفتے معاصر لیڈ پولیس گزٹ نے ہمارے ایک نوجوان ڈاکٹر کے متعلق جو حال ہی میں یہاں آئے ہیں، یہ لکھا تھا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہمارے شہر کے برگزیدہ ڈاکٹر ونسٹر اور دریائے پونی کی وادی کے ڈاکٹروں کی پوری برادری نے ڈلسل ڈینیا کے ڈاکٹر ایم۔ ایمرو سمتھ کو ایک گیس میں ان کی ہمت، مستعدی اور ہنرمندی پر مبارکباد دی ہے۔

ڈاکٹر ایروسمتھ کو ڈیلفٹ کے مشہور زمیندار ہنیری نوود کی چھوٹی بچی کا علاج کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ ڈاکٹر ایروسمتھ نے دیکھا کہ ڈپتھیریا کے باعث بچی قریب المرگ ہے۔ لڑکی کو بچانے کے لئے انھوں نے اپنی سر توڑ کوشش کی اور یہاں کے مقبول دواساز بلیسنر سے "اینٹی ٹاکسن" کا انجیکشن لینے کے لئے اپنی موٹر میں خود بھاگے بھاگے گئے اور اڑتالیس میل کا فاصلہ ۷۹ منٹوں میں طے کیا۔

خوش قسمتی سے ہماری پولیس کا ہمیشہ چوکس رہنے والا سپاہی جو کا لبی ڈیوٹی پر تھا اور وہ ڈاکٹر ایروسمتھ کو ریڈ روڈ ایوینیو پر مسٹر بلیسنر کے بنگلے پر لے گیا۔ اور ان صاحب نے بستر سے اٹھ کر ڈاکٹر کو مطلوبہ دوا مہیا کی مگر بد قسمتی سے بچی کی حالت اس قدر خراب ہو چکی تھی کہ اسے بچانا ناممکن تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ہمت، مستعدی اور ہنرمندی کی ایسی ہی مثالیں ڈاکٹری کے پیشے کو ہمارے لئے ایک رحمت بناتی ہیں۔"

یہ خبر چھپنے کے دو گھنٹے بعد مس ایگنس انگل باٹھ اپنی فرضی بیماریوں کے علاج کے متعلق ایک اور مشورہ کرنے کے لئے آ گئی اور دو روز بعد ہنیری نوود

بھی آیا اور بڑے فخر سے کہنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب، بچی کو بچانے کے لئے ہم سب نے پوری کوشش کی مگر مجھے آپ کو بلانے میں دیر ہو گئی۔ میری بیوی کو تو یونہی بولنے کی عادت ہے۔ میں اور وہ ایگل بیہو چھپی خبر پڑھ رہے تھے۔ ہم نے پادری کو بھی وہ خبر دکھائی۔ اچھا ڈاکٹر صاحب ذرا میرا پاؤں تو دیکھئے۔ یہاں گھٹنے پر مجھے گٹھیا کا سا درد ہوتا ہے۔"

باب سولہواں

وٹسل دینیا میں ایک سال پریکٹس کرنے کے بعد مارٹن دیہات کا ایک غیر معروف سا ڈاکٹر تھا جس کے حوصلے ابھی ٹوٹے نہیں تھے۔ گرمی کے موسم میں وہ اور لیورا پکنک منانے کے لئے پونی دریا پر گئے۔ وہاں یہ دونوں تیرتے، شور مچاتے اور بچوں ایسی شرارتیں کرتے رہے۔ موسم خزاں میں وہ برٹ ٹونڈ کے ساتھ مرغابیوں کا شکار کرنے کے لئے گیا ایک سحر جب وہ دو دلدلوں کے درمیان ایک تنگ سے راستے پر کھڑا تھا تو اُسے محسوس ہوا کہ برٹ ٹوزر اب اس کے لئے قابل قبول آدمی بن گیا ہے۔ اور پھر سردی کے موسم میں جب گاؤں برف کے صحرا میں گھر گیا تو وہ بغیر پہیوں والی گاڑیوں کی سواری کرتے، تاش کھیلتے اور چرچ کے سماجی اجتماعوں میں شامل ہوتے رہے۔ اس طرح وہ نوجوان ڈاکٹر اس گاؤں کی زندگی کا ایک جزو ہوتا گیا۔

جب مارٹن کے مریض اپنی تکلیفوں کا علاج کرانے کے لئے اس کے پاس آتے اور بڑے صبر و تحمل سے اس کا کہا مانتے تو اسے وہ لوگ بہت ہی بھلے لگتے۔ صرف ایک دو بار جب ہنسی مذاق کرنے والے دیہاتیوں نے اس کی نوعمری پر طنز کیا تو اُسے غصہ آگیا تھا۔ ایک دو بار کوآپریٹو سٹور کی پشت پر تاش کی مجلس میں اس نے ضرورت سے زیادہ وہسکی بھی پی لی تھی۔ مگر اس کے باوجود لوگ اسے ایماندار، ہنرمند اور قابلِ اعتماد سمجھتے تھے۔ لیکن مجموعی طور پر شاید وہ گاؤں کے حجام ایک انگل بالڈ سے بھی کہیں کم ممتاز تھا، نلس کراگ، بڑھئی کے مقابلے میں کم خوشحال تھا اور اپنے پڑوسیوں کے نزدیک موٹر ورکشاپ میں کام

کرنے والے نوجوان مستری کے مقابلے میں کہیں کم دلچسپ تھا۔

پھر ایک ایسا واقعہ ہوا اور اس کے بعد اس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوئی جس نے بارہ میل کی دوری تک اُسے شہرت دے دی۔

موسم بہار میں وہ مچھلیاں پکڑنے کے لئے گیا۔ راستے میں جب وہ ایک کسان کے گھر کے سامنے سے گزر رہا تھا تو مکان کے اندر سے ایک عورت چیختی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ اس کے بچے نے انگشتانہ نگل لیا ہے اور اب اس کا دم گھٹ رہا ہے۔ جراحی کے بکس میں مارٹن کے پاس ایک بڑا سا چاقو تھا۔ اس نے اس چاقو کو ایک پتھر پر تیز کیا اور چائے کی کیتلی میں گرم کر کے جراثیم سے پاک کیا اور بچے کے گلے کا آپریشن کر کے اس کی جان بچالی۔

دریائے پونی کی وادی کے ہر اخبار نے اس واقعہ کے متعلق ایک آدھ پیراگراف ضرور لکھا۔ یہ سنسنی ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ مارٹن نے مس ایگنس انگل بالڈ کا خبط دور کر کے اس کی سب بیماریوں کو ختم کر دینے کا کارنامہ بھی کر دکھایا۔

اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور خون کی گردش سست ہو گئی تھی۔ آدھی رات کو اُسے ان کے گھر بلایا گیا۔ دور دور تک دیہات کی کیچڑ بھری سڑکوں پر موٹر چلانے کے بعد وہ تھکا ماندہ گہری نیند سو رہا تھا اور نیند کے خمار میں اس نے زہریلی دوا کی ضرورت سے زیادہ خوراک پلا دی۔ اس سے مس انگل بالڈ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اس نے صحت یاب ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ اتنا بڑا انقلاب تھا کہ اس نے لوگوں کی نظروں میں اس عورت کی شخصیت کو کہیں زیادہ دلچسپ بنا دیا۔ کچھ عرصے سے لوگوں نے اس کی بیماریوں میں دلچسپی لینی چھوڑ دی تھی اور اب وہ گاؤں بھر میں مارٹن کی تعریف کرتی پھرتی تھی اور سب کی زبان پر یہی الفاظ تھے "ڈاکٹر ایرو سمتھ ہی ایک ایسا شخص ہے جس کے علاج سے ایگنس کو کچھ افاقہ ہوا ہے۔"

اس کی محدود سی اچھی خاصی اور معقول پریکٹس میں کوئی امتیازی بات نہ

تھی۔ لیورا اور مارٹن ٹوزر خاندان سے الگ ہو کر اپنے ایک الگ چھوٹے سے گھر میں منتقل ہو گئے تھے۔ یہاں دیوان خانے کے ساتھ "ڈرائنگ روم" بھی تھا جس کا موم جامی فرش بہت ہی بھلا لگتا تھا۔ اس کمرے میں نکل سے چمکتا ہوا اسٹو بھی رکھا ہوتا اور سنہری لکڑی کی برتن رکھنے والی الماری بھی ہوتی جس پر ایک ماچس دان پڑا رہتا جسے وہ لوگ لیک مینٹونکا سے یادگار کے طور پر لائے تھے۔ اس نے ایکس رے لینے کا سائنسی سامان بھی خرید لیا تھا اور اب اسے "ٹوزر بینک" کا ڈائرکٹر بھی بنا دیا گیا تھا۔ اب وہ اتنا مصروف رہتا کہ سائنٹفک ریسرچ کی خواہش کرنے کا اس کے پاس کوئی وقت نہ تھا۔ لیورا کبھی کبھی آہ بھر کر کہا کرتی:

"ہائے شادی کر کے زندگی میں کس قدر بوریت پیدا ہو گئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ بیاہ کے بعد خانہ بدوشوں کی طرح مجھے تمہارے ساتھ بھٹکنا پڑے گا مگر ایسی امید کبھی نہ تھی کہ گاؤں میں میری ایسی حیثیت ہو جائے گی۔ اب میں اس قدر کاہل ہو گئی ہوں کہ نیا خاوند تلاش نہیں کر سکتی۔ میں بتائے دیتی ہوں کہ جب تم سنڈے سکول کے انسپکٹر ہو گئے تو مجھ سے یہ اُمید نہ رکھنا کہ میں پیانو بجایا کروں گی اور تمہارے فضول سے مذاق سن کر ہنسا کروں گی"

اور یوں مارٹن ایک عزت دار آدمی بن گیا۔

۱۹۱۲ء کے موسم خزاں میں جب مسٹر ڈیبس، مسٹر روزویلٹ، مسٹر ٹافٹ اور مسٹر ولسن صدر کے انتخاب کی مہم میں حصہ لے رہے تھے۔ اور مارٹن کو ڈسمل دینیا میں رہتے ڈیڑھ سال ہو گیا تھا تو ہربرٹ ٹونڈ ایک جوشیلا اشتہار باز بن گیا۔ "ماڈرن وڈمین آف امریکہ" کی ریاستی کانفرنس سے وہ بڑی بڑی سکیمیں لے کر لوٹا۔ کانفرنس میں کئی شہروں اور قصبوں نے اشتہاری قسم کے وفد بھیجے۔ گرونیکس کا وفد پانچ موٹروں کا جلوس لے کر آیا جس کی ہر موٹر پر ایک بڑا سا جھنڈا لگا تھا اور جھنڈے پر لکھا تھا "سفید لوگوں اور کالی مٹی کا شہر گرونیکن"۔

واپس آنے پر ہربرٹ نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ ہمارے شہر کی ہر موٹر پر ڈسمل دینیا کا جھنڈا ہونا چاہیئے۔ وہ ایسے تیس جھنڈے خرید کر لایا تھا اور ہر ایک پر پچھتر سینٹ

کی قیمت لگا کر اُسے انہیں بینک میں آنے والے گاہکوں کے ہاتھ فروخت کرنا شروع کر دیا تھا۔ جو شخص بھی وہاں آتا وہ اُسے سمجھاتا کہ ایک جھنڈے کے بنانے میں یہی لاگت آتی ہے، جسکا اصل لاگت سے صرف گیارہ سینٹ کا فرق تھا۔ وہ بھاگا بھاگا مارٹن کے پاس بھی آیا اور مطالبہ کرنے لگا کہ سب سے پہلے اُسے اپنی کار پر یہ جھنڈا لگانا چاہیئے۔ "میں ایسی فضول سی چیز گاڑی پر لگا کر دنیا کو تماشہ نہیں دکھانا چاہتا" مارٹن نے احتجاج کرتے ہوئے کہا "اور پھر اس سے فائدہ بھی کیا ہے؟"

"فائدہ؟ ارے اپنے شہر کو مشہور کرنا اور کیا فائدہ!"

"اس میں شہرت کی کیا بات ہوگی؟ کیا تمہارے خیال میں لوہے کے پرانے ڈنڈے کے ساتھ ایک چیتھڑے کو لٹکانے سے لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ وٹس دینیا نیویارک جیسا بڑا شہر ہے۔؟"

جب الوطنی کا جذبہ تو تم میں کبھی تھا ہی نہیں! میں بتائے دیتا ہوں مارٹن اگر تم نے جھنڈا نہ لگایا تو میں سارے شہر کو بتا دوں گا!"

گاؤں کی چھکڑا قسم کی موٹریں جب دنیا یا کم از کم دنیا کے چند میل کے حصے پر اعلان کر رہی تھیں کہ وٹس دینیا "مرکزی نارتھ ڈاکوٹا کا بڑا شاندار شہر ہے"، تو مارٹن کی کھڑکھڑ کرتی فورڈ بغیر کسی نشان کے گھوم رہی تھی۔ اور جب اس کے پرانے دشمن ناربلوم نے حقارت سے کہا "آدمی کو کچھ تو پبلک کے جذبات سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ جہاں سے یہ اپنی روزی کماتا ہے اس جگہ سے اسے کوئی پیار نہیں" تو اس وقت وٹس دینیا کے شہریوں نے تھوک کے اثبات میں سر ہلایا اور وہ مارٹن کے مسیحا ہونے پر شک کرنے لگے۔

اس کے کچھ بے تکلف دوست بھی تھے — جامام "ایگل" کا ایڈیٹر اور ڈوور کی موٹر شاپ میں کام کرنے والا مستری۔ ان لوگوں کے ساتھ وہ بغیر کسی جھجک کے شکار کی باتیں کیا کرتا تھا اور پوکر کھیلا کرتا تھا۔ شاید وہ ان کے ساتھ حد سے زیادہ بے تکلف تھا۔ ضلع کرائنس میں لوگوں کا اصول تھا کہ اگر کوئی پیشہ ور نوجوان کبھی کبھار شراب کا ایک آدھ گھونٹ پی لے تو حرج نہیں بشرطیکہ چھپ کر پیئے اور گرد و نواح کے پادریوں کی خاطر تواضع کرتا

رہے۔ مگر پادریوں سے وہ یونہی سرسری طور پر ملتا تھا اور اپنی شراب نوشی اور پوکر کی کھلونو کو کبھی نہ چھپاتا تھا۔

مذہبی اصولوں اور سینما کی برائیوں پر پادریوں کا وعظ سن سن کے اگر وہ اکتا چکا تھا تو اس لئے نہیں کہ وہ نک چڑھا اور مغرور آدمی تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ورکشاپ میں کام کرنے والے مستری کی چٹپٹی باتوں میں اُسے زیادہ مزا آتا تھا۔

پورے صوبے میں پوکر کے بڑے بڑے مشہور کھلاڑی تھے۔ بھونڈے بے حس اور بھیس چہروں والے یہ دیہاتی گنوار جو بغیر آستینوں کی قمیض پہنتے تھے اور تمباکو چباتے تھے، شہروں سے آنے والے مختلف کمپنیوں کے خوش پوش سفری ایجنٹوں کو ٹھگ لینے میں ایک مسرت سی محسوس کرتے تھے۔ جب کبھی خبر پھیلتی کہ پوکر کا "بڑا میچ" ہو رہا ہے تو سب بڑے بڑے کھلاڑی اپنے آپ ہی وہاں پہنچ جاتے۔ لیوپولس سے سلائی کی مشینوں کا ایجنٹ، ساتھ کے گاؤں کا تابوت بردار، سینٹ لیوک سے شراب کی چوری فروخت کرنے والا اور میلوڈی کا موٹا سا آدمی جس کا کوئی خاص پیشہ نہیں تھا۔

ایک دفعہ ڈسل ڈیپا کی ورکشاپ میں یہ لوگ مسلسل ۷۰ گھنٹے تک تاش کھیلتے رہے (اس واقعہ کا ذکر اب بھی ضلع بھر میں ہوتا ہے) یہ جگہ پہلے گرائے کا اصطبل تھی۔ یہاں ہر جگہ لمبے لمبے چابک اور زین بکھرے پڑے تھے اور یہاں گھوڑوں کی لید اور پٹرول کی ملی جلی بو پھیلی رہتی تھی۔

کھلاڑی آتے اور کھیل کر چلے جاتے۔ کبھی کبھی وہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے ذرا دیر کو ہی سو جاتے مگر اس دوران میں کھیلنے والے چار سے کم کبھی نہ ہوتے۔ چاروں طرف سگرٹ کے جلے ہوئے ٹکڑے ماچس کی خالی ڈبیاں، وہسکی کی بوتلیں اور تاش کے استعمال شدہ پتے بکھرے پڑے تھے اور سارے اصطبل میں سستے قسم کے سگرٹوں کی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ اس میدان جنگ کے بڑے بڑے جرنیلوں میں مارٹن، نامی ایک انگل بالڈ وسا ایک سڑکیں بنانے والا انجنیئر تھا۔ یہ لوگ قمیض اتار کر بنیانوں میں ہی بیٹھے کئی گھنٹے لگاتار کھیلتے رہے اور خالی خالی سی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

جب برٹ ٹونر نے سُنا تو اُسے خدشہ ہونے لگا کہ ڈسل دینیا کی نیک نامی پر اب دھبہ لگ جائے گا۔ اپنے صبر و تحمل کی داد وصول کرنے کے لئے وہ ہر ایک سے مارٹن کی بُری عادتوں کا رونا رونے لگا۔ ڈاکٹر کی حیثیت سے جب خوشحالی اور شہرت ڈاکٹر ایڈ سمتھ کے قدم چومنے لگیں تو لوگوں میں یہ بھی مشہور ہو گیا کہ وہ شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے اور چرچ نہیں جاتا۔ گاؤں کے سب متقی اور پرہیزگار چٹخارے لے لیکر کہتے "ہائے ایسا اچھا نوجوان یوں بُرا راستہ اختیار کرے کیسے افسوس کی بات ہے۔"

مارٹن جیسا ضدی تھا ویسا ہی غصیلا بھی تھا۔ اب اُسے لوگ مذاق کرنے لگے۔ "ڈاکٹر صاحب تھوڑی سی شراب ہم لوگوں کے پینے کے لئے بھی چھوڑ دیا کیجئے" یا پھر آپ کو پوکر سے اتنی فرصت کہاں ملتی ہو گی کہ بیوی کا حال ہی پوچھ آئیں۔ ان فقرے بازیوں پر اُسے بہت غصّہ آتا۔ ایک بار تو اس نے بہت ہی طفلانہ اور فضول سے غصّے کا مظاہرہ کیا۔ ہوا یوں کہ اس نے نوربلوم کو پوسٹ ماسٹر سے کہتے سُنا "یہ اس بے وقوف ایگنس انگل بالڈ کا علاج کر کے وہ ڈاکٹر بنا پھرتا ہے۔ مگر شراب پی کر اسے اس طرح اپنی عزت تو مٹی میں نہیں ملانی چاہیئے۔"

مارٹن یہ سنکر کھڑا ہو گیا۔ "نوربلوم! ..... کیا میرے متعلق کہہ رہے ہو؟"

دوکاندار نے آہستہ سے جواب دیا "مجھے کیا یہی کام ہے کہ تمہاری باتیں کرتا رہوں"۔ اور اس جواب کے بعد وہ دانت نکال کر کھی کھی کرنے لگا۔

جب مارٹن آگے بڑھ گیا تو اسے زور زور سے ہنسنے کی آواز آئی۔

وہ اپنے آپ سے کہتا کہ یہ دیہاتی بڑے سخی اور عالی ہمت ہیں، ان کی خواہ مخواہ کی دخل اندازی حقیقت میں ایک طرح کی شفقت ہے اور وہ سوچتا کہ ایسا ہونا ناگزیر بھی ہے، خاص طور پر ایسی جگہ پر جہاں سال میں سب سے دلچسپ تقریب چار جولائی کی سنڈے سکول پکنک سمجھی جاتی ہو۔ مگر اپنے آپ کو اس طرح سے سمجھانے کے باوجود ہر بات پر ان لوگوں کے تفصیلی اور نہ ختم ہونے والے تبصرے سنکر اسے سخت الجھن اور کوفت ہوتی۔ اسے ایسا محسوس ہوتا کہ شفاخانے میں اس کے منہ سے نکلا ہوا معمولی سا لفظ بھی ہر گاؤں میں زبان زد عام ہو جائے گا۔ اس کے لئے تو ڈسل دینیا کے حجام سے مچھلی پکڑنے کے متعلق گپ شپ کر لینا ہی بس

کافی تھا۔ دنیا کے جھگڑوں سے وہ کوئی سروکار نہ رکھتا۔ مگر سوائے لیوراگہ کے اسکے پاس ایسا کوئی شخص نہ تھا جس کے ساتھ وہ اپنے کام کے متعلق گفتگو کرسکتا۔ انگس ٹڈ ڈیم حالانکہ بڑا خشک اور روکھا آدمی تھا مگر جرحی کی ہر ٹیکنک اسکی نوکِ زبان پر تھی اور مباحثے کرنے میں وہ بہت تیز تھا۔ یہ سوچ کر مارٹن کو احساس ہوا کہ اگر وہ اپنی ذہنی ترقی کے لئے جلد جہد نہیں کرے گا تو گاؤں کی فضا سے متاثر ہو کر نہ صرف ایک بودا اور رٹر یوک سا متقی اور پرہیزگار آدمی بن جائے گا بلکہ نسخے لکھنے اور پٹیاں باندھنے کے معمول میں پھنس کر رہ جائے

اسنے سوچا کیوں نہ گرد ننگین کے ڈاکٹر ہیسی لنک سے کچھ کرنے اور سیکھنے کی تحریک حاصل کرے۔ ہیسی لنک کو نہ صرف ایک بار ہی دیکھا تھا مگر علاقے میں سب جگہ وہ اپنی ایمان داری کے لئے مشہور تھا۔ اور ایک دن ترنگ میں آکر وہ ڈاکٹر ہیسی لنک کو ملنے چلا گیا۔

ڈاکٹر ہیسی لنک جسنے زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ لی تھیں سرخ و سفید رنگ کا چوڑے شانوں والا لمبا تڑنگا آدمی تھا۔ اس سے ملاقات کرتے ہی فوراً احساس ہو جاتا کہ یہ شخص بڑی طبیعت کا ہے چاہے ذہانت کے اعتبار سے یہ کوئی امتیاز نہ رکھتا ہو۔ اسنے مارٹن کو ملتے وقت کسی گرمجوشی کا اظہار نہیں اور ہاتھ ملاتے وقت اسکی نظریں کہہ رہی تھیں "تم کیا چاہتے ہو؟ میں بہت مصروف آدمی ہوں!"

"ڈاکٹر صاحب" مارٹن ججھکنے لگا "طب کے میدان میں نئی نئی ایجادوں کے متعلق پوری واقفیت رکھنے میں آپ کو کوئی مشکل پیش تو نہیں آتی؟"

"یہ کیا مشکل ہے، بس طبی رسالے پڑھتے رہو!"

"اچھا خیر — میں جذباتی ہونا تو نہیں چاہتا مگر میڈیکل سائنس میں کام کرنے والی بڑی بڑی ہستیوں سے رابطہ نہ ہونے کے باعث کچھ سستی سی پیدا نہیں ہو جاتی — میرا مطلب ہے جوش و خروش نہیں رہتا!"

میں تو ایسا نہیں سمجھتا مجھے تو بیماروں کو شفا دینے سے ہی بڑی تحریک ملتی ہے!

اب مارٹن دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "اچھا اگر تم مجھ سے دوستی نہیں بڑھانا چاہتے تو بھاڑ میں جاؤ" مگر اسنے ایک اور کوشش کی۔

آپ نے بجا فرمایا مگر پھر بھی طبی معلومات بڑھانے کی کوشش بھی تو بہت بڑی چیز ہے اور دیہاتی کسانوں کے ساتھ اسی پرانی گھس گھس میں ہماری واقفیت میں اضافہ کیسے ہو سکتا ہے!"

ایر دسمتھ صاحب، گستاخی معاف، آپ جیسے بہت سے نوجوان ڈاکٹر اپنے آپ

کو کسانوں سے زیادہ تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ دیہاتی گنوار آپ لوگوں
کے مقابلے میں اپنا کام بہت بہتر طریقے سے کرتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ شہروں میں لائبریریوں
میں جا کر اور میٹنگوں میں شرکت کر کے آپ ذہنی طور پر آگے بڑھیں گے۔ یہ خیال صحیح ہو سکتا
ہے مگر گھر میں بیٹھ کر مطالعہ کرنے میں آپ کو کیا رکاوٹ پیش آتی ہے۔ آپ اپنے آپ کو پڑھا
لکھا کہتے ہیں مگر بازاری الفاظ اور محاورے بے تکلفی سے بول جاتے ہیں۔ بتایئے آپ مطالعہ
کتنا کرتے ہیں؟ ذاتی طور پر میں اپنے آپ سے بہت مطمئن ہوں۔ میرے گاہک مجھے اچھا
روزگار مہیا کر دیتے ہیں، میرے کام کی دقعت اور اہمیت کو بھی وہ سمجھتے ہیں اور مقامی سکول
کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر چن کر ان لوگوں نے میری قدر دانی بھی کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ یہاں
کے بہت سے کسان شہریوں اور اونچی اونچی باتیں کرنے والوں سے کئی گناہ زیادہ عقلمند اور
سمجھدار رہیں "

" لعنت ہے۔ مجھے تو ذرا سی بھی عقل نظر نہیں آتی ان گنواروں میں!" مارٹن دل ہی دل
میں بڑبڑایا۔ گھر واپس جاتے ہوئے اُسے ہیبی لنک پر طیش آتا رہا کہ یہ دیہاتی گنواروں
کی بڑائی کر کے اپنے آپ کو کتنا برتر سمجھتا ہے۔ مگر یہ سوچتے سوچتے اُسے ایک اور تکلیف دہ
خیال ستانے لگا۔ یہ درست ہے، اس نے سوچا، کہ میں نیم تعلیم یافتہ ہوں۔ لوگ اُسے کالج
کا پڑھا سمجھتے تھے مگر اقتصادیات، تاریخ، موسیقی اور مصوری کے متعلق وہ کچھ نہ جانتا تھا۔
امتحان کی تیاری کے وقت جو مطالعہ کیا اس کے علاوہ اُس نے شاعری کبھی نہیں پڑھی تھی
اور طبی موضوعات پر مضامین پڑھنے کے علاوہ اگر نثر کے نمونے اس کی نظروں سے گزرتے
تھے تو وہ صرف روزانہ اخبار میں قتل کی خبریں تھیں یا پھر مختلف رسالوں میں چھپی ہیجان انگیز
کہانیاں۔ دُنیا کے ریگستان میں بیٹھا وہ کسی ایک "سنجیدہ گفتگو" پر تبصرہ کرنے لگا جو اپنے
خیال میں اس نے ایک زمانہ ہوا کلاسن میں کی تھی۔ اُسے یاد آیا کہ کلف کلاسن کے سامنے
اگر کوئی شخص ٹرک ڈرائیوروں کی بازاری زبان سے کچھ بلند سطح کے لہجے میں بات کرتا تو وہ
سمجھتا کہ یہ شخص بن رہا ہے۔ اور مارٹن کا اپنا انداز گفتگو کلف کلاسن سے صرف اسی قدر مختلف
تھا کہ وہ اتنا انوکھا اور بے ڈھنگا نہ تھا ــــ میکس گاٹلب کے فلسفے، انگس ڈوئر کی

بھڑکیوں، ڈرین سلوا کی نصیحتوں جو کہ صرف حجام انگل ہالڈ کی ذہنی سطح سے اوپر تھیں اور میڈلن کی تھوڑی سی باتوں کے علاوہ اسے کچھ یاد نہ آسکا۔

یہی سوچتا سوچتا جب وہ واپس گھر پہنچا تو اسے ہیسی لنک کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سے بھی نفرت ہونے لگی تھی۔ وہ لیورا پر برس پڑا اور کہنے لگا کہ ہمیں ہر قیمت پر تعلیم یافتہ کہلانے کا مستحق بننا ہوگا۔ وہ حسب معمول بڑی حلیمی اور فرمانبرداری کے ساتھ اس سے متفق تھی کہ چاہے اس کام میں کتنا ہی سر کیوں نہ کھپانا پڑے انھیں یہ کام کرنا ہی چاہیئے۔ اپنا تعلیمی معیار بڑھانے کے لئے وہ اسی طرح مصروف ہو گیا جیسے جراثیمیات پر تحقیق کیا کرتا تھا۔

وہ لیورا کو اونچی آواز سے یورپ کی تاریخ پڑھ کر سنایا کرتا جو بیچاری اس میں اپنی دلچسپی ظاہر کرنے پر مجبور رہتی۔ ایک سکول ٹیچر مسٹر ٹوزر کے گھر اپنی کتاب "سنہری پیالہ" بھول گیا تھا۔ اس کتاب کا ایک ایک جملہ مارٹن نے سمجھنے کی کوشش کی۔ قصبے کے اخبار کے ایڈیٹر سے وہ انگریز مصنف کونراڈ کی تصنیفات کا ایک نسخہ اٹھا لایا اور اس کے بعد وہاں کی ویران سڑکوں پر گھومتے ہوئے وہ ادبی اسٹائل میں صحراؤں اور ویرانوں میں گھومتا، گلشن کی سیر کرتا اور بلبل کی نغمہ سرائیوں سے محظوظ ہوتا۔ تاہم اس بات کا مارٹن کو شدید احساس تھا کہ الفاظ کا جو خزانہ اس کے پاس ہے اس میں عامیانہ لفظوں کی بھی بھرمار ہے۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ فصاحت و بلاغت کے سب دروازے فوراً ہی اس کے لئے کھل گئے مگر پڑھائی کے ذوق و شوق میں لیورا ساتھ گزارے ان لمحات میں میکس گاٹلب کی دنیائے سوز و گداز کی طرف وہ ایک دو قدم اور آگے بڑھ گیا۔

مگر یوں سکول کا طالب علم بننے پر بھی اُسے وہ خاموشی اور اطمینان نصیب نہ ہوا جو ڈاکٹر ہیسی لنک کے حصے میں آیا تھا۔

(۴)

گستاف سونڈیلیس امریکہ واپس پہنچ گیا تھا۔

میڈیکل سکول کے زمانے میں مارٹن نے سائنس کے اس مجاہد سونڈیلیس کا نام

پڑھ رکھا تھا۔ اس شخص کے پاس دوسروں کو مرعوب کرنے والی بڑی بڑی لمبی ڈگریاں تھیں مگر یہ ایک رئیس آدمی تھا اور ساتھ ہی سنکی مزاج بھی تھا، وہ لیبارٹریوں میں سر کھپانے کی ضرورت محسوس نہ کرتا تھا۔ اس کا نہ تو کوئی گھر گھاٹ تھا، نہ کوئی معقول دفتر ہی اس نے اپنے لئے بنا رکھا تھا اور نہ ہی وہ حسین و جمیل بیوی کا شوہر تھا۔ مہلک وباؤں کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے یہ دنیا بھر میں گھومتا، نئے نئے اداروں کی بنیاد رکھتا، تقریریں کرتا اور طرح طرح کی شرابیں چکھتا۔ پیدائش کے اعتبار سے وہ سویڈن کا باشندہ تھا، تعلیم جرمنی میں حاصل کی تھی، اس کی تقریروں میں ہر جگہ کا تھوڑا تھوڑا مقامی اثر تھا اور اس کے پسندیدہ کلب لندن پیرس، واشنگٹن اور نیویارک میں تھے۔ دنیا میں دور دور تک اس نے اپنا پیغام پہنچایا تھا۔ بالٹی مور سے نشاؤتنگ، ملان سے پچوانا لینڈ تک، اور اینٹوفاگاسٹ سے راس رومانزوف تک سب جگہ کے لوگوں نے اسے سنا تھا۔ مشہور برطانوی سائنسدان مینسن نے اپنی کتاب "گرم ممالک کی بیماریاں" میں ہائیڈروسائنک ترشہ سے سونڈ بلیس کے چوہے مارنے کے طریقے کا ذکر بھی کیا ہے اور رسالہ "اسپکیچ" کے بھی ایک بار اس کے ظالمانہ طریقوں کا ذکر کیا تھا۔

گستاخ سونڈ بلیس چھوٹی بڑی ہر طرح کی جگہ پر چلا چلا کر کہتا کہ انسان کو لگنے والی بیشتر بیماریاں جڑ سے ختم کی جا سکتی ہیں اور انھیں ہر صورت میں ختم کر دینا چاہیئے۔ وہ سمجھتا تھا کہ تپ دق، سرطان، ٹائیفائڈ، پلیگ، انفلوئنزا انسان پر حملہ کرنے والی فوجیں ہیں اور ساری دنیا کو ان کے خلاف منظم ہونا چاہیئے اس کی ان تمام آتش بیانوں کا مطلب یہ ہوتا کہ صحتِ عامہ سے تعلق رکھنے والے حکام کو فوجی جرنیلوں اور تیل کی کمپنیوں کے کروڑپتی مالکان سے زیادہ اہمیت دینی چاہیئے۔ وہ امریکہ میں جگہ جگہ لیکچر کر رہا تھا اور اس کی ان بلند بانگ باتوں کو ہر اخبار میں شائع کیا جاتا۔

سائنس اور صحت کے متعلق چھپنے والے مضامین کو مارٹن سرسری نظر سے دیکھ کر چھوڑ دیا کرتا تھا مگر سونڈ بلیس کے انتہا پسندانہ نظریات نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور پڑھتے پڑھتے وہ سونڈ بلیس کی باتوں کا قائل ہو گیا۔ اور اس طرح کے نظریات اس کا جزو ایمان ہوتے گئے۔ یہ نیا مذہب، مارٹن کی زندگی میں بڑا اہم موڑ تھا۔

وہ اپنے آپ سے کہتا کہ میں بے شک لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہوں مگر پھر بھی

ایک کاروباری آدمی ہوں اور ڈاکٹر ونٹروڈ اکٹر ہیلی لنک کا حریف ہوں وہ لاکھ ایماندار آدمی ہوں مگر ایمانداری اور علاج معالجے سے ان کا بڑا مقصد تو روپیہ کمانا ہے اور بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ کر صحتمند نسل پیدا کرنا تو ان کے مفاد کے سراسر منافی ہے اسلئے ان ڈاکٹروں کی بجائے پبلک ہیلتھ آفیسر ہونے چاہئیں

دنیا کے تمام پرجوش دہریوں کی طرح مارٹن بھی ایک مذہبی آدمی تھا۔ گاٹلب کے عقائد پر سے ایمان اُٹھ جانے کے بعد وہ غیر شعوری طور پر زندگی کے لئے ایک نئے مقصد کی تلاش میں تھا اور اب گسٹاف سونڈیلیس کے بیماریوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے سے اُسے دل ودماغ کو گرمانے والا نصب العین مل گیا۔ اس کے فوراً ہی بعد مریضوں کو اس کی باتیں اُسی طرح ناگوار گزرنے لگیں جیسے ڈگامابی کے ممبر اُس سے برہم تھے۔

ڈیلفٹ کے کسانوں کو اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ اتنے لوگوں کو تپدق میں مبتلا ہونے کا اختیار نہیں دیا جا سکتا۔

یہ بہت ہی طیش دلانے والی بات تھی کیونکہ بیمار پڑنا تو ایسی آزادی ہے جو امریکن لوگوں کے لئے سب آزادیوں سے قدیم اور مستحکم ہے وہ مارٹن کی ان باتوں پر سخت برہم ہوتے۔ "یہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے؟ ہم اس کے پاس علاج کرانے آتے ہیں، اس کی افسری برداشت کرنے تو نہیں آتے۔ دیکھو یہ بے وقوف کہتا ہے کہ ہمیں اپنے گھروں کو جلا دینا چاہیئے۔ کہتا ہے کہ ہمارا یہاں آنا بہت بڑا گناہ ہے اس طرح کا رعب تو ہم کبھی برداشت نہیں کر سکتے"۔

اب مارٹن کو ایک صاف اور سیدھا راستہ نظر آ رہا تھا۔ بالکل صاف اور سیدھا اس کی رائے میں قوم کے لئے ضروری تھا کہ ملک کے بہترین ڈاکٹروں کو فوراً ہی وسیع اختیارات دے کر بڑے بڑے افسر بنا دیا جائے۔ اس کی رائے میں اس مسئلے کا یہ ایک مکمل حل تھا معاملے کے اس پہلو پر اس نے غور نہ کیا تھا کہ ان افسران میں انتظامی صلاحیتیں کیسے پیدا ہوں گی اور لوگوں کو ان کا حکم ماننے کے لئے کیسے مجبور کیا جائے گا۔ صورتِ حال کی پیچیدگیوں کا اس نے خیال نہ کیا تھا، اس کے پاس تو صرف جوش تھا، ولولہ تھا اور ایمان تھا صبح ناشتے کے وقت وہ جھنجھلا کر کہتا "آج پھر ان جاہلوں کے لئے پیٹ درد کے نسخے لکھنے پڑیں گے اور پیٹ درد بھی وہ جو کبھی نہیں ہونی چاہیئے!"

اگر میں سونڈیلیس جیسے لوگوں کے ساتھ اس جدوجہد میں کود پڑوں! یہاں روز روز کی اس جھک جھک سے تو میں تنگ آ گیا ہوں!"

... بڑبڑائی "اچھا ڈارلنگ مجھ سے تو قسم لے لو۔ مجھے کبھی پیٹ درد نہیں ہوگا، تپ دق نہیں ہوگا اور اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور اس لئے خدا کے واسطے میرے سامنے یہ لیکچر مت جھاڑو۔"

اپنے چڑچڑے پن کے باوجود مارٹن کو لیورا کے ساتھ حلیمی سے کام لینا پڑا کیونکہ وہ اُمید سے تھی۔

(۵)

ان کا بچہ پیدا ہونے میں ابھی پانچ مہینے باقی تھے۔ مارٹن نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اپنے بچے کے لئے وہ تمام چیزیں مہیا کرے گا جن سے اُسے زندگی میں محروم رہنا پڑا ہے۔

موسم بہار کی خوشگوار شام کے دھندلکے میں جب وہ گھر کے صحن میں بیٹھتے تو مارٹن اپنی تمناؤں کا اظہار کرنے لگتا "اسے ہم صحیح معنوں میں تعلیم دلائیں گے۔ وہ سارے کلاسیکی ادب کا اور اس طرح کی سب چیزوں کا مطالعہ کرے گا۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں پڑھا اور باقی ماندہ زندگی کے لئے کولھو کے بیل کی طرح اس چکر میں پھنس گئے ہیں۔ مگر شاید اپنے بزرگوں کے مقابلے میں ہم نے زیادہ تعلیم حاصل کی ہے اور وہ ہم سے بھی آگے بڑھ جائے گا۔"

اپنے جوش و خروش کے باوجود اُسے کچھ تشویش سی تھی۔ لیورا کی طبیعت قبل از وقت خراب ہونے لگی تھی۔ سوکھے زرد چہرے اور بکھرے بالوں کے ساتھ وہ ساری دوپہر گھر میں اپنے آپ کو ادھر سے ادھر گھسیٹتی رہی۔ مارٹن نے ایک نوکرانی تلاش کر لی اور خود بھی برتن صاف کرنے اور چھوٹے موٹے کاموں میں مدد دینے کے لئے گھر آ گیا۔ ساری شام وہ اسے پڑھ کر سناتا رہا، مگر اس دفعہ تاریخ کی بجائے یہ ایک ہلکی پھلکی سی کتاب تھی، اس کہانی کو ان دونوں نے بہت ہی پسند کیا تھا۔ کمزوری کی حالت میں وہ اپنے پرانے سے غلیظ کوچ

پر لیٹی تھی۔ مارٹن بھی اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اور بڑے فخریہ لہجے میں مستقبل کے پلان بنانے لگا۔ "ایک روز ہمارے پاس اتنا روپیہ جمع ہو جائے گا کہ چند مہینوں کے لئے اٹلی کی سیر کو جائیں گے۔ وہ سب پرانے پرانے قلعے دیکھیں گے اور ان تنگ گلیوں میں گھومیں گے۔ سو سال پرانے تو بہت سے قلعے دیکھنے کو ملیں گے وہاں۔ اور ہم لڑکے کو بھی لے جائیں گے...... اگر وہ لڑکی ہوئی تب بھی لے جائیں گے اُسے...... اور پھر وہ باتیں کرنا سیکھے گا اور فرانسیسی بولنا بھی سیکھے گی اور اس کے اماں باوا خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے! ارے ہم بوڑھے تو ہو جائیں گے اس وقت تک۔ ہم نے تو کوئی تمیز کی بات سیکھی نہیں اور لیکن ... جب ہم ستر سال کے ہو جائیں گے تو دروازے پر بیٹھے پائپ پیا کریں گے اور ادھر آتے جاتے شریف آدمی کی ذاتی زندگی کی کہانیاں ایک دوسرے کو سنایا کریں گے۔ اور ہمارا لڑکا سلک کا بڑھیا ہیٹ پہنا کرے گا، اس کی موٹر چلانے کے لئے ایک شوفر ہوگا۔ پھر وہ ہمیں پہچانے گا بھی نہیں!"

لیورا مارٹن کے خیالی پلاؤ سننے کی عادی ہو چکی تھی۔ جب لیورا کی طبیعت زیادہ مالش کرنے لگی تو وہ اُسے پچکارنے لگا: "ارے نہیں نہیں، تم تو بہت اچھی لڑکی ہو دیکھو اب ہمارے گھر بہت اچھا بچہ آئے گا۔ اگر تم بیمار نہ پڑو گی تو بچہ کیسے آئے گا۔" وہ جھوٹ بول رہا تھا اور گھبرایا ہوا تھا۔ جب کبھی اُسے لیورا کی موت کا خدشہ ہوتا تو اس کا دل ڈوبنے لگتا۔ وہ سوچتا کہ اس کا ساتھ چھوٹ جانے پر زندگی کی تمام جدوجہد کس قدر بے معنی ہو جائے گی۔ اگر لیورا پاس نہ ہو تو دنیا فتح کرنے کا بھی کیا فائدہ وہ اپنی فتوحات کسے دکھائے گا۔ وہ قدرت کو کوسنے لگا جس نے چاندنی راتیں اور حسین چہرے بنا کر انسان کے دل میں عشق کا جذبہ پیدا کیا اور پھر بچے کی پیدائش کو ایک بے کار اور فضول سا درد اور اذیت بنا دیا۔ جو مریض اسے دیہات میں بلاتے ان کے ساتھ وہ بہت رکھائی سے پیش آتا۔ ان کی تکلیف تو وہ پہلے سے بھی اچھی طرح سے سمجھتا تھا کیونکہ اب اُسے درد کی اذیت کا احساس ہو گیا تھا مگر لیورا سے وہ بہت دور نہیں جانا چاہتا تھا۔

پھر لیورا کو قے پر قے آنے لگی اور جب وہ درد سے تڑپنے لگی تو اس نے گھبرا کر ڈاکٹر ہنی لنک کو بلایا اور اس خوفناک دوپہر کو جب کھڑکی سے باہر موسم بہار کے گیاہستانی پھولوں نے ساری جگہ کو گلزار بنا رکھا تھا اور کمرے میں کیمیائی مرکبات کی بدبو پھیلی ہوئی تھی انھوں نے لیورا کے بستر سے بچہ اٹھا لیا جو مرا ہوا تھا۔

اگر مارٹن کے ہوش و حواس قائم ہوتے تو اس وقت وہ ڈاکٹر ہنی لنک کی کامیابی کا راز سمجھ لیتا اور یہ بات جان لیتا کہ دلوں کو موہ لینے والی ہمدردی اور خود اعتمادی کے باعث ہی لوگ اپنی زندگیوں کو اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ہنی لنک کے رویے میں سرد مہری کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ اب وہ تجربہ کار اور سمجھدار بڑے بھائی کی طرح شفقت اور مہربانی کا مجسمہ تھا۔ مگر مارٹن نے ہنی لنک کے کردار کا یہ پہلو نہیں دیکھا۔ درحقیقت اس میں کچھ بھی دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رہی تھی۔ اس وقت وہ ڈاکٹر نہیں تھا بلکہ ایک ڈرا اور سہما ہوا لڑکا تھا جو ایک پھوہڑ اور کند ذہن نرس کی طرح ڈاکٹر ہنی لنک کو ذرا سی مدد نہ دے سکتا تھا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ لیورا کی حالت خطرے سے باہر ہے تو وہ اس کی چارپائی کے پاس بیٹھ کر اسے دلاسے دینے لگا۔ "ہمیں اب فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ بچہ نہیں ہوگا، میری تو یہی مرضی ہے۔ یا خدا میں کس قدر ناکارہ ہوں، کتنا بد مزاج ہوں۔ مگر تمہارے لئے میں سب کچھ کر دوں گا!"

وہ اس قدر سرگوشی میں بول رہی تھی کہ اس کی بات مشکل سے سنائی دیتی تھی۔ "ہائے وہ کتنا پیارا بچہ ہوتا۔ مجھے معلوم ہے، میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ بالکل تمہاری طرح ہوتا۔ جس طرح تم اپنے بچپن میں تھے" اس نے ہنسنے کی کوشش کی۔ "مجھے اسکی ضرورت تھی تاکہ میں کسی پر تو رعب جما سکتی۔ یہاں کوئی بھی ایسا نہیں جس پر میں رعب جما سکوں۔ اس لئے اگر اصل بچہ مجھے نہیں ملا تو میں تمہیں بچہ سمجھ لوں گی، تمہیں پالوں گی اور تمہارے اس سونڈیلیس کی طرح تمہیں اتنا بڑا آدمی بنا دوں گی کہ لوگ حیران ہوں گے...... ہائے ڈارلنگ تمہیں گھبرایا ہوا دیکھ کر مجھے بڑی

نکر ہوتی تھی۔"

اس نے یوراگو چوم لیا۔ اس گیا ہستانی شام کے دھند لکے میں وہ گھنٹوں ایک دوسرے کے پاس خاموش بیٹھے رہے، خاموشی کی زبان سے ایک دوسرے کے دلی جذبات کو سنتے رہے۔

باب سترہواں

سرخ مونچھوں والے لیوپولس کے ڈاکٹر گیفلن بڑے زندہ دل آدمی تھے ان کے پاس میکس ویل کمپنی کی تین سال پرانی موٹر تھی جس کی خستہ حالت کے پیش نظر اس پر روغن کرانا بھی فضول معلوم ہوتا تھا۔ مگر وہ سمجھتے تھے کہ رفتار اور خوب صورتی کے لحاظ سے سارے ڈراکوٹا میں ایسی گاڑی نہیں مل سکتی۔

ایک روز وہ خوشی خوشی گھر آئے اور جوش مسرت میں اپنے سب سے چھوٹے بچے کو کندھے پر چڑھا لیا اور پھر بیوی سے بولے۔

"ڈیسی، میری جان مجھے ایک غضب کی تجویز سوجھی ہے!"

"تجویز تو تمہیں سوجھی ہے مگر پہلے اپنی پھولی ہوئی سانس درست کر لو۔ اور میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ تم دواؤں کی دوکان پر تتلی آنکھوں والی اس لڑکی سے آنکھیں لڑانا اور اسے اپنی ڈاکٹری کا تختۂ مشق بنانا چھوڑ دو۔"

"ارے کونسی لڑکی، اچھا سنو تو!"

"میں کچھ نہیں سنوں گی" اس نے ہنستے ہوئے گرمجوشی سے اس کا بوسہ لے لیا۔ "ان گرمیوں میں لاس اینجلز جانے کی میں تمہاری کوئی تجویز منظور نہیں کر سکتی۔ اتنے سارے چیختے چلاتے بچوں کے ساتھ ہم اتنی دور نہیں جا سکتے۔"

"اچھا بابا مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہم لوگ سامان وغیرہ باندھ کر ایک ہفتے

تک اسی سٹیٹ میں اردگرد کی جگہوں کا چکر لگالیں۔ کل یا پرسوں روانہ ہو سکتے ہیں۔ اب مجھے یہاں کوئی کام نہیں ہے سوائے اس حمل والے کیس کے اور اسے میں ڈاکٹر ونٹر کے حوالے کر جاؤں گا۔"

"اچھا تو پھر تھرمس کی نئی بوتلیں بھی لے چلنا"

ڈاکٹر کفلن، اس کی بیوی اور بچے چار بجے صبح ہی روانہ ہو گئے۔ چلتے وقت تو اس ڈھنگ اور قرینے سے سارا سامان لگایا گیا کہ موٹر میں کوئی دلچسپ بات نظر نہ آتی تھی۔ مگر تین روز کے بعد گیہوں کے کھیتوں کے بیچوں بیچ بچھی ہوئی اس سڑک پر پاس سے گزرنے والے ہر شخص کو دکھائی دیتا ہوگا کہ ڈاکٹر خاکی سوٹ پہنے، چوڑے سفرییم کی عینک لگائے اور سر پر کشتی چلانے والی سفید ٹوپی رکھے بیٹھا ہے اور اس کی بیوی نے سبز فلالین کا بلاؤز اور گھر پہننے والی ٹوپی پہن رکھی ہے۔ باقی کا منظر عجیب و غریب اور مضحکہ خیز سا تھا۔ اگر آپ کی موٹر ان کے ساتھ چلتی ہوتی تو آپ کو پانی ڈالنے والی کینوس کی ایک مصری بوتل نظر آتی اور یہ بھی کہ کار کے پہیوں اور اگلے حصے پر کیچڑ لگا ہے، اندر ایک بیلچہ پڑا ہے، دو بڑی عمر کے بچے بڑے خطرناک طریقے سے سر باہر نکالے لٹک رہے ہیں اور قریب سے ہر گزرنے والے کو اپنی زبان نکال کر دکھا رہے ہیں۔ شیر خوار بچے کے تولیے پشت کی نشستوں کے ساتھ لٹکائے ہوئے ہیں۔ "چھٹے انسانے" کا ایک پھٹا ہوا شمارہ پڑا ہے، کھانے کی میٹھی گولیاں ہر طرف بکھری پڑی ہیں موٹر ٹھیک کرنے کا جیک، مچھلی پکڑنے کا بانس اور ایک لپٹا ہوا خیمہ بھی دکھائی دیتا ہے سب سے آخر میں آپ دیکھتے کہ اس کار پر دو جھنڈے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ان پر لکھا ہوا تھا "لیو پولس"، نارتھ ڈاکوٹا" اور "گرد اڑنے کی خطا معاف"

کفلن خاندان کو اس سیر سپاٹے میں بڑی بڑی دلچسپ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بار ان کی موٹر دلدل میں پھنس گئی تو بچوں نے شور مچا مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور ڈاکٹر نے تختے بچھا کر موٹر کو دلدل سے نکالا۔ ایک دفعہ موٹر چلتے چلتے رک گئی تو ٹیلی فون کر کے ایک دور کے گاؤں کے مستری کو بلایا گیا۔ اس دوران میں انھوں نے ایک ڈیری فارم دیکھا جہاں بجلی کی مشینوں سے دودھ دوہا جاتا تھا۔ اسی طرح سفر میں انھوں نے اس وسیع و عریض دنیا کے کئی عجوبے اور

اچنبھے دیکھے۔ راؤنڈاپ میں ایک سینما گھر تھا جہاں آرکیسٹرا کے طور پر پیانو کے ساتھ وائلن بھی تھا۔ میلوڈی میں ایک لومڑیوں کا فارم تھا۔ ایک جگہ پانی جمع کرنے کا مینار تھا جو مرکزی شمال مشرقی ڈاکوٹا میں سب سے اونچا سمجھا جاتا تھا۔

جیسا کہ ڈاکٹر کفلن کا بیان ہے۔ وہ ملاقات کے لئے تھوڑی تھوڑی دیر کو سب ڈاکٹروں سے ملنے گیا۔ سینٹ لیوک میں ڈاکٹر ٹرامپ ان کے بہت گہرے دوست تھے۔ علاقے کی میڈیکل ایسوسی ایشن کی میٹنگوں میں کم از کم دو بار تو ان کی ملاقات ہو چکی تھی۔ جب اس نے ٹرامپ کو بتایا کہ یہاں کے ہوٹل بہت خراب ہیں تو وہ بیچارہ کچھ جھینپ سا گیا اور آہ بھر کر کہنے لگا "اگر میری بیوی کسی طرح سے انتظام کر دے تو میں آپ لوگوں کو آج رات ٹھہرنے کے لئے مدعو کرنا چاہوں گا۔"

"نہیں نہیں، اس تکلف کی کیا ضرورت ہے مگر کیا آپ کو کوئی زحمت تو نہ ہوگی؟" کفلن نے جواب میں کہا۔

خاوند کی اس کوتاہ اندیشی پر مسز ٹرامپ کے غصے کا پارہ جب اتر گیا اور ٹرامپ کے سب سے بڑے لڑکے کو سمجھا دیا گیا کہ اتنی دور سے آنے والے ننھے مہمانوں کے ساتھ لڑنا جھگڑنا نہیں چاہیے تو وہ سب ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ اس گپ شپ میں مسز کفلن اور مسز ٹرامپ نے کپڑے دھونے والے صابن اور مکھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا رونا رویا اور ایک دوسری کو اچار چٹنیاں بنانے کے طریقے بتائے۔ ادھر ان کے خاوند پورچ کے کونے میں ہلتی پالتی مارے اپنے اپنے سگاروں کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ادھر ادھر کی گپ شپ میں مصروف تھے۔

"ڈاکٹر، آجکل آمدنی کیسی ہے؟"

(یہ بات ڈاکٹر کفلن نے پوچھی ——— یوں ڈاکٹر مسٹر ٹرامپ بھی یہی پوچھ سکتا تھا)

"معقول ہی ہے، یہ جرمن اچھے پیسے دے جاتے ہیں انہیں بل کبھی نہ بھیجنا چاہیے بلکہ فصل کٹنے کے بعد یہ اپنے آپ ہی آکر کہتے ہیں، ڈاکٹر کتنے پیسے دینے ہیں مجھے آپ کے؟"

"ہاں یہ جرمن اس لحاظ سے معقول لوگ ہیں۔"

"واقعی اس میں کیا شک ہے۔ جرمنوں میں فیس کی رقم دبا لینے والے بہت کم ملیں گے۔"

"یہ حقیقت ہے۔ اچھا بتاؤ تو ڈاکٹر تم یرقان کا کیا علاج کیا کرتے ہو؟"

"میں۔ اگر مریض کی بہت حالت خراب ہو تو میں عام طور پر امونیم کلورڈ دیتا ہوں"۔

"کیا سچ ؟ میں بھی امونیم کلورڈ دیتا ہوں۔ مگر کچھ روز ہوئے امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے رسالے میں ایک شخص کا خط پڑھا تھا کہ امونیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا"۔

"کیا واقعی یہ لکھا تھا، مگر مجھے تو ایسا تجربہ کبھی نہیں ہوا۔ خیر۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ دمہ والے مریض کو بھی کبھی افاقہ ہوا ہے تمہارے علاج سے؟۔

ڈاکٹر تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں۔ یہ سنکر تم تعجب تو ضرور کروگے مگر میرا یقین ہے کہ لومڑی کے پھیپھڑے دمہ اور تپ دق کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے یہی بات پھیپھڑوں کے امراض کے ماہر سے کہی اور وہ ہنسنے لگا ـــــ بولا یہ بات سائنس اصول کے مطابق نہیں۔ میں نے جواب دیا جہنم میں جائے تمہاری سائنس، میرا تجربہ تو یہی ہے نتیجہ اچھا نکلنا چاہیئے اور کیا۔ میں نے کہا کہ ایک عام ڈاکٹر کے نام کے ساتھ چاہے بہت ڈگریاں نہ لگی ہوں مگر اس کا مشاہدہ اسے بہت سی چیزیں بتاتا ہے جنھیں وہ سمجھا نہیں سکتا۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ جو بڑے بڑے سائنسدان بنے پھرتے ہیں، یہ دیہات میں پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں"۔

"ہاں یہ بات تو صحیح ہے۔ ذاتی طور پر میں شہر جاکر کوئی بڑا سا ماہر امراض بننے کی بجائے یہاں دیہات میں شکار کھیلنے اور آرام کی پریکٹس کرنے کو ترجیح دیتا ہوں۔ ایک دفعہ میں نے سوچا کہ ایکس رے کا ماہر ہو جاؤں اور نیویارک چلا جاؤں جہاں دو مہینے میں سارا کورس مکمل کیا جاسکتا ہے اور پھر سینٹ پال یا سوئکس فالز جیسے شہر میں کام شروع کردوں گا۔ مگر پھر میں نے حساب لگایا کہ اگر میں وہاں آٹھ دس ہزار ڈالر بھی سالانہ کمانے لگوں تو گاؤں کی تین ہزار کی آمدنی کے برابر ہی ہونگے۔ لہٰذا یہ خیال میں نے ترک کر دیا۔ پھر پرانے مریضوں کی ضروریات کو دیکھنا بھی تو ہمارا فرض ہے"۔

"ٹھیک کہتے ہو بھائی ـــــ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے ہاں کا یہ میک منڈن کیسا آدمی ہے؟"

"بات یہ ہے میں کسی ڈاکٹر کی برائی کرنا نہیں چاہتا"۔ اور میرا خیال ہے، اس کی نیت بھی بری نہیں مگر آپ کسی سے ذکر نہ کیجئے گا کہ اس کا بہت سا علاج اٹکل اور قیاس پر ہوتا ہے۔ اب ہم دونوں کی مثال لیجئے ہم فقط تجربے پر بھروسہ کرنے یا اٹکل سے کام لینے کی بجائے سائنس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مگر میک منٹرن کا علم ادھورا ہے اور اس کی بیوی ایسی چرب زبان ہے کہ کیا کہوں۔ سارے علاقے میں وہ اپنی چرب زبانی سے مریضوں کو گھیر گھیر کر لاتی ہے۔ میرے خیال میں اس کے کام کا یہی طریقہ ہے۔"

"کیا بڈھا ونسٹر ٹھیک چل رہا ہے؟"

"ہاں اپنے طور پر ٹھیک ہی ہے۔ تم جانتے ہو وہ زمانے کی رفتار سے بیس سال پیچھے ہے۔ مگر مریض کو بستر پر لٹانا خوب جانتا ہے۔ آرام ہو جانے کے بعد بھی چھ چھ ہفتے تک مریض کو بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دن میں دو دو بار دیکھنے لئے جائے گا اور بلا ضرورت ان سے باتیں کرتا رہے گا۔"

"میرا خیال ہے آپ کا اصل مقابلہ ڈاکٹر سلزر سے ہوتا ہو گا۔ کیوں ٹھیک ہے؟" یہ کس نے کہا آپ کو ڈاکٹر صاحب، سلزر جس قدر باتیں بناتا ہے اتنی پریکٹس نہیں ہے اسکی ـــ سلزر کی مصیبت یہ ہے کہ وہ باتیں بہت کرتا ہے۔ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہے۔ اچھا کیا آپ اس نئے شخص سے ملے ہیں۔ وہ دو سال سے دِسل دینیا میں رہ رہا ہے، نام بھول رہا ہوں، اس کا ہاں یاد آیا، ایرد سمتھ؟"

"جی نہیں، ملا تو نہیں اس سے مگر سنا ہے کہ اچھا ذہین نوجوان ہے وہ۔"

"ہاں لوگ کہتے ہیں کہ ذہین آدمی ہے، واقفیت بھی اچھی ہے اس کی اور میں نے سنا ہے کہ اس کی بیوی بھی سمجھ دار عورت ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ ایرد سمتھ بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور شراب بھی بے تحاشہ پیتا ہے۔"

"ہاں لوگ بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ ایک اچھے بھلے نوجوان کو شراب کی لت پڑ جائے۔ کبھی کبھی تو ایک آدھ گھونٹ میں بھی پی لینا چاہتا ہوں مگر شراب کی

لت تو بہت بُری چیز ہے! فرض کیا ایک مریض آتا ہے اس کے پاس اور وہ نشے میں دُھت ہے۔ ڈسل دینیا کا ایک شخص مجھے بتا رہا تھا کہ پڑھتا تو وہ بہت ہے مگر آزاد خیال قسم کا آدمی ہے ـــــ چرچ کبھی نہیں جاتا۔"

"کیا سچ! ڈاکٹر کے لئے یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ وہ مذہبی اعتقادات سے دور رہے۔ مانے یا نہ مانے یہ الگ بات ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ ایک پادری مریض گھیر کر لانے میں بہت مدد کر سکتا ہے ڈاکٹر کی۔"

"کیوں نہیں، مگر وہ شخص مجھے بتا رہا تھا کہ ایروسمتھ تبلیغ کرنے والے پادریوں سے بڑی بحث کرتا ہے۔ ایک پادری سے اس نے کہا کہ ہر شخص کو اس ماہر محفوظیات میکس گاٹلب اور جیکس لیوب کی چیزیں پڑھنی چاہئیں۔ تم تو اسے جانتے ہو۔ مجھے اچھی طرح سے تو یاد نہیں مگر شاید یہ وہی شخص ہے جو دعوے کرتا تھا کہ وہ کیمیائی مرکبات سے جیتی جاگتی مچھلیاں پیدا کر سکتا ہے۔"

"ہاں مجھے بھی یاد آیا۔ یہ لیبارٹریوں میں کام کرنے والے لونڈے ایسے ہی مغالطوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ لیکن کچھ ناکامیوں کے بعد ان کے دماغ صحیح ہو جاتے ہیں اگر ایروسمتھ ایسے شخص کا معتقد ہے تو کوئی عجب نہیں کہ لوگ اس کی باتوں کا یقین نہیں کرتے۔"

"ہاں ہاں۔ مگر یہ بھی کتنی بری بات ہے کہ ایروسمتھ شراب پی کر آوارہ گردی کرتا رہے اور اپنے بیوی بچوں اور مریضوں کی اُسے کوئی فکر نہیں۔ مجھے اس کا انجام ابھی سے نظر آ رہا ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے ـــــ اچھا اب بجا کیا ہوگا! معلوم ہوتا ہے رات بہت گزر گئی؟ ـــــ"

(۲)

برٹ تُونڈر زردی سی آواز میں بولا بدمارٹ، تم نے یہ پولس کے ڈاکٹر کفلن سے کیوں دشمنی مول لے لی؟ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا تھا کہ وہ سب جگہ لوگوں کو بتاتا پھر رہا ہے تم

خرابی اور عیاش ہو۔"

"کیا سچ! یہاں کے لوگ کس طرح ایک دوسرے کی جاسوسی کرتے رہتے ہیں تعجب ہے۔ کیوں ٹھیک کہا میں نے؟"

"بالکل درست کہا۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ تمہیں شراب اور جوا ترک کر دینا چاہئے"

"کیا کبھی تم نے مجھے شراب پیتے دیکھا ہے؟"

اس بار مارٹن کو اور بھی شدت سے محسوس ہوا کہ ضلع کے سب لوگوں نے اس پر کتنا پہرا بٹھا رکھا ہے۔ وہ تعریف اور شہرت کا بھوکا نہیں تھا مگر یہ کبھی نہیں چاہتا تھا کہ اس جگہ کے قاعدے قانون اور ریت رواج سے اجنبی رہے۔ مگر اپنے آپ کو وہاں کے لوگوں سے ہم آہنگ کرنے کی سخت جد وجہد کے باوجود وہ ہمیشہ دلّس دنیا کی زندگی کے دھارے سے اپنے آپ کو الگ پاتا۔

ادھر سونڈیلیس کے جوش جہاد میں شریک ہو کر مارٹن اپنی لیبارٹری کو فراموش کر چکا تھا مگر اچانک ہی بغیر کسی منصوبے کے وہ تحقیق کے ایک مسئلے میں اُلجھ گیا ——

(۳)

ضلع کرائنسین کے مویشیوں کو سیاہ کیڑوں کی بیماری ہو گئی۔ جانوروں کا علاج کرنے والے سرکاری ڈاکٹر کو بلایا گیا اور ڈاسن ہنزیکر کی ویکسین منگوا کر مویشیوں کو ٹیکے لگائے گئے مگر بیماری پھیلتی گئی۔ مارٹن نے کسانوں کو روتے بلکتے دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ٹیکہ لگنے کے بعد نہ ہی جانور کی حرارت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس جگہ سوزش ہوتی ہے۔ اُسے شبہ ہوا کہ ہنزیکر کی تیار کی ہوئی ویکسین میں جراثیم کا مادہ کافی مقدار میں نہیں۔ اس مفروضے کی بنا پر اس نے ایک نے جوش وخروش سے کام شروع کر دیا۔

طرح طرح کے بہانوں سے اس نے ویکسین اپنے لئے منگوائی اور اپنی تنگ وتاریک

لیبارٹری میں اسے ٹیسٹ کیا۔ آکسیجن کے بغیر پنپنے والے جرثومے پیدا کرنے کے لئے اُسے اپنا الگ طریقۂ کار اپنانا پڑا۔ گانکب، اس کا استادہ کہا کرتا تھا "جو شخص اپنا ساز و سامان خود نہیں بنا سکتا اُسے چاہیئے کہ بازار سے عمدہ اور بڑھیا سامان کے ساتھ ساتھ ریسرچ کے نتائج بھی خرید لایا کرے۔" اُستاد کی تربیت اب مارٹن کے کام آئی اور اس نے پھل ڈالنے کے مرتبان اور ناکے لگی ہوئی پائپ سے اپنا ساز و سامان خود تیار کر لیا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ ویکسین میں سیاہ جراثیم کا مادہ نہیں ہے تو اُسے بہت خوشی ہوئی۔ ڈاسن ہنزیکر کمپنی کی معیاری دوائیں استعمال کر کے اسے اتنی خوشی کبھی نہ ہوتی جتنی ان کی بیکار ویکسین کا راز جان کر۔

کسی نے بھی اس کی ہمت نہیں بندھائی مگر وہ دُھن کا پکا اپنے کام میں لگا رہا اور اس نے بیمار مویشیوں سے سیاہ جراثیم کا مادہ الگ کر کے رقیق سی ویکسین تیار کر لی۔ اس کام میں بہت وقت صرف ہوا۔ اس نے اپنے مریضوں سے تو تغافل نہیں برتا مگر پوکر کھیلنے کی محفلوں سے ضرور غیر حاضر رہنے لگا۔ ہر شام کو ڈنر کے وقت وہ اور لیورا اپنے سینڈوچ کھا کے جلدی سے لیبارٹری میں جراثیم کو گرم کرنے چلے جاتے۔ اس کام کے لئے وہ ایک پرانا گھسا ہوا کھانا بنانے کا ظرف دکوکر، اور تیل سے جلنے والا لیمپ استعمال کرتے۔ وہی مارٹن جو ہیسی لنک کے صابرانہ رویے پر اس قدر جلد جھنجھلا اُٹھا تھا اب تجربے کے نتائج جانچتے وقت بڑے صبر و تحمل سے کام لے رہا تھا۔ وہ سیٹیاں بجاتا، اپنے پسندیدہ گیت گنگناتا اور کام میں اتنا مگن ہو جاتا کہ پلک جھپکتے ہی شام کے سات سے لے کر رات کے بارہ بج جاتے۔ لیورا بیچاری اکتا جانے کے باوجود حرف شکایت زبان پر نہ لاتی اور پہرہ دینے والے وفادار کتے کی طرح حرارت کو ایک جیسا رکھنے کے لئے چوکس رہا کرتی۔

تین بار کوشش کرنے اور دو بار ناکام ہونے کے بعد مارٹن نے اطمینان بخش ویکسین تیار کر لی اور اس نے بیمار مویشیوں کے ایک غول کو اس سے ٹیکہ لگایا۔ سیاہ جرثوموں کا پھیلنا رک گیا۔ مارٹن نے سمجھا کہ یہی انعام اس کے لئے کافی ہے اور اس نے اپنے تجربے کی تفصیلات اور تیار کی ہوئی ویکسین کو مویشیوں کے سرکاری ڈاکٹر کے حوالے کر کے افسانہ ختم کر دیا۔ مگر

دوسرے لوگوں کو کہانی کا یہ اختتام اچھا نہ لگا۔ ضلعے کا ساوتری مویشیوں کو بچانے یا مارنے کے اس سرکاری کام میں خواہ مخواہ دخل اندازی پر مارٹن کو برا بھلا کہنے لگا اور ضلعے کے ڈاکٹروں نے بھی ناک بھوں چڑھائی۔ ایسی ہی غلط روں جیسی حرکتوں سے ڈاکٹروں کا وقار کم ہوتا ہے۔ یہ شخص بدنامی مول لینے والا طبی دہریہ ہے۔ دیکھ لینا ایک روز یہ پریکٹس وغیرہ چھوڑ کر لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے کوئی سینی ٹوریم وغیرہ کھول لے گا!"

لیورا سے مارٹن ان واقعات پر تبصرہ کر رہا تھا۔

"میں جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں اس عزت اور وقار کو۔ اگر میرے بس میں ہو تو ریسرچ کرنے لگوں ــــ گاٹلب کی مانند نہیں بلکہ حقیقی، مفید ریسرچ ــــ اور پھر میں اپنے نتائج سونڈیلیس جیسے شخص کے پاس لے جاؤں اور لوگوں کے مویشیوں اور پالتو بلیوں کا علاج کرنے کیلئے یہ سب کچھ ان کے حلق سے اتار دوں چاہے انہیں اچھا لگے یا نہ لگے۔ خدا کی قسم میں تو یہی کچھ کروں!"

مارٹن اسی موڈ میں تھا کہ ایک روز اُس نے مینا پولس کے اخبار میں ایک مشہور کھلاڑی کی شادی کی خبر کے آدھے کالم کے نیچے یہ مختصر سا اعلان پڑھا۔

ہیضے کی روک تھام کے مشہور ماہر گشتاف سونڈیلیس اگلے جمعے کو شام کے وقت یونیورسٹی سمر سکول میں تقریر کریں گے۔ موضوع ہو گا "بیماریاں دور کرنے والے بہادر"

خوشی سے اچھلتا وہ گھر گیا اور لیورا سے بولا "لی ڈارلنگ، مینا پولس میں سونڈیلیس لیکچر دے رہا ہے۔ میں جاؤں گا۔ چلو تم بھی میرے ساتھ چلو، ہم کچھ سیر سپاٹا ہی کریں گے!"

"نہیں تم اکیلے جاؤ۔ تمہارے لئے یہ اچھا ہے کہ کبھی کبھی مجھے چھوڑ کر شہر سے باہر اکیلے جایا کرو۔ میں خزاں کے مہینے میں تمہارے ساتھ جاؤں گی پھر۔ اگر اکیلے جاؤ گے تو شاید ڈاکٹر سونڈیلیس کے ساتھ تفصیلی گفتگو کرنے کا موقعہ مل جائے۔"

"خاک موقعہ ملے گا۔ شہر کے بڑے بڑے ڈاکٹر اور محکمہ صحت کے بڑے بڑے افسر اس کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہوں گے۔ مگر میں جاؤں گا ضرور!"

(۴)

گیاہستان گرمی سے جل رہا تھا اور گیہوں کی فصل کے خوشے اس ہلکی ہلکی ہوا میں سر سراہٹ سی پیدا کر رہے تھے۔ دن کو چلنے والی گاڑی کے ڈبے میں دھول ہی دھول تھی سُست رفتاری سے چلتی ہوئی گاڑی کی بھیڑ میں پھنسا ہوا مارٹن کبھی سگرٹ پینے لگتا، کبھی اونگھنا شروع کر دیتا اور کبھی سوچ میں ڈوب جاتا۔ "میں یہ ڈاکٹری واکٹری سب بھول جاؤں گا۔ اس نے دل ہی دل میں قسم کھائی" اور سگرٹ پینے والے ڈبے میں جا کر لوگوں سے کہوں گا کہ میں جوتے بنانے کی کمپنی کا نمائندہ ہوں۔"

اس نے ایسا ہی کہا۔ بدقسمتی سے جس شخص سے اس نے کہا وہ خود جوتوں کا سیلزمین تھا اسے تعجب ہو رہا تھا کہ یہ لڑکا جھوٹ کیوں بول رہا ہے۔ مارٹن شکست خوردہ سا ہو کر اپنے ڈبے میں واپس آ گیا سہ پہر کے وقت جب وہ مینا پولس پہنچا تو ہوٹل تلاش کرنے سے پہلے لیکچر کا ٹکٹ خریدنے یونیورسٹی گیا مگر اس سے بیشتر اس نے بیئر کا ایک گلاس ضرور پی لیا۔ جس کی خواہش وہ سو میل سے کرتا آ رہا تھا۔

اس کا نظریہ یہ تھا کہ گھر سے دور جا کر آزادی کی پہلی شام عیش و عشرت میں گزارنی چاہیے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں اسے ایسے من چلوں کی ٹولی مل جائے گی جن کے ساتھ قہقہے لگا کر وہ اپنا دل بہلائے گا، شراب پیئے گا اور چاندنی راتوں میں جھیل مینٹونکا کی سیر کرنے جائے گا۔ جب وہ ہوٹل کے شراب خانے میں کاک ٹیل پینے اور ہینی پن ایونیو کے ریسٹوران میں ڈنر کھانے گیا تو اس کی نظریں، ایسے ہی من چلوں کی کسی ٹولی کو تلاش کر رہی تھیں۔ مگر کسی نے بھی اس کی طرف نہ دیکھا اور نہ ہی اُسے کوئی ایسا نظر آیا جسے ساتھی کی تلاش ہو۔ اب اسے لیورا کی یاد ستانے لگی اور مے نوشی میں رات گزارنے کا پروگرام نیند کی جھپکیوں میں بدلنے لگا۔

رات کو ہوٹل میں اپنے بستر پر وہ کروٹیں بدل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کاش سونڈیلیس کا لیکچر بھی فضول ہی ثابت ہوگا۔ شاید یہ بھی رد کو گیکے کی طرح نکما سا آدمی ہے؟

(۵)

اس گرم شام کو بے مقصد گھومتے ہوئے طالب علم لیکچر ہال کی طرف آنکلتے اور دروازے پر سونڈیلیس کے لیکچر کا چھوٹا سا پوسٹر پڑھ کر آگے چل دیتے۔ مارٹن کا دل چاہا کہ وہ بھی ان کی طرح وہاں سے چلا جائے، اور یہی کچھ سوچتا ہوا وہ آزردہ اور اداس سے دل کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ ہال کا صرف تلیسرا حصہ بھرا تھا وہاں۔ بیٹھے ہوئے لوگوں میں موسم گرما کے طالب علم، اساتذہ، ڈاکٹر اور سکولوں کے پرنسپل تھے۔ ایک پچھلی نشست پر بیٹھا وہ تنکوں کی ٹوپی سے اپنے آپ کو پنکھا کرنے لگا۔ ساتھ بیٹھے بڑی بڑی مونچھوں والے شخص سے اُسے گھن سی آرہی تھی۔ اس وقت گسٹاف سونڈیلیس سے، اپنے آپ سے اور سارے ماحول سے اسے بیزاری سی محسوس ہونے لگی۔

پھر کمرے میں زندگی سی دوڑ گئی۔ ہال کے آگے کی نشستوں کے پاس کرسیوں کی قطار کے بیچ اچانک ہی ایک بے کار اور گھبرائے ہوئے سے آدمی کے پیچھے پیچھے ایک چوڑی پیشانی، گھنگریالے بالوں اور مسکراتے چہرے والا شخص نمودار ہوا جس کے ساتھ نیوفاؤنڈ لینڈ کا ایک کتا بھی تھا۔ مارٹن ذرا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ سونڈیلیس نے جب سویڈن کے لہجے اور مترنم آواز میں اپنا لیکچر شروع کیا تو مارٹن کو اس بڑی بڑی مونچھوں والے شخص کی گھناؤنی صورت بھی بھول گئی۔

"طب کے میدان میں کام کرنے والوں کی ایک ہی خواہش ہونی چاہیئے اور وہ یہ کہ اس پیشے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے وہ تو ایک ہی بات جانتا ہے۔ صحت کے بارے میں اس کی تین چوتھائی معلومات غلط ہوتی ہیں اور

باقی کی ایک چوتھائی سے وہ کام نہیں لیتا۔ بٹلر نے یہ خیال مجھ سے ہی چرایا تھا اگرچہ یہ بات مجھ سے تیس برس پہلے ہی سوجھ گئی تھی کہ پھانسی صرف ایک ہی جرم کی سزا ہونی چاہیے اور وہ جرم ہے تپ دق کا ہونا"

"ہوں" کتابیں پڑھنے والے سامعین بڑبڑائے۔ انھیں یہ نہیں سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس بات پر خوش ہونا چاہیے، ناراضگی کا اظہار کرنا چاہیے، اکتاہٹ دکھانی چاہیے یا روحانی سرور حاصل کرنا چاہیے۔

سونڈیلیس دہاڑ بھی رہا تھا اور بچے کی طرح کھیل بھی رہا تھا مگر اُسے اپنے سننے والوں پر افسوں کرنا آتا تھا۔ مارٹن اس قدر محو ہو گیا کہ کئی شہروں میں مختلف بیماریوں کا مقابلہ کرنے والے مجاہدوں کے ساتھ ساتھ گھومنے لگا۔ سونڈیلیس کے ساتھ وہ میکسیکو کی ایک بندرگاہ پر اترا جہاں پلیگ پھیلی ہوئی تھی اور وہاں وہ چلچلاتی دھوپ میں بھوکے پیٹ پھرتا رہا۔ پھر وہ اگست کے مہینے میں اس کے ساتھ پہاڑوں پر گھاٹیوں کو عبور کرتا ہوا ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچا جہاں کے لوگ ٹائفس سے مر رہے تھے۔ یہاں وہ برف کی فیکٹریوں کے مالکان سے جدوجہد کرتا رہا جنھوں نے صحت عامہ کے قوانین کی تلوار کند کر دی تھی۔

"میں بھی زندگی میں یہی کرنا چاہتا ہوں۔ بیمار جسموں کا بے ڈھنگے پن سے علاج کرنے کی بجائے ایک نئی دنیا بنانی چاہیے!" مارٹن کے دل میں ایک شدید خواہش پیدا ہوئی: "یا خدا میں اس شخص کے ساتھ آگ میں کود پڑنے کو بھی تیار ہوں! اور یہ تنوطی قسم کے لوگوں کے دلائل کو کیسی آسانی سے کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ کاش مجھے چند منٹ کے لیے اس کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع مل جائے ـــ"

لیکچر ختم ہونے کے بعد وہ وہیں رکا رہا۔ پلیٹ فارم پر سونڈیلیس کے گرد دس بارہ[12] لوگ کھڑے تھے۔ کچھ لوگوں نے اس سے ہاتھ ملائے، کچھ لوگوں نے چند سوالات پوچھے، ایک ڈاکٹر اپنے شبہات کا اظہار کرتا رہا۔ "مگر کیا ان خیراتی شفاخانوں اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے سوشلزم کے جال میں پھنسنے کا خدشہ نہیں ہے؟" مارٹن سب سے پیچھے کھڑا رہا حتی کہ سب

لوگ ایک ایک کرکے چلے گئے اور سونڈیلیس اکیلا رہ گیا۔ ہال کا چوکیدار بڑی احتیاط سے کھڑکیاں بند کر رہا تھا۔ سونڈیلیس نے اپنے ارد گرد دیکھا اور مارٹن کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص احساس تنہائی کا شکار ہے۔ اس نے اس سے ہاتھ ملایا اور کچھ شرماتے ہوئے بولا۔

"اگر آپ کو کہیں اور نہ جانا ہو تو میرے ساتھ ایک......"

سونڈیلیس کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے جوش سے بڑی بلند آواز میں کہا "پینے کا پروگرام ہے؟ میں چل سکتا ہوں۔ اچھا وہ کتے اور مکھی والا مذاق کیسا رہا؟ کیا پسند آیا لوگوں کو؟"

"اجی بہت پسند آیا ڈاکٹر صاحب!"

یہ مرد مجاہد جو ابھی ابھی بتا رہا تھا کہ اس نے پانچ ہزار تاتاریوں کو کھانا کھلایا، چین کی ایک یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کی اور ایک بلقان ملک کے بادشاہ کا اعزاز لینے سے انکار کر دیا اب اپنے واحد پیروکار کو بڑے پیار اور شفقت کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پوچھ رہا تھا "کیا کامیاب رہا یہ لیکچر ——؟ کیا لوگوں کو پسند آیا؟ آج کتنی سخت گرمی ہے۔ میں ہفتے میں نو بار لیکچر کرتا رہا ہوں —— اچھا کیا کامیاب رہا لیکچر؟ لوگوں کو پسند آیا تو ہوگا۔

"جناب غضب کا لیکچر تھا آپ کا۔ لوگ اس قدر دھیان سے سن رہے تھے کہ کیا بتاؤں قسم سے آج تک میں نے کسی تقریر سے اتنا لطف نہیں اٹھایا!"

صحت کا پیغامبر کہنے لگا "اب آؤ! میں تھوڑی سی وہسکی خریدوں گا۔ حفظان صحت کے ماہر کی حیثیت میں میں شراب کے سخت خلاف ہوں۔ زیادہ مقدار میں پی جائے تو یہ ایسی ہی مضر ہے جیسی کہ کافی یا آئس کریم سوڈا۔ مگر میں گپ شپ کرنے کا بھی بہت شوقین ہوں اور میں نے دیکھا ہے کہ سوڈے اور وہسکی کے بڑے پیگ میں آدمی کی جہالت اور بے وقوفی بھی حل ہو جاتی ہے۔ کیا یہاں سکون سے بیٹھنے کے لئے کوئی ٹھنڈی سی جگہ ہے —— نہیں؟ —— آج رات ہم ہوں کس شہر میں؟ —— مینا پولس میں؟"

"میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک بیئر گارڈن ہے اور ٹرالی بھی ہمیں یہاں نزدیک ہی سے مل جائے گی!"

سونڈبلیبں نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"نہیں باہر میری ٹیکسی کھڑی ہے۔"

اس عیاشی کے ذکر سے مارٹن کچھ شرما گیا۔ گاڑی میں بیٹھ کر وہ ایک مشہور ہستی سے پوچھنے کے لئے موزوں سے سوال سوچنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب کیا یورپ کے شہروں میں گشت عالمہ کے بورڈ ہیں؟"

سونڈبلیبں نے اس کے سوال کو ان سنا کر دیا۔ "کیا تم نے وہ لڑکی گزرتی ہوئی دیکھی؟ کیا غضب کی پنڈلیاں ہیں اُس کی اور شانے تو بہت ہی پیارے تھے۔ بیئر گارڈن میں کیا اچھی قسم کی بیئر بھی مل جاتی ہے؟ اچھی برانڈی بھی مل جائے گی کہ نہیں؟ اُف تھک گیا ہوں میں لیکچر کرتے کرتے۔ اب چھوڑ دوں گا میں یہ دھندا۔ اور اس گرمی میں اس طرح کا ڈریس سوٹ پہننا مصیبت ہے! کیا تمہیں معلوم ہے کہ لیکچروں میں میں بڑی عجیب عجیب سی باتیں کہتا ہوں مگر آؤ اب سب کچھ بھول جائیں آؤ پئیں اور ناچیں، اور گائیں اور خوبصورت لڑکیوں کو ان کے گھرانوں سے الگ کر کے انھیں کہیں دور لے جائیں۔ اور پیدا لوں کے افسانے کہیں جو مجھے اچھے لگتے ہیں!"

"بیئر گارڈن" میں پہنچ کر اس بے پناہ سونڈبلیبں نے چھوٹے بڑے ہر موضوع پر گفتگو کی ــــ "ڈکاسموس کلب" پر، اموات طفلان سے متعلق حال کی تحقیقات پر، سیب کی برانڈی اور دوسری شرابوں کو ملانے کی خوبیوں پر، لارڈ ہالڈین پر، دودھ کا معائنہ کرنے کے نئے طریقوں پر اور انگلستان کے ناول نگاروں پر۔ مارٹن سوچ رہا تھا کہ سونڈبلیبں اور میرے درمیان کونسی چیزیں مشترک ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے آدمی بدنام ہستیوں یا سفر کے دوران میں ملے لوگوں کے متعلق سوچتا ہے۔ وہ کہہ سکتا تھا "میرا خیال ہے آپ کے ایک واقف کار سے میں ایک بار مل چکا ہوں" یا "میں آپ کے تمام مضامین میں نے پڑھے ہیں اور بہت مزیدار لگے ہیں مجھے" مگر ان باتوں کی بجائے اس کی زبان سے یہی نکلا "کیا آپ ونے میک کے میڈیکل سکول کی دو بڑی ہستیوں سے ملے ہیں ــــ ڈین سلوا اور میکس گاٹلب"

"سلوا؟ مجھے یاد نہیں کہ میں اس شخص سے کبھی ملا ہوں یا نہیں۔ مگر ہاں گاٹلب ــــ کیا تم اُسے جانتے ہو؟" سونڈبلیبں نے اپنے بھاری بھرکم بازو ہوا میں لہرائے "یہ بڑا عظیم

آدمی ہے وہ! سائنس کی روح ہے! میگرک میں مجھے اُس سے باتیں کر کے بہت خوشی ہوئی تھی وہ میری طرح شور نہیں مچاتا۔ اُس کے سامنے میں سرکس کا مسخرا معلوم ہوتا ہوں۔ وبائی امراض کے متعلق اس نے میرے تمام بیانات کا تجزیہ کر کے بتایا کہ میں بالکل احمق آدمی ہوں، ہاہاہا!"
وہ ہنسا اور اس کے منہ سے گالیوں کا ایک فوارہ پھوٹ پڑا۔

ہر موضوع پر اس نے کچھ دلچسپ باتیں کہیں۔ سونڈیلیئس غضب کا پینے والا تھا۔ اس نے پلسیز وہسکی، سیاہ کافی وائیک اور پانی سا ملا کر پیا جس کے متعلق وڈیٹر نے دعوے سے کہا یہ انتہائی شراب ہے۔ "میں بارہ بجے تک سو جانا چاہتا ہوں!" اس نے کسی قدر افسوس کے ساتھ کہا، "مگر ایک اچھی خاصی گپ شپ کو بیچ میں ختم کر دینا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ تم بھی ایک حد تک مجھے دلچسپ لگ رہے ہو۔ میں بہت آسانی سے کسی بھی آدمی کی طرف راغب ہو جاتا ہوں۔ مگر پانچ گھنٹے تو مجھے ضرور سونا چاہیے میرا یہ پکا اصول ہے۔ کل شام مجھے ایلووا نام کی کسی جگہ لیکچر کرنا ہے۔ اب چونکہ میری عمر پچاس سے اوپر ہو چکی ہے اس لئے پہلے کی طرح تین گھنٹے کی نیند میرے لئے کافی نہیں ہے۔ مگر پھر بھی میں ابھی بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہوں!"

پھر وہ اور بھی جوش و خروش سے بولنے لگا۔ اس کے بعد ایک شخص سے جھگڑا ہونے کے باعث وہ سخت برہم ہوا۔ بغل کی میز پر ایک اجڈ سی صورت کا آدمی بڑی دلچسپی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کان لگا کر سنتا، انھیں غور سے دیکھتا پھر ان پر ہنسنے لگتا۔ سونڈیلیئس پینے کے لطف پر گفتگو کرتا ہوا اچانک جھلا اُٹھا۔

"اگر اس شخص نے مجھے گھورنا بند نہ کیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ اب اس عمر میں میں کوئی دنگا فساد تو نہیں چاہتا مگر گھور گھور کر دیکھنے والے لوگ مجھے بُرے لگتے ہیں۔ میں جا کر اسے سمجھاتا ہوں۔ تھوڑا سا جھنجھوڑ دوں گا اسے!"

جب سونڈیلیئس مکّے دکھاتا ہوا اس آدمی کی طرف بڑھا تو ریستوران کے ویٹر ان کی طرف بھاگے بھاگے آئے۔ پھر وہ رک گیا، کئی بار اس سے ہاتھ ملایا اور اُسے اپنے ساتھ لیکر مارٹن کے پاس واپس آگیا۔

"یہ میرے شہر گونہ برگ، کا رہنے والا ہے۔ بڑھئی کا کام کرتا ہے۔ بیٹھ جاؤ بھئی نیلس، کچھ

پی لو! ارے ویٹر!"

یہ بڑھئی سوشلسٹ خیالات کا تھا، سویڈن کی ایک سیمی جماعت کا رکن تھا، بڑا اکھڑ بحث تھا اور تیز قسم کی یک آتشہ شراب پینے کا شوقین تھا۔ اس نے سونڈ بلیس پر ریئس ہونے کا الزام لگایا، مارٹن کی لاعلمی اور جہالت پر تنقید کی اور خراب برانڈی لانے پر ویٹر کو برا بھلا کہا۔ سونڈ بلیس، مارٹن اور ویٹر نے اس کو بڑے تیز تیز جواب دیئے۔ اور گفتگو بڑی دلچسپ ہوگئی۔ پھر انھیں بیر گارڈن سے نکال دیا گیا اور وہ تینوں ٹیکسی میں جا گھسے جو ابھی تک ان کا انتظار کر رہی تھی۔ ان کی بحثوں سے ٹیکسی میں بھی ایک طوفان سا برپا ہوگیا۔ پھر مارٹن کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کس طرف گئے۔ وہ تو ایک طرح سے خواب دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے لئے وہ ایک سوڈ ہاؤس میں بیٹھے جو کہ غالباً یونیورسٹی ایوینیو کی لمبی سی سڑک پر تھا۔ ایک بار وہ شراب خانے میں گئے جو کہ واشنگٹن ایوینیو ساؤتھ پر واقع تھا جہاں تین آدمی گرد ایک کونے میں سوئے ہوئے تھے۔ ایک بار وہ اس بڑھئی کے گھر گئے جہاں ایک اجنبی شخص نے ان کے لئے کافی بنائی۔

وہ جہاں بھی گئے ہوں انھوں نے بیک وقت ماسکو، کراکاؤ اور سمردی لمیا کی سیر بھی کی۔ وہ بڑھئی کمیونسٹ طرز کی حکومتیں بناتا رہا اور سونڈ بلیس بار بار اعلان کرتا رہا کہ جب تک وہ لوگوں کو حفظانِ صحت کے اصولوں پر چلنے کے لئے مجبور کر سکتا ہے اسے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیئے وہ سوشلسٹ ملک میں کام کرے یا کسی شہنشاہ کے تحت رہے۔ وہ تپ دق کو جڑ سے اکھاڑتا رہا اور صبح تک اس کی مملکت سے سرطان کا خاتمہ ہو بھی چکا تھا۔

صبح چار بجے انھوں نے اشکبار آنکھوں سے ایک دوسرے کو الوداع کہی اور وعدہ کیا کہ وہ منیسوٹا، سٹاک ہالم، ریگویا جنوبی سمندر رول پر ضرور دوبارہ ملیں گے پھر مارٹن وسکس دینیا کے لئے چل دیا۔ تاکہ لوگوں سے بیماریٹ نے کی خطرناک آزادی چھین لی جائے۔

اور یوں اس بہادر اور جری دیوتا سونڈ بلیس نے ڈین سلوا کی ہستی کو ختم کر دیا، جس طرح سلوا نے گاٹلب کی ہستی کو ختم کیا تھا اور گاٹلب نے اس کھلنڈرے کیمسٹ "اینگورا" ایڈورڈز کو ختم کیا تھا، ایڈورڈز نے ڈاکٹر ورکسن کا خاتمہ کیا تھا اور ورکسن نے اس پادری کے لڑکے کو ختم کیا تھا، جس کے پاس گھٹنے میں ورزش کرنے کا جھولا تھا۔

باب اٹھارواں

ڈاکٹر دو میتھجے اپنے فرصت کے اوقات میں ضلع کر انسلین کے محکمہ صحت میں انسپکٹر کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ مگر اس کام کا انھیں خاطر خواہ معاوضہ نہیں ملتا تھا۔ لہٰذا ان کی دلچسپی اب اس کام میں نہ رہی تھی۔ جب مارٹن وہاں آدھمکا اور آدھے معاوضے پر یہ کام کرنے کی پیشکش کی تو دو میتھجے نے بڑی فراخدلی سے یہ پیشکش منظور کر لی اور اسے یقین دلایا کہ اس کام کا اس کی ذاتی پریکٹس پر بھی اثر پڑے گا۔

ہوا بھی یہی —— اس کام نے مارٹن کی پریکٹس کو تقریباً تباہ کر کے رکھ دیا۔

مارٹن کو باقاعدہ سرکاری طور پر یہ کام نہیں ملا تھا۔ وہ خود ہی دو میتھجے کے دستخط کرتا اور اپنے موڈ کے مطابق ہمیشہ نام کے الگ الگ ہجے لکھتا۔ ضلع کے بورڈ کے ممبروں کو معلوم تھا کہ مارٹن کے اختیارات بہت محدود ہیں مگر یہ سارا سلسلہ غیر قانونی طریقے سے چل رہا تھا۔

ہیلتھ آفیسر کے طور پر شروع شروع کے جوش و خروش میں سائنس یا ہمت و مردانگی کا زیادہ دخل نہ تھا مگر قصبے کے لوگوں کو اس نے اپنے رویے سے سخت بیزار کر دیا۔ باڑوں اور احاطوں میں جا کر وہ نکتہ چینی شروع کر دیتا۔ مسز بلیسی سے کہتا کہ اس نے پیپے میں کوڑا جمع کر کے بدبو کیوں پھیلا رکھی ہے، اس نے مسٹر نور بلوم کو سڑک پر کھاد کا ڈھیر لگانے پر ڈانٹا سکول کی عمارت میں کھڑکیاں اور روشندان نہ ہونے کے باعث منتظمین کی سرزنش کرتا۔

مذہب سے اس کی بے تعلقی، اخلاقی اصولوں سے بے پرواہی اور اپنے قصبے اور شہر سے بے تعلقی سی ہونے کے باعث وہاں کے لوگوں میں پہلے ہی سے ہلچل مچی تھی مگر اب مارٹن نے انھیں گندگی اور سستی کی لعنت سے نکالنا چاہا تو ایک طوفان سا پھٹ پڑا۔

اس کام کے متعلق مارٹن اس قدر سنجیدہ تھا کہ ان لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔

مگر اس میں فاختہ کی سی معصومیت تو تھی، سانپ کی سی ہوشیاری اور چالاکی نہ تھی۔ اس نے نہیں اپنے نئے مشن کا مقصد اور مطلب سمجھانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ ڈاکٹر دو مجنے کی طرح اس کے اختیارات صرف کاغذ پر تھے عملی طور پر ان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ اور اس کے طرزِ عمل سے لوگ اس طرح چڑ گئے کہ وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہ رہا۔

کوڑے کرکٹ پر نکتہ چینی چھوڑ کر اس نے چھوت کی بیماریوں کے خلاف ایک نیا جہاد شروع کر دیا۔ ڈیلفٹ کے لوگوں میں ٹائیفائڈ وبا کی صورت میں پھیلا تھا۔ کبھی تو اس بیماری کا زور کم ہو جاتا مگر یہ بار بار پھیلتی رہی۔ گاؤں والوں کا خیال تھا کہ اس وبا کا ذمہ وار ندی سے چھ میل پرے نئے آباد ہونے والوں کا گروہ ہے جس نے بغیر اجازت کے زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ ڈیلفٹ کے رہنے والوں کا ارادہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو زد و کوب کریں تا کہ اُن کا احتجاج عملی شکل اختیار کر سکے اور کھیتی کے کام کے ساتھ ساتھ کچھ تفریح بھی ہو جائے۔ مارٹن نے جب بہت زور دے کر کہا کہ چھ میل تک ندی میں بہتے بہتے یہ سب کوڑا کرکٹ دھل جاتا ہے اور ان لوگوں کا گروہ اس وبا کا ذمہ دار نہیں ہے تو لوگوں نے اسے بُرا بھلا کہا۔

"یہ کیسا نکما آدمی ہے۔ ہر وقت چیختا چلاتا رہتا ہے کہ ہمیں بیماریوں کو روکنے کے لئے احتیاط کرنی چاہیئے۔ مگر جب ہم ان جھنیوں کو ختم کرنے جا رہے ہیں جو ہیں بھی رذیل اور کمین قوم کے تو یہ ہماری کوئی مدد نہیں کرتا اور زہریلے جراثیم کی ہی رٹ لگائے جاتا ہے!" یہ الفاظ گیہوں کے بیوپاری کالیس نے ڈیلفٹ میں اناج کی دوکان پر کہے۔ ضلع بھر میں بجلی کی سی تیزی، تندی اور سرعت کے ساتھ گھومتے ہوئے مارٹن نے ڈیلفٹ کے ارد گرد پانچ میل کے رقبے میں ٹائیفائڈ کے ایک ایک کیس کا اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ اُس نے دیکھا کہ یہاں دودھ دینے والے کون ہیں اور کن راستوں سے آتے ہیں۔ اس نے پنساریوں کی مہیا کی ہوئی اشیائے خوردنی کا بھی معائنہ کیا۔ ان سب تحقیقات سے اس نے یہ دریافت کر لیا کہ ٹائیفائڈ کے بیشتر کیس کپڑے سینے والی ایک خانہ بدوش عورت کی آمد کے بعد ہوتے ہیں۔ یہ بڑی پاکدامن غیر شادی شدہ عورت تھی اور بے حد صفائی سے رہتی تھی۔ چار سال پہلے اسے ٹائیفائڈ ہوا تھا۔

مارٹن نے اعلان کیا "یہی عورت بیماری کے جراثیم کو یہاں لاتی ہے۔ اسکا معائنہ کرنا ہوگا۔"

وہ عورت اُسے ایک بڈھے کھیتی کرنے والے پرچارک کے گھر میں بیٹھی ملی۔
مارٹن نے جب اپنی تجویز اس کے سامنے رکھی تو عورت نے کچھ حقارت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے ڈاکٹری معائنہ کرانے سے انکار کر دیا۔ اُس کے واپس جانے کے بعد وہ اپنی بے عزتی پر رونے لگی اور پرچارک نے اپنے گھر کی دہلیز پر کھڑے ہو کر مارٹن کو کوسنا شروع کر دیا۔ پھر وہ قصبے کے پولیس آفیسر کو اپنے ساتھ لیکر آیا اور اس کپڑے سینے والی عورت کو گرفتار کر دا کے ضلع کے "آشرم" میں رہنے کے لئے سب سے علیحدہ جگہ دلوائی۔ عورت کے فضلے میں اس نے ٹائیفائڈ کے کروڑوں جراثیم پائے۔

دُبلی پتلی کمزور جسم کی عورت کے لئے وہ لکڑی کی چھت والا سفیدی کیا ہوا مردہ سا کمرہ تکلیف دہ جگہ تھی۔ وہ کچھ خجالت سی محسوس کر رہی تھی اور ساتھ ہی خوفزدہ بھی تھی۔ چمکتی آنکھوں والی اس نیک دل عورت کو گاؤں میں ہمیشہ بڑی شفقت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ جب بھی وہ گاؤں میں آتی بچوں کے لئے تحفے لاتی، گھر کے کام کاج میں بے حد عورت کسان عورتوں کی مدد کرتی اور ننھے منّوں کو اپنی پتلی سی چڑیا جیسی آواز میں گیت سناتی۔ اس عورت کو نظر بند کروانے پر مارٹن پر بڑی لعن طعن کی گئی۔ "اگر یہ بیچاری غریب نہ ہوتی تو اس طرح ڈاکٹر کو اسے چھونے کی ہمت بھی نہ ہوتی!" وہ کہتے اور سرگوشیوں میں ایک دوسرے کو یہ بھی بتاتے رہتے کہ کسی کو جیل میں بچہ پیدا ہوا ہے۔

مارٹن دل میں بہت دُکھی ہوا۔ اس نے "آشرم" جا کر کپڑے سینے والی اس عورت کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کے رہنے کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ وہ اس کے لئے مٹھائیاں اور رسالے لے گیا۔ مگر اس بات پر وہ بہت مضبوطی سے اڑا رہا کہ اسے آزادی سے باہر گھومنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ عورت ایک سو تخاص کو ٹائیفائڈ میں مبتلا کرنے کا باعث ہوئی ہے جن میں لڑکی کی موت ہو گئی تھی۔

ضلع کے لوگوں نے مارٹن کا بہت مذاق اڑایا۔ "ارے چار سال سے یہ عورت بہت ہی بھلی چنگی ہے۔ اب اتنی مدت بعد یہ بھلا کیسے بیماری پھیلا سکتی ہے؟" ضلع کے کمشنروں اور محکمہ صحت نے ساتھ کے ضلع سے ڈاکٹر ہیسی لنک کو بلایا۔ وہ مارٹن کے نتائج سے بالکل متفق تھا۔ کمشنر دل

کی ہر میٹنگ اب میدان کارزار بن گئی اور وثوق سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ آیا مارٹن کو فتح نصیب ہوگی یا شکست۔

لیورا نے اُسے اس مصیبت سے نکالا۔ اس نے تجویز کیا، "کیوں نہ چندہ کرکے اس عورت کو کسی بڑے ہسپتال میں بھجوا دیا جائے جہاں اس کا اچھی طرح سے علاج کیا جا سکے گا۔ اگر یہ مکمل طور پر صحت یاب نہ بھی ہو سکی تو ہسپتال والے اسے رکھیں گے تو سہی۔"

اس طرح اس دوزن کو ایک سینی ٹوریم میں بھیج دیا گیا۔ پھر لوگوں نے ہمیشہ کے لئے اُسے بھلا دیا اور مارٹن کے دشمن بھی اُسے سراہنے لگے۔ "بڑا تیز آدمی ہے اور اپنا کام بھی خوب جانتا ہے۔" ہیسی لنک نے بھی آکر اس سے کہا" اس معاملے میں تم بہت کامیاب رہے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب یہاں تمہارے قدم جمتے جا رہے ہیں۔"

یہ تعریف سنکر مارٹن پر کچھ نشہ سا طاری ہو گیا اور اس نے فوراً ایک نئی وبا کی تلاش شروع کر دی۔ خوش قسمتی سے وہاں چیچک کا ایک کیس ہو گیا۔ اور کچھ دوسرے مریضوں پر بھی اسے چیچک کا شبہ ہوا۔ ان میں سے کچھ مریض ضلع ییکلن کے رہنے والے تھے جو کہ ہیسی لنک کے دائرہ اختیار میں تھا۔ مگر ہیسی لنک مارٹن کی بات سن کر ہنسا" سوائے تمہارے والے مریض ان سب کو موتیا بیتلا ہے۔ گرمی کے موسم میں تو چیچک کے بہت کم کیس ہوتے ہیں۔" وہ زیر لب مسکرایا مگر مارٹن نے غصے اور جوش کی حالت میں دونوں اضلاع میں بھاگ بھاگ کر اس نئی آنے والی آفت کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ وہ ہر ایک کو ٹیکہ لگوانے کی درخواست کرتا۔ "دس پندرہ روز میں یہاں قیامت آنے والی ہے۔" وہ ہر ایک سے کہتا۔

مگر ڈسل دینیا اور دوسرے دو دیہات کے گرجوں میں کام کرنے والا یونائیٹڈ برادرن چرچ کا پادری چیچک کے ٹیکوں کا سخت مخالف تھا اور اس نے اس طرح کے علاج کے خلاف اپنا پرچار شروع کر دیا۔ گاؤں والوں نے اس کا ساتھ دیا۔ مارٹن ایک ایک دیہاتی کے گھر جا کر منت سماجت کرتا اور بمفت علاج کرنے کی پیشکش بھی کرتا۔ مگر اس نے چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں اپنے لئے جگہ نہیں بنائی تھی اور انھیں اپنے نقش قدم پر چلنا نہیں سکھایا تھا اس لئے اس کی بات ماننے کی بجائے وہ لوگ اس پر سوالوں کی بوچھار کر دیتے، اس سے

بحث کرتے اور اپنے دروازوں پر کھڑے ہو کر اس کا مذاق اڑاتے، ہنستے اور کہتے کہ یہ ڈاکٹر شراب پی کر ایسی باتیں کر رہا ہے۔ حالانکہ کئی ہفتوں سے اس کی خوراک صرف دیہات کی تند کافی ہی رہ گئی تھی مگر وہ ایک دوسرے کو کہتے کہ یہ ڈاکٹر ہر رات کو شراب کے نشے میں دھت ہوتا ہے اور یونائیٹڈ چرچ کا پادری اب اپنے خطبے میں اس کی پول کھولے گا۔

پندرہ روز اسی طرح روتے جھینکتے گزر گئے مگر سوائے اُس ایک مریض کے سب کیس موتیا سنیلا کے ثابت ہوئے۔ ہیبی لنک کو بڑی خوشی تھی اور سارے گاؤں نے خوب قہقہے لگائے اور مارٹن بیچارہ ہر جگہ مذاق کا نشانہ بننے لگا۔

دیہات والے جب سرگوشیوں میں اسے بدکار اور بداخلاق کہا کرتے تو اسے کچھ غصہ ضرور آتا تھا اور شام کو جب اس پر افسردگی طاری ہوتی تو وہ وہاں سے بھاگ جانے کی سکیمیں بنایا کرتا۔ مگر اب گاؤں والوں کی طنز اور مذاق کا شکار ہونے پر وہ غصے سے پاگل ہو گیا۔

لیورا اس کی ڈھارس بندھایا کرتی "غم نہ کرو لوگ اس بات کو بھول جائیں گے" مگر لوگ بھولے نہیں۔

موسم خزاں تک تو یہ ایک ایسا کلاسیکی قسم کا مذاق بن گیا جس کا لطف دنیا بھر کے کسان اٹھا سکتے ہیں۔ انھوں نے ہنسی میں ہی مشہور کر دیا کہ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق جو شخص بھی سور پالے گا چیچک سے اس کی موت ہو جائے گی۔ انھوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ ڈاکٹر ایک ہفتے سے نشے میں دھت ہے اور پتھری سے لیکر دل کی ہر بیماری تک کو چیچک ہی بتاتا ہے۔ کسی دیہاتی کو کبھی جب ڈاکٹر راستے میں مل جاتا تو وہ دانت نکال کر ہنستا (دل شکنی کرنے کی غرض سے نہیں) اور کہتا "ڈاکٹر صاحب، یہ میری ٹھوڑی پر پھنسی سی نکل آئی ہے۔ یہ چیچک تو نہیں ؟"

لوگوں کے غیظ و غضب سے کہیں زیادہ ان کے قہقہے تکلیف دہ ہوتے ہیں اور یہ قہقہے جہاں ظالموں اور جابروں کی خیچی کرکری کرتے ہیں وہاں فقیروں، درویشوں اور اہل حکمت و دانش کی عزت بھی مٹی میں ملا دیتے ہیں

گرد و نواح کے علاقوں میں جب واقعی "ٹیتھیریا" کی وبا پھیلنی شروع ہو گئی۔ اور مارٹن نے دل سے لوگوں کو "اینٹی ٹاکسن" کا انجیکشن لگوانے کے لئے کہنے لگا تو آدھی آبادی کو تو یاد آ گیا کہ وہ مسٹر تونبرک کی بچی کو بچانے میں ناکام رہا تھا اور آدھے لوگ بیزار ہو کر اسے جواب دیتے "ہو ارے یا بابا بخشو، تمہیں تو وباؤں کا خبط سوار ہے!" کئی ایک بچوں کے مر جانے پر بھی انھوں نے اپنا یہ کلاسیکی مذاق ترک نہیں کیا۔

پھر مارٹن نے ایک روز دل شکستہ سی آواز میں لیورا سے کہا "یہاں سے مجھے جانا ہی پڑے گا اب یہاں رہنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ ان لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے میں مجھے کئی سال لگیں گے۔ یہ کمبخت مجھ سے یوں دل لگی کرتے ہیں! اب میں کوئی اچھی سی نوکری حاصل کروں گا ——— محکمہ صحت میں"۔

اچھی بات ہے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ تم یہاں رہو۔ اب ہم کوئی بڑی سی جگہ تلاش کریں گے جہاں لوگ تمہارے کام کی قدر بھی کریں"۔

"نہیں، یہ تو ناانصافی ہوگی۔ یہاں آ کر میں نے کچھ نہ کچھ تو سیکھا ہے لوگوں پر اعتماد جمانا مجھے آیا نہیں۔ یہاں میں ناکام ہوا ہوں کیونکہ میں نے بہت سے لوگوں کو اپنا مخالف بنا لیا ہے یہاں کامیاب ہونا مشکل نہیں ہے اور میں یہاں قدم جما بھی سکتا ہوں مگر ہر آدمی کی زندگی بڑی مختصر ہوتی ہے۔ ایک لحاظ سے تو میں اچھا کارکن ہوں۔ مگر میں بزدل بننے سے گھبراتا ہوں۔ کیا ارادہ ہے؟ پیٹھ دکھانا۔ اب مجھے پروا نہیں۔ قسم سے مجھے اپنی صلاحیتوں کا علم ہے گاٹلب نے میرا کام دیکھ رکھا ہے۔ اور میں اپنا اصل کام کرنا چاہتا ہوں۔ اب ہمارا جانا یقینی سمجھو ——— کیوں منظور ہے۔"

"بالکل منظور ہے"۔

(۲)

اس نے ایک طبی جریدے "امریکن جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن" میں پڑھا کہ گسٹاف سونڈیلیس ہارورڈ (یونیورسٹی) میں تقریروں کا ایک سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ مارٹن نے خط

لکھ کر پوچھا کہ کیا محکمہ صحت میں کسی خالی اسامی کے متعلق انھیں علم ہے سونڈیلیس نے ایک بدخط تحریر اور بازاری سی زبان میں جواب دیا کہ مینا پولس میں اس تفریح اور سیر تماشے کی خوشگوار یاد اب بھی اس کے دل میں ہے، مزید یہ کہ ہارورڈ کے پروفیسر اینٹ ورسلے کی رائے سے "میٹا تھراسن" کی ماہیت کے متعلق اُسے اختلاف ہے، بوسٹن میں ایک بہت عمدہ اطالوی ریستوران ہے اور محکمہ صحت میں وہ اپنے دوستوں سے کسی خالی اسامی کے متعلق دریافت کریگا۔

دو روز بعد اس کا ایک اور خط آیا جس میں لکھا تھا کہ نوٹیلس شہر (ایووا) میں صحت عامہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر آلمس پکربو اپنے لئے ایک اسسٹنٹ کی تلاش میں ہیں اور شاید وہ تمہیں اس کام کی تفصیلات بھی بھیجیں۔

لیورا اور مارٹن اپنی قسمت معلوم کرنے کے لئے بھاگے بھاگے ایک جیوتشی کے پاس گئے۔ "واللہ! نوٹیلس کی آبادی انتر ہزار ہے جبکہ یہاں صرف تین سو چھیاسٹھ لوگ رہتے ہیں، مگر ٹھہرو پیٹے پسکا کے ہاں بچہ پیدا ہونے کے بعد جس کی پیدائش کے لئے اس سور کے بچے ہیبی لنک کو بلایا گیا تھا، یہاں کی آبادی تین سو ساٹھ ہوگئی۔ وہاں تو خدا کی قسم لوگ ہی لوگ نظر آئیں گے۔ تھیٹر، شاید ناچ گانے کے جلسے بھی اور کیا کیا کچھ! ارے لیورا ہم وہاں سکول سے بھاگے ہوئے بچوں کی طرح گھوما کریں گے۔"

مارٹن نے جب اس نوکری کی تفصیلات معلوم کرنے کیلئے تار دی تو سٹیشن ایجنٹ نے، جو کہ ٹیلی گراف آپریٹر بھی تھا، بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔

سائکلوسٹائل کیا ہوا فارم جو اُسے بھیجا گیا اس پر لکھا تھا کہ ڈاکٹر پکربو کو ایک اسٹنٹ کی ضرورت ہے جو کہ ان کے علاوہ پورا وقت کام کرنے والا واحد میڈیکل آفیسر ہوگا کیونکہ شفاخانے اور سکول میں کام کرنے والے ڈاکٹر اور نرسیں ذاتی پریکٹس کرنے والے ہوتے ہیں اور پورا وقت کام نہیں کرتے۔ یہ اسسٹنٹ ماہر وبائیات اور ماہر جراثیمیات ہونا چاہیئے اور اُسے دفتر کے کلرکوں، نرسوں، ڈیریوں وغیرہ کے انسپکٹروں کے کام کی نگرانی بھی کرنے پڑے گی۔ تنخواہ کے متعلق فارم میں لکھا تھا کہ پچیس سو ڈالر سالانہ ہوگی۔ (جبکہ ڈلس دینیا میں مارٹن پندرہ سولہ سو ڈالر ہی کماتا تھا) اسامی حاصل کرنے کے لئے موزوں لوگوں کی

سفارش بھی درکار تھی۔

مارٹن نے سفارش حاصل کرنے کے لئے سونڈربلیں، ڈین سلوا اور میکس گاٹلب کو لکھا جو کہ اب نیویارک کی میکگر ک انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتا تھا۔

ڈاکٹر بکر لو نے اُسے اطلاع دی۔" آپ کے لئے مجھے ڈین سلوا اور ڈاکٹر سونڈربلیں کی طرف سے بڑے اچھے خطوط موصول ہوئے ہیں اور خاص طور پر ڈاکٹر گاٹلب نے تو اپنے خط میں آپ میں صلاحیتوں کی غیر معمولی طور پر تعریف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بطور لیبارٹری کارکن آپ کی قابلیت اور صلاحیت کی مثال مشکل سے ملے گی۔ یہ نوکری آپ کو پیش کرتے ہوئے مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ برائے کرم تار سے اپنے فیصلے کی اطلاع دیجئے۔"

اب مارٹن کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ واقعی وٹسل دنیا چھوڑ کر جا رہا ہے اور اسے برٹ ٹوزر کی نکتہ چینیوں کی کوفت اوسپیٹے لیکا اور نور بلوم کی جاسوسی، ڈاکٹر ہیلی لنک کے احساس برتری اور کفلن کی عداوت سے نجات مل جائے گی اور مریضوں کو دیکھنے کے اس مسلسل کام سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا جس کی وجہ سے اسے اپنی گردسے اٹی لیبارٹری میں کام کرنے کی کبھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ اسے احساس ہوا کہ ان ساری مصیبتوں کو چھوڑ کر وہ نیو ٹرلس جیسے شہر کی آب و تاب، شان و شہرت اور کامیابی حاصل کرنے جا رہا ہے۔

"لیورا ہم جا رہے ہیں! ہم واقعی جا رہے ہیں!"

(۳)

برٹ ٹوزر نے کہا۔

"قسم ہے لوگ تمہیں غدار کہیں گے۔ آخر ہمارا بھی تو تم پر کچھ احسان ہے۔ اگر تم نے یہ ہزار ڈالر واپس کر بھی دیئے تو تمہارے جانے کے بعد یہاں نیا ڈاکٹر آجائے گا اور اتنے عرصے میں خاندان کا جو سوراخ بنا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔"

ایڈا کوسٹ بولی۔

"یہاں کے لوگوں میں تم مقبول نہیں ہو سکے۔ مجھے امید ہے کہ نوٹیکس جیسے شہر میں تمہارا وقت مزے سے کٹے گا۔ خیر اگلے سال میری اور برٹ کی شادی ہونے والی ہے اور بزدلوں کی طرح جب تم وہاں سے ناکام ہو کر واپس آؤ گے تو ہمیں اپنے گھر میں تمہاری خبر گیری کرنی پڑے گی۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تم واپس آ کر یہ مکان اسی کرائے پر حاصل کر سکو گے۔ ہلئے برٹ ہم مارٹ کا دفتر کیوں نہیں لے لیتے اس سے بڑی بچت ہو جائے گی ہم جب سکول میں پڑھا کرتے تھے تو میں اوری کو کہا کرتی تھی کہ تم پابندی سے باقاعدہ طور پر کہیں جم کر نہیں رہ سکتیں۔"

مسٹر ٹوزر نے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کیوں جا رہے ہو جبکہ سب سلسلہ اچھی طرح سے چل رہا ہے۔ اگر تم جمے رہو تو کسی روز تین چار ہزار ڈالر سالانہ کمانے لگ جاؤ گے۔ کیا تمہارے ساتھ ہم نے اچھا سلوک نہیں کیا؟ میں نہیں چاہتا کہ میری بچی مجھے اکیلا چھوڑ کر یہاں سے دور چلی جائے۔ اب میں بوڑھا بھی تو ہو رہا ہوں اور برٹ میرے اور اپنی ماں کے ساتھ بڑا نانا جب سا سلوک کرنے لگا ہے تم اور اوری یہاں رہو گے تو ہم سے ہمدردانہ سلوک کرو گے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم یہیں رہ جاؤ؟

پیٹے لیکا نے کہا۔

"ڈاکٹر تمہارے جانے کی خبر سن کر مجھے بے حد افسوس ہوا۔

اس دواؤں والے معاملے میں ہمارے درمیان کچھ تکرار ضرور ہو گئی تھی مگر قسم ہے سوچ ہی رہا تھا کہ تمہیں اپنے کاروبار میں ساجھی بنانے کی پیشکش کر دوں تاکہ دواؤں کا کام تم اپنی مرضی کے مطابق کر سکو اور ہم بیوک کاروں کی ایجنسی لے لیں اور ہمارا دھندا اچھا خاصہ چل جائے۔ مجھے بڑا ہی دکھ ہو رہا ہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو .... خیر کبھی واپس آنا ہم مرغابیوں کا شکار کریں گے اور چیچک کا بھوت جو تم نے بنایا تھا اُسے یاد کر کے زور اہنسیں گے۔ یہ بات میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اس روز میری عورت کے کان میں درد ہوا تو میں اس

سے کہہ رہا تھا" اری تمہیں کہیں چیچک تو نہیں نکل آئی؟"

ڈاکٹر ہیسی لنک نے کہا۔

"ڈاکٹر یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ کیا واقعی تم جا رہے ہو؟ ارے اب تو اس جنگل میں ہم تم دونوں نے ڈاکٹری کے پیشے کو یہ رتبہ دیا جو اسے ملنا چاہیئے۔ یہی سنکر میں تم سے ملنے آیا ہوں۔ کیا ہم نے تم پر زیادہ نکتہ چینی کی؟ ہاں، میرا خیال ہے کہ تم ضرور اس جگہ سے تنگ آگئے ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے تمہاری قدر نہیں کی۔ ایسی چھوٹی سی جگہ پر مصروف رہنے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے ہمسایوں پر تنقید کرتا رہے۔ میں نے تمہیں چھوٹے سے بچے سے لیکر بڑا شاندار ڈاکٹر بنتے دیکھا ہے اور اب تم جا رہے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ مجھے کتنا دکھ ہوا ہے یہ سن کر!"

ہینری نووک نے کہا۔

"کیوں ڈاکٹر ہمیں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو۔ میرے ہاں بچہ ہونے والا ہے۔ اس روز میں نے اپنی گھر والی سے کہا کہ اب ہمارے گاؤں میں بڑا اچھا ڈاکٹر ہے جو ڈاکٹر ونٹر کی طرح فضول دوائیں نہیں دیتا۔"

ڈیلفٹ میں اناج کے بیوپاری نے کہا۔

"ارے ڈاکٹر صاحب تم ہمیں چھوڑ کر کیوں جا رہے ہو، مجھے ایک آدمی نے یہ خبر سنائی تو میں اس سے بولا۔ تم کیا پاگل ہو گئے ہو، حالانکہ مجھے اس کی بات پر یقین نہیں آیا مگر میں فکر میں پڑ گیا اور بھاگا بھاگا تم سے ملنے آیا——ڈاکٹر میں زبان کا کچھ کڑوا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ٹائیفائڈ کے دنوں میں میں نے تم سے کچھ سخت بات کہی تھی جب تم نے کہا تھا کہ وہ دراصل بیماری پھیلا رہی ہے اور پھر تم نے میرا علاج کیا تھا۔ ڈاکٹر اگر تم یہاں رہو اور سینٹ کا ممبر بننا چاہو تو میرا بھائی بہت رسوخ والا ہے—— سچ کہتا ہوں۔ میں دن رات تمہارے لئے کام کروں گا۔"

ایک انگل بالڈ نے اس سے کہا۔

"تم بڑے نصیبوں والے ہو۔"

جس روز موٹلس کے لئے روانہ ہوا تو سارا گاؤں اسے الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پر آیا۔

خزاں کے اس موسم میں گاڑی میں بیٹھے ہوئے جوش و خروش سے بھرے ٹوئیں تک تو مارٹن اپنے پڑوسیوں سے جدا ہونے کا ماتم کرتا رہا: "میرا جی چاہ رہا ہے کہ یہاں سے اتر کر واپس چلا جاؤں۔ یہاں دوستوں کے ساتھ مل کر کھیلنے میں کیا لطف آتا تھا۔ میں قسم سے کہتا ہوں کہ اگر کسی نیم حکیم قسم کا ڈاکٹر یہاں آکر بس گیا یا ووٹجنے نے پبلک ہیلتھ کے کام سے بے پرواہی کی تو میں واپس آکر ان کا کاروبار ٹھپ کر دوں گا اور کسی [illegible] سینٹ کا ممبر بھی ہو جاؤں گا!"

مگر جب شام کا اندھیرا گہرا ہونے لگا اور اس لمبی سی گاڑی میں بیٹھے تیزی سے بھاگتے ہوئے گیس کے چمکتے ہوئے زرد قمقموں کے سوا سب کچھ نظر آنا بند ہو گیا تو انھوں نے موٹلس میں شان و شوکت اور کامیابی کے خواب لینے شروع کئے۔ اس نے سوچا کہ سونڈیلیس میرے کام کی ضرور تعریف کرے گا ـــــ اور شاید میکس گاٹلب بھی۔

باب اُنیسواں

ایولا کے کالی مٹی والے میدانی علاقے کو صرف ایک معمولی سی تنگ پاٹ والی ندی سیراب کرتی ہے۔ نیوٹلس کا ہنگاموں بھرا شہر گرمی کے دنوں میں بھٹی کی طرح تپتا ہے اور ہیرے کی طرح چمکتا ہے۔ سینکڑوں ... تک مکی کے کھیتوں میں اونچے اونچے خوشوں کی سیدھی قطاروں کا لامتناہی سلسلہ چلا گیا ہے اور ان قطاروں کے بیچ کے راستوں پر ہر وقت قدم اُٹھاتا ہوا پسینے سے تربتر کوئی اجنبی ہمیشہ گھبرا جاتا ہے۔

نیوٹلس اور زینتھ میں وہی فرق ہے جو زینتھ اور شکاگو میں ہے۔

ستّر ہزار کی آبادی کا یہ شہر زینتھ سے چھوٹا تو ہے مگر زندگی کی ہماہمی اور تیز رفتاری میں اس سے کسی طرح کم نہیں۔ یہاں صرف ایک ہی بڑا ہوٹل ہے جبکہ زینتھ میں ایک درجن کے قریب ایسے ہوٹل ہیں۔ مگر یہ ایک ہوٹل بھی مسافروں سے بھرا رہتا ہے اور اتنا معیاری اور جدید طرز کا ہے جتنا کہ اس کا مالک اسے بنا سکتا تھا۔ زینتھ اور نیوٹلس میں تمام سڑکیں ایک جیسی ہی لگتی ہیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ نیوٹلس میں سب جگہ ایک ہی جیسی سڑکیں نہیں ہیں۔

اس شہر کا کردار بیان کرنے میں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ابھی تک کسی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ آیا یہ بڑا سا گاؤں ہے یا چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں ایسے گھر بھی ہیں جہاں کے رہنے والے شوفر رکھتے ہیں اور جن کے ہاں کاک ٹیل بنانے کے لئے بہت سی شرارتیں ہوتی ہیں۔ لیکن تھوڑے سے گنواروں کو چھوڑ کر سب شہری اگست کے مہینے میں شام کے وقت پوری آستینوں کی قمیص پہنے باہر برآمدوں میں کرسیاں ڈلوا کر بیٹھتے ہیں یہاں ایک دس منزلہ عمارت ہے جس میں اور دکانوں کے علاوہ ایک ایسے ادبی جریدے کا دفتر بھی ہے جو نئی نثر کا علمبردار ہے اور جسکی ناشر ایک نوجوان عورت ہے جو پانچ ماہ تک مونٹپارناس کے قہوہ خانوں میں اپنے شب و روز گذار چکی ہے۔ اس دس منزلہ عمارت

کے سامنے سڑک کے پار ایک پرانی سی حویلی ہے جس میں میپل کے درخت بڑے خوشنما لگتے ہیں۔
اور جہاں دیہات سے آنے والے کسانوں کی فورڈ کاروں اور سامان ڈھونے والی گاڑیوں
کی قطاریں کھڑی رہتی ہیں۔

ایلوداکی مٹی سب سے زیادہ زرخیز ہے، یہاں ان پڑھ لوگوں کی تعداد سب سے کم ہے،
گوری رنگت کے مقامی لوگوں اور موٹر رکھنے والوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے اور یہاں
کے شہر ملک بھر میں سب سے زیادہ ترقی پسند، مہذب اور نیک چلن ہیں۔ نوٹلس کا شہر ایلوداکی
ان خصوصیات کا سب سے بڑا نمائندہ ہے۔ یہاں تقریباً ہر تیسرے شخص نے
سردی کا ایک موسم کیلی فورنیا میں گزارا ہے ان میں گھوڑوں کے نعل لگانے والا ماہر فن بھی ہے
اور وہ عورت بھی جس نے ۱۹۱۲ء میں کرسمس کے موقعے پر سینما کی ایکٹرس مس میری بکفورڈ
کو ڈنر پر کھانے کے لئے نیل مرغ پیش کیا تھا۔

بڑے بڑے باغات والی وسیع و عریض حویلیاں، بے شمار سدا گلاب اور گرجوں کے
اونچے اونچے کلس نوٹلس کو دوسری جگہوں سے ممتاز کرتے ہیں ہرے بھرے کھیت شہر کی حدود
تک پہنچ جاتے ہیں اور کئی ایک بکھری ہوئی فیکٹریاں، ریل کی پٹریاں اور مزدوروں کے چھوٹے
چھوٹے کوارٹر مکئی کے کھیتوں کے عین بیچ میں ہیں۔ نوٹلس میں فولاد کی پون چکیاں بنائی جاتی
ہیں۔ زرعی اوزار تیار ہوتے ہیں جن میں ڈیلسی کمپنی کی کھاد بکھیرنے کی مشہور و معروف مشین بھی ہے۔
علاوہ اس کے ناشتے پر کھانے والی چیزیں بھی یہاں تیار ہوتی ہیں۔ یہاں اینٹوں کے بھٹے ہیں،
تھوک کا بیوپار کرنے والے پنساری ہیں اور کارن بیلٹ کو آپریٹو انشورنس کمپنی کا صدر دفتر ہے۔
یہاں کے سب سے چھوٹے مگر سب سے زیادہ قدیم ادارے بکفورڈ کرسچین کالج میں
دو سو سترہ طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں، سولہ معلم پڑھاتے ہیں جن میں سے گیارہ چرچ
آف کرائسٹ (کلیسائے یسوع) کے پادری ہیں۔ یہاں کے مشہور و معروف ہستی ڈاکٹر ٹام سیکس
فٹ بال کھیلنا سکھاتے ہیں، ہیلتھ ڈائرکٹر ہیں اور ہائی جین، کیمسٹری، فزکس، فرنچ اور جرمن
کے پروفیسر بھی ہیں۔ یہاں کے شارٹ ہینڈ اور پیانو سکھانے کے شعبے نوٹلس کی حدود سے باہر
بھی مشہور رہیں۔ کچھ برس پہلے گرنیل کالج کی ٹیم کو یہاں کی ٹیم نے بیس بال میں گیارہ اور پانچ کے

تناسب سے شکست دی تھی۔ مگر یہاں ارتقائی حیاتیات پڑھانے کے متعلق کبھی جھگڑا نہیں ہوا ـــــ واقعہ یہ ہے کہ یہاں حیاتیات (بایالوجی) پڑھانے کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں کی گئی۔

(۲)

مارٹن اور لیورا پرانی طرز کے "سمس ہاؤس" میں ٹھہرے جو کہ منوٹلیس کے ہوٹلوں میں دوسرے نمبر پر تھا۔ لیورا کو اس نے ہوٹل ہی میں چھوڑا اور خود محکمہ صحت کے ڈائرکٹر ڈاکٹر پکربو کو اپنی آمد کی اطلاع کرنے چلا گیا۔

محکمہ صحت کا دفتر ایک تنگ سی گلی میں خاکستری رنگ کے پتھروں کی عمارت "ٹاؤن ہال" کی زیریں دو منزل میں تھا۔ خشک اور بے رنگ سے انکوائری آفس میں جب وہ پہنچا تو وہاں کی سٹینو گرافر اور دو نرسوں نے جو کسی کام سے وہاں آئی تھیں بڑی گرمجوشی سے اسکا استقبال کیا اور پھر وہ تینوں چہچہانے لگیں ـــــ "ڈاکٹر صاحب، کیا آپ کا سفر آرام سے کٹا؟ ڈاکٹر پکربو کو تو امید تھی کہ آپ کل یہاں پہنچیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کیا مسز ایروسمتھ بھی آپ کے ساتھ ہیں؟" ـــــ ابھی اس پر سوالوں کی بوچھاڑ ہو ہی رہی تھی کہ ڈاکٹر پکربو آ دھمکے اور بڑے زور شور سے اُسے خوش آمدید کہنے لگے۔

ڈاکٹر المس پکربو اپنی تالیف کے پیشے میں تھے مگور ڈ کالج اور واسا ڈ میڈیکل سکول کے گریجویٹ تھے۔ ان کی صورت صدر روز ویلٹ سے کچھ ملتی تھی۔ ویسے ہی متناسب اعضا اور اُسی طرح کی جھاڑ جھنکاری مونچھیں۔ اس مشابہت کو وہ ہمیشہ بنائے رکھتے۔ وہ ایسے آدمی تھے جن کے بولنے کو فقط گفتگو نہیں کہا جا سکتا۔ وہ جب بولتے تو یا تو ایسی آواز آتی جیسے منہ سے ببلے چھوٹ رہے ہوں یا پھر وہ فن خطابت کا مظاہرہ کرتے۔

مارٹن سے ہاتھ ملاتے وقت انھوں نے چار دفعہ "خوب" کا لفظ دہرایا جیسے کالج کے لڑکے کسی کو داد دیا کرتے ہیں۔ انھوں نے اُسے سارے ڈیپارٹمنٹ میں گھمایا، ڈاکٹر کے

ذاتی دفتر میں لے گئے، سگار پیش کیا اور پہلی ہی ملاقات میں اجنبیت کا پردہ اٹھا دیا۔

"ڈاکٹر، آپ جیسے سائنٹیفک رجحانات کے شخص کا اس دفتر میں کام کرنا میرے لئے بہت خوشی کا باعث ہے۔ یہ بات تو نہیں کہ میں اس ذوق و شوق سے قطعی محروم ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں سائنس میں ریسرچ کرنے کے لئے باقاعدگی سے کچھ وقت صرف کرتا ہوں کیونکہ تحقیق پر اگر کچھ مقررہ وقت باقاعدگی سے صرف نہ کیا جائے تو صحت کے متعلق ان سرگرمیوں اور جوشیلے اقدامات سے کبھی کچھ فائدہ نہیں ہوتا!"

یہ ایک لمبی سی تقریر کا آغاز معلوم ہوتا تھا۔ مارٹن اطمینان سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ سگار میں اُسے کوئی لطف نہ آرہا تھا مگر اس نے دیکھا کہ اس کی مدد سے ان باتوں میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

"مگر میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سب اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ اکثر مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ (مگر اس میں ذاتی مفاد کو دخل نہیں ہے) میں صحتِ عامہ کی بڑھتی ہوئی تحریک کا بیک وقت روز ویلٹ اور لانگ فیلو بن جاؤں کیا اس سگار کا تمباکو تیز نہیں ہے؟ یا پھر یہ کہنا بہتر ہوگا کہ لانگ فیلو کی بجائے میں پبلک ہیلتھ کا کپلنگ بن جاؤں کیونکہ کیمرج کے اس عالم کی شاعری میں حسن اور اخلاق کا درس تو ہے مگر کپلنگ کی نشاط انگیزی اور زورِ بیان نہیں ہے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے، اور جب آپ کو شہر میں ہمارے کام کے نتائج اور لوگوں میں اچھی صحت کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے میں ہماری کامیابی دیکھنے کا موقعہ ملے گا اس وقت ضرور اس بات سے اتفاق کریں گے کہ دنیا کو اس وقت ایک جوشیلے، باہمت اور عظیم رہنما کی ضرورت ہے ——— مثال کے طور پر بلی سنڈے ——— ایسا آدمی جو کہ اس طرح سنسنی سی پھیلا دے کہ لوگ اپنی سستی اور کاہلی کو جھٹک کر اٹھ کھڑے ہوں۔ کبھی کبھی یہاں کے اخبار بلی سنڈے جیسے عظیم مبلغ سے میرا موازنہ کرتے ہیں۔ میں تو اسے خوشامد کہوں گا ——— اور کبھی یہ کہنے لگتے ہیں کہ میں بہت زیادہ سنسنی اور دہشت پیدا کرتا ہوں۔ مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ میں ابھی اس قدر سنسنی پیدا نہیں کر سکتا۔ میں بار بار کوشش کرتا ہوں اور یہ اشتہار دیکھو۔ اس پر رنگ تو میری لڑکی آمد نے کیا ہے لیکن یہ اشعار میرے

حقیر کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ شعر اب زبان زد عام ہو چکے ہیں اور ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں۔

آہستہ کلامی تمہیں صحت نہیں دے گی۔
ڈھنڈورچی صحت کے پکاریں سر بام
افضل ہے یہی کام

"پھر ایک اور منظوم اشتہار ہے جو اس سے کمتر چیز ہے اس میں صحت کے متعلق بنیادی اصولوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش تو نہیں کی گئی مگر بے پرواہ قسم کی بیویوں پر اس کا بڑا اثر ہو گا۔ عورتیں اپنے بچوں کی صحت سے غافل نہیں ہوتیں اور انھیں صرف چٹپٹے سے انداز میں لو کرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ایسا اشتہار انھیں ضرور سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

"ابالو دودھ کی بوتل کو ورنہ تمہیں جانا پڑے گا سوئے جنت"

ان میں سے کچھ چھوٹی چیزوں کے لئے جنھیں گھسیٹنے میں میرے پانچ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے، مجھے یہاں کے محدود حلقے میں بہت سراہا گیا ہے۔ اگر کسی روز تمہیں وقت ملے تو اخبارات کے ان تراشوں کی بیاض کو ذرا دیکھنا ——— ڈاکٹر میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ تحریک کو جدید سائنٹفک طریقے سے چلانے کے لئے تم کیا کر سکتے ہو۔ یہ تراشا شراب بندی کی اس میٹنگ کے متعلق ہے جسے ڈیس موئنس میں میں نے خطاب کیا۔ ہال لوگوں سے کچھا کھچ بھرا تھا، تل رکھنے کو جگہ نہ تھی اور وہاں میں نے اعداد و شمار سے ثابت کیا کہ ترانوے فیصد حالات میں دیوانگی کا مرض بے حد شراب پینے سے ہوتا ہے! اور ——— یہ دیکھو حالانکہ اس کا تعلق براہ راست صحت سے نہیں ہے مگر یہ پڑھنے سے تمہیں معلوم ہو گا کہ شہری بہبود سے تعلق پیدا کرنے کے یہاں کتنے موقعے ہیں"

اس نے اخبار کا ایک تراشہ نکال کر دکھایا جس پر قلم اور سیاہی سے اس کا خاکہ بنایا گیا تھا ——— مونچھوں والا بڑا سا سر اور چھوٹا سا جسم۔ اس کے اوپر سرخی تھی۔

ڈاکٹر پک۔ یو علم بردار
ضلع ایو نجلین کے رہنما

یہاں چرچ جانے کی تحریک کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

پکر بو اس کارٹون کی طرف دیکھتے دیکھتے پرانے دنوں کی یاد میں کھو گیا۔ پھر بولا بڑی شاندار میٹنگ تھی وہ۔ ہم نے چرچ جانے والوں کی حاضری میں سترہ فیصد کا اضافہ کر دیا! اور ڈاکٹر آپ تو وہ نے میک گئے تھے اور زینتھ سے آپ نے تربیت حاصل کی، کیوں زینتھ ہی میں تھے نہ آپ؟ پھر تو اس میں آپ کی دلچسپی ضرور ہوگی۔ دیکھئے یہ زینتھ ایڈووکیٹ ٹائمز کا تراشہ ہے اور چم فرنک کی تحریر ہے۔ میرے خیال میں آپ مجھ سے متفق ہوں گے کہ ایڈی گیسٹ اور والٹ میسن کے ساتھ یہ امریکہ کا سب سے مقبول اور سب سے بڑا شاعر ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امریکن پبلک کے ادبی ذوق پر آپ بھروسہ کر سکتے ہیں۔ بڑا پیارا آدمی ہے۔ چم۔ یہ نظم اس وقت کہی گئی تھی جب میں کانگریگیشنل سنڈے سکولز کی نیشنل کنونشن کو صحت کے موضوع پر خطاب کرنے گیا تھا۔ میں خود بھی اس تحریک کا ممبر ہوں۔ چم نے ممبر سے متعلق یہ نظم کہی تھی۔

اہل زینتھ خوش آمدید کہتے ہیں جوش و خروش سے
اپنے دوست آلمس پکر بو کو
یہ مرد مجاہد شاعر بھی ہے اور ڈاکٹر بھی
جو صحت کی حفاظت کے لئے چٹان کی طرح کھڑا ہے
یہ ہنسی مذاق کی پھلجھڑی ہے، اعداد و شمار کا پٹارہ ہے
کیسا خوش قسمت ہے یہ ڈاکٹر پکر بو

جوش میں بھرے ہوئے ڈاکٹر پکر بو ایک لمحے کے لئے شرما سے گئے۔

"آپ شاید سمجھیں کہ میں بن رہا ہوں ایسا چھوٹا اور جاندار شاہکار دیکھ کر تو مجھے بھی احساس ہوتا ہے کہ میں شاعر نہیں ہوں چاہے صحت کے متعلق میری تک بندی کیسی بھی مؤثر کیوں نہ ہو۔ میری تخلیقات نے چاہے لوگوں کو صفائی و صحت کے اصول سکھائے ہوں اور ہزاروں جانیں بچائی ہوں مگر نہیں اس پائے کا ادب نہیں کہا جا سکتا جو چم فرنگ کے قلم سے نکلتا ہے۔ نہیں، میرا خیال ہے کہ میں فقط ایک سائنسدان اور سرکاری عہدے دار ہوں۔

"پھر بھی آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ نغمہ پیدا کرنے اور لوگوں کو ہنسانے والی یہ حقیری کوشش

اشتہار نہیں رکھتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے بے پروا لوگ سڑکوں پر تھوکنا بند کر دیتے ہیں، خدا کی بنائی
ہوئی کھلی فضاؤں میں نکل کر تازہ ہوا میں سانس لیتے ہیں، اور وہ ایک بڑی صاف اور صحت مند
زندگی گزارنے لگ جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ ہمارے ششماہی رسالے کو ضرور پڑھنا پسند کریں
گے جسے میں نے حال ہی میں نکالنا شروع کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ بہت سے اخبارات کے ایڈیٹر ہماری
شائع شدہ چیزیں چھاپا کریں گے۔ یوں اچھے اصولوں کا پراپیگنڈہ بھی ہوگا اور ہماری اشاعت بھی
بڑھے گی۔"

اس نے مارٹن کو ایک پمفلٹ پکڑا دیا جس کا عنوان تھا "پکر بو کا انتخاب"

اس انتخاب میں نظم و نثر میں اچھی صحت، اچھی سڑکوں، اچھے کاروبار اور اخلاقیات کا
واحد معیار سمجھانے کے لئے بڑے بڑے اقوال زریں تحریر کئے گئے تھے جو ایسے ہی موثر اور دل نشین
تھے جیسے کہ ڈگا ماپی یں، ایز ہکلے استعمال) کیا کرتا تھا۔ ایک مقالہ مارٹن کو بہت دلچسپ معلوم ہوا
جس میں بتایا گیا تھا کہ ۱۹۱۲ء میں اونٹاریو، ٹینیسی اور جنوبی وائیومنگ کے گھرانوں میں جتنے طلاق
ہوئے ان میں سے ترپن (۵۳) فیصد خاوند روز شراب پیتے تھے۔

پیشتر اس کے کہ مارٹن اس مضمون کو پورا پڑھے پکر بو نے بڑے طفلانہ سے انداز میں یہ
کہتے ہوئے مارٹن سے پمفلٹ چھین لیا: "چھوڑو، ان فضول سی چیزوں میں تمہیں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے،
اسے پھر کبھی دیکھ لینا مگر ان تراشوں کی دوسری البم شاید آپ کو دلچسپ معلوم ہو۔ ان سے معلوم
ہو جائے گا کہ آدمی اگر چاہے تو کیا کچھ کر سکتا ہے۔"

جب مارٹن اس البم میں لگے تراشوں کی سرخیاں پڑھ رہا تھا تو اس پر انکشاف ہوا کہ
ڈاکٹر پکر بو اپنے علاقے میں اس قدر جانے پہچانے آدمی ہیں کہ اس نے اس کا تصور بھی نہ کیا تھا
ان کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ ایووا کے پہلے روٹری کلب کے بانی، نوٹلس کے جوناتھن ایڈورڈز
کانگریگیشنل سنڈے سکول کے نگران، "سکی اینڈ ہائکنگ کلب"، "ولیٹ سائڈ باؤلنگ کلب" اور
"بل موز اینڈ ڈبلیو ریلٹ کلب" کے صدر رہے ہیں۔ علاوہ اس کے پانچ مزید انجمنوں اور سبھا سوسائٹیوں
کے ناظم یا سرپرست ہیں اور انھیں بائبل کی سب سے زیادہ آیتوں کی تلاوت کرنے اور مالنو
کے لئے ہارولیڈ مٹون سوئری جوناتھن بائبل کلاس" آئرلینڈ کا مشہور ناچ ناچنے کے لئے

انعام بھی مل چکا ہے۔

مارٹن نے پڑھا کہ سینچری کلب آف نوٹلس میں ایک بار انھوں نے تقریر کی تھی جس کا موضوع تھا "قدیم یورپ میں ایک امریکی ڈاکٹر کی سیاحت" اور ایک بار "مگفورڈ کالج آلمنی ایسوسی ایشن" کو خطاب کیا تھا جس کا عنوان تھا "ضرورت ہے مگفورڈ کے لئے ایک اونچے لمبے فٹ بال سکھانے والے کی"۔ مگر نوٹلس سے باہر بھی انکی بڑی شہرت اور دھوم تھی۔

"ٹولیڈو چیمبر آف کامرس" کی ہفتہ وار میٹنگ میں انھوں نے اس موضوع پر تقریر کی تھی۔ "اچھی صحت ——— زیادہ بینک کلیرنگ"۔ علاوہ اس کے ویچیٹا کی نیشنل انٹربن ٹرالی کونسل" کی میٹنگ میں ٹرالی چلانے والوں کو صحت کے اصول بتائے تھے۔ ڈائٹرائٹ میں کام کرنے والے سات ہزار چھ سو موٹروں کے مستریوں نے بھی ایک بار ان کی تقریر سنی تھی جس میں کہا گیا تھا "صحت اوّل سلامتی دوم اور شراب بالکل نہیں"۔ شراب بندی کے لئے واٹرلو میں ایک بہت بڑی کنونشن کا انتظام بھی انھوں نے کیا تھا۔

روزانہ اخبارات اور میگزینوں کے رسالوں میں ڈاکٹر پکر بو کے متعلق جو مضامین یا دلچسپ چھپتے تھے ان کے ساتھ تصویریں بھی ہوتی تھیں ——— ان کی اپنی، گول مٹول سی بیوی کی اور آٹھ اچھلنے کودنے والی لڑکیوں کی جنھیں مختلف مقامات پر مختلف پوشاکوں میں دکھایا گیا تھا۔ برف کے درمیان، موسم سرما کی کھیلوں کا لباس پہنے ہوئے، گھر کے صحن میں ٹینس کھیلتے ہوئے، اجرے عجیب وغریب لباسوں میں اور شمالی مینوٹا میں صنوبر کے درختوں کے پس منظر کے ساتھ۔

مارٹن کے دل میں بڑی شدید خواہش پیدا ہوئی کہ وہ وہاں سے بھاگ کر پہلے اپنے ہوش وحواس درست کرے۔

وہ واپس ہوٹل آگیا۔ اسے احساس ہوا کہ کوئی بھی تہذیب یافتہ اور سمجھدار سا آدمی ان اصلاحات کی طرف توجہ نہیں دے سکتا جنکی حمایت ڈاکٹر پکر بو کرتے ہیں۔

پھر سوچتے سوچتے مارٹن اچھے بھلے اوسط درجے کے لوگوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو برتر واعلیٰ سمجھنے پر لعنت ملامت کرنے لگا۔ وہ ہر جگہ ناکام رہا تھا اور ہر جگہ اس نے اپنے بڑوں سے بغاوت کی تھی...... میڈیکل سکول میں ذاتی پریکٹس میں رعب دکھانے والے افسران

کے تحکمہ صحت میں اس نے دل میں کہا کہ اب میں پھر نا کامی کا منہ دیکھوں گا۔

پھر وہ اپنے آپ کو سمجھانے لگا: "میکس گاٹلب کی سائنٹیفک دریافتیں لوگوں کو سمجھانے کے لئے ڈاکٹر پکرلو جیسی تیزی طراری اور چستی چالاکی ہی کی ضرورت ہے۔ اگر لیبارٹری میں تجربات کرنے اور ڈیریوں کا معائنہ کرنے کے کاموں میں دخل اندازی نہیں کی جاتی تو کیا یہ شخص کچھ کرتا ہے، سنڈے سکول کے انسپکٹروں کی کانفرنس کرے یا اس طرح کی طفلانہ حرکتوں میں اپنا وقت گنوائے۔"

اس نے اپنے دل کو ڈھارس دی اور اونچی چھت والے اس ہوٹل کے فرسودہ کمرے میں بہت خوش خوش واپس آیا جہاں لیورا کھڑکی کے پاس جھولنے والی کرسی پر بیٹھی تھی۔

"کہو، کیسے رہے؟" اس نے پوچھا۔

"بہت اچھا۔۔۔ بڑا شاندار سواگت کیا اس نے میرا۔ اور انھوں نے کل شام میرا ڈنر کے لئے بلایا ہے!"

"کیسا لگا تمہیں یہ آدمی؟"

کچھ نہ پوچھو بڑا جوشیلا آدمی ہے۔۔۔ وہ نئی نئی سکیمیں بناتا ہے۔ وہ۔۔۔ اُف میرا! میں یہاں بھی بدمزاج، خبطی، بدنام اور ناکام ثابت ہوں گا؟"

اس نے لیورا کی گود میں اپنا منہ چھپالیا اور چیختی چنگھاڑتی دنیا سے بچنے کے لئے اس کے پیار کی پناہ گاہ میں چلا گیا۔

(۳)

شام کے جھٹپٹے میں جب ان کی کھڑکی کے نیچے میپل کے درخت ہوا سے جھومنے لگے اور نوٹلس کے شریف اور نیک شہری رات کا کھانا کھانے کے لئے اپنی چھکڑا سی فورڈ کاروں میں بیٹھ کر گھر پہنچ گئے تو لیورا نے اُسے سمجھایا کہ پکرلو کا دکھاوا اور جوش اس کے کاموں میں رکاوٹ ثابت نہیں ہوگا اور بہرحال وہ ہمیشہ کے لئے تو نوٹلس میں رہنے سے رہے، گھبرانے کی کیا ضرورت ہے اور پھر وہ

تو ہمیشہ اس سے پیار کرتی رہے گی۔ اس طرح ڈھارس بندھانے کے بعد وہ دونوں کھانا کھانے
کے لیے نیچے آ گئے ۔۔۔۔ مکئی اور پھلوں سے بنائے ہوئے ایودا کے پرانی طرز کے کھانے انہیں
لیورا کے ذوق و شوق سے بنائے ہوئے بدمزہ کھانوں کے بعد بہت لذیذ معلوم ہو رہے تھے۔
کھانا کھانے کے بعد وہ بڑے اطمینان سے خوشی خوشی سینما دیکھنے گئے۔

اگلے روز بکر بہت مصروف تھا اور اس کی خوش مزاجی میں بھی بہت اعتدال پیدا ہو گیا
تھا۔ اس نے مارٹن کو اس کے کام کی تفصیلات بتائیں۔

مارٹن نے سوچا تھا کہ پھوڑے پھنسی ٹھیک کرنے اور سر درد کا علاج کرنے کے معمولی
معمولی کاموں سے اسے نجات مل گئی ہے اور اب وہ لیبارٹری میں وجد کے لمحات گزارا کرے
گا۔ اور صرف اسی وقت باہر نکلے گا جب صفائی کے قوانین کی پروا نہ کرنے والے مل مالکان
کو سزا دینی ہو گی۔ مگر اسے معلوم ہوا کہ اس کے فرائض کا تعین ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر وہ کام
جو بکر، اخبارات یا نوٹلس کا کوئی شہری کروانا چاہے اس کے فرائض میں شامل ہے۔ مارٹن کے
فرائض میں یا تو ووٹروں کو مطمئن کرنا تھا جو بدروؤں کی بدبو سے لیکر پڑوسیوں کی نیم شب
کی شراب نوشی تک ہر طرح کی شکایت لے کر آتے، حساس دل و دماغ والی سٹینوگرافر کو دفتری خط
و کتابت کے سلسلے میں، ملا لکھوانا تھا جو کہ "ورکنگ گرل" نہیں بلکہ ملازمت کرنے والی ایک
نیک سی لڑکی تھی) اخباروں میں پبلسٹی کروانا تھی، دفتر کی سٹیشنری سب سے کم دام لگانے والے
سے خریدنی تھی، ضرورت کے وقت شہر کے شفاخانے میں آدھے وقت کا کام کرنے والے دو
ڈاکٹروں کی مدد کرنی تھی، نرسوں اور غذائی کے انسپکٹروں کو ہدایات دینی تھیں، گندگی اٹھانے
والی کمپنی کو سخت سست کہنا تھا، سڑک پر تھوکنے والوں کو گرفتار کرنا یا صرف متنبہ کرنا تھا،
کاریں گھوم گھوم کر ان مکانوں پر نشانات لگانے تھے جہاں چھوت کی بیماریوں کے مریض رہتے
ہیں) دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلنے والی وباؤں پر مسلسل نگاہ رکھنی تھی اور
ایسے طریقوں سے، جن کی وضاحت نہیں کی گئی تھی، ان وباؤں سے شہر کو بچانا تھا اور اگر ضرورت
پڑے تو نوٹلس کے تمام کاروبار کو ٹھپ کرانا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔

لیکن لیبارٹری کا کام بہت کم تھا دودھ کا معائنہ کرنا، پرائیویٹ ڈاکٹروں کی خاطر

آتشک کی تشخیص کے لیے مریضوں کے خون کا معائنہ کرنا، ویکسین بنانی اور جہاں ڈپتھیریا کا خطرہ ہو وہاں ویکسین اور جراثیم پرور دہ تیار کرنے۔

"میں سمجھ گیا"، پکرلو کی دعوت میں جانے کے لیے تیار ہوتے وقت لیورا نے کہا، "تمہیں دن میں صرف اٹھائیس گھنٹے کام کرنا ہوگا اور باقی وقت ریسرچ کرنے کے لیے تم آزاد ہوگے بشرطیکہ تمہارے کام میں کوئی خلل نہ ڈالے"

(۴)

خاردار جھاڑیوں والی ویسٹ سائڈ کی بلندی پر ڈاکٹر اور مسز آلمس پکرلو کا گھر صحیح معنی میں ایک پرانی طرز کا مکان تھا۔ یہ ایک لکڑی کی عمارت تھی جس میں مینارہ بنے تھے ہینگیں اور جھولے پڑے تھے، بغیر کسی ترتیب کے سایہ دار درخت تھے، خارش زدہ سا چمن تھا، درختوں اور بیلوں کے کنج میں سیلن ہی سیلن تھی اور گھوڑا گاڑی رکھنے کا ایک پرانا سا سائبان تھا جس میں لوہے کی سلاخیں بکھری پڑی تھیں۔

مارٹن اور لیورا جب وہاں داخل ہوئے تو سلام و آداب کے طوفان میں ہر طرف لڑکیاں ہی لڑکیاں نظر آئیں۔ انیس سال کی خوبصورت آرچڈ سے لیکر پانچ سال کی جڑواں بچیوں تک۔ سب مارے تجسس و استعجاب کے شہد کی مکھیوں کی مانند ان کے گرد جمع ہوگئیں۔ اور سب ایک ساتھ بولنے لگیں۔

ان کی میزبان ایک گول مٹول سی عورت تھی جس کے چہرے پر تندہی اور اعتماد دونوں جھلکتے تھے۔ عقیدے کے اعتبار سے تو یہ خاتون ہمیشہ ہر چیز کا روشن پہلو دیکھتی مگر پھر بھی اُسے ہر وقت یہ فکر ستایا کرتی کہ ہر طرف کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔ وہ دونوں پہنچے تو بیگم پکرلو نے لیورا کا بوسہ لیا اور پکرلو نے اپنے مخصوص انداز میں مارٹن سے اپنی محبت جتانی شروع کی۔ اس کی عادت تھی کہ وہ جوشِ محبت میں ملنے والے کا ہاتھ اپنے انگوٹھے سے زور زور سے دبایا کرتا محبت کا یہ اظہار ملنے والے کے لئے بہت ہی تکلیف دہ ثابت ہوتا تھا۔

اس نے فوراً ہی خاندان کے افراد پر ایسی تقریر شروع کر دی کہ لڑکیوں کا شور ہنگامہ بھی اس خطابت میں ڈوب گیا۔

"ایرو سمتھ صاحب، اگر آپ صحت کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوں تو ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ دیکھئے موٹی تازی لڑکیاں۔ آج تک یہ ایک روز بھی بیمار نہیں پڑیں ——— کم بیش حالانکہ ان کی ماں کو سر درد کی شکایت رہتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شروع میں اس کی غذا کی طرف توجہ نہیں کی گئی کیونکہ اس کا والد حالانکہ پرانی وضع کا بڑا ہی اچھا اور شریف آدمی تھا اور نتھینیل مگفورڈ کا دوست تھا جو نہ صرف مگفورڈ کالج کے بانی تھے بلکہ انھوں نے شرافت اور محنت کی روایات بھی قائم کیں جن کی وجہ سے آج ہم خوشحال ہیں ——— ہاں تو اس کے والد خوراک اور صحت وغیرہ ٹھیک رکھنے کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے اور میں تو ہمیشہ سوچا کرتا ہوں۔"

لڑکیوں کا تعارف یوں کرایا گیا آرچڈ، وربینا، ڈیزی، جانکول اور جڑواں لڑکیوں کے نام تھے آربوٹا اور گلیڈیولا۔

مسز پیکرو نے آہ بھر کر کہا۔

"ہر شخص اپنے بچوں کو جگر کے ٹکڑے سے کہتا ہے۔ مجھے ان گھسے پٹے فقروں سے سخت نفرت ہے جنھیں سب استعمال کرتے ہیں۔ ماں کے لئے یہ واقعی جگر کے ٹکڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی اور میری اکثر یہ تمنا رہی ہے ——— اس میں تو شک نہیں کہ جب ہم نے شروع میں ان کے نام پھولوں پر رکھنے شروع کئے تو سب کے لئے ایسے ہی نام تلاش کرنے پڑے، سوچئے اگر ہیرے موتی سے شروع کرتے تو انھیں کیا کہہ کر بلاتے، الماس، پنا، زمرد، نہ جانے یہ سلسلہ کہاں تک جاتا۔ کئی لوگوں نے ہمیں ان کے ایسے اچھے ناموں پر مبارکباد دی ہے۔ آپ شاید نہیں جانتے یہ لڑکیاں بہت مشہور ہوتی جا رہی ہیں۔ کئی اخباروں میں تو ان کی تصویریں چھپتی ہیں۔ بیس بال کھیلنے کے لئے ہماری اپنی لڑکیوں کی ایک ٹیم ہے۔ مگر میں چونکہ موٹی ہوتی جا رہی ہوں اس لئے میری جگہ ڈاکٹر صاحب کو کھیلنا پڑتا ہے۔"

اگر ان کی عمروں میں فرق نہ ہوتا تو ان لڑکیوں کو پہچاننا مشکل تھا۔ وہ سب تیز اور جوشیلی تھیں، سب کے بال سنہرے تھے، سب خوبصورت تھیں، سب خوش تیں مزاج تھیں سب

کو ناچ گانے کا شوق تھا۔ وہ سب کی سب نہ صرف صاف ستھری رہتیں بلکہ صفائی کا شور بھی بہت مچاتیں۔ وہ سب کی سب "کانگریگیشنل سنڈے سکول" یا "وائی۔ ایم۔ سی۔ اے" یا "کیمپ فائر گرلز" کی ممبر تھیں اور میر تماشے اور پکنک کا انھیں بہت شوق تھا اور وہ سب، سوائے ان پانچ سالہ جڑواں بچیوں کے، شراب پینے کے نقصانات پر تازہ ترین اعداد و شمار گنا سکتی تھیں ۔۔۔۔

"میرے خیال میں" ڈاکٹر پکرلو نے کہا "یہ بڑی شاندار چڑیوں کا غول ہے"۔

"اس میں کیا شک ہے"، مارٹن کی آواز میں کپکپی تھی۔

"مگر سب سے مزیدار بات یہ ہے کہ جب میں کہتا ہوں کہ صحت و صفائی ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، تو لڑکیاں اس پیغام کا پراپیگنڈہ کرنے میں بھی میری مدد کرتی ہیں۔ میں نے اور بیگم نے انھیں گھر کے اندر بھی اور جلسے جلوس میں بھی مل کر گانا سکھایا ہے۔ ان کے گروپ کو ہم 'صحت منڈلی' کہتے ہیں۔"

جب پیورا بان گئی کہ مارٹن کی قوتِ گویائی بالکل سلب ہو چکی ہے تو وہ بولا، "کیا سچ؟

"اور کیا نہیں تو مجھے امید ہے کہ یہاں اپنا کام ختم کرنے سے پہلے میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک صحت منڈلی کا نام مشہور کر دوں گا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ نوجوان لڑکیوں کے جتھے اندھیری کوٹھڑیوں میں بھی یہ پیغام پہنچائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ جب باسکٹ کھیلنے والی چوشیلی اور نیک خیالات کی لڑکیاں یہ پیغام سنائیں گی تو سست اور خود سر لوگوں کو بھی اپنی کاہلی جھاڑ دینے پر مجبور کر دیں گی۔ غلیظ اور نامعقول قسم کے لوگ شائستہ اور تہذیب یافتہ ہو جائیں گے۔ میں نے ایک نظم تیار کی ہے تاکہ صحت منڈلیاں اسے گایا کریں۔ آپ سننا چاہیں گے؟"

دل کش، موہنی صورت والی، گرویدہ کر لیتی ہے ہمکان سے اپنی
مے خواروں کو، بے کاروں کو، آواروں کو، دل پھینکوں کو
اپنے بزرگوں نے ہستی کے کچھ مقصد بتلائے ہیں
ہم بھی تو ان بھٹکے ہوؤں کو لے آئیں گے منزل پر

ان کو یقیناً ہوگی ندامت، پچھتائیں گے اپنے کیے پر
ہم ہیں صحت منڈلی والے، صحت عامہ کے ضامن آوارہ گردوں کے دشمن
غور سے سن لو، اے آوارہ! غور سے سن لو اے آوارہ ــــ"

مگر ہمارا اس سے بھی بڑا مقصد تو یہ ہے کہ واشنگٹن کی مرکزی کابینہ میں ایک وزیر صحت و نسلیات ہونا چاہیے"۔

تقریر بازی کے اس طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے انھیں ایک بہت پر تکلف اور شاندار ڈنر کے مرحلے سے بھی گزرنا پڑا۔ "اجی واہ آپ تو تکلف کر رہے ہیں، یہ چیز تھوڑی سی اور لیجیے نا"۔ یوں مہمان نوازی کے قدیمی انداز میں اصرار کرتے کرتے اس نے مارٹن اور لیورا کو بھنی ہوئی مرغابی، بیٹھے آلو، گوشت اور ترکاریوں کا قیمہ اور دوسرے کھانوں سے ان کے پیٹ اس قدر بھر دیے کہ ان کی طبیعت خراب ہونے لگی اور وہ خاموشی سے بیٹھے مغموم سے بے جان نظروں سے انھیں دیکھتے رہے مگر معلوم ہوتا تھا کہ پکرلو پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ کھاتا رہا اور باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ یوں محسوس ہونے لگا جیسے "ڈرائنگ روم" میں سے اخروٹ کی لکڑی سے بنی برتنوں والی الماری، ہاف ٹون کی بنائی ہوئی یسوع اور گلیڈ سٹون کی تصویریں اور دوسرا ساز و سامان غائب ہو گیا ہے۔ اور صرف وہی ٹھنڈے پانی کی صراحی نے پلیٹ فارم پر بیٹھا ہے۔

مگر وہ ہمیشہ خبطیوں جیسی باتیں نہیں کرتا تھا۔ "ڈاکٹر ایروسمتھ میں سچ کہتا ہوں کہ ہم لوگ بڑے خوش قسمت ہیں کہ ایسے بہادروں کے شہر میں لوگوں کی صحت بہتر بنانے کا مفید کام کر کے اپنی روزی کما رہے ہیں۔ اگر میں اپنی ذاتی پریکٹس کروں تو سالانہ آٹھ دس ہزار کما سکتا ہوں اور لوگ مجھے بتاتے ہیں کہ پبلسٹی اور اشتہاروں کے کام میں تو اور بھی زیادہ پیسے بنا سکتا ہوں مگر پھر بھی میں اور میرے بیوی بچے اسی چار ہزار کی تنخواہ میں خوش ہیں۔ ذرا سوچو تو ہم ایسی جگہ پر کام کر رہے ہیں جہاں ہماری دو کالونیوں میں ایمانداری، شرافت اور بھائی چارے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے"!

مارٹن کو پکرلو کی بات میں خلوص کی بو آئی اور اسے اپنے آپ سے اس قدر شرم محسوس

ہونے لگی کہ اس کے بس میں ہوتا تو وہ تڑپ کر اٹھتا، لیورا کا ہاتھ پکڑتا اور سٹیشن پر جاکر نوٹلس سے روانہ ہونے والی پہلی گاڑی پکڑ لیتا۔

ڈنر کے بعد چھوٹی لڑکیوں نے لیورا کو گھیر لیا اور اس پر اپنا پیار نچھاور کرنے لگیں۔ مارٹن نے مجبوراً جڑواں بچیوں کو اپنے گھٹنے پر بٹھا لیا اور انھیں کہانی سنانے لگا۔ بچیاں بہت بھاری تھیں مگر اس سے بھی زیادہ تکلیف اسے کہانی کا پلاٹ کھولنے میں پیش آئی۔ سونے سے پیشتر "صحت منڈلی" کے سارے گروپ نے (یکربو کا تصنیف کیا ہوا) صحت کا گیت سنایا جسے نوٹلس کے پبلک جلسوں میں مارٹن کو پھر بھی کئی بار سننا پڑا ہے۔ یہ گیت ایک جنگی ترانے کی طرز پر تھا مگر چونکہ جڑواں بچیوں کی آواز سیٹی کی طرح تیز تھی۔ اس لیے گانے کا اثر کچھ اور ہی ہوا۔

خوشی چاہتے ہو یا دولت چاہتے ہو
مادرِ وطن چاہتی ہے کہ اپنے کو سدھارو
تربیت دو دماغ کو، صاف رکھو گلیوں کو
اور حفاظت کرو صحت کی
تب ہم چلیں گے منزل کی طرف کندھے سے کندھا ملا کر
تن بھی صاف اور من بھی صاف
تن بھی صاف اور من بھی صاف
یہ ہے ہم سب کا نعرہ

پھر ان بچیوں نے سونے سے پیشتر الوداع کے طور پر اپنے باپ کا لکھا ہوا ایک چھوٹا سا گیت سنایا جسے حال ہی میں وہ ایک مذہبی میلے "کانگریگیشنل فیسٹیول" میں بھی سنا چکی تھیں۔

ٹہنی پہ بیٹھا ننھا پرندہ، صبح سویرے کیا کہتا ہے؟
زندہ باد اے نوٹلس میں صحت قائم کرنے والو
زندہ باد اماں، ابا جان اور بھیا جان
زندہ باد، زندہ باد، زندہ باد

"اچھا میری لاڈلو جاؤ اب سو جاؤ" مسز بکر بو نے کہا۔ "مسز ابرنیتھ کیا آپ کے خیال میں یہ پیدائشی ایکٹریسیں نہیں ہیں؟ بڑے سے بڑا مجمع ہو یہ نہیں گھبراتیں اور گانے میں کس طرح مگن ہو جاتی ہیں۔ براڈوے میں تو نہیں مگر تھیٹر پارک کے دوسرے نفیس قسم کے تھیٹر تو ان ننھی ننھی آفتوں پر دیوانے ہو جاتے ہیں اور شاید یہ اسی لئے پیدا ہوئی ہیں کہ ہمارے ہاں ڈرامے کا معیار بلند ہو۔ اچھا اب ادھر چلو لوکیو؟"

مسز بکر بو جب دونوں جڑواں لڑکیوں کو لیکر چلی گئی تو اس کی غیر موجودگی میں ایک چھوٹا سا موسیقی کا پروگرام ہوا۔

سب سے بڑی سے چھوٹی لڑکی ورجینا نے "پولمینیڈ" بجایا۔ "اس میں تو شک نہیں کہ ہم سب کو موسیقی سے پیار ہے اور ہم سب پڑوسیوں میں اس کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں مگر ہمارے گھر میں اصل سنگیت کار تو ورجی ہی ہے"۔ مگر (سنگیت میں ورجینا کی مہارت کے باوجود) اس پروگرام کا سب سے غیر متوقع حصہ وہ تھا جس میں آرچیڈ نے بغیر کسی سنگت کے کارنٹ بجایا۔

مارٹن میں ہمت نہیں رہی کہ پھر اسے آنکھیں چار کرے۔ یہ بات نہیں کہ کارنٹ کی موسیقی سے وہ اپنے آپ کو بلند سمجھتا تھا کیونکہ ایک ملز، ڈکنسل دینیا اور زینتھ کے بہت سے حصوں میں بڑے بڑے شریف گھرانوں کی عورتیں کارنٹ بجایا کرتی تھیں، بلکہ اس لئے کہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کئی برسوں سے پاگل خانے میں بیٹھا ہے۔

دل ہی دل میں وہ کڑھتا رہا "ایسا نشہ مجھے کبھی نہیں ہوا اگر تھوڑی سی پینے کو مل جاتی تو یہ نشہ قدرے کم ہو جاتا!" وہاں سے فرار حاصل کرنے کے لئے وہ پاگلوں جیسے ناقابل عمل منصوبے بناتا رہا تب مسز بکر بو واپس آگئی۔ حالانکہ اندر بچیوں کی آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔ وہ آ کر بربط بجانے بیٹھ گئی۔

وہ موٹی سی ادھیڑ عمر کی عورت جس کے حسن کی چمک ماند پڑ چکی تھی ساز بجاتی ہوئی سپنوں کی دنیا میں کھو گئی۔ اچانک مارٹن کے ذہن میں ایک معصوم سی لڑکی کی تصویر ابھری جو طب کی تعلیم حاصل کرنے والے ایک جوشیلے طالب علم اینگس بکر بو پر دل و جان سے فدا تھی۔ اس نے سوچا کہ آج سے بیس پچیس سال پہلے جب ہاڈلز کے زمانے میں سیدھے سادے لوگ ہوتے تھے، ہر طرف دیہات کی فضا ہوتی تھی، شریف نوجوانوں کی آنکھوں میں شرم تھی اور وہ سیدھے سے کھیل کھیلتے تھے اور

ملاحوں کے گیت گاتے تھے تو اس زمانے میں پھولوں کے حسن سے مسحور اپنے گھر کے سامنے بیٹھی ایک لڑکی اس بات کی تمنائی ہوگی کہ جب آلمس اُسے بیاہ کرکے لے جائے گا تو وہ نکل کی پلیٹ والا جدید ڈھنگ کا سٹوو خریدیں گے اور پھر ان کا لڑکا یا تو مشنری بنے گا یا لکھ پتی۔

اُس شام پہلی بار مارٹن نے دل سے تعریف کرتے ہوئے کہا: "بہت خوب، بہت ہی لُطف آیا ہمیں۔" دبی کمزوری پر اب اس نے قابو پا لیا اور اسے محسوس ہوا جیسے اس نے کچھ نیا سیکھ لیا ہے مگر دراصل شام کی اصل مصیبت کا آغاز تو اب ہوا تھا۔

انھوں نے لفظ بنانے کا کھیل کھیلا جس سے مارٹن کو سخت نفرت تھی اور جس میں یورا کو سخت ناکامی ہوئی۔ انھوں نے پہیلیاں کہیں جس میں بکربو کو سب سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ بیوی کے "فرکوٹ" میں فرش پر بیٹھا وہ برف کی سِل پر سیل مچھلی کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ پھر مارٹن، اور آرچڈ اور جیسیکا (جس کی عمر بارہ سال تھی) کو ایک پہیلی کہنی تھی اور اس میں پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔

اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح آرچڈ بھی معصوم قسم کی نسائیت اور پیار سے لبریز تھی۔ وہ مسکراتی، تھپتھپاتی اور چٹکیاں بھرتی مگر وہ انیس برس کی تھی اور بچہ نہیں کہی جا سکتی تھی۔ اس میں شک نہیں، جیسا کہ ڈاکٹر بکربو بار بار کہتے تھے، وہ بہت ہی نیک خیالات کی اور شریفانہ قسم کے ناولوں کی دلدادہ لڑکی تھی پھر بھی نوجوان لڑکوں میں اسے بہت کشش محسوس ہوتی چاہے وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اس نے نئے کھیل میں لفظ "بھیک" کو پیش کرنے کا ارادہ کیا جس میں کشکول پکڑے خیرات مانگتے ہوئے بھکاری کو دکھانا تھا۔ اس لئے لباس بدلنے کی خاطر جب وہ اوپر کے کمرے میں گئے تو وہ مارٹن کے ساتھ شوخیاں کرنے لگی، پھر اس کے بازو سے لپٹ گئی اور آہستہ سے بولی "ہائے ڈاکٹر، مجھے کتنی خوشی ہے کہ ڈیڈی نے تمہیں اپنا اسسٹنٹ مقرر کیا ہے، تم کتنے اچھے لگتے ہو۔ ہائے اللہ تم نے بُرا تو نہیں مانا؟ میرا مطلب تمہاری صورت کسرت کرنے والوں کی سی ہے اور وہ جو پہلے والا اسسٹنٹ ڈاکٹر تھا ——— ڈیڈی سے مت کہنا کہ میں نے یوں کہا تھا ——— وہ تو خبطی سا بڈھا تھا!"

ان جیوری آنکھوں اور ان بے داغ کنوارے ہونٹوں میں اسے کشش محسوس ہوئی۔ جب آرچڈ بھیک مانگنے والی کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رہی تھی تو اسے ان پنڈلیوں اور بھری بھری چھاتیوں

میں بھی کشش محسوس ہونے لگی۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی جیسے بہت عرصے سے اسے جانتی ہو اور پھر بڑے شفقت بھرے انداز میں بولی "ہم انھیں بتادیں گے! میں جانتی ہوں کہ تم بڑے بانکے ایکٹر ہو!"

جب وہ جلدی جلدی نیچے اتر رہے تھے تو مارٹن نے اس کا ہاتھ ذرا سا دبادیا اور پھر گھبرا کر چھوڑ دیا۔

جب سے مارٹن کی شادی ہوئی تھی وہ ایک عاشقِ صادق، ساتھی اور مددگار کے طور پر اس درجہ لیورا میں منہمک رہا تھا کہ اب تک اس نے صرف ایک بار ہی ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے ایک خوبصورت لڑکی کو آنکھ چرا کر دیکھنے کی جرأت کی تھی، مگر اب آرچڈ کی شوخی اور الھڑپن دیکھ کر اس کے دل میں ہیجان برپا ہو گیا۔ وہ آرچڈ سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا مگر ساتھ ہی اسے امید تھی کہ وہ اس کے قریب ہی رہے گی اور زندگی میں پہلی بار اسے لیورا کی آنکھوں سے خوف محسوس ہونے لگا۔

اس کھیل کے بعد انھوں نے نٹوں کے کرتب دکھائے جو میں رقص کی شوقین، آرچڈ جو کورسٹ نہیں پہنتی تھی خوب چمکی۔ پھر "لیڈر کی پیروی کرو" والے کھیل میں مارٹن کے کرتبوں کی بھی اس نے بہت تعریف کی۔

سوائے آرچڈ کے باقی سب لڑکیوں کو سونے کے لیے بھیج دیا گیا اور باقی کی دعوت گپ شپ میں گزری اس قسم کی گپ شپ کو پکربو "سنجیدہ اور سائینٹفک گفتگو" کا نام دیا کرتا تھا۔ اس بات چیت میں اچھی سڑکوں کا ذکر ہوا، دیہات میں صفائی کی حالت پر بحث کی گئی، سیاست کے اعلےٰ ترین مقاصد پر غور کیا گیا۔ اور صحت کے محکموں میں مریضوں کے کارڈ رکھنے کے طریقوں پر خیالات کا تبادلہ ہوا۔ ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کی بات چیت کے اس پُرسکون وقفے میں مارٹن نے دیکھا کہ آرچڈ اس کے بالوں، اس کے منہ اور اس کے ہاتھوں کی طرف بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ اس کا بھی کئی بار جی چاہا کہ وہ اس کے خوبصورت پاؤں کو پیار سے اپنے پاؤں کے ساتھ دبائے مگر اپنی خواہش کو اس نے اندر ہی اندر دبا دیا۔

مگر ساتھ ہی اس نے یہ بھی دیکھ لیا کہ لیورا کی ان دونوں پر نظر ہے۔ یہ دیکھ کر اسے اور زیادہ ذہنی تکلیف پہنچی کہ وہ جراثیم کش دواؤں پر پکربو کی گفتگو سے کوئی استفادہ نہ کر سکا۔ پھر پکربو

نے پیشین گوئی کی کہ پندرہ سال کے اندر وہاں کا محکمہ صحت تین گنا ہو جائے گا جس میں کہ پورا وقت کھلا رہنے والا ایک شفاخانہ ہوگا، سکول کے ڈاکٹر ہوں گے اور مارٹن وہاں کا ڈائرکٹر ہوگا (بلکہ خود شاید زیادہ اہم اور دلچسپ سرگرمیوں میں مصروف ہو جائے گا) یہ سن کر مارٹن بیچارہ مشکل سے یہی جواب دے سکا "ہاں بہت خوب، کیسا اچھا ہو اگر ایسا ہو جائے" اور اپنے آپ سے وہ کہہ رہا تھا!

"جہنم میں جائے یہ لڑکی۔ یہ مجھ پر کیوں بگڑتی ہے؟"

رات کے ساڑھے آٹھ بجے اس نے سوچا تھا کہ اس جگہ سے فرار حاصل کرے تو اسے زندگی کی بہت بڑی مسرت حاصل ہوگی اور رات کے بارہ بجے جب وہ وہاں سے رخصت ہوا تو اس کی طبیعت بے چین سی تھی اور وہ ایک طرح کے پس و پیش میں پڑا تھا۔

وہ پیدل ہی ہوٹل کی طرف جا رہے تھے۔ آرچڈ کی نظروں سے آزاد ہو کر رات کی خوشگوار خنکی میں وہ ان گہری آنکھوں اور بھری بھری چھاتیوں کو بھول گیا اور نوسٹلو میں اپنے کام کے مسئلے پر غور کرنے لگا۔

"یا خدا نہ معلوم مجھ سے یہاں کام ہوگا بھی یا نہیں۔ اس باتونی شخص کے ماتحت رہ کر کام کرنا کتنا مشکل ہوگا اور پھر شراب کے خلاف یہ صاحب شاعری بھی فرماتے ہیں؟"

"کیوں؟ وہ نظمیں اتنی بری تو نہیں تھیں؟" لیورا نے احتجاج کیا۔

"بری؟ میرا خیال ہے میں نے ایسا رذیل اور گھٹیا شاعر اپنی زندگی میں نہیں دیکھا اور دوبائیات کے متعلق تو اس شخص کو کچھ بھی نہیں معلوم۔ اور جہاں تک اس کا تعلق ہے جسے — کلف کلاسن نے بھلا (ا) نام دے رکھا تھا مجھے کلف کا خیال آ گیا۔ نہ جانے آجکل کہاں ہے وہ۔ دو سال ہونے کو آئے اس کی کوئی خبر ہی نہیں — ہاں یاد آ گیا۔ وہ لفظ تھا 'مذہبی گھر بلوتن'۔ — آؤ یہاں کوئی شراب خانہ تلاش کر کے کچھ وقت یہاں کے شرابیوں کے ساتھ گزاریں!"

لیورا نے زور دیکر کہا "میرا خیال ہے بڑی پیاری نظمیں تھیں وہ"

"پیاری! کیا لفظ استعمال کیا ہے خدا کی قسم!"

"یہ لفظ ان گالیوں سے تو برا نہیں جو تم دیا کرتے ہو۔ مگر وہ سب سے بڑی بھوتنی سی لڑکی

کے کارنٹ بجانے کی آواز کیسی بے سری اور بے ہودہ تھی۔"

"اب میں یہ کہوں گا کہ اس نے بہت اچھا بجایا۔"

"مارٹن صاحب، کارنٹ ایسا ساز ہے جسے میرے بھائی کی قسم کے لوگ بجانا پسند کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کی شاعری پر تم نک چڑھوں کی طرح بات کرتے ہو۔ میری زبان سے لفظ پیاری بن کے ہنستے ہو۔ مگر تم بھی میری ہی طرح جنگلی اور گنوار ہو، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہو۔"

"ارے لیورا تمہیں پہلے تو اس طرح بلا وجہ کبھی غصہ نہیں آیا! اور کیا تم سمجھ نہیں سکتیں کہ یہ کتنا اہم ـــــ دیکھو، پکڑ لو ایک ایسا آدمی ہے جس نے مسخروں جیسی حرکتیں کر کے صحت اور صفائی کے پراپیگنڈے کو ایک مضحکہ خیز چیز بنا دیا ہے۔ اب اگر وہ کہے گا کہ تازہ ہوا اچھی چیز ہے تو اس کی یہ بات سن کر ایک معقول آدمی اپنی کھڑکی کھولنے کی بجائے بند کر دے گا۔ اور ان بے تکی سی نظموں میں "سائنس" کا لفظ استعمال کرنا تو سائنس کی بے حرمتی کرنا ہے۔"

"خیر اگر تم جاننا چاہتے ہو مارٹن ایرو سمتھ تو سنو، اس بھوتنی آرچڈ کے ساتھ میں تمہاری رنگ رلیاں برداشت نہیں کروں گی۔ ارے جب تم سیڑھیاں اتر رہے تھے تو بالکل اس سے چپٹے ہوئے تھے اور پھر تمام وقت اس سے اشارے بازی ہوتی رہی۔ تمہارے سنگی پن اور ایک حد تک تمہارے شراب پینے کو میں برا نہیں سمجھتی مگر جب سے تم نے مجھے اور اس جرأتہ میڈلن کو لنچ کے وقت کہا ہے "میرا خیال ہے آپ دونوں" اس بات پر برا نہیں مانیں گی کہ میری آپ دونوں سے نسبت ہو چکی ہے" ـــــ اس وقت سے تم میرے ہو اور اپنی سلطنت میں کسی کا آنا میں برداشت نہیں کروں گی۔ میں ایک جنگلی عورت ہوں، بہتر ہے کہ تم یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لو اور جہاں تک اس آرچڈ کا تعلق ہے اس کا دانت نکال کر کھی کھی کرنا، تمہارے پاس گھس گھس کر بیٹھنا اور اس کے بڑے بڑے بھدے سے پاؤں ـــــ آرچڈ! وہ کوئی آرچڈ، آرچڈ نہیں اپر جیل ہے وہ تو!"

"مگر ایمان سے مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ ان آٹھوں میں وہ کون سی تھی۔"

"ہائے تو یہ، اب تم ان آٹھوں سے ہی عشق فرماتے رہے ہو۔ بھاڑ میں جائے وہ۔ میں اور زیادہ اپنا سر نہیں کھپانا چاہتی۔ میں تمہیں صرف متنبہ کرنا چاہتی تھی۔ بس"

ہوٹل پہنچ کر اس نے بہت کوشش کی کہ ہنسی ہنسی میں بڑے موثر طریقے سے وعدہ کرے کہ ہیجڈ سے کسی طرح کا عشق دشق نہیں کریگا۔ مگر جب وہ اس کوشش میں ناکام ہوا تو ہکلاتے ہوئے بولا: "اگر تم بُرا نہ مانو تو میں پیچھے رہ کر کچھ دیر ٹہلنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے کام کے بارے میں کچھ سوچنا ہے۔"

آدھی رات گزر چکی تھی۔ ہمس ہاؤس کے سنسان اور اداس سے دفتر میں حسب معمول بدبو سی پھیلی تھی۔ مارٹن وہاں بیٹھا اپنی سوچ میں گم تھا۔

"وہ جاہل بکر تو، میری بہت خواہش تھی کہ میں اسے صاف صاف بتا دیتا کہ تپ دق کے کے متعلق ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

"پھر بھی وہ بڑی پیاری بچی ہے۔ آرچڈ! واقعی وہ پھول ہے —— نہیں پھول تو نہیں کہہ سکتے۔ تندرست بہت زیادہ ہے شکار پر جانے کے لئے بہت ہی خوب ساتھی ہو سکتی ہے۔ ہائے پیاری۔ اور باتیں تو وہ یوں کرتی تھی جیسے میری ہم عمر ہو میں اس کے پیار کا جواب دوں گا، ضرور دونگا۔ مگر جی چاہتا ہے ایک بار اس کا بوسہ لوں، ہائے پیاری۔ وہ مجھے کتنا چاہتی ہے۔ وہ پیارے پیارے ہونٹ جیسے —— جیسے گلاب کی پتیاں۔

"وہ بیچاری لیورا۔ مجھے زندگی میں اس قدر تعجب کبھی نہیں ہوا۔ حد۔ خیر یہ تو اس کا حق ہے دنیا میں کسی عورت نے اپنے آدمی کا اس طرح سے ساتھ نہیں دیا ہوگا جیسے —— لی۔ پگلی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اگر مجھے سترہ کروڑ آرچڈیں بھی مل جائیں تو سوائے تمہارے اور کسی سے پیار نہیں کرونگا۔

"اب میں صحت منڈلی کی فضول سی چیزیں تو گانے سے رہا۔ اگر ان سے لوگوں کو تربیت بھی دی جا سکے، جو کہ نہیں دی جا سکتی۔ اس سے تو بہتر ہے کہ لوگوں کو مرنے دیا جائے بجائے اس کے کہ انھیں ——

"لیورا نے کہا کہ میں جنگلی گنوار ہوں۔ سنو محترمہ میں گدھ بوٹ ہوں اور تمہیں یاد کرنا چاہیئے کہ پچھلی سردیوں میں بھی "اجڈ گنوار" کیسی کیسی کتابیں تمہیں پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ ہینری جیمز بھی اور کیا کیا کچھ —— مگر کہتی تو وہ ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی ہوں۔ لیبارٹری کی ٹکیاں تو میں بنانا جانتا ہوں مگر —— اور میں چاہتا ہوں کہ کسی روز ہونڈ بلیس کی طرح سفر کروں۔

"سونڈ بلیس! خدایا۔ اگر پکرلو کی بجائے مجھے اس کے لئے کام کرنے کا موقعہ ملے تو میں اس کا غلام ہو جاؤں ——"

"مگر وہ کیا واہی تباہی نہیں بکتا؟"

"یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں۔ بالکل ایسا جملہ 'واہی تباہی نہیں بکتا'۔ لاحول ولاقوۃ!"

"ارے بھاڑ میں جائے! تم جیسی زبان چاہو گے بولوں گا! انگس کی طرح مجھ صاحب بہادر نہیں بننا۔ سونڈ بلیس کبھی کیسی گالیاں دیتا ہے مگر پھر بھی ان صاحب قسم کے لوگوں کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے ——"

"اور نوٹلکس میں مجھے اتنا کام کرنا پڑے گا کہ پڑھنے کا وقت تو ملے گا نہیں پھر بھی —— مجھے امید نہیں کہ یہ لوگ بھی کچھ زیادہ پڑھتے ہوں مگر یہاں اچھے اچھے خوبصورت گھروں میں رہنے والے، تھیٹروں میں جانے والے امیر لوگ تو بہت ہوں گے۔

"ارے مجھے کیا۔"

گھومتا گھومتا وہ رات بھر کھلا رہنے والے ریستوراں میں چلا گیا۔ وہاں اس نے بڑی افسردہ دلی کے ساتھ کافی پی۔ اس کے پاس ہی سرخ شیشے والی خوبصورت کھڑکی کے نیچے جس پر جارج واشنگٹن کی تصویر بھی ٹنگی تھی، اور ایک لمبے سے تختے کے کنارے پر جو میز کا کام دیتا تھا ایک سپاہی بیٹھا تھا۔ جب وہ ہیمبر گرینڈوچ نگل رہا تھا تو سپاہی نے پوچھا۔

"کیا آپ پکرلو کے ساتھ کام کرنے والے نئے ڈاکٹر نہیں ہیں؟ آپ کو ٹاؤن ہال میں دیکھا تھا"

"ہاں ہاں ٹھیک، میں ہی نیا ڈاکٹر ہوں۔ اچھا بتایئے یہ پکرلو کیسا آدمی ہے؟ ایمانداری سے بتایئے گا، کیونکہ میں ابھی نیا نیا آیا ہوں اور وہ —— تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

پولس کے سپاہی نے چمچہ پیالے میں ڈال کر اپنے موٹے مضبوط انگوٹھے سے کس کے تھام رکھا تھا اور اسی انداز میں کافی کو اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے اس نے اپنی رائے بتائی اور اس کے پاس کھڑا ریستوران کا باورچی جس کے ہاتھ چکناہٹ سے بھرے تھے اس کی باتوں پر اثبات میں سر ہلاتا رہا۔

"اگر آپ سچی بات جاننا چاہتے ہیں تو میں کہوں کہ یہ بہت شور مچاتا ہے۔ مگر بڑے دماغ

والا آدمی ہے یہ بڑی شاہی زبان میں بات کرتا ہے اور آپ نے کبھی اس کی نظمیں سنی ہیں، بڑی شاندار ہیں وہ میں بتاتا ہوں آپ کو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یکر بہت زیادہ ناچ گانا کرواتا ہے مگر میں کہتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کہ ہمارے آپ کے لئے تو یہی کافی ہے کہ وہ شہر کی صفائی کا خیال رکھے، ہمیں اچھا دودھ دلوائے۔ مگر ابھی باہر سے آنے والے ایسے بے پروا لوگ موجود ہیں جنھیں صحت کے اصول سمجھانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ لوگ اتنی ساری چھوت کی بیماریوں سے بیمار نہ پڑ جائیں اور ہم لوگوں کو یہ بیماریاں نہ لگاتے پھریں اور یقین کریے گا۔ یکر لوان کے دماغوں میں بات بٹھا دیتا ہے!

"تو جناب وہ بڑا چلتا پرزہ آدمی ہے ان عام ڈاکٹروں کی طرح وہ الگ الگ رہنے والا نہیں ہے میں بتاؤں آپ کو اس روز سینٹ پیٹرک کی پکنک میں بھی آیا تھا۔ کیا ہوا اگر وہ بذات پروٹسٹنٹ ہے اور وہ اور فادر کو سیکو دونوں لنگوٹیے یار ہیں۔ اور وہاں مکہ بازی کے مقابلے میں اس بڈھے نے ایک نوجوان لڑکے کو ایسا گھونسہ جمایا کہ وہ بیچارہ الٹا چت گرا۔ سچ کہتا ہوں اس نوجوان پر بڑا اکرام دار کیا اس نے پولیس میں ہم سب اُسے پسند کرتے ہیں اور جب وہ آکر بڑے پیار سے ہمیں یہ صحت و صفائی کا کام کرنے کو کہتا ہے جیسے کرنا ہماری ڈیوٹی میں شامل نہیں تو ہمیں ہنسی آجاتی ہے بجائے حکم چلانے کے یہ بڑے دوستانہ طور پر ہم سے کہتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں، بہت ہی بڑھیا آدمی ہے یہ!"

"اچھا!" ارٹن نے کہا اور جب وہ ہوٹل واپس پہنچا تو وہ سوچ رہا تھا۔

"مگر غور کرو کہ گاٹلب کی کیا رائے ہوتی اس آدمی کے بارے میں۔

"بھاڑ میں جائے گاٹلب! اور بھاڑ میں جائیں سب سوائے لیورا کے!

"ویسل دینیا کی طرح یہاں میں ناکام نہیں ہوں گا۔

"ایک روز یکر لوگو بہت بڑی نوکری مل جائے گی۔ ہاں اسی طرح کے گپ ہانکنے والے دنیا میں ترقی کرتے ہیں۔ مگر اور کچھ نہیں تو مجھے تربیت تو ملے گی یہاں۔ اور شاید میں صحیح معنوں میں اس محکمے کو ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ بنا دوں۔

"آرچیڈ نے کہا تھا کہ ان سردیوں میں ہم سکیٹنگ کرنے جائیں گے ــــ

"بھاڑ میں جائے آرچیڈ"

باب بلیواں

مارٹن نے محسوس کیا کہ پکر بو بہت فیاض اور کھلے دل کا افسر ہے۔ وہ اس بات کا قائل رہتا کہ مارٹن اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے شور مچاتا رہے اور تحریکیں چلاتا رہے سائنس کے متعلق تو اس کا علم نرسوں کے برابر بھی نہیں تھا۔ تاہم حسد کا جذبہ اس میں نہیں تھا اور مارٹن سے اس کا یہی مطالبہ ہوتا کہ وہ اس بات کو اپنا ایمان بنائے کہ شور مچانا اور جگہ جگہ گھومنا ہی ترقی کی ابتدا (اور شاید انتہا) ہے۔

"سوشل ہل" پر، جو کہ حقیقت میں پہاڑی نہیں تھی بلکہ ایک ٹیلہ سا تھا، مارٹن اور لیورا کو ایک ایسے مکان میں اوپر کی منزل پر رہنے کو جگہ مل گئی جو دو خاندانوں کے رہنے کے لئے بنا تھا۔ یہاں کے ماحول میں ایک خوشگوار قسم کی سادگی تھی ــــــ وسیع باغات اور چوڑی چوڑی سڑکیں جن پر میپل کے درخت سایہ کئے ہوتے۔ ونسٹن دیفیا کے لوگوں کی تانک جھانک اور سرگوشیوں سے آزادی حاصل کر کے ان دونوں کو بہت مسرت ہوئی۔

پھر اچانک ہی نوٹلس کی شائستہ اور مہذب سوسائٹی کی نوازشیں ان پر ہونے لگیں۔

وہاں پہنچنے کے کچھ روز بعد مارٹن کو ٹیلی فون سننے کے لئے بلایا گیا اور اسے دوسری طرف سے ایک اکھڑی مردانہ آواز سنائی دی۔

"ہیلو مارٹن! مجھے یقین ہے کہ تم مجھے نہیں پہچان سکو گے!"

مارٹن بہت مصروف تھا اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کہہ دے "جہنم میں جاؤ" مگر اس نے اپنی جھنجھلاہٹ کو دبا لیا اور ایک ایسی شائستگی اور متانت سے جواب دیا جو کہ آنے والے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے لئے موزوں تھی۔

"معاف کیجئے گا: میں واقعی نہیں پہچان سکا آپ کو۔

"اچھا کوشش کرو۔"

"اوہ، کلف کلاسن ہے کیا؟"

"نہیں، غلط۔ میرا خیال ہے تمہاری صحت آجکل بہت اچھی ہے۔ اچھا ایک بار پھر کوشش کرو!"
دفتر کی سٹینوگرافر خطوط کی املا کے لئے انتظار کر رہی تھی اور مارٹن کو ابھی اس کی موجودگی میں بے نیاز اور غیر شخصی قسم کا افسرانہ انداز اختیار کرنا نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنی جھنجھلاہٹ کو چھپائے بغیر بڑے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ میں سمجھا، پریذیڈنٹ ولسن بول رہے ہیں۔ سنیئے صاحب ——"

"مارٹ، میں اروے واٹرز بول رہا ہوں! اب سمجھے کون ہوں میں!"

اس مسخرے کو امید تھی کہ جس شخص سے وہ مخاطب ہے وہ اس کا نام سنکر اچھل پڑے گا مگر مارٹن کو یہ یاد کرنے میں دس سیکنڈ لگ گئے کہ اروے واٹرز کون ہو سکتا ہے پھر اسے یاد آیا یہ وہی فضول سا لڑکا ہے جو میڈیکل سکول میں پڑھتا تھا اور وہ نیک بننے پر اسقدر زور دیا کرتا اور ہر چیز کو اسقدر رسالی نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا کہ ڈگامائی میں رہتے ہوئے مارٹن اس سے چڑھ گیا تھا۔ جس قدر بھی ممکن تھا اس نے گرمجوشی کا اظہار کیا۔

"اچھا، ارے تم یہاں کیا کر رہے اروے؟"

"میں تو پڑھائی ختم کرتے ہی یہاں آگیا تھا میری پریکٹس بھی اچھی چل رہی ہے۔ اچھا سنو مارٹ میں اور مسز واٹرز چاہتے ہیں کہ کل شام تم اپنی بیوی کے ساتھ، میرا خیال ہے تمہاری شادی ہو چکی ہے، ہمارے ہاں ڈنر کے لئے آؤ۔ میں تمہیں یہاں کی تمام ہستیوں سے ملاؤں گا۔"

واٹرز کی سرپرستی کے خوف نے اس میں یہ ہمت پیدا کر دی کہ وہ بے کھٹکے جھوٹ بول دے۔

"مجھے بہت افسوس ہے، سخت افسوس ہے، کل شام تو میں نے کسی اور کو وقت دے رکھا ہے، اور پرسوں شام کو بھی۔"

"تو کل 'ایگلز کلب' میں میرے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاؤ، اور اتوار شام کو ہمارے گھر اپنی بیگم کے ساتھ ڈنر کے لئے آؤ۔"

"نہیں بھائی دوپہر کے کھانے کا پروگرام تو نہیں ہو سکتا مگر —— اچھا، اتوار کو ہم تمہارے ہاں کھانا کھائیں گے۔"

یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ بعض اوقات ایسے قدیم دوستوں کی محبت بڑی ناگوار گزرتی ہے جنکا شمار کبھی دوستوں میں نہیں ہوتا تھا۔ واٹرز کے ہاتھوں اسطرح پکڑے جانے پر مارٹن کو بڑی کوفت ہوئی اور جب وہ لیورا کے ساتھ اتوار کو ڈیڑھ بجے دوپہر ڈرتا اور جھجکتا ان کے گھر پہنچا اور واٹرز کا جوشِ محبت اُسے پھر کھینچ کر ڈگاہی کے ماحول میں لے گیا تو جس مصیبت میں وہ پھنسنے سے ڈرتا تھا وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔

واٹرز کا گھر بالکل نیا بنا تھا اور اس کی آرائش شاہی طریقے پر ہوئی تھی۔ تین سال پریکٹس کرنے کے بعد وہ ایک ناصح کی طرح گفتگو کرنے لگا تھا۔ اور ہمیشہ بیوی کی ماتحتی میں رہتا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھنے لگا تھا کہ وہ کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔ علاوہ اس کے اس نے کچھ ایسی باتیں بھی سیکھ لی تھیں جن سے دوسرا آدمی اکتا جائے۔ مارٹن سے ایک سال پہلے ہی وہ امتحان پاس کرکے سکول سے چلا آیا تھا۔ شادی اس نے ایک اچھی خاصی امیر عورت سے کی تھی اس لئے مہمان نوازی میں اس قدر شدت اور غلو سے کام لیتا کہ اُسے قتل کر دینے کو جی چاہتا۔ اس کی تمام گفتگو بس کچھ نصیحتوں، لعنت ملامت اور اقوالِ زریں کا مجموعہ ہوتی۔

”اگر تم دو تین سال تک ڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ میں ٹک جاؤ اور صحیح قسم کے لوگوں سے ملاقات رکھو تو تمہاری پریکٹس بھی یہاں خوب چل سکتی ہے۔ یہ بڑا اچھا شہر ہے۔ پیسے والوں کا شہر ہے —— یہاں کنجوس اور دوسروں کے پیسے دبانے والے لوگ بہت کم ملیں گے۔

”تمہیں یہاں کے کلب میں شامل ہوکر گالف کھیلنی شروع کر دینی چاہیئے۔ بڑے بڑے شہریوں سے ملاقات بڑھانے کا یہی طریقہ ہے۔ ان بڑے بڑے لوگوں میں سے میں کئی کا علاج کرتا ہوں اور میرا ان میں سے بیشتر سے یہیں تعارف ہوا تھا۔

”پکربو بڑا اچھا تیز طرار آدمی ہے، پراپیگنڈہ کرنے میں بہت تیز ہے مگر ایک بری عادت اس میں یہ ہے کہ اس کے خیالات سوشلسٹ قسم کے ہیں۔ یہ ہسپتال تو —— بالکل فضول ہیں —— اچھے بھلے لوگ جو خرچ کر سکتے ہیں وہ بھی وہیں علاج کے لئے جاتے ہیں۔ ان شفاخانوں نے لوگوں کو بھک منگے بنا دیا ہے۔ اب تمہیں یہ سنکر شاید تعجب ہو —— اوہ یاد آیا سکول

کے دنوں میں تم پر بھی تو عجیب عجیب خیالات، کا خبط سوار رہتا تھا مگر نئے خیالات تو کئی لوگوں کے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ اگر یہ پبلک ہیلتھ کے ڈیپارٹمنٹ نہ ہوں تو صفائی کی حالت بھی بہتر ہو اور لوگوں کی صحت بھی اچھی ہو، کیونکہ کئی لوگوں کو خیراتی ہسپتالوں میں جا کر مفت علاج کرانے کی عادت پڑ گئی ہے، اور وہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کے پاس نہیں جاتے۔ ان سرکاری ہسپتالوں نے پرائیویٹ ڈاکٹروں کی آمدنیاں گھٹا دی ہیں اور اُنکی تعداد کم کر دی ہے۔ اس طرح بیماریوں پر نظر رکھنے والے ہم جیسے ڈاکٹر بہت کم رہ گئے ہیں۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک تم نے حقیقت پسند بننے کے عجیب عجیب خیالات ترک کر دیئے ہوں گے ——— کاروباری ذہنیت، کہا کرتے تھے تم اسے شاید۔ اب تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمہیں اپنے بیوی بچوں کا بوجھ سنبھالنا ہے اور اگر تم نہیں سنبھالو گے تو کوئی اس بوجھ کو برداشت نہیں کرے گا۔

"کسی بھی وقت اگر تمہیں یہاں کے لوگوں کو سمجھنے کے لئے صحیح مشورے کی ضرورت ہو تو میرے پاس آؤ۔ پکرو تو خبطی ہے۔ وہ تمہیں کبھی صحیح مشورہ نہیں دے گا۔ جن لوگوں سے تم تعلق قائم رکھنا چاہتے ہو وہ بڑے اچھے، ٹھوس، قدامت پسند اور کامیاب تاجر ہیں۔"

پھر مسز واٹھنز کی باری آئی۔ اس کا باپ مسٹر ایس۔ اے پیسلے کھاد چھڑکنے والی "ڈریزی" مشین کی فیکٹری کا مالک تھا اور بڑا کامیاب صنعت کار سمجھا جاتا تھا۔ اسی ناطے سے اس نے بڑے اچھے اچھے مشورے دینے شروع کئے۔

"تمہارے کوئی بچہ نہیں ہے؟" اس نے لیورا کی طرف رحم بھری نظروں سے دیکھا" بولے تمہارے یہاں بچے ضرور ہونے چاہیں۔ ہمارے دو ہیں اور تم نہیں جانتیں کہ وہ کس قدر ہمارا دل بہلائے رکھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم بڑے چست اور جوان رہتے ہیں۔"

مارٹن اور لیورا نے یوں نظریں ملائیں جیسے انھیں ایک دوسرے پر ترس آ رہا ہو ——

ڈنر کے بعد ارونگ نے اصرار کیا کہ یونیورسٹی میں گزارے حسین دنوں کی یاد تازہ کرنی چاہیئے۔ مارٹن ہے کسی طرح کی تردید سننے سے اس نے انکار کر دیا۔ "مارٹ، تم لوگوں کے سامنے ہمیشہ اپنے آپ کو خبطی ظاہر کرتے رہتے ہو۔ تم یوں ظاہر کرتے ہو جیسے اپنے کالج سے تمہیں کوئی

وابستگی نہیں ہے مگر میں سب جانتا ہوں ــــ میں جانتا ہوں کہ تم بنتے ہو۔ عام لوگوں کی طرح تم بھی ان پرانے پروفیسروں کو اور اس جگہ کو یاد کرتے ہو۔ شاید میں تمہارے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اچھا اب جانے دو اور میرے ساتھ ملکر یہ گیت گاؤ "دو نے ٹیک؛ عقلمند لوگوں کی سرزمین"؛

اور پھر "پاگل نہ بنو، تم ضرور گاؤ گے"؛ مسز واٹرز نے کہا اور پیانو کی طرف چل دی جسے اس نے بڑی مشاقی سے بجایا۔

جب انھوں نے بڑی شائستگی سے تلا ہوا مرغ کھایا، پتھر جیسی سخت آئس کریم نگلی، پنیر نما کیک کو برداشت کیا اور پرانی یادوں کو حلق سے نیچے اتارا تو مارٹن اور ریورا بے چارے اشاروں ہی اشاروں میں ایک دوسرے سے اپنی مصیبت بیان کرنے لگے۔

"اگر واٹرز اس کی مخالفت کرتا ہے تو بکر لو ضرور ایک درویش صفت آدمی ہوگا۔ میرا خیال ہے مصیبت پڑنے پر وہ شخص کام آنے والا ہے"؛

اس مشترکہ مصیبت میں وہ دونوں بھول گئے کہ آرچڈ نام کی ایک لڑکی نے ان کی زندگی میں ہلچل مچا رکھی ہے۔

(۲)

پکر لو اور ارونگ واٹرز کو بھگتانے کے علاوہ مارٹن کو مجبوراً بہت سی انجمنوں کلبوں اور تحریکوں میں جانا پڑا۔ موٹنکس میں ایسی انجمنوں اور اداروں کی بھرمار تھی ــــ تاجروں کی انجمن، سیر تماشے کی کلب، ایلکس کلب، حلقۂ زندہ دلان، میڈیکل سوسائٹی وغیرہ وغیرہ ایسے جلسوں اور ہنگاموں میں جانے سے مارٹن کتراتا مگر وہ لوگ اصرار کرتے اور بہت دکھ سے کہتے "کیوں صاحب، اگر آپ صحیح معنوں میں جنتا کے سیوک بننا چاہتے ہیں، اور اگر آپ خوش آمدید کہنے والوں کے جذبات کی قدر کرتے ہیں تو ــــ"

جب یہ لوگ وٹسل دنیا میں تھے تو اکثر وہاں کی پھیکی اور بے مزہ زندگی کی شکایت کیا

کرتے مگر اب مارٹن اور لیورا کو اتنے دعوت نامے موصول ہوئے تھے اور انھیں اتنی جگہوں پر جانا پڑتا تھا کہ انھیں شکایت رہنے لگی کہ شام کو سکون سے گھر پہ بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔ پھر وہ سماجی ہنگاموں میں شریک ہونے، نئے نئے لباس زیب تن کرنے اور بغیر ہچکچائے اور شرمائے نئی نئی جگہوں پر جانے کے عادی ہو گئے۔ ناچنے کا دیہاتی سا انداز چھوڑ کر انھوں نے جدید طریقوں سے رقص کرنا سیکھ لیا، بری بھلی برج کھیلنی سیکھ لی، ٹینس کے ماہر ہو گئے اور مارٹن کو فضول کی گپ شپ سننے کی بھی عادت سی پڑ گئی۔

اپنے میزبانوں کی نظروں میں وہ بہت ہی ذہین اور شگفتہ مزاج جوڑا تھا۔ چونکہ پکربو کی سرپرستی کا سایہ ان پر پڑتا رہتا اس لیے لوگ سمجھتے کہ ان کے سنجیدہ اور ترقی پسند ہونے میں شک نہیں ہو سکتا اور مسٹر و مسز اِرونگ واٹرز کی دوستی اور ہمدردی نے ان پر عزت اور شرافت کی مہر ثبت کر دی تھی۔

واٹرز اسے زبردستی گھسیٹ گھسیٹ کر ایسی محفلوں میں لے جاتا۔ وہ شخص اتنا کوڑھ مغز تھا کہ اتنی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آتی کہ مارٹن جب بار بار اس کے دعوت ناموں کو نامنظور کرتا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ جانا نہیں چاہتا۔ اس نے مارٹن کے دماغ میں آزاد خیالی کے جراثیم ڈھونڈ نکالے اور محبت، محنت اور ناگوار سی ظرافت کی مدد سے مارٹن کو اس بیماری سے نجات دلانے میں مشغول ہو گیا۔ اکثر اوقات وہ ایسے جملے کہہ کر دوسرے مہمانوں کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرتا: "اماں آؤ بھی مارٹ، کچھ اپنے عجیب عجیب خیالات ہمیں سنا ڈالو!"

دوستانہ گرمجوشی کے اظہار کے معاملے میں وہ اپنی بیوی سے کہیں پیچھے تھا۔ باپ اور خاوند نے مسز واٹرز کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اس کا دماغ صدیوں کے علم و حکمت کا نچوڑ ہے لہٰذا مارٹن اور اس کی بیوی کو تعلیم دینے اور مہذب بنانے کا اس نے بیڑا اٹھا لیا۔ مارٹن کے بازاری سے انداز گفتگو، لیورا کے سگرٹ پینے اور ان دونوں کے برج میں پیسے لگا کر کھیلنے کی عادت پر وہ انھیں ٹوکتی مگر جھڑکنے یا لعنت ملامت کرنے سے احتراز کرتی۔ کیونکہ اس کی جھڑکیوں کا مطلب تو یہ ہوتا کہ کچھ لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو اس کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ صرف چھوٹے چھوٹے مزاحیہ قسم کے احکامات صادر کرتی اور ان کے ساتھ ایک تیز

سا جملہ یہ بھی ہوتا" اچھا اب حماقت چھوڑو" اور یہ کہنے کے بعد اُسے اُمید ہوئی کہ بات ختم ہو جائے گی۔ کبھی کبھی مارٹن فریاد کیا کرتا "یا خدا" پکر لو اور اردے کے ساتھ وہ کراہی میں خیریت ہے کہ ہم سوسائٹی کے معزز ممبر بن جائیں، ان سے مقابلہ کرنا تو بڑا کٹھن کام ہے!"

مگر معزز بننے کے لئے صرف داڑھ اور پکرلو کی ہی مجبوری نہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک کشش یہ بھی تھی کہ دلشل دنیا کے برعکس نوٹلس میں لوگ اس کی بات پر کان دھرتے ہیں اور وہ آرچڈ جیسی دلفریب ہستی کا مرکز نگاہ ہے۔

(۳)

آتشک کی تشخیص کے لئے وہ ٹیسٹ کا ایک ایسا طریقہ تلاش کر رہا تھا جو داسر مین کے ایجاد کردہ "ٹیسٹ" کے مقابلے میں سیدھا اور جلد نتائج دینے والا ہو۔ عین اس وقت جبکہ اس کی سُست انگلیاں اور زنگ آلود دماغ لیبارٹری کے کام میں رواں ہو چکے تھے اور ٹیسٹ تلاش کرنے کے لئے اس نے جوش و خروش سے کئی مفروضات تیار کر لئے تھے پکرلو اسے پبلسٹی کے کام میں گھسیٹ لے گیا۔ بہلا پھسلا کر اُسے تقریر کرنے پر راضی کیا گیا۔ یوں اپنی زندگی کا پہلا لیکچر اُس نے سنڈے آفٹرنون فری لیکچر کورس آف دی سٹار آف ہوپ یونیورسلسٹ چرچ" کے لئے دیا اور اس کا موضوع تھا "وباؤں کے متعلق لیبارٹری ہمیں کیا سکھاتی ہے"

تقریر کے لئے نکتے تلاش کرنے اور انھیں مختصراً لکھ لینے کی کوشش میں وہ گھبرا گیا۔ لیکچر والے دن جب صبح ہی صبح اُسے اس خوفناک کام کا خیال آیا تو اس کا دل بیٹھنے لگا۔ پھر جس وقت وہ "سٹار آف دی ہوپ چرچ" میں پہنچا تو الجھن اور پریشانی کے باعث اسکی ہمت بالکل ٹوٹ چکی تھی۔

لوگ جوق در جوق اندر آ رہے تھے۔ بڑی بڑی ذمہ داریاں اُٹھانے والے سمجھدار لوگ۔ یہ انبوہ دیکھ کر وہ کانپ سا اُٹھا: "یہ لوگ مجھے سُننے آ رہے ہیں۔ اور میرے پاس کہنے کو ایک بھی ڈھنگ کی بات نہیں!" یہ بات اسے اور بھی مضحکہ خیز محسوس ہوئی کہ اسے سُننے کے لئے آنے

والے لوگ اس کی اصل حقیقت سے ناواقف تھے۔ وہ وہاں پہنچا تو لوگوں کو کرسیوں پر بٹھانے والے چرچ کے ملازم نے بڑے لطیف طرز کے شاندار پھاٹک کے پاس بڑی گرمجوشی سے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا اور کہا "جوان، تم آگے چلے جاؤ، وہاں اس طرف بڑی کرسیاں خالی ہیں!" یہ سنکر اس کی گھبراہٹ میں اور بھی اضافہ ہوا۔

"آج تقریر مجھے ہی کرنی ہے۔"

"اوہ اچھا ڈاکٹر صاحب، آپ بیوس سٹریٹ والے دروازے سے داخل ہو جائیں معاف کیجئے گا ڈاکٹر صاحب مجھے معلوم نہ تھا۔"

نشست گاہ میں گرجے کے پادری اور تین آدمیوں کی کمیٹی نے اس کا استقبال کیا انھوں نے صبح کے کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اور "مسیحی اسٹیکچویل" قسم کے لوگوں کا سا انداز بنا رکھا تھا۔

انھوں نے باری باری اس سے ہاتھ ملایا، کچھ تیز طرار قسم کی عورتوں سے اس کا تعارف کرایا اور بڑی شائستگی سے اس کے گرد کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے۔ انھیں توقع تھی کہ وہ کوئی حکیمانہ بات کہے گا۔ پھر وہ یہ ساری اذیت برداشت کرتا مارے خوف اور دہشت کے چپ چاپ اُن کے پیچھے پیچھے ایک محراب دار دروازے سے گزر کر ہال میں داخل ہوا۔ ندامت سے جھکے ہوئے اس چہرے کو سینکڑوں آنکھیں گھور رہی تھیں۔ وہ جدھر نظر گھماتا اُسے اپنی طرف گھورتی ہوئی آنکھیں نظر آتیں —— نیچے ہال میں، اوپر بالکنی میں سب جگہ ہزاروں آنکھیں اس کا پیچھا کر رہی تھیں اور اس کے گھبرائے ہوئے چہرے کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔

جب اس پر تعریفوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو اس کے ذہنی کرب میں اور اضافہ ہوا۔

پادری اور لیکچر کورس کے صدر نے بڑے موزوں الفاظ میں دعا پڑھی اور جلسے کا آغاز کیا۔ ادھر مارٹن دل ہی دل میں کانپ رہا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ دل کڑا کر کے جمع ہوئے لوگوں پر ایک بے باکانہ نظر ڈالے۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے پلیٹ فارم پر وہ بالکل ننگا بیٹھا ہے اور اس کے پاس بچاؤ کی کوئی چیز نہیں۔ عین اس وقت جبکہ اس کی یہ ذہنی کیفیت تھی تو پادری نے جرأت کی مشنری دعوت اور ننھے منوں کے کلب کے اعلانات کرنے شروع کئے۔ پھر انھوں نے بڑے جوش وخروش سے دو ایک اچھے سے بھجن گائے۔ وہ گا رہے تھے اور مارٹن اس مخمصے میں تھا کہ وہ بیٹھا

وہ پہریا گھڑا ہو جائے۔ اس کے فوراً ہی بعد صدر نے دعا کی "خدایا ہمارے دوست کو، جو آج ہمیں خطاب کریں گے، اپنا پیغام اچھی طرح سے دینے کی قوت عطا کرے!" وہ دعا کر رہا تھا اور مارٹن پیشانی پر ہاتھ رکھے بیٹھا اپنے آپ سے اُلجھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا "مجھے یونہی بیٹھنا چاہیئے ـــــ وہ سب مجھے گھور رہے ہیں ـــــ خدایا کیا یہ اپنی جھک جھک بند نہیں کریگا جی چھا جہنم میں جلے مگر بخارات کے متعلق وہ کیا بات جو میں کہنا چاہتا تھا۔ خدایا یہ تو اپنی تقریر ختم کر رہا ہے اور اب مجھے شروع کرنا پڑے گا!"

پھر کسی نہ کسی طرح وہ مقرر کی میز کے پاس کھڑا تھا، سہارا لینے کے لئے اس نے میز کو پکڑ رکھا تھا اور اس کی زبان سے بڑے معقول قسم کے الفاظ نکل رہے تھے۔ اب لوگوں کے چہروں پر سے دھند اُٹھنے لگی اور اسے واضح طور پر ایک ایک کے خدوخال نظر آنے لگے۔ اُسے ایک بوڑھے آدمی کا چہرہ نظر آیا جو اُسکو بڑے غور سے سن رہا تھا اس نے اس بوڑھے کے چہرے پر مسکراہٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

پیچھے کی ایک نشست پر اُسے لیورا بیٹھی نظر آئی جو اشاروں ہی اشاروں میں اسکی ہمت بندھا رہی تھی۔ اپنے سامنے بیٹھے لوگوں سے نظر ہٹا کر اس نے بالکنی کی طرف دیکھا ـــــ سامعین نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک نوجوان بڑی سنجیدہ اور گمبھیر آواز میں ویکسین اور رہا دے کے متعلق بول رہا ہے۔ اس وقت جبکہ تقریر میں روانی پیدا ہونے لگی تھی، اس سنجیدہ اور گمبھیر آواز والے سیدھے سادھے شریف سے نوجوان کو دو ریشمی سی پنڈلیاں نظر آئیں جن سے بالکونی کی پہلی قطار میں ایک امتیازی شان پیدا ہو گئی تھی۔ اُسے نظر آیا کہ یہ پنڈلیاں آرچڈ کر کی ہیں جو اپنی نگاہوں سے اس پر مدح و تحسین کے پھول برسا رہی ہے۔

آخر میں تقریر ختم ہونے پر سامعین نے انتہائی جوش سے تالیاں بجائیں جب تقریر کرنے والے ہر لیکچر کے بعد اس طرح کی داد وصول کر کے خوش ہوتے ہیں ـــــ صدر جلسہ نے بھی اس کی بہت لمبی چوڑی تعریف کی۔ لوگ بڑی تیزی کے ساتھ ہال میں سے نکلنے لگے اور پھر مارٹن نے دیکھا کہ برآمدے میں آرچڈ کر اس کا ہاتھ پکڑے بڑی پیاری آواز میں چہچہا رہی ہے "اوہ مسٹر ایرو سمتھ صاحب آپ نے تو کمال کر دکھایا۔ یہاں تو بہت سے لیکچر کرنے والے بوڑھے

کھوسٹ آتے ہیں مگر آپ نے تو جادو کر دیا۔ میں اب جلدی سے جا کر ڈیڈی کو بتاتی ہوں۔ وہ سنکر بہت خوش ہوں گے!"

اس وقت تک مارٹن کو پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ لیورا برآمدے میں اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی ہے اور اسے ایک بیوی کی نظروں سے تک رہی ہے۔

گھر واپس جاتے ہوئے لیورا کی خاموشی بہت معنی خیز تھی۔

"تو کیسا لگا میرا لیکچر تمہیں؟" بہت تکلیف دہ انتظار کے بعد آخر وہ بولا۔

"ہاں، بُرا نہیں تھا۔ ایسے تُھسّی قسم کے بے وقوف لوگوں کے سامنے بولنا تو بہت مشکل کام ہوگا۔"

"بے وقوف؟ بے وقوف سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے بہت اچھے طریقے سے مجھے سنا۔ بڑے اچھے لوگ تھے وہ۔"

"کیا واقعی؟ خیر شکر ہے خدا کا، تمہیں کہیں کے لوگ تو معقول نظر آئے۔ اب تمہیں فضول سی شیخی بگھارنے کی زیادہ ضرورت تو نہیں پڑے گی۔ مگر بکر جو اپنی تعریف سننے کا اس قدر خواہش مند رہتا ہے کہ تمہیں وہ زیادہ تقریریں کرنے کا موقع نہیں دیگا"

"مجھے پروا نہیں مگر کبھی کبھی پبلک کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرنا بھی اچھی چیز ہے اس طرح بہت سادے طریقے سے سوچنے کا موقع ملتا ہے!"

"مثال کے طور پر یہ پیارے پیارے بیدھے سادھے سیاست باز جو ہیں!"

"اب دیکھو لی یہ تو ہم جانتے ہیں کہ تمہارا خاوند بدھو ہے اور لیبارٹری سے باہر کی دنیا کا اسے مطلق علم نہیں مگر میرے خیال میں تم اس بات پر تھوڑی جھوٹ موٹ کی خوشی بھی ظاہر کر سکتی ہو کہ میں نے زندگی میں پہلی بار تقریر کی ہے ——— اور کامیاب رہا ہوں۔"

"ہائے تو یہ میں تو بے حد خوش ہوئی، بہت تالیاں بجائیں میں نے۔ مجھے تم بہت ہی سمارٹ معلوم ہو رہے تھے چھارٹ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ گھر جا کر وہ ٹھنڈا سا ناشتہ کریں یا کسی ریستوران میں چل کر کھانا کھائیں؟"

اور یوں وہ ایک مقرر سے خاوند کی سطح پر آ گیا۔ مدح و تحسین کی پھوار کے بعد نامدی

گے اور بھی تو ضرور ہی تھے۔

سارا ہفتہ وہ اپنی ہتک کے متعلق سوچتا رہا مگر موسم سرما کا آغاز ہونے پر عورتوں اور برج کی محفلوں کا ایسا طوفانی سلسلہ شروع ہوا کہ گھر پر سکون سے شام گزارنے اور آپس میں جھگڑنے کا پہلا موقع انھیں جمعہ کے روز ملا۔ دفتر سے آتے ہی اس نے اعلان کر دیا کہ آج وہ ٹھوس چیزوں کا مطالعہ کرے گا۔ کچھ عضویات کے متعلق پڑھے گا۔ آرنلڈ بینٹ کا مطالعہ کرے گا ـــــ سکون اور مزے کا مطالعہ۔ مگر یہ مطالعہ صرف طبی رسالوں کی چھوٹی موٹی خبریں پڑھنے تک ہی محدود رہا۔

وہ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ اس نے رسالہ زمین پر پھینک دیا اور تحکم آمیز لہجے میں بولا۔

"تم یکر بو کے ساتھ برف کی پک نک پر جاتے وقت کیا پہنو گی؟"

"میں نے سوچا نہیں ـــــ کچھ بھی پہن لوں گی۔"

"لی میں پوچھنا چاہتا ہوں، تم نے یہ کیوں کہا کہ کل شام میں نے ڈاکٹر سٹرانز کی دعوت میں بہت بکواس کی؟ مجھے معلوم ہے کہ مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں باتونی بھی ہوں۔"

"اب تک تو نہیں تھی یہ خامی۔"

"اب تک؟"

"ریڈی ایرو سمتھ سنو، پورا ہفتہ تم ضدی بچے کی طرح منہ پھلائے رہے!"

"میں ـــــ میں تنگ آ گیا ہوں۔ 'شاٹس آف ہوپ' کے چرچ میں میری تقریر سنکر سب کو خوشی ہوئی ـــــ اخبار 'مارننگ فرنٹیر زمین' میں بھی اسکی تعریف ہوئی۔ یکر بو کہہ رہا تھا کہ آرچڈ نے بھی میری تقریر کی بے حد تعریف کی مگر تم نے اسے کسی قابل نہیں سمجھا۔

"کیا میں نے تالیاں نہیں بجائیں؟ مگر ـــــ میرا خیال ہے کہ تم یہ بچگانہ سی بکواس ختم کر دو گے۔"

"اچھا یہ بات ہے، تو میں تمہیں بتا دوں کہ میں اسے ختم نہیں کروں گا۔ مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی جوشیلی تقریریں کیا کروں گا۔ پچھلے اتوار کو میں نے انھیں سیدھی سادھی سائنس سمجھائی

تھی اور لوگوں نے سب باتیں اطمینان سے سن بھی لیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ لوگوں کی توجہ اپنی
طرف کرنے کے لئے جذباتی قسم کی باتوں کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس سے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔
بھلا سوچو یوں گھنٹے بھر میں میں نے صحت کے متعلق اتنی ہدایات دیں، اور لیبارٹری کے متعلق اتنی
نئی نئی باتیں بتائیں —— مجھے بڑا آدمی بننے کی خواہش نہیں مگر جہاں چار آدمی بات سننے
کے لئے تیار ہوں اور دوسری دنیا کے لوگوں کی طرح نکتہ چینیاں نہ کریں وہاں جانا مجھے بہت
اچھا لگتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جسے تم "فضول سی بکواس" کہتی ہو میں اسے جاری رکھوں گا۔"

"سینڈی، کچھ لوگوں کے لئے یہ مناسب ہے مگر تمہارے لئے نہیں۔ میں تمہیں بتا نہیں
سکتی —— ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تمہاری تقریر کے متعلق میں نے کوئی لمبی چوڑی رائے زنی
نہیں کی —— میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہنے کو کہ تمہاری یہ بات سن کر مجھے کس قدر تعجب ہوتا
ہے۔ جسے تم جذباتیت کہتے ہو اس کی تم ہمیشہ ہنسی اڑاتے رہے ہو۔ "ننھے منے بچوں کو دیکھ کر
رونا"، یہ تم ہی کیا کرتے تھے نا؟"

"غلط، بالکل غلط میں نے کبھی کہا ہی نہیں یہ —— یہ جملہ تو میں نے کبھی کہا ہی نہیں تم
جانتی ہو۔ اور خدا کی قسم! تم ہنسی اڑانے کی بات کہتی ہو میں تمہیں بتا دوں کہ بچوں میں شروع
سے ہی اچھی عادتیں ڈال سکے ان کے گلے، آنکھوں وغیرہ کا خیال رکھ کے صحت و صفائی کی یہ
تحریک لاکھوں زندگیاں بچا سکتی ہے اور آنے والی نسل کو ——"

"میں سب جانتی ہوں۔ مجھے تم سے زیادہ بچوں سے پیار رہا ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ دکھاوے
کے لئے بے وقوفوں کی طرح دانت نکال کر ہنسنا ——"

"ہاں، مگر کسی کو تو یہ کام کرنا ہی ہے۔ جب تک لوگوں کو سکھایا نہ جائے ان کے ساتھ
کام کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ بوڑھا پکر بوسی تو کرتا ہے۔ وہ احمق ہی سہی مگر وہ اپنی نظموں وغیرہ
سے بہت ہی اچھا اثر ڈالتا ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ایسی نظمیں مجھے بھی لکھنی آ جائیں۔ شاید میں
سیکھ ہی جاؤں۔"

"ارے نوج بڑی بیہودہ ہیں وہ نظمیں تو۔"

"تم ایک بات پر قائم کیوں نہیں رہتی ہو۔ اس روز تو تم کہہ رہی تھیں کہ 'اچھی خاصی ہیں'

"مجھے اپنی بات پر قائم رہنے کی ضرورت نہیں، میں تو فقط ایک عورت ہوں۔ اور مارٹن ایروسمتھ تم، تم مجھے یہ کہہ رہے ہو؟ بات یہ ہے کہ ڈاکٹر پکرو کے لئے تو یہ کام ٹھیک ہے مگر تمہارے لئے نہیں۔ تمہاری جگہ لیبارٹری میں ہے۔ تلاش کرنا، اور دریافت کرنا، نہ کہ اشتہار بازی کرتے پھرنا۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ ولش دینا میں تھوڑی دیر کے لئے تم نے چرچ میں شامل ہو کر معزز شہری بننے کے بارے میں سوچا تھا؟ کیا تم زندگی بھر معزز شہری بننے کے لئے ٹھوکریں کھاتے رہو گے اور بار بار ہوش میں آؤ گے؟ تمہاری سمجھ میں یہ بات کبھی نہیں آئے گی کہ تم ایک وحشی جاہل ہو؟"

"خدا کی قسم میں ہوں۔ اور ——— تم نے مجھے اور کیا پیارا سا نام دیا تھا۔ میں وہ بھی ہوں جو تم نے کہا تھا، 'اجڈ جنگلی' ——— جب میں ایک معقول طریقے سے مفید کام کرنا چاہوں اور کسی اچھی مدد کرتی ہو تم میری! یہ نہیں کہ سب کو ناراض کرتا پھروں اور اس وقت تم جسے میری بات سمجھنی چاہیئے تم ہی سب سے پہلے اپنی دانتا کلکل شروع کر دیتی ہو!"

"شاید آرچڈ پکرو تمہاری زیادہ بہتر مدد کر سکے؟"

"شاید وہی کرے۔ میں سچ کہتا ہوں بڑی پیاری لڑکی ہے وہ اور چرچ میں میری تقریر کو بھی اس نے بہت سراہا تھا۔ اور اگر تم سمجھتی ہو کہ میں ساری رات بیٹھا تمہارے طعنے سنتا رہوں گا...... میں گرم پانی سے غسل کرنے جا رہا ہوں۔ شب بخیر!"

غسل خانے میں اس نے سوچا کہ بیورا سے فضول ہی جھگڑا کیا۔ آخر وہی تو ایک ساتھی ہے میری علاوہ گاٹلب، سونڈیلیس اور کلف کلاسن کے ——— ارے ہاں یاد آیا آج کل کلف کہاں ہے؟ کیا نیو یارک میں ہی ہے؟ اسے کم از کم ایک خط تو مجھے لکھنا ہی چاہیئے تھا ——— غصہ دکھا کر میں نے کتنی غلطی کی۔ کیا ہوا اگر وہ ضدی ہے اور نہیں سمجھتی کہ لوگوں پر اثر جمانے کا گر مجھے آتا ہے۔ جیسا پیار اس نے مجھے دیا ہے اور جیسی مدد اس نے کی ہے اور کوئی کیا کرے گا ———

اس نے جلدی سے اپنا جسم پونچھا اور دل میں پشیمانی کا احساس لئے غسلخانے سے

باہر آ گیا پھر انھوں نے ایک دوسرے کو بتایا کہ وہ دنیا کی مقبول ترین ہستیاں ہیں۔ انھوں نے ایک دوسرے کے بے حد بوسے لئے اور پھر لیورا رنج میں ڈوب گر دلی۔

"کچھ بھی ہو میرے بچے میں تمہیں بے وقوفوں کی سی حرکتیں نہیں کرنے دوں گی۔ تم دہمقند در بچی نہیں ہو، تم تو سچ کے متلاشی ہو۔ تم ان سچ کے متلاشیوں یعنی گاٹلیب اور ماپنے پرانے ہیرو والیبرٹ کی طرف تو دیکھو۔ وہ تو بے وقوف نہیں بنے۔ مگر شاید وہ بھی تمہاری ہی طرح تھے اور ہمیشہ بیٹھ کر اطمینان سے زندگی گزارنے کے منصوبے بناتا ہے۔ اپنی روح کو شیطان کے حوالے کرتے رہے اور پھر بیچارے شیطان کو بھی دھوکا دیتے رہے۔ میرا خیال ہے ۔۔۔ میرا خیال ہے" وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ اس گتھی کو سلجھانے میں وہ اپنے ذہن پر اس قدر زور دے رہی تھی کہ اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ رکھا تھا۔

"تم میں اور پروفیسر گاٹلیب میں کس قدر فرق ہے۔ وہ ایسی غلطیاں نہیں کرتا اور نہ ہی وقت ضائع کرتا ہے۔ ان چیزوں پر جیسے ۔۔۔"

"غلط ہے۔ اس نے ہنریکر کے ہاں نوکری کر کے کتنا وقت گنوایا اور وہاں اسے پروفیسر نہیں ڈاکٹر کے لقب سے بلاتے ہیں۔ اگر تم اسے ۔۔۔"

"اگر وہ ہنریکر کے پاس گیا تو اس کی کوئی معقول وجہ ضرور ہوگی۔ وہ بڑا سیانا آدمی ہے، غلطی نہیں کر سکتا۔ کیا وہ بھی ایسی غلطی کرے گا؟ خیر جو کچھ بھی ہو سینڈی تم تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاؤ گے اور غلطیاں کر کے سیکھو گے۔ میں ابھی سے بتائے دیتی ہوں تم ایسی ایسی بے وقوفوں کی سی غلطیاں کر کے ہی سیکھو گے۔ مگر تمہیں بار بار گڑھے میں گرتا دیکھ کر میں کبھی اکتا جاتی ہوں ۔۔۔ کبھی تقریر بازی کا خبط، کبھی اس حرافہ آرجیڈ کا عشق۔"

"خدا کی قسم میں تنگ آ گیا ہوں۔ میں تو یہ جھگڑا ختم کرنے آیا تھا۔ مگر تم پھر بھی رونا لے بیٹھی ہو۔ اچھا شکر ہے۔ تم تو کوئی غلطی نہیں کرتیں۔ گھر میں ایسا ایک ہی آدمی کافی ہے؟"

غصے میں آ کر وہ اس کی طرف پیٹھ کر کے لیٹ گیا۔ اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔

پھر ہلکی سی نرم نرم آوازیں آنا شروع ہو گئیں: "مارٹ ۔۔۔ سینڈی!" مگر اس نے سنی ان سنی کر دی اور اسی حالت میں سو گیا۔ صبح جب وہ شرمندہ اور صلح کا متمنی تھا تو لیورا کے تیور بگڑے

ہوئے تھے۔

"میں نہیں بحث کرنا چاہتی اس معاملے پر"۔ اس نے بہت رکھائی سے کہا۔

اسی طرح ایک دوسرے سے منہ پھلائے ہوئے وہ ہفتے کی سہ پہر کو بکر لو خاندان کے ساتھ برف میں پکنک کے لئے گئے۔

(۷)

نوٹلس کے شمال کی طرف ایک پہاڑی پر شاہ بلوط کے درختوں کے جھنڈ میں ڈاکٹر بکر لو نے سیر تماشے کے لئے لکڑی کا ایک جھونپڑا سا بنا رکھا تھا۔ بارہ تیرہ میل گرد ایک برف پر پھیلنے والی گاڑی میں بیٹھ کر سیر کو نکلیں جس میں بھوسا ڈال کر اسے بیٹھنے کے لئے نرم بنایا گیا تھا۔ جب اس بغیر پہیوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں تو جوش میں بھرے بچے کود کود کر گاڑی میں سے باہر نکل آئے اور اس کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگے۔

ان کی پارٹی میں ایک کنوارہ ڈاکٹر بھی تھا جو کسی سکول میں ملازمت کرتا تھا یور اپر اس کی خاص توجہ تھی۔ دو بار اس نے اس کی کمر میں بانہیں ڈالیں۔ نوٹلس جیسے شہر میں ایسی حرکت بہت ہی معیوب سمجھی جاتی تھی۔ مارے حسد کے مارٹن نے کھلے عام اور عملی طور پر آرچیڈ کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا۔

آرچیڈ میں اس کی دلچسپی صرف یورا کو سبق پڑھانے کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لڑکی کا الھڑپن اور حسن بھی اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ آرچیڈ نے ٹویڈ کی راسکٹ پہن رکھی تھی سر پر اس کا چستا سا ٹوپی تھی، اور اس نے بڑے شوخ رنگ کا گلوبند لپیٹا رکھا تھا۔ اس کی طرح نوٹلس میں آج تک کسی لڑکی نے برجس پہننے کی جسارت نہ کی تھی۔ اس نے مارٹن کے گھٹنوں کو تھپتھپایا اور جب وہ ہچکولے کھاتی ہوئی بغیر پہیوں والی برف گاڑی میں بیٹھے جا رہے تھے تو مارٹن کی کمر کے گرد اس نے مضبوطی سے بانہیں ڈال دیں۔

آرچیڈ اسے "ڈاکٹر مارٹن" کہہ کر بلا رہی تھی اور وہ اسے بڑے پیار سے "آرچیڈ" کہہ رہا

تھا۔ کیبن (جھونپڑے) کے پاس پہنچ کر گاڑیوں سے اترتے وقت بڑا دھم مچا۔ مارٹن اور آرچرڈ مل کر کھانے والی چیزوں کی ٹوکری اٹھا کر لائے، دونوں ایک ساتھ برف پر پھسلتے رہے جب ان کے تختے آپس میں بھڑ گئے تو وہ ایک ساتھ پھسلنے لگے اور جب وہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس سے چمٹ گئی تو اُسے محسوس ہوا جیسے اس سخت اور کھردری ٹویڈ کے اندر اس کی جلد اور بھی ملائم ہو گئی ہے ـــــ اس کی آنکھوں میں بے خوفی تھی اور جب وہ اپنے چہرے سے گیلی گیلی برف کی تہ ہٹاتی تو اس کے گال اور بھی چمک اُٹھتے، اُس کی ٹانگوں کو جیسے پر لگے ہوئے تھے اور وہ ایک پتلے دبلے سے لڑکے کی سی پھرتی سے بھاگ رہی تھی۔ اس کے پر کشش شانے بھی کسی تنومند لڑکے جیسے ہی تھے۔

مگر وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا: میں ایک جذباتی گدھا ہوں۔ یوڈورا ٹھیک ہی کہتی تھی۔ اُسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ "میاں مارٹن، میرا خیال تھا کہ تم بڑی خوبیوں کے مالک ہو اور بیچاری آرچرڈ ـــــ اسے کس قدر صدمہ پہنچے اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ تم کتنے کمینے اور بزدل ہو!"

مگر بیچاری آرچرڈ اُسے بلا رہی تھی اور پھسلا رہی تھی۔ "آؤ بھی مارٹن، آؤ برف کی اس چوٹی پر سے پھسلیں۔ ہم ہی دونوں تو ہیں جن میں کچھ جرأت ہے۔"

"کیونکہ باقی سب بوڑھے ہیں۔"

"کیونکہ تم اتنے جوان ہو۔ میں تو بڑھیا ہو گئی ہوں۔ جب تم، یہی سائنس اور بیماریوں کی بڑی بڑی باتیں شروع کر دیتے ہو تو میں گم صم سی ہو کر ٹکر ٹکر دیکھنے لگ جاتی ہوں۔"

اس نے دیکھا کہ اپنے اس جہنمی ڈاکٹر کے ساتھ یوڈورا بھی ایک ڈھلان پر پھسل رہی ہے۔ مارٹن کو بیزاری کا احساس بھی ہوا اور اس نے ایک طرح کا اطمینان بھی محسوس کیا کہ چلو اب اس طرح سے آرچرڈ کے ساتھ اکیلے گھومنے کا پروانہ تو مل گیا۔ مگر مارٹن نے اس کے ساتھ باتیں کرنی بند کر دیں جیسے کوئی صاحبِ علم و حکمت کسی بچے کے سامنے خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ وہ خاموش تھا جیسے اُسے کوئی پروا ہی نہ ہو۔ وہ اونچی چوٹی پر تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے گئے۔ پھر وہ پھسلتے ہوئے نیچے آئے اور گر پڑے۔ گرتے وقت انھیں بہت ہی مزیدار جھٹکا لگا اور پھر برف میں وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔

کیبن (جھونپڑے) میں وہ واپس آئے تو وہاں کوئی نہ تھا۔ اس نے اپنا گیلا سویٹر اتار دیا
اور نرم نرم بلاؤز کو تھپکیاں دینے لگی۔ انھوں نے گرم کافی کا تھرماس ڈھونڈ نکالا، اس نے اس
کی طرف یوں دیکھا جیسے ابھی اُسے چوم لیگا اور اس نے اس کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ بالکل برا
نہ مانے گی۔ میز پر کھانا لگاتے ہوئے وہ بڑی بے تکلفی سے آپس میں چہکتے رہے۔ پھر اپنی کھنکتی ہوئی
آواز میں وہ بولی ''اچھا اب اسے شست آدمی ان پیالوں کو جلدی سے اُس پُرانی میز پر لگا دے''
یہ جملہ اُس نے یوں کہا جیسے اس آدمی کے ساتھ ساری عمر بتانے کے لئے تیار ہو۔

انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح کی نازیبا حرکت نہیں کی، انھوں نے ایک
دوسرے کے ہاتھ نہیں پکڑے اور جب وہ گہرے اندھیرے میں برفیلے رستہ بناتے گاڑی
میں بیٹھے بڑی تیز رفتاری سے واپس جا رہے تھے تو حالانکہ ان دونوں کا کندھے سے کندھا ملا تھا
مگر اس نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ نہیں ڈالا۔ اُس کے ہاتھ صرف اسی وقت اس کی کمر کو گرفت میں
لینے کی کوشش کرتے جب گاڑی تیزی سے موڑ کاٹتی۔ اگر اس وقت مارٹن نشے میں سرشار تھا تو
اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اُس نے سارا دن اُچھل کود میں گزارا تھا۔ اس دھماچوکڑی کے باوجود
کوئی خاص ناگوار واقعہ نہیں ہوا تھا اور پارٹی کے افراد میں سے کوئی بھی بے چین یا پریشان نظر نہیں آتا
تھا۔ رخصت ہوتے وقت سب نے خوشی اور خندہ پیشانی سے الوداع کہی۔

لیورا نے کوئی نکتہ چینی یا رائے زنی بھی نہیں کی گو ایک دو روز تک وہ کچھ سرد مہری اور
بے رُخی سے پیش آتی رہی۔ جس پر مارٹن اپنی مصروفیات کے باعث توجہ نہ دے سکا۔

باب اکیسواں

نوٹلس ان قصبوں میں سے ایک ہے جنھوں نے ملک میں سب سے پہلے ہفتے منانے کا رواج شروع کیا اور اب یہ رسم اتنی بڑھ گئی کہ مکتوب نگار ہی کے سکول کا ہفتہ، یہی سائنس کا ہفتہ، بے آلات کی جراحی کا ہفتہ! درجار جیا پائن ہفتہ تک منایا جاتا ہے۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جسکا ہفتہ نہ منایا جاتا ہو۔

ہفتہ صرف سات دنوں کو ہی نہیں کہتے۔

اگر کوئی جنگجو قسم کا، تیز طرار، بیدار اور ترقی پسند چرچ یا چیمبر آف کامرس یا یتیم خانہ اپنے آپ کو بہتر بنانا چاہے یا دوسرے الفاظ میں روپیہ اکٹھا کرنا چاہے تو وہ شہر کا انتظام چلانے والی جوشیلی ہستیوں کو بلاتا ہے اور ایک ہفتہ منانے کا اعلان کر دیتا ہے۔ اس کے لئے ایک ماہ تک تو انتظامیہ کمیٹی کی میٹنگیں ہوتی ہیں، اخبارات کے بے شمار کالم اس ادارے کی تعریف میں سیاہ کئے جاتے ہیں۔ اور پھر ایک دو روز کے لئے پہلوان قسم کے آدمی گرجوں، سینما گھروں میں ناقدرے سامعین کا دل بہلاتے ہیں اور شہر کی حسین ترین لڑکیوں کو سڑکوں پر کھڑے ہو کر اجنبیوں سے باتیں کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ جنہیں یہ بڑے ہی بدوضع قسم کے کاغذ کے جھنڈے دیتی ہیں اور وہ شرفا ہیں، اپنا شمار کروانے کے لئے انھیں تھوڑے سے پیسے دے دیتے ہیں۔

مگر اس نمونے میں تھوڑا سا فرق آجاتا ہے جب فوری مقصد جھنڈوں کی فروخت سے روپیہ بٹورنا نہ ہو بلکہ مستقبل میں زیادہ روپیہ حاصل کرنے کے لئے عام پراپیگنڈہ کرنا ہو۔

نوٹلس میں ایک "توانائی کا ہفتہ" منایا گیا تھا جس کے دوران میں کچھ چرب زبان لوگ جو پہلے تو کتابوں کا دھندا کرتے تھے پھر صلاحیت بڑھانے کے انجینئر کہلانے لگے، دوکانداروں کو مشورہ دیتے پھر رہے تھے کہ ایک دوسرے سے روپیہ بٹورنے کا سب سے کارگر طریقہ کیا

ہے۔ اس ہفتے میں ڈاکٹر آلمس پکرلو نے ایک پرارتھنا سبھا میں تقریر کی جس کا موضوع تھا "دنیا کے سب سے پہلے اشتہار باز سینٹ پال کے کارنامے"، پھر اس نے "خندہ پیشانی کا ہفتہ" بھی منایا تھا جس میں ہر شخص کا فرض تھا کہ دن میں تین اجنبیوں سے بات کرے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بیچارے بوڑھے دست فروشوں کو دن میں کئی کئی بار تندرست و توانا اور خوش مذاق اجنبیوں کی تکلیف دہ تھپکیاں برداشت کرنی پڑیں جس سے انھیں سخت غصہ آتا۔ علاوہ اس کے "پیار اپنے گھر کا ہفتہ"، "ماں کو خط لکھو ہفتہ"، "ہوٹلوں میں نیکٹائی لگاؤ ہفتہ"، "مکئی زیادہ کھاؤ ہفتہ"، "گرجے جایا کرو ہفتہ"، "مکتی فوج ہفتہ" اور "اپنی موٹر خریدو ہفتہ" مناتے رہے۔

غالباً سب سے زیادہ دلچسپ ہفتہ وہ تھا جس کا مقصد وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کی نئی عمارت بنانے کے لئے اسی ہزار ڈالر کی رقم جمع کرنا تھا۔

پرانی عمارت کے اوپر برقی روشنی کے اشتہار لگے تھے جنھیں روز تبدیل کیا جاتا۔ یہ اشتہار ہر راہ گیر سے کہتے "آپ کو ضرور ہمارے پاس آنا چاہیئے!" "ملک کے نوجوانو ادھر آؤ" "اور آپ کا روپیہ خوشحالی میں اضافہ کرے گا۔" ڈاکٹر پکرلو نے تین روز کے اندر اٹھائیس تقریریں کیں۔ ان تقریروں میں انھوں نے وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کو مجاہدوں اور ہادیوں کی جماعت بنایا اور اس کے کاموں کو ڈاکٹر کک کے کارناموں سے تشبیہ دی — جنہوں نے ان کے خیال میں قطب شمالی دریافت کیا تھا۔ اس ہفتے میں آرچڈ نے وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے ۱۹۰۳ء بیس سوابیر جھنڈے فروخت کئے، ان میں سے سات تو اس نے ایک ہی آدمی کے ہاتھ بیچے جس نے بعد میں اس سے کچھ ناشائستہ سی باتیں کہیں۔ وائی ایم سی اے کا سکریٹری اسے وہاں سے لے گیا اور اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی خاطر کافی دیر تک اس کا ہاتھ دباتا رہا۔

نئے نئے "ہفتے" ایجاد کرنے میں کوئی تنظیم ڈاکٹر پکرلو کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

جنوری میں اس نے سب سے پہلے "صحت مند بچوں کا ہفتہ" منایا اور یہ بہت ہی کامیاب رہا۔ مگر اس کے فوراً ہی بعد اسی جوش و خروش سے "شراب بندی ہفتہ" اور پھر "سڑکوں پر تھوکنا بند کرنا ہفتہ"۔ یوں ہفتوں کی بھرمار سے وہ لوگ، جو اس جیسا دم خم نہیں رکھتے تھے یہ کہنے لگے: "صحت صحت کے اس شور سے ہماری صحت خراب ہو رہی ہے۔"

"ہفتہ صفائی" کے دوران میں بکرلو نے اپنی ایک نئی نظم کو شہر بھر میں پھیلانا شروع کیا۔

جراثیم آتے ہیں چوری چوری
اور کر جاتے صحت خراب
سنو دوست، ایک خط ڈال دو انکو
کر جائیں جو تمہارا آنگن صاف
تباہ ہو جائیں گے جراثیم اس سے

مکھیاں مارنے کا ہفتہ آیا تو اس نے ان بچوں کو انعام دینے کی مسرت حاصل کی جنھوں نے سب سے زیادہ مکھیوں کا خون کیا تھا۔ علاوہ اس کے اس دوران میں دو شعر کہنے کی بھی اسے تحریک ہوئی جن کو پوسٹروں پر چھاپ کر جا بجا چپکایا گیا۔

ہتھوڑا بیچ دو، بھونپو خرید دو
مگر نہ چھوڑنا ہاتھ سے مکھی مار کو
اگر چاہتے ہو کہ نہ گھسے گھر میں بیماری
تو مکھیاں تمہیں ضرور مارنی پڑیں گی

اتفاق سے اس ہفتے برلنگٹن میں ایک تنظیم "انجمن شاہین" کی ریاستی کنونشن ہو رہی تھی بکرلو نے انھیں تار بھیجا۔

"مکھیوں کو مارنے کا ذکر بھی ہونا چاہیئے مجلس شاہین میں۔"

چھیانوے اخباروں میں اس کی خبر چھپی۔ ان میں سے ایک اخبار الاسکا سے بھی شائع ہوتا تھا۔ بکرلو نے ان کے تراشے دکھاتے ہوئے مارٹن سے کہا: "دیکھا تم نے سچی بات زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کیسے سنائی جاتی ہے۔ بشرطیکہ صحیح طریقہ اختیار کیا جائے۔"

موسم گرما کے وسط میں بکرلو نے "دن میں تین سگار ہفتہ" ایجاد کیا مگر اس میں اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مقامی اخبار کے بے سمجھ مزاح نگار نے اپنے اخبار میں پوچھا کہ کیا ڈاکٹر بکرلو دودھ پیتے بچوں کو بھی دن میں تین سگار پینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ایک اور وجہ یہ تھی کہ سگار بنانے والے صنعت کار محکمۂ صحت میں اس

تحریک کے خلاف احتجاج کرنے آئے اور سمجھ بوجھ سے کام لینے کی تلقین کرنے لگے۔ اس کے بعد جب بلیوں اور کتوں کا صحیح علاج کرانے کا ہفتہ منایا گیا تو اس میں بھی اسے تسلی بخش کامیابی نہ ہوئی۔

اتنے سارے "ہفتے" منانے کے باوجود بکر لو کو "سٹیٹ کنونشن آف ہیلتھ آئیسز اینڈ انجنیئرز کی پروگرام کمیٹی" کے جلسے کی صدارت کا وقت بھی مل گیا۔

سب ممبروں کو بھیجا جانے والا گشتی مراسلہ اسی نے لکھا تھا۔

خواتین و حضرات،

کیا آپ ہماری صحت کی محفل میں آئیں گے۔ دنیا میں ایسی زور شور کی میٹنگ آپ نے نہ دیکھی ہو گی۔ اس جلسے میں خالی باتیں ہی نہ ہوں گی بلکہ کچھ عملی تجویزیں بھی رکھی جائیں گی۔

کارروائی کو دلچسپ بنانے کے لئے مشہور گانے والے لوتھر بائس بھی آئیں گے۔ علاوہ ان کے جان۔ ایف زلیر اور دوسرے بہت سے لوگ بھی آپ کا دل بہلائیں گے۔ صاحبان ضرور تشریف لائیے۔ میٹنگ کے دوران میں اگر آپ چاہیں گے تو کھانے پینے کے لئے بھی اٹھ کر چلے جایا کریں گے اور بڑے بڑے لذیذ پکوانوں کا لطف اٹھائیں گے۔

اس طرح کے زوردار تماشے کا پروگرام آپ کو پسند بلکہ ضرور پسند آئے گا۔ ہمیں اپنی تشریف آوری کی اطلاع جلد بھجوائیے گا۔"

اس خط نے جوش و مسرت کی ایک لہر دوڑا دی۔ کلنٹن کے رہنے والے ڈاکٹر نیسبر نے بکر لو کو لکھا۔

"آپ کے لکھے ہوئے چٹخارے دار دعوت نامے کی وجہ سے ہمارے اجتماع میں اچھی خاصی حاضری رہی۔ نہایت انکسار کے ساتھ ہم یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں کہ دنیا میں ایسی اچھی ہیلتھ کنونشن کبھی نہیں ہوئی۔ بوسٹن کی ایک بڑھیا کی اس بات پر مجھے بہت ہنسی آئی کہ آپ کے خط کی تحریر ناشائستہ اور پست معیار کی تھی۔ کیجئے ایسی بے سمجھی کا کیا جواب ہو سکتا ہے!

معمولی معمولی باتوں پر نکتہ چینیاں کرنے والے خشک مزاج لوگوں کا یہی علاج ہے کہ انھیں نظر انداز کر دیا جائے۔ یہ جاہل ایسے ہی سلوک کے مستحق ہیں۔"

(۲)

جب "صحت مند بچوں کا ہفتہ" منایا جا رہا تھا تو مارٹن بہت جوش و خروش سے اس میں شریک ہوا۔ وہ ۱۵۰ اور لیور بچوں کا وزن کرتے رہے، ان کا طبی معائنہ کرتے رہے اور ان کے لئے خوراک کے "چارٹ" بناتے رہے۔ ہر ایک بچے کو دیکھ کر انھیں احساس ہوتا کہ ایسا بچہ ان کے ہاں نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کے بعد جب "زیادہ بچوں کا ہفتہ" منایا گیا تو وہ بحث کرنے لگا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ "برتھ کنٹرول" میں اعتقاد رکھتا ہے۔

مارٹن کی بحث سے پکرلڈ کو سخت غصہ آیا۔ جواب میں اس نے اپنی آٹھ بیٹیوں کی مثال سامنے رکھ دی۔ اسکے علاوہ شور مچا کر اور مذہبی دلائل سے اسے خاموش کرنا چاہا۔

"تپ دق کو روکنے کا ہفتہ" منانے کی ضرورت کا بھی مارٹن قائل نہیں تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خود صحت کے اصولوں پر کاربند رہتا تھا۔ رات کو اپنی کھڑکیاں کھلی رکھنا بھی پسند کرتا تھا اور سڑکوں پر تمباکو کی پیک تھوکنے والوں سے بھی اُسے سخت نفرت تھی۔ مگر ایسی اصلاحات جن کا تعلق یقیناً جمالیات سے تھا (ممکن ہے ان کا حفظان صحت سے بھی متعلق ہونے کا امکان ہو) کے لئے مذہبی قسم کی دیوانگی اور جھوٹے اعداد و شمار کا اظہار اُسے بہت ناگوار گذرتا تھا!

اگر کوئی شخص تپ دق کے متعلق اس کے اعداد و شمار پر اعتراض کرتا یا اشارۃً کہتا کہ بیماری سڑکوں پر تھوکنے کے خلاف جہاد کرنے سے کم نہیں ہوتی بلکہ اسکی وجہ وہ قوت مدافعت ہے جو انسانی جسم میں قدرتی طور پر پیدا ہو جاتی ہے تو پکرلڈ سوچتا کہ اس کے خلوص پر شک کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر فنڈ ربرگ ہی قسم کے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی ان معاملات میں

بہت زود حس واقع ہوا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مجھ میں چونکہ خلوص ہے اس لئے میرے نظریات لوگوں کو بے چون وچرا تسلیم کر لینے چاہیں۔ اس سے مطالبہ کرنا کہ وہ صحیح اعداد وشمار بتایا کرے یا اس کے سامنے ریمانڈ پرل کا یہ قول دہرانا کہ "یہ ایک سائنسی حقیقت ہے کہ تپ دق سے ہونے والی اموات کے کم ہونے کے اسباب نہیں معلوم کئے جا سکتے"، اس کے غیض وغضب کو دعوت دینا تھا۔ پکرلو کے نزدیک ایسے دلائل دینے والا شخص ویسا ہی قابلِ نفرت تھا جیسا کہ سڑکوں پر تھوکنے والا آدمی۔

مارٹن اس ہنگامے سے اس قدر برگشتہ ہوا کہ اس کی شرارت پسند طبیعت کو یہ دریافت کر کے بہت مسرت ہوئی کہ پکرلو کے دورِ انتظام میں نوٹلس میں تپ دق سے مرنے والوں کی تعداد اگر کم ہوئی ہے تو اُن دیہات میں جہاں پبرا پیگنڈے کی مہمیں نہیں چلائی گئیں وہاں بھی دق کا شکار ہونے والوں کی تعداد میں اسی تناسب سے کمی ہوئی ہے۔

یہ مارٹن کی خوش قسمتی تھی کہ پکرلو پراپیگنڈے کی ان مہموں میں اس کے شریک ہونے پر اصرار نہیں کرتا تھا۔ اس سے یہی توقع رکھی جاتی تھی کہ ان مصروفیات کے دوران میں وہ اس کا قائم مقام بن کر دفتر میں کام کرے۔ ایسے وقت میں اس پر گہرے سوچ بچار کا دورہ پڑتا۔

جب وہ اشارتاً اس کے طریقۂ عمل پر تنقید کرتا تو پکرلو ہمیشہ یہی جواب دیتا: "اگر میرے اعداد وشمار ہمیشہ صحیح نہیں ہوتے تو کیا ہوا؟ اگر ہماری یہ اشتہار بازی اور پبلک کے ساتھ ہمارا یہ ہنسی مذاق کچھ لوگوں کو بے ہودہ لگتا ہے تو کیا ہوا؟ اصل مقصد تو یہ ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھیں، کھلی ہوا میں سانس لیں اور شراب نہ پیئیں۔ اس مقصد کے لئے ہم کوئی بھی طریقہ استعمال کریں حق بجانب ہیں۔"

ایسی دلیلیں سن کر وہ بھونچکا سا ہو کر اپنے آپ سے سوال کرنے لگتا:

"ہاں ٹھیک تو ہے! اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ سچائی کی قیمت کیا ہے؟ میکس گاٹلب کی عجیب سچائی ۔۔۔ صاف شفاف، ٹھنڈی یخ، کڑوی کسیلی سچائی۔ کہنے کو تو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ سچ میں کوئی ملاوٹ نہ کرو مگر جب آپ کسی کو کہیں کہ وہ خود سچ میں جھوٹ کی ملاوٹ کر رہا ہے تو وہ سیخ پا ہو جاتا ہے۔ یہ دنیا کھانے پینے، عشق اور ہم بستری کرنے اور خوشامد کے

علاوہ اور کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

"مگر میرے دل میں تو سچائی کی وقعت ہے۔ پھر بھی سائنسی سچائی میرے لیے بھی تو ایک مشغلے کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح کچھ لوگ گالف کے شوقین ہوتے ہیں، خیر جو کچھ بھی ہو میں پکر لو کی حمایت ہی کروں گا۔"

اپنے افسر کی حمایت اُسے یوں بھی کرنی پڑتی کہ اروِنگ واٹرز اور اس قماش کے دوسرے ڈاکٹر پکر لو کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ وہ اپنے مقصد میں واقعی کامیاب ہو جائے گا اور ان کی آمدنی کم ہو جائے گی۔ تاہم اس کے باوجود وہ اس کے غلط سلط اعداد و شمار سن سن کر تنگ آ گیا تھا۔

اس نے حساب لگایا کہ بیمار دانتوں، بے پرواہی سے موٹر چلانے کی عادت، تپدق اور سات دوسری بیماریوں کے متعلق پکر لو کے اعداد و شمار کے مطابق ایک سو اسی فیصد اس بات کا امکان ہے کہ شہر کا ہر شخص سولہ برس کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی راہیٔ ملکِ عدم ہو جائے گا۔ یہ دلیل سن کر حیرت زدہ ہونے کی بجائے پکر لو چلانے لگا: "کیا تمہیں معلوم ہے کہ مس سس پی کے ضلع ہِنکس میں صرف پچھلے سال 'ڈرامیزیا' کی بیماری سے ہی انتیس انسان مر گئے اور انہیں بچایا جا سکتا تھا۔ ہاں جناب، بچایا جا سکتا تھا۔ ٹھنڈے پانی کا غسل دے کر!"

بات یہ تھی کہ پکر لو کو ٹھنڈے پانی سے نہانے کی بُری عادت پڑ چکی تھی۔ یہاں تک کہ موسمِ سرما میں بھی وہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا۔ اسے شاید نہیں معلوم تھا کہ پچھلے بائیس سال میں صرف ہل داؤ کے اندر سترہ اور بیالیس سال کی عمروں کے درمیان کے انیس اشخاص ٹھنڈے پانی کے غسل کے سبب مر گئے تھے۔

جس طرح مارٹن نے کبھی لفظ "کنٹرول" کی تکرار شروع کی تھی۔ اسی طرح اب وہ "تغیر پذیر عناصر"، سننے والے کو جھلاہٹ ہونے لگی مگر پکر لو کے لئے اس لفظ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اس کے لئے یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ لوگوں کی صحت کے بننے یا بگڑنے میں محکمہ صحت کی مہم اور اخلاقیات کی بجائے آب و ہوا، توارث، کا معیار کی نوعیت، کسی جگہ کے پانی کی تاثیر اور قدرتی تحفظ کا زیادہ دخل ہوتا ہے۔

"تغیر پذیر عناصر! ہوں فضول کی بات!" پکر لو نے ناک بھوں چڑھائی" ارے بھائی ہر پڑھا لکھا آدمی یہ جانتا ہے کہ بیماریاں کس کارن ہوتی ہیں۔ اصل جھگڑا تو یہ ہے کہ ہم صحت و صفائی کے جانے بوجھے اصولوں پر عمل نہیں کرتے!"

جب مارٹن نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ دنیائے سائنس کو ابھی یہ بات اچھی طرح سے معلوم نہیں کہ اسکول کے کمروں کو گرم رکھنے کے مقابلے میں تازہ ہوا کے کیا فوائد ہیں، سڑکوں کو گندہ رکھنے سے صحت پر کیا اثر پڑتا ہے، شراب نوشی سے حقیقتاً کیا نقصان پہنچتا ہے، انڈے کی دبا ہیں چہرے پر جالی چڑھا لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اور ان سب چیزوں کی کیا ضرورت ہے جن کے استعمال کی وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر لوگوں کو تلقین کرتے ہیں تو پکر لو کوئی دلیل دینے کی بجائے صرف اپنی برہمی کا اظہار کر سکا۔ مارٹن کا جی چاہا کہ وہ استعفیٰ دے دے۔ وہ پھر بھاگا بھاگا اورنگ وائزر کو ملنے گیا مگر کام کرنے کا ایک نیا ولولہ اور جوش و خروش لے کر پکر لو کے پاس واپس آ گیا۔ وہ بڑے اضطراب اور ذہنی کرب میں مبتلا تھا جیسے کسی نوجوان انقلابی کو دفعتاً احساس ہو جائے کہ اس کے لیڈر باہر سے کچھ اور نظر آتے ہیں مگر در حقیقت تنگ خیال لوگ ہیں۔

مارٹن پکر لو کی "تحریک کے آزمائے ہوئے فوائد" اور علم حیاتیات کے متعلق اسکی واقفیت پر اب اعتراض کرنے لگا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ہر پندرہ روز کے بعد دنیا کو بچانے کا ایک نیا ہنگامہ سن سن کر شہر کے اکثر اخبار نویس اکتا گئے ہیں۔ دوسرے شہری بھی آئے دن ایک نہ ایک خوبصورت لڑکی کو سڑکوں پر کسی نہ کسی انجمن کے لئے چندہ مانگتے دیکھ کر تنگ آ گئے تھے اور اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ بلیں دنوں میں جب ٹیلیویں حسینہ ایک ایسی انجمن کی مدد کے لئے جھنڈے فروخت کرنے لگی جس کا نام بھی پہلے نہیں سنا گیا تھا تو لوگ جھنجھلا اٹھے۔

مگر سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ پکر لو کی آتش بیانی کے بعد لوگوں کی طرف سے روپے کی بارش شروع ہو جاتی۔

مارٹن نے تجویز پیش کی کہ شہر کو سپلائی کئے جانے والے سارے دودھ کو پاسچر کیا

جائے اور تپ دق کے جراثیم کی پرورش کرنے والی آبادیوں میں جراثیم مارنے کی لاحاصل دوائیں چھڑکنے کی بجائے انھیں جلا دینا چاہیے اس نے کہا کہ لوگوں میں اندھا دھند تقریریں کرنے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے جلوس نکالنے اور انہیں بارش میں بھگونے کی بجائے اگر یہ اقدامات کیے جائیں تو بہت سی جانیں بچائی جاسکتی ہیں۔ یہ تجویز سنکر پکبو نے گھبرا کر جواب دیا "نہیں، نہیں مارٹن ہم یوں نہیں کر سکتے۔ اس طرح تو جھگیاں چلانے والے لوگ اور مالک مکان ہمارے سخت مخالف ہو جائیں گے۔ اگر ہم لوگوں کو مشتعل کرنے لگو گے تو ہمیں کسی کام میں بھی کامیابی نہیں ہو گی۔"

جب پکبو کسی گرجے میں تقریر کرتا تو وہ کہتا کہ زندگی میں خوشی حاصل کرنے کے لیے صحت کی بڑی اہمیت ہے۔ جب اسے تاجروں کی دعوتی تقریب میں تقریر کرنا ہوتی تو وہ اس بات پر زور دیتا کہ چمکتے ہوئے ڈالران مزدوروں پر خرچ کرنے چاہئیں جو صحت مند ہیں اور شراب کے نشے سے دور رہتے ہیں کیونکہ ایسے کارکن اتنی ہی تنخواہ میں اوروں سے بہتر کام کرتے ہیں۔ اگر وہ والدین کی کسی انجمن کو خطاب کرتا تو انھیں بتاتا کہ ڈاکٹروں کی بڑی بڑی فیسوں سے اگر بچنا ہے تو بیماری کے شروع میں ہی بچے کا موثر علاج کیجیے۔ مگر ڈاکٹروں کو وہ یقین دلاتا کہ یہ اکسہیلتھ کی تحریکوں سے صرف یہی ہوگا کہ لوگوں میں ڈاکٹر کے پاس باقاعدہ جانے کا رواج مقبول ہوگا۔

جب وہ مارٹن سے بات کرتا تو کہتا کہ وہ تو پاسچیر، جارج واشنگٹن، ڈکٹر داگان اور اور ایڈیسن کا پیروکار ہے۔ مگر جب روٹری کلب، چیمبر آف کامرس اور اس طرح کی دوسری انجمنوں میں تحریک صحت کو مزید مالی امداد دلوانے کے لئے بڑے بڑے تاجروں سے ان کی منظوری اور آشیرواد کا ملتجی ہوتا تو وہ کہتا کہ دنیا میں وہی اس کے مالک اور خداوند ہیں۔ وہ فربہ اندام تاجر بھی سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے اپنی موٹی موٹی گردنیں ہلا کر اسکی دکھائی ہوئی مملکت کے شہنشاہ بننا قبول فرما لیتے۔

دھیرے دھیرے مارٹن کی نظر پکبو کے علاوہ دوسری سلطنتوں کے بادشاہوں، سرداروں، یونیورسٹیوں اور گرجوں کے رہنماؤں پر بھی اٹھنے لگی اور اس نے دیکھا کہ اپنے

اپنے میدان میں یہ سب لوگ پکے لوہی ہیں۔ میکس گاٹلب کی نصیحت کے مطابق وہ بھی چاہتا تھا کہ اختلافات کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھا جائے، شبہات کو جزوِ ایمان بنا لیا جائے، مذہبی عقائد کو نظر انداز کرنے کا عقیدہ اپنا یا جائے، اپنی اور دوسروں کی لاعلمی تسلیم کرنے کی دانش مندانہ ڈگر پر چلا جائے اور ہر کام آہستہ اور سست رفتاری سے کرنے کی تحریک نئے زوروں سے شروع کی جائے۔

(۳)

مارٹن کے لیبارٹری کے کام میں سینکڑوں چیزیں مخل ہوتی تھیں۔ کبھی تو ملاقاتیوں کے کمرے میں آکر غصّے سے بھرے شہریوں کو سمجھانا پڑتا تاکہ اُنھیں اپنے ہمسائے میں واقع موٹر ورکشاپ سے آتی ہوئی پیٹرول کی بدبوئیں برداشت کرنی چاہیئے اور کبھی وہ اپنے تنگ سے دفتر میں آکر دانتوں کے شفاخانوں سے متعلق سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو چٹھیاں املا کرواتا ذبح خانوں میں جاکر دیکھتا کہ صفائی انسپکٹر نے قصابوں کو کیا ہدایات دی ہیں، وبا کو پھیلنے سے روکنے کے لئے وہ کچھ خاندانوں کو وہاں سے علیحدہ ہو جانے کا حکم دیتا۔ پھر آخر میں وہ اپنی لیبارٹری میں آکر پناہ لیتا۔

لیبارٹری بڑی ہوادار، آرام دہ اور ہر طرح کے سازوسامان سے لیس تھی یہاں اس کا بیشتر وقت شہر کے ذاتی پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں کے لئے جراثیم پرورده تیار کرنے اور خون ٹیسٹ کرنے میں صرف ہو جاتا۔ مگر لیبارٹری کے ان چھوٹے موٹے کاموں سے اسکی تسکین نہ ہوتی اور کبھی کبھی وہ آتشک کی تشخیص کے لئے واسرمین کے روایتی ٹیسٹ کی جگہ خون ٹیسٹ کرنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کرنے کی جدوجہد میں لگ جاتا۔ اُسے امید تھی کہ اس دریافت سے وہ دنیائے سائنس میں شہرت حاصل کرے گا۔

پکربو کو اُمید تھی کہ اس تحقیق کو مکمل ہونے میں چھ ہفتے لگیں گے، مارٹن کا خیال تھا کہ دو سال لگیں گے۔ مگر وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس کی دوسری بے انتہا مصروفیات کے پیشِ نظر

اسس کے لئے دو سو سال درکار ہیں اور اُس وقت تک آتشک کے مرض کو بگڑو جیسے لوگ بالکل ختم کر کے اس ٹیسٹ کو بے سود بنا دیں گے۔

اُن دنوں نوٹلس جیسے اجنبی شہر میں رہتے ہوئے یورا کی دل بستگی کا سامان کرنا بھی مارٹن کے فرائض میں شامل تھا۔

"کیا دن بھر تمہارا دل لگا رہتا ہے؟" وہ اس سے پوچھتا اور پھر کہتا "آج شام کہاں جانے کو جی چاہتا ہے تمہارا؟"

وہ اُسے مشکوک نظروں سے دیکھتی۔ وہ ایسی عورتوں میں تھی جو اپنے آپ ہی میں مست رہتی ہیں۔ اس کے شبہات کا باعث یہ تھا کہ مارٹن نے اس سے پیشتر کبھی اس کی تفریح کی فکر نہیں کی تھی۔

(۴)

بگڑو کی لڑکیاں مارٹن کی لیبارٹری میں ہر روز بن بلائے مہمان کی طرح آ دھمکتیں۔ سب سے چھوٹی جڑواں بچیاں تو معائنہ کرنے والی نلکیوں کو توڑتی رہتیں، اور فلٹر پیپر سے گڑیوں کے مکان بنایا کرتیں۔ آرچڈ اپنے والد کے ایجاد کردہ ہفتے منانے کے لئے اشتہار لکھتی رہتی۔ اس کا کہنا تھا کہ کام کرنے کے لئے لیبارٹری پر سکون جگہ ہے۔

کونے میں بنچ پر بیٹھا کوئی دھن گنگنایا کرتا مگر اسے ہمیشہ اس کی موجودگی کا احساس رہتا۔ بے حد باتیں کرتے اور وہ اسکے ایسے نظریات میں جاہلوں کی سی دلچسپی لیتا۔ جن کا اظہار اگر یورا کرتی تو وہ ضرور کہتا "کیا بے وقوفوں کی سی فضول بات کرتی ہو۔"

اپنی ٹانگوں کو قینچی کی صورت میں نیچے لٹکائے جب وہ میز پر جھکی زنگوں اور برش کے ساتھ اپنے بچگانہ سے کام میں مصروف تھی اور مارٹن سرخ چمچوں سے خالی خون کی نلکی کو روشنی کے سامنے لے جا کر خون کا معائنہ کرنے میں مصروف تھا تو اس وقت وہ بظاہر تو خون کا رنگ دیکھ رہا تھا۔ مگر دراصل اس کا خیال آرچڈ کی پنڈلیوں میں تھا۔

ہٹے بے نکلے ہوئے اس نے پوچھا۔ "دیکھو میری جان۔ فرض کیا تم ----- فرض کیا
تم جیسی ایک گڑیا ایک شادی شدہ آدمی سے محبت کرنے لگے تو تمہاری رائے میں اس
لڑکی کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا چاہیے یا اسے چھوڑ دینا
چاہیے؟"

"ہائے! ایسے آدمی کو تو بھولنے ہی کی کوشش کرنی چاہیے، چاہے اس سے اسے
کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ خواہ وہ اسے بے پناہ چاہتی ہو۔ محبت چاہے سچی ہی ہو مگر اس
کی بیوی کی خوشیوں پر ڈاکہ ڈالنا تو کوئی اچھی بات نہیں۔"

"مگر فرض کیا بیوی کو اس معاشقے کا علم نہیں ہو پاتا یا وہ اسے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھتی؟"
وہ معروفیت کا دکھاوا چھوڑ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ گھٹنوں پر رکھے
ہوئے تھے اور اس کی سیاہ آنکھیں سوال کر رہی تھیں۔

"خیر اگر اسے نہیں معلوم تو ----- مگر میرا خیال ہے ایسا سوچنا درست نہیں۔ انسان
کا اصل بیاہ تو خدا کے ہاں ہو جاتا ہے، کیا تم اسے تسلیم نہیں کرتے؟ ایک موہنی صورت والا
شہزادہ آئے گا، میرا سچا عاشق -----"

وہ اس قدر جوان تھی، اس کے گلاب کے سے ہونٹ اتنے میٹھے تھے کس قدر رسیلے تھے!

"----- اور یقیناً میں اپنے آپ کو اس شہزادے کے لئے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں۔
اپنے بہادر شہزادے کے آنے سے پہلے اگر میں نے محبت کو گڑیوں کا کھیل سمجھ لیا تو اس کے
آنے کا سارا مزا جاتا رہے گا۔"

مگر اس کی مسکراہٹ بوس و کنار کا پیام دے رہی تھی۔

اس نے تصور میں اپنے آپ کو آرچڈ کے ساتھ ایک تنہا گوشے میں دیکھا اس نے
سوچا کہ وہ طوطے کی طرح رٹا ہوا اخلاقیات کا یہ سبق بھول جائے گی۔ مارٹن کے اندازِ فکر میں
ایک انقلابی تبدیلی آ گئی تھی جیسے کوئی مذہب تبدیل کرے یا جنگ کے زمانے میں کسی پر جنون طاری
ہو جائے۔ پہلے وہ بیوی سے بے وفائی کرنے کے خیال سے دور بھاگتا تھا۔ مگر اب اس پر یہ
بھوت سوار ہو گیا تھا کہ جو کچھ بھی ہاتھ لگے اسے دبوچ لے اور اس سے محظوظ ہو۔ لیور ----- جو

اس کے دل کی رانی تھی، اس کی محبت کا مرکز تھی ــــــ پھر بھی اگر وہ آوارہ گردی کے پروگرام میں اس کے ساتھ جانے کا مطالبہ کرتی تو وہ یقیناً کبیدہ خاطر ہو جاتا۔ اور یہ مطالبہ وہ ہمیشہ کرتی تھی۔ آرچڈ کا نام وہ کبھی زبان پر نہ لاتی مگر جب بھی وہ اس کے ساتھ کوئی دوپہر گزار کر آتا تو وہ بتا سکتی تھی کہ وہ کہاں سے آیا ہے یا ایسے ہی گھبراہٹ اور بدحواسی میں محسوس ہوتا کہ وہ سب جان گئی ہے کہ میں کس کے پاس دن گزار کر آیا ہوں۔ اس کی گھورتی ہوئی خاموش نگاہیں اُسے اپنی ہی نظروں میں مجرم بنا دیتیں۔ اس نے بیوہ کے ساتھ کبھی چکنی چپڑی بات نہیں کی تھی مگر اب وہ دفتر سے آکر محبت جتانے کی کوشش کرتا۔ "کیا تم تمام دن گھر ہی میں بیٹھی رہی ہو؟ اچھا ہم ڈنر کے بعد سینما دیکھنے چلیں گے۔ یا ہم کسی کے گھر چلیں؟ ادھر بھی جیسے تم چاہو۔ میں تیار رہوں۔"

اُسے معلوم تھا کہ وہ چرب زبانی سے کام لے رہا ہے۔ اُسے اس طرزِ عمل سے نفرت تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس طرح سے لیورا کو بہلایا نہیں جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو سچائی کا پیرو کار سمجھتا تھا اور جب بھی اُسے یہ خیال آتا کہ بکر لو اس کے مقابلے میں ڈھکی ہے تو وہ دل ہی دل میں اس پر غراتا۔ "ارے تم دنیا جہاں کے جھوٹے سچائی سچائی کا شور مچاتے پھرتے ہو۔"

اُسے آرچڈ کے ہونٹوں کو دیکھنے کی بڑی بھاری قیمت دینی پڑی تھی مگر کوئی بھی قیمت اُسے اس عمل سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔

موسمِ گرما کے آغاز میں، یورپ کی جنگِ عظیم شروع ہونے سے دو ماہ پیشتر لیورا اپنے والدین کو ملنے پندرہ روز کے لئے ڈسل وینیا گئی۔ جاتے ہوئے وہ بولی۔

"سینڈی، واپس آکر میں تم سے کوئی سوال نہیں کروں گی مگر مجھے اُمید ہے کہ تم اپنا طور طریقہ بدل لو گے اور چھچھوروں کی سی حرکتیں نہیں کرو گے۔ میرا خیال ہے کہ کنوارے لڑکوں سے دل بہلانے والی وہ احمق سی چھوکری کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ ہم اُس کی وجہ سے آپس میں جھگڑیں سینڈی پیارے زندگی میں خوشی کی تو مجھے بھی ضرورت ہے سینڈی ڈارلنگ، تمہاری خوشی میں بھی چاہتی ہوں مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے پرانا کپڑا سمجھ کر کھونٹی پر ٹانگ دو ــــــ اچھا اب برف کے متعلق سن لو۔ میں نے آرڈر دے دیا ہے کہ ہفتے میں تو پونڈ برف آدمی یہاں دے جایا کرے

اور اگر تم کبھی رات کا کھانا خود تیار کروانا چاہو تو ـــــــــ"

جب وہ چلی گئی تو اس کے فوراً بعد کوئی واقعہ نہیں ہوا حالانکہ ہر لمحہ کچھ نہ کچھ ہونے کا امکان رہتا تھا۔ نوعمر لڑکیوں کی طرح آرچڈ یہ معلوم کرنے کے لئے بیتاب رہتی کہ مرد کیا کر سکتا ہے تاہم وہ چھوٹی موٹی ہیجان انگیزیوں سے ہی مطمئن ہو جاتی تھی۔

جون کی اُس صبح کو مارٹو نے قسم کھائی "وہ بے وقوف لڑکی ہے ہر ایک سے عشق جتاتی ہے میں اس کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔" اس نے سوچا کہ وہ شام کو ارونگ وائٹر کے پاس جائے گا نہیں تو کچھ مطالعہ کریگا ورنہ سکول کے شفاخانے میں کام کرنے والے دانتوں کے ڈاکٹر کو ساتھ لیکر گھومنے نکل جائے گا۔

مگر اس عہد کے باوجود وہ ساڑھے آٹھ بجے اس کے گھر کی طرف چہل قدمی کرتا ہوا جا رہا تھا۔

اُس نے سوچا کہ اگر بکر لو اور اس کی بیوی گھر پر ہوئے تو وہ کہے گا "میں نے سوچا کہ ڈاکٹر صاحب سے پوچھ آؤں کہ انھوں نے اس بات کے بارے میں کیا سوچا ہے ـــــ" "مگر کس بات کے بارے میں؟" "ارے جہنم میں جائے وہ! وہ سوچ ہی کیا سکتا ہے۔ بکر لو نے کبھی کسی چیز کے متعلق سوچا ہی نہیں!"

مکان کے سامنے چھوٹی سیڑھیوں پر اُسے آرچڈ نظر آ رہی تھی۔ اس کے اوپر ایک بیس سال کا نوجوان جھکا ہوا تھا۔ کلرک چارلی۔

"ہیلو، تمہارے ابا گھر میں ہیں؟" اس نے دور ہی سے آواز دے کر بڑی بے نیازی سے پوچھا اور اپنے اس انداز پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔

"ابا تو گھر میں نہیں ہیں، وہ اور امی گیارہ بجے سے پہلے نہیں لوٹیں گے، لیکن کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے ہمارے پاس بیٹھ کر ستا نہیں گے نہیں؟"

"اچھا خیر ـــــــ" وہ جم کر بیٹھ گیا اور نوجوانوں کی دلچسپی کی باتیں کرنے لگا۔ چارلی نے ڈاکٹر اور وسمتھ کی بزرگی کا احترام کرتے ہوئے بڑے مودب انداز میں گفتگو شروع کی۔ دوسری طرف آرچڈ بات چیت میں دلچسپی کا اظہار کرنے کے لئے "ہاں، ہوں" کی آوازیں نکالنے لگی، اس کام

میں وہ بہت ماہر تھی۔

"تم نے تو بیس بال کے بہت سے میچ دیکھے ہوں گے!" مارٹن نے کہا "ہاں جناب جتنے میچ بھی میں دیکھ سکتا ہوں، دیکھتا ہوں!" چارلی نے جواب دیا۔ "آپ کے ٹاؤن ہال میں آجکل کیا ہو رہا ہے؟ چیچک اور ایسی ہی بڑی بڑی بیماریوں کا علاج ہو رہا ہے؟"

"اسے بڑا کام رہتا ہے بھئی!" ڈاکٹر ایبروسمتھ نے اکتا کر کہا۔

اسے اور کوئی بات ہی نہیں سوجھ رہی تھی۔ آرچڈ اور چارلی جب پُر اسرار قسم کی باتیں کرکے دبی دبی ہنسی ہنسنے لگے تو وہ چپ چاپ بیٹھا ان کا منہ دیکھتا رہا۔ یہ بچوں کی سی گفتگو سنکر جس میں وہ شریک نہ ہو سکتا تھا وہ خود کو سو برس کا بڈھا سمجھنے لگا۔ اس وقت میمی اور اورل کا ذکر ہو رہا تھا اور پھر بڑے جوش سے "یہ اچھا ہے، تم اب اگر مجھے اس لڑکی کے ساتھ ڈانس کرتے ہوئے دیکھو تو ہاتھ دکھا دینا، کیوں ٹھیک ہے نا! ایک کونے میں دوربینا پکڑ لو کسی اجنبی پر غصے میں چلا رہی تھی "اب تم لوگ یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔"

"ارے جہنم میں جائے، یہاں تو فضول وقت برباد کرنا ہے۔ میں گھر جاتا ہوں" مارٹن نے ٹھنڈی سانس لیکر دل ہی دل میں کہا۔ اسی وقت چارلی چلا کر بولا "اچھا خدا حافظ میں جا رہا ہوں۔"

پھر اس پُر سکون ماحول میں وہ آرچڈ کے ساتھ اکیلا رہ گیا۔ چاروں طرف کی خاموشی سے اسے کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔

آرچڈ نے کہا "کسی سمجھدار پڑھے لکھے آدمی کے پاس بیٹھنا مجھے بڑا اچھا لگتا ہے اور اس چارلی کا دماغ تو ہے ہی نہیں۔ یہ ہر لڑکی کے ساتھ عشق بازی کرنے کی کوشش کرتا ہے!"

اس نے سوچا "بہت خوب۔ یہ تو بڑی اچھی لڑکی بنتی جا رہی ہے۔ اور مجھے بھی عقل آگئی ہے۔ اب میں تھوڑی دیر گپ شپ کرکے گھر چلا جاؤنگا۔

اسے ایسا لگا جیسے وہ اس کے قریب کھسک آئی ہو۔ وہ سرگوشی میں کہنے لگی "میں اس قدر اکیلی محسوس کر رہی تھی اور یہ آوارہ سا لڑکا۔ پھر جونہی مجھے گیٹ پر قدموں کی چاپ سنائی دی میں سمجھ گئی کہ آپ آئے ہیں!"

اس نے لڑکی کا ہاتھ تھپتھپایا۔ لیکن جب لڑکی کی تھپکیاں ایسی پرجوش ہو گئیں کہ کوئی لڑکی

اپنے والد کے دوست یا اسسٹنٹ سے ان کی توقع نہیں کر سکتی تو اس نے اپنے ہاتھ ہٹا کر گھٹنوں میں دبا لئے۔ اور فضول کی باتوں کا سلسلہ پھر سے شروع کر دیا۔

ہر شام جب وہ گھومتا ہوا ادھر آ نکلتا اور برآمدے میں اُسے اکیلا دیکھتا تو یہی افسانہ دہرایا جاتا۔ وہ لڑکی ایسی پہیلی تھی کہ بڑی بڑی پیچیدہ اور الجھے ہوئے مزاج کی عورت کو بھی مات دیتی تھی۔ اُسے احساس ہونے لگا کہ وہ لیورا سے بے وفائی کر رہا ہے جبکہ اس گناہ میں کوئی لذت بھی نہیں۔

جب وہ بات کرتی تو وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا کہ آیا اس لڑکی کی کھوپڑی میں دماغ ہے بھی یا نہیں۔ بظاہر تو اس میں اتنی ذہانت بھی نہیں تھی کہ وہ مغرب وسطیٰ کے کسی کالج میں داخلہ لے سکتی۔ وہ ینا اُسی کالج میں داخلہ لے رہی تھی۔ مگر آرچڈ! اس نے مارٹن کو بتلایا کہ وہ اس لئے کالج میں داخلہ نہیں لے رہی کہ اُس کے خیال میں اُسے بچوں کی دیکھ بھال میں مدد دینے کے لئے امّی کے پاس ہی رہنا چاہیئے۔

مارٹن نے سوچا "اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مُکفورڈ میں دسویں کا امتحان بھی پاس نہیں کر سکتی۔ مگر آرچڈ کی عقل و ذہانت کے بارے میں اس کی رائے کچھ بدل گئی جب اس نے بور کر کہا "ہائے اللہ مجھ غریب کی زندگی تو یہاں نوٹلس میں ہی گزر جائے گی —— اور آپ اپنے حطائی اور مضبوط قوت ارادی کی مدد سے پوری دنیا فتح کریں گے۔"

"فضول کی بات، میں کوئی دنیا فتح نہیں کروں گا مگر مجھے اُمید ہے کہ صحت و صفائی کے میدان میں کچھ اچھے کام کر جاؤں گا۔ کیا آرچڈ پیاری، کیا واقعی تم سمجھتی ہو کہ میں بہت مضبوط قوت ارادی کا مالک ہوں؟"

پیپل کے درختوں کے پیچھے چودھویں کا چاند چمک رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کی اجاڑ اور بدحال سلطنت پر سحر کر دیا گیا ہو۔ جھاڑ جھنکار سے بھرا ہوا گھاس گلستان معلوم ہوتا تھا، انگور کی بیلوں کا سیلا سا کنج کسی دیوی کا مندر دکھائی دیتا تھا۔ جالی کا پرانا جھولا روپہلی جھالروں میں بدل گیا تھا۔ چمن کو پانی دینے والا ٹوٹا پھوٹا برتن ایک فوارہ سا معلوم ہونے لگا تھا۔ عشق کرنے مجنوں بننے اور جیب و دامن چاک کرنے کے لئے یہ فضا بہت

موزوں تھی۔ یہ چھوٹی سی نگری جس میں دن کے وقت بچوں کے شور وغل سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی اب خاموش اور پر سکون تھی۔ مارٹن اپنے کام کی الجھنوں میں اس قدر گرفتار رہتا کہ شاذ و نادر ہی اُسے قدرت کے اس افسون کا احساس ہوتا مگر اب اس پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔

اُس نے آرچڈ کے نرم اور غیر متحرک ہاتھ کو تھام رکھا تھا —— اور دل میں لیورا کو یاد کر رہا تھا۔

جنگ لویانہ مزاج کے مارٹن نے، جو لیورا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، کبھی رومانی بننے کی کوشش نہیں کی تھی کیونکہ اس معاملے میں وہ اناڑی تھا۔ جنگ سے واپس آئے تھکے ہارے سپاہی کی طرح اب وہ چھٹکی چاندنی میں ایک لڑکی سے محبت کرنے کیلئے اس کے قریب سرک آیا اور پھر بڑے اشتیاق کے ساتھ اس پر جُھکا مگر اس کا انداز بے حد غیر رومانی تھا۔

دفعتاً اسے احساس ہوا کہ ایسے رومانی ماحول میں اظہارِ عشق فرض کی حد تک ضروری ہے اُس نے اُسے کھینچ کر اپنے قریب کر لیا مگر جب اس نے ایک ٹھنڈی سانس کے ساتھ احتجاج کیا "نہیں۔ خدا کے لئے نہیں" تو بے تابی، اشتیاق اور ہمت نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ اسے ایکبار پھر چھٹکی ہوئی چاندنی کا احساس ہوا مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ اُسے صبح ہی صبح دفتر بھی جانا ہے۔ پھر اس نے بڑی کوشش سے نظریں بچاتے ہوئے جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔ الوداع کہتے ہوئے وہ اس کا بوسہ لینے کے لئے جھکا مگر نہ جانے کیا ہوا کہ وہ بوسہ بھی ٹھیک ڈھنگ سے نہ لے سکا۔ دوسرے ہی لمحے وہ گھر کی طرف جا رہا تھا۔

گھر جاتے ہوئے اُس نے اپنے آپ پر بڑی بے رحمی سے تنقید کی۔ اُسے خود پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کہنے لگا کہ زندگی میں اس نے کتنی ہی غلطیاں کیوں نہ کی ہوں مگر اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ چوری چھپے عشق بھی کرے گا۔ اور اس کام میں ان معمولی سے کلرکوں جیسی کامیابی بھی حاصل نہیں کر سکے گا جو رات کے وقت بنے ٹھنے بڑی شان سے کنواری لڑکیوں کے ساتھ میپل کے درختوں تلے گھوما کرتے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا کہ آرچڈ تو صرف ایک

نوجوان لڑکی ہے۔ جس میں کوئی عقل نہیں اور جو صرف آہیں بھر سکتی ہے۔ لیکن اپنے اکیلے ذہنی استان پر پہنچ کے وہ پھر اس کے لئے تڑپنے لگا اور رات کے وقت اسے بہلا پھسلا کر یہاں لے آنے کی بڑی احمقانہ ترکیبیں سوچنے لگا اور "ہائے آرچڈ، ہائے آرچڈ" کرتا ہوا سو گیا۔

شاید وہ چاندنی اور موسم بہار کا شکار ہو چکا تھا کیونکہ ایک روز جب اچانک ہی آرچڈ لیبارٹری میں گھس آئی اور موزوں کا گچھا ہاتھ میں لئے بنچ پر بیٹھ گئی تو وہ بڑی شان اور تمکنت سے اس کی طرف بڑھا اور پھر بڑے تحکم اور اعتماد سے اُس نے اس کی کلائی پکڑ کر اُسی انداز سے اُس کا بوسہ لیا جس کی وہ مستحق تھی ——

مگر دوسرے ہی لمحہ اس کا اعتماد اور تحکم جاتا رہا۔ وہ ڈر گیا اور بڑی ویران سی نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ بھی گھبرا کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگی۔

"اوہ!" وہ بڑے معنی خیز انداز میں بڑبڑائی۔

پھر کہنے لگی "مارٹن —— ہائے —— ڈیرسٹ —— کیا تمہیں ایسا کرنا چاہیئے تھا" اس کے لہجے سے ایک طرح کے اطمینان کا اظہار ہوتا تھا۔

مارٹن نے پھر اس کا بوسہ لیا۔ اب آرچڈ نے ہتھیار ڈال دیئے اور ایک لمحے کے لئے ان دونوں کو کسی چیز کا احساس نہیں تھا۔ نہ اپنے آپ کا، نہ لیبارٹری کا، نہ بیویوں کا، نہ کسی سخت گیر باپ کا، اور نہ ہی سماج کی اخلاقی قدروں کا۔ اس وقت وہ دونوں احساس قرب کی شدت سے مغلوب تھے اور بس ——

پھر اچانک وہ بڑبڑانے لگی: "میں جانتی ہوں بہت سے پرانے خیالوں کے لوگ کہیں گے کہ میں نے ہم نے گناہ کیا ہے، مگر —— ہائے مجھے کتنی خوشی ہے کہ میں اتنی آزاد خیال ہوں یقیناً میں ڈیڈی یا پیدرا کو دکھ دینا یا سماج کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتی مگر کتنی اچھی بات ہے کہ ہم روایت پسند لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ان سے بلند ہیں اور اس بات کا احساس کر سکتے ہیں کہ طاقت سے ہی طاقت پیدا ہوتی ہے —— میں تو بھول ہی گئی تھی کہ مجھے وائی۔ ڈبلیو۔ سی اے کی میٹنگ میں جانا ہے۔ نیویارک سے ایک وکیل عورت آئی ہے، وہ نئے زمانے کی عورتوں کی ترقی پر لیکچر دے گی۔"

جب وہ چلی گئی تو مارٹن اپنے آپ کو ایک کامیاب عاشق سمجھنے لگا۔ "میں نے اسے جیت لیا ہے!" وہ دل ہی دل میں خوش ہوا ...... مگر اس خوشی میں بھی بڑا تذبذب تھا بڑی گھبراہٹ تھی۔

اس شام کو جب وہ اپنے فلیٹ میں ارونگ وائرز رسکوں کے شفاخانے کے دنداں ساز اور شہر کے ایک نوجوان ڈاکٹر کے ساتھ بیٹھا پوکر کھیل رہا تھا تو ٹیلی فون کی گھنٹی اسے ایک جوشیلی مگر رس بھری اور میٹھی آواز سننے کی دعوت دینے لگی۔

"میں آرجڈ لول رہی ہوں۔ میرے فون کرنے سے تم خوش ہو کہ نہیں؟"

"ارے تمہاری آواز سنکر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے!" اس نے عاشقانہ مسرت کے ساتھ کہا۔ مگر اس نے اپنے لہجے میں حتی الامکان غیر شخصی انداز پیدا کرنے کی بھی کوشش کی تاکہ وہ کھی کھی کرتے ہوئے ان تین ڈاکٹروں کو جو بیئر پی رہے تھے اور جنھوں نے کوٹ بھی نہیں پہن رکھے تھے، دھوکا دے سکے۔

"مارٹی، شام کو تم معروف تو نہیں ہو؟"

"ارے اور تو کچھ کام نہیں بس دو ایک دوست بیٹھے میرے ساتھ تاش کھیل رہے ہیں!"

"اوہ!" اس کے لہجے میں بڑی شدت تھی۔ "اوہ پھر تو تم ـــــ میں بھی کس قدر بے وقوف ہوں کہ تمہیں ٹیلی فون کر دیا لیکن بات یہ ہے کہ ڈیڈی دربیتا اور سب لوگ کہیں گئے ہوئے ہیں اور یہ بڑی پیاری شام ہے اور میں نے سوچا ـــــ تم ضرور سوچ رہے ہو گے کہ میں کتنی احمق ہوں۔"

"ارے ـــــ نہیں ـــ نہیں ـــ بالکل نہیں!"

"مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے یہ سنکر کہ تم اس طرح نہیں سوچتے۔ اگر تم یہ سوچتے کہ بہت بے وقوف ہوں جو ٹیلی فون کر رہی ہوں تو یہ جان کر مجھے بہت دکھ ہوتا۔ تم نہیں سوچتے نا ایسا؟ کیا واقعی؟"

"ارے نہیں ـــ نہیں ـــ بالکل نہیں۔ دیکھو مجھے اس وقت ـــ"

"میں جانتی ہوں۔ مجھے تمہارا زیادہ وقت نہیں چاہیئے۔ میں بس یہی چاہتی تھی کہ تم مجھے بتاؤ کہ میں بے وقوف تو نہیں ـــ"

"نہیں! ایمان سے، سچ جانو!"

بے قراری اور اضطراب کے تین منٹ گزارنے کے بعد وہ فرار ہو گیا حالانکہ اس بات
کو وہ شدت سے محسوس کر رہا تھا کہ پیچھے اس کی ہنسی اڑ رہی ہوگی پلو کر کے کھلاڑی بولانے؟ "جیمز
وہ سب کچھ کہا جو تو محفلیں میں موزوں سمجھا جاتا تھا۔ "اسے تم بھی رنگین مزاج ہو گئے ہو" اور پھر
"ابھی جواب نہیں اس کا ___ بیوی صرف ہفتے کے لئے گئی ہے اور آپ جناب رنگ رلیاں
منانے لگے!" اور "ڈاکٹر، وہ ہے کون؟ ارے کنجوس آدمی اسے یہاں لے آؤ!" "میں جانتا ہوں
وہ کون ہے، پیری ایونیو پر ٹوپیاں بیچنے والی لڑکی ہے۔"

دوسرے روز دوپہر کے وقت اس نے دواؤں کی دوکان سے ٹیلی فون کیا اور کہا کہ وہ
ساری رات سو نہیں سکی اور بہت سوچ بچار کے بعد اس فیصلے پر پہنچی ہے کہ انہیں "ایسی حرکت" کبھی
نہیں کرنی چاہیئے ___ اور کیا وہ رات آٹھ بجے اسے کرینفس سٹریٹ اور پیری ایونیو کے
چوک پر ملے گا تاکہ اس معاملے پر وہ تفصیلی گفتگو کر سکیں؟

شام کے قریب اس نے پھر ٹیلی فون کیا اور ملاقات کا وقت ساڑھے آٹھ بجے کر دیا۔

پانچ بجے اس نے صرف یاد دہانی کے لئے فون کیا ___

اس روز لیبارٹری میں مارٹن جراثیم پر کوئی تجربہ نہ کر سکا۔ وہ اتنا رحم دل تھا کہ ایک
کامیاب سائنسدان ہو ہی نہیں سکتا تھا اور ساتھ ہی وہ اتنے ٹھنڈے دل و دماغ کا تھا کہ ایک
مکمل گناہ گار عاشق بھی نہیں بن سکتا تھا۔ سارا دن وہ لیورا کی دلجوئی اور اس کا پیار حاصل کرنے
کے لئے تڑپتا رہا۔

"آج رات میں اسے جس بات پر چاہوں راضی کر لوں؟

"مگر اس لونڈے گھیری کا دماغ تو ہے ہی نہیں۔"

"یہ اور بھی اچھا ہے۔ میں ان دقیانوسی قسم کے فلاسفروں کی طرح سوچ سوچ کر تنگ آ گیا ہوں"

"تعجب ہے قصے کہانیوں میں جن خوش نصیب عاشقوں کا حال ہم پڑھتے ہیں کیا وہ بھی
اسی طرح اداس ہو جاتے ہیں جس طرح کہ میں ہوں۔"

"ادھیڑ عمر کے لوگوں کی طرح میں بیوی کا وفادار اور اخلاق پسند نہیں بنوں گا، یہ تو

میرا اصول ہی نہیں۔ میں تو آزاد رہنا چاہتا ہوں۔

لعنت بھیجو! یہ تمام لوگ جو آزاد رہنے کے لئے غلامی کرتے ہیں وہ ان کٹر مذہبی بڈھے کھوسٹ لوگوں سے بھی بدتر ہیں۔ میری فطرت ہی میں بداخلاقی کی جڑیں اتنی مضبوط ہیں کہ میں بااخلاق ہو بھی جاؤں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تو دل لگا کر کام کرنے کے لئے خوش و خرم رہنا چاہتا ہوں۔ ہر ایک کو خوش کرنے کی کوشش میں اپنا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔

"آرچڈ تو بڑی آسانی سے قابو میں آسکتی ہے۔ میں گناہ گار بننے کے حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اگر میرا راستہ بالکل سیدھا ہے، لیورا کی محبت اور کام کی لگن میں میں کوئی گڑبڑ نہیں کرنا چاہتا۔ جو آدمی اپنے کام میں دل لگاتا ہے اور بیوی سے محبت کرتا ہے اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ وہ تو شروع میں ہی شکست کھا گیا!"

ساڑھے آٹھ بجے وہ آرچڈ سے ملا۔ اس ملاقات میں بہت ہی ناخوشگوار سی باتیں ہوئیں۔ مارٹن کو دو روز پہلے کے شجاعت دکھانے والے مارٹن سے بھی نفرت ہونے لگی اور اس رات کے ڈرپوک، وہ محتاط مارٹن سے بھی۔ وہ بہت افسردہ خاطر سا گھر واپس آیا اور ساری رات آرچڈ کی یاد میں تڑپتا رہا۔

ایک ہفتے بعد لیورا وِسل دینیا سے واپس آگئی۔

وہ اسے سٹیشن پر ملا۔

"سب ٹھیک ہے" وہ بولا "مجھے محسوس ہوتا ہے۔ جیسے میں ایک سو سات برس کا بوڑھا ہوں۔ میں ایک بااخلاق اور عزت دار نوجوان ہوں اور خدایا یہ سب تمہاری اور لیبارٹری کے کام کی وجہ سے ہے اور تم اپنے صندوق کی رسید کیوں ہر دفعہ کھو دیتی ہو؟ میں اتنی جلدی ہار مان جاتا ہوں کہ دوسروں کے لئے کوئی مثال نہیں قائم کر سکتا۔ نہیں، نہیں ڈارلنگ یہ تمہارے ہاتھ میں تو کنڈکٹر کی دی ہوئی رسید ہے!"

باب بائیسواں

اس موسم گرما میں بیکرلو نے ایک مختصر سا تفریحی اور تعلیمی دورہ کیا۔ وہ الیوا نیز اسکا اور کانساز میں جگہ جگہ گھوما، لوگوں سے ہاتھ ملائے اور تقریریں کیں۔ مارٹن کو احساس ہوا کہ گلائی سونڈیلیئس حالانکہ اس سے زیادہ سمجھدار، صاف ذہن اور فراخ دل ہے مگر بیگوار پھر بھی امریکہ میں سونڈیلیئس سے دس گنا زیادہ شہرت حاصل کرے گا اور میکس گاٹلب سے ہزار گنا زیادہ مشہور رہے گا۔

اس کی بہت سے ایسے لوگوں سے خط و کتابت تھی جن کی شخصیتوں پر عظمت و شہرت کا ملمع چڑھا تھا۔ ان لوگوں کی تصویریں اور ان کے "اقوالِ زریں" رسالوں میں چھپتے۔ ان میں اشتہار بازی کا کام کرنے والے وہ اشخاص تھے جو زندہ دلی اور روحانیت پر تیار چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھا کرتے، ایک رسالے کا ایڈیٹر تھا جو کلرکوں کو یہ سمجھایا کرتا کہ مکتوب نویسی کا کورس کر کے اور بیئر جیسی لعنت سے پرہیز کر کے کس طرح گوئٹے اور ارشون والی جیکسن جیسے بڑے بڑے ادیبوں کا درجہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ اس کے بیکرلو کے شناساؤں میں ایک ایسا دیہاتی سکالر بھی تھا جو مالیات، امن، حیاتیات، ترتیب نگاری، جنوبی امریکہ کے لوگوں کی نسلی خصوصیات اور فن خطابت پر یکساں عبور رکھتا تھا اور ان علوم سے ردیہ کی ناجانتا تھا۔ علم و دانش کے میدان پر حکمرانی کرنے والے یہ لوگ بیکرلو کا اپنا بھائی بند سمجھتے اور اپنے خطوط میں اس پر بڑی بے تکلفی سے فقرے چست کرتے۔ اور جب وہ انھیں جواب لکھتا تو نیچے دستخط کرتے وقت سرخ پنسل سے حرف "پک" لکھتا۔

ہفت روزہ "آن ورڈ مارچ میگزین" کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں ایک کالم "نیک اور کامیاب اشخاص" کی زندگیوں سے متعلق ہوتا تھا۔ اس کالم میں ایک پادری کا ذکر تھا

جس نے ٹین کی بالٹیوں سے گوتھک طرز تعمیر کا گرجا بنا لیا تھا۔ ایک عورت کا بیان تھا جس نے سات سال میں فیکٹریوں میں کام کرنے والی ۲۶۹۸ لڑکیوں کو گمراہ ہونے سے بچایا تھا۔ آریگن کے رہنے والے ایک موچی کا تذکرہ تھا جس نے سنسکرت، اسپرانٹو اور فن لینڈ کی زبان پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ انہی لوگوں کے ساتھ پکر بو کے حالات زندگی بھی دیئے گئے تھے۔

رسالے کے کالم نویس نے لکھا "ڈاکٹر آلمس پکر بو سے ملیئے جو بڑی خوبیوں کے مالک ہیں اور جنھیں چم فرنک نے "مرد مجاہد، طبیب اور شاعر" کا خطاب دیا ہے۔ پکر بو صاحب ایک ایسے سائنسدان ہیں جو اپنی دریافتوں کا براہ راست فائدہ اُٹھاتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ پرانی وضع کے سنڈے سکول کے سپرنٹنڈنٹ ہیں اور اُن دہریئے سائنسدانوں پر سخت تنقید کرتے ہیں جو صالح اور اخلاقی قدروں پر حملے کر کے ہمارے مذہب اور ہماری تہذیب کی جڑیں کھود رہے ہیں"

مارٹن یہ مقالہ پڑھ رہا تھا اور اسے لاکھوں کی اشاعت کا نیویارک سے چھپنے والا کوئی بہت بڑا جریدہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اسی سوچ میں تھا کہ پکر بو نے اُسے بلا بھیجا۔

"مارٹن"، اُس نے کہا "کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اس محکمے کا کام مکمل طور پر سنبھال لو گے۔"

"کیوں جناب یہ اچانک؟"

کیا تم سمجھتے ہو کہ اکیلے ہی بڑے بڑے مفاد پرستوں کا مقابلہ کر لو گے اور شہر کو صاف رکھ سکو گے؟"

"مگر جناب یہ کیا ـــــ"

"کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کانگرس میں اس ضلع کی نمائندگی کرنے کے لئے واشنگٹن جانا پڑے گا"

"کیا سچ؟"

ہاں ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ میرے بچے جو پیغام میں یہاں دیتا رہا ہوں وہی پیغام اب مجھے ساری قوم کو سنانا پڑے گا!"

مارٹن کو کچھ خوشی سی ہوئی۔ "مبارک ہو جناب" اُسے اِسقدر تعجب ہوا کہ معلوم ہوتا

تھا وہ ابھی اُچھل پڑے گا۔ لڑکپن کے زمانے سے وہ یہ سمجھتا آرہا تھا اور وہ اب بھی یہی سمجھتا تھا کہ کانگرس کے ممبر بڑے ذہین اور اہم لوگ ہوتے ہیں۔

"ضلع کی ریپبلیکن پارٹی کے کچھ سرکردہ ممبروں سے میں ابھی مل کر آیا ہوں سخت حیرت ہوئی۔ ہا۔ ہا۔ ہا! شاید انھوں نے مجھے اس لئے چنا ہے کہ اُس سال اُنکے پاس کوئی موزوں اُمیدوار ہی نہیں۔ ہا۔ ہا۔ ہا!"

مارٹن بھی ہنس دیا۔ پکرلو نے اُسکی طرف یوں دیکھا جیسے یہ اُس کی بات کا مناسب جواب نہ ہو مگر وہ سنبھل گیا اور پھر سے اپنا راگ الاپنے لگا۔

میں نے اُن سے کہا، حضرات، میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ مجھے نہیں معلوم آیا میں واشنگٹن میں بیٹھ کر دس کروڑ کی قوم کی زندگی کے ہر شعبے کے لئے قاعدے قانون بنانے کی صلاحیت رکھتا ہوں یا نہیں۔ پھر بھی حضرات آپ نے مجھے جو عزاز بخشا ہے گو میں اس کا مستحق نہیں مگر بڑے انکسار کے ساتھ اسے قبول کرنے کی تحریک مجھے اس نقطۂ نظر سے ہو رہی ہے کہ واشنگٹن میں اس وقت ملک کی ترقی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ترقی پسند سائنسدانوں اور اصلی تربیت یافتہ تاجروں کی ضرورت ہے۔ اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ میں واشنگٹن کے اعلےٰ حکام کو ایک "سکریٹری آف ہیلتھ" کی ضرورت کا احساس دلاؤں جو پورے اختیارات ——"

مارٹن نے چاہے کچھ بھی رائے قایم کی ہو ریپبلیکن پارٹی نے واقعی پکرلو کو کانگرس کی رکنیت کے لئے نامزد کر دیا۔

(۲)

جب پکرلو الیکشن کی مہم میں حصہ لینے کے لئے چلا گیا تو مارٹن نے ڈیپارٹمنٹ کا سب کام سنبھال لیا۔ شہر کے بہت سے لوگ اُسے ظالم اور انتہا پسند کہہ کر بدنام کرنے لگے۔

نیوٹلس کی باہری بستیوں میں بوڑھے کلاپ چیک کی ڈیری صفائی اور مستعدی کے لحاظ سے سارے ایریا میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ یہاں ٹائلوں کا فرش تھا، نالیاں تھیں اور روشنی کا بھی معقول انتظام تھا۔ دودھ دوہنے کی مشینیں بڑی اچھی حالت میں تھیں، برتنوں کو ابالا جاتا تھا اور کلاپ چیک دودھ ٹیسٹ کرنے والے انسپکٹروں کا ہر وقت خیر مقدم کرتا تھا۔ ڈیری کے ملازمین کی یونین کا اُس نے بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا تھا اور یونین کی مقرر کردہ شرح سے زیادہ تنخواہیں دے کر اپنی ڈیری کو یونین کی سرگرمیوں سے آزاد کر لیا تھا۔ ایک بار جب مارٹن نے پیکرلو کے نمائندے کی حیثیت میں وہاں کے مزدوروں کی جماعت "نیوٹلس سنٹرل لیبر کونسل" کی میٹنگ میں شرکت کی تو وہاں کونسل کے سکریٹری نے تقریر کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ حالانکہ وہ کلاپ چیک کی ڈیری میں یونین کی شاخ قائم کرنے کے بہت زیادہ خواہش مند ہیں مگر اِس کام میں کامیابی حاصل کرنا بہت مشکل کام ہے۔

مارٹن مزدوروں سے کچھ زیادہ ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ لیبارٹریوں میں کام کرنے والے بیشتر سائنسدانوں کی طرح وہ بھی یہی سمجھتا تھا کہ کپڑے بیننے اور مشین چلانے والے مزدوروں کو اگر اپنے کام سے کوئی مسرت حاصل نہیں ہوتی اور اُن کے مقابلے میں وہ اپنی تحقیق سے بہت زیادہ خوشی حاصل کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گھٹیا نسل کے کاہل اور بدکار لوگ ہیں۔ یونین والوں کی شکایت سن کر اُس کے یہ نظریات اور بھی مستحکم ہو گئے۔

کلاپ چیک کی ڈیری کے پاس سے گذرتا ہوا وہ اکثر اپنی دل خوش کرنے کے لئے وہاں کھڑا ہو جاتا۔ بعض اوقات اُسے یہ دیکھ کر تشویش سی ہوتی کہ ایک دودھ دوہنے والے ملازم کا گلا اکثر خراب رہتا ہے۔ مارٹن نے اُس آدمی کا معائنہ کیا، جراثیم پرورده تیار کئے اور خون کو خراب کرنے والے سبھی جرثومے دریافت کئے۔ گھبراہٹ میں وہ بھاگا بھاگا پھر ڈیری میں واپس گیا اور معائنہ کرنے پر اُسے معلوم ہوا کہ تین گایوں کے تھنوں میں بھی جرثومے ہیں۔

اپنے انتخابی حلقے کے تمام چھوٹے چھوٹے شہروں میں تقریریں کر کے اور صحت کے متعلق اپنا پیغام سنا کے جب پیکرلو نیوٹلس واپس آیا تو مارٹن نے اصرار کیا کہ دودھ دوہنے والا جو ملازم جراثیم سے متاثر ہوا ہے اُسے دوسروں سے الگ کر دیا جائے اور اُس وقت تک ڈیری بند کر دی

جائے جب تک کہ یہاں بیماری پھیلنے کا خطرہ ہے۔

"فضول کی بات ہے! ارے یہ تو شہر میں سب سے زیادہ صاف ستھری جگہ ہے" پکولو نے مارٹن کی تجویز کی مخالفت کی۔ "کیوں مفت میں مصیبت مول لی جائے؟ ابھی وبا پھیلنے کے ابھی کوئی آثار نہیں ہیں۔"

"تو اس کمبخت کے پھیلنے میں کیا دیر لگتی ہے۔ تین گائیں تو جراثیم سے متاثر ہو چکی ہیں۔ آپ جانتے تو ہیں کہ حال ہی میں بوسٹن اور بالٹیمور میں کیا ہوا۔ میں نے کلاپ چک کو اس معاملے پر بات کرنے کے لئے بلایا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ میں کتنا مصروف ہوں، مگر۔۔۔۔"

کلاپ چک گیارہ بجے کے قریب دفتر میں حاضر ہوا۔ اس کی زندگی میں یہ واقعہ ایک المیے کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ شخص پولینڈ کی ایک گندی بستی میں پیدا ہوا تھا۔ نیویارک میں اس نے فاقے کئے تھے اور منیٹ اور لیہو میں اس نے بیس بیس گھنٹے لگاتار کام کیا تھا اور آخر کار اب ڈائیں اس نے اپنی یہ صاف ستھری خوبصورت سی ڈیری بنائی تھی۔

اس کے کپڑے گندے میلے اور چکنائی سے تر تھے اس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ ہیٹ کو ہاتھ میں پکڑ کر گھماتے ہوئے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جناب ڈاکٹر پکولو صاحب، جس جس بات کے لئے ڈاکٹر لوگ مجھے کہتے ہیں میں اسے پورا کرتا ہوں۔ ڈیری کا کام میں اچھی طرح سے جانتا ہوں! اب یہ چھوکرا مجھ سے آکر کہتا ہے کہ چونکہ میرے ایک ملازم کو نزلے کی شکایت ہے اس لئے میں چھوٹے بچوں کو خراب دودھ پلا کر بیماری پھیلا رہا ہوں۔ یہ تو میری روزی ہے اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ خراب دودھ بیچنے سے میں زہر کھانا بہتر سمجھتا ہوں۔ اس چھوکرے کے ارادے فاسد ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سینٹرل لیبر کونسل والوں سے اسکے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ ان کی میٹنگوں میں جاتا ہے اور وہ لوگ مجھے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔"

مارٹن کو اس روتے بسورتے اور کانپتے ہوئے بوڑھے پر بڑا ترس آیا مگر آج تک کسی نے اس پر اس طرح سے غداری کرنے اور دھوکا دینے کا الزام نہیں لگایا تھا۔ اس نے بڑی روکھی اور سخت آواز میں کہا۔

"ڈاکٹر پکرلو! میرے خلاف الزامات کی تفتیش آپ بعد میں کر سکتے ہیں۔ فی الحال آپ میرے نتائج کو ٹیسٹ کرنے کے لئے کوئی ماہر بلا لیں۔ شکاگو سے لانگ کو بلا لیا جائے یا مینا پولس برنیٹ کو بلایا جا سکتا ہے یا اور کسی کو۔"

"مجھے — مجھے —" صحت کا پیامبر — پکرلو — بھی کلاپ چیک کی طرح دکھی اور رنجیدہ نظر آتا تھا۔ "مارٹن مجھے یقین ہے کہ ہمارا دوست تمہارے خلاف کوئی الزام نہیں لگانا چاہتا۔ دکھی ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے ایسی باتیں نکل گئیں۔ اور پھر صفائی کے معاملے میں تو یہ بیچارہ بڑا ہی محتاط ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جس شخص کو چھوت ہوئی ہے اس کا علاج کر دیا جائے اور کام بند کر کے انھیں تکلیف نہ دی جائے؟"

بہت اچھا اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے الیکشن کی مہم کے بعد کوئی وبا پھوٹ پڑے تو یہی کیجئے!"

"تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ لوگوں کو بیماریوں سے بچانے کی میں ہر ممکن کوشش کرتا ہوں — مگر یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اس کا الیکشن کی مہم سے کوئی تعلق نہیں ہو۔ عوام کو بیماریوں سے بچانا تو میں اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں اور بغیر کسی خوف کے —"

فن خطابت کا یہ مظاہرہ کرنے کے بعد پکرلو نے شکاگو کے ماہر جراثیمیات ڈاکٹر جے۔ سی لانگ کو تار دے کر بلا لیا۔

ڈاکٹر لانگ کی صورت دیکھ کر معلوم ہوتا تھا جیسے انھوں نے ریل کا سفر برف کی پیٹی میں بیٹھ کر کیا ہو۔ اُن کے اور پکرلو کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق دکھائی دیتا تھا۔ ایک طرف تو بات بات پر شعر پڑھنے والا اور مٹھیاں بھر بھر کے اپنے پیار محبت کو لٹانے والا پکرلو اور دوسری طرف یہ خاموش، متین، آئین و آداب کی سختی سے پابندی کرنے والا ڈاکٹر۔ مارٹن نے ایسا روکھا آدمی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے بڑے تحمل اور اطمینان سے مارٹن کو سنا، بڑی بے رُخی سے پکرلو کی باتیں سنیں اور بغیر کسی جذبے کے کلاپ چیک کا مقدمہ سنا اور پھر معائنے کے بعد اپنے نتائج سے انھیں یوں آگاہ کیا۔ "معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر ایرو سمتھ اپنے کام کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ یہاں وبا کے پھوٹنے کا یقیناً خطرہ ہے میرا مشورہ ہے کہ ڈیری کو

بند کر دیا جائے۔ میری فیس ایک سوڈالر ہے، شکریہ، میں ڈنر کے لئے رُک نہیں سکتا۔ رات کی گاڑی سے مجھے واپس جانا ہے۔"

مارٹن خوشی سے اُچھلتا گھر واپس آیا اور بڑے رعب کے ساتھ لیورا کو کہنے لگا کہ "کیا آدمی ہے وہ۔ فضول کی بکواس تو وہ بالکل نہیں کرتا۔ اُسے دیکھ کر میں تحقیق کا کام کرنے کے لئے پھر سے بے تاب ہو گیا ہوں۔ انسانی ہمدردی کا شور مچانے والوں سے کہیں دور۔ عوام سے اپنا پیار جتانے کے لئے یہ لوگ اِتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں مگر پھر اُنھیں مرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اُس سے نفرت تھی مگر ـــــ کیا کر رہا ہو گا میکس گاٹلب اِس وقت؟ شرطیہ کہتا ہوں وہ بوڑھا خبطی ہے ـــــ شرطیہ اِس وقت وہ خوفناک قسم کے عالموں کے ساتھ موسیقی پر یا اسی طرح کی کسی اور چیز پر گفتگو کر رہا ہو گا۔ اُس بوڑھے سودائی کو پھر ملنے چلو گی؟ کیا تمہیں میں نے بتایا تھا کہ ٹریپانسم جرثومے کو رنگ لگانے میں ہم نے کتنا وقت لگایا تھا؟"

اُس نے سمجھا کہ ڈیری کے عارضی طور سے بند ہو جانے سے معاملہ یہیں ختم ہو گیا۔ بچارے یہ نہیں معلوم تھا کہ کلاپ چک ابھی اِس شکست پر کس قدر پیچ و تاب کھا رہا ہے جب وہ ۱۸ روز واٹرز، کلاپ چک کے طبّی مشیر، کو اس واقعہ کے بعد ملا تو مارٹن کو اُس کے لہجے کی رکھائی کا احساس ہو گیا۔

"ذرا ذرا سی باتوں پر شور مچانے سے کیا فائدہ، مارٹ؟" مگر اُسے معلوم نہیں تھا کہ نوٹلس میں کتنے لوگوں کو چپکے چپکے بڑے وثوق کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ "ایروسمتھ لیبوریٹری کے بے ایمان چور اور ٹھگ لیڈروں کا تنخواہ دار ایجنٹ ہے۔"

(۳)

اِس واقعے سے دو ماہ پیشتر جب مارٹن فیکٹریوں کا سالانہ معائنہ کر رہا تھا تو اُس کی ملاقات سٹیل ونڈمل کمپنی کے صدر (یہ عہدہ موروثی تھا) کلے ٹریڈ گولڈ سے ہوئی۔ اُس نے

سن رکھا تھا کہ ٹریڈ گولڈ ۵۷ سال کا بڑا خوش مزاج آدمی ہے۔ جب وہ معائنہ کا کام ختم کر چکا تو ٹریڈ گولڈ نے درخواست کی "ڈاکٹر صاحب، تشریف رکھیے یہ سگرٹ لیجیے اور مجھے صفائی کے متعلق کچھ بتایئے۔"

مارٹن سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ٹریڈ گولڈ کی ہنستی ہوئی بشاش آنکھوں میں تمسخر کی جھلک تھی

"آپ صفائی کے متعلق کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

"سب کچھ"

"میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ آپ کے ملازم آپ کو حد پسند کرتے ہوں گے۔ اس میں تو شک نہیں کہ دوسری منزل کے لباس بدلنے والے کمرے میں آپ نے ہاتھ منہ دھونے کے بیسن کافی تعداد میں نہیں لگوا رکھے مگر ان سب ملازموں نے قسمیں کھا کر کہا کہ آپ جلد ہی مزید چلمچیاں لگوانے والے ہیں۔ اگر وہ لوگ اپنے مفاد کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں تو آپ یقیناً بہت اچھے افسر ہوں گے اور میں اگلے سال کے معائنہ تک اس کے متعلق آپ سے کوئی باز پرس نہیں کروں گا۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجیے"

ٹریڈ گولڈ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"جناب عالی، میں تین سال سے بکر لوگ اس بات پہ چل دے رہا ہوں۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور ہاں چلمچیاں تو میرا خیال ہے میں لگوا ہی دوں گا ——— آپ کے اگلے معائنے سے پہلے ہی لگوا دوں گا۔ اچھا خدا حافظ!"

گلاب چیک والا واقعہ ہونے کے بعد کلے ٹریڈ گولڈ اور اس کی ٹھاٹ باٹ والی پرکشش اور دبلی پتلی بیوی سے مارٹن اور لیورا کی ملاقات ایک سینما گھر کے سامنے ہوئی۔

"ڈاکٹر صاحب، چلیے آپ کو موٹر میں لے چلوں" ٹریڈ گولڈ نے اونچی آواز میں کہا۔ جب وہ چل دیے تو راستے میں وہ کہنے لگا "معلوم نہیں آپ بھی بکر لوگ کی طرح زاہد خشک ہیں یا نہیں مگر آپ چاہیں تو گھر چل کے میں ایسی اچھی کاک ٹیل پیش کروں کہ اس ضلع میں جب سے شراب بندی ہوئی ہے ایسی اچھی شراب کسی نے چکھی ہو گی کہیے کیا پسند ہے یہ تجویز؟"

"ایسی اچھی تجویز میں نے کئی سال سے نہیں سنی" مارٹن نے جواب دیا۔

ہنٹنگ ورڈ گروو کی بستی میں ٹریڈ گولڈ کا مکان سب سے اونچی پہاڑی پر تھا۔ یہ تین ہزار کے قریب ساکی آبادی ہے اور شہر کی سماجی زندگی میں اس کا وہی مقام ہے جو بوسٹن میں بیک بے کو ملا ہے۔ ٹریڈ گولڈ کی حویلی ایک پرانی وضع کی عمارت تھی جس میں بڑی بڑی کھڑکیوں والی ایک نشست گاہ، چمکتے ہوئے سفید پتھروں کی دیواروں والا بڑا سا ہال۔ اور ایک پیلے اور سنہلی رنگ کا ڈرائینگ روم تھا۔ بیگم ٹریڈ گولڈ کی کبھی نہ ختم ہونے والی باتوں کو سنتے ہوئے جب وہ اندر داخل ہوئے تو مارٹن نے ایک ایسا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی جیسے ایسی شان و شوکت اُس کے لئے کوئی نئی چیز نہ ہو مگر واقعہ یہ تھا کہ اُس نے زندگی میں پہلی بار اِس طرح کی شاندار عمارت میں قدم رکھا تھا۔

لیورا ایک کرسی کے کنارے پر یوں ڈری ہوئی سی بیٹھی تھی جیسے ابھی اُسے اُٹھا دیا جائے گا۔ مسز ٹریڈ گولڈ ایک میزبان کی طرح بڑی شان سے براجمان تھی، اور ٹریڈ گولڈ کاک ٹیل کو ملانے والی بوتل کو ایک نمائشی انداز میں ہلاتے ہوئے اُن کی تواضع کرنے میں مصروف تھا۔

"ڈاکٹر صاحب، آپ کو یہاں آئے ہوئے کتنا عرصہ ہوا؟"

"تقریباً ایک برس!"

"یہ چکھیئے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اس نجات دہندہ پکرلو سے آپ کا مزاج کچھ مختلف ہے؟"

اُسے خیال آیا کہ مجھے اپنے افسر کی تعریف میں کچھ کہنا چاہیئے مگر لیورا کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا جب اُس نے کھڑے ہو کر پکرلو کی تقریر کے انداز کی نقل شروع کر دی۔

"سٹیل وَنڈل انڈسٹریز کو چلانے والے صاحب! آپ کے ادارے نے ہمارے ملک کی خوشحالی میں بہت بڑا اضافہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ صحت کے متعلق ہمارے قوانین کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود آپ بچ نکلتے ہیں اور انسپکٹر آپ کو پکڑ نہیں سکتے مگر آپ کے دلوں میں صفائی کے اصولوں اور مے نوشی کا جو احترام ہے اور حب الوطنی کا جذبہ جس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اُسے میں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اگر میرا اسسٹنٹ ہی

ایرد سمتھ سے زیادہ خلوص والا اور سمجھ دار ہوتا تو آپ حضرات کی اجازت سے یہی ریاستہائے متحدہ کا صدر ہو سکتا تھا؟

ٹریڈ گولڈ نے تالی بجائی۔ مسز ٹریڈ گولڈ نے کہا "کیا ڈاکٹر پکرلو کے بولنے کا طریقہ بالکل ایسا نہیں؟" لیورا اور مارٹن کی آنکھوں میں بھی فخر جھلک رہا تھا۔

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ آپ پکرلو کے سوشلسٹ نسم کے خیالات سے آزاد ہیں" ٹریڈ گولڈ نے کہا۔

حقارت بھرا یہ جملہ سن کر مارٹن کے اندر مدافعت کا مضبوط اور زوردار احساس بیدار ہوا۔

"مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ وہ کتنا بڑا سوشلسٹ ہے —— اس کا جو چاہے مطلب نکال لیجئے۔ سوشلزم کے متعلق تو میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ مگر چونکہ میں نے اس کی نقل اتاری ہے —— جو کہ شاید میری بدتمیزی تھی —— اس لئے میں اتنی بات ضرور کہونگا کہ مجھے تقریر بازی بالکل پسند نہیں۔ اس میں آدمی کی بڑی قوت صرف ہوتی ہے اور پھر سچائی کی یہاں کوئی گنجائش ہی نہیں۔ مگر ٹریڈ گولڈ صاحب اتنی بات میں اور کہونگا کہ اس میں آپ کے کارخانہ داروں کی اس ایسوسی ایشن کا بھی کچھ قصور ہے۔ گلا پھاڑنے کیلئے آپ لوگ اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں میں تو لیبارٹری میں کام کرنے والا شخص ہوں، یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ میں لیبارٹری کے کاموں کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریر کرنے کے بجائے میں تو صحیح اعداد و شمار سامنے رکھ کر بات کرتا ہوں"۔

"میں بھی اسی مزاج کا آدمی ہوں۔ کالج کے زمانے میں ریاضی میں میری دلچسپی ہوا کرتی تھی!" ٹریڈ گولڈ نے کہا۔

اس کے فوراً بعد تعلیم کے مسئلے پر گفتگو ہونے لگی۔ اور برساتی مینڈکوں کی طرح گروٹ پیدا کرنے کے جرم میں یونیورسٹیوں پر لعنت بھیجی جانے لگی۔ مارٹن بڑے اعتماد سے اپنے محبوب فقرے دہرانے لگا اور ٹریڈ گولڈ نے بتایا کہ وہ فیکٹری چلانے کا یہ موقع کام کرنے کی بجائے

فلکیات میں مہارت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اُدھر لیورا اپنی ہمدرد و غمگسار مسز ٹریڈ گولڈ کے سامنے اپنی مالی مشکلات کا حال بیان کر رہی تھی اور بتا رہی تھی کہ ایک اسسٹنٹ ڈائرکٹر کی بیوی کو کس قدر کفایت سے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور مسز ٹریڈ گولڈ نے ڈھارس بندھاتی ہوئی آواز میں اُسے دلاسا دیا۔ "میں جانتی ہوں۔ ڈیڈی کے فوت ہو جانے پر مجھے بھی بہت تنگدستی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کیا تم نے کریمنز سٹریٹ پر سویڈن کی اُس کپڑے سینے والی کو آزما کے دیکھا ہے؟ کیتھولک چرچ سے بس تھوڑی دور دکانیں آگے ہے بہت ہی اچھے کپڑے سیتی ہے اور سلائی بھی زیادہ نہیں ہوتی اُس کی!"

شادی کے بعد مارٹن پہلی دفعہ ایک ایسے گھر میں گیا تھا جہاں جا کے اُسے واقعی خوشی ہوئی تھی۔ لیورا عورتوں کی چستی و چالاکی سے ہمیشہ خوف کھاتی اور نفرت کرتی آئی تھی۔ مگر یہ پہلی عورت تھی جس کے ساتھ وہ معرفت کی باتیں بھی کر سکتی تھی اور مہنگائی کا رونا بھی رو سکتی تھی۔ کسی بڑی بات تھی کہ دونوں میاں بیوی تکلف اور تصنع کے پردوں میں سے نکل آئے تھے اور پھر بھی اُن کی ہنسی نہیں اڑائی گئی۔

آدھی رات کے وقت جب جراثیمیات اور مہنگائی کے موضوعات پھیکے ہوتے جا رہے تھے تو باہر موٹر کے ہارن کی پوں پوں سنائی دی اور ایک موٹا سا سُرخ و سفید آدمی بڑے بھدّے طریقے سے چلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ تعارف ہوا تو مارٹن کو پتہ چلا کہ وہ "کارن بیلٹ انشورنس کمپنی آف موہلکس" کے صدر مسٹر شلیل ہیں۔

موصوف شہر کے اشراف کی سوسائٹی میں کلف ٹریڈ گولڈ سے بھی بڑے لیڈر تھے نیلے اور زرد رنگ سے چمکتے ہوئے کمرے میں وہ ایک حملہ آور وحشی کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ بہرحال شلیل صاحب باتیں بہت تپاک سے کہتے تھے۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ڈاکٹر صاحب۔ ارے او کلف مجھے ہنسی آ رہی ہے دیکھ کر کہ اپنی بکواس سنانے کے لئے تم نے ایک اور عالم فاضل کو گھیر لیا ہے۔ ارے ڈاکٹر صاحب میں تو ایک انشورنس کمپنی کا سیدھا سادا سیلزمین ہوں کلف مجھے ہمیشہ اَن پڑھ اور گنوار ہونے کا طعنہ دیا کرتا ہے۔ اچھا دیکھو کلف ڈارلنگ مجھے کاک ٹیل پلاؤ گے کہ نہیں؟ میں نے تمہاری بتیاں جلتی ہوئی دیکھیں

اور پہلا آیا اور ابھی جب میں داخل ہوا تو تم اپنی ہوشیاری اور سمجھ داری کا بکھان کر رہے تھے! اچھا اب ملاؤ میرے لئے!"

ڈیڈ گولڈ نے مختلف قسم کی شرابوں کو اچھی طرح سے ملایا۔ ابھی وہ اچھی طرح سے ملا بھی نہ چکا تھا کہ ایک نوجوان موٹے مگفورڈ ــــــ مگفورڈ کالج کے بانی بڑی بڑی مونچھوں والے نا تھینیل مگفورڈ کا پڑپوتا ــــــ بن بلایا مہمان بن کر وہاں آ دھمکا۔ اُسے وہاں مارٹن کی موجودگی پر کچھ تعجب سا ہوا۔ اُس نے محسوس کیا کہ یہ ڈاکٹر ایک صاحب دل اور صاحب درد آدمی ہے۔ اپنے متعلق بھی اُس نے مارٹن سے یہی کہا کہ وہ بڑا احساس اور درد مند دل رکھتا ہے۔ شراب کے دور میں اُس نے بھی پوری طرح شریک ہونے کی کوشش کی۔

پھر ہوا یہ کہ صبح تین بجے مارٹن اپنے مداحوں کو سونڈیلیس سے سیکھا ہوا ایک گیت سنا رہا تھا۔

اس کی آنکھیں مدھ ماتی ہیں
اس کے گیسو ہیں پُر خم
کتنی اچھی لڑکی ہے یہ
لیکن کتنی چنچل ہے

چار بجے تک نوٹلس کی اُس اونچی سوسائٹی کے چست و چالاک گروہ نے ایروسمتھ اور اُس کی بیوی کو اپنی برادری کا پوری طرح سے ممبر بنا لیا تھا اور ساڑھے چار بجے ڈیڈ گولڈ انہیں اپنی کار میں بٹھا کر ایسی تیز رفتار سے گھر چھوڑنے جا رہا تھا جس کی نہ تو قانون اجازت دیتا ہے اور نہ سلامتی کا احساس ــــــ

(۴)

نوٹلس میں ایک کلب تھا جو اُن لوگوں کی سماجی زندگی کا مرکز و محور تھا جنہیں "سوسائٹی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر اس سوسائٹی میں آشفورڈ گرد و کے علاقے میں رہنے والے

بارہ خاندانوں کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جس کے افراد حالانکہ گالف کھیلنے کے لئے کلب جاتے تھے اور دوسرے کھلاڑیوں سے میل ملاقات بھی رکھتے تھے مگر اپنے آپ کو نوٹلس سے زیادہ شکاگو کے شہری سمجھتے تھے۔ وہ باری باری ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے۔ ان لوگوں میں سے اگر کسی کے ہاں دعوت ہوتی تو گروپ کے سب ممبر کسی باقاعدہ دعوت نامے کے بغیر شامل ہوتے وہ سب جانتے تھے کہ اُن کا وہاں خیر مقدم ہوگا۔ اُن کی کسی بھی دعوت میں گمعبہ سے باہر کے لوگوں کو مدعو نہ کیا جاتا۔ باہر والوں میں سے صرف بڑے بڑے شہروں سے ہجرت کر کے آنے والے اشخاص کو یا مارٹن جیسے آزاد پنچھیوں کو مدعو کیا جاتا۔ اُجڈ اور گنوار لوگوں کے شہروں وہ گروہ ایک چھوٹے سے قلعے کی مانند تھا۔

اِس گروپ کے ممبر بہت مالدار لوگ تھے اِن میں سے ایک منٹگمری مگفورڈ اپنے بڑھاد کے متعلق بھی بہت کچھ جانتا تھا۔ یہ لوگ ٹیوڈر طرز کی حویلیوں اور اطالوی وضع کے جنگلوں میں رہتے جو اسقدر نئے تھے کہ ان مکانوں کے لان میں گھاس ابھی اُگنی شروع ہوئی تھی۔ اِن کے پاس بڑی بڑی کاریں تھیں اور شراب رکھنے کیلئے بڑے بڑے کمرے تھے مگر ان میں سوائے وہسکی جن، ورماؤتھ اور منرک میٹھی شمپین کی چند ایک بوتلوں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ اس گروپ کا ہر ایک ممبر نیو یارک گھوم آیا تھا۔ یہ لوگ وہاں سینٹ ریگس اور پلازہ جیسی جگہوں میں قیام کرتے، نئی نئی پوشاکیں خریدتے اور اچھی قسم کے چھوٹے چھوٹے ریستوراں دریافت کرتے۔ ان میں سے پانچ جوڑے تو یورپ بھی ہو آئے تھے جہاں انھوں نے ایک ہفتہ پیرس میں گذارا گئے تو یہ لوگ آرٹ گیلریاں دیکھنے تھے مگر لوٹے اونچے اور مہنگے قسم کے ہوٹل دیکھ کر۔

اس گروپ میں مارٹن اور لیورا کا خیر مقدم اسی طرح کیا گیا جیسے کسی متمول گھرانے میں غریب رشتہ دار کا ہوتا ہے۔ انھیں رات کی دعوتوں پر مدعو کیا جاتا اور اتوار کا لنچ کھانے کے لئے کلب میں بھی دعوت دی جاتی۔ کیا بھی موقعہ ہو دعوت کے بعد سب لوگ تیز تیز موٹریں چلاتے ہوئے کسی طرف کو نکل جاتے، پھر شراب کے کئی دور چلتے اور مارٹن سے ہر بار اصرار کیا جاتا کہ وہ ڈاکٹر پکربو کی نقل اُتارے۔

موٹر چلانے، شراب پینے اور ناچنے کے علاوہ وہ لوگ تاش کھیل کر بھی دل بہلایا کرتے

تعجب کی بات یہ تھی کہ اخلاقیات سے بے نیازی برتنے والے اِس گروہ میں عشق بازی مطلقاً نہیں ہوتی تھی۔ "جنسی مسائل" پر وہ آپس میں بڑی آزادی سے گفتگو کرتے اور معلوم ہوتا تھا کہ اس معاملے میں وہ بڑے آسودہ حال ہیں۔ اپنے خانگی حالات سے وہ بہت مطمئن دکھائی دیتے۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے ڈرتے ہوں مگر جب مارٹن نے انھیں اور قریب سے دیکھا تو اُسے شکاگو میں "عیش" کرنے کا پروگرام بنانے والے خاوندوں اور نیویارک کے ہوٹلوں میں نوجوان لڑکوں کو گھیرنے والی بیویوں کی سرگوشیاں سنائی دینے لگیں۔ اور اُسے پتہ چلا کہ ان لوگوں کی بظاہر پُرسکون اور اطمینان بخش زندگیوں کی تہہ میں شدید بے چینی مضمر ہے۔

یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی کہ آیا مارٹن نے کلے ٹربیڈ گولڈ کو فلکیات کا عالم تسلیم کرلیا تھا یا نہیں۔ کلے ٹربیڈ گولڈ کو جب اس مضمون سے بے حد عشق تھا لیکن جیسے اس کے مطالعے کی کبھی توفیق نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ اُس نے مونٹے مگفورڈ کو خاندانی رئیس مان لیا یا نہیں۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ مارٹن اُس "گروپ" کے ارکان کی موٹر کاروں، فوارے والے غسل خانوں، بڑھیا بڑھیا دوکانوں سے خریدے ہوئے کپڑوں ڈھیلی ڈھالی برجیوں اور ان شاندار مکانوں کو دل کھول کر سراہا تھا جن کی ایک سی سجاوٹ شکاگو کے نوجوان زرد رو ماہرین آرائش کی مرہونِ منت تھی۔ مکانوں کو دل کھول کر سراہتا اُس نے اس حلقے کی عورتوں کے پاس بڑھیا بڑھیا کپڑے اور چاندی کے زیورات دیکھے اور وہ لیورا کے لباس میں بھی دلکشی اور رعنائی تلاش کرنے لگا اور یہ دیکھ کر اُسے سخت غصہ آیا کہ لباس کے معاملے میں اُس کی بیوی بہت بے پروا ہے۔

نوٹلس میں لیورا نے خاموشی سے اپنے لئے ایک الگ راہ بنالی تھی۔ وہ برج کھیلنے والوں کے کلب کی ممبر تھی۔ سینما دیکھنے بھی وہ اکیلی ہی چلی جاتی۔ زندگی میں اُسے کوئی حسرت تھی تو صرف یہ کہ فرانس دیکھ آئے۔ دن رات اُس کے دل میں یہی خیال بسا رہتا۔ یہ ایک پرانی خواہش تھی جس کی ابتدا نہ جانے کب اور کیسے ہوئی۔ ایک عرصے تک اُس نے اس تمنا کو اپنے دل میں چھپائے رکھا تھا مگر اب اچانک ہی اُس کے ہونٹوں پر اس کا ذکر آگیا۔ وہ آہ بھر

کر گئی۔

"سینڈی میری ایک ہی خواہش ہے اور وہ یہ کہ تو زبن، نارمنڈی اور کارکاسونے کا چکر لگا آؤں۔ خواہ ہم دس برس بعد ہی جائیں لیکن میں جانا ضرور چاہتی ہوں۔ کیونکہ تم جانتے ہیں وہاں، کیا خیال ہے تمہارا؟"

لیورا شاذ و نادر ہی اپنے لئے کسی چیز کا مطالبہ کیا کرتی تھی۔ اس لئے مارٹن نے جب اُسے برٹی پہ کتابیں پڑھتے اور فرانسیسی زبان کی گرامر کا مطالعہ کرتے دیکھا تو اُسے سخت حیرت ہوئی۔ اُس کا دل بھر سا آیا اور وہ اُسے پچکار کر کہنے لگا۔ "ڈیئر تم فرانس جانا چاہتی ہو ــــ سنو! ایک دن ہم دونوں سفری تھیلے اُٹھا کر وہاں بھاگ چلیں گے اور پھر ہم اس عجیب و غریب ملک کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ ڈالیں گے۔"

یہ سُن کر وہ شکر گزاری کے ایسے لہجے میں بولی جس پر ابھی شک و شبہے کی پرچھائیں تھی۔ "تمہیں معلوم ہے سینڈی کہ اگر تم وہاں آگئے جاؤ تو پاسچر انسٹی ٹیوٹ کا کام دیکھ سکتے ہو۔ ہائے میرا کیا جی چاہتا ہے کہ میں فرانس کے شہروں میں آوارہ گردی کروں اور پھر ایک چھوٹے سے قہوہ خانے میں بیٹھ جاؤں جہاں مردوں نے بے ڈھنگی سی نیلے رنگ کی پتلونیں پہنی ہوں اور اُن پر عجیب و غریب سُرخ رنگ کے جیب لگوا رکھے ہوں۔ ایک بار...... صرف ایک بار۔ کیا سچ تمہارے خیال میں ہم واقعی کسی روز وہاں جائیں گے؟"

آسفورڈ گرووکے گروپ میں لیورا کی مقبولیت کچھ تعجب کی بات تھی۔ مارٹن جسے "نفاست اور شائستگی" کا نام دیا کرتا وہ چیز اُس میں بالکل نہیں تھی۔ لباس کے معاملے میں تو وہ شروع سے ہی بے پروا تھی۔ اُس کا ایک بٹن تو ہمیشہ غائب ہوتا۔ مسز ٹریڈ گولڈ چونکہ اُن میں سب سے اچھے مزاج کی عورت تھی اِسلئے اُسنے لیورا کو مکمل طور پر اپنا لیا تھا۔

نوٹلس کے رہنے والوں نے مسز کلارا ٹریڈ گولڈ کو ہمیشہ شک و شبہے کی نظروں سے دیکھا تھا۔ مسز پکرلو کا الزام تھا کہ "وہ شہر کی بہتری کی کسی مہم میں شامل نہیں ہوتی" کئی سال تک تو ایسا معلوم ہوتا رہا جیسے اُسکی دلچسپی صرف گلاب اُگانے، عجیب و غریب ٹوپیاں بنانے اپنے خوبصورت ہاتھوں کو کریم مل مل کے ملائم کرنے اور اپنے خاوند کی بے تکلف فحش باتیں

گفتگو تک ہی محدود ہے ——— کئی سال سے وہ کچھ اکیلی اکیلی سی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ لیورا کے مزاج میں بھی اُس کی طرح اپنے آپ میں مگن رہنے کی خوبی ہے۔ دونوں عورتیں برآمدے میں ایک ساتھ بیٹھی پڑھنے، ناخن بنانے اور سگریٹ پینے میں ساری ساری دوپہر بغیر کوئی بات کئے گزار دیتیں۔ مگر ان کی اس خاموشی میں بھی اُنس اور اعتماد کا جذبہ پنہاں ہوتا تھا۔

اس گروہ کی دوسری عورتوں کے ساتھ لیورا اسقدر بے تکلف نہیں تھی جتنی کہ وہ ٹارٹینڈ گولڈ کے ساتھ تھی مگر وہ سب اُسے چاہتی تھیں۔ اصل میں لیورا کی بدعتوں نے اُسے اُن عورتوں میں ہردلعزیز بنا دیا تھا۔ اُس کے سگریٹ پینے، اُس کی کاہلی اور اُس کی لاپرواہی سے مسز پکلو اور مسز ایونگ، واٹرز کو تو بہت تکلیف پہنچتی تھی مگر یہ گروپ آزادی کا حامی تھا (سوائے اُن اقدامات کے جن سے اُن کی آسانی سے کمائی ہوئی دولت پر چوٹ پہنچتی ہو) نروس قسم کی مسز مگفورڈ کے ساتھ لیورا اکیلے میں چائے یا کاک ٹیل پیا کرتی۔ چار سال پہلے یہ عورت دلیپ، موتنز میں سب سے زیادہ بیگم رواداکار تھی اور اب دوسرے بچے کی پیدائش سے بہت گھبرا رہی تھی۔ ادھر مسز شلیمل نے بھی لیورا کو اپنا ہمراز بنا لیا۔ بظاہر تو وہ اپنے بھینے! جیسے خاوند سے صُلح صفائی اور پیار محبت سے رہتی تھی مگر لیورا کے سامنے وہ ایک دن پھوٹ پڑی۔

"یہ کمبخت ہر وقت میرے سینے پر سوار مجھے جھنجھوڑتا رہتا ہے۔ سخت نفرت ہوگئی ہے مجھے اس آدمی سے۔ یہ سردیاں میں نیویارک میں گزاروں گی۔ اکیلی!"

مارٹن ایک سمجھدار بچہ تھا۔ لیورا کی سی حکمت و دانش سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے وہ اس بات پر مطمئن نہیں تھا کہ گروپ کی عورتوں نے لیورا کو قبولیت کی سند عطا کردی ہے۔ جب وہ دیکھتا کہ اُس کی بیوی کا ایک بٹن کھلا ہے یا جھاڑ جھنکار بال کوّے کا گھونسلہ دکھائی دیتے ہیں تو اُسے وحشت ہونے لگتی اور وہ اُسے اس پھوہڑپن پر ڈانٹتا لیکن بعد میں اپنے کہنے پر پچھتاتا۔

"تم اپنے میک اپ پر تھوڑا سا وقت کیوں نہیں صرف کیا کرتیں؟ تمہیں اور کوئی کام تو ہوتا نہیں!"

"خدایا کیا تمہیں اپنا بٹن بھی ٹانکنا نہیں آتا؟"

مگر کلارا ٹریڈ گولڈ اُس بھونڈے بٹن کو دیکھ کر ہنس دیتی۔ ڈیورا یہ تو میں جانتی ہوں کہ تمہاری
پلیٹ بہت خوبصورت لگتی ہے مگر کیا حرج ہے اگر دوسری عورتوں کے آنے سے پہلے میں پلیٹ
کے اس ٹوٹے ہوئے بٹن کی جگہ پن لگا دوں۔"

یہ واقعہ اُس روز کا ہے جب رات دو بجے تک دعوت کا سلسلہ چلتا رہا تھا۔ اس
دعوت میں مسز شلیمل نے لوسن کے ہاں سے خریدا ہوا نیا فراک پہنا تھا اور رینز میلز ہینو کے
سیلز منیجر اور نائب صدر جیک بُرنڈگ نے ایک ایسا ڈانس کیا جس کے متعلق وہ بڑے اونچے
سے کہتا تھا کہ یہ فن لینڈ کا ہلکا ناچ ہے۔ وہاں تو اُسی دعوت کے بعد جب مارٹن اور ڈیورا
ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے مانگی ہوئی کار میں واپس گھر جا رہے تھے تو وہ بیوی پر برس پڑا "تم
اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتیں۔ کل صبح سے کہہ رہی ہوں کہ اس نیلی پوشاک کی مرمت
کر دو گی اور میں دیکھتا رہا ہوں کہ تمام دن تم نے سوائے پڑھنے اور فضول بیٹھ کر وقت گنوانے کے
اور کچھ نہیں کیا اور سارا دن ضائع کر دینے کے بعد تم یہ گھسے ہوئے ردی سے کپڑے پہن کر چلی آئی
ہو ——"

"میں کہتی ہوں موٹر روک دو! وہ زور سے چلّائی

مارٹن ٹھٹھک سا گیا اور اس نے کار روک دی۔ موٹر کی سامنے والی بتیوں کی روشنی میں
خاردار تاروں کی باڑھ، آک کی جھاڑیاں اور سڑک کا ویران خطہ نظر آ رہا تھا جس پر بجری پڑی
تھی۔ وہ بڑے تحکم آمیز لہجے میں بولی: "کیا تم چاہتے ہو کہ میں ہار سنگھار کر کے حرم میں بیٹھنے والی
بیگم بن جاؤں؟ میں کر سکتی ہوں ایسا۔ میں تمہیں کوٹھے پر بیٹھنے والی عورت کا روپ بنا کر بھی
دکھا سکتی ہوں مگر میں نے کبھی اپنے آپ کو بنانے سنوارنے کی زحمت نہیں کی۔ میں تمہارے ساتھ
ہر وقت جھگڑنا نہیں چاہتی سینڈی۔ یا تو میں ایک بھونڈی گنوار بیوی ہوں یا کچھ بھی نہیں۔ تم چاہتے
کیا ہو؟ تم کلارا ٹریڈ گولڈ کی طرح ایک شہزادی چاہتے ہو یا مجھے چاہتے ہو۔ جب تک ہم دونوں
میں صلح صفائی ہے مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ ہم کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں تم مجھے
اتنا ٹوکنے لگے ہو کہ میں تنگ آ گئی ہوں تمہیں بتانا ہی پڑے گا کہ تم کیا چاہتے ہو؟"

"میں صرف تمہیں چاہتا ہوں۔ مگر تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتیں کہ میں سوسائٹی میں اپنا رتبہ

بڑھانے کے درپے نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں جہاں بھی جائیں ایک جیسی سطح پر رہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ان لوگوں سے کسی بات میں گھٹیا ہیں۔ ڈارلنگ سوائے کلارا کے ان سب لوگوں کے پاس صرف پیسہ ہے اور کوئی خوبی نہیں۔ مگر ہم قسمت سے لڑنے والے مجاہد ہیں۔ تمہارا فرانس، جہاں جانے کی تم اسقدر خواہش مند ہو ——— ایک روز ہم وہاں جائیں گے اور فرانس کا صدر ہمارا استقبال کرنے کیلئے وہاں موجود ہوگا۔ ہم کیوں دوسروں کو کسی بھی بات میں اپنے سے آگے بڑھنے دیں؟ اس کے لئے تیکنک کی ضرورت ہے!

اُس سنسان اور ویران سی جگہ پر چمکنے والی خار دار تاروں کے درمیان تقریباً ایک گھنٹہ وہ اسی طرح باتیں کرتے رہے۔

دوسرے روز آرچڈ لیبارٹری میں آئی اور بڑی حسرت بھری آواز میں کہنے لگی "ہائے ڈاکٹر مارٹن، کیا وجہ ہے کہ اب آپ ہمارے یہاں آتے ہی نہیں؟" اس پر مارٹن نے کچھ ایسی تیزی اور خوش مزاجی سے اُس کا بوسہ لیا کہ انجان آدمی بھی سمجھ سکتا تھا کہ اب یہ لڑکی اُس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۵)

مارٹن جانتا تھا کہ اس بات کا خاصا امکان ہے کہ وہ محکمہ صحت کا اگلا ڈاکٹر بن جائے۔ پکرلو نے اُس سے کہا تھا: "تمہارا کام تسلی بخش ہے میرے بچے! تم میں صرف ایک ہی چیز کی کمی ہے اور وہ یہ کہ تم لوگوں سے ملتے جلتے نہیں ہو۔ لوگوں کو اپنا پیغام سنانے کے لئے تم میں جوش وخروش نہیں ہے مگر جب تم ذمہ داری سنبھال لو گے تو تمہاری یہ کمی بھی پوری ہو جائے گی"۔

مارٹن نے کوشش کی کہ اُسے بھی ملنے ملانے اور لیکچر جھاڑنے کا ڈھنگ آجائے مگر جب بھی وہ پکرلو سے طور طریقے اختیار کرنے کی کوشش کرتا اُسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ کسی سرکس میں کسی مسخرے کا پارٹ ادا کر رہا ہے۔

"ڈائرکٹر ہونے تک تو مجھے اس قسم کی حرکتوں سے نفرت ہو جائے گی" اُس نے جھنجلا

کر اپنے آپ سے کہا: "شاید دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوں جو زندگی میں نام نہاد 'کامیابی' حاصل کرنے کے بعد اس سے نفرت کرنے لگتے ہوں۔ خیر۔ ان لوگوں کے قابو میں آنے سے پہلے میں ٹھکے میں اعداد و شمار جمع کرنے کا ایک اچھا سا سسٹم شروع کر دوں گا۔ میں ہار نہیں مانوں گا، لڑتا رہوں گا اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر دوں گا!"

باب تیئیسواں

ڈاکٹر بکر بو کی شاید یہ تمنا تھی کہ صحت کے سوال پر لوگوں میں اسقدر جوش و خروش پیدا کیا جائے کہ نوٹلس شہر میں پھر کسی کو بیمار پڑنے کی ہمت نہ ہو یا وہ فقط یہی چاہتے تھے کہ اُنکی الیکشن مہم کے لئے ایک معقول سا اچھا خاصہ پروپیگنڈہ ہو جائے۔ کچھ بھی ہو اس شریف آدمی نے جو "صحت کا میلہ" منظم کیا اُسے بے پناہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

اس مقصد کے لئے مقامی حکام سے اُس نے خاص رقم منظور کروائی، گرجوں اور سماج سدھار قسم کی انجمنوں کو تعاون کے لئے مجبور کیا اور اخباروں سے وعدہ لیا کہ وہ ہر روز تین کالم اُس کی مدح سرائی میں سیاہ کریں گے۔

اُس نے ایک ٹوٹا پھوٹا لکڑی کا مکان کرائے پر لے لیا جہاں حال ہی میں تبلیغ کرنے والے ریورینڈ مسٹر بلی سنڈے سب شہر والوں کے گناہ دھونے کے لئے وعظ کیا کرتے تھے۔ اس میلے کے کئی انوکھے اور دلچسپ پہلو تھے۔ طے کیا گیا کہ "بوائے اسکاوٹس" میلے کے دوران میں ہر روز قواعد کر کے دکھائیں گے۔ عورتوں کی انجمن، "ومنز کرسچین ٹمپرینس یونین" کا ایک "بوتھ" اس مقصد سے لگایا گیا کہ بڑے بڑے مشہور پادری اور ماہر عضویات شراب نوشی کے مُضر اثرات کا مظاہرہ کریں گے۔ ایک "بوتھ" جراثیمات کے لئے مخصوص کیا گیا جہاں بیچارے مارٹن کو، اس کے احتجاج کے باوجود، صاف ستھرا اسفید کوٹ پہن کر معائنہ کرنے والی نلکیوں سے کچھ کھیل وغیرہ کر کے دکھانے تھے۔ اسی طرح ایک گوشہ سگرٹ کے خلاف جہاد کرنے والی شکاگو کی ایک خاتون

کرنے مخصوص کیا گیا جس نے یہ پیشکش کی تھی کہ مے نوشی کے نقصانات سمجھانے کے لئے وہ ہر آدھ گھنٹے کے بعد ایک چوہیا کو سگرٹ کے پسے ہوئے کاغذ کا انجیکشن لگا کے مار کے دکھائے گی۔ پکر بلو کی جڑواں بچیوں، اربوٹا اور گلیڈ لیا، (جو کہ اب چھ سال کی تھیں) کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ میلے میں آنے والے لوگوں کو منجن کرنے کا طریقہ سمجھائیں۔ وہ دونوں یہ کام مسلسل کرتی رہیں حتےٰ کہ ساٹھ سال کا ایک بوڑھا کسان وہاں آیا جس سے انھوں نے بڑے پیار سے پوچھا "کیا تم روز دانت صاف کرتے ہو؟" اُس نے غرّا کر جواب دیا "میں دانت صاف تو نہیں کرتا مگر میں ہر روز تمہارے پیٹھوں پر دو ہنٹر ضرور مارا کروں گا اور ابھی سے یہ کام شروع کردوں گا۔"

مگر اس میلے کا سب سے انوکھا، دلچسپ اور سنسنی خیز پہلو یہ تھا کہ ایک "اچھی نسل کے خاندان" نے صرف چالیس ڈالر یومیہ اُجرت پر صحت بخش عادتوں کا مظاہرہ کرنے کی پیش کش کی تھی۔

اس خاندان میں ایک باپ، ایک ماں اور پانچ بچے تھے۔ یہ سب لوگ اتنے خوبصورت اور تنومند تھے کہ حال ہی میں انھوں نے ایک سرکس میں نٹوں کے کرتب دکھانے کا کام کیا تھا اس خاندان کا کوئی فرد بھی سگرٹ نہیں پیتا تھا، شراب نوشی نہیں کرتا تھا، سڑکوں پر نہیں تھوکتا تھا، گالیاں نہیں بکتا تھا اور گوشت نہیں کھاتا تھا۔ پکر بلو نے اُن کے لئے سب سے اونچا اور جلی پلیٹ فارم مخصوص کر دیا جو کبھی ریڈ ریڈر مسٹر سنڈے کی مسند کا کام دیتا تھا۔

ان تماشوں کے علاوہ میلے میں عام دکھائی جانے والی چیزوں کی نمائش بھی کی گئی۔ نقشے اور جھنڈے لٹکائے گئے، اور اشتہار بانٹے گئے۔ پکر بلو کی گانے والی "صحت منڈلی" نے گیت سنائے روزانہ لیکچر دینے کا پروگرام بھی ہوتا جن میں سے بیشتر تقریریں پکر بلو اور اُس کے دوست ڈاکٹر لبیکس نے کیں جو مگفورڈ کالج میں فٹ بال سکھاتے تھے اور "ہائی جین" اور دوسرے مضامین پڑھاتے تھے۔

ایک درجن کے قریب مشہور لوگوں کو، جن میں گشاف سونڈبلیئس اور ریاست کا گورنر بھی تھا، میلے میں آکر اپنا پیغام سنانے کے لئے مدعو کیا گیا۔ مگر بد قسمتی سے اُس ہفتے وہاں آنے کی کسی کو بھی فرصت نہیں ملی۔

جب میلے کا افتتاح ہوا تو لوگوں کا بڑا ہجوم تھا مگر پہلے روز ایک چھوٹی سی غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ مٹھائی بنانے والوں کی انجمن نے پکر بوتھ کے سامنے بڑے سخت الفاظ میں خوراک والے بوتھ کے اندر لگے ایک اشتہار کی عبارت کے خلاف احتجاج کیا جس پر لکھا تھا "بہت زیادہ مٹھائیاں کھانے سے دانت خراب ہو جاتے ہیں"۔ کچھ لوگوں کے روزگار کو چوٹ پہنچانے والا یہ بھی سے لگایا گیا یہ اشتہار فوراً اتار لیا گیا۔ اس کے بعد شہر کے ہر حلوائی نے اپنی دکانوں میں اس میلے کی تشہیر کی۔

تماشہ دکھانے والوں میں مارٹن ایروسمتھ سب سے زیادہ رنجیدہ شخص تھا۔ پکر بوتھ نے نمائش کی خاطر اس کے لئے ایک لیبارٹری قائم کر دی تھی جو کہ بالکل ایک اصل لیبارٹری دکھائی دیتی۔ بس کسر صرف یہی تھی کہ وہاں پانی کا انتظام نہ تھا اور کسی طرح کا شعلہ پیدا کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ تمام دن وہ لال سیاہی کے ایک مرکب کو ایک نلکی سے دوسری نلکی میں ڈالتا رہتا، اپنی خوردبین سے کسی چیز کا معائنہ کرتا رہتا (حالانکہ وہاں معائنہ کرنے والی کوئی چیز نہ تھی) اور لوگوں کے سوالات کا جواب دیتا رہتا جو جاننا چاہتے کہ جراثیم کو پکڑنے کے بعد انھیں کس طرح سے ہلاک کیا جاتا ہے۔

اس مصنوعی لیبارٹری میں مارٹن کی مدد کے لئے لیورا موجود ہوتی۔ سنجیدہ سی صورت بنائے نرس کے لباس میں وہ بہت ہی خوبصورت دکھائی دیتی۔ جب وہ بڑبڑاتا اور کڑھتا تو اس کی دبی دبی ہنسی سے مارٹن کے غصے کی آگ اور بھی تیز ہو جاتی۔ اس جگہ تعینات کئے گئے آگ بجھانے والے عملے کے "فائر مین" سے ان دونوں نے دوستی گانٹھ لی۔ یہ بہت ہی بڈھا آدمی تھا جو انہیں "فائر بریگیڈ" کی عمارت میں گھس آنے والی پالتو بلیوں کے قصے سناتا اور بیماریوں کے متعلق بھی کوئی الٹا سیدھا سوال نہ کرتا۔ اس نے انھیں کوئی بغیر خطرہ مول لئے چھپ کر سگرٹ پینے کا طریقہ بھی بتایا۔ سگرٹ پینے کی جگہ جہاں تلاش کی گئی تھی وہاں نمائش میں لوگوں کو دکھانے کے لئے نمونے کے دو چھوٹے چھوٹے مکان بنے تھے۔ سامنے بڑی سی تختی پر لکھا تھا "آگ سے بچو اور صفائی سے رہو"۔ ان میں ایک تو غلیظ سا مکان تھا جس کے اندر سرخ پتروں سے ان جگہوں کی نشان دہی کی گئی تھی جہاں آگ لگنے کا امکان ہو سکتا ہے۔ دوسرا رنگ روغن کیا ہوا صاف ستھرا سا مکان تھا۔ نمونے کے ان مکانوں کے پشت پر ایک کمرہ سا بنا تھا۔ اس میں ٹوٹی ہوئی کھڑکی بھی لگی تھی جس

بیماسے وہ بہ آسانی سگرٹ کا دھواں نکال سکتے تھے۔ اسی پناہ گاہ میں مارٹن، لیورا اور وہ اُکتایا ہوا "نارمن" دن میں کئی کئی بار آکر سستاتے اور سگرٹ پیتے۔ اسی طرح انھوں نے ایک ہفتہ گزار دیا۔

میلے میں ایک اور مصیبت آئی۔ خفیہ پولیس کا سارجنٹ جو سراغرسانی کے لئے نہیں بلکہ سگرٹ کے کاغذ سے چوہیا کی موت کا نظارہ دیکھنے آیا کرتا تھا ایک روز گھومتا گھامتا کرتب دکھانے والے خاندان کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اُس کی نظروں نے کچھ پہچانا اور وہ بھاگا بھاگا پولیس سٹیشن گیا جہاں سے وہ کچھ تصویریں لے کر واپس آیا اور پکر لو کو دکھا کر غرایا "یہی ہے نا وہ کرتب دکھانے والا خاندان جو سگرٹ نہیں پیتا، شراب نوشی نہیں کرتا، اور جنھیں تمہارے کہنے کے مطابق کوئی بُری عادت نہیں"۔

"ہاں ہاں یہی لوگ تو ہیں وہ۔ دیکھو کیسی اچھی صحت ہے اِن کی"۔

"ہوں بہتر ہے کہ ان لوگوں پر کڑی نظر رکھو۔ ڈاکٹر صاحب میں آپ کا تماشہ بگاڑنا نہیں چاہتا ——— ٹاؤن ہال میں کام کرتے والے ہم سب لوگوں کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیئے جب تک آپ کا میلہ ختم نہیں ہو جاتا میں انھیں یہاں سے نکالوں گا نہیں۔ مگر یہ تو ہالسٹن کے بدمعاشوں کا گروہ ہے۔ یہ آدمی اور عورت میاں بیوی نہیں ہیں؛ دونوں بچوں میں بھی صرف ایک ہی ان کا اپنا ہے۔ پہلے یہ لوگ یہاں کے قبائلی باشندوں کو شراب بیچا کرتے تھے مگر یہ کرتب دکھانے کا دھندہ شروع کرنے سے بیشتر ان کا خاص کام لوگوں کو ڈرا دھمکا کر پیسے وصول کرنا تھا۔ میں سفید کپڑوں میں خفیہ پولیس کے ایک آدمی کو ان پر نظر رکھنے کے لئے چھوڑ جاؤں گا تاکہ یہ کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کریں۔ مگر ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ میلہ تو بہت خوب لگایا ہے۔ شہر کے لوگوں کو صفائی کے طریقے سکھانے کے لئے آپکے اس ہمیشہ کے لئے ذہن پر منقش ہو جانے والے پیغام کی واقعی ضرورت تھی خدا آپ کو کامیاب کرے۔ اچھا یہ تو بتائیے کہ کانگرس کا ممبر بن جانے کے بعد آپ کو ایک سکریٹری کی ضرورت تو ہوگی۔ کیا آپ نے کوئی آدمی رکھ لیا ہے؟ میرا ایک بھتیجا بہت اچھا اسٹینوگرافر ہے۔ بڑا سمجھدار لڑکا ہے۔ آپ اُس پر ہر طرح کا اعتماد کر سکتے ہیں۔ دل میں رکھنے والی بات کبھی اُس کی زبان پر نہیں آتی۔ میں اُسے بھیج دوں گا، آپ اُس سے بات چیت کر کے دیکھیں لیں۔ اچھا خدا حافظ"۔

سینچر تک خفیہ پولیس کی اس رپورٹ کے علاوہ پکرلو نے کرتب دکھانے والوں میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں دیکھی۔ صرف ایک روز اُس نے اُن کے باپ کو اپنی صحت کا مظاہرہ کرنے کی تکان دور کرنے کے لئے سفری بوتل میں سے اپنے حلق میں شراب کا ایک لمبا وجد آور گھونٹ انڈیلتے ہوئے پکڑ لیا تھا۔ سینچر تک اور کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا۔

پکرلو کا یہ میلہ بہت ہی کامیاب رہا۔ آج تک کسی نمائش نے لوگوں کو صحت اور اخلاق کا ایسا اچھا سبق نہیں پڑھایا تھا اور نہ ہی کسی کی اتنی زیادہ واہ واہ ہوئی تھی۔ کانگرس کے اس حلقے میں چھپنے والے سب اخباروں نے کالم کے کالم اس میلے کی تعریف میں سیاہ کئے یہاں تک کہ ڈیموکریٹک پارٹی کے اخبارات نے بھی پکرلو کی مہم کا ذکر بڑے احترام سے کیا۔

لیکن سینچر کے روز، جو کہ میلے کا آخری دن تھا، ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا۔ اس روز زوروں کی بارش ہوئی تھی اور چھت برابر ٹپک رہی تھی۔ "ہیلتھی ہاؤسنگ بوتھ" کی نگرانی کرنے والی خاتون اسقدر بھیگ گئی کہ اُسے نمونیہ کا خطرہ ہو گیا اور اسی حالت میں اُسے گھر پہنچا دیا گیا۔ پھر دوپہر کے وقت جب کرتب دکھانے والا خاندان قوت و توانائی کا مظاہرہ کر رہا تھا تو اُن کے سب سے چھوٹے بچے کو مرگی کا دورہ پڑا۔ ابھی یہ ہنگامہ ہو ہی رہا تھا کہ ایک اور طرف سے شور اٹھا۔ ہوا یہ کہ جب تمبا کو نوشی کے نقصانات بتانے والی خاتون نے انجیکشن دے کر چوہیا کو ہلاک کیا تو زندہ جانوروں کی چیر پھاڑ کے خلاف مظاہرہ کرنے والی ایک اور خاتون (یہ بھی شکاگو ہی کی رہنے والی تھی) غیظ و غضب کے عالم میں اُس پر برسنے لگی۔

اُن دونوں عورتوں اور اُس بد نصیب چوہیا کے گرد ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ چوہے مارنے والی کو دوسری عورت نے قاتل، بے شرم، ڈائن، ملحد اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہا۔ اس کے جواب میں وہ بیچاری روتی رہی اور پولیس کو بلاتی رہی۔ آخر میں اُس نے چوہے مارنے والی پر چیخ کر طعنہ دیا۔ "اور یہ جو تم نے سائنسداں بننے کا ڈھونگ رچا رکھا ہے اس کے متعلق بھی میں سب جانتی ہوں۔" بس یہ سن کر پہلی عورت کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اپنے پلیٹ فارم سے کود کر اُس نے دوسری عورت کے بال پکڑ لئے اور چلا کر بولی "میں بتاتی ہوں تمہیں کہ میں کتنی بڑی سائنسداں ہوں!"

پکرلو نے ان دونوں عورتوں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی مگر پارٹن اس تماشے پر دل
ہی دل میں بہت خوش ہوا اور وہ پورا اور اپنے اسسٹنٹ فائرمین "دوست" کے ساتھ دور
کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔ ادھر پکرلو نے جب بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی تو دونوں عورتوں نے
اُسے بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا پھر جب اُن دونوں کو چھڑا لیا گیا تو وہ بیچارہ سب طرف
سے لوگوں کی ہنسی کا نشانہ بنا۔ اس ماحول میں پکرلو کو الیکشن جیتنا بھی مشکل نظر آنے لگا

دو بجے کے قریب جب بارش دھیمی ہو گئی اور دوپہر کو کھانا کھانے کے بعد لوگ
جوق در جوق وہاں آنے لگے تو عورتوں کی لڑائی کا قصہ ہر شخص کی زبان پر تھا۔ اس وقت
فائرمین اپنی پناہ گاہ میں سگریٹ پینے کے لئے چلا گیا۔ اس وقت وہ اداس سا تھا اور اسے
فائر بریگیڈ کے دفتر میں ساتھیوں کے ساتھ تاش کھیلنا یاد آ رہا تھا۔ اسی سوچ میں اس
نے سگریٹ سلگا کر جلتی ہوئی دیا سلائی اس نمونے کے چھوٹے سے مکان کے پچھلے آنگن میں
پھینک دی۔ اس کھلونے سے مکان پر حال ہی میں رنگ روغن کیا گیا تھا لہٰذا دیا سلائی
نے بالکل ویسا ہی اثر کیا جیسے پٹرول کو آگ دکھائی جاتی ہے۔ فوراً ہی آگ لگ گئی اور
شعلوں نے ساری جگہ کو گھیر لیا۔ سب لوگ گھبرا کر باہر نکلنے کو بھاگے۔

مگر اس لکڑی کی شکستہ سی چار دیواری میں باہر نکلنے کے بیشتر راستوں کو پختہ بنا کر
بند کر دیا گیا تھا۔ اس لئے جب سارے ہجوم نے بیک وقت باہر نکلنے کی کوشش کی تو بڑی
بھگدڑ مچی اور چیخ و پکار ہونے لگی۔ بہت سے بچے پاؤں کے نیچے کچلے گئے۔

آمس پکرلو نہ تو کاہل تھا اور نہ ہی ڈرپوک۔ اس وقت جب سب لوگ گھبرائے
ہوئے تھے اور ہر طرف سے چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی تو وہ اچانک وہاں آ موجود ہوا جیسے
آسمان سے اتر آیا ہو۔ آگے آگے اس کی آٹھ لڑکیاں تھیں جو "ڈکسی" نام کا گیت گا رہی تھیں۔
پکرلو کا سر بلند تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور وہ باہیں پھیلا پھیلا کر لوگوں کو شانت
ہو جانے کی اپیل کر رہا تھا۔ ہجوم کے قدم رک گئے۔ ایک کمانڈر کے سے انداز میں اس
نے لوگوں کو آہستہ آہستہ حفاظت سے باہر نکالا اور پھر آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف
توجہ کی۔

خوش قسمتی سے بارش کے باعث ساری عمارت کو آگ نہیں لگی تھی بارش نمائش گیں اور کرتب دکھانے والوں کا باپ شعلوں کو بجھانے میں مصروف تھے۔ سوائے اُس چھوٹے سے صاف ستھرے مکان کے جو نمائش کی خاطر بنایا گیا تھا اور کسی چیز کا نقصان نہیں ہوا اور وہ ہجوم جو خوف و دہشت کی وجہ سے باہر چلا گیا تھا اب اس کرشمے پر تعجب کرتا ہوا واپس اندر آ گیا۔ اس وقت سب لوگوں کا ہیرو "آلمس پکر بو" تھا۔

دو گھنٹے کے اندر اندر مقامی اخباروں نے اپنے ضمیمے بھی چھاپ دیئے جس میں لکھا تھا کہ پکر بو نے نہ صرف لوگوں کو صحت کا سبق سکھانے کے لئے ایک عدیم المثال عجوبہ منظم کیا ہے بلکہ اُس نے اپنی ہمت اور قیادت کرنے کی صلاحیت سے سینکڑوں لوگوں کو کچلے جانے سے بچایا ہے۔ پکر بو کی تعریف میں جو ہزاروں کالم سیاہ ہوئے تھے اُن میں سے صرف یہی ایک بات حقیقت پر مبنی تھی عام لوگ چاہے میلہ دیکھنے آئے ہوں یا پکر بو کو دیکھنے کے لئے پہنچے ہوں یا چاہے آگ کی تباہی دیکھنا مقصود ہو یا عورتوں کی لڑائی سے محظوظ ہونا مگر اس میں شک نہیں کہ اُس روز وہاں آدھا شہر اُمڈ پڑا تھا۔ اور جب پکر بو اپنا آخری لیکچر دینے کے لئے پلیٹ فارم پر آیا تو لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے تالیاں بجائیں۔ دوسرے روز جب اُس الیکشن مہم کا آخری ہفتہ شروع کیا تو سارے ضلع میں اُس کی دھوم مچی ہوئی تھی

(۲)

پکر بو کا مخالف چھوٹے سے قد کا ایک مکروہ صورت وکیل تھا۔ یہ شخص ریاست کی سینٹ کا ممبر، لفٹیننٹ گورنر اور ضلع کی عدالت کا جج بھی رہ چکا تھا۔ ڈیموکریٹک پارٹی کا نعرہ "پکر بو سے نکما امیدوار" صحت کے میلے کی تعریف کے شور میں ڈوب گیا۔ وہ موٹر میں گھوم گھوم کر جگہ جگہ تقریریں کرتا اور کہتا "میں کوئی عہدہ لینے کے لئے الیکشن نہیں لڑ رہا بلکہ میں ساری قوم کو صحت کے متعلق اپنا پیغام سنانے کے لئے آپ کے پاس ووٹ لینے آیا ہوں"۔ اس زمانے میں ہر طرف دیواروں

پر یہ اشتہار لگا تھا۔

مردِ مجاہد ڈاکٹر و شاعر
بگرلو کو
کانگرس کا ممبر بنائیے

آپ صرف ایک بار اُسے ووٹ دیجیے اور وہ سارے ملک سے بیماریوں کے جراثیم کو نیست و نابود کر دے گا"

بڑے بڑے جلسے کئے گئے۔ بگرلو نے حالانکہ اپنے سیاسی نظریات کے متعلق بہت کچھ کہا مگر ہمیشہ مبہم انداز میں۔ وہ یورپ کی جنگ میں کودنے کے سخت خلاف تھا مگر ساتھ ہی اس نے لوگوں کو بڑی صدقِ دلی سے یقین دلایا کہ وہ اس تباہی و بربادی کو ختم کرنے کے لئے حکومت کی ساری طاقت استعمال کرنا چاہتا ہے۔ وہ ٹیکس اور محصول کی شرح بڑھانے کے حق میں تو ضرور تھا مگر یہ بھی چاہتا تھا کہ یہ ٹیکس اس طرح سے لگائے جائیں کہ ضلع کے کسان سب چیزیں سستے داموں خرید سکیں۔ مزدوروں کو بھی وہ اچھی تنخواہیں دلوانا چاہتا تھا مگر ساتھ ہی صنعت کاروں تاجروں اور بڑے بڑے زمینداروں کی خوشحالی کے تحفظ کے لئے بھی وہ ایک چٹان کی طرح کھڑا تھا۔

اس وقت جبکہ الیکشن کا یہ ہنگامہ زوروں پر تھا۔ نوٹلس میں بگرلو کے افسر اور عزیز دوست مسٹر بگ کو میئر کے عہدے پر دوبارہ منتخب کرنے کے لئے چھوٹے پیمانے پر بڑی ہوشیاری سے ایک اور مہم چلائی جا رہی تھی۔ مسٹر بگ بڑی مسکین سی صورت بنائے اپنے دفتر میں بیٹھے رہتے اور جو کوئی بھی اُن کے پاس آتا اُس کے ساتھ وہ ہر طرح کا وعدہ کر لیتے۔ اب اُن کے پاس ہر طرح کے لوگ آتے تھے، پادری، قمار باز، جی اے۔ آر (گرینڈ آرمی آف دی ریپبلک) کے کار آزمودہ کارکن، سرکس کمپنیوں کے ایجنٹ، پولیس کے سپاہی اور شریف اور پاکباز خواتین۔ سوائے سوشلسٹ خیالات رکھنے والے اُن شورش پسندوں کے جن کے خلاف اُنھوں نے شہر میں ایک مورچہ بنا رکھا تھا وہ اُن سب لوگوں کے مطالبات پورا کر لینے کا وعدہ کر لیتے۔ اپنی تقریروں میں بگرلو مسٹر بگ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا کہ اُنھوں نے بڑے خلوص اور ایمانداری سے شہر کی بہبودی کے لئے چلائی جانے والی ہر تحریک کا ساتھ دیا ہے۔ اور جب بگرلو نے (بڑی نیک نیتی سے) درخواست کی کہ میئر صاحب

اگر میں کانگرس کا ممبر ہو کر واشنگٹن چلا گیا تو میری جگہ آپ ایڈ سمتھ کو یہ عہدہ دے دیجئے گا۔ ایڈ سیاست کے بارے میں کچھ نہیں جانتا مگر بہت دیانتدار شخص ہے!" تو اس درخواست پر بگ سپکر لو سے وعدہ کر لیا اور ہر طرف صلح و آشتی کا دور دورہ ہو گیا......... مسٹر ایف۔ ایکس۔ جارڈن کے متعلق کسی نے کچھ نہیں کہا!

ایف۔ ایکس۔ جارڈن ایک ٹھیکیدار تھا جو سیاست میں دلچسپی رکھتا تھا۔ پکر لو نے پچھلے الیکشن میں اس پر بے ایمان ہونے کا الزام لگایا تھا۔ پچھلی دفعہ جب پکس اصلاحات کو اپنا موقف بنا کر منتخب ہوا (حالانکہ اس کے بعد اصلاحات کے نظریئے کو عملی شکل دینے کے لئے [illegible] بنا دیا گیا تھا) ٹریگ اور پکر لو دونوں نے جارڈن کو "خطرناک آدمی" کا خطاب دیا تھا۔ مگر مسٹر ٹریگ اتنے نرم دل اور مہربان طبیعت کے تھے کہ اس بار الیکشن کی مہم میں انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے مسٹر جارڈن کے جذبات مجروح ہوں۔ تو اب یہ مسٹر جارڈن کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ غیر قانونی شراب خانوں اور ایسی دوسری جگہوں پر لوگوں سے اس انداز میں گفتگو کریں جیسے انھوں نے مسٹر ٹریگ کو معاف کر دیا ہو۔

الیکشن کے دن شام کے وقت مارٹن اور لیورا پکر لو کے گھر بیٹھے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے۔ انھیں جیت جانے کا پورا یقین اور بھروسہ تھا۔ سیاسی ہنگاموں سے مارٹن کو کبھی دلچسپی نہ رہی تھی مگر اس وقت وہ پکر لو کے چہرے پر دکھاوے کا زبردست اطمینان دیکھ رہا تھا جس سے گھبراہٹ ختم ہو رہی تھی۔ اس سے اس کے دل میں بھی ایک طرح کی ہلچل مچ گئی۔ پھر اخبار کے دفتر سے ٹیلی فون آیا۔ "لوگو "بڑا دل" رکھے رہو ——— پکر لو دو اور ایک کے فرق سے جیت رہا ہے؟" اس کے بعد گھر کے سامنے سے لوگوں کا ہجوم "پکر لو زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے گزرا تو اس پر بھی جوش و خروش کی کیفیت طاری ہو گئی۔ گیارہ بجے جیت یقینی ہو گئی تھی اور مارٹن حالانکہ ہمیشہ بے یقینی کا شکار رہتا تھا مگر اب اسے احساس ہونے لگا کہ وہ محکمہ صحت کا ڈائرکٹر ہو گیا ہے اور دس ہزار جانوں کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آپڑی ہے۔

اس نے تشویش بھری نظروں سے لیورا کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش مسکراہٹ میں اسے بھروسے اور اعتماد کی جھلک نظر آئی۔ آرچڈ ساری شام مارٹن سے کچھ کھچی کھچی سی رہی تھی اور لیورا کے

ساتھ اُلفت و محبت کا اظہار کرتی رہی تھی۔ اب جبکہ بکر لو کی جیت یقینی ہو گئی تو وہ اُسے نچھلے کمرے میں لے گئی "میں واشنگٹن جا رہی ہوں، تم سے دور ۔۔۔۔۔۔ مگر تمہیں کیا پروا ہے!" اُس کی آنکھوں سے یاس و حسرت سے کسی اور بیچارگی جھوتی پڑی تھی۔ مارٹن نے اُسے چمٹا لیا اور آہستہ سے بولا "میری پیاری بچی، میں تمہیں جانے نہیں دوں گا" گھر واپس آتے ہوئے وہ ڈاکٹر بننے کے مسائل سے کہیں زیادہ لیورا کی آنکھوں کے متعلق سوچتا رہا تھا۔

صبح جب وہ بیدار ہوا تو اپنے آپ کو لعن طعن کرنے لگا۔ کیا مجھے کبھی عقل نہ آئے گی؟ کیا اتنا تجربہ حاصل کرنے کے بعد بھی تمام عمر بے وقوفوں کی سی حرکتیں کروں گا؟ کیا یہ کہانی کہیں ختم بھی ہو گی؟

اس کے بعد اُس نے آرچڈ کو صرف ایک بار ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر دیکھا۔ یہ اُن کی آخری ملاقات تھی۔

جب بکر لو اور اُس کا خاندان وہاں سے چلا گیا تو لیورا کی زبان سے یہ سن کر اُسے بہت تعجب ہوا "ڈیئر پیارے، میں جانتی ہوں اپنی آرچڈ سے جدا ہو کر تمہیں کیسا بُرا لگ رہا ہے۔ تمہارے لئے تو گویا بہار چلی گئی۔ واقعی وہ شگوفہ تھی۔ مجھے تم سے بہت ہمدردی ہے

۔۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے بشرطیکہ تم اُسے پھر نہ ملو!"

(۳)

روزنامہ "نوٹیلس کارنفیلڈ" نے بہت بڑی سرخی جمائی۔

آلمس بکر لو الیکشن میں جیت گئے۔

کانگرس کے لئے منتخب ہونے والا پہلا سائنسدان

پاسٹیر اور ڈارون کے جانشین ریاست کے کاموں میں بھی ہاتھ بٹانے لگے۔

نتیجہ نکلنے کے بعد فوراً ہی بکر لو اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔ اُس نے بتایا کہ وہ کانگرس کا اجلاس شروع ہونے سے پہلے ہی قانون سازی کے طریقۂ کار کا مطالعہ کرنے اور ایک ذریعت

کی ضرورت کا پروپیگنڈہ کرنے کے لئے واشنگٹن جا رہا ہے اُس کی جگہ پر مارٹن کی تقرری کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کرنی پڑی۔ ڈیری کا مالک کلاپ چیک اُس کا سخت مخالف تھا۔ ارونگ ڈائرکٹر نے اپنے ساتھی ڈاکٹروں میں سرگوشیاں شروع کر دیں کہ مارٹن اگر ڈائرکٹر ہو گیا تو وہ ان [illegible] سسٹم کے خیراتی شفاخانوں کی تعداد میں اضافہ کر دے گا۔ اُدھر الف۔ ایکس جارڈن ایک اور نجیب زادہ ڈاکٹر کو اپنا امیدوار بنا کر اُسے ڈائرکٹر کا عہدہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ [illegible] گرد جمع کے لوگ ——— ٹریڈ گولڈ، شیل، مورنٹی، مگفوڈ وغیرہ بھی اُس کی مدد کو آ گئے۔

مارٹن فکر و تردد میں ڈوبا ہوا ٹریڈ گولڈ کے پاس گیا۔ یہ کیا لوگ مجھے پسند نہیں کرتے ہیں مجھے جارڈن کا مقابلہ کرنا چاہیے یا نہیں لعنت بھیجوں اس جھنجھٹ پر؟

ٹریڈ گولڈ نے اُسے اطمینان دلایا۔ مقابلہ؟ ارے کس بات کا مقابلہ؟ جس بینک سے میڈیکل نے قرضہ لے رکھا ہے اُس کا میں حصے دار ہوں۔ تم سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ دوسرے روز مارٹن کی تقرری ہو گئی مگر تاہم مقام ڈائرکٹر کے طور پر اور تنخواہ بھی چار ہزار ڈالر کی بجائے ساڑھے تین ہزار مقرر ہوئی۔

اُس وقت اُسے پتہ نہ چلا کہ وہ چالاک سیاستدانوں کی مات کھا گیا ہے۔

میڈیکل نے مارٹن کو بلایا اور زیر لب مسکراتے ہوئے اُسے کہنے لگا۔

ڈاکٹر کچھ لوگ تمہارے مخالف ہیں کیونکہ تم ابھی نو عمر ہو اور تمہاری جان پہچان کا دائرہ بھی محدود ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ میں کچھ عرصے کے بعد تمہیں پورا ڈائرکٹر بنا دوں گا ——— بشرطیکہ تم قابل اور لوگوں میں ہر دلعزیز ثابت ہوئے۔ اس دوران میں تم کوئی سخت قدم اُٹھانے سے احتراز کرو۔ اگر ایسی ویسی بات ہو تو مجھ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اس شہر کے مزاج کو اور یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کو میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔

(٤)

جس روز بکر کو واشنگٹن کے لیے روانہ ہونا تھا اُس دن اچھا خاصا جشن سا ہو گیا۔ بارہ سے دو بجے تک جو شخص بھی دفتر میں آیا چیمبر آف کامرس کی طرف سے اُسے "ہاٹ ڈاگ" مٹھائی اور کافی پر مشتمل گرم گرم ناشتہ کھلایا گیا۔ اس کے علاوہ عورتوں کو جو بیگم ملک کی [illegible] کو ہوٹلوں کے بنے بڑھیا قسم کے جوڑے پیش کئے گئے۔

گاڑی تین بجکر پینتیس منٹ پر روانہ ہوئی۔ گاڑی میں بیٹھے بے خبر اور بھولے بھالے مسافر سٹیشن پر جمع ہوئی ہزاروں کی بھیڑ کو بڑی حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔

پلیٹ فارم کے آخر میں میر بیگ ایک بکس پر کھڑا یہ تماشہ دیکھ رہا تھا۔ ہوٹلز کے کارنٹ بینڈ نے تین قوم پرستانہ گیتوں کی دھنیں بجائیں۔ بکر پلیٹ فارم پر آ کر کھڑا ہوا۔ اس کے خاندان کے باقی سب افراد بھی اُس کے ساتھ تھے۔ جب اُس نے قوم کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

زندگی میں پہلی بار وہ ہکلایا۔ "میرا خیال ہے میں اس وقت کوئی تقریر نہیں کر سکوں گا۔ میرا دل بھر آیا ہے۔ میرا ارادہ تو تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے اپنے کچھ خیالات کا اظہار کروں۔ اگر بھائیو اس حالت میں میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ سب لوگوں نے میرا انتخاب کیا ہے میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔ میں اپنی پوری صلاحیت سے آپ کی نمائندگی کروں گا۔ خدا آپ پر اپنی رحمت کی بارش کرے۔"

گاڑی حرکت میں آئی اور بکر دور تک جب تک سٹیشن پر لوگوں کی بھیڑ نظر آتی رہی، کھڑا ہاتھ ہلاتا ہوا الوداع کہتا رہا۔

گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو مارٹن نے لیورا سے کہا "کیا خوب آدمی ہے یہ بھی۔۔۔"

"نہیں، خدا کی قسم وہ ہرگز اچھا آدمی نہیں ہے۔ عام طور پر بُرے لوگوں کو اگر صاحبان سمجھ کے برداشت کر لیا جاتا ہے کہ وہ رحمدل ہوتے ہیں۔ اور یہ یہاں چپ چاپ بدھوؤں کی طرح خاموش بیٹھا اس

ہنگامے کو دیکھتا رہا ہوں لوگوں نے اس طوفانِ بدتمیزی کو سارے ملک پر چھا جانے کی اجازت دے دی۔ میں دیکھتا رہا اور ایک لفظ بھی میرے منہ سے نکلا۔ جہنم میں جائے یہ سب۔ دنیا میں کوئی چیز سیدھے طریقے سے بھی ہوتی ہے؟ اچھا آداب دفتر چلیں۔ کل سے میں بڑی ایمانداری سے اپنا کام شروع کروں گا۔"

باب چوبیسواں

مارٹن نے کسی خاص تنظیمی صلاحیت کا مظاہرہ تو نہیں کیا مگر اُس کی سرکردگی میں ڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ" کی شکل صورت بالکل بدل گئی۔ ڈاکٹر روفس آکسفورڈ کو اُس نے اپنا معاون بنایا۔ یہ ایک چاق چوبند نوجوان تھا جس کی سفارش ڈوین نے میکمبر سے سوانے کی تھی۔ معمول کا کام جیسے بچوں کا معائنہ، چھوت کی بیماریوں کے مریضوں کو علیحدہ کرنا، تپِ دق سے بچاؤ کے لئے پرچوں کے ذریعے لوگوں کو ہدایات دینا وغیرہ وغیرہ تو پہلے کی طرح چلتا رہا۔

اشیائے خوردنی کا معائنہ زیادہ احتیاط اور مکمل طور سے ہونے لگا کیونکہ مارٹن کو پکرایتی طرح اُن ان پڑھ قسم کے انسپکٹروں پر زیادہ اعتماد نہیں تھا۔ ان میں سے ایک انسپکٹر کو تو اس نے تبدیل کر دیا جس پر ضلع "ہوم ڈیل" کی جرمن آبادی میں بہت ناراضگی پھیلی۔ علاوہ اس کے اُس نے چوہوں اور مکھیوں کو مارنے کے سوال پر بھی سنجیدگی سے غور کیا اور اہم اعداد و شمار کو پیدائش و اموات کے مندرجات سے زیادہ اہمیت دی۔ ان اعداد و شمار اور دوسری تفصیلات کی امداد کے متعلق مارٹن کا نظریہ سن کر محکمہ صحت کے کلرک کو بہت ہنسی آئی۔ اُس نے ہدایات کی کہ بیماری کی رفتار اور شدت پر نسل، پیشے اور کئی دوسری باتوں کا جو اثر پڑتا ہے اس کا ریکارڈ تیار کیا جائے۔

ایک اور حیران کن بات یہ تھی کہ مارٹن اور روفس آکسفورڈ کو کام کیلئے بہت وقت مل جاتا تھا۔ مارٹن نے پکرلی کی مصروفیات کا حساب لگاتے ہوئے سوچا کہ وہ اپنا آدھا وقت تیمی اور تقریریں کرنے میں گزارتا ہو گا۔

پہلی غلطی تو اُس نے یہ کی کہ آکسفورڈ سے کہا کہ وہ ہفتے میں کچھ روز شہر کے خیراتی شفاخانے میں جاکر کام کیا کرے جہاں پہلے ہی ڈوڈ آدھے وقت کے ڈاکٹر کا کام کیا کرتے تھے۔ اس پر ضلع ایلرنجلین کی میڈیکل سوسائٹی کے ممبروں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ مارٹن ایک روز ریستوراں میں بیٹھا تھا تو ارونگ واٹرز اُس کی میز کے پاس آکر بولا۔

”میں نے سنا ہے کہ تم نے شفاخانے کا اسٹاف بڑھادیا ہے؟“

”ہاں“

”کیا اسٹاف میں اور اضافہ کروگے؟“

”ہاں خیال تو اچھا ہے۔“

”سنو مارٹ، تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اور میری بیوی نے تمہیں اور لیورا کو بڑے بڑے لوگوں سے متعارف کرانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مجھے تو ونے میک میں پڑھنے والے ہر دوست کی مدد کرنے میں بہت خوشی ہوتی ہے۔ مگر تم جانتے ہو ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ غریبوں کے لئے مفت طبی سہولیات مہیا کرنے کا تو میں مخالف نہیں ہوں مگر ان بہت سے کاہل، اور مفت خورے لوگوں کا مفت علاج کرکے شریف ڈاکٹروں کا روزگار چھیننا کہاں تک واجب ہے جو لوگ پیسہ دے سکتے ہیں اگر تم مفت علاج کرانے کے لئے اُن کی ہمت افزائی کروگے تو یہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کی ہتک ہوگی جو خدا جانے خیراتی کاموں میں کتنا وقت صرف کرتے ہیں۔۔۔“

مارٹن کا جواب نہ دانشمندانہ تھا اور نہ ہی موثر!

”ارونگ میری جان تم اور تمہارے ڈاکٹر جہنم میں جائیں!“

اس کے بعد جب بھی ان لوگوں کا آمنا سامنا ہوتا تو وہ آپس میں کوئی بات نہ کرتے۔

معمول کے کاموں میں بغیر کسی طرح کا خلل ڈالے اب اُسے لیبارٹری میں بھی بے فکر ہو کر کام کرنے کا موقع مل جاتا۔ شروع شروع میں تو وہ اس قدر انہماک سے اس میں جٹ گیا کہ سوائے اپنے تجربے کے اُسے کسی چیز کا ہوش ہی نہ رہا۔

وہ مختلف ڈھیریوں سے حاصل کئے ہوئے جراثیم کا لگاتار معائنہ کر رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں خاص طور پر سکلاپ جک اور جرثومہ بی کا خیال تھا۔ اتفاق سے اُسے نظر آیا کہ باقی جانوروں

کے مقابلے میں بھیڑ کے خون میں سرخ جسیموں کو ختم کرنے والے مادّے کی انتہا بہتات ہے کیا وجہ ہے کہ یہی جرثومے خرگوش کے مقابلے میں بھیڑ کے خون میں سرخ جسیمے کو جلدی اجذب کرتا ہے؟

اس نے اپنے سے سوال کیا۔

یہ درست ہے کہ محکمہ صحت کے ایک ماہر جراثیمیات کو اپنا سرکاری کام چھوڑ کر اس طرح کے تجسس میں وقت ضائع کرنے کا کوئی حق نہیں مگر مارٹن کے اندر بیٹھے ہوئے تحقیق کے شیدائی نے معمول کا بندھا ٹکا کام کرنے والے ڈاکٹر کو نکال باہر کر دیا تھا۔

یہاں تک کہ مریضوں کے تھوک میں دق کے جراثیم خطرناک حد تک بڑھنے لگے تو اس نے اس طرف توجہ نہ کی۔ وہ تو سرخ جسیموں کو ختم کرنے والے مادّے کی افراط کا سبب جاننا چاہتا تھا۔ اس نے کوشش کی کہ یہی جرثومے خون کو تحلیل کرنے والا زہر کلچر کے توسط سے ۲۴ گھنٹے میں پیدا کریں۔ وہ سارا دن بیٹھا اسی مسئلے پر سوچتا رہتا۔ اس نے چھ گھنٹے میں تیار ہو جانے والے کلچر کو آزمایا۔ اس نے سطح پر تیرنے والے سیال مادّے کو مشین سے پیدا کیے ہوئے کلچر سے ملایا، خون کے سرخ جسیمے کو الگ کیا، اور جراثیم پیدا کرنے والی مشین میں ڈال دیا۔ دو گھنٹے بعد جب وہ واپس لوٹا تو خون کے خلیے تحلیل ہو چکے تھے۔

اس نے لیورا کو ٹیلی فون کیا "لی، کھانے کو کچھ ہے۔۔ بھاگم بھاگ کچھ سینڈوچ ڈبے میں ڈال کر یہاں آجاؤ۔"

ابھی آتی ہوں لیورا نے کہا

جب وہ وہاں پہنچی تو مارٹن نے بتایا کہ یہ دریافت اتفاقیہ ہو گئی ہے۔ اور ویسے سائنس کی تمام دریافتیں اتفاقیہ ہی ہوتی ہیں اور دنیا کا بڑے سے بڑا سائنس دان صرف یہی کر سکتا ہے کہ اپنی اتفاقیہ دریافت کے نتائج کی قدر و قیمت کا جائزہ لیا کرے

اس کی آواز سے کچھ ذہنی پختگی اور غصے کا اظہار ہوتا تھا۔

لیورا ایک کونے میں بیٹھی سر کھجاتی رہی اور ایک طبی رسالہ پڑھتی رہی تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ لیبارٹری میں کام آنے والے سٹوو کے دھیمے سے شعلے پر کافی گرم کرتی۔ دفتر کا عملہ جس وقت صبح وہاں پہنچا تو انھوں نے وہاں ایک ایسا منظر دیکھا جو آلمس یکسر کے

زمانے میں کبھی نہ دیکھنے کو ملا تھا۔ محکمہ صحت کا ڈائرکٹر جراثیم کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ جا رہا تھا اور اس کی بیوی لیبارٹری میں رکھی جلی سی میز پر سو رہی تھی۔

مارٹن نے ڈاکٹر آکسفورڈ سے بڑی بلند آواز میں کہا: "مس میری بچی مدد کرو۔ اپنا دفتر کے کام کی ذمہ داری تم سنبھال لو ـــ میں تھک کر چور ہو گیا ہوں ـــ مجھ میں ذرا بھی سکت نہیں۔ لیورا کو گھر لے جاؤ اور اسے ایک دو انڈے ابال دو اور اگر میرے لئے اسنٹ ٹرائل سٹی ریستوران سے "ڈانور" کا سینڈوچ لا سکو تو بہت اچھا اور کیا کر سکو گے اتنا سارا کام؟"

"آپ فکر کیوں کرتے ہیں سب ہو جائے گا۔"

مارٹن نے اپنے تجربے کو دہرایا اور سرخ جسیموں کو ختم کرنے والے مادے کے لئے اپنے جراثیم پرورده کو دو، چار، چھ، آٹھ، دس، بارہ، چودہ، سولہ، اور اٹھارہ گھنٹوں کی پرورش کے بعد انھیں پھر آزمایا۔ اس نے دیکھا کہ یہ مادہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں چار اور دس گھنٹو والے تجربے میں پیدا ہوتا ہے۔ اس نے انھیں پیدا کرنے کا ایک فارمولا تیار کرنا شروع کیا اس تجربے کے لئے اس نے بہت جدوجہد کی اور بڑا پسینہ بہایا۔ پھر اس پر انکشاف ہوا کہ ریاضی میں اس کا علم سکول کے طالب علموں کے معیار کے برابر بھی نہیں رہا اور سائنس تو وہ سب کی سب بھول چکا ہے اس نے بغیر کسی ترتیب اور تسلسل کے اپنی کیمسٹری کو بروئے کار لانا شروع کیا۔ ریاضی کے ساتھ سر کھپایا اور ڈھیرے ڈھیرے اپنے تجربے کے نتائج دیکھا کر لیا۔ یہاں تک کامیابی حاصل کرنے کے بعد وہ سوچنے لگا کہ شاید اس تجربے کی بنیاد پر وہ اپنا مقالہ چھوت کی بیماریوں کے جریدے میں شائع کروانے میں کامیاب ہو جائے۔

آلمس پکر بو سائنس کے موضوعات پر اپنے مقالات اکثر چھپواتا رہتا تھا۔ اس کے یہ مضامین واشنگٹن ویسٹ میڈیکل کوارٹرلی" میں چھپتے تھے۔ اس جریدے کے چودہ ایڈیٹر دل میں اس کا نام بھی تھا اس نے سرطان اور مرگی کے جراثیم دریافت کئے تھے۔ اس قسم کی دریافت کرنے، رپورٹ لکھنے اور اسے منظور کروانے میں اسے عموماً صرف پندرہ دن لگتے تھے۔ مارٹن بیچارے کو ایسی سہولیت کہاں نصیب تھی۔

اس نے کئی بار تجربہ کیا، گالیاں دیں، لیورا کو جگائے رکھا اور اسے سیڑیا بنانے

کا طریقہ سکھایا۔ ٹیبل کام کی وجہ سے وہ چڑچڑا سا ہو گیا۔ بات بات پر وہ لیورا سے اُلجھتا
یا سٹینوگرافر کو ڈانٹتا۔ جاناتھن ایڈورڈز کانگریگیشنل چرچ کے پادری نے بائبل کلاس میں تقریر
کرنے کے لیے اُسے کئی بار ٹیلیفون کیا مگر وہ اپنے دفتر میں ملتا ہی نہ تھا۔ اسی طرح مہینوں
گزر گئے اور تجربہ باقی مقدار پھر بھی حل نہ ہو سکا۔

سب سے پہلے میئر صاحب نے اُسے اس روٹین پر ٹوکا۔ ایف۔ ایکس جارڈن کے
ساتھ برج کی بہت ہی دلچسپ بازی لگا کر وہ نو بجے واپس لوٹ رہے تھے۔ جلد بستر پر
لیٹنے کے خیال سے وہ ٹاؤن ہال کے پیچھے والی گلی میں مڑ گئے تو دیکھا کہ اُداس اور تھکا
ہوا مارٹن جراثیم والی مشین میں معائنہ کرنے والی نلکیاں ڈال رہا ہے اور لیورا ایک کونے
میں بیٹھی سگریٹ پی رہی ہے۔ دوسرے روز اُس نے مارٹن کو بلایا اور اُس کی روٹین پر احتجاج
کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر، میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہتا، میری عادت
خواہ مخواہ دخل دینے کی نہیں ہے۔ مگر اتنی بات ضرور کہوں گا کہ پکرلو جیسے سمجھدار آدمی سے تربیت
حاصل کرنے کے بعد تمہیں اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ لیبارٹری میں اتنا وقت ضائع کرنا کس
قدر بے وقوفی کی بات ہے خاص طور پر جبکہ ہم لیبارٹری میں کام کرنے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ
آدمی ایک سو بیس ڈالر ماہوار پر حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ اُن لوگوں کو خوش
رکھیں جو شہری انتظام پر ہمیشہ تنقید کرنے لگتے ہیں۔ آپ جلسوں اور گرجوں میں جائیں اور [illegible]
پیغام سنائیں!"

'شاید وہ ٹھیک ہی کہتا ہے'، مارٹن نے سوچا، 'میں تو ایک فضول سا ماہر جراثیمیات ہوں۔
یہ تجربہ تو میں کبھی بھی پورا نہ کر سکوں گا۔ یہاں تو میرا کام یہ ہے کہ سڑکوں پر تھوکنے والوں کی عادت
سدھاروں۔ کسی اور کام پر عوام کا روپیہ ضائع کرنے کا مجھے کیا حق ہے؟'

مگر اسی ہفتے اُس نے اخبارات میں مک گرک انسٹی ٹیوٹ آف بائیالوجی
کا شائع کردہ یہ اعلان پڑھا کہ ڈاکٹر میکس گاٹلیب نے خون کے ضد اجسام
کے مرکب اور ترتیب سے "در ڈ" بنالی ہے..

مارٹن نے اس افسردہ صورت گاٹلب کا مشاہدہ کیا اور دل میں سوچا کہ اس کامیابی پر خوش ہونے کی بجائے وہ شخص کمرہ بند کر کے اخباروں کو ان کی مبالغہ آرائی پر کوس رہا ہوگا۔ پھر جب مارٹن کے ذہن میں گاٹلب کی تصویر کے نقوش واضح اور صاف نظر آنے لگے تو اسے یوں لگا جیسے وہ کسی ریگستان میں تعینات کیا ہوا چھوٹے درجے کا فوجی افسر ہے جسے ابھی ابھی معلوم ہوا ہو کہ اس کی پرانی رجمنٹ سرحد کی کسی دلچسپ مہم میں حصہ لینے کے لئے جا رہی ہے۔

اس کے بعد لیک کینڈلیس والا حادثہ ہوا

(۲)

مسز لیک کینڈلیس کسی زمانے میں سوسائٹی گرل تھی۔ پھر وہ نرس ہو گئی، پھر ایک شخص کی داشتہ بنی۔ اور اس کے بعد اس نے تھوک کے بیوپاری مسٹر لیک کینڈلیس سے شادی کر لی جو اپاہج ہو چکا تھا۔ یہ شخص بہت بڑی جائیداد کا مالک تھا اور جب وہ مرا تو یہ عورت ساری جائیداد کی وارث بن گئی۔ ایک دو لوگوں نے حصہ دار ہونے کا دعویٰ بھی کیا مگر اس کا وکیل بہت معاملہ فہم آدمی تھا اس بدصورت، سنگدل عورت کو قدرت نے حسن مہ عقلمندی یا وقار نامی کی ہر چیز سے محروم رکھا تھا۔ پھر بھی لوگ اس کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ زوئلس کی اونچی سوسائٹی میں اسے کسی نے خوش آمدید نہیں کہا مگر اپنے بند کمرے میں گدے دار صوفے پر وہ اکثر عمر کے شادی شدہ غلیظ، گندے اور بدوضع لوگوں کی تواضع کیا کرتی۔ اس کے پاس اکثر آنے والوں میں ایک نوجوان پولیس کا سپاہی تھا جسے وہ روپیہ ادھار دیا کرتی تھی اور دوسرا شخص میانہ سال کھیکیدار ایف۔ ایکس۔ جارڈی تھا۔

نیو ٹاؤنس میں سویڈ ہالو کے علاقے میں بہت سے گندے اور بدبودار کوارٹر تھے جن کی ملکیت بلیڈ کی تھی۔ مارٹن نے تپ دق کو دور کرنے کے لیے ان کوارٹروں کا معائنہ کیا اور ڈاکٹر آکسفورڈ ڈلیورا سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے ان کوارٹروں کے خلاف قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا جنھیں وہ صحت کے لیے سخت مضر سمجھتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کوارٹروں کو مسمار کر دیا جائے مگر اس کے متعلق محکمہ صحت کے ڈائرکٹر کے پاس بڑے غیر واضح سے اختیارات تھے۔ بکر بوکر تو اس لیے بہت زیادہ اختیارات ملے ہوئے تھے کہ وہ ان سے کچھ کام نہیں لیتا تھا۔

ان کوارٹروں کو گرانے کے لیے مارٹن نے عدالت کی اجازت مانگی اب میک کینڈلیس کا وکیل وہی تھا جو ایف۔ ایکس۔ جارڈن کے مقدمات کی پیروی کیا کرتا تھا۔ مارٹن کے خلاف گواہی دینے کے لیے انھوں نے ایڈورڈ واٹر جیسے چرب زبان شخص کو تیار کر رکھا تھا۔ مگر اتفاق یہ ہوا کہ ایک پرانے جج کی غیر حاضری میں یہ مقدمہ ایک انجان اور ایماندار جج کی عدالت میں آ گیا جس نے میک کینڈلیس کے وکیل کی طرف سے حاصل کیا ہوا حکم امتناعی خارج کر دیا اور محکمہ صحت کو ہدایت کی کہ ہنگامی حالات میں شہر کے قوانین کے تحت جن اقدامات کی اجازت ہوتی ہے، ان سب کا بلا جھجک استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس شام کو مارٹن نے کچھ تشویش کے لہجے میں نوعمر آکسفورڈ سے پوچھا "ڈونی تمہارے خیال میں جارڈن اور میک کینڈلیس کا وکیل اپیل تو نہیں کرے گا؟ میرا خیال ہے اس فیصلے سے فائدہ اٹھا کر ان کوارٹروں کو فوراً گرا دیا جائے۔ کیوں کیا خیال ہے!"

"یہی طریقہ ٹھیک ہے،" آکسفورڈ نے جواب دیا۔ "ہم آرگن جائیں اور جب تک کوئی اور قانونی کارروائی ہو ہم اپنا کام شروع کر دیں۔ اور کچھ نہیں تو ہم اپنے داروغہ صفائی پر تو بھروسہ کر سکتے ہیں۔ چھ سال پہلے جارڈن نے یہیں اس کی بہن کی عصمت دری کی تھی۔"

صبح ہوئی تو مارٹن نے اور آکسفورڈ نے نیلے کپڑے پہنے، کارکنوں کا جھتہ لے کر
"خوش خوش اور بڑے رعب اور دبدبے سے ان کوارٹروں پر حملہ آور ہوئے۔ انھوں نے
وہاں سے کرایہ داروں کو نکال باہر کیا اور پھر ان شکستہ حال دیواروں کو گرانا شروع کیا
دوپہر کے وقت جب مارٹن کے حکم سے ان مکانوں کے کرایہ داروں کو نئے کوارٹروں
میں بسا دیا گیا اور وکیل وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے کوارٹروں کی نچلی منزلوں میں آگ
لگا دی۔ آدھ گھنٹے بعد وہ جل کر راکھ ہو گئے۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ایف۔ ایکس جارڈن وہاں آیا۔ گرد اور مٹی سے
اٹے ہوئے مارٹن اور آکسفورڈ اس وقت کافی پی رہے تھے جو لیورا ان کے لئے دے گئی
"اچھا لڑکو" وہ بولا۔ "تم لوگوں نے ہمارا کام بگاڑ ہی دیا۔ تاہم پھر کبھی تمہیں ایسا
کام کرنا پڑے تو بارود استعمال کرنا۔ اس سے بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ لڑکو تم
جانتے ہو کہ میری تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ میں تو تم لوگوں کو پسند کرتا ہوں۔
۔۔۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجھے اب تم لوگوں کے خلاف سخت کارروائی کرنی پڑے
گی۔ خدا تمہاری امداد کرے۔ تمہیں یہ سبق پڑھانا ہی پڑے گا کہ دوسروں کے معاملات میں خواہ
مخواہ ٹانگ نہیں اڑایا کرتے۔"

(۳)

کلے ٹرینڈ گرنڈ نے آگ لگانے کی اس جرأت مندانہ اقدام کو بہت سراہا۔ وہ
بہت خوش ہوا اور بولا "بہت خوب! محکمہ صحت جو کچھ بھی کرے گا، میں اس کی حمایت کروں گا۔"
امداد کے اس وعدے سے مارٹن کو زیادہ خوشی نہیں ہوئی کیونکہ ان لوگوں کی
محفلوں میں اُس کے لئے جام بڑھا دینا بہت کٹھن تھا۔ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ مارٹن
اور لیورا ابھی ان کی طرح آزاد بھی ہیں۔ اب وہ سمتھ اور اس کی بیوی کے اُس حلقے میں شامل
ہونے سے بہت پہلے ہی انھوں نے یہ فیصلہ بھی کر رکھا تھا کہ دل بہلانے اور تفریح کرنے

توقع رکھتے تھے
کے سب ذرائع کی اجارہ داری اُن ہی کے پاس ہے۔ ایسد منتہ سے وہ
کہ ہفتے اور اتوار کی شام کو وہ پوکر یا ڈرنک کاک ٹیل کی محفلوں میں اُن کے ساتھ شامل ہوا کرے
اُن کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ تفریح کی بجائے مارٹن جراثیم جیسی چیزوں میں کیوں اُلجھا رہتا ہے
جس کا تعلق نہ تو کاک ٹیل سے ہے، نہ موٹر کار سے ہے، نہ شیل بونڈ سے
ہے اور نہ ہی انشورنس سے ہے۔

میک کینڈلیس والے کوارٹروں کے تقریباً پندرہ روز بعد ایک شام
کو مارٹن دیر تک لیبارٹری میں کام کرتا رہا۔ وہ کوئی خاص تجربہ تو نہیں کر رہا تھا عرف میز
پر جھکا ہوا لوکا رتھم طریقے سے تیار کی ہوئی ریاضی کی فہرستوں کو دیکھ رہا تھا۔ لیورا وہاں
نہیں تھی اور وہ بڑبڑائے جا رہا تھا: کمبخت لیورا کو بھی آج ہی بیمار پڑنا تھا؟

ٹریڈ گولڈ، شلیل اور اُن بیویاں ایک ریستوران "اولڈ نارم ہاؤس ان" میں جانے
کی تیاری کر رہے تھے۔ اُنھوں نے مارٹن کے گھر ٹیلی فون کیا اور وہاں سے انھیں معلوم
ہوا کہ وہ لیبارٹری میں بیٹھا ہے۔ ٹاؤن ہال کے پیچھے گلی میں جا کر انھوں نے کھڑکی میں
سے جھانک کر دیکھا کہ وہ اکیلا اور اُداس بیٹھا کاغذوں کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا ہے۔

"ہم اس کا دل بہلانے کے لئے اسے گھمانے لے جائیں گے۔ پہلے ہم جلدی
سے گھر واپس جائیں اور وہاں سے کچھ کاک ٹیل تیار کر کے یہاں لائیں اور اُسے اپنے
میں ڈال دیں" ٹریڈ گولڈ نے نہایت جوش و خروش سے منصوبہ بنایا۔

آدھ گھنٹے بعد ٹریڈ گولڈ شور مچاتا ہوا لیبارٹری میں داخل ہوا۔

بے وقوف لڑکے چاندنی رات گزارنے کا یہ اچھا طریقہ اختیار کیا ہے! آؤ ہم ذرا
باہر چلیں، ذرا وڈ والس دانس کریں، اپنا ہیٹ لے لو"

"میرا بھی بہت جی چاہتا ہے کہ چلے۔ مگر میں جا نہیں سکتا۔ مجھے کام کرنا ہے"

"اوے چھوڑو پاگل نہ بنو، تم بہت کام کرتے رہے ہو، ادھر دیکھو —— تمہارے
والدین تمہارے لئے کیا لائے ہیں، تھوڑی دیر تک یہ محفل جمے گی اور چند ایک جام پیو
گے تو اس تجربے کو کامیابی سے کرنے کے لئے تمہیں نئی روشنی دکھائی دے گی"

یہاں تک تو مارٹن معقولیت سے سب کچھ سنتا رہا مگر اسے کوئی نئی روشنی دکھائی نہیں دی بلکہ ٹریڈ گولڈ کا اصرار بڑھتا رہا۔ وہ "نہیں" سننے کے لئے تو تیار ہی نہ تھا۔ مارٹن بھی انکار کرتا رہا، پہلے پیار محبت سے پھر کچھ سختی اور ترش روئی سے۔ باہر شیمل بار بار موٹر کا ہارن بجا رہا تھا۔ ہارن کی آواز بھی دم بدم تیز ہوتی جا رہی تھی اور اس کی لگاتار بوں پوں سے ایک طرح کے طیش اور غصے کا اظہار ہوتا تھا اس پر مارٹن غصے میں آ کر چلانے لگا "خدا کے واسطے انہیں کہو کہ چلے جائیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ مجھے کام کرنا ہے میں بار بار کہہ چکا ہوں!"

ٹریڈ گولڈ جیسے سکتے میں آ گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اسے گھور کر دیکھا۔ "میں ضرور چلا جاؤں گا۔ میری عادت دوسروں پر اپنا پیار ٹھونسنے کی نہیں ہے۔ آپ کے کام میں مخل ہونے کیلئے معافی چاہتا ہوں!"

مارٹن نے جب محسوس کیا کہ اسے ان لوگوں سے معافی مانگ لینی چاہیے تو اس وقت ان کی کار جا چکی تھی۔ دوسرے روز وہ ٹریڈ گولڈ کے ٹیلی فون کا انتظار کرتا رہا اور ٹریڈ گولڈ اس کی طرف سے ٹیلی فون کی گھنٹی کا منتظر رہا۔ سارا ہفتہ وہ اسی انتظار میں رہے اور یوں ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے نفرت کا پہلا بیج پڑ گیا۔ اس دوران میں لیورا اور مسز ٹریڈ گولڈ کی ملاقات ایک دو بار ہوئی مگر وہ ایک دوسری سے کھنچی کھنچی سی رہیں۔ پندرہ روز بعد جب شہر کا سب سے مشہور اور سرکردہ ڈاکٹر ٹریڈ گولڈ کے ہاں دعوت پر آیا اور مارٹن کو "خود دماغ" "تنگ نظر" اور "متعصب" کہہ کر اس پر نکتہ چینی کرنے لگا تو میاں بیوی نے اس کی باتیں نہ صرف بڑی توجہ سے سنیں بلکہ اس کے ساتھ پورا اتفاق کیا۔

اس کے بعد مارٹن کی مخالفت ایک دم سے بڑھ گئی۔ شہر کے بہت سے ڈاکٹر اس کے خلاف تھے۔ ان کی مخالفت کا سبب صرف یہی نہ تھا کہ خیراتی شفاخانوں کو توسیع دے دی گئی تھی بلکہ وہ اس بات پر بھی برہم تھے کہ وہ انھیں کبھی مدد کے لئے نہیں کہتا تھا اور نہ ہی کبھی ان سے مشورہ لیتا تھا۔ میٹرنگ کا خیال تھا کہ مارٹن کو موقع محل سمجھنے کا شعور نہیں ہے۔ ایف۔ ایکس۔ بھارڈن ہر ایک کے سامنے اسے چالباز آدمی کہتے

لگا۔ اخبارات کے رپورٹر بھی اُسے اس وجہ سے ناپسند کرتے تھے کہ وہ ہر بات میں
رازداری سے کام لیتا تھا۔ اور کبھی کبھی اپنے اکھڑ اور منہ پھٹ ہونے کا مظاہرہ بھی
کرتا تھا۔ اور "گروپ" کے ممبروں نے اُس کی حمایت کرنا چھوڑ دی تھی۔ اس مخالف ہوا
کا مارٹن کو پورا احساس تھا۔ ان مخالفوں کی پشت پر اُسے بے ایمان تاجر، اشیائے خوردنی
میں ملاوٹ کرنے والے اور گندی بستیوں کے مالک مکان نظر آنے لگے۔ یہ وہ لوگ تھے
جو بکر بو سے ہمیشہ نفرت کرتے آئے تھے مگر اُس کی ہر دلعزیزی کے باعث سر عام اُس
کے خلاف لب کشائی کرنے سے گھبراتے تھے۔ مارٹن جانتا تھا کہ اب یہ لوگ میدان
صاف دیکھ کر محکمہ صحت کو ختم کرنے کے لئے صف آرا ہو گئے ہیں ۔۔۔۔ اُس کی نظروں
میں بکر بو کی عزت بڑھ گئی اور ڈپارٹمنٹ کا دفاع کرنے کے لئے اُس نے سپاہی کی مانند
کمر کس لی۔

مسٹر پگ نے اشارتاً اُسے کہا کہ اگر وہ مستعفی ہو جائے تو مصیبت سے بچ جائے
گا۔ مگر اُس نے استعفےٰ نہیں دیا ۔۔۔۔ نہ ہی وہ امداد کی بھیک مانگنے کے لئے لوگوں کے
پاس جانے کو تیار تھا۔ لیورا اُس کی ہمت بندھاتی رہی اور وہ اُس کے اعتماد کا سہارا
لئے اپنا کام کرتا رہا اور اپنے مخالفوں کو نظرانداز کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ مگر وہ
کامیاب نہ ہو سکا۔

اخبارات کی خبروں اور چھوٹے چھوٹے ہجویہ اداریوں میں اُس کے ظلم و ستم،
اُس کی جہالت، اور ناتجربہ کاری پر آئے دن چوٹ کی جاتی۔ خیراتی شفاخانے میں ایک
بوڑھی عورت باوجود علاج کے چل بسی اور غیر طبعی اموات کی تفتیش کرنے والے عہدیدار
نے دبی زبان میں کہا کہ اس موت کا ذمہ دار عالم پناہ جلیتھ اقلیم صاحب کا بھیجا ہوا
اسسٹنٹ ہے! کسی نے اُسے "چھوٹا چنگیز" کہہ کر پکارا اور یہ نام اُس کی ذات کے
ساتھ چپک کر رہ گیا۔

ہوٹلوں، قہوہ خانوں، شہر کی مختلف تنظیموں میں جہاں بھی گپ شپ کی محفل جمتی
مارٹن پر طرح طرح کے متضاد الزامات لگائے جاتے۔ کچھ لوگوں نے اپنے دستخطوں

سے میئر کے نام ایک تحریری شکایت بھی مارٹن کے خلاف لکھ بھیجی۔ ان الزامات میں کہا جاتا کہ دودھ کا معاینہ کرتے وقت ضرورت سے زیادہ سختی کی جاتی ہے، یہ بھی کہا گیا کہ دودھ کا معاینہ ٹھیک ڈھنگ سے نہیں ہوتا، سڑکوں پر کوڑا کرکٹ پڑا رہتا ہے، گندگی اٹھانے والے تھکے ماندے کارکنوں کو سزا دی جاتی ہے۔ پھر جب شہر کے بوہیمیا علاقے میں چیچک کا ایک کیس ہو گیا تو لوگوں کی ایک رائے یہ بھی تھی کہ مارٹن نے خود جا کر یہ بیماری شروع کی ہے۔

حالانکہ مارٹن کی برائیوں اور خامیوں کے متعلق لوگ واضح طور پر کچھ بھی نہیں بتا سکتے مگر جب اُن کا اعتماد اُس سے اُٹھ گیا تو مکمل طور پر اُٹھ گیا اور اس میں کسی شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ انھیں دنوں شہر میں ایک افواہ پھیل گئی کہ مارٹن نے آرچرڈ کی عصمت دری کر کے اپنے مربی و محسن ڈاکٹر بکربو کے ساتھ غداری کی ہے۔ اس افواہ کو لوگوں نے فوراً سچ مان لیا اور یہ خبر ہر ایک کی زبان پر سنائی دینے لگی۔

مارٹن کے دامن پر بداخلاقی کا یہ داغ لگ جانے پر بڑے بڑے فرقوں کے سب پادری اُس کے مخالف ہو گئے۔ جوناتھن ایڈورڈ چرچ کے پادری نے ایک روز اپنے وعظ میں "بڑے لوگوں کے گناہوں" کا ذکر کیا اور مثال کے طور پر بہت ہی واضح اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "ایک شخص جو فرضی اور خیالی خطرات سے شہر والوں کو بچانے کے لیے لوگوں پر ہلاکو اور چنگیز کی طرح ظلم کرتا ہے، خود بڑے بڑے لوگوں کے اندھیرے شبستانوں میں ہونے والے گناہوں میں برابر کا شریک ہے۔ یہ رشوت خور، بے ایمان اور بدکار قسم کے لوگوں کا گہرا دوست ہے۔ شریف اور ایماندار مزدوروں پر ظلم و ستم کرنے کے بعد یہ جوانمرد کہتا ہے کہ میرا دل اور میرے ہاتھ ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہیں۔"

یہ صحیح ہے کہ سامعین میں سے بہتوں نے سمجھا کہ یہ مسٹر پیک کا ذکر ہو رہا ہے اور کئی لوگوں نے خیال کیا کہ یہ اشارہ ایف۔ ایکس جارڈن کی طرف ہے مگر سمجھدار

لوگوں نے جان لیا کہ یہ اس بدمعاش، عیاش اور مکار ڈاکٹر ایرد سمتھ پر ایک جرأت مندانہ حملہ ہے۔

سارے شہر میں صرف دو ہی پادری اس کی حمایت کرنے والے تھے، اسٹرنق کیتھولک چرچ کے فادر گوشیو اور رزنی روڈ اتفاق سے یہ دونوں شخص آپس میں گہرے دوست تھے۔ جوناتھن ایڈورڈز چرچ کے پادری سے ان کی نہیں بنتی تھی۔ جو لوگ ان کا وعظ سننے کیلئے جاتے اُن پر وہ دبا دُڈالتے اور کہتے "لوگ یہاں آکر سرگوشیوں میں نئے ڈائرکٹر آف ہیلتھ پر نکتہ چینی کرتے ہیں اگر آپ لوگ الزامات لگانا چاہتے ہیں تو کھلے عام کہیئے۔ میں بزدلانہ قسم کے اشارے نہیں سننا چاہتا۔ مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دیجئے کہ اس شہر کے لوگ خوش قسمت ہیں کہ یہاں ایک ایسا ہیلتھ آفیسر آیا ہے جو ایماندار ہے اور اپنا کام جانتا ہے"!

مگر ان دونوں پادریوں کے ہاں وعظ سننے والوں کی تعداد بہت مختصر ہوتی تھی مارٹن سمجھ گیا کہ وہ یہ بازی ہار چکا ہے۔ اُس نے اپنی غیر مقبولیت کا تجزیہ کرنا شروع کیا۔

اس کی وجہ صرف جارڈن کی سازش اور ٹریڈ گولڈ کی ناراضگی اور پک کی کمزوری نہیں ہے بلکہ یہ سب میری غلطی ہے۔ میں لوگوں کے پاس جا کر میٹھی میٹھی باتیں نہیں کرسکتا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ بھائیو مجھے اپنی صحت ٹھیک رکھنے کی اجازت دو۔ اور میں اُن کے پاس جا کر یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرے کام کی کس قدر اہمیت ہے اور وبا پھوٹ پڑنے کے وقت میں ہی اُنھیں موت کے منہ سے بچا کر لاتا ہوں۔ جمہوری ملک میں ایک سرکاری افسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو خوش رکھے۔ میں یہ کام نہیں کرتا، مگر مجھے کوئی تجویز سوچنی پڑے گی نہیں تو یہ لوگ سارے ڈپارٹمنٹ کو ناکارہ بنا کر رکھ دیں گے"!

اپنے پرانے افسر کی یاد سے اُس کی ہمت بندھی۔ اگر پکر بو یہاں ہوتا تو وہ اس مخالفت کو کچل کر رکھ دیتا، چاہے پیار سے یا کسی اور طریقے سے۔ مارٹن کو

بکرلو کے آخری الفاظ یاد آرہے تھے۔ "میرے بچے، حالانکہ میں واشنگٹن جارہا ہوں مگر یہاں کا کام مجھے اتنا ہی عزیز ہوگا جتنا پہلے تھا اور اگر تمہیں میری ضرورت ہو تو مجھے فوراً لکھنا، میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمہارے پاس آؤں گا۔"

مارٹن نے اُسے خط لکھا اور اشارتاً یہ بھی کہا کہ اُس کی یہاں فوری ضرورت ہے

بکرلو کا خط جوابی ڈاک سے آیا ——— وہی پرانا نیک دل اور رحمدل بکرلو ——— مگر جواب میں لکھا تھا، مجھے اس بات کا بے حد افسوس اور دکھ ہے کہ ان دنوں میں بے حد مصروفیات کے باعث واشنگٹن سے نہیں نکل سکتا مگر میرا خیال ہے کہ اپنے خلوص اور نیک نیتی کے باعث تم اس مخالفت کو کچھ مبالغے سے بیان کر رہے ہو۔ جو صورتِ حال بھی تمہیں پیش آئے مجھے ہر وقت بے دھڑک لکھ سکتے ہو۔"

"آخری تیر بھی نشانے پر نہیں بیٹھا۔" مارٹن نے لیورا سے کہا۔ میرا وقت ختم ہوچکا ہے۔ مسٹر ٹیگ جب شکار سے واپس آئے گا تو فوراً مجھے برخاست کر دے گا۔ ڈارلنگ، میں یہاں بھی ناکام ہی رہا۔"

"تم ناکام نہیں ہو، اچھا یہ مچھلی کھا کر دیکھو، کیسی لذیذ ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے ——— کچھ بھی ہو یہاں سے نکلنے کا وقت تو آگیا ہے۔ ——— ایک ہی جگہ رہتے رہتے میں تنگ آجاتی ہوں۔" لیورا نے جواب دیا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ شاید مجھے ہنزیکر کمپنی کے ہاں نوکری مل جائے۔ یا پھر واپس ڈاکوٹا جاکر پھر سے پریکٹس شروع کر دوں۔ جی چاہتا ہے کہ کسان بن جاؤں، ایک بندوق خرید لوں اور یہ سب لوگ جو بڑے ایماندار اور پاکباز بنتے ہیں انھیں نکال باہر کر دوں۔ مگر فی الحال تو میں یہیں ڈٹا رہوں گا۔ شاید کوئی معجزہ ہو جائے اور میں ان سب مخالفوں پر فتح پالوں۔ اُف خدایا میں کسقدر تھک گیا ہوں! کیا آج شام میرے ساتھ لیبارٹری چلو گی ہم سچ میں بہت جلد وہاں سے فارغ ہو جاؤں گا ——— شاید گیارہ سے بھی پہلے"

جانوروں کے خون سے متعلق اُس نے اپنی تحقیق مکمل کر لی اور ایک دن کی چھٹی لے کر وہ چھوت کی بیماریوں کے جدید ہے "جرنل آف انفیکشس ڈیزیزز" کے ایڈیٹر سے بات کرنے کے لئے شکاگو چلا گیا۔ نیو ٹلس سے جب وہ روانہ ہوا تو بچھ پریشان سا تھا راستے میں اُسے یاد آیا کہ ڈلسل دینیا کے ماحول سے آزادی حاصل کرنے اور نیو ٹلس آنے کی اُسے کسقدر خوشی ہوئی تھی۔ پھر اُس نے گذشتہ واقعا کو دہرانا شروع کیا تو اس خیال سے اُسے سخت مایوسی ہوئی کہ نیو ٹلس میں اُس کی ساری محنت پر پانی پھر گیا اور یہاں بھی وہ ناکامی و نامرادی کے گڑھے میں گر گیا ہے۔

ایڈیٹر نے اُس کا مقالہ بہت پسند کیا اور صرف ایک ہی تبدیلی تجویز کی۔ جب وہ واپسی کے لئے تیار ہوا تو اُسکی گاڑی چھوٹنے میں ابھی دیر تھی۔ اُسے یاد آیا کہ یہاں روڈسفیلڈ کے شفاخانے میں انگس ڈویر کام کرتا ہے۔ یہ شفاخانہ طب کے مختلف شعبوں کے ماہرین کا ادارہ تھا جس میں وہ سب نفع نقصان کے لوگ برابر کے شریک تھے۔

اس شفاخانے نے ایک بلند ۲ منزلہ عمارت کے چودہ کمرے گھیر رکھے تھے۔ اس کی چمک دمک دیکھ کر مارٹن کو یوں احساس ہوا جیسے اس عمارت میں سنگ مرمر، سونا اور یاقوت لگا ہے۔

اطلاعات کا کمرہ جس میں ایک بہت بڑا پتھر کا آتشدان بنا تھا، کسی بہت بڑے سرمایہ دار کی بیٹھک دکھائی دے رہا تھا مگر یہ جگہ سستانے یا تفریح کے لئے نہیں تھی۔ سامنے بیٹھی ہوئی عورت نے پوچھا کہ اُس کا پتہ کیا ہے اور وہ کس کام سے آیا ہے۔ ایک وردی پوش خدمتگار اُس کے نام کی پرچی لے کر بھاگا بھاگا ایک نرس کے پاس گیا جو یہ پرچی لے کر فوراً ہی اندر کے کمروں میں غائب ہو گئی۔ ایک اور چھوٹے سے مگر پہلے سے بھی شاندار کمرے میں بیٹھے بیٹھے مارٹن کو اپنے آپ پر کچھ شرم سی آ رہی تھی، اسی حالت میں اُسے پندرہ منٹ تک انگس ڈویر

کا انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران میں اُس پر ماحول کا رعب اسقدر طاری ہو گیا تھا کہ شفاخانے کے کسی بھی سرجن کو وہ کسی فرضی تکلیف کے لیۓ اپنا آپریشن کرنے کی اجازت دے دیتا۔ کسی بھی ایسے آپریشن کے لیۓ جو سرجن کو پسند ہو۔

میڈیکل سکول اور زینتھ جنرل ہسپتال میں انگس ڈویر بڑا تیز طرار لڑکا تھا مگر اب وہ پہلے سے بھی دس گنا اعتماد کے ساتھ بات کرنے لگا تھا۔ وہ مارٹن سے بڑے تپاک کے ساتھ پیش آیا اور اُسے چاۓ کی دعوت دی جیسے واقعی وہ اُسے چاۓ پلانے پر آمادہ ہو۔ اُس کی موجودگی میں مارٹن خود کو کمسن، گنوار اور مہمل سا شخص محسوس کر رہا تھا۔

انگس نے یہ کہہ کر اُس کا دل جیت لیا۔ "ارونگ، واٹرز؟ کیا وہ ڈگا یا میں رہتا تھا؟ مجھے یاد نہیں آرہا کون تھا وہ اوہ ہاں —— وہ اُن خرد ماغ لوگوں میں سے تھا جو ہر پیشے کے لیۓ لعنت ہوتے ہیں"!

جب مارٹن نے نوٹلس میں آسے اپنی پریشانیوں کی داستان سنائی تو انگس نے تجویز کیا کہ تم ماہر مرضیات کے طور پر یہاں رؤنسفیلڈ کلنک میں ہمارے پاس آجاؤ ہمارا ماہر مرضیات کچھ ہفتوں میں جانیوالا ہے تم یہ کام اچھی طرح سے کرسکتے ہو بہتا تم سالانہ پینس سو ڈالر لینے ہو مگر میرا خیال ہے میں تمہیں شروع میں پینتالیس سو ڈالر سالانہ دے دوں گا۔ بعد میں تم شفاخانے کے پورے ممبر بھی بن سکتے ہو اور نفع میں بھی تمہارا حصہ ہو جاۓ گا۔ اگر تمہیں یہ تجویز منظور ہو تو مجھے بتانا۔ رؤنسفیلڈ نے مجھے کہا تھا کہ اس کام کے لئے کوئی موزوں آدمی تلاش کر دوں"!

انگس کے لیۓ دل میں ایک نئی جگہ بنا کر اور اس پیشکش کا سہارا لیۓ وہ نوٹلس واپس آیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ مسٹر ٹگ جب واپس آیا تو اُس نے مارٹن کو نوکری سے برخاست تو نہیں کیا مگر اُس نے مگفورڈ کالج کے ہیلتھ ڈائرکٹر اور فٹ بال کی تربیت دینے والے ڈاکٹر لبیکس کو، جو بکر بد کا دوست تھا، ڈائرکٹر نامزد کر کے اُسے مارٹن کا افسر بنا دیا۔

ڈاکٹر بلیکس نے پہلے تو رودنس آکفورڈ کو نوکری سے جواب دیا۔ اس کام میں صرف پانچ منٹ لگے۔ اس کے بعد وہ ڈی۔ ایم۔ بی۔ اے کی میٹنگ کو خطاب کرنے چلا گیا۔ وہاں سے واپس آیا تو اس نے مارٹن کو تجویز پیش کی کہ وہ مستعفی ہو جائے۔

"یہ نہیں ہو سکتا" مارٹن نے کہا۔

"اچھا بلیکس ایمانداری سے بتاؤ اگر تم مجھے برخاست کرنا چاہتے ہو تو کہ کر میں تمہیں سیدھی اور صاف بات بتائے دیتا ہوں۔ میں مستعفی نہیں ہوں گا۔ اگر تم نے مجھے برخاست کیا تو میں اپنا مقدمہ عدالت میں لے جاؤں گا۔ اور عدالت میں میں تمہارا، میئر صاحب کا اور جانسن کا ایسا پردہ فاش کروں گا کہ پھر تم لوگ کسی کے ساتھ ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ کرو گے۔"

"ڈاکٹر تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ میں تمہیں یقیناً برخاست نہیں کروں گا۔" بلیکس نے اسی انداز سے جواب دیا جس سے وہ تیز مزاج طلبا اور فٹ بال کی ٹیموں میں کھیلنے والے سست اور کاہل لڑکوں کو مخاطب کیا کرتا تھا۔ "جب تک تمہارا جی چاہے تم ہمارے پاس رہو مگر بچت کے نقطۂ نظر سے ہم تمہاری تنخواہ گھٹا کر ڈھائی ہزار ڈالر سالانہ کر رہے ہیں!"

"اچھا کر دو کم اور بھاڑ میں جاؤ۔"

شروع میں اسے اپنی پائداری اور جوانمردی کا مظاہرہ بہت اچھا لگا مگر جب اس نے اور لیورا نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ مکان کا کرایہ تو کم ہو نہیں سکتا اور چھوٹی چھوٹی چیزوں میں چاہے کتنی ہی بچت کیوں نہ کریں ایک ہزار ڈالر سے کم میں ان کا گزر نہیں ہونے کا۔

اب چونکہ وہ تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہو گیا تھا اس نے ڈپارٹمنٹ کو بچانے کے لیے اس نے اپنا گروہ منظم کرنا شروع کیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے بہت سے لوگوں کو اکٹھا کر لیا۔ اس گروہ میں ربی رودوف، فادر کوشیلو، آکفورڈ (جس نے اسی شہر میں رہ کر پریکٹس کرنے کا فیصلہ کیا تھا)، مزدوروں کی کونسل کا سکرٹری، ایک بینک کا افسر جو ٹریڈ گولڈ کو "بداخلاق" سمجھتا تھا اور سکول کے شفاخانے کا زنانہ ناظر تھا جو

مارٹن کی نظروں میں بہت ہی بڑھیا آدمی تھا۔

"ان لوگوں کی مدد سے میں کچھ کر سکتا ہوں"۔ اس نے لیولا کے سامنے اکڑ کر کہا۔ میں ڈٹ کر مقابلہ کروں گا اور محکمہ صحت کو دائی۔ ایم۔ سی۔ اسے نہیں بننے دوں گا۔ بیکس کے دماغ میں بھی بکرے کی طرح بھوسا بھرا ہے مگر یہ اس جیسا ایماندار بھی نہیں اور نہ ہی اس میں اتنا دم خم ہے۔ میں اسے شکست دے سکتا ہوں۔ انتظامی معاملات کی تو مجھے زیادہ سمجھ نہیں مگر میں اپنے ذہن میں ایک ایسے محکمہ صحت کا نقشہ تیار کر رہا ہوں جہاں ٹھوس قسم کا کام ہوتا ہو، خالی باتیں ہی باتیں نہ ہوتی ہوں۔ یہ ڈپارٹمنٹ دباؤں کو روک کر اور بچوں کو بیماریوں سے بچانے کا اصل کام کرے گا۔ نہیں میں ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں!"

اس کی کمیٹی نے کمرشل کلب کے سامنے اپنی تجاویز رکھیں۔ کچھ عرصے تک تو انھیں یقین تھا کہ اخبار "فرنٹیئر زمین" کا چیف رپورٹر بھی ان کی حمایت کرے گا اور اپنے ایڈیٹر کو ان کی حمایت پر راضی کرے گا مگر مارٹن کا جوش و خروش اس کی مالی مشکلات نے ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے پاس بل چکانے کے لئے بھی روپیہ نہیں تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اس طرح کی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہ وہ دوکانداروں سے بھی آنکھیں چار نہ کر سکتا تھا، قرضخواہ خطوں میں بار بار روپے کا تقاضہ کرتے اور بلوں کی وصولی کرنے والے بدتمیز قسم کے لوگ دروازے پر کھڑے اسے الٹی سیدھی باتیں کہتے رہتے۔ وہی ایرومنتھ جو چند دن پہلے وہاں کا ممتاز اور سرکردہ شہری تھا اب اس قسم کی باتیں سن رہا تھا۔ "ارے بے ایمان بل ادا کرو نہیں تو میں پولیس کو رپورٹ کر دوں گا"، جب یہ ندامت اور رسوائی اس کے لئے ایک عذاب ہو گئی تو ڈاکٹر بیکس نے اس کی تنخواہ میں اچانک دو سو ۲۰۰ ڈالر کی اور کمی کر دی۔

مارٹن غصے میں بھرا ہوا فیصلہ کن بات کرنے کے لئے میئر کے دفتر گیا اور وہاں اس نے دیکھا کہ پگ کے ساتھ ایف۔ ایکس۔ جارڈن بھی بیٹھا ہے۔ ان کی باتوں سے یہ ظاہر تھا کہ تنخواہ میں اس دوسری تخفیف کے متعلق بھی انھیں علم ہے اور ان کے نزدیک

یہ ایک اچھا خاصہ مذاق ہے۔

اُس نے اپنی کمیٹی کی میٹنگ بلائی۔ "میں یہ معاملہ عدالت میں لے جاؤں گا۔" وہ دہاڑا۔ فادر کوسٹیلو اور ربی رودائن نے کہا "ضرور۔ جینکن وکیل جو بڑے ترقی پسندانہ خیالات کا ہے، تمہارے مقدمے کی مفت پیروی کرے گا۔"

مگر بینک کے سمجھدار افسر نے کہا "جب تک وہ لوگ تمہیں بغیر وجہ کے برخاست نہیں کرتے عدالت میں جانے کے لئے تمہارا مقدمہ بن ہی نہیں سکتا۔ لیسیکس کو تمہاری تنخواہ کم کرنے کا اختیار ہے، اور یہی وہ چاہتا ہے۔ شہر کے قوانین نے صرف ڈائرکٹر اور انسپکٹروں کی تنخواہ ہی مقرر کی ہے۔ تمہارے پاس کہنے کیلئے کچھ بھی نہیں!"

مارٹن نے بڑے ڈرامائی انداز میں چلا کر کہا۔ "اور یہ لوگ ڈپارٹمنٹ کو تباہ کر کے رکھ دیں تب بھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا؟"

"اگر شہر کے لوگوں کو پروا نہیں تو تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"تو استعفیٰ دینے کی بجائے میں فاقے کرنا پسند کروں گا۔"

"اگر تم استعفیٰ نہیں دو گے تو تمہارے ساتھ تمہاری بیوی بھی فاقے کرے گی۔ اب میرا پلان سنو" بینک کے افسر نے کہا۔ "تم یہاں اپنی ذاتی پریکٹس شروع کر دو ——— دفتر وغیرہ لینے کے لئے جو روپیہ تمہیں درکار ہو گا وہ میں اپنی جیب سے دونگا ——— پھر پانچ دس سال میں جب بھی وقت آئے گا ہم سب مل کر تمہیں ڈائرکٹر بنوا دیں گے۔"

"دس سال انتظار! ——— نو، تھینکس میں؟ نہیں۔ میں ناکام ہو چکا ہوں ——— بتیس سال کی عمر میں ہی! میں استعفیٰ دے دوں گا، میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" مارٹن نے جواب دیا۔

"میں جانتی ہوں۔ شکاگو تجھے بہت پسند آئے گا۔" لیورا نے کہا۔

(۴)

اُس نے انگس ڈوپر کو خط لکھا۔ انگس نے اُسے جواب دیا: "اس وقت ہم لوگ تمہیں سالانہ پینتالیس[۴۵] سو ڈالر نہیں دے سکتے، اگر تم فی الحال پچیس[۲۵] سو پر مان جاؤ تو ہمیں تمہاری آمد پر خوشی ہوگی۔"

مارٹن نے منظور کر لیا اور رونسفیلڈ کلینک میں اُس کی تقرری ہو گئی۔

(۵)

نیوٹلس کے اخباروں نے جب اعلان کیا کہ مارٹن نے استعفےٰ دے دیا ہے تو لوگ ہنسے۔ "استعفےٰ دیا ہے؟ اسے تو جوتے مار کر نکالا گیا ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے" شہر کے ایک اخبار نے بڑے معصومانہ انداز میں ایک چبھتی ہوئی چوٹ کی۔

"ہم سب گناہ گار انسانوں میں کچھ نہ کچھ ریاکاری کا عنصر ہوتا ہے۔ مگر جب ایک سرکاری افسر ہر طرح کا پاپ کر کے اپنے آپ کو دھرماتما ظاہر کرے اور پھر اپنی نااہلیت اور نکمے پن کو سیاسی جوڑ توڑ سے چھپانے کی کوشش کرے اور جوڑ توڑ کے کام میں بھی ناکام ہو کر اپنے ... آپ کو شہید بتائے تو ہم گناہ گار انسانوں میں بُرے سے بُرا آدمی بھی تنقید کرنے میں حق بجانب ہوگا۔"

پکرلو نے واشنگٹن سے مارٹن کو لکھا۔

"مجھے یہ سن کر بہت دُکھ ہوا۔۔ کہ تم نے استعفیٰ دیدیا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے اس اطلاع سے کس قدر مایوسی ہوئی ہے۔ تمہیں کام سکھانے اور اپنے آدرشوں کی عظمت

اور بلندی سے آگاہ کرنے میں میں نے کتنی محنت کی تھی مگر اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ لیکن
مجھے لکھا ہے کہ میونسپل کارپوریشن میں اقتصادی بحران کے باعث اسے تمہاری تنخواہ میں
عارضی کمی کرنا پڑی۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو شاید تعمیری کاموں اور اعلیٰ مقاصد کے
لئے جدوجہد چھوڑ دینے سے یہ کہیں بہتر سمجھتا کہ ایک سال تک محکمہ صحت کے لئے بغیر
تنخواہ کے کام کروں اور اپنی روٹی رات کی چوکیداری کر کے کماؤں۔ تم مجھے بہت عزیز
تھے لیکن اس وقت مجھے بے حد افسوس ہو رہا ہے۔ تجارتی مفاد کے لئے تمہارا یوں
عوام سے غداری کرنا، کھنکتے ہوئے سکوں کے عوض اپنے آپ کو بیچ دینا ان شدید
ترین صدموں میں سے ایک ہے جن سے مجھے حال ہی میں دوچار ہونا پڑا ہے۔"

(۶)

گاڑی میں بیٹھے جب وہ شکاگو کی طرف جا رہے تھے تو مارٹن سوچ رہا تھا۔
"مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری یہ درگت بنے گی۔ اب میں کسی لیبارٹری یا سرکاری
محکمہ صحت میں قدم بھی نہیں رکھوں گا۔"
"میرا خیال ہے کہ یہ روڈنسفیلڈ کلینک بھی لوگوں کو پھنسانے کے لئے ایک سنہری
جال ہے ۔۔۔ جہاں بیچارے پیسے والے کو اس قدر ڈرایا جاتا ہے کہ وہ طرح طرح
کے طبی معائنے کرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہی دھندا ہوتا ہے وہاں!
مجھے امید ہے کہ اب زندگی بھر میں روپیہ کمانے والا ڈاکٹر بنا رہوں گا۔ میرا خیال ہے کہ
اتنے دھکے کھا کر مجھے اب اتنی سمجھ آ گئی ہے!"
"تمام سمجھدار آدمی چور اور ٹھگ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دوستوں کا ساتھ دیتے
ہیں اور باقی ساری دنیا سے نفرت کرتے ہیں۔ آخر وہ یہ کیوں نہ کریں جبکہ شرافت
کی زندگی گزارنے پر نام آدمی ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں؟ انگس ڈویر میں اتنی سمجھ

ہے کہ اُس نے میڈیکل سکول کے زمانے میں ہی یہ سب باتیں جان لی تھیں۔ بطور سرجن کے وہ بڑا اچھا ماہر ہے مگر وہ یہ بھی جانتا ہے کہ دنیا میں وہی چیز حاصل ہوتی ہے جو چھین، جھپٹ کر لی جائے۔ ذرا سوچو تو جو بات وہ پہلے سے ہی جانتا تھا اُسے سمجھنے میں مجھے کتنے سال لگ گئے ہیں!

"اب بھلا میں کیا کروں گا؟ میں رِڈنسفیلڈ کلینک میں ہی ڈٹا رہوں گا جب تک کہ میں سالانہ تیئس ہزار کمانا نہیں شروع کرتا اور تب میں آکسفورڈ کو اپنے ساتھ لا کر اپنا علیحدہ کلینک شروع کروں گا۔ اس کلینک کا سب سے بڑا ڈاکٹر میں ہوں گا اور پیسہ کمانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔

"بہت اچھا اگر لوگ یہی چاہتے ہیں کہ علاج کم ہو اور شان شوکت زیادہ ہو تو یہی ہو گا۔ لیکن انھیں اس شان و شوکت کی قیمت بھی ادا کرنی پڑے گی!

"مجھے امید نہیں تھی کہ میں یوں بار بار ناکامی کا منہ دیکھوں گا ــــــ اور پھر روپیہ کمانے کو ہی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا لوں گا لیکن سچ میں اب اور کچھ بننا نہیں چاہتا۔ بہت ہو چکا!"

باب پچیسواں

ایک سال بیت گیا۔ ایک ایک دن اُسے شب ہجر سے بھی زیادہ طویل معلوم ہوا۔ سال بھر زندگی ایک ساکن پانی کی طرح معلوم ہوتی رہی۔ کوئی واقعہ، کوئی ہنگامہ نہیں ہوا، موسم نے بدلنا چھوڑ دیا اور دل کی اُمنگیں اور ارمان مُردہ ہو گئے۔ اُس طبّی فیکٹری میں جس کا نام رِڈنسفیلڈ کلینک تھا صفائی، تیزی و طراری، چابکدستی اور تنگ نظری و کم نگاہی کے بہت اعلیٰ نمونے دیکھنے کو ملتے تھے۔ مارٹن نے ایک وفادار "کارکن" کی طرح کام شروع کیا۔ اس جگہ سے اُسے کوئی شکایت نہیں تھی۔ مگر اس نے دیکھا کہ کلینک میں آنے والی بچوں کی خواہش مند بانجھ عورتوں کے باوجود ضرورت ہی بے شمار ایکس رے لئے جاتے ہیں اور گلے کی معمولی سی تکلیف کو بھی بڑا سنجیدہ مرض بنایا جاتا ہے۔ مگر اس

میں کوئی شک نہیں کہ یہ فیکٹری اعلیٰ ترین اور جدید ترین ساز و سامان سے لیس تھی
اور پیسے والوں کے لئے اطمینان بخش طور پر سب سے زیادہ مہنگی تھی اور کسی بھی فیکٹری
میں انسانی جسموں کے خام مال پر اس تیزی سے اتنے عمل نہیں ہوتے تھے یہاں گر
وہی مارٹن جو پکر بو اور بوڑھے ڈاکٹر ڈنٹرز کو نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ روئنسفیلڈ
انگس اور دوسرے اونچی ناک والے ماہرین کی یوں تعظیم کرتا تھا جیسے ایک غریب
آدمی اپنے امیر اور چالاک رشتے داروں کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

انگس ڈوئیر کے مزاج میں ارادے کی مضبوطی، ثابت قدمی اور عادتوں کی
استواری دیکھ کر مارٹن بہت مرعوب ہوا۔

ہر روز انگس صاحب یا تو پیراکی کا سبق لیتے یا تیغ زنی کی مشق کرتے۔ ساڑھے
گیارہ بجے سے پہلے وہ سونے کے لئے چلے جاتے۔ وہ ہیں ایک مقررہ مقدار سے
زیادہ شراب نہ پیتے۔ انھوں نے کبھی ایسی بات زبان سے نہیں نکالی اور کوئی ایسی
تحریر نہیں پڑھی جو ایک نامی گرامی سرجن بننے میں مدد نہ کرتی ہو۔ ان کے ماتحت جانتے
تھے کہ ڈاکٹر ڈوئیر ایک طرح کی سنجیدگی اور متانت کا انداز لئے، نوک پلک سے درست
عین وقت پر تشریف لائیں گے۔ اور غلطی کرنے والی یا مسکراہٹ کی توقع رکھنے والی ہر
نرس کو کڑی اور تیز نظر سے دیکھیں گے۔

مارٹن بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کلینک میں گلے پر جراحی کے نشتر چلانے والے کی
اطاعت قبول کر لیتا، پیٹ کا آپریشن کرنے کے لئے انگس کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا
اور گردن، یا سر کا کوئی آپریشن کرنے کے سوال پر بغیر کسی حیل حجت کے روئنسفیلڈ کا کہا
مان لیتا اگر اسے یقین ہوتا کہ آپریشن ضروری ہے مگر کلینک کے اس نظریئے پر وہ کبھی
ایمان نہ لا سکا کہ جسم کے وہ اعضا جن کے بغیر آدمی زندہ رہ سکتا ہے اور کام کاج
کر سکتا ہے انھیں فوراً کاٹ پھینکنا چاہیئے

شکاگو کے ایک سال کے قیام میں اسے سب سے بڑی کمی یہ محسوس ہوئی کہ دن
بھر کام کے اوقات میں وہ اپنی زندگی اور احساس و جذبے کی صلاحیتوں سے محروم ہو

جاتا۔ جب وہ خون کا معائنہ کرتا، پیشاب ٹیسٹ کرتا، یا کبھی کبھی پوسٹ مارٹم کے لئے
لاشوں کی چیر پھاڑ کرتا تو اُس وقت وہ ایک مشین بن جاتا اور دماغ سے زیادہ اس کے
ہاتھ کام کرتے۔ ان اوقات میں اُسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ خود ایک لاش ہے جسے
سنگِ مرمر کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا ہے۔ نوٹلس میں اُسے پکر لو کا شغل شاید برداشت
کرنا پڑتا تھا تاہم اُن دنوں اُس کا ہر سانس زندگی سے بھرپور ہوتا تھا اور ہر لمحہ
وہ اپنے ماحول سے نبرد آزما رہتا تھا۔ لیکن اب لڑنے کے لئے کچھ بھی نہ رہا تھا۔

کلینک کا کام ختم ہو جانے کے بعد اُسے پھر زندگی کا احساس ہوتا۔ لیورا
کے ساتھ اُس نے کتابوں اور تصویروں کی دوکانوں، تھیٹروں اور تفریح گاہوں کی
دنیا تلاش کر لی۔ وہ دونوں ناولیں، تاریخ کی کتابیں اور سیاحوں کی داستانیں پڑھتے۔
انگس اور رونفیلڈ کی طرف سے دی گئی دعوتوں میں وہ صحافیوں، انجینئروں، تاجروں
بینکوں کے ڈائرکٹروں سے باتیں کرتے۔ انھوں نے ایک روسی ڈرامہ دیکھا، مشیا
ایلمان کی موسیقی سنی اور گاٹ لب کے محبوب مصنف ریبی لائیس کی کتابیں پڑھیں جس سے مارٹن
نے بچگانہ حرکتیں کئے بغیر لڑکیوں کے ساتھ گھومنا اور دل بہلانا سیکھ لیا۔ لیورا پہلی
بار ایک بال بنانے والے کے پاس گئی اور اُس نے فرانسیسی پڑھنا بھی شروع کر دیا۔
لیورا ہی نے مارٹن کو کبھی "جھوٹ کا دشمن" اور "سچ کا متلاشی" کہا تھا۔ مگر اب وہ اپنے
دو سوا دو کمرے کے تنگ اور چھوٹے سے فلیٹ میں بیٹھے اس موضوع پہ بات چیت
کر رہے تھے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ جو لوگ اپنے آپ کو سچ کا متلاشی کہتے ہیں
اور سچ کی رٹ اس طرح سے لگائے رہتے ہیں جیسے یہ بھی اینٹ پتھر قسم کی چیز ہو جسے ہاتھ
میں پکڑ کر دکھایا جاسکتا ہے، اُن لوگوں کی اصل خواہش "سچ" کی تلاش کرنا نہیں ہوتی بلکہ
وہ تو صرف اپنی ذہنی تسکین کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ناولوں میں بھی سچ کے ان متلاشیوں
نے لیبارٹریوں میں بیٹھ کر "زندگی کا راز" معلوم کرنے کی کوشش کی ان لیبارٹریوں میں
جو کیمیاوی عامل اور بنسن کے چراغ کے شعلوں سے محروم ہوتی تھیں یا پھر یہ لوگ بہت
سا روپیہ خرچ کر کے اور گرمی سے تپتی ہوئی گاڑیوں اور سانپوں کا مقابلہ کر کے ہمالیہ

کی گپھاؤں میں پہنچے جہاں جا کر انھوں نے مٹی اور گرد سے اٹے ہوئے غاینڈ جوگیوں سے یہ معلوم کیا کہ اگر آدمی تیس یا چالیس برس تک چاول کھائے اور سر جھکا کر اپنی آنکھیں اپنی ناف پر گاڑے رہے تو اس کا ذہن ہر قسم کی روحانی منزلوں کو سر کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ایسی اونچی باتیں پڑھ کر مارٹن کہتا "فضول بکواس۔" اس کا عقیدہ تھا کہ "سچائی" ایک نہیں ہے بلکہ کئی ہیں اور یہ کہ سچائی کوئی رنگین پرندہ تو ہے نہیں جسے پکڑ کر پنجرے میں بند کر لیا جائے بلکہ سچائی تو زندگی کو ایک خاص ڈھنگ سے دیکھنے کا نام ہے۔ اس کا اصرار تھا کہ آدمی جس کام کو اچھی طرح سے کر سکتا ہے اس سے زیادہ کا اقتدار نہیں اور ایک اوسط درجے کا ملازم اپنے کام کے متعلق جتنا اور جیسا جان سکتا ہے اس سے زیادہ جاننے کی اس میں صلاحیت نہیں ہوتی۔

مگر مارٹن کا میکانکی فلسفہ اسے یہ یقین نہ دلا سکا کہ وہ اپنے کام میں اچھی طرح سے ترقی کر رہا ہے۔ جب وہ کلینک کے ماہرین سے یا اپنے ہم پیشہ دوستوں سے اپنا مقابلہ کرتا تو اسے اس طرح کی بے اطمینانی کا احساس ہوتا جیسے اس وقت ہوتا تھا جب وہ گروتھیجن کے ڈاکٹر ہینی لنگ کی نفرت و حقارت بھری نظروں کو دیکھ رہا ہوتا۔ کلینک کی طرف سے جو دعوتیں دی جاتیں، ان میں وہ لندن، نیو یارک، اور بوسٹن کے بڑے بڑے مشہور سرجنوں سے ملتا۔ سوسائٹی میں ان ڈاکٹروں کا بڑا اونچا مقام تھا۔ یہ لوگ شاندار کاروں میں بیٹھ کر آتے اور اس قدر جلدی میں ہوتے جیسے یہ بہت مصروف ہوں یا پھر ان کی متکبرانہ خاموشی کسی ایسے شخص کی طرح ہوتی جو اپنے سے کمتر لوگوں میں بیٹھ کر احساس برتری میں پھولا جاتا ہے۔ یہ لوگ بڑے اونچے درجے کے ماہرین تھے جو طبی کانفرنسوں میں مقالے پڑھتے، بڑے بڑے اداروں کا انتظام چلاتے، سو ڈاکٹروں کی موجودگی میں بھی بڑی بے خوفی سے آپریشن کرتے، اپنے ماتحتوں کو بڑے رعب اور دبدبے سے احکامات صادر کرتے، ان دنیائے طب کے شفا بخشنے والے پروہتوں کو اپنے آپ پر مکمل اعتماد تھا۔ یہ بڑے پختہ کار، عقلمند، شائستہ اور خوش خلق لوگ تھے۔ آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دینے والی ان شخصیتوں کے

سامنے اُسے میکس گاٹلب ایک بوڑھا خبطی اور گستاخ، سونڈبلیس ایک عطائی معلوم ہوتا اور نوٹلس ایک حقیر سا شہر دکھائی دیتا جہاں کوئی بڑا کام نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی خوش خلقی اور انکسار جب اُس کی انا کو کچل دیتے تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے وہ ایک خدمتگار ہو۔

لیورا کے پاس بیٹھا وہ بہت بے لاگ طریقے اور صاف گوئی سے اس سوال پر بحث کرتا کہ "مارٹن ایروسمتھ کون ہے اور کدھر جا رہا ہے؟" اس بحث مباحثے میں وہ یہ اعتراف کر لیتا کہ ان مشہور و معروف ڈاکٹروں کی موجودگی میں اُس کا یہ پرانا اعتماد ختم ہو جاتا ہے کہ وہ بھی ایک برتر اور اعلےٰ آدمی ہے۔ لیورا اُسے دلاسا دیتی۔

"تمہارے ان کمبخت بڑے بڑے ڈاکٹروں کے لئے میرے پاس ایک بڑا پیارا سا نام ہے۔ یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ کس قدر شان دکھاتے ہیں یہ اپنی، کتنے شائستہ اور مہذب بنتے ہیں اور کس قدر احتیاط سے مسکراتے ہیں۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک دفعہ پروفیسر گاٹلب نے ایسے سب لوگوں کو 'نیچے تلے انداز میں ہنسنے والے' کہا تھا؟"

مارٹن کو فقرہ اچھا لگا اور انھوں نے شرارتی بچوں کی طرح اس کا ایک گیت بنایا اور گانا شروع کر دیا۔

"نیچے تلے انداز میں ہنسنے والے، جائیں جہنم میں یہ افسر نیچے تلے انداز میں ہنسنے والے جائیں جہنم میں، ان کی محتاط ہنسی، جائیں جہنم میں یہ اونچی دوکان والے جائیں جہنم میں!"

(۲)

ولسل ویفیا میں رہنے والے ایک اکھڑ اور نادان لڑکے کی منزل سے گزر کر زندگی کا سرد گرم برداشت کرتا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا مارٹن اب ایک پختہ کار آدمی ہو گیا تھا، اور لیورا سے اُس کے تعلقات ایک نوعمر جوڑے کی بے باک اور

رومانی محبت سے آگے نکل کر مستحکم بنیادوں پر استوار ہو گئے تھے اب اُن کے درمیان اتفاق و اتحاد کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا تھا جس سے صرف شادی شدہ جوڑے ہی آشنا ہوتے ہیں مگر میاں بیوی میں کبھی ایسا اتحاد کم ہی دیکھا گیا ہے۔ اختلافات کے باوجود اُن میں ایسی ہی ہم آہنگی تھی جیسی جسم کے مختلف اعضا میں ہوتی ہے۔ تاہم یہ پیار ایسا نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ خوشی و مسرت کے جھولے جھولا کرتے۔ چونکہ وہ لیورا کا شیدائی تھا اور اُسے اچھی طرح سے سمجھتا تھا اور چونکہ غصے میں چیخنا چلانا اور سخت سست کہنا بھی محبت اور اعتماد کا ایک اظہار رہا کرتا ہے اس لئے مارٹن بار بار اُس پر جھلاتا اور اُس سے جھگڑتا۔ کسی آرچڈ جیسی حسین و جمیل بیوی کے ساتھ وہ کبھی اس طرح سے پیش نہ آسکتا تھا۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ جھگڑا ہونے کے بعد وہ مُنہ پھلا کر بیٹھ جاتا اور اُس کی کسی بات کا جواب نہ دیتا یا اُسے اکیلا چھوڑ کر کئی کئی گھنٹے گھر سے باہر رہتا اور اس خیال سے محفوظ ہوتا کہ وہ اکیلے میں جل بھُن رہی ہوگی، انتظار کر رہی ہوگی چونکہ وہ اُسے پیار کرتا تھا، اُسے چاہتا تھا اس لئے انگس ڈویر کی دعوتوں میں جب وہ دُوسری عورتوں کی طرح شائستہ، نرم اور شیریں معلوم نہ ہوتی تو وہ جھلا اُٹھتا۔

مسز وِنفیلڈ نیک دل اور منکسر المزاج بڑھیا تھی۔ لیورا اُس کے مقابلے میں بڑی شاندار اور تابناک نظر آتی تھی مگر برف کی طرح سرد مہر مسز ڈویر ایسے ٹھنڈے دل و دماغ کی مالک تھی کہ اُس کی سرد مہری اور اُس کا نک چڑھا پن اپنی مثال آپ تھا۔ امیر باپ کی اس نوجوان بیٹی کے لباس میں ہمیشہ ایک امتیازی شان ہوتی اس کی آواز اور اس کے لب و لہجے میں اونچے سکولوں میں پڑھی ہوئی لڑکیوں ایسا معنی خیز اور مصنوعی سا ترنم ہوتا۔ اپنی سماجی حیثیت کو اور بلند کرنے کے لئے اس کے بلند بانگ ارادے تھے۔ دل و دماغ کی خوبیوں کی طرف سے وہ قطعاً بے نیاز تھی۔ حقیقت میں وہ ایسی ہی عورت تھی جیسی کہ نوٹلس میں مسز اردنگ واٹرز اپنے آپ کو سمجھتی تھی۔

نوٹلس کی اونچی سوسائٹی کے تیز و طرار لوگوں کی پُر تکلف محفلوں میں مسز ٹریڈ گولڈ یورا کے ساتھ مشفقانہ طور پر پیش آتی تھی، اور اگر کبھی اُس کے جوتے کا بکسوا یا قمیض کا بٹن غائب ہوتا تو وہ اُس پر صرف ہنس دیتی، مگر شان شوکت اور آن بان والی مسز ڈوبرا ایسے موقعے پر طعنہ دینے اور چوٹ کرنے سے کبھی نہ چوکتی۔ اگرچہ وہ طعنہ بڑے شستہ اور مہذب طریقے سے دیتی اور اُس کی چبھن اتنی تیز اور شدید نہ ہوتی کہ سننے والا آزردہ ہو جائے، پھر بھی اُسکی چوٹ بڑی صاف اور واضح ہوتی۔

جب وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ کر ڈوڈیر کے ہاں سے لوٹ رہے تھے تو مارٹن اُس پر برس پڑا۔

کیا تم نے قسم کھا رکھی ہے کہ عقل کی بات کبھی نہ سیکھوگی۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار نوٹلس میں ہم نے سڑک پر گاڑی ٹھہرا کر کئی گھنٹے اس سوال پر بحث کی تھی اور تم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ زیادہ ہوشیاری سے کام لوگی مگر اب پھر وہی افسانہ دہرایا جا رہا ہے۔ کیا شام کو تم یہ دیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کر سکتی تھیں کہ تمہاری ناک پر کالک لگی ہے؟ مسز ڈوویر کو فوراً ہی یہ کالک نظر آ گئی۔ تم اتنی پھوہڑ کیوں ہو گئی۔ تم تھوڑی سی احتیاط نہیں رکھ سکتیں۔ لوگوں میں بیٹھ کر تم کوئی بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟ آج ڈنر میں تم گم صم سی بیٹھی رہیں اور ٹکر ٹکر لوگوں کو دیکھتی رہیں۔ زندگی میں ترقی کرنے کے لئے کیا تم میری مدد نہیں کرنا چاہتیں؟ انگس اپنی بیوی کی مدد سے بیس سال میں امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کا صدر ہو جائے گا اور اس عرصے میں تم مجھے ترقی کی طرف لے جانے کی بجائے واپس ڈاکوٹا لے جا کر ہیبی لنک کا اسسٹنٹ بنا دوگی!

ٹیکسی کے آرام دہ اور ٹھاٹ دار سیٹ پر لیورا اُس کے ساتھ ٹیک کر بیٹھی تھی مگر اب وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور جب اُس نے بولنا شروع کیا تو اُس کی آواز میں بے پروائی اور بے نیازی کا وہ پُرانا انداز نہیں تھا۔

"میری جان مجھے بڑا افسوس ہے کہ آج دوپہر کو میں چہرے کی پالش کروانے

گئی تھی تاکہ تمہیں میرا ئمنہ اچھا لگے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ تم چاہتے ہو میں اُن لوگوں کی بات چیت میں حصّہ لیا کروں، اس لئے جدید تصویری پر میں ایک چھوٹی سی کتاب خرید لائی اور بڑی محنت سے میں اُسے پڑھتی رہی مگر تمام دعوت میں جدید تصویری پر کوئی بات ہی نہیں ہوئی —"

یہ سن کر مارٹن کا دل پگھل گیا اور سسکیاں بھرنے لگا۔ لیورا کا سر اُس کے کندھے پر تھا اور وہ اُس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہا تھا" میری پیاری ستم رسیدہ بچی۔ دولت کے ان بچاریوں کی برابری کرنے کے لئے تمہیں کسقدر مصیبت اٹھانی پڑی"

(۳)

رُڈنسفیلڈ کلینک میں آنے کے کچھ دیر بعد جب وہاں کی چمک دمک اور تیزی وطراری کو ایک نظر دیکھ چکا تو مارٹن کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے تحقیقی مقالے کی نوک پلک درست کرے۔

انگس ڈویر کو جب اس کا پتہ چلا تو اُس نے اشارتاً کہا" دیکھو مارٹن مجھے خوشی ہے کہ سائنس میں تم نے اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھا ہے مگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو صرف اپنے شوق وتجسس پر اتنا وقت برباد نہ کرتا۔ اگلے روز ڈاکٹر رڈنسفیلڈ بھی کہہ رہے تھے کہ تمہارے ان تحقیقی کاموں پر ہمیں خوشی ہے لیکن ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم اپنی تحقیقی سرگرمیوں کو کسی مفید کام کے لئے صرف کرو۔ مثال کے طور پر اگر تم" اپینڈے سائنس" کے سو مریضوں کے خون کا تجزیہ کر کے اسے چھپواؤ تو یہ فائدے مند کام ہو گا اور اگر اپنے مقالے میں کلینک کا ذکر کر دو تو ہمارا بھی تھوڑا سا نام بنے گا — اور پھر شاید ہم تمہاری تنخواہ تین ہزار سالانہ تک کر دیں"۔

یہ فیاضی دیکھ کر مارٹن کے دل میں ہر طرح کی تحقیق کرنے کی خواہش ختم ہو گئی۔

"اِنگس ٹھیک ہی کہتا ہے مطلب یہ کہ بطور سائنسدان کے میں ختم ہو چکا ہوں۔ اب آئندہ میں کسی طرح کی طبع زاد تحقیق نہیں کروں گا۔"

مارٹن کو کلینک میں آئے ایک سال ہو چکا تھا اور چھوت کی بیماریوں کے رسالے "جرنل آف انفیکشیس ڈیزیزز" میں اُس کا مقالہ شائع ہو گیا تھا۔ مارٹن نے روُنسفیلڈ اور انگس کو اُس چھپے ہوئے مقالے کی ایک کاپی دی۔ دونوں نے بہت تعریف کی جس کا مطلب تھا کہ اُنھوں نے مقالہ پڑھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ بات چیت کے دوران میں اُنھوں نے خون کا تجزیہ کرنے والی تجویز پھر سے دہرائی۔

مقالے کی ایک کاپی اُس نے میگرک انسٹی ٹیوٹ کے پتے پر میکس گاٹلب کو بھی بھیجی۔

گاٹلب نے اُسی مکڑی کے جالے کی سی بدخط تحریر میں جواب لکھا۔

ڈیئر مارٹن،

تمہارا مقالہ پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ جراثیم بردار دوا کی عمر کے ساتھ خون کے "ہیمولیسین" مادّے کا تعلق قائم کر کے تم نے اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالی ہے۔ میں نے ٹبز سے تمہارا ذکر کیا ہے۔ تم ہمارے پاس، میرا مطلب ہے میرے پاس، کب آ رہے ہو؟ لیبارٹری تمہاری منتظر ہے۔ دنیا ترک کرنے یا سادھو مہاتما بننے کی مجھے خواہش نہیں ہے مگر جب میں نے روُنسفیلڈ کلینک کے چھپے ہوئے خوبصورت پیڈ پر تمہارا خط دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ ایک اچھا شہری بننے کی کوششوں سے تم اُکتا چکے ہو گے اور اپنے اصل کام پر آنے کے لئے بالکل تیار ہو گئے۔ اگر تم آجاؤ تو مجھے اور ڈاکٹر ٹبز کو بہت خوشی ہو گی۔

تمہارا بہی خواہ
ایم گاٹلب۔

"میں جانتی ہوں نیویارک تمہیں بہت ہی پسند آئے گا۔" لیورا نے کہا۔

باب چھبیسواں

میگر کی بلڈنگ دور سے دیکھنے پر بس ایک اونچی سی دیوار معلوم ہوتی تھی۔ شیشے اور پتھر کی بنی ہوئی یہ بے رنگ سی تیس منزلوں کی عمارت زمین کے ایک تنگ سے تکونے ٹکڑے پر کھڑی تھی جہاں سے نیو یارک ایک چوتھائی دُنیا پر حکومت کرتا ہے۔ پہلی نظر میں مارٹن کو نیو یارک نے کچھ زیادہ متاثر نہ کیا۔ ایک سال تک شکاگو کی رونق اور ہماہمی دیکھنے کے بعد نیو یارک کا مان ہٹن اُسے ایک پست سی جگہ معلوم ہوا۔ مگر جب اُس نے ریل کے پُل پر سے وہ مینارہ ("جسے" دول ورتھ ٹاور" کہتے ہیں) دیکھا تو وہ جھوم اُٹھا۔ اب تک اُس کی نظر میں فن تعمیر کے جمالیاتی پہلو کی کوئی اہمیت نہیں تھی اُس کے لئے ہر عمارت یا تو بڑی ہوتی یا چھوٹی ہوتی جس میں دلچسپ یا غیر دلچسپ قسم کے لوگ رہتے۔ اتنی عمر میں اُس نے عمارتوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہی کہا تھا: "ارے وہ بہت فضادار بنگلہ ہے، رہنے کے لئے بہت خوب ہے!" مگر اب وہ سوچ رہا تھا: "بادلوں کے پس منظر میں یہ مینار کتنا حسین دکھائی دیتا ہے کس قدر فرحت بخش ہے اس کا نظارہ۔ میں اسے روز آ کر دیکھا کروں گا۔"

وہ "سیڈار سٹریٹ" پر آیا جہاں سامان سے لدے ہوئے دُنیا بھر کے بڑے بڑے ٹرک شور مچاتے گزر رہے تھے۔ اس سڑک پر چلتا ہوا وہ میگر کی بلڈنگ کے آہنی دروازوں تک آپہنچا اور پھر ایک غلام گردش کو پار کرنے لگا جس کی دیواروں پر شوخ رنگوں میں قبائلیوں، ڈاکوؤں اور امریکہ کے ساحلی علاقوں کی تصویریں بنی تھیں۔ غلام گردش سیڈار سٹریٹ ختم ہوئی تھی ایک چھوٹی سی گلی میں "بینک آف اینڈیز اینڈ اینٹیلیس" تھا اس کے ڈائرکٹروں کی مجلس کا صدر اس

میگرگ تھا) یہاں کا سنہری تقدس ایک ایک گوشے سے عیاں تھا۔ بینک کے اندر مال برآمد کرنے والے سرخ بالوں والے امریکن کوٹو شہر سے آئی ہوئی اپنی ہنڈیوں کی رقم وصول کر رہے تھے اور وہاں کے کلرک، فربہ اندام عورتوں سے ہسپانوی زبان میں تیز تیز گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ لبرٹی سٹریٹ کے آخر میں ایک بورڈ پر لکھا تھا: "مسافروں کو معلومات دینے کا دفتر، میگرگ لائن، ویسٹ انڈیز اور جنوبی امریکہ کے لئے ہر ہفتے جہاز چلتا ہے"۔

مارٹن نے کھیتوں اور چراگاہوں کے دیہاتی ماحول میں پرورش پائی تھی مگر اب وہ آنکھوں کو چوندھیا دینے والی چمک دمک کے سامنے کھڑا تھا اور اُسے لاکھوں اور کروڑوں کے کاروبار کا شور و ہنگامہ سنائی دے رہا تھا۔

کالنی کے جنگلے کے بیچ میں ایک لفٹ پر "میگرگ انسٹی ٹیوٹ" کی تختی لگی تھی بڑے فخر سے وہ اس میں داخل ہوا۔ اُسے ابھی سے اس مقدس ادارے کے ساتھ وابستگی کا احساس ہونے لگا تھا۔ لفٹ بڑی تیزی سے اوپر کو اٹھی۔ اُسے اُن شیشے کے دروازوں کی صرف جھلک ہی دکھائی دیتی جن پر بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے ناموں کی چمکدار تختیاں لگی تھیں۔

سائنسی تحقیق کرنے والی تنظیموں میں میگرگ انسٹی ٹیوٹ دنیا کا واحد ادارہ ہے جسے ان بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے ہمسائے میں جگہ ملی ہے۔ میگرگ بلڈنگ کی اُنتیسویں اور تیسویں منزل اس کے لئے مخصوص ہے اور چھت پر جانوروں وغیرہ کے رکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ یوں اس عمارت میں سٹینو گرافروں، حساب کتاب رکھنے والے کلرکوں، ارجنٹینا کو طرح طرح کی پوشاکیں برآمد کرنے والے تاجروں کی دُنیا کے اوپر ایک دُنیا سائنسدانوں کی بھی ہے جو اپنے نت نئے انوکھے تجربات کے خواب دیکھا کرتے ہیں۔

اس کے بعد مارٹن نے نگاہ دوڑائی تو اُس نے دیکھا کہ وِنفیلڈ کلینک کے مقابلے میں انسٹی ٹیوٹ میں ملاقاتیوں کا کمرہ قدرے چھوٹا ہے مگر یہاں کی چمکدار

ٹائلیں اور آرائشی کرسیاں وہاں سے کہیں زیادہ وحشت قسم کی شائستگی کا ماحول پیدا کرتی ہیں۔ پھر دفعتاً اُسے کسی چیز کا ہوش نہ رہا، نہ ہی اُس کمرے کا اور نہ ہی ملاقاتیوں کو خوش آمدید کہنے والی لڑکی کا۔ وہ صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ وہ پانچ سال کے بعد اب میکس گاٹلب سے ملے گا۔

اُس نے لیبارٹری کے بند دروازے پر بڑی بے تابی سے آنکھیں گاڑ رکھی تھی۔

گاٹلب کے گال اُسی طرح پچکے ہوئے تھے، اُس کی رنگت ویسی ہی سیاہی مائل تھی۔ وہی تیکھی ناک اور خون بار آنکھیں۔ مگر اُس کے بال سفید ہو چکے تھے اور چہرے کے گرد جھریاں سی پڑ گئی تھیں۔ اُس کے نحیف جسم کو دیکھ کر مارٹن دل ہی دل میں رو دیا۔ بڈھے نے اُس کی طرف غور سے دیکھا اور اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر صرف اتنا ہی کہا۔

"اچھا ہوا تم آ گئے......... تمہاری لیبارٹری ہال کمرے سے آگے تین دروازے چھوڑ کر ہے......... مگر تمہارے اُس مقالے پر مجھے ایک ہی اعتراض ہے۔ تم نے لکھا ہے جس باقاعدگی سے سٹریپٹو لیسیں، غائب ہوتی ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مساوات مل جائے گی ——"

"مگر جناب مل سکتی ہے۔"

"تو تم نے مساوات بنائی کیوں نہیں ؟"

"یہ تو —— میں...... میں کہہ نہیں سکتا۔ میں ریاضی دان نہیں ہوں۔"

"تو پھر بغیر ریاضی سیکھے تمہیں یہ مقالہ چھپوانا نہیں چاہیئے تھا!"

"میں —— دیکھیئے ڈاکٹر گاٹلب کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میرا علم اس جگہ کام کرنے کا قابل ہے؟ میں زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"کامیابی؟ میں نے یہ لفظ پہلے بھی سنا ہے۔ ارے ہاں اس لفظ کو وینے میک یونیورسٹی میں پڑھنے والے چھوکرے استعمال کیا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب

ہے امتحان پاس کرنا۔ مگر یہاں پاس کرنے کو کوئی امتحان نہیں ہے.......
یہ بات تم اچھی طرح سے سمجھ لو مارٹن۔ تم لیبارٹری کی تیکنیک کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتے ہو۔ تم نے ان جراثیموں کے نام سن رکھے ہیں، تم اچھے کیمسٹ نہیں ہو، ریاضی میں تم بہت کمزور ہو۔ مگر تم میں جستجو اور تجسس کا جذبہ ہے، اور تم ضدی ہو۔ تم قوانین کو آنکھیں بند کر کے نہیں تسلیم کر لیتے۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ یا تو تم بہت اچھے سائنسداں بنو گے یا بہت نکمے اور اگر تم نکمے سائنسداں ہوئے تو نیویارک پر حکومت کرنے والی رئیس عورتوں میں بہت مقبول ہو جاؤ گے۔ اور اگر تمہارا طریق استدلال لوگوں کو پسند آ گیا اور تم روزی کمانے کے لئے لیکچر دینے کے قابل ہو گئے تو کسی کالج کے پرنسپل ہو جاؤ گے۔ بہر حال یہ تجربہ دلچسپ رہے گا۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ دونوں بڑے جوش و خروش سے بحث کر رہے تھے۔ مارٹن کا کہنا تھا کہ دنیا کو لکھنے پڑھنے، تجارت کرنے، لڑائیاں لڑنے کے سب دھندے چھوڑ کر مظہر قدرت کا تماشہ کرنے کے لئے لیبارٹریوں میں چلے جانا چاہئے۔ ادھر گاٹلب کا اصرار تھا کہ دنیا میں پہلے ہی بہت سے شست الوجود سائنسداں موجود ہیں، لہٰذا ریاضیاتی تجزیے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اور اس سے بھی بڑی ضرورت یہ ہے کہ جو باتیں تسلیم کی جا چکی ہیں۔ انھیں غلط ثابت کیا جائے۔

یہ بحث کچھ اس انداز سے ہو رہی تھی، جیسے وہ جھگڑ رہے ہوں مگر اندر ہی اندر مارٹن اس احساس سے سرشار و شادماں تھا کہ آخر کار وہ "واپس اپنے گھر" آ گیا ہے۔

جس لیبارٹری میں وہ گفتگو کر رہے تھے بہت ہی معمولی سی تھی وہاں کے ساز و سامان میں ایک دلداری: جیلجی تھی، ایک بینچ پڑا تھا جس پر نمبروں والی امتحان کی نلکیوں کے ڈبے رکھے تھے ایک خوردبین تھی، کچھ نوٹ بکیں اور رہائڈ روجن سے متعلق نقشے تھے، بدصورت اور بے ڈھب قسم کی بوتلوں کی قطاریں تھیں جنھیں شیشے اور ربڑ کی نلکیوں سے آپس میں ملایا گیا تھا اور کمرے کے آخر میں باورچی خانہ نما

میں رکھی جانے والی ایک معمولی سی لمبی میز پڑی تھی۔ یہاں اس کمرے میں گاٹلب اپنی لمبی باہوں کو اپنی سوکھی سی کمر کے پیچھے سمیٹے ٹہل رہا تھا اور مارٹن کو دکر کبھی ایک بنچ پر آتا کبھی دوسرے پر۔ بحث کی گرمی اور جوش و خروش کے باوجود وہ کسی کسی وقت احترام و عقیدت کی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا۔

گاٹلب نے اس بحث کو بیچ میں ہی ختم کر دیا اور پوچھنے لگا: "تم یہاں کیا کام کرنا چاہتے ہو؟"

"کیوں جناب، میں آپ کی مدد کروں گا، اگر مجھ سے ہو سکا تو۔ میرے خیال میں آپ ضد الاجسام کے امتزاج کے متعلق تحقیق کر رہے ہیں؟"

"ہاں میرا خیال ہے کہ میں اجتماعی حرکت کے اصول کے تحت محفوظ تاثرات پیدا کر سکتا ہوں۔ مگر یہاں تمہارا کام میری مدد کرنا نہیں ہو گا۔ تمہیں اپنا کام کرنا ہو گا۔ کیا کرنا چاہتے ہو تم؟ میرے بچے یہ ہسپتال نہیں ہے جس میں قاعدے کے ساتھ قطار میں بیٹھے مریضوں کا علاج ہوتا ہے!"

"تو پھر میں ایک ایسا خون پاش تلاش کرنا چاہوں گا جس کے لئے ایک (اینٹی باڈی) ضد الاجسام) بھی ہو سرٹیلائی سن) کر دیات عقدیہ صدیدیہ پاش کے لئے ابھی تک ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں (سٹیفی لولی سن) کر دیات عنقودیہ صدیدیہ پاش پر کام کرنا چاہوں گا۔ آپ کو اعتراض تو نہیں؟"

"مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ بس تم برف کے ڈبے میں سے میرے جراثیم پر دردہ نہ چرایا کرنا۔ اگر تم اپنے چہرے پر ہر وقت ایک پُراسرار سا تاثر بنائے رکھو گے تو ہمارے ڈائرکٹر ڈاکٹر ٹبز سوچیں گے کہ ضرور تم کوئی اہم تحقیق کر رہے ہو۔ میری صرف ایک ہی تجویز ہے اور وہ یہ کہ اگر تم کسی مسئلے میں اُلجھ جاؤ اور دماغ کو کچھ سکون دینا چاہو تو میرے دفتر میں جاسوسی کہانیوں کی کچھ کتابیں پڑی ہیں۔ مگر نہیں، مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیئے۔ ابھی تو تم آئے ہو!

"شاید میں خبطی ہوں۔ مارٹن یہاں کئی لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں میرے

خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔ تم شاید سوچ رہے ہو کہ یہ سب میرا وہم ہے مگر تم خود ہی دیکھ لینا! میں کئی غلطیاں کرتا ہوں۔ مگر ایک چیز ہے، میں اپنے آپ کو غیر متعلق چیزوں سے آلودہ نہیں کرتا، یہی ایک سائنسداں کا ایمان ہے اور میں اس ایمان سے کبھی متزلزل نہیں ہوا۔

سائنسداں ہونا کوئی ایسا کام نہیں ہے کہ آدمی بیمہ کمپنی کا "سیلز مین" نہ ہوا، ڈاکٹر نہ ہوا، بادشاہ نہ ہوا، کسان نہ ہوا تو سائنسدان ہو گیا۔ تصوف کی طرح یہ بھی بڑے اُلجھے ہوئے گنجلک خیالات کا گورکھ دھندہ ہے، بالکل ویسے ہی جیسے آدمی کے اندر شعر کہنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ ان جذبات کا شکار ہو کر انسان ایک عام چلتے پھرتے آدمی سے بہت مختلف ہو جاتا ہے۔ ایک عام آدمی کو تو سوائے کھانے، سونے، اور جنسی خواہشات پورا کرنے کے اور کسی بات کی پرواہ نہیں ہوتی۔ مگر سائنسدان تو اپنے کام کو جزو ایمان سمجھتا ہے ــــــ وہ اتنا کٹر قسم کا مذہبی ہوتا ہے کہ آدھی سچائی کو قبول کرنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے اُس کے مذہب اُسکے ایمان کی توہین ہوتی ہے۔

"وہ چاہتا ہے کہ ہر چیز سخت اصولوں کے معیار پہ جانچی جائے۔ وہ سرمایہ داروں کا بھی مخالف ہے جو سمجھتے ہیں کہ اُن کا یوں دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹنا کوئی نظام ہستی ہے اور اُن آزاد پسند لوگوں کی بھی مخالفت کرتا ہے جن کے خیال میں آدمی جد وجہد کرنے والا جانور نہیں ہے۔ وہ امریکہ کے اشتہار باز اور یورپ کے رئیس دونوں کو ایک ہی سطح پر رکھتا ہے اور اُن کی بکواس کو نظر انداز کر دیتا ہے بالکل نظر انداز کر دیتا ہے! وہ ان وعظ کرنے والوں سے بھی نفرت کرتا ہے۔ جو قصے کہانیاں سنانے بیٹھے ہیں۔ اُسے انسانیات کے ماہروں اور مورخوں سے بھی زیادہ ہمدردی نہیں جو صرف اندازے لگایا کرتے ہیں۔ ہاں یہ سائنسدان ایسا ہی آدمی ہے جس سے سب شریف اور معقول لوگوں کو فطری طور پر نفرت کرنی چاہیئے!

"یہ سائنسداں جس طرح ان ٹونے ٹوٹکے کرنے والوں اور مالش سے ٹوٹی ہڈیاں جوڑنے والوں کی بُرائی کرتا ہے، اسی طرح اُن ڈاکٹروں کو بھی نہیں بخشتا جو کچے پکے تجربات سے اُڑتے ہیں اور بغیر اچھی طرح سے ٹیسٹ کئے امید رکھتے ہیں کہ ان سے شفا ہو گی۔ ان لوگوں کا کردار انھی لوگوں ایسا ہوتا ہے جو اپنے بے پروا قدموں سے وہ سارے سراغ مٹا دیتے ہیں جو کسی سراغرساں کے کام میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں ان کوڑھ مغز لوگوں کے مقابلے میں جنھوں نے سائینس کا نام بھی نہیں سُنا وہ ان نقلی سائینسدانوں سے زیادہ نفرت کرتا ہے جن کی سائینس کا انحصار فقط قیاس پر ہے اور جو ہمارے ماہرین نفسیات کی طرح ہیں۔ ان مسخرے سائنسدانوں سے بھی کہیں زیادہ وہ اُن لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو حیاتیات کی پاک صاف مملکت میں صرف ایک ہی درسی کتاب پڑھ کر جاہلوں اور بے وقوفوں میں لیکچر دے کے مقبول ہو جاتے ہیں۔ صحیح معنوں میں انقلابی اور مستند سائنسداں وہی ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کے علم کا دائرہ کس قدر محدود ہے۔

"اُسے جذباتیت سے دور رہنا چاہیئے۔ وہ ہمیشہ حقائق کی دنیا میں رہتا ہے مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ذاتی زندگی میں وہ اتنا روکھا اور سنگدل نہیں ہوتا اور ان کاروباری رجائیت پسندوں سے زیادہ رحم دل اور گداز دل ہوتا ہے۔ دنیا پر ہمیشہ انسان دوست قسم کے لوگوں نے حکومت کی ہے —— ان ڈاکٹروں نے جو اپنا طریقہ علاج بھی اچھی طرح سے نہیں سمجھتے، اُن سپاہیوں نے جو چاہتے ہیں کوئی دشمن ملے تاکہ اُس کے خلاف اپنے وطن کی حفاظت کر سکیں، ان واعظوں نے جن کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ لوگ انھیں سُنیں، اپنے مزدوروں سے محبت کرنے والے صنعت کاروں نے، آتش بیان سیاستدانوں نے، اور دردمند دل رکھنے والے ادیبوں نے —— اور دیکھو ان سب لوگوں نے دُنیا کو کیا چوپٹ کیا ہے۔ شاید اب سائنس دانوں کے حکومت کرنے کا وقت آیا ہے، جو کام کرتے ہیں تحقیق کے کام میں جٹے رہتے ہیں اور اپنی انسان دوستی کا ڈھنڈورا پیٹنے میں وقت نہیں گنواتے۔

"مگر ایک بات اور یاد رکھو کہ سائنس کے میدان میں کام کرنے والے تمام لوگ سائنسداں نہیں ہوتے۔ بہت ہی کم! باقی سب سیکرٹری، پریس ایجنٹ اور پیچھے پیچھے چلنے والے ہوتے ہیں۔ سائنسداں تو گونگے کی طرح ہوتا ہے۔ اُس کی طرح اُپچ اور تخلیق کی صلاحیت جنم سے لے کر آتا ہے۔ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم میں بھی اس کا تھوڑا سا مادہ ہے اگر واقعی تم میں یہ مادہ ہے تو تمہیں ایک کام نہیں دو کام کرنے چاہیں۔ اپنی استطاعت سے دگنی محنت کرو اور اپنے آپ کو لوگوں کا آلۂ کار نہ بننے دو۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ تمہیں کامیابی جیسی خطرناک چیز سے دور رکھوں۔ میں تمہارے لئے صرف یہی کچھ کر سکتا ہوں۔ تاکہ...... مارٹن میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں خوش رہو تم پر کوخ جیسے سائنسدان کی رحمت ہو!"

(۲)

مارٹن نے لیبارٹری کے اندر، جو کہ اب اُس کی تھی، پانچ منٹ وجد اور بے خودی کے عالم میں گذارے۔ یہ تجربہ گاہ ویسے تو چھوٹی سی تھی مگر اس میں ہر طرح کا ضروری سامان موجود تھا۔ بنچ کی اونچائی عین ضرورت کے مطابق تھی، ایک باقاعدہ چلمچی تھی جس میں پاؤں سے چلنے والے نل لگے تھے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اُس نے اپنی روح کو آزاد چھوڑ دیا تاکہ وہ چھوٹا کمرہ اُس کے احساسات سے لبریز ہو جائے، اُس وقت اُسے محسوس ہوا جیسے وہ ایک مضبوط قلعے میں کسی محفوظ مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے اُسے کوئی پکر یا روڈنسفیلڈ وضاحت طلب کرنے یا پبلک کو خوش کرنے کے لئے کھینچ کر باہر نہیں نکال سکتا تھا۔ یہاں وہ کام کرنے کے لئے آزاد تھا اور اب اُسے سامان بندھوانے یا شگفتہ سے اندازِ بیان میں خط املا کروانے کے لئے، جسے لوگ کام کہتے ہیں، لیبارٹری سے باہر جانے کی ضرورت نہیں تھی۔

اُس نے بنچ پر بیٹھے بیٹھے کھڑکی میں سے دیکھا کہ اُس کا محبوب وول ورتھ ٹاور

اس کی تشنہ نگاہوں کو کمرے کی کھڑکی میں سے دعوتِ نظارہ دے رہا تھا۔ پھر اُس نے محسوس کیا کہ کمرے میں بند ہو کر سائنس کی پیچیدگیوں کی مسرت حاصل کرتے ہوئے بھی وہ زندگی کے رواں دواں دھارے سے کٹے گا نہیں۔ شمال کی طرف وول ورتھ ٹاور کے ساتھ ایک اونچی سی عمارت سٹی انویسٹنگ بلڈنگ بڑے کروفر اور تمکنت کے ساتھ کھڑی تھی۔ مغرب کی طرف بڑے بڑے جہاز سطحِ آب پر تیر رہے تھے، کشتیوں میں بیٹھے ملاحوں کا خوردہ ہنگامہ تھا اور زندگی کا کاروبار جاری و ساری تھا۔ اُس کی بیبارٹری کے عین نیچے سڑکوں پر لوگ بھاگ دوڑ رہے تھے۔ اچانک اُسے محسوس ہوا کہ اُسے انسانوں سے بھی ویسا ہی پیار رہے جیسا کہ امتحان کی نلکیوں کی ان صاف ستھری قطاروں سے ہے۔ اور پھر اُس نے دعا کی —— ایک سائنسدان کی دعا۔

"یا خدا میری نظروں کو اصل حقیقت دیکھنے والی روشنی عطا کر، مجھے جلد بازی سے بچا۔ یا خدا میرے دل میں ہر طرح کے دکھاوے اور دکھاوے کے کام کے خلاف ایک خاموش نفرت پیدا کر اور مجھے ہمت دے کہ میں اپنا کام کبھی ادھورا نہ چھوڑوں۔ یا اللہ مجھے ایک ایسی بے چینی اور بے تابی عطا کر جس سے کہ میں نہ پل بھر کے لئے چین لے سکوں نہ سو سکوں جب تک کہ میرے مشاہدہ کئے ہوئے حقائق میرے تجربے کی اصلیت سے ہم آہنگ نہ ہو جائیں یا میں اپنی غلطی معلوم کر کے اُسے دُرست نہ کر لوں۔ اے خدا میں کسی طرح کی تعریف اور شہرت قبول نہ کروں۔ خدایا مجھے ہمت دے کہ میں تیری ذات پر کبھی بھروسہ نہ کروں۔"

(۳)

مارٹن اپنے معمولی سے ہوٹل تک پیدل گیا۔ سارا راستہ سڑکوں پر لوگوں کا ہجوم اُسے گھورتا رہا۔ یہ دُبلا پتلا زرد رو سیاہ آنکھوں والا نوجوان بھیڑ کو چیرتا ہوا جا رہا تھا۔ کبھی وہ دوڑنا شروع کر دیتا، کبھی چلنے لگتا۔ وہ کچھ نہیں دیکھ رہا تھا مگر اُس دُھندلکے

میں اسے سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ بڑی بڑی پُر شکوہ عمارتیں، غلیظ اور گندی گلیاں، بے پناہ ٹریفک، قسمت کے دھنی لوگ، بے وقوف لوگ، خوبصورت عورتیں، معمولی دکانیں ابر آلود آسمان۔ وہ تیز تیز قدموں سے چلا جا رہا تھا جیسے اس کے پاؤں اس دھن پر آگے بڑھ رہے ہوں۔ "مجھے اپنا اصل کام مل گیا، مجھے اپنا اصل کام مل گیا۔"

لیورا اس کی منتظر تھی ——— وہی لیورا جس کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ وہ سستے سے کرائے کے کمروں میں ٹوٹی کرسیوں پر بیٹھ کر اس کا انتظار کیا کرے۔ جوں ہی وہ تیز تیز چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو وہ مسکرا دی اور اس کے دبلے پتلے جسم کا انگ انگ دمکنے لگا۔ مارٹن ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ چلا اٹھی۔

"ہائے سینڈی، مجھے کسقدر خوشی ہے!"

وہ کمرے میں ٹہلنے لگا اور اس نے میکس گاٹلب، میگرک، انٹی ٹیوٹ، نیویارک اور "سٹیفی لوئی سن" (کردیات عنقودیہ صدیدیہ پاش) کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔ لیورا نے اس قصیدہ خوانی میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"میری جان یہ تو بتاؤ کہ وہ تمہیں تنخواہ کیا دیں گے؟"

وہ چونک کر ٹھٹھک گیا۔ "اوہ! یہ پوچھنا تو میں بھول ہی گیا!"

"ارے!"

"مگر سنو تو! یہ رُوڈنفیلڈ کلینک نہیں ہے مجھے ان چیر پھاڑ قصائیوں سے سخت نفرت ہے جنکا مقصد صرف روپیہ کمانا ہوتا ہے ———"

"میں جانتی ہوں سینڈی۔ سچ، مجھے بھی اس کی کچھ زیادہ پروا نہیں۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ ہم کس طرح کا مکان کرائے پر لے سکتے ہیں، اگر تنخواہ کے متعلق معلوم ہو جاتا تو میں اسی حساب سے فلیٹ بھی تلاش کرتی۔ اچھا کہے جاؤ، پھر کیا کہا گاٹلب نے؟"

تین گھنٹے بعد رات کے آٹھ بجے وہ کھانا کھانے گئے۔

(۴)

جادو کا نگر مارٹن کے لئے نہ تو کوئی لمبا چوڑا شہر ثابت ہوا اور نہ ہی اُسے اُس میں کوئی جادو نظر آیا۔ سارا نیویارک اُس کے لئے صرف چند چیزوں پر مشتمل تھا۔ گھر سے دفتر جانے کا رستہ، زیر زمین ریلوے، انسٹی ٹیوٹ کی عمارت، ایک سستا سا ریستوراں جو اُسے بہت پسند تھا، کچھ گلیاں جن میں دھوبیوں اور نانبائیوں کی دوکانیں تھیں اور سینما گھر۔ مگر اُس پہلی رات اُنھیں وہ شہر ایک حیرت کدہ معلوم ہو رہا تھا۔ اُنھوں نے ڈنر "بریوورٹ" میں کھایا جس کے متعلق ایک بار گستاف سونڈیلیس نے ذکر کیا تھا۔ یہ ۱۹۱۶ء کے اُس زمانے سے پہلے کی بات ہے جبکہ ملک اچھا خاصہ خوشحال اور بے روح ہو چکا تھا۔ "بریوورٹ" میں فرانسیسی وردیوں، اچھے اچھے لذیذ کھانوں، جنگ میں شہرت حاصل کرنے والے سپاہیوں، جھولتی، لٹکتی نکٹائیوں، موٹی قسم کے لوگوں، نقش و نگار بنانے والوں، بڑے بڑے جہاز رانوں، برطانوی محکمہ سراغرسانی کے افسروں، اور بہت بوڑھے لوگوں کا اژدھام ہوتا اور ہر طرف لوگوں کی کائیں کائیں سنائی دیتی تھی۔

"کیسی اچھی جگہ ہے!" مارٹن نے کہا۔ "ذرا سوچو اب ہم پر معزز دکھائی دینے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اب کوئی انگس اور رارڈنگ واٹرز ہمیں نہیں دیکھ رہا! اگر اس وقت شمپین کی ایک بوتل ہو جائے تو کیسا رہے؟"

دوسری صبح جب وہ سو کر اٹھا تو اُسے یہ تشویش گھیرے ہوئے تھی کہ ہو نہ ہو اور شکاگو کی طرح یہاں بھی اُس کے ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے کوئی جال بچھا ہو۔ مگر جب اُس نے کام شروع کیا تو اُسے احساس ہوا کہ یہ اُس کے لئے ایک مثالی اور مکمل دنیا ہے۔ میکگرک انسٹی ٹیوٹ نے بڑی ہوشیاری اور خاموشی سے اُسے وہ

تمام سہولیات مہیا کی تھیں جن کی وہ خواہش کرسکتا تھا —— جانور، مصنوعی حرارت سے پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کے بچے نکالنے کی مشین، شیشے کا سامان، جراثیم پروردہ، "میڈیا" علاوہ اس کے اُسے مکمل طور پر ایک تربیت یافتہ تکنیکی ماہر بھی مہیا کیا گیا تھا۔ جسے انسٹی ٹیوٹ میں سب نے "ملازم" کا نام دے رکھا تھا۔ درحقیقت اُسے مکمل آزادی دے دی گئی تھی کہ وہ جو چاہے کرے اور جسطرح سے چاہے کرے انفرادی طور پر آزادانہ کام کرنے کے لئے اُسکی ہر طرح سے ہمت افزائی ہوئی تھی اور اُس کا واسطہ اب اُن لوگوں سے تھا جو منظوم پوسٹر نکالنے یا دو ہزار ڈالر کی مہم چلانے کی بجائے لعابی مادوں، اجسام کی تحمک، برقیوں اور ان کو چلانے والی قوت اور قوانین کے متعلق سوچا کرتے تھے۔

پہلے روز ہی شعبہ عضویات کے صدر (افسر اعلیٰ) ڈاکٹر ریلٹن ہولابرڈ اُسے ملنے کے لئے آئے۔ حالانکہ مارٹن نے ڈاکٹر ہولابرڈ کا نام عضویات کے موضوع پر نکلنے والے بڑے بڑے جریدوں میں اکثر پڑھا تھا مگر اُسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ اسقدر نوجوان اور خوبرو آدمی بھی کسی شعبے کا صدر ہو سکتا ہے —— اکہرا جسم، نکلتا ہوا قد، ترشی ہوئی مونچھیں اور عادات و اطوار میں ایک طرح کی بے ساختگی، مارٹن اب تک کلف کلاس جیسے لوگوں کی صحبت میں رہا تھا اور جب تک اُس نے ڈاکٹر ہولابرڈ کو جلدی سے تسلیمات کہتے نہ سنا تھا اُسے اندازہ نہیں تھا کہ آدمی اپنی آواز میں نسوانی تاثیر پیدا کئے بغیر بھی خوش گفتار ہو سکتا ہے۔

ہولابرڈ نے عمارت کی دونوں منزلوں میں گھوم کر اُسے انسٹی ٹیوٹ کی سب جگہیں دکھائیں۔ اور مارٹن نے وہ سب عجائبات دیکھے جن کے وہ زندگی بھر خواب دیکھتا رہا تھا۔ وسعت کے لحاظ سے تو وہ جگہ خاص نمایاں نہیں تھی مگر ساز و سامان کے اعتبار سے میکگرک انسٹی ٹیوٹ راک فیلر، پلیڈیئر، میک کارمک اور لسٹر جیسے اداروں سے آنکھ ملاتی تھی۔ مارٹن نے وہ سب کمرے دیکھے جہاں شیشے کے ظروف کو جراثیم سے پاک کیا جاتا تھا، "میڈیا" تیار ہوتا تھا، آبگینہ سازی کا کام

ہوتا تھا، جہاں تقطیب بین اور طیف پیما لگے ہوئے تھے اور جہاں دھات اور فولاد کی
دیواروں کا ایوانِ احتراق تھا۔ اُس نے علم الامراض اور جراثیمیات کا ایک عجائب گھر
دیکھا۔ ایسی جگہ وہ ایک عرصے سے دیکھنا چاہتا تھا۔ علاوہ اس کے وہاں ایک شعبۂ
مطبوعات بھی تھا جہاں سے انسٹی ٹیوٹ کی رپورٹیں اور اُن کا جریدہ "امریکی جرنل آف
بوگرافک پیتھالوجی" چھپتا تھا۔ اس جریدے کی ادارت انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر
ٹبز کے ہاتھ میں تھی۔ یہاں فوٹوگرافی کے لئے بھی ایک کمرہ مخصوص تھا، شعبۂ آبی حیاتیات
کے لئے ایک مچھلی گھر تھا اور ایک قطار میں کچھ لیبارٹریاں تھیں جنھیں شہر میں آنے
والے غیر ملکی سائنسدانوں کو استعمال کرنے کی دعوت دی جاتی تھی (یہ جدت ڈاکٹر
ٹبز کی موج خیال کا نتیجہ تھی)۔ اُس وقت اُن مہمانوں کے لئے مخصوص لیباریٹریوں میں
بیلجیم کا ایک ماہر حیاتیات اور ایک پرتگیزی "بایوکیمسٹ" کام کر رہا تھا۔ مارٹن
کے دل میں یہ سن کر ایک ہیجان سا پیدا ہوا کہ گسٹاف سونڈیلیس بھی یہاں کام کرتا
رہا ہے۔

پھر مارٹن نے برکلے سونڈرز کمپنی کی بنائی ہوئی مرکز گریز مشین دیکھی۔ اس مشین
کے کام کرنے کا وہی اصول ہے جس کے تحت دودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ یہ
مشین کسی سیال مرکب میں بکھرے ہوئے ٹھوس مادوں کو (جیسے جراثیم) تلچھٹ کے
طور پر اکٹھا کر لیتی ہے۔ بیشتر مرکز گریز مشینیں یا تو ہاتھ سے چلتی ہیں یا پانی کی قوت
سے چلائی جاتی ہیں اور یہ اتنی ہی بڑی ہوتی ہیں جتنی کہ ایک کاک ٹیل کو ملانے
والی بوتل ہوتی ہے مگر یہ شاندار مشین تو چار فٹ لمبی تھی اور بجلی سے چلتی تھی۔ اس کے
مرکزی گولے پر بچاؤ کا خول چڑھا ہوا تھا اور اس میں کھڑکیاں لگی تھیں جیسی کہ آبدوز
میں ہوتی ہیں اور یہ ساری مشین سیمنٹ کے ایک ستون پر چڑھائی گئی تھی۔

ہولابرڈ نے اُسے سمجھایا۔ "ایسی صرف تین مشینیں بنائی گئی ہیں۔ انہیں انگلستان
کی برکلے ساونڈرز کمپنی بناتی ہے۔ آپ اس کی رفتار تو جانتے ہی ہوں گے۔ ایک اچھی
مشین بھی فی منٹ چار ہزار چکر پورے کرتی ہے مگر ہماری یہ مشین ایک منٹ میں

بٹیں ذرا چکر لگاتی ہے ——— دنیا میں سب سے تیز رفتار ہے۔ دیکھا؟"

"واللہ، یہاں تو واقعی کام کے لئے پورا ساز و سامان مہیا کیا جاتا ہے"، مارٹن نے سارے ساز و سامان پر للچائی نظروں سے دیکھ کر کہا (ہولابرڈ کی بارعب شخصیت کے سامنے مارٹن بازاری الفاظ استعمال کرتے ہوئے ڈرتا تھا)

"ہاں سائنس کی دنیا میں میگرگ اور ٹبنر سب سے فیاض اور کھلے دل کے آدمی ہیں۔ میرا خیال ہے آپ کو یہ جگہ پسند آئی ہوگی، ڈاکٹر صاحب"

"ارے واہ یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ اور یہ سب کچھ دکھانے کے لیے میں آپ کا بہت مشکور ہوں"

"آپ یہ بھی تو دیکھئے کہ اپنی معلومات کا مظاہرہ کر کے مجھے کس قدر خوشی ہو رہی ہے۔ دنیا میں آدمی کو تسکین دینے کا بہترین و محفوظ ترین طریقہ یہ ہے کہ اسے خضر کا رول ادا کرنے کے لئے کہہ دیا جائے مگر ڈاکٹر صاحب انسٹی ٹیوٹ کی سب سے حیرت انگیز چیز ابھی آپ نے نہیں دیکھی۔ ادھر چلئے، اس طرف"

انسٹی ٹیوٹ کی اصل حیرت انگیز چیز کا سائنس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ ایک ہال کمرہ تھا جس میں عملے کے لوگ دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے۔ اسی ہال میں بڑے بڑے سائنسدانوں کو انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے دعوتیں دی جاتی تھیں۔ ان دعوتوں میں میزبان کے فرائض مسز میگرگ ادا کرتی۔ اس ہال کو دیکھ کر مارٹن ششدر رہ گیا اور اس کی نگاہیں چمکتے ہوئے فرش سے لے کر سیاہ و سنہری چھت تک جا پہنچیں۔ یہ ہال اس قدر بلند تھا کہ چھت تک انسٹی ٹیوٹ کی دو منزلوں کا احاطہ ہوتا تھا۔ ہال کے ایک کونے میں چبوترہ بنا تھا جس پر ڈائرکٹر اور سات شعبوں کے سربراہ لنچ کھایا کرتے تھے۔ اس چبوترے کے اوپر بلند و بالا دیوار کے ساتھ لگی ہوئی موسیقاروں کی گیلری تھی جس پر منبت کاری کی گئی تھی۔ دیواروں کے چوبی حاشیوں کے ساتھ دنیائے سائنس کے پیشواؤں کی تصویریں لگی تھیں جنھوں نے قرمزی رنگ کے چغے پہن رکھے تھے۔ علاوہ اس کے میکس فیلڈ پیرش کی بنائی ہوئی دیواری تصویر

تھی۔ اور ان سب کے اوپر ایک فانوس لٹک رہا تھا جس میں سو بتیاں لگی تھیں۔

"ارے خدایا!" مارٹن نے کہا "میں نے ایسا کمرہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔"

ہولابرڈ بہت کشادہ دل آدمی تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں آئی۔

"یہ شاید زیادہ ہی ٹھاٹ دار اور پر تکلف ہال ہے۔ اصل میں کیپیٹولا نے اسے بڑے چاؤ سے بنوایا تھا ——— کیپیٹولا مسز میگرک ہیں، اس ادارے کے بانی کی اہلیہ۔ بہت اچھی عورت ہے مگر انجمنوں اور تحریکوں سے بڑا لگاؤ رکھتی ہے۔ یہاں کا حیاتیاتی سیمیٹ ٹیری وکٹ اسے "ایوانِ سرمایہ" کہا کرتا ہے۔ مگر جب آپ کام کرنے کے بعد تھکے ماندے یہاں کھانا کھانے آتے ہیں تو یہ ہال کھانے والوں کی طبیعت شگفتہ کر دیتا ہے۔ اچھا اب ڈائرکٹر کے پاس چلیں، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو اُن کے پاس لے آؤں۔"

کھانے والے ہال کمرے کا یہ شاہانہ ٹھاٹ دیکھ کر مارٹن کو امید تھی کہ ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ ٹبز کا دفتر کسی رومن محل کا نمونہ ہوگا مگر وہ ایک پیازی بیچ سے ایک کونے میں پڑا تھا۔ اس کی آرائش فقط کاروباری ضروریات کے مطابق کی گئی تھی۔ کسی بڑے ادارے کے افسرِ اعلیٰ کا ایسا سادہ اور کاروباری انداز کا دفتر مارٹن نے آج تک نہیں دیکھا تھا۔ بڑی بڑی مونچھوں والے ڈاکٹر ٹبز ایک سنجیدہ، متین، پر خلوص اور عالم فاضل آدمی تھے۔ سائنس کے میدان میں تعاون اور تال میل کی حمایت کرنے والوں میں امریکہ کے اندر ڈاکٹر ٹبز کے [illegible] کا مقابلہ بہت کم لوگ کرتے تھے۔ ان خوبیوں کے باوجود وہ ایک دنیادار آدمی تھے اور ان کے کپڑوں کی نوک پلک ہمیشہ درست ہوتی تھی۔ وہ ہارورڈ یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے، یورپ میں پڑھے تھے، یونیورسٹی آف منیسوٹا میں علم الامراض کے پروفیسر، ہارٹ فورڈ یونیورسٹی کے صدر، جنوبی امریکہ کے وینزویلا ریاست کے وزیر، "ویکلی اسٹیٹسمین" کے ایڈیٹر اور "ڈیسنسی لیگ" کے صدر رہ چکے تھے۔ اور ...

وہ میگرک انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر تھے۔

وہ امریکہ کی سائنس اکیڈمی اور ادبی اکیڈمی دونوں کے ممبر تھے۔ بڑے بڑے فوجی جرنیلوں، پادریوں اور بینکوں کے ڈائرکٹروں کے ساتھ اُن کا اُٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا تھا۔ درحقیقت اُن کا شمار ایسی سربرآوردہ اور ممتاز ہستیوں میں ہوتا تھا جن کے پاس اخبار نویس ہر معاملے میں مستند معلومات حاصل کرنے کی خاطر انٹرویو لینے کے لئے آتے ہیں۔

ایک ملاقاتی کو اُن کے ساتھ دس منٹ تک بات چیت کرنے کے بعد ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ اُس کے سامنے بنی نوع انسان کا ایک ایسا رہنما بیٹھا ہے جو ہر موضوع پر بڑی عالمانہ گفتگو کر سکتا ہے، اور اس کے باوجود عملی زندگی کے معاملات کی عنان بھی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور لڑکھڑاتی دنیا کو دانشمندی اور معقولیت کے راستے پر لے جا رہا ہے۔ میکس گاٹلب تحقیق کے کسی معاملے میں چاہے کیسی ہی اچھی صلاحیت رکھتا ہو مگر محدود نظر اور بدمزاجی کے باعث وہ تعلیم، سیاست، تجارت اور اُن تمام معاملات پر وسیع نظر اور مستند رائے نہیں رکھ سکتا تھا اور اسی خصوصیت نے ڈاکٹر اے۔ ڈی وٹ ٹبز کو سب لوگوں میں ممتاز کیا تھا۔

مگر اتنے ادنیٰ اور حقیر سے مارٹن ایرو سمتھ کے ساتھ ڈائرکٹر صاحب بڑی خوش خلقی اور حلیمی سے پیش آئے جیسے وہ بھی سینٹ کا کوئی ممبر ہو۔ وہ مسکرا کر جھکے اور مارٹن کے ساتھ بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا۔ اُن کی مترنم سی آواز میں نرمی اور مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ایرو سمتھ، میں آپ کا صرف رسمی خیر مقدم نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ ہم دکھا دیں گے کہ آپ کے آنے سے ہمیں کس قدر خوشی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر گاٹلب نے مجھے بتایا ہے کہ مختلف تحقیق کی طرف آپ فطری رجحان رکھتے ہیں مگر یہاں آنے سے پیشتر آپ نے میڈیکل پریکٹس بھی کی ہے اور پبلک ہیلتھ کے محکمے میں بھی کام کیا ہے۔ ابتدا میں ایک وسیع جائزہ لینے کے لئے آپ نے بہت ہی صحیح قدم اُٹھایا۔

بہت سے لوگ جو سائنسداں بننے کے لئے اس میدان میں آتے ہیں ان میں ایک تربیت یافتہ نظر کا فقدان ہوتا ہے اور یہ تربیت یافتہ نظر دماغ کی سب صلاحیتوں کو ہم آہنگ کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔"

مارٹن کو یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ اس اعزاز کا بھی مستحق ہے کہ وہ ٹیچ جائزہ لیتا رہا ہے۔

"وہ کام کو پوری رفتار سے شروع کرنے کے لئے آپ کو تقریباً ایک سال تک کا وقت درکار ہوگا۔ ڈاکٹر ایروسمتھ میں آپ سے کام کی کوئی رپورٹ نہیں مانگوں گا۔ جب تک ڈاکٹر گاٹلب یہ محسوس کرتے رہیں گے کہ آپ خود اپنے کام کی رفتار اور ترقی سے مطمئن ہیں مجھے آپ کی طرف سے تسلی رہے گی۔ اگر میں آپ کو سائنس کے میدان میں اپنے نسبتاً زیادہ تجربے کی بنا پر کچھ مشورہ دے سکوں تو یقین کیجیے گا کہ مجھے آپ کی مدد کرنے میں بہت خوشی ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر ہولابرڈ کے بھی یہی جذبات ہیں حالانکہ انھیں حسد ہونا چاہیئے کیونکہ اب تک ہمارے کارکنوں میں سب سے کم عمر یہی تھے ـــ درحقیقت میں انھیں طفلِ بے پناہ کہا کرتا ہوں۔ مگر میرا خیال ہے کہ آپ صرف تیئیس ۲۳ سال کے ہیں اور اس لحاظ سے آپ ان سے بھی کم عمر ہیں۔

ہولابرڈ نے ازراہ مذاق کہا "نہیں ڈاکٹر صاحب۔ یہ اعزاز تو پہلے ہی مجھ سے چھن چکا ہے ٹیری وکٹ کو آپ بھول گئے۔ وہ بھی چالیس سال سے کم کے ہیں۔

"اچھا،" ڈاکٹر ٹبز نے دھیمی سی آواز میں کہا۔

مارٹن نے آج تک کسی شخص کو اسقدر شائستگی سے ناگواری کا اظہار کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ ٹیری وکٹ شاید اس فردوس میں سانپ کی حیثیت رکھتا تھا۔

ڈاکٹر ٹبز نے کہا "شاید آپ میرے اس کمرے کو تفصیل سے دیکھنا چاہیں گے۔ انشورنس کمپنی کے ایک ایجنٹ کی طرح میں بھی اپنے کارڈ۔ انڈکس اور فائلوں کو ترتیب سے رکھنے پر فخر کیا کرتا ہوں مگر ان کارڈوں کا ایک دلچسپ پہلو بھی ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ کر تنگ سی درازوں کا ایک خانہ دکھانے گئے کرے

کے دوسرے کونے میں گیا۔ ان دروازوں میں سائنس سے متعلق خاکے رکھے ہوئے تھے۔

وہ کون چیزوں کے خاکے تھے یہ اُس نے نہیں بتایا اور نہ ہی مارٹن کو کبھی معلوم ہو سکا کہ یہ کیا نقشے ہیں۔ انھوں نے کمرے کے آخر میں پڑی ہوئی ایک بینچ کی طرف اشارہ کیا اور ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ دیکھ سکتے ہیں کہ میں کسقدر نااہل اور بدسلیقہ ہوں۔ میں ہمیشہ دعویٰ کیا کرتا ہوں کہ مرضیات کے متعلق سب روح پرور تحقیق کی مسرتوں کو ترک کر کے میں نے ایک "ڈائرکٹر کی روکھی پھیکی اور تھکا دینے والی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں۔ تاہم بنی نوع انسان ایک کمزور ارادے کا واقع ہوا ہے کہ کبھی کبھی ایسے موقعوں پر جب مجھے انتظامی امور کی تفصیلات پر توجہ دینی چاہیئے، مجھ پر علم الامراض کے متعلق کسی فضول سی تھیوری کو پرکھنے کا جنون سوار ہو جاتا ہے اور میں اسقدر بے تاب ہو جاتا ہوں کہ اپنی باقاعدہ لیبارٹری تک جانے کا بھی صبر نہیں رہتا اس لئے تجربہ جاری رکھنے کے لئے قریب ہی ایک بینچ ضرور رہنا چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے میں جیسا اخلاق پسند اور اصول کا پکا بنتا ہوں ویسا ہوں نہیں۔ یہاں انتظامی امور بیشک سب سے اہم اور بڑی ذمہ داری ہیں مگر پھر بھی میں اپنے اوّلین عشق، اپنی پہلی محبوبہ یعنی سائنس کے پیچھے پیچھے بھاگا کرتا ہوں!"

"میرے خیال میں یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ آپ کا ذوق و شوق ابھی تک قائم ہے"، مارٹن نے بولنے کی جرأت کی۔

مگر وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر ٹبز نے حال ہی میں کیا کیا کام کیا ہوگا۔ بینچ کی صورت سے تو معلوم ہوتا تھا کہ اُسے عرصے سے استعمال ہی نہیں کیا گیا۔

"اور اب میں ڈاکٹر صاحب انسٹی ٹیوٹ کے اصل ڈائرکٹر سے آپ کو ملاتا ہوں ---- میری سکریٹری مس پرل روبنس!"

مارٹن نے مس روبنس کو پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ درحقیقت کمرے میں بیٹھ کر

شخص کی نگاہیں مس رینلس پر پڑنی ناگزیر تھیں۔ پُرتکلف لباس میں دو پینتیس سال کی گداز جسم والی جامہ زیب عورت وہاں بیٹھی حسن و جمال کی دیوی معلوم ہوتی تھی۔ وہ ہاتھ ملانے کے لیے اٹھی۔ اس کے ہاتھ کی گرفت بڑی مضبوط اور جاندار تھی۔ پھر وہ لب کشاہ ہوئی اور اسے اس کی آواز یوں لگی جیسے کوئی مغنیہ مدھم سُروں میں گا رہی ہو۔
"ڈاکٹر ہنز میری جو اتنی تعریف کر رہے ہیں اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے بغیر میں اُنھیں سہیری چلیے بنا کر نہیں دوں گی۔ ڈاکٹر ایڈ سمتھ ہم نے ڈاکٹر گالب سے آپ کی ذہانت کی اس قدر تعریف سن رکھی ہے کہ مجھے تو آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے بھی ڈر سا لگتا ہے مگر میری یہ خواہش ضرور ہے کہ آپ کا اچھی طرح سے سواگت کر دوں"
اور ایک بار پھر خوشی کے نشے میں جھومتا ہوا مارٹن اپنی لیبارٹری میں کھڑا وڈل ورکھ ٹاور پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ ان عجائبات کو دیکھ کر اس کی نگاہیں چندھیا سی رہی تھیں ———— یہ سب عجائبات اب اُس کے اپنے تھے! امید تھی کہ وہ ریلٹن ہولابرڈ جیسے مشفق، باوقار، بامذاق اور ممتاز شخص کی دوستی حاصل کر لے گا۔ ڈاکٹر ہنز اسے کچھ جذباتی سا آدمی لگا مگر اس کی ضیمی اور شفقت اور مس رینلس کی تعریف سے وہ بہت متاثر ہوا تھا۔ وہاں کھڑے کھڑے وہ مستقبل میں شہرت و ناموری حاصل کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ اتنے میں لیبارٹری کا دروازہ زور سے کھلا اور ایک درشت چہرے، سرخ بالوں والا چھتیس سینتیس سال کا آدمی، جس نے ریشم کی قیمتی قمیص پہن رکھی تھی، اندر داخل ہوا۔
"ایرو سمتھ؟" وہ ناگوار اور تلخ سے لہجے میں بولا۔ "میرا نام ڈرکٹ ہے، ٹیری وکٹ میں یہاں کیمسٹ ہوں۔ گالب کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ خیر میں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ مہاتما جی آپ کو سارا چڑیا گھر دکھا رہے ہیں!"
"آپ کا مطلب ڈاکٹر ہولابرڈ سے ہے؟"
"ہاں وہی ...... خیر اگر بڑے میاں گالب صاحب نے آپ کو یہ

بلایا ہے تو آپ ضرور بہین آدمی ہوں گے۔ کس طرح سے کام شروع کرنا چاہتے ہیں آپ؟۔ یہاں کیا بنیں گے؟ کیا آپ اُن بچھیوں میں سے ہیں جو کشتی ٹھوٹ کو اپنی سماجی حیثیت بلند کرنے اور کسی امیر گھرانے کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں یا آپ گاٹلب اور مجھ جیسے دیہاتی گنوار ہیں؟"

مارٹن کو ٹیری وکٹا کی شرشر بہت ہی ناگوار لگی۔ اُس نے حیران کن طور پر پلٹن ہولا برڈ کے سے انداز میں جواب دیا

"آپ فکر نہ کیجئے میری شادی ہو چکی ہے۔"

"ارے ایرو سمتھ صاحب اس بات کا کیا غم ہے اس شہر میں طلاق بہت آسانی سے ہو جاتے ہیں۔ اچھا خیر مہاتما جی نے آپ کو وہ چکری دکھائی؟"

"دکیا چیز؟"

"ارے وہ چکری، گھومنے والی مرکز گریز مشین۔"

"اوہ۔ آپ کا مطلب اُس برکلے سانڈرز سے ہے؟"

ہاں ہاں وہی۔ کیا خیال ہے آپ کا اُس کے متعلق؟"

"میں نے اپنی زندگی میں اس سے بڑھیا مرکز گریز مشین نہیں دیکھی۔ ڈاکٹر ہولا برڈ نے مجھے بتایا کہ ————"

"ہاں اُس نے تو ضرور تعریف کی ہو گی۔ بڑے میاں ٹبز کو اُسی نے یہ مشین خریدنے کے لئے بار بار کہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اُسے اُس سے عشق ہے۔"

"کیوں نہ ہو؟ یہ سب سے تیز رفتار ————"

"ہاں ہاں ساری دنیا میں سب سے تیز رفتار بھی ہے اور بہترین فولاد سے بنی ہوئی ہے۔ بس اس میں ایک ہی نقص ہے کہ یہ فیوز اڑا دیتی ہے اور چلتے وقت جراثیم کو یوں اِدھر اُدھر بکھیرتی ہے کہ استعمال کرتے وقت گیس والی جالی کی ضرورت پڑتی ہے .... اور اچھا آپ بڑے میاں ٹبز صاحب اور اُن کے گوہر آبدار پر فریفتہ ہوئے کہ نہیں؟"

"اجی واقعی بیں بہت موہت ہو گیا۔"

"بہت خوب۔ ٹبز یقیناً ایک جاہل گدھا ہے مگر گا ٹلب کی طرح اُسے لوگوں کو اذیت پہنچانے کا جنون نہیں ہے؟"

"دیکھیے وکٹ صاحب ـــــ کیا ڈاکٹر وکٹ کہوں؟"

"ہاں مگر ساتھ ایم۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، اور اعلیٰ درجے کا کیمسٹ بھی کہیے۔ مگر کسی طرح بھی بلایئے ایک ہی بات ہے!"

"خیر ڈاکٹر وکٹ صاحب بہت ہی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ آپ جیسا ذہین آدمی گا ٹلب، ٹبز اور ہولابرڈ جیسے جاہلوں کے ساتھ وابستہ ہے میں ایک ایسی کلینک چھوڑ کر آیا ہوں جہاں ہر شخص بہت ہی اچھا اور معقول ہے اگر آپ وہاں نوکری کرنا چاہتے ہوں تو مجھے آپ کی سفارش کرنے میں بہت مسرت ہوگی!"

خیال بُرا نہیں ہے۔ کم از کم لنچ کے وقت ایوانِ سرمایہ میں تیخیاں مارنے والوں سے تو مجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ خیر ایرومیتھ صاحب مجھے افسوس ہے کہ میری باتیں آپ کو ناگوار گزریں مگر آپ آدمی بھلے معلوم ہوتے ہیں!"

"شکریہ!"

وکٹ بڑے مکروہ طریقے سے دانت نکال کر ہنسنے لگا ـــــ سُرخ بال، سخت کھردرا چہرہ، گٹھا ہوا جسم ـــــ اس شکل وشباہت کے ساتھ اس کی ہنسی اور بھی مکروہ معلوم ہو رہی تھی۔ پھر وہ بڑی کرخت آواز میں کہنے لگا۔ "اچھا یونہی یاد آگیا، ہولابرڈ نے آپ کو یہ بھی بتایا ہوگا کہ جنگ کے پہلے مہینے میں وہ زخمی ہوا تھا جب وہ برطانوی فوج میں ایک فیلڈ مارشل تھا۔ یا خدا جانے کسی ہسپتال کا اردلی تھا۔ بہر حال برٹش آرمی میں وہ یہی کچھ تھا؟"

"نہیں یہ تو نہیں بتایا! جنگ کا تو ذکر ہی نہیں کیا تھا انھوں نے!"

"مگر وہ کریں گے ضرور۔ اچھا بھائی مجھے امید ہے کہ ہم بابا گا ٹلب کے قدموں میں کئی سال اکٹھے ہنسی خوشی گزاریں گے۔ اچھا خوش رہو۔ میری لیبارٹری

بالکل اس کے بغل میں ہے۔"

وہ چلا گیا تو مارٹن نے دل ہی دل میں اُس کے متعلق فیصلہ کیا۔ بے وقوف ہے۔ اچھا خیر جب تک گاٹلب اور ہولابرڈ کا سہارا میسر ہے میں اسے برداشت کروں گا ـــــ کیا خود پسند ہے یہ گدھا!

واللہ، تو ہولابرڈ جنگ میں بھی گیا تھا۔ لڑائی میں ضرور زخمی ہوا ہوگا۔ اس معاملے میں میں نے وکٹ کو بہت کرارا جواب دیا! مجھ سے کہتا ہے "کیا اُس نے تمہیں جنگ میں اپنے کارہائے نمایاں نہیں سنائے؟" اور پھر میں نے اُسے کیا ٹھوک کر جواب دیا "مجھے افسوس ہے کہ میرے جواب سے آپ کو مایوسی ہوگی لیکن ڈاکٹر ہولابرڈ نے میرے ساتھ جنگ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔" گدھا کہیں کا۔ خیر مگر میں اُسے اپنا دماغ چاٹنے کا زیادہ موقع نہیں دوں گا۔"

اور واقعی جب عملے کے لوگ دوپہر کے کھانے پر اکٹھے ہوئے تو سب لوگوں میں اُسے وکٹ ہی ایسا آدمی نظر آیا جس میں شائستگی کی کمی تھی حالانکہ اُن کی گفتگو صرف علیک سلیک تک ہی محدود رہی۔ عملے کے افراد کی ابھی اُسے اچھی طرح پہچان نہیں ہوئی تھی۔ کئی روز تک تو اُسے انسٹی ٹیوٹ میں تحقیق کرنے والے بیشتر سائنسدانوں کی صورتیں دھندلی سی نظر آتی رہیں اور شعبہ حیاتیات کے صدر ڈاکٹر بی اد کی صورت کو وہ اُس بڑھئی کے ساتھ گڈمڈ کرتا رہا جو وہاں الماریاں بنانے آیا تھا۔

کھانا کھاتے وقت سارا عملہ دو لمبی میزوں کے گرد بیٹھتا۔ ایک میز تو پلیٹ فارم پر رکھی ہوتی تھی اور ایک اُس کے نیچے۔ اُس وسیع و عریض اور بلند و بالا ہال میں بیٹھے ہوئے وہ لوگ ننھے ننھے گڈے سے لگتے تھے۔ یہ لوگ جو ڈارون، ہکسلے اور پاسٹیر جیسے عظیم سائنسدانوں کے جوہر اپنے اندر چھپائے بیٹھے تھے دیکھنے میں بہت ہی معمولی اور کم بے وقار معلوم ہوتے تھے۔ اُن میں سے کسی کے چہرے پر بھی ارسطو کا سا جلال نہیں تھا۔ ریپلٹن ہولابرڈ، میکس گاٹلب اور شاید خود مارٹن

کو چھوڑ کر باقی سب یوں دکھائی دیتے تھے جیسے معمولی دوکاندار بیٹھے کھانا کھا رہے ہوں۔ بے رنگ اور پھیکے چہرے والے نوجوان، بڑی بڑی مونچھوں والے بزرگ، چشمہ پہنے رنگی صورتوں والے چھوٹے چھوٹے سے آدمی، اور ایسے آدمی جن کے بٹن غائب اور گریباں کھلے تھے مگر اُن کے چہروں پر سکون دکھائی دیتا۔ مارٹن کو اُن کی بول چال اور اندازِ گفتگو سے یوں لگا جیسے ان لوگوں کو نہ تو پیسہ کمانے کی فکر ہے، نہ ہی ان میں حسد کا جذبہ ہے اور نہ ہی یہ لوگ غیبت کرتے ہیں۔ اپنے کام کے متعلق وہ لوگ سنجیدہ یا غیر سنجیدہ سے انداز میں بات چیت کرتے اور اُن کا کام اس نوعیت کا تھا کہ اگر دریافت ہونے والے حقائق کی ایک کڑی بن جائے تو وہ کام ہمیشہ زندہ رہتا ہے چاہے کام کرنے والے کو دنیا بھلا ہی کیوں نہ دے۔

مارٹن نے ٹیری ویکٹ کو باتیں کرتے سنا۔ (وہاں بھی گفتگو کے دوران میں وہ بیہودہ اور عامیانہ زبان استعمال کرتا تھا) وہ حیاتیاتی کیمسٹری کے شعبہ میں اسسٹنٹ کے عہدے پر کام کرنے والے ڈاکٹر ولیم۔ ٹی سمتھ کے ساتھ اس بات پر بحث کر رہا ہے کہ ایکس۔ رے کی تھوڑی تھوڑی شعاعوں سے کیمیادی خمیر کا اثر کیسے تیز کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اُس نے سنا ایک شخص اپنے ساتھی سے "سیل کیمسٹری" کی بحث میں اُلجھ رہا ہے، اور ایرچ کو بڑی نفرت سے میدانِ طب کا "یڈ سین" کہہ رہا ہے۔ اپنے چاروں طرف اس طرح کی گفتگو سن کر مارٹن کو دل گرمانے اور جوش دلانے والی تحقیق کے نئے راستے نظر آئے۔ اُس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ ایک پہاڑ پر کھڑا ہے اور ان دیکھی وادیاں، اور اونچے اونچے دشوار گزار راستے اُسے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

(۵)

انسٹی ٹیوٹ میں آنے کے ایک ہفتے بعد ڈاکٹر اور مسز رولٹن ہولابرڈ نے انہیں رات کے کھانے پر بلایا۔

ہولابرڈ کے جسم پر ٹویڈ کے سستے کپڑے دیکھ کر اُسے محسوس ہوا کہ ٹریڈ گولڈ کی چُستی چالاکی اور خوش پوشاکی صرف دکھاوے کی چیز تھی۔ اسی طرح ڈنر کا ماحول دیکھ کر اُسے محسوس ہوا کہ شکاگو میں انگس ڈڈیر کی دعوتیں بے رنگ، پھیکی اور مشینی ہوتی تھیں۔ ہولابرڈ کے مکان پر وہ جس جس شخص سے ملا وہ اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتا تھا، چاہے اس کا مقام معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اُن میں سے کوئی اچھا سا ایڈیٹر تھا تو کوئی اُبھرتا ہوا سائنسداں اور اُن سب مہمانوں میں ہولابرڈ کی سی پُروقار سادگی اور بے تکلفی تھی۔

قصباتی مہمانوں کی طرح مارٹن اور اُس کی بیوی بھی وقت پر پہنچ گئے یعنی پندرہ منٹ پہلے ہی آ گئے۔ ونیس کے بنے پیمانوں میں کاک ٹیل آنے سے پہلے مارٹن نے پوچھا۔ "ڈاکٹر صاحب، عضویات میں آج کل آپ کو کیسے مسائل درپیش ہیں؟"

یہ سوال سُن کر ہولابرڈ سکول کے ایک لڑکے کی طرح جوش میں آ گیا۔ ابتدا میں رسمی طور پر اُس نے صرف اسی قدر کہا۔ "کیا واقعی آپ سُننا چاہتے ہیں؟" اور یہ کہہ کر وہ بڑے انہماک اور مستوری سے اپنے تجربات کی تشریح میں لگ گیا۔ سمجھانے کے لئے اُسے جہاں بھی جگہ ملی —— اخبارات کے اشتہاروں کی خالی جگہوں پر، شادی کے دعوت نامے کی پُشت پر، تحفے میں ملی ہوئی ناول کے گردپوش پر وہ لکیریں کھینچتا اور خاکے بناتا گیا۔ بیچ بیچ میں وہ مارٹن کی طرف یوں دیکھتا جیسے معافی مانگ رہا ہو۔ اُس کے مسرور شادماں چہرے پر عالمانہ سی جھلک تھی۔

"ہم دماغ کے عمل کو محدود و مفید کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم بوسٹن اور ونلیچگ سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ بخدا کس قدر مزا آتا ہے دماغ کے اندھیرے گوشوں کی چھان بین کرنے میں۔۔ ادھر دیکھئے!"

وہ پنسل سے کاغذ پر جلدی جلدی دماغ کا خاکہ بنا رہا تھا، اور اُس کی اُنگلیوں کے نیچے زندہ اور مصروفِ کار انسانی دماغ نظر آ رہا تھا۔

پھر اچانک اُس نے کاغذ پھینک دیا۔ "میں بھی کیسا بے شرم ہوں۔ آپ کو اپنے

شوق کا شکار بنا رہا ہوں۔ اب تو اور لوگ بھی آنے والے ہیں۔ اچھا بتایئے آپ کا کام کیسے چل رہا ہے؟ انسٹی ٹیوٹ میں آپ کو کسی طرح کی تکلیف تو نہیں؟ کیا یہاں کے لوگ آپ کو اچھے لگے؟"

"ہاں یہاں کے سب لوگ بہت خوب ہیں صرف ——— بھائی سچ بات تو یہ ہے کہ سیکریٹری وکٹ کا طور طریقہ تو مجھے کچھ ناگوار سا لگتا ہے۔"

ہولابرڈ نے بڑی بزرگانہ فیاضی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ اس کے انداز سے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ لڑائی کے لئے تیار ہو۔ مگر آپ کو برا نہیں ماننا چاہیئے۔ وہ بہت ہی قابل حیاتیاتی کیمسٹ ہے۔ کنوارہ ہے ——— اور ساری توجہ اپنے کام کے لئے وقف رکھتا ہے۔ گفتگو میں تو وہ ضرور بدتمیز ہے مگر دل کا برا نہیں اوروں کے ساتھ اسے مجھ سے بھی سخت نفرت ہے۔ کیا اس نے میرا ذکر کیا؟"

"کیوں نہیں خاص طور پر آپ کا ذکر کیا ———"

"میرا خیال ہے کہ وہ لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میں جنگ کے متعلق اپنے تجربات کی بہت باتیں کرتا ہوں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔"

"ہاں اس نے یہ بھی کہا تھا جیسے وہ آپ کی بہت بڑی کمزوری بتا رہا ہو۔"

"میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے متعلق اس طرح نہ کہا کرے۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے جنگ میں زخمی ہو کر اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ امید ہے کہ آئندہ مجھ سے ایسی گستاخی سرزد نہ ہوگی۔ بات بہت معمولی ہی تھی۔ ہوا یہ کہ جب ۱۹۱۴ء میں جنگ چھڑی تو میں انگلستان میں تھا اور شیرنگٹن کی نگرانی میں پڑھ رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو کینیڈا کا باشندہ ظاہر کیا اور میڈیکل کور میں بھرتی ہو گیا۔ تین ہی ہفتوں میں میری باری آگئی اور میں زخمی ہو کر فوج سے چلتا کر دیا گیا۔ بس اتنی سی داستان ہے اور اسی پر میری بہادری کے کارنامے ختم ہو گئے۔ ارے کوئی اور صاحب تشریف لا رہے ہیں۔"

اس کے بے تکلفانہ انداز نے مارٹن کے دل کو جیت لیا۔ بیورا بھی مسز ہولابرڈ پر موہت تھی۔ اور اس طرح وہ دونوں ڈنر سے یوں واپس آئے جیسے ان پر سحر کر دیا گیا ہو۔

یوں اُن دونوں کے لئے خوشیاں اور مسرتوں کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مارٹن اب لیبارٹری میں مگن رہنے لگا۔ جہاں کوئی بھی اُس کے کام میں دخل نہ دیتا اُس کے لئے اس تجربہ گاہ کی دُنیا باہر کی دنیا کے مقابلے میں زیادہ حسین، دلکش اور دلچسپ تھی۔

انسٹی ٹیوٹ میں آنے کے بعد ایک ہفتہ تک تو اسے یہ پوچھنا یاد ہی نہیں رہا کہ اُس کی تنخواہ کتنی ہوگی۔ پھر جب اُسے یاد بھی آیا تو وہ مہینے کے آخر تک اس بات کو آج کل پر ٹالتا رہا۔ مگر شام کے وقت وہ اور لیورا ریستوراں میں بیٹھے تنخواہ سے متعلق خیالی گھوڑے دوڑایا کرتے۔

وہ کہتا کہ انسٹی ٹیوٹ والے اُسے پچیس سو (۲۵۰۰) ڈالر سالانہ تو دیں گے ہی جو وہ روونسفیلڈ کلینک سے لیتا تھا مگر شام کو جب وہ کام کرنے کے بعد تھکا ہوتا تو یہ رقم پندرہ سو (۱۵۰۰) ڈالر رہ جاتی اور ایک شام تو جب وہ برگنڈی کے نشے میں مسرور تھا تو وہ خیال کے گھوڑے دوڑاتا ہوا اپنی تنخواہ کو سالانہ پینتیس سو (۳۵۰۰) ڈالر تک لے گیا۔

مہینہ ختم ہونے پر جب اُس کی تنخواہ کا پہلا چیک ایک چھوٹے سے خوبصورت لفافے میں آیا تو اُسے کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بغیر کھولے ہی وہ اُسے لیورا کے پاس لے آیا۔ ہوٹل کے کمرے میں بیٹھ کر وہ دونوں اُسے گھورتے رہے جیسے وہ زہر کی پڑیا ہو۔ مارٹن نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اُسے کھولا، اُس نے غور سے چیک پر لکھی رقم پڑھی اور پھر سرگوشی میں بولا "ارے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں! یہ مجھے ..... چار سو بیس (۴۲۰) ڈالر ہیں یہ ——— تو یہ مجھے سالانہ پانچ ہزار ڈالر دیں گے!"

مسز ہولابرڈ قدوقامت کے لحاظ سے ایک سفید گڑیا سی معلوم ہوتی تھی۔ تین کمروں کا فلیٹ تلاش کرنے میں اُس نے لیورا کی بہت مدد کی۔ یہ فلیٹ گریمری پارک کی ایک پرانی سی عمارت میں تھا اور اس میں نشست و برخاست کا کمرہ بہت ہی وسیع اور کشادہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی پرانی چیزوں سے اس فلیٹ کو آراستہ کرنے میں بھی اُس نے لیورا کی مدد کی۔ آرائش کے بعد ان عورتوں نے جب مارٹن کو یہ مکان دیکھنے کی اجازت دی تو وہ چلّا

تھا: "بخدا میں ساری عمر اس گھر سے نہیں نکلوں گا!"

اُن کے لئے گویا یہ ایک نخلستان تھا۔ جس میں آکر انھیں امن چین نصیب ہوا

اُن کے دوستوں کے حلقے میں ہولابرڈ اور اُس کی بیوی کے علاوہ چگی داڑھی والے حیاتیات
کیمسٹ ڈاکٹر بلی سمتھ بھی تھے۔ موسیقی میں ان کا بڑا پاکیزہ ذوق تھا اور وہ جرمن بیئر کے
بڑے رسیا تھے۔ مارٹن کے دوستوں میں وہاں ایک تشریح داں بھی تھے جنھیں وہ ونے
میک سکے سابق طلبا کی ایک دعوت میں ملا تھا۔ اور میکس گاٹلب تو اُن کے حلقۂ
احباب میں سرفہرست آتے تھے۔

میکس گاٹلب نے وہاں اپنے دل کا سکون تلاش کر لیا تھا۔ اب وہ ستر کے پیٹے
میں تھے اور اس عمر میں ایک چھوٹے سے بھورے رنگ کے فلیٹ میں رہتے تھے جس میں
ہر وقت تمباکو اور چمڑے کی جلد والی کتابوں کی خوشبو آیا کرتی۔ اُن کا لڑکا رابرٹ سستے
کالج سے گریجویٹ ہو کر بڑے زوروں سے تجارت کرنے لگا تھا۔ مریم کو اُسی طرح
موسیقی کا شوق تھا اور گھر میں وہ والدہ کی نگہداشت کیا کرتی تھی۔ یہ ایک بھدی سی موٹی لڑکی
تھی جس کی شکل و صورت اُس کی روح کے سوز و گداز کو عیاں نہ ہونے دیتی تھی۔

ایک شام وہ گاٹلب سے گفتگو کر رہا تھا اور بوڑھا اُستاد عادت کے مطابق
بڑی تنک مزاجی سے سائنس کی تسلیم شدہ تھیوریوں پر اپنے شبہات کا اظہار کر رہا تھا۔
اس گفتگو کے بعد مارٹن بھی بھاگا بھاگا اپنی لیبارٹری میں گیا اور خرد نامیات کے قوانین
کے متعلق اپنے بے شمار سوالات کا حل تلاش کرنے لگا۔ معمول کے مطابق یہ کام کبھی اُس
نے ایک تجربہ کار کی طرح حال ہی میں بڑی محنت سے اخذ کئے گئے گزشتہ نتائج کی عمارت
کو ڈھا کر شروع کیا۔

انسٹی ٹیوٹ کی خوشگوار فضا میں اُسے پیری وکٹ بھی گوارہ ہونے لگا۔ مارٹن نے
محسوس کیا کہ وکٹ کے طعن و تشنیع کا باعث کسی حد تک کلف کلاسن کی طرح ظرافت کا
ایک غلط تصور ہے اور کسی حد تک، گاٹلب کی طرح یہ اُن صوریاتی سائنسدانوں کے خلاف
احتجاج ہے جو چھوٹے چھوٹے خوبصورت کاغذ کے پرچوں پر چیزوں کی فہرستیں بنایا کرتے ہیں جو چیزوں
کے نت نئے نئے نام رکھا۔

کرتے ہیں مگر اُن کا تجزیہ نہیں کرتے۔ وکٹ اکثر لیبارٹری میں تمام رات کام کیا کرتا۔ اس نے بغیر آستین کی قمیض پہنی ہوتی، اُس کے خشک بال بکھرے ہوتے اور وہ رُک گھڑی (سٹاپ واچ) ہاتھ میں لئے گھنٹوں یکساں حرارت والے حمام کے پاس بیٹھا رہتا۔ کبھی کبھی جب مارٹن کام کرتے کرتے بے حد تھک جاتا تو وکٹ کا اکھڑپن اور اُس کی بدمزاجی بھی اُس کے لئے تفریح طبع کا سامان مہیا کرتی کیونکہ ان اوقات میں ریلٹن ہولابرڈ کی متانت اور شائستگی کا تقاضا پورا کرنا مارٹن کے لئے بہت ہی تکلیف دہ فریضہ ہوتا تھا۔

باب ستائیسواں

کام کا آغاز اُس نے بڑے بے ڈھنگے طریقے اور اناڑی پن سے کیا۔ اس ابتدائی زمانے میں کئی دن تو ایسے آئے کہ تحقیق و تجربے کی دنیا میں ڈوب جانے کے باوجود اُسے اس بات کا خوف ستانے لگتا کہ ابھی یہاں ٹبز آئے گا اور چیخنے لگے گا "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تم اصل ایڈ دسمتھ نہیں ہو! یہاں سے نکل جاؤ!"

اُس نے پھوڑوں کی پیپ کے جراثیم کے بیس مکانک علیحدہ کر لئے تھے اور وہ اُنھیں ٹیسٹ کر رہا تھا تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ ان میں سے کونسے جرثومے خون کا تکسر کرنے والا زہر بنانے کے لئے سب سے زیادہ تیز ہیں تاکہ وہ پھر اس زہر کا زہر توڑ" (تریاق السم) بنا سکے۔

ان تجربات کے دوران میں، ایسے دلکش اور دلچسپ لمحات بھی آتے جب مرکز سے دور کرنے کے بعد یہ نامیئے نلکی کی تہہ میں دھوئیں جیسی بل کھاتی چادر میں لپٹے ہوتے یا جب سُرخ جسیمے مکمل طور پر گھل جاتے اور اینٹ جیسے سُرخ رنگ کا سیال مادہ زرد رنگ کی قندیل کی مانند ہو جاتا۔ مگر ان میں سے اکثر عمل بہت زیادہ تھکا دینے والے ہوتے۔ ہر چھ گھنٹوں بعد جراثیم پروردہ کے نمونے اُتارنا، چھوٹی چھوٹی نلکیوں میں جسیموں کے

تکمیل تعلیق بنانا اور پھر ان نتائج کو درج کرنا۔

مگر مجھے کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ یہ کام اُکتا دینے والا ہے۔

کبھی کبھی ٹبز اُدھر آنکلتا اور مجھے مصروف دیکھ بیٹھ تھپتھپاتا اور اس انداز میں کچھ کہتا کہ معلوم ہوتا جیسے وہ فرانسیسی بول رہا ہے، شاید یہ فرانسیسی ہی ہوتی ہو، اور مبہم طور پر بہت الفرانی کر کے چلا جاتا۔ اُدھر گاٹلب اس کے کام میں مداخلت کئے بغیر اسے کہتا کہ وہ کام جاری رکھے اور اپنے کام کی کامیابیاں دکھا کر اس کے دل میں طوفان برپا کر دیتا (یہ کامیابیاں طرح طرح کے اعداد و شمار اور ریاضیات سے بھری ہوتیں جیسے بلیئے کا بہی کھاتہ ہو۔) یا وہ اپنے کام کے متعلق اسے بتاتا۔ اور گفتگو کے دوران میں ایسے مشرکانہ الفاظ استعمال کرتا جیسے وہ تبت کا جادوگر ہو۔ "ارہینش اور میڈیسن دو بڑے سائنسدانوں نے اجتماعی عمل کے قانون کے تحت محفوظیاتی تاثرات پیدا کرنے کا بڑا کام کیا ہے مگر مجھے امید ہے کہ میں دکھا سکوں گا کہ جب کچھ تغیر پذیر عناصر میں ٹھہراؤ پیدا کر دیا جائے تو اینٹی باڈی۔ اینٹی جن، کے مخالف عناصر حیواتی تعلیوں کے تناسبات میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔"

"ہاں میں سمجھا" مارٹن جواب دیتا اور پھر اپنے آپ سے کہتا "سمجھا تو میں صرف ایک چوتھائی بات ہوں، یا خدا یہ لوگ کاش مجھے تھوڑا سا وقت دیں تاکہ مجھے ڈپتھریا کے فضول سے پوسٹر بنانے کے لئے واپس نہ جانا پڑے۔"

جب مارٹن نے ایک تسلی بخش زہر حاصل کر لیا تو اس نے زہر کا توڑ تلاش کرنے کے لئے کوشش شروع کر دی۔ اس نے بہت بڑے بڑے تجربے کئے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ کبھی کبھی تو اسے یقین ہو جاتا کہ وہ کامیاب ہو گیا ہے مگر جب وہ تجربے کے نتائج کی پھر سے جانچ کرتا تو اسے دیکھ کر مایوسی ہوتی کہ ابھی اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں لگا۔ ایک بار تو وہ بھاگا بھاگا گاٹلب کی لیبارٹری میں گیا اور وہاں جا کر اعلان کر دیا کہ اس نے زہر کا توڑ تلاش کر لیا ہے۔ اس پر گاٹلب نے بڑی شفقت کا اظہار کیا، کچھ میٹھے سے سوال پوچھے، اصل مصری سگریٹوں کا ڈبہ اسے تحفے میں دیا اور سمجھایا کہ اس نے نتیجہ نکالنے میں عجلت

کچھ رئیال یا دوار، کو نظر انداز کر دیا ہے۔

اس قدر اناڑی پن کے باوجود مارٹن میں ایک ایسی خصوصیت تھی جس کے بغیر کوئی شخص بھی صحیح معنوں میں سائنسداں نہیں ہو سکتا۔ اور وہ تھی ——— ایک نہ ختم ہونے والا، بے انتہا، بے پناہ تجسس اور یہی تجسس اُسے کشاں کشاں آگے لئے جاتا رہا۔

(۲)

یورپ کی جنگ عظیم کے ابتدائی سالوں میں جب وہ گمنامی کے گوشے میں پڑا اپنے ادنیٰ سے کاموں میں مصروف تھا تو میگرک انسٹی ٹیوٹ کی پُر سکون سطح کے نیچے بہت ہی حرکت اور زندگی موجود تھی۔

سندالاحام کا معائنہ اور تجزیہ کرتے ہوئے مارٹن نے چاہے زیادہ واقفیت حاصل نہ کی ہو مگر انسٹی ٹیوٹ کا راز اُس نے ضرور جان لیا اور اُس نے دیکھا کہ اس کے خاموش شاغل کی پُشت پر اُس نیک دل، نیک سیرت، انسانی ترقی کی خواہش مند خاتون کیپیٹولا میگرک کا ہاتھ ہے۔

شروع میں تو کیپیٹولا یعنی مسز راس میگرک، اپنے قدامت پسند رجحانات کے باعث عورتوں کو ووٹ کا حق دلوانے کے سخت خلاف تھی، پھر اُسے معلوم ہوا کہ عورت ووٹ کا حق لے کے ہی رہے گی۔ اس سماجی تبدیلی کو روکنا تو اُس کے اختیار میں نہیں تھا مگر بہت سے دوسرے معاملات کی وہ مکمل طور پر مختار تھی۔

راس میگرک نے انسٹی ٹیوٹ صرف نام و نمود کی خواہش کے تحت نہیں خریدی تھی بلکہ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اُس کی بیوی کا بے کل اور بے چین دماغ انسٹی ٹیوٹ کے مسائل سلجھانے میں ہی مصروف رہے اور خاوند کے کاروباری معاملات اُس کی مضطرب طبیعت کا نشانہ نہ بنیں۔ میگرک کی تجارتی دلچسپیاں کان کنی، جہازی کمپنیوں اور عمارتی لکڑی کے کاروبار کا سلسلہ کرتی تھیں، اور وہ ان کاروباری معاملات کو اُس عظیم مصلح، کیپیٹولا راس میگرک

کی چھان بین و تحقیقات سے آزاد رکھنا چاہتا تھا۔

اس وقت میگرک ۴۵ سال کا تھا وہ کیلی فورینا ریلوے میں کام کرنے والوں کی دوسری پشت سے تعلق رکھتا تھا۔ تعلیم اس نے ییل سے حاصل کی تھی۔ وہ لیناشی چہرے والا، شائستہ مزاج لحیم شحیم آدمی تھا جو کاروبار میں ایمانداری جیسی پابندیوں میں اپنے آپ کو مقید نہیں کرتا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ہی جب اس نے اس انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی تھی تو اس کے پاس بے شمار کوٹھیاں تھیں، بے شمار نوکر تھے، بے شمار روپیہ تھا اور بچہ ایک بھی نہ تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ کیپٹولا کے خیال میں ایسی) عورت کو بچے پالنے کا جھنجھٹ مول نہیں لینا چاہیے جس کی بہت سی ذمہ داریاں ہوں"۔

انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کے بعد اسے ہر سال زیادہ تسکین اور اطمینان کا احساس ہوتا گیا اور زندگی کار آمد اور مفید نظر آنے لگی۔

جب کاٹلب وہاں پہنچا تو میگرک اسے ملنے کے لئے گیا۔ ڈاکٹر ٹبنز کو میگرک اکثر ادقات اپنی افسرانہ شان دکھایا کرتا تھا۔ ٹبنز بیچارے کو مجبوراً چپراسی کی طرح اس کی خدمت میں حاضر ہونا پڑتا مگر جب میگرک نے کاٹلب کی اداس و غمگین آنکھیں دیکھیں تو اسے اس بوڑھے سائنسدان میں دلچسپی پیدا ہو گئی اور وہ اقتدار و حکومت والا، حلیم، خوش پوشاک اور کم سخن امریکی اس سیدھے سادے، خشک مزاج، بدخو اور حکومت و اقتدار سے نفرت کرنے والے یورپین کا دوست بن گیا۔ کبھی کبھی میگرک تجارتی امور سے متعلق کسی اہم کانفرنس میں بیٹھا ہوتا تو اسے ایک طرح کی بے چینی سی ہوتی اور وہ کسی اہم خطے کے تجارتی مسائل کو نظر انداز کر کے دبے پاؤں وہاں سے کھسک آتا اور لیبارٹری میں پڑے اونچے سے سٹول پر بیٹھ کر کام کرتے ہوئے کاٹلب کو دیکھنے میں محو ہو جاتا۔

"میکس، کسی روز میں یہ سب کام چھوڑ چھاڑ کر تمہارا بیرا بن جاؤں گا" میگرک نے کہا۔ اور کاٹلب نے جواب دیا "دراصل، تم خیال آرائیاں تو خوب کرتے ہو مگر میرا خیال ہے کہ تم نے یہ بات دیر میں سوچی، اس کام میں تربیت حاصل کرنے کے لئے تمہارا وقت گزر چکا ہے۔ اب اگر تم "چائلڈ ریستوران" میں کھانا پسند کرو تو ہم تمہارے فضول سے "ریگل

ہال" میں جانے سے بچ جائیں گے۔ اگر یہ تجویز پسند آئے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لنچ کھانے کی دعوت دیتا ہوں"۔

مگر کیپیٹولا اُن کی برادری میں شریک نہیں ہوئی۔ اُدھر گاٹلب کا غرور اور تکبر پھر سے عود کر آیا تھا اور کیپیٹولا میکگرک کے سامنے اُسے اپنا متکبرانہ انداز دکھانے کی ضرورت بھی تھی۔ اپنے خاوند کے پیش خواروں پر نکتہ چینی کرنے کے لئے وہ چھوٹے چھوٹے عجیب قسم کے اعتراضات کیا کرتی۔ ایک بار وہ جوش میں بھری گاٹلب کی لیبارٹری میں آئی اور اُس سے کہنے لگی کہ کینسر سے اتنے لوگ لقمۂ اجل بنتے ہیں اور وہ اپنی یہ فضول سی تحقیق چھوڑ کر کیوں نہیں کینسر کا علاج تلاش کرتا جس سے بے شمار لوگوں کا بھلا ہو۔

مگر گاٹلب سے اصل شکایت اُسے ایک اور بات پر پیدا ہوئی۔ ہوا یہ کہ ریلٹی ہولابرڈ جب اُس کی یہ تجویز مان گیا کہ انسٹی ٹیوٹ کی چھت پر آدھی رات کے وقت چیدہ چیدہ روشن خیال لوگوں کو ڈنر پارٹی دی جائے تو اُس نے فقط یہ پوچھنے کے لئے گاٹلب کو ٹیلی فون کیا۔ "نیچے جا کر لیبارٹری کھولنے میں آپ کو زحمت تو نہیں ہوگی تاکہ ہم اسے ایک نظر دیکھ سکیں؟" اور اُس نے جواب دیا تھا۔

"ہاں ہوگی۔ شب خیر"

اس بدتمیزی پر کیپیٹولا نے اپنے خاوند سے احتجاج کیا۔ وہ سنتا رہا ——— کم از کم یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سن رہا ہے ——— اور پھر اُس نے جواب دیا۔

"کیپ، اگر تم اپنے ملازموں کو ایسے بے ہودہ حکم سناؤ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ انہیں تو یہ سب برداشت کرنا ہی چاہیئے۔ مگر تم میکس کے ساتھ یوں مذاق کرو گی تو میں اس انسٹی ٹیوٹ کو بند کر دوں گا اور پھر کالونی کلب میں رعب گانٹھنے اور باتیں کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی موضوع نہیں رہے گا۔ اور ہاں کیسی شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی جس کی قیمت تین کروڑ ڈالر ہو ——— کم از کم جو اتنی رقم اپنے پاس رکھتا ہو ——— اُسے ایک صاف پاجامہ بھی پہننے کو نہیں مل رہا۔ نہیں مجھے لباس پہنانے والے خدمتگار کی ضرورت نہیں۔ اچھا کیپیٹولا اب خدا کے واسطے اس قدر گرمی نہ دکھاؤ اور مجھے سونے دو"

مگر کیبیٹولا ماننے والی نہیں تھی، خاص طور پر انسٹی ٹیوٹ میں ہر ماہ ڈنر دینے کے سوال پر تو وہ کسی قسم کی مداخلت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

(۳)

مارٹن اور لیورا نے میگرک کا جو پہلا "سائنسی ڈنر" دیکھا وہ ایک خاص اہمیت رکھتا تھا کیونکہ اس میں مہمانِ خصوصی لندن کا مشہور سرجن میجر جنرل سر اسحاق ملارڈ تھا جو ایک برطانوی جنگی مشن کے ساتھ امریکہ آیا ہوا تھا، نسٹی ٹیوٹ میں اپنا جلوس نکلوانے کی اس نے پہلے ہی اجازت دے دی تھی۔ ڈاکٹر ٹبز اور وہاں کے ہر سائنس داں نے، سوائے ٹیری وکٹ کے، سر اسحاق کے نام کی گردان کر کے زبانیں خشک کر لی تھیں۔ اس نے کہا کہ اسے یاد ہے کہ وہ لندن میں ریپلٹی ہولابرڈ سے پہلے بھی مل چکا ہے۔ اُس مرکز گریز مشین کو بھی اُس نے خوب سراہا۔

ڈنر کے آغاز میں ہی ایک ناخوشگوار سی غیر متوقع بات ہو گئی ٹیری وکٹ جس پر اب تک اعتماد کیا جا سکتا تھا کہ وہ ایسے موقعوں پر دور ہی رہے گا، اب آ گیا تھا اور ایک سابق سفیر کی بیوی سے کہہ رہا تھا: "مجھے جب معلوم ہوا کہ سر اسحاق تشریف لائے ہیں تو مجھے بھی آنا ہی پڑا۔ اچھا اگر میں آپ کو نہ بتاتا تو آپ کبھی نہ جان سکتیں کہ یہ ڈریس سوٹ میں نے کرائے پر لیا ہے! کیا آپ نے غور کیا کہ سر اسحاق کو اب اتنا سلیقہ آ گیا ہے کہ وہ اپنی کانٹے دار چھڑی سے قالین پھاڑتے نہیں؟ اور ہاں کیا اپنے تمام مریضوں کو مار ڈالنے کی پرانی روش ابھی تک انھوں نے نہیں چھوڑی؟"

دعوت میں مہمانوں کو موسیقی سے محفوظ کرنے کا بڑا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ اور طرح طرح کے بے شمار کھانے بھی موجود تھے۔ وہاں بے چین اور مضطرب سائنسدان میٹھی میٹھی باتیں کرنے والی چکنی دمکتی خواتین کو مختصر الفاظ میں سمجھا رہے تھے کہ وہ آج کل کیا

کررہے ہیں یا بیس سال میں کیا کرنے والے ہیں، کہیں کہیں کوئی نزاکت بھری والی خاتون اپنے پیارے سے انداز میں کسی سائنداں کی بات کو کاٹ رہی تھی "مجھے افسوس ہے کہ آپ ابھی طرح سے سمجھا نہیں سکے۔ میرا مطلب ہے کہ وضاحت نہیں ہو سکی"۔ ان میٹھی میٹھی باتیں کرنے والی خواتین کے خاوند بھی موجود تھے ـــــ کالجوں کے گرجوٹ، تیل کی کمپنیوں کے حصّوں میں گڑبڑ کرنے والے ـــــ جو اس کے لئے تیار بیٹھے تھے کہ اگر کوئی اُن کی رائے پوچھے تو وہ جھٹ سے کہیں کہ "تریاق السم" اپنی جگہ پر خوب چیز ہے مگر دراصل امریکہ کو ربڑ کے نعم البدل کی ضرورت ہے۔

وہاں ریبلشن ہو لا برڈ بھی اپنے دلفریب اور دلربا انداز میں مہمانوں کو رجھا رہا تھا۔ اور جب موسیقی تھوڑی دیر کے لئے تھمی تو تیزی وکٹ کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک بڑی معزز خاتون سے، جو کیپیٹولا کی بڑی کا سامد دوست تھی، کہہ رہا تھا "ہاں، اس نام کے ہجے ہیں گ۔ ا۔ ٹ۔ ل۔ ب مگر تلفظ ہے گاٹ ڈیم!"

مگر اس محفل میں وکٹ جیسے غیر مہذب اجنبی، مارٹن اور لیورا جیسے خاموش تماشائی اور میکس گاٹلب جیسے مکمل طور پر غیر حاضر مہمان بہت ہی کم تھے۔ پھر جب ڈاکٹر ٹبز اور اسحاق بلارڈ نے ایک دوسرے کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے، فرانس کی مقدس سرزمین کو، چھوٹے سے بلجیم کی بہادری کو، امریکہ کی مہمان نوازی کو، ایل برطانیہ کی خلوت پسندی کو اور سائنس کے میدان میں نوجوانوں کے جذبۂ تعاون کو سراہنا شروع کیا تو دعوت کی چمک دمک اور شان پورے شباب پر آ گئی۔

مہمانوں کو ساری انسٹی ٹیوٹ دکھائی گئی۔ انھوں نے آبی حیاتیات کا مچھلی گھر، مرضیات کا عجائب گھر اور جانور خانہ دیکھا۔ جب سارے مہمان اُس جگہ پر پہنچے جہاں لیبارٹریوں میں کام آنے والے جانور رکھے جاتے تھے تو ایک زندہ دل خاتون وکٹ سے کہنے لگی "ہائے یہ بیچارے چوہے، یہ پیارے پیارے خرگوش، ڈاکٹر صاحب سچ کتنا اچھا ہو اگر آپ لوگ ان جانوروں کو آزاد کر دیں اور صرف امتحانی نلکیوں سے کام کریں!"

شہر کا ایک مقبول ڈاکٹر جو خاص طور پر وہاں کی متمول اور خوشحال عورتوں کا علاج

کیا کرتا تھا اس زندہ دل خاتون سے کہنے لگا: "آپ بالکل صحیح فرماتی ہیں۔ مجھے اپنا علم حاصل کرنے کے لئے ان غریب ننھے ننھے جانوروں کو ہلاک نہیں کرنا پڑتا؟"

اس پر وکٹ یوں اچانک اپنا ہیٹ اٹھا کر باہر چلا گیا کہ پاس کھڑے مہمان ہکا بکا رہ گئے۔

زندہ دل خاتون کہنے لگی: "دیکھا آپ نے، ایک منٹ بھی بحث میں جم نہیں سکے۔ ہائے ڈاکٹر اور سمتھ صاحب، میں جانتی ہوں کہ راس میکگرک، ڈاکٹر ٹبز اور آپ سب لوگ بہت ہی اچھے ہیں مگر یہ بات میں ضرور کہوں گی کہ آپ کی لیبارٹریاں دیکھ کر مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ ہمارے اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب دیں گے اور یہاں بجلی کی بھٹیاں اور بہت سا دلچسپ سامان دیکھنے کو ملے گا مگر یہاں تو ایک بھی دیکھنے کے لائق چیز نہیں ہے۔ اور اب جبکہ آپ ہمیں، بھلا پھر اکر یہ دیکھنے کے لئے آئے ہیں تو آپ کو ہمیں کچھ تماشہ تو دکھانا ہی چاہیئے۔ کیا آپ لوگوں میں سے کوئی شخص کچھوے کے انڈے میں سے زندگی پیدا کر کے نہیں دکھا سکتا یا اس طرح کی کوئی اور چیز؟ ہائے خدا کے لئے کچھ تو کیجئے! نہیں تو کم از کم وہ دندان ساز والا کوٹ ہی پہن کر دکھا دیجئے جو آپ پہنا کرتے ہیں!"

پھر مارٹن بھی بغیر کچھ کہے جلدی سے باہر نکل گیا اور اس کے پیچھے غصے میں بھری ہوئی لیورا چل دی جس نے ٹیکسی میں بیٹھ کر اعلان کیا کہ وہ پہلے بھی بڑی شیمپین چکھنا چاہتی تھی اور یہ کہ اس کا خاوند نرا الو ہے۔

(۴)

مارٹن کا کام جب تسلی بخش طریقے سے آگے بڑھنے لگا تو اس نے اپنے گرد و پیش کے ماحول پر تفصیلی نگاہ ڈالنی شروع کی۔ اس پناہ گاہ میں لوگوں کے طور طریقے دیکھ کر اسے کچھ تعجب ہوتا۔ وہ اس بات پر بہت حیران تھا کہ لنچ کے وقت کالمب شعبہ حیاتیات کے سربراہ کا سمتھ سے ڈاکٹر شوتھیس کی توہین کیوں کرتا ہے اور ڈاکٹر شوتھیس یہ توہین برداشت کیوں

کر لیتا ہے۔ وہاں کی اور بھی باتیں اُس کے لئے تعجب خیز تھیں۔ مثلاً ڈاکٹر ٹبز کسی لیبارٹری میں چلے جاتے اور قل قل کی سی آواز میں لیکچر کرنا شروع کر دیتے "آپ کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ سب سے ضروری چیز تعاون سے کام کرنے کا جذبہ ہے"! علاوہ اس کے مارٹن کو یہ دیکھ کر بھی حیرانی ہوئی کہ ریلٹن ہولابرڈ جیسا جوشیلا ماہر عضویات لیبارٹری میں پسینہ بہانے کی بجائے سارا سارا دن ڈائرکٹر ٹبز سے کھسر پھسر کیا کرتا ہے۔

پانچ سال پہلے ہولابرڈ نے ایک چھوٹی سی تحقیق کی تھی جس سے اُس کا نام دنیا بھر کے سائنسی رسالوں میں چھپنے لگا تھا۔ اُس نے کُتّے کے دماغ کے اگلے حصّے کی بیخ کنی کے اثرات کا مطالعہ کیا تھا۔ مارٹن نے اس تحقیق کے متعلق پہلے ہی پڑھ رکھا تھا اور اُس نے دل میں ٹھانی ہوئی تھی کہ جب وہ میگرک جلئے گا تو اس تحقیق کرنے والے سائینداں سے ضرور ملے گا۔ وہاں پہنچنے پر مشہور و معروف اُستاد فن کی اپنی زبان سے اُس تحقیق کی تفصیلات سُن کر اُسے بہت مسرت ہوئی، مگر جب ہولابرڈ بار بار اپنے اُسی کارنامے کو دہراتا گیا تو اُس کے جوش و خروش میں بھی کمی آگئی اور وہ سوچا کرتا کہ ہولابرڈ عمر کا باقی ماندہ حصّہ لوگوں کو یہی بتانے میں گزار دے گا "آپ جانتے ہیں وہ کون آدمی تھا جس نے حیوانی دماغ کی اس خصوصیت کی تحقیق کی!"

مارٹن نے یہ بھی محسوس کیا کہ اُس کے تمام ساتھی پوشیدہ طور پر الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

ٹبز، ہولابرڈ اور غالباً اُس کی سکریٹری پرل روبنس وہاں کی حکمراں پارٹی کے ارکان تھے۔ وہاں کے کارکن سرگوشیوں میں بتایا کرتے کہ ہولابرڈ کسی روز اسسٹنٹ ڈائرکٹر بننے کی اُمید رکھتا ہے۔ اُسے اُمید تھی کہ یہ آسامی خاص اُسی کے لئے پیدا کی جائے گی۔ گاٹلب، ٹیری وکرٹ اور ڈاکٹر نکولس ٹی۔ اور (وہ لمبی مونچھوں والا گنوار ساحیاتیات داں جسے مارٹن شروع میں بڑھئی سمجھتا رہا تھا) کا ایک الگ گروپ تھا اور حالانکہ وہ غل غپاڑہ کرنے والے وکرٹ کو سخت ناپسند کرتا تھا مگر پھر بھی مارٹن مجبوراً اس گروپ میں گھسیٹ لیا گیا۔

چھگی داڑھی والا ڈاکٹر ییم سمتھ جس نے پیرس جا کر اس طرح کی داڑھی رکھنا اور

جذباتی بننا سیکھ لیا تھا اپنے آپ ہی میں مگن رہتا۔ ڈاکٹر شو لتھیس، جو روس کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا مگر اب یانکرز شہر کے اسقفی کلیسا کا سب سے جوشیلا پیروکار تھا، اپنے مخصوص شائستہ اور شریفانہ انداز میں اس بات کی کوشش کیا کرتا تاکہ گاٹلب سے وہ اپنے سائنسی کام پر خراج تحسین حاصل کرے۔ شعبۂ ''حیاتیاتی۔ فزکس'' کے نیک دل سربراہ کو اپنے اسسٹنٹ سے ہی جلی کٹی سننی پڑتیں جو کہ افسر کی قابلیت اور شہرت سے جلا کرتا تھا ساری انسٹی ٹیوٹ میں ایک بھی آدمی ایسا نہیں تھا جو شراب کے نشے میں کسی دوسرے سائنسدان کے کام کو اچھا بتائے۔ وہاں ہر شخص یہ دعوی کرتا کہ اُس کے حریفوں نے اُس کے خیالات کا سرقہ کیا ہے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ ہمیشہ لوگوں کا کوئی بھی گروپ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں اس طرح اپنے حریفوں پر کیچڑ نہ اُچھالتا ہوگا جس طرح یہ روشن خیال سائنسدان احمقانہ طریقے سے ایک دوسرے کی غیبت کیا کرتے۔

مگر مارٹن اپنی لیبارٹری کا دروازہ بند کر کے تہمتوں، بدنامیوں اور سرگوشیوں کی دنیا سے قطع تعلق کر سکتا تھا۔ سازشوں کی فضا سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے آخر اُسے یہی طریقہ اختیار کرنا پڑا۔

(۵)

گاٹلب اکثر چہل قدمی کرتے ہوئے مارٹن کی لیبارٹری میں چلا تھا مگر ایک بار اُس نے وہاں جانے کی بجائے بڑی کج ادائی کے ساتھ حکمانہ انداز میں اُسے بلا بھیجا مارٹن وہاں گیا تو گاٹلب کی لیبارٹری کے ایک کونے میں ٹیری وکٹ بیٹھا سگرٹ کے کاغذ میں تمباکو بھر کر اُسے گول کر رہا تھا، اُس کے ہونٹوں پر تمسخر آمیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

گاٹلب نے کہا، ''مارٹن، میں نے ٹیری کے ساتھ تمہارے بارے میں سوچ بچار کیا ہے اور ہم دونوں اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تم نے اب بہت سر کھپا لیا اس لئے فضول اور بے حاصل طور پر ہاتھ پاؤں مارنے کی بجائے کوئی مفید کام شروع کرو۔''

"مگر جناب میرا خیال ہے کہ میں اچھا بھلا کام کر رہا ہوں!"

مارٹن کو محسوس ہوا کہ سکھ، شانتی اور عافیت کا زمانہ گزر گیا۔ اُس نے تصور میں اپنے آپکو کسی پکر لوکی ماتحتی میں کام کرتے دیکھا۔

اب دکٹ بیچ میں بول اُٹھا "نہیں تم ٹھیک ڈھنگ سے کام نہیں کر رہے۔ تم تو صرف یہی دکھا رہے ہو کہ میں بڑا ذہین ہوں اور اگر مجھے کچھ آتا ہوتا تو میں یقیناً کوئی کارنامہ کر دکھاتا۔"

مارٹن نے دِکٹ کی طرف اس انداز سے دیکھا کہ جیسے کہہ رہا ہو "تم کون ہوتے ہو بیچ میں دخل دینے والے" ادھر گاملب اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اصل بات یہ ہے کہ مارٹن جب تک تمہیں ریاضی نہیں آئے گی تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ اگر باقی لوگوں کی طرح تم بھی صرف کتابی ماہر جراثیمات نہیں بننا چاہتے تو تمہیں سائنس کی کچھ بنیادی باتیں سیکھنی چاہئیں۔ دنیا کی سب جاندار چیزیں طبعی مشینیں ہیں۔ پھر طبعی کیمیا (فزیکل کیمسٹری) کیسے پڑھ سکتے ہو؟"

"کیا پتے کی بات کہی ہے انھوں نے" دکٹ بولا "تم زمین کھودنے کی بجائے صرف مٹی کرید رہے ہو۔"

مارٹن نے انھیں جواب دینا شروع کیا "یہ سب فضول کی بات ہے، دکٹ، ایک آدمی دنیا میں سب کچھ تو نہیں جان سکتا۔ میں جراثیمات کا ماہر ہوں، طبعیات داں تو نہیں ہوں۔ میری رائے میں آدمی کو نئی دریافت کرنے کے لئے صرف اوزاروں کی ہی ضرورت نہیں بلکہ اُس کے پاس بصیرت بھی ہونی چاہیئے۔ ایک اچھا جہاز راں سمندر میں بغیر ساز و سامان کے بھی اپنا راستہ تلاش کرے گا۔ لیکن اناڑی اور پھوہڑ قسم کے آدمیوں کا پورا جہاز بھی ایک اچھا ملاح مہیا نہیں کر سکے گا۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے دماغ کو تربیت دے، اُسے پختہ بنائے، اپنے اوزاروں پر ہی بھروسہ نہ کرتا رہے۔"

"درست ہے مگر بحری نقشوں اور دوسرے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے اگر کوئی جہاز راں ان کے بغیر ہی سمندر کے سفر پر نکل پڑے تو وہ اُلو اور بیوقوف سمجھا جائیگا!"

آدھ گھنٹے تک مارٹن اپنے دفاع میں بولتا رہا، کسی کسی موقعے پر وہ اُس بے مثال ہستی ــــ گاٹلب ــــ اور اُس پتھر صفت وکٹ کے ساتھ کچھ سخت کلامی بھی کرتا رہا۔ مگر اس بحث مباحثے میں اُس کے اندر کی آواز اُسے بتا رہی تھی کہ وہ کچھ نہیں جانتا پھر اُنھوں نے اُس کی طرف توجہ دینا چھوڑ دیا۔ گاٹلب اپنی کاپیوں کا مطالعہ کرنے لگا، اور وکٹ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ مارٹن نے گاٹلب کو گھور کر دیکھا، اُس کی زندگی میں اس آدمی کی اتنی زیادہ اہمیت تھی کہ وہ اُس پر اپنے غیظ و غضب کا اسی طرح اظہار کر سکتا تھا، جس طرح وہ لیورا کے ساتھ ناراض ہوتا تھا یا جس طرح اُسے اپنے اوپر غصہ آتا تھا۔ "تو آپ سمجھتے ہیں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔" وہ غصے میں چلایا اور بڑے ڈرامائی طریقے سے دروازے کو زور سے بند کرتا ہوا باہر نکل گیا اسی طیش کی حالت میں دروازے کو زور سے کھولتا ہوا...... وہ اپنی لیبارٹری میں داخل ہوا۔ لیبارٹری کی تنہائی میں اُس نے کچھ اطمینان محسوس کیا، پھر اُس پر افسردگی کا دورہ پڑا۔ ایک ایسے آدمی کی طرح جو شراب کے نشے میں قوتِ ارادی کھو بیٹھا ہو، وہ طوفان کی مانند وکٹ کے کمرے میں جا پہنچا اور زور زور سے بولنے لگا: "میرا خیال ہے تم ٹھیک ہی کہتے ہو میری کیمسٹری کی واقفیت صفر کے برابر ہے اور ریاضی میں میں بہت ہی کمزور ہوں۔ میں اب کیا کروں۔ کیا کروں میں؟"

وہ وحشی جس کا نام ٹیری وکٹ تھا یہ سُن کر گھبرا گیا اور آہستہ سے بولا: "خدا کے واسطے اس طرح سے دل چھوٹا نہ کرو۔ میں اور بڈھا تو تمہیں چھیڑ رہے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ اس بات پر بہت ہی مسرور ہے کہ تم یوں محنت سے کام میں جُتے ہو۔ اور جہاں تک ریاضی کا تعلق ہے تم جبز اور مہا تماجی سے زیادہ اس وقت بھی کسی گنتی میں ہو۔ تم جتنا بھی حساب جانتے تھے سب بھول چکے ہو مگر یہ لوگ پہلے بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ بخدا یہ سب جاہل ہیں! یونانی زبان میں سائنس علم کو کہتے ہیں مگر آج کل کی سائنس صرف وہی رہ گئی ہے جو سکول کے لڑکے نصاب کی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ حساب میں تو میں خود بھی ایسا اچھا نہیں، سلیم، لیکن تم اگر چاہو کہ شام کے وقت میں تمہیں

پڑھا دیا کرو — میرا مطلب ہے کہ بغیر فیس کے!"

یوں مارٹن اور ٹیری وکٹ کی دوستی کا آغاز ہوا اور یوں مارٹن کی زندگی میں ایک تبدیلی آئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر رات تین چار گھنٹے کی میٹھی نیند قربان کر کے وہ اُن چیزوں کو سیکھنے میں لگ گیا جن کے متعلق یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کو آتی ہیں اور تقریباً کوئی بھی اُن کا علم نہیں رکھتا۔

اُس نے الجبرا سیکھنا شروع کیا اور دیکھا کہ وہ اُسے بالکل بھول چکا ہے وہ ا، ب، ج، د کے مسائل سلجھانے کے لئے راتوں کو جاگا کرتا۔ پھر اُس نے گھر پر ایک اُستاد رکھ لیا اور چھ ہفتوں کے اندر یہ مضمون پڑھ کر بات ختم کر دی......

اس دوران میں لیورا سُنتی رہی، دیکھتی رہی، انتظار کرتی رہی، سینڈوچ بناتی رہی اور وہ گھر آنے والے ماسٹر کی فقرے بازی پر ہنستی رہی۔

میکگرک میں آنے کے بعد نو ۹ مہینے کے اندر اندر اُس نے علم مثلث و تحلیلی علم ہندسہ کو پھر سے اچھی طرح سیکھ لیا تھا۔ دو درجی مساوات بھی اُسے دلچسپ لگنے لگا تھا۔ مگر اُس نے غلطی یہ کی کہ ٹیری وکٹ کو بتا دیا کہ وہ اب کس قدر جانتا ہے۔

یہ سن کر ٹیری پھر ٹرٹر کرنے لگا: "میرے بچے ریاضی پر زیادہ بھروسہ نہ کرو"۔

اور اس طرح اُس نے اجتماعی عمل کے قانون اور حرکیاتی حرارت کے استخراج کے حوالے دے کر مارٹن کو اس طرح اُلجھایا کہ وہ بیچارہ پھر انکسار اور احساس کمتری کے کنوئیں میں گر پڑا اور اپنے آپ کو جاہل سمجھنے لگا۔ اُس نے طبیعیاتی سائنس کے ادب عالیہ کی کتابیں پڑھنا شروع کیں اور جلد ہی کاپرنیکس گلیلیو، لاوُوسیئر، نیوٹن، لاپلیس، ڈیکارٹیس اور فراڈے کی دنیا میں کھو گیا۔ نیوٹن کی مسلسل نفوذ کی تھیوری سمجھنے میں اُسے کچھ مشکلیں پیش آئیں۔ اُس نے ٹیری سے اس کے متعلق بات کی تو انکشاف ہوا کہ انسٹی ٹیوٹ کا عالم فاضل اور عالی مرتبہ ڈائرکٹر نیوٹن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اُس نے خوشی خوشی اپنے ڈائرکٹر کی جہالت کا قصہ ٹیری سے بیان کیا تو وہ خود پسندی کے اس اظہار پر اُلٹا اُسی پر برس پڑا: "تم تو بالکل نو تہذیب یافتہ

لوگوں کی سی باتیں کرتے ہوئے"۔ ٹیری کی یہ جھڑکی سن کر وہ گم سم سا ہو کر پھر اپنے کام میں
لگ گیا ـــ ایسا کام جو سرور جاوداں عطا کرتا ہے کیونکہ یہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔
اُس کی زندگی میں کوئی خوشی نہ رہی اور نہ ہی اس کام سے اُسے کسی روحانی بلندی
کا احساس ہوا۔ ایک روز جب ٹبنز نے اُس کی لیبارٹری میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک
خشک و غمگین چہرے والا نوجوان خون کے سرخ جسیموں کو ختم کرنے والے زہر کا ٹیسٹ
کر رہا تھا۔ اُسے محسوس ہوا کہ یہ نوجوان سائنس کے میدان میں "اصل چیز" حاصل کرنے
کی صلاحیت نہیں رکھتا اور یہ اصل چیز تھی "جذبہ تعاون"۔ ٹبنز نے اُسے راہ پر لانے
کی کوشش کی۔ "کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ تم واضح طور پر متعین کئے ہوئے خطوط
پر کام کر رہے ہو؟"

مگر اصل مصیبت اور کوفت لیورا کو برداشت کرنا پڑتی۔ چھوٹے سے قد
کی دُبلی پتلی کمزور سی لیورا بڑے صبر و تحمل سے اُس کا انتظار کیا کرتی۔ جب وہ رات
دو دو بجے تک لیبارٹری میں تجربات کی تفصیلات سے بھری نوٹ بکوں کو دیکھا کرتا تو
وہ خاموشی سے اُس کے پاس بیٹھی رہتی یا اپنے فلیٹ کی بیٹھک میں جا کر سو جاتی پھر
جب وہ بیدار ہوتی تو اُسے چلنے کے لئے کہتی۔ "مگر دیکھو لیورا مجھے یہ تجربہ ابھی مکمل کرنا
ہے، ہاں تھکا ہوا تو میں بھی بہت ہوں!"

مارچ کے مہینے میں وہ اُسے زبردستی کھینچ کر تفریح کے لئے کیپ کاڈ لے
گئی۔ جہاں اُنھوں نے پانچ دن گزارے۔ وہاں چاٹ ہام جزائر کی روشنیوں
کے نیچے بیٹھ کر وہ غصے میں بڑبڑایا کرتا۔ "میں ٹیری اور گاٹلب سے جا کر کہہ دوں
گا کہ وہ اپنی فزیکل کیمسٹری کو بھاڑ میں جھونک دیں، میں نے اسے بہت پڑھ لیا، اور
اب تو میں نے ریاضی کا کورس بھی ختم کر لیا ہے؟" اس پر لیورا کہتی "ہاں ضرور کہنا" مگر
کیسی عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر گاٹلب کی رائے ہمیشہ صحیح معلوم ہوتی ہے!"

واپس آنے پر وہ کردیات عنقودیہ صدیدیہ پاش اور علم الاحصاء میں اس قدر
مگن ہو گیا کہ اُسے یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ دنیا میں جمہوریت کو مستحکم کیا جا رہا ہے۔

جب امریکہ جنگ میں شامل ہوا تو وہ کچھ بوکھلا سا گیا۔

(۶)

وزارتِ جنگ کو انسٹی ٹیوٹ کی خدمات پیش کرنے کے لئے ڈاکٹر ٹبز بھاگے بھاگے واشنگٹن گئے۔

عملے کے سب ارکان سوائے گاٹلب اور دو دوسرے افراد کے جنہوں نے یہ عزت افزائی قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، افسر بنا دیئے گئے، اور انھیں حکم دیدیا گیا کہ وہ جلدی سے اپنے لئے وردیاں خرید لیں۔

ٹبز کو کرنل، ریلٹن ہولابرڈ کو میجر اور مارٹن، وکٹ اور بلی سمتھ کو کپتان بنا دیا گیا۔ مگر ان خدّامِ قوم کو کوئی فوجی کام نہیں دیا گیا۔ ان کی ڈیوٹی صرف یہی تھی کہ وہ جوتوں اور چمڑے کی پیٹیوں پر پالش کیا کریں جنھیں وہ سپاہی جب جی چاہتا پہنتے تھے۔ مگر ان میں سب سے جوشیلی مس پرل روبنس پر کسی نے توجہ ہی نہیں کی۔ وہ بیچاری چاہئے کے وقت بڑی بہادری سے نہ صرف جرمن مردوں بلکہ اُن کی تمام عورتوں اور ننھے منے بچوں کو مار ڈالتی۔ مگر اس قدر جوش وخروش کے باوجود اُسے فوجی افسران نے نظر کر دیا اور اُس بیچاری کو اپنی وردی خود بنانا پڑی۔

اُن میں صرف ایک شخص محاذ جنگ کے کچھ قریب جا سکا اور وہ شخص ٹیری وکٹ تھا۔ اُس نے اچانک ہی چھٹی کی درخواست دیدی۔ مگر اُس کی تبدیلی توپخانے میں کر دی گئی اور اُسے فرانس بھیج دیا گیا۔

جاتے ہوئے اُس نے مارٹن سے کہا۔ اس کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے معافی مانگ رہا ہو۔ "مجھے اس طرح اپنا کام چھوڑنے پر سخت شرم آرہی ہے اور جرمنوں کو تو میں یقیناً نہیں مارنا چاہتا ـــــ میرا مطلب ہے اس قدر نہیں چاہتا

بجائے اس کے کہ یہاں کے بیشتر لوگوں کو مارنا چاہتا ہوں۔ مگر اتنے بڑے تماشے میں شامل ہونے سے لئے میں اپنی طبیعت کو روک نہ سکا۔ سلیم بھائی یا پاگل کا مطلب یہ نظر رکھنا کرو گے یہ کام؟ اس کمبخت لڑائی نے اُسے بہت صدمہ پہنچایا ہے، بیچارے کے کئی بھتیجے جرمن فوج میں بھرتی ہیں اور برل جیسا قوم پرست اپنی حب الوطنی کا مظاہرہ کرنے کے لئے اُس کی جان عذاب میں ڈال دے گی۔ اچھا خدا حافظ۔ اپنا خیال رکھنا بھائی۔"

فوج میں دھکیل دیئے جانے پر شروع میں تو مارٹن کو کچھ غصہ سا آیا۔ اُسے محسوس ہوا جیسے پکڑ بو کے دفتر اور روڈسل دینیا میں روزی کمانے کے لئے اُسے تحقیق کا کام ترک کرنا پڑا تھا اسی طرح یہ جنگ بھی اُسے۔ کے کام میں روڑہ اٹکانے کے لئے شروع ہوئی ہے۔ مگر جب یونیفارم پہن کر وہ اکڑ اکڑ کر گھومنے لگا تو اُسے اس قدر لطف آیا کہ کئی ہفتوں تک وہ ایک معیاری اور مستعد محب وطن بنا رہا۔ خاکی وردی پہننے پر اُس کا رنگ ڈھنگ ہی بدل گیا۔ اس سے پیشتر وہ کبھی یوں تن کر سیدھا نہیں چلا تھا اور نہ ہی کبھی ایسا بشاش نظر آیا تھا۔ جب فوج کے عام سپاہی اُسے سلام کرتے تو اُس پر نشہ سا طاری ہو جاتا اور اس سیلیوٹ کا پُروقار طریقے سے جواب دینا بھی ویسا ہی مسرت انگیز تھا۔ اس کروفر اور شان و شوکت میں مارٹن کے ساتھ دوسرے ڈاکٹر، پروفیسر، وکیل، دلال اور سائنس سوشلسٹ انٹیلیکچوئیل بھی شامل تھے جو اُس کی طرح افسر بنا دیئے گئے تھے۔

مگر ایک مہینہ گزرنے کے بعد یہ شان اور یہ اکڑ اُسے میکانکی اور مشینی سی نظر آنے لگی۔ اس طرح جب فوجی افسر بننے کا جوش و خروش ختم ہو گیا تو مارٹن کا دل چاہنے لگا کہ وہ پہلے کی طرح کھلی سی قمیض اور ہلکے جوتے پہنے اور اُس کے کپڑوں میں معقول قسم کے جیب لگے ہوں۔ پنڈلیوں پر باندھنے کی پٹیاں بھی اُسے تکلیف دہ محسوس ہونے لگیں اور اُن کا پہننا بھی اُس کے لئے سوہانِ روح ہو گیا۔ کف لگا ہوا کالر اُسے گلے اور ٹھوڑی میں اس طرح چبھتا، جیسے اُس میں کانٹے لگے ہوں۔ اب اُس آدمی کے لئے جو صبح تین تین بجے تک لیبارٹری میں تجربے کیا کرتا تھا ہر سیلیوٹ پر تیزی و طراری سے جواب دینا بہت ہی تھکا دینے والا عمل تھا۔

انسٹی ٹیوٹ میں کرنل ڈائرکٹر ڈاکٹر اے ڈی وٹ ٹیز فوجی ضابطے کے معاملے میں بہت سخت واقع ہوئے تھے۔ اُن کی کنٹرول کے تلے رہ کر اُسے لازمی طور پر وردی پہننا پڑتی۔ مگر شام کے وقت وہ چپکے سے اپنے وردی ڈھیلے ڈھالے شہری کپڑے پہن لیتا اور لیورا کے ساتھ سینما دیکھنے جاتا تو اُسے بغیر چھٹی لئے غیر حاضر رہنے میں بہت خوشی ہوتی اور یہ سوچ کر مزہ آتا کہ ابھی راہ میں اگر گلی کے موڑ پر ملٹری پولیس والے گرفتار کرلیں تو صبح تک اُس کی موت کا حکم ہو جائے۔

بدقسمتی سے کسی ملٹری پولیس کے سپاہی کی اس کی طرف نظر نہیں گئی مگر ایک شام وہ سڑک پر بڑی شان سے بے خبری کے عالم میں ایک سپاہی کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے کسی دوسرے سپاہی کی لاش کو دیکھ رہا تھا تو اُسے محسوس ہوا کہ میجر ریلٹن ہولا برڈ قریب کھڑے اُسے گھور رہے ہیں۔ پہلی بار وہ اُس کے ساتھ درشت لہجے میں بولے "کیپٹن، کیا یہ سادے کپڑے پہن کر گھومنا تمہارے لئے مناسب ہے؟ بدقسمتی سے سائنسداں ہونے کے باعث ہمیں جوانوں کے شانہ بشانہ محاذ پر لڑنے کی سعادت حاصل نہیں ہے مگر ہمیں یہی حکم ہے کہ خندق میں بیٹھے جوان کی طرح چاق چوبند رہیں۔ —— اور ہم میں بہت سے لوگ پھر وہاں جانا بھی چاہتے ہیں! کیپٹن مجھے اُمید ہے کہ آئندہ سے تم یونیفارم پہننے کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروگے۔ یا۔ پھر۔"

"یہ شخص جنگ میں اپنے زخمی ہونے کا واقعہ کئی بار بتا چکا ہے میں تنگ آگیا ہوں بار بار سُن کر۔ اب اسے دوبارہ محاذ پر جانے سے کون روکتا ہے؟ اب تو اس کا زخم بھر گیا ہے۔ محبِ وطن تو میں بھی ہونا چاہتا ہوں مگر میری حب الوطنی 'سم التریاق' تلاش کرنے اور اپنا کام کرنے میں ہے! خاص طرح کے کپڑے پہننے اور جرمنوں سے نفرت کرنے میں نہیں ہے۔ یاد رکھو میں بھی جرمنی کا مخالف ہوں۔ میرا خیال ہے وہ لوگ اتنے ہی بُرے ہیں جتنے کہ ہم۔ خیر چھوڑو۔ آؤ واپس چلیں میں تھوڑا تجربے کا کام کرنا چاہتا ہوں ...... میری جان بھرے رات کو کام کرنے سے تم اُکتا تو نہیں جاتیں؟"

لیورا چالاک تھی۔ اگر کسی موقعے پر وہ جوش و خروش کا اظہار نہ کرسکتی تو اس انداز

سے خاموش رہتی کہ اُس کی خاموشی بالکل ناگوار نہ گزرتی۔

مارٹن نے دیکھا کہ انسٹی ٹیوٹ میں اُس کے علاوہ اور بھی ملک کی حفاظت کرنے والے ایسے موجود ہیں جنھیں لڑنے والے بہادر سپاہیوں کا لباس زیب تن کر کے بہت ہی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اسٹاف کے ممبروں میں سب سے زیادہ خراب اور خستہ حالت سُرخی مائل زردہ داڑھی والے شعبۂ حیاتیات کے سربراہ ڈاکٹر نکولس بی اد کی تھی۔

بی اد صاحب یوں تو میجر کی وردی پہنتے تھے مگر ان کپڑوں سے وہ کبھی مفاہمت نہ کر سکے۔ (اُنھیں معلوم تھا کہ وہ میجر ہیں کیونکہ کرنل ڈاکٹر ٹہنر نے انھیں یہی بتایا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ وردی میجر کی ہے کیونکہ کپڑے کی دوکان کے سیلزمین نے انھیں یہی کہا تھا) میگرک بلڈنگ سے وہ بہت ہی بے ڈھنگے انداز میں اُداس صورت بنائے نکلتے۔ اُن کی پتلون کا ایک پائنچہ بھاری بھرکم جوتے پر ایک تھیلے کی مانند دکھائی دیتا۔ اور باوجود کوشش کے وہ کوٹ کے بٹن بند کرنا بھول جاتے۔ اُن کے بنفشی رنگ کی پھولوں والی قمیض نیچے سے نظر آیا کرتی۔ وہ ہر ایک کو رازدارانہ انداز میں بتا دیا کرتے کہ ایسی قمیض ''ایٹمہ ایولیمبو'' سے بہت سستی مل جاتی ہے۔

مگر میجر ڈاکٹر بی اد نے ایک بات میں ضرور کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ ایک روز جب وہ اپنے ''فوجی ڈائننگ ہال'' میں جا رہے تھے تو انھوں نے مارٹن کو اپنی گرجتی سی آواز میں کہا۔

''ایڈمنٹھ، کیا بار بار سیلوٹ کرنے سے تم گھبرا نہیں جاتے۔ لعنت ہو اس پر میں تو وردیوں پر لگے ان فیتوں اور ستاروں کا مطلب بالکل نہیں سمجھ سکا۔ ایک دفعہ میں نے بحری فوج کے ایک لفٹیننٹ کو غلطی سے وائی۔ ایم۔ سی۔ اے۔ کا جرنیل سمجھ لیا۔ شاید وہ پرتگیزی تھا۔ مگر اب مجھے ایک ترکیب سوجھی ہے!'' بی اد نے اُنگلی کو لمبی سی ناک پر رکھا اور ایک بہت ہی فلسفیانہ نکتہ بیان کیا ''جب بھی میں اپنے سے بڑی عمر کے کسی شخص کو وردی میں دیکھتا ہوں تو میں اُسے سیلیوٹ کرتا ہوں ـــــ میرا بیٹا ٹیڈ ـ بیچارا اُس نے مجھے سیلوٹ کرنا اتنی اچھی طرح سکھا دیا ہے کہ اب بھی یہ کام

بہت پھرتی سے کرتا ہوں ـــــــ اور اگر وہ وردی والا میرے سلام کا جواب نہ دے تو خدا کی قسم ہوں، بغیر کسی سے دے یا جھگڑے کے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔ اگر تم سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھو تو یہ فوجی زندگی اتنی سخت بھی نہیں!"

(۷)

جوانی کے دنوں میں میکسو کاٹلر کے ذہن میں امریکہ کے متعلق ایک رومانی سی تصویر بن کر رہ گئی تھی۔ وہ جہاں بھی رہا ـــــــ فرانس میں یا جرمنی میں اس تصویر کے نقوش دھندلے نہیں ہوئے۔ اُس نے سمجھا تھا کہ شاہی روایات سے آزادی حاصل کرنے والی ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سرزمین، جہاں مکئی کے کھیت لہلہاتے ہیں، برف کے طوفان آتے ہیں اور جہاں کے شہروں میں جلسے جلوسوں کا ہنگامہ گرم رہتا ہے، اب جنگی فتوحات کے نشے میں چور ہو کر غرور سے بلند و بالا ہو چکی ہے۔ ذہنی طور پر وہ جرمنی کا باشندہ نہیں بلکہ لنکن کا ہموطن تھا۔

مگر امریکہ آنے کے بعد وہ نیویارک سے بڑی بے آبروئی کے ساتھ برخاست ہوا، پھر یورپ میں بڑی جنگ چھڑ گئی۔ ان دو صدموں نے اُس کا غرور اور گھمنڈ توڑ کر رکھ دیا۔ جنگ اُس کے لئے نہ ہی کسی طرح شان و شوکت حاصل کرنے کا ذریعہ تھی اور نہ ہی اُسے اس ہنگامے میں امید کی کوئی کرن دکھائی دیتی۔ اُسے محسوس ہوتا جیسے تباہی و بربادی کا طوفان آہستہ آہستہ قریب آ رہا ہو۔ فرانس، اٹلی اور انگلستان میں اُس نے جو کام کیا تھا، اور دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں جو وقت گزارا تھا اُس کی یاد اُسے بہت عزیز تھی۔ جس طرح وہ اپنے فرانسیسی، انگریز اور اطالوی دوستوں کو چاہتا تھا اُسی طرح جیسے وہ اپنے ہم جماعت لڑکوں کا بھی شیدائی تھا۔ تمسخر اور طنز کے پردے کو ہٹا کر اگر کوئی دیکھتا تو اُسے معلوم ہوتا کہ اُس کے دل میں اُن جرمن دوستوں کے لئے

بہت جگہ تھی جن محفلوں میں اُس نے شراب کے جام چڑھائے تھے اور جن کے ساتھ اُس نے جی توڑ کر محنت کی تھی۔

چھٹیوں میں جب وہ گھر جاتا تو اپنے بھانجوں سے ملا کرتا۔ دیکھتے دیکھتے اُس کی بہن کے بیٹے بچپن سے لڑکپن کی منزل میں داخل ہوئے اور پھر انھوں نے ہنستی گاتی جوانی کی شاداب وادیوں میں قدم رکھا اور ۱۹۱۴ء میں قیصر کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ان میں سے ایک تو بہت بڑا افسر بنا دیا گیا اور اُسے بہت سارے تمغے ملے، دوسرا لڑکا یونہی معمولی سی حیثیت میں پڑا رہا اور تیسرا لڑکا لڑائی شروع ہونے کے دس روز بعد ہی مارا گیا اور اُس کی لاش میدان جنگ میں سڑتی رہی۔ یہ سب سانحے اُس نے برداشت کئے۔ پھر اُس کا اپنا بیٹا رابرٹ امریکی فوج میں بھرتی ہو کر اپنے پھوپھی زاد بھائیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے محاذ پر چلا گیا۔ اور یہ بھی اُسے برداشت کرنا پڑا۔ وہ جرمن جنگ پسندوں کے رجحانات سے بیزار ہو کر امریکہ میں ہجرت کر آیا تھا اور اب اس امریکہ کے لئے، جو دنیا میں سائنسی قوانین کو سب سے زیادہ اہم چیز سمجھتا تھا سب سے زیادہ افسوسناک بات یہی تھی کہ یہ امن پسند امریکہ بھی نفرت، عداوت اور دشمنی کے جذبات کا شکار ہوتا جا رہا تھا اور وہاں کے لوگوں پر بھی نفرت کا ایک جنون سا طاری ہو گیا تھا۔

وہ جب عورتوں کو یہ کہتے سنتا کہ ہر جرمن بچوں کا قاتل ہوتا ہے تو اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آتا۔ یہ جنون اس حد تک بڑھا تھا کہ یونیورسٹیوں میں جرمنی کے مصنفین کی تصنیفات کا پڑھانا بھی ممنوع قرار دے دیا گیا تھا اور آرکسٹرا والوں نے بیتھووِن کی موسیقی بجانا بند کر دیا تھا۔ اُس نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ بزدل فوجی وردیاں پہنے کلرکوں پر چلا رہے ہیں اور کلرک بیچارے کچھ بھی نہیں کہتے۔

وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ماحول دیکھ کر آیا اُس کی انا کو ٹھیس لگی یا اُس کے دل میں امریکہ کا پیار مجروح ہوا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ جو شخص ملک کے مشینی طریقہ تعلیم کو ناقص قرار دیا کرتا تھا جنگ کے زمانے میں پیدا ہونے والے اس

بلشفی انداز فکر پر تعجب کرنے لگا۔

میگڈبرگ انسٹی ٹیوٹ نے جب جنگی سرگرمیوں کے حق میں فتویٰ دیدیا تو گاٹلب کو محسوس ہوا کہ لوگوں کی نظر میں وہ عظیم ماہر محفوظیات نہیں رہا بلکہ ایک مشکوک جرمن یہودی ہوگیا ہے۔

یہ سچ ہے کہ ٹیری نے جو نوبچانے کے ساتھ محاذ پر گیا تھا اُسے کبھی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا مگر ریپلٹن ہولابرڈ جب بھی اُس کے پاس سے گزرتا تو سیدھا ہو کر چلنے لگتا اور اُس کے چہرے سے دُرشتی اور حقارت ٹپکنے لگتی۔ دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے ایک روز گاٹلب نے ٹبز سے کہا۔ "میں فرانسیسیوں کی ہر خوبی تسلیم کرتا ہوں اور کئی فرانسیسی تو میرے گہرے دوست ہیں مگر میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ کچھ کروڑ کی جرمن قوم میں کچھ بھلے لوگ بھی ضرور رہے ہوں گے!" اس پر کرنل ڈاکٹر ٹبز نے بڑی حقارت کے انداز میں جواب دیا۔ "ڈاکٹر گاٹلب، ایسے وقت میں جبکہ ساری دنیا ایک مصیبت سے دوچار رہے ہے آپ کو ایسی فضول سی بدتمیزی زیب نہیں دیتی!"

بازاروں میں، ریل گاڑی میں، بس میں اور ٹرام میں سُرخ چہروں والے لوگ جرمن لب و لہجہ سُن کر اُس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھتے، ایک دوسرے سے غضبناک سی آواز میں کہتے "یہاں بھی وحشی ہُن قوم کا ایک آدمی آگیا!" وہ لاکھ اُنھیں حقارت سے دیکھتا اور اُنھیں نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا مگر لوگوں کی مسلسل طعن و تشنیع نے اُسے ایک مغرور سائنداں سے کُڑھنے جلنے والا افسردہ اور غمگین بوڑھا بنا دیا۔

اور ایک عورت جو کبھی اُس کی دوستی کا اپنے احباب سے فخر یہ ذکر کیا کرتی تھی اور جس نے انگلستان کے انگلیکی کلیسا کے پیرو کار خاندان میں شادی کی تھی اُسے جب گاٹلب نے ایک بار جرمن زبان میں "خدا حافظ" کہا تو چلّا کر بولی۔ ڈاکٹر گاٹلب مجھے افسوس ہے مگر اس گھر میں یہ ملعون زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی!

میگڈبرگ میں آنے پر گاٹلب کو اُن تمام مصیبتوں سے نجات مل چکی تھی جو اُسے ونے بیک یا ہنزیکر فیکٹری میں پیش آیا کرتیں۔ یہاں پہنچ کر اُس کی طبیعت میں جولانی

آنے لگی تھی اور وہ سائیڈ والوں، موسیقاروں اور باتونی لوگوں کی خاطر مدارات بھی کرنے لگا تھا۔ مگر جنگ شروع ہونے پر جب اُسے ہر طرف گھورتی اور تکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں تو وہ پھر سمٹ کر اپنے خول میں واپس آ گیا۔ ٹیری کے چلے جانے کے بعد اُسے صرف مارٹن اور اس میکگرک پر ہی اعتماد رہ گیا تھا۔ جھریوں کے حلقوں میں گھری ہوئی اُن آنکھوں سے ہمیشہ افسردگی ہی ٹپکتی تھی۔

مگر اُس کی مذاق کرنے کی حس ابھی مُردہ نہیں ہوئی تھی۔ اُس نے تجویز کیا کہ کیپیٹولا کو اپنے گھر کی کھڑکی میں سے ایک قومی جھنڈا لٹکانا چاہیئے جس میں وردی پہننے والے انسٹی ٹیوٹ کے ہر شخص کے لئے ایک ستارہ مخصوص ہو۔

مگر کیپیٹولا نے اس تجویز کو بہت سنجیدگی سے لیا اور اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔

(۸)

میکگرک میں کام کرنے والے عملے کے فوجی فرائض میں بہت سی چیزیں شامل تھیں ـــــ وردی پہننا، سیلوٹ کا جواب دینا اور لنچ کے وقت ڈاکٹر ہبز کے لیکچر سُننا جو ہمیشہ اس موضوع پر تقریر کیا کرتے کہ جمہوریت پسند یورپ کی از سرِ نو تعمیر کرنے میں امریکہ کیا حصّہ لے گا۔"

مگر اس کے علاوہ اُن کے اور فرائض بھی تھے۔ وہ بہت سے خوشنما بیان تیار کرتے۔ حیاتیاتی طبیعیات کے شعبے میں کام کرنے والا اسسٹنٹ برقی تاروں سے "ابھار" ایجاد کر رہا تھا۔ ڈاکٹر بلی سمتھ جو چھ ماہ پیشتر یوچاڈ میں بیٹھا جرمن گیت گا رہا تھا، اب ان کا نئے لکھنے والوں کے لئے زہریلی گیس تیار کر رہے تھے اور مارٹن کے ذمے تیل میں گھلے ہوئے "ٹائیفائڈ" اور "پیرا ٹائیفائڈ" کے نامیات کے مرکب "لیپو ویکسین" بنانے کا کام دیا گیا تھا۔ چکناہٹ سے بھرا یہ کام بے حد

اکتا دینے والا تھا۔ مارٹن اسے دل لگا کر ایمانداری سے کرتا اور تقریباً ساری صبح اسی پر صرف کر دیتا۔ مگر پیشوایانِ سائینس کے بنائے ہوئے اصولوں کے خلاف اس نے اپنے کفر و الحاد کو یہاں اور بھی شدید کر دیا، اور وہ ایک تلخ باغی کی طرح اُن مقالات کا خیر مقدم کرتا جن میں "لیوڈیکین" کو تحلیل کیے ہوئے نمک سے عمومی مرکبات سے زیادہ اہمیت نہ دی جاتی۔

کاٹلب کی افسردگی کا اُسے احساس تھا اور اُس کی دلجوئی کرنے کی بھی وہ بہت کوشش کرتا۔

مگر مارٹن کے مزاج میں ایک بڑی خامی یہ تھی کہ وہ شرمیلے، احساسِ تنہائی کے مارے ہوئے اور بے وقوف سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کے زیادہ قریب نہ جاتا۔ جان بوجھ کر تو وہ ایسے لوگوں کا دل نہ دکھاتا۔ مگر اُن کے مسائل سے وہ اسقدر بیگانہ تھا یا اُن کا بے ڈھنگا پن اسے اسقدر ناگوار گزرتا تھا کہ وہ اُن لوگوں سے دامن بچانے کی کوشش کرتا۔ اس سلسلے میں لیورا کا اصرار جب بھی زیادہ ہوتا تو وہ بڑبڑانے لگتا۔

"میں اسقدر مصروف ہوں، میرے پاس بوڑھے خبطیوں کے لئے وقت کہاں ہے۔ دنیا میں بہت سے احمق فضول کی ہمدردی کے لئے اتنی بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اتنا وقت ضائع کرتے ہیں کہ زندگی میں کوئی بھی مفید کام نہیں کر سکتے۔ جذباتی آدمی بن کر لوگوں سے فضول سی ہمدردی اور پیار جتاتے رہنا تو آسان ہے مگر دنیا میں کوئی مفید کام کر کے دکھانا بہت مشکل ہے۔ بہت کم لوگوں کو معقول اور شائستہ طریقے سے خود غرض بننے اور خطوط کا جواب نہ دینے اور اپنے کام سے کام رکھنے کا طریقہ آتا ہے۔ ان جذباتی لوگوں کی اگر حکومت ہو جاتی تو یہ نیوٹن اور برکلے جیسی ہستیوں کو بھی سوائے تقریریں کرنے اور سٹھیائے ہوئے بوڑھوں کا رونا سننے کے اور کچھ نہ کرنے دیتے۔ سخت دل بننے اور بصیرت رکھنے کے لئے ہمت درکار ہے۔"

مگر مارٹن میں یہ ہمت بھی نہیں تھی۔

جب لیورا اُسے پتھر دل ہونے کا طعنہ دیتی تو وہ مجبوراً مدد ایک روز کے
لئے سب طرح کے بھک منگوں پر رحم کھانا شروع کر دیتا مگر پھر بچے کام بھی کچھ دیتا۔
لیکن دُنیا میں دو ہستیاں ایسی بھی تھیں جن کی افسردگی کو وہ برداشت نہ کرسکتا
تھا —— لیورا اور گاٹلب۔

حالانکہ اُن دنوں وہ یہ سمجھا کرتا تاکہ دنیا میں اُس جیسا مصروف آدمی کوئی
نہیں۔ صبح اُس کی "لیوڈیکسین" بنانے میں کٹتی۔ شام کے وقت وہ فزیکل کیمسٹری
کے مسائل میں اُلجھا ہوتا اور بیچ کے اوقات میں "کردیات عنقودیہ صدیدیہ"
کی تحقیق میں سرکھپایا کرتا مگر اس کے باوجود اُسے جب بھی فرصت ملتی وہ گاٹلب
کو کہیں سے ڈھونڈ نکالتا اور بڈھے کی، تاکو تسکین دینے کے لئے بڑی عقیدت
سے اُس کی باتیں سنتا۔

پھر وہ تحقیق کے کام میں ایسا مگن ہوا کہ گاٹلب اور لیورا کو بھی اُس نے فراموش
کردیا۔ اُس کا مطالعہ کرنے کا شوق بھی ہوا ہو گیا، اپنا جنگی کام اُس نے دوسروں
کے سپرد کر دیا اور شب و روز اُسے ایک ہی خیال رہنے لگا۔ لاعلمی کی دُھند کے
پیچھے اُسے ایک روشنی دکھائی دی۔ اُسے احساس ہونے لگا جیسے اب وہ زندگی
کا ایک بڑا اسرار ہوتا ڈھونڈ نکالے گا، ایک ایسی چیز حاصل کرے گا جس پر
گاٹلب کو بھی فخر ہوگا۔

باب اٹھائیسواں

کیپٹن مارٹن ایروسمتھ، ایم۔ آر۔ سی۔ ایک شام اپنی ذات خاریوی کے پاس لڑکھڑاتا
جھینکتا گھر آیا۔ "میں بے حد تھک گیا ہوں، میری طبیعت سخت بیزار ہے میگر ک
میں، ایک سال میں نے یوں ہی فضول گنوا دیا۔ کوئی کام نہیں کیا۔ سارا وقت ضائع

کیا۔ سب بکواس ہے۔ اور آج شام تو میں یہ ریاضی ویاضی بالکل نہیں پڑھوں گا۔ آؤ سینما دیکھنے چلیں۔ میں تو بھی کبھی کیریئر بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ بہت تھک گیا ہوں"

"اچھا میری جان، لیورا نے کہا۔ مگر ڈنر تو کھا لیں یہاں۔ آج دوپہر میں نے تمہارے لئے بہت اچھی مچھلی پکائی ہے۔"

فلم دیکھتے ہوئے مارٹن نے ایک کیمسٹ اور ایک ڈاکٹر کے انداز میں اس پر تبصرہ شروع کر دیا۔ اُسے یہ بات بہت ہی غیر حقیقی معلوم ہوئی کہ دس سال تک علیحدہ رہنے کے بعد ایک ماں اپنی بیٹی کو پہچان ہی نہ سکے۔ وہ بار بار بیتابی میں پہلو بدل رہا تھا اور ہر بات میں دلیل تلاش کرتا مگر سینما دیکھنے کے لئے یہ ایک بہت ہی غیر معقول طریقہ ہے۔ جب اندھیرے میں سے، جہاں صرف سکرین پر ہی روشنی دکھائی دیتی تھی، وہ آنکھیں جھپکتے ہوئے باہر نکلے تو وہ بولا "میں لیبارٹری جا رہا ہوں۔ گھر جانے کے لئے میں تمہیں ٹیکسی کئے دیتا ہوں۔"

"بھاڑ میں جائے، اس نامراد کام سے ایک رات تو پیچھا چھڑاؤ۔"

"لیکن لیورا! اب یہ بات غلط ہے۔ کئی راتوں سے میں نے جم کر کام نہیں کیا۔"

"تو پھر مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

"بالکل نہیں۔ میرا خیال ہے میں ساری رات کام کروں گا۔"

جب وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا لبرٹی سٹریٹ سے گزر رہا تھا تو بلند و بالا عمارتوں اور اونچے اونچے میناروں کے پاؤں میں لیٹی ہوئی وہ سڑک اونگھ رہی تھی۔ میکگرک کا حکم تھا کہ انسٹی ٹیوٹ میں لگی ہوئی لفٹ رات بھر چلا کرے کیونکہ بلس لوگوں کے عملے میں سے تین چار اشخاص وہاں رات گئے کام کرنے کے لئے آتے ہیں۔

اُس صبح مارٹن نے "لوئر مان ہٹن ہاسپٹل" میں ایک مریض کی پیٹھ کے ساتھ پھوڑے میں سے پیپ کے جراثیم کا ایک نیا نمونہ علیحدہ کیا تھا۔ یہ پھوڑا بہت غیر معمولی سرعت سے سوکھ رہا تھا۔ اُس نے تھوڑی سی پیپ

پانی میں ڈال لی اور پھر اُسے جراثیم پیدا کرنے والی مشین میں رکھ دیا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد جراثیم کی اچھی خاصی فصل تیار ہو گئی۔ تھکاوٹ کی حالت میں گھر جانے سے پیشتر اُس نے بوتل واپس مشین میں ڈال دی تھی۔

اسے اِس میں کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ اب لیبارٹری میں داخل ہو کر اُس نے اپنا فوجی کوٹ اُتارا، کھڑکی میں سے دریا کی سطح پر لہروں سے کھیلتی ہوئی روشنی کا نظارہ کیا، تھوڑی دیر سگرٹ پیا اور سوچنے لگا کہ وہ کہاں گیا جا لندھر ہے جو یورپ کے ساتھ اسقدر سختی سے پیش آتا ہے۔ پھر وہ برٹ ٹوزر، پکر بد، بنزاد اُن سب پر جو اُسے یاد آتے گئے لعنتیں بھیجنے لگا۔ اس کے بعد بے خیالی کے عالم میں جراثیم پیدا کرنے والی مشین کی طرف چلا گیا اور جراثیم والی بوتل نکال لی۔ اُسے اُمید تھی کہ اس میں اب تک دھند کی مانند پیپ کے جراثیم کا ایک غبار سا تیار ہو گیا ہو گا۔ مگر اُسے یہ دیکھ کر بے حد تعجب ہوا کہ اس میں جراثیم کا نام و نشان تک نہ تھا۔

"یہ کیا ہو گیا" وہ بڑبڑانے لگا "یہ شوربا تو ویسا ہی صاف ہے جیسا کہ جراثیم کی تخم ریزی کرتے وقت تھا! اب یہ ایک اور —— میں ایک نیا تجربہ شروع کرنے لگا تھا مگر یہ ایک نئی بات ہو گئی، کیسی مصیبت ہے!"

مشین کے پاس سے اُٹھ کر، جو گیلری کے دوسرے کونے میں رکھی تھی، وہ لیبارٹری میں واپس چلا گیا۔ شک دور کرنے کے لئے اُس نے بوتل کو تیز روشنی کے سامنے رکھ کر دیکھا۔ بوتل میں جو کچھ تھا اُس میں سے تھوڑا نکال کر اُس نے پریشان اور افسردہ موڈ میں ایک سلائیڈ تیار کی اور خوردبین سے اُس کا معائنہ کرنے لگا۔ اُسے وہاں کچھ نظر آیا۔ جہاں جراثیم کی افراط ہونی چاہیئے تھی وہاں فقط اُن کی پرچھائیاں رہ گئی تھیں۔ اُن اجسام کے ہلکے ہلکے خاکے وہاں ضرور موجود تھے مگر اُن خلیوں کا اصل مادہ غائب تھا جیسے ایک چھوٹے سے میدانِ کارزار میں مرے ہوئے سپاہیوں کے پنجر بکھرے پڑے ہوں۔

اُس نے خوردبین پر سے سر اُٹھایا اور اپنی تھکی ہوئی آنکھوں کو مَلا، گردن کو

ہاتھ سے رگڑا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا ـــــ اُس نے کوٹ اتار پھینکا تھا، کالر فرش پر گرا ہوا تھا، اور گریبان کھلا تھا۔ وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔

"یہ عجیب تماشہ ہوا۔ یہ جراثیم اچھے خاصے بڑھ رہے تھے لیکن اب یوں لگتا ہے جیسے انھوں نے خودکشی کر لی۔ کیڑوں مکوڑوں کو تو خودکشی کرتے نہیں سُنا۔ مگر ایک بات ہے اس کی وجہ کیا ہوتی؟ کوئی کیمیائی تبدیلی؟ کوئی عضوی کایا کلپ؟"

مارٹن کو نہ تو نمائشی جوانمردوں کا سا کوئی انداز آتا تھا اور نہ ہی وہ عشاق کے طور طریقوں سے واقف تھا۔ وہ بذلہ سنجی اور فقرے بازی کے فن سے بھی بیگانہ تھا۔ نہ تو اس کی شخصیت میں کوئی دلفریبی تھی اور نہ ہی وہ کسی اخلاقی پیغام کا علمبردار تھا۔ قدم قدم پر اُس سے غلطی سرزد ہوتی تھی لیکن ایک ضدی اور ڈھیٹ بچے کی طرح ہر بات میں وہ ایمانداری سے کام لیتا تھا۔ وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو اکثر ناشائستہ و درشت معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُس کی یہ خوبی تھی کہ فطری تجسس کے باعث اُسے کوئی بھی بات معمولی نظر نہ آتی۔ اگر وہ پلٹن ہولا برڈ کی طرح ایک مانی ہوئی ہستی ہوتا تو ٹوٹل کی اشیا کو چلمچی میں پھینک کر انکسارانہ سے انداز میں تسلیم کر لیتا "کیسا بے وقوف ہوں میں بھی، پھر کوئی غلطی کر ڈالی!" اور یہ کہ کر وہ کسی اور کام میں مصروف ہو جاتا۔ مگر مارٹن چونکہ مارٹن تھا اس لئے وہ غیر شاعرانہ سے انداز میں لیبارٹری کے اندر ٹہلتا رہا اور اپنے آپ سے کہتا رہا "اب اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہو گی اور میں یہ وجہ معلوم کر کے رہوں گا۔"

مارٹن کو ایک رومانی سا خیال سوجھا اُس نے دل میں سوچا کہ وہ لیورا کو ٹیلیفون کرے اور بتائے کہ وہ شہرت و ناموری کی دہلیز پر کھڑا ہے اور اب اُسے تشویش کرنے کی ضرورت نہیں۔ بجلی کے بٹن کی تلاش میں وہ اندھیرے میں ٹٹولتا ٹٹولتا گیلری کو پار کر گیا۔

رات کے وقت اس طرح کی سب بڑی بڑی عمارتیں بھوتوں کا مسکن ہوا کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس خوبصورت سی ہنستی ہوئی نئی نئی میکگرک بلڈنگ میں بھی ایک کمرہ

نے خودکشی کر لی تھی۔ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے وقت مارٹن کو محسوس ہو رہا تھا جیسے
اس کے پیچھے پیچھے کوئی دبے پاؤں آ رہا ہے۔ اُسے طرح طرح کی شکلیں دروازوں
میں سے جھانکتی ہوئی دکھائی دیتیں اور پھر غائب ہو جاتیں۔ اس وقت اُسے
لڑکپن کے زمانے میں سُنی ہوئی ڈراؤنی کہانیاں یاد آنے لگیں اور پھر جب ٹٹولتے
ٹٹولتے اُس نے بجلی کا بٹن پکڑ لیا اور آنِ واحد میں تیرگی کا پردہ اُٹھنے پر دُنیا
ایک دفعہ پھر نور میں نہا گئی تو اس کے دل میں بھی مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔
انسٹی ٹیوٹ کے ٹیلی فون سوئچ بورڈ کے پاس جا کر اس نے لیورا کو فون پر
بلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اسے جہاں تک دُرست معلوم ہوتا وہ وہیں پلگ
کی ڈاٹ لگاتا۔ ایک بار اسے یوں محسوس ہوا جیسے لیورا بول رہی ہے مگر وہ ایک
جھلائی ہوئی آواز تھی جو نہ مرد کی معلوم ہوتی نہ عورت کی۔ دوسری طرف سے بار بار
سنائی دیتا: "آپ کا نمبر؟" ایسی تیز اور چوکس آواز لیورا جیسی سُست اور کاہل لڑکی کی
نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسری بار اسے ہکلاتی اور رال ٹپکاتی آواز سنائی دی: "کیا سارا
بول رہی ہے؟" پھر ایک اور آواز آئی: "میں کہتی ہوں ٹیلی فون بند کر دو۔" ایک بار
کسی لڑکی نے التجا کے انداز میں کہا: "سچ کہتی ہوں بلی، میں نے تمہارے پاس آنے کی
بہت کوشش کی۔ مگر پانچ بجے ہمارا افسر آ گیا، اور وہ کہنے لگا ــــــ"

اس کے بعد اسے کوئی آواز صاف سنائی نہیں دی۔ ستّر لاکھ شہریوں کی آوازیں
گڈمڈ ہو گئی تھیں جو اس وقت محبت، نیند یا دولت کے بھوکے تھے۔

آخر تنگ آ کر وہ بولا: "اچھا چلو چھوڑو اس جھنجھٹ کو۔ میرا خیال ہے لی
اس وقت سو رہی ہو گی!" اس طرح اپنے آپ کو سمجھا کر وہ واپس لیبارٹری میں چلا گیا۔

اس وقت مارٹن جراثیم کے قاتل کی تلاش کرنے والا سراغ رساں تھا۔ سر کو
پیچھے کئے وہ ٹھوڑی کھجانے اور ذہن کو کرید کر کوئی ایسی تحریر یاد کرنے لگا جس میں
ان ننھے ننھے کیڑوں کے اس طرح خودکشی کرنے یا بغیر کسی ظاہری وجہ کے ہلاک
ہونے کا راز معلوم ہو سکے۔ وہ بھاگا بھاگا اوپر لائبریری میں گیا اور کسی نے امریکی

اور انگریز سائنسدانوں کی تحریروں سے اس طرح کی ملتی جلتی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے بڑی محنت سے فرانسیسی اور جرمن تحریروں کو بھی کھنگالا۔ مگر اُسے کچھ نہیں ملا۔

پھر اُسے خیال آیا کہ شاید اُس پیپ میں جس سے اُس نے شوربے میں جراثیم کی تخم ریزی کی تھی پیپ کا کوئی جرثومہ موجود ہی نہ ہو۔ اس صورت میں اُن کے مرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ سوچتے ہی وہ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اندھیر میں روشنی کی پرواہ کئے بغیر ہر نکڑ پر دیوار سے ٹکراتا، ٹٹولتا، کم علاج چکنے فرش پر سے پھسلتا بھاگم بھاگ زینے سے نیچے اُترنے لگا اور تیز تیز قدموں سے گیلری پار کرتا ہوا اپنے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہاں اُس نے پیپ کا باقی ماندہ حصّہ پڑا پایا۔ اُس نے جلدی سے شیشے کی سلائیڈ پر اس کا لیس دار مرکب سا تیار کیا اور بنفشی جنتیانہ سے اُس پر رنگ کر دیا۔ پھر گھبراہٹ کے عالم میں اس شوخ رنگ کے لیس دار مرکب کا ایک قطرہ ٹپکایا اور لپک کر خوردبین میں سے دیکھنے لگا۔ جب وہ پیتل کی نلکی میں سے جھانک کر مطلوب شئے کو "فوکس" میں لایا تو اُسے بھوری خزانی رنگ کی گول سطح پر انگوروں کے گچھوں کی طرح پیپ کے جراثیم نظر آنے لگے ——— ارغوانی رنگ کے چھوٹے چھوٹے داغ ....

"ارے جراثیم تو موجود ہیں" وہ زور سے چلایا۔

پھر جب وہ ایک نیا تجربہ کرنے کی تیاری کرنے لگا تو وہ لیورا کو، جنگ کی سرگرمیوں کو، رات کے سناٹے کو، کامیابی کو غرضیکہ ہر چیز کو بھول گیا۔ وہ زندگی میں پہلی بار ایک بڑا تجربہ کرنے لگا تھا۔ وہ جوش و اضطراب کی حالت میں کمرے کے اندر ٹہلنے لگا۔ اُس کا سر اس وقت کچھ گھوم سا رہا تھا۔ پھر اُس نے جوش و اضطراب کو جھٹک کر اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کی اور سگریٹ کے دھوئیں سے مرغولے بناتے ہوئے میز کے ساتھ سٹول لگا کر چھوٹے چھوٹے کاغذ کے ٹکڑوں پہ جراثیم کے ہلاک ہونے کی تمام ممکن وجوہات درج کرنے اور مختلف تجربات سے

اُن تمام سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے (جو اس کے ذہن میں تھے) جم کر بیٹھ گیا۔

اُس نے سوچا کہ شاید بوتل صاف نہ ہوئی ہو اور النقلی نے جراثیم پر دروہ کا صفایا کر دیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پیپ میں جراثیم کش مادہ موجود ہو۔ یا اُس تھوڑ میں جس کے اندر جراثیم کی تخم ریزی کی گئی تھی کوئی خاص بات ہو۔

تجربات کر کے اُسے اِن تمام سوالات کا جواب حاصل کرنا تھا۔

اُس نے چوروں کی طرح جھٹکا دے کر اُس کمرے کا تالا کھول لیا جس میں شیشے کے آلات رکھے تھے۔ پھر وہاں سے نئی بوتلیں نکال لیں۔ اُن بوتلوں کو صاف کیا، اُن میں روئی کے ڈاٹ لگائے اور اندر کے غیر ضروری جراثیم مارنے کے لئے اُنھیں گرم ہوا کی بھٹی میں رکھ دیا۔ پھر وہ اور قسموں کے شوربے لے آیا۔ حقیقت در اُس نے آئس بکس کھول کر گالبلیب کے متبرک ذخیرے میں سے انھیں چرا لیا تھا اُس نے کچھ مقطر شدہ جراثیم کو صاف کئے ہوئے چینی کی مٹی کے فلٹر سے تقطیر کیا اور انھیں اپنے جراثیم کے باقاعدہ ذخیرے میں شامل کر لیا۔

اُس وقت مارٹن نے سب سے اہم بات یہ معلوم کی کہ اُس کے پاس سگرٹ ختم ہو گئے ہیں۔

اُس نے اپنی دونوں جیبوں پر ہاتھ مار کر دیکھا کمرے کا ایک چکر لگایا اور ایک بار پھر جیبوں کو ٹٹولا۔ اُس نے اپنے فوجی کوٹ میں بھی سگرٹ تلاش کئے۔ پھر اُسے یہ خوش آیند خیال آیا کہ ایک دراز میں اُس نے سگرٹ دیکھے تھے مگر اُسے وہاں بھی نہیں ملے۔ یہاں سے مایوس ہو کر وہ بلا جھجک اُس کمرے میں گیا جہاں انسٹی ٹیوٹ کے ٹیکنیکل ماہروں کے کوٹ، جیکٹ اور ویسٹ بند ٹنگے ہوئے تھے۔ اُس نے بے تابانہ طور پر سب جیبوں کی تلاشی لی۔ ایک جگہ سے اُسے درجن کے قریب بہت بڑھیا سگرٹ ایک مڑی اور جھکی ہوئی ڈبیا میں مل گئے۔

مارٹن کے خیال میں جراثیموں کے مرنے کی چار وجوہات ہو سکتی تھیں۔ یہ

دیکھنے کے لئے کہ ان پانیوں میں سے اصل وجہ کونسی ہے۔ اس نے مختلف طریقوں سے
کئی بوتلوں میں جراثیم کی تخم ریزی کی اور ایک خاص حرارت پیدا کرنے والی مشین میں
ڈال دیا۔ جب اس نے آخری بوتل مشین میں ڈالی تو اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ختم
ہو چکی تھی اور اس کا تھکا ہوا چہرہ پُرسکون ہو گیا تھا۔ اس کی ساری گھبراہٹ اور بے
یقینی دُور ہو چکی تھی اور اب وہ ایک منجھے ہوئے پیشہ ور سائنسداں کی طرح سارا
کام کر رہا تھا۔

اس وقت تک صُبح کے چھ بج چکے تھے، وہ اگست کی ایک سہانی صُبح تھی۔ اور
جب اس نے اپنا کام ختم کر کے اطمینان کا سانس لیا اور اس اونچی کھڑکی میں
سے جھانک کر نیچے کی دنیا کو دیکھا تو اُسے احساس ہوا کہ جیسے وہ کسی دوسرے جہاں
سے اس عالمِ رنگ و نور میں پھر واپس آ گیا ہے۔ اُسے چمکتی ہوئی چھتیں اور بقعۂ نور
بنے ہوئے مینار نظر آئے۔ کچھ دُور دریا کی چمکتی ہوئی سطح پر ایک بہت بڑا دخانی جہاز
سر اُٹھائے بڑی شان سے آہستہ آہستہ تیر رہا تھا۔

وہ تھک کر چُور ہو گیا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسی کسی بہت خطرناک
اپریشن کے بعد ایک سرجن کی یا زلزلے کے وقت کسی اخبار کے رپورٹر کی ہوتی
ہے۔ اس کا سر گھوم رہا تھا مگر نیند اب بھی اس سے کوسوں دور تھی۔ وہ اس بات
پر جھلانے لگا کہ مشین کے اندر جراثیم پیدا کرنے میں اتنی دیر کیوں لگتی ہے کیونکہ ان
جراثیم کے بغیر مختلف قسم کے سیّال مرکبات کی تاثیر نہیں معلوم ہو سکتی تھی۔ مگر اس
نے اپنے اضطراب اور بے چینی پر قابو پانے کی کوشش کی۔

وہ زینے پر سے چڑھتا ہوا عمارت کی اونچی چھت پر جا پہنچا اور انسٹی ٹیوٹ
کے "جانور خانے" کے دروازے کے پاس کھڑا ہو کر کان لگا کر اندر کی آوازیں
سننے لگا۔ سفید چوہے بیدار ہو چکے تھے اور ان کے کُتر کُتر کرنے کی آوازیں یوں معلوم
ہوتی تھی جیسے کھڑکی صاف کرتے وقت شیشے کو گیلے کپڑے سے رگڑا جاتا ہے۔
اُس نے زور سے زمین پر پاؤں مارا اور اس کی آواز سُن کر خوفزدہ چوہے عجیب

وغریب آوازیں نکالنے لگے جیسے کبوتر "غٹرغوں" کیا کرتے ہیں۔
نیلے آسمان کے نیچے کھلی فضا میں وہ تازہ دم ہو گیا اور بڑے جوش وخروش کے ساتھ ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ پھر بھوک نے اس کا جوش ٹھنڈا کر دیا۔ ایک بار پھر اس نے لوٹ کھسوٹ شروع کر دی۔ ایک بیچارے شریف سے ٹیکنیکل ماہر کے کوٹ کی جیب سے اس نے چاکلیٹ نکالا۔ اس نے ڈائرکٹر کے دفتر پر بھی ہلہ بول دیا اور حسن وجمال کی اس دیوی پرل رو بنس کے ڈیسک کی درازوں سے اسے چائے اور چائے دانی ملی۔ (علاوہ ان چیزوں کے درازمیں ایک "لپ سٹک" اور عشقیہ خط بھی رکھا تھا جو یوں شروع ہوتا تھا: "راحت جان، میری چھوٹی ڈی......") اس نے پھوہڑپن سے بڑی دقت سے ساتھ ایک چائے کا پیالہ بنایا اور پھر وہ اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا اپنی میز کے پاس واپس آ گیا تاکہ اپنی بوسیدہ سی "نوٹ بک" میں تجربے کے نتائج کو تفصیل کے ساتھ درج کرے۔
سات بجے کے بعد اس نے ٹیلی فون کے سوئچ بورڈ کو استعمال کرنے کا طریقہ سمجھ لیا اور لورمان ہلٹن ہاسپٹل میں فون کیا۔ کیا ڈاکٹر ایڈ سمتھ اس مریض کے پھوڑے میں سے مزید پیپ حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا کہا پھوڑا مندمل ہو گیا؟ لعنت ہے! تو اب یہ مواد کبھی ملنے سے رہا۔
اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ گاٹلیب کا انتظار کرے اور اسے اپنی دریافت کی خبر سنائے مگر پھر اس نے دل کڑا کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک اسے خود یقین نہ ہو جائے گا وہ اپنی زبان بند رکھے گا۔ فرط جوش میں وہ زمین دوز ریلوے کے سٹیشن کی طرف بھاگا تاکہ گھر جا کر لیورا کو اپنی عظیم الشان دریافت کی خبر سنا دے۔ اسے کسی کو تو بتانا ہی تھا۔ جو وقت وہ گاڑی میں بیٹھا، اس کی ذہنی حالت ایسی تھی جیسے خوف، شک، امید، اور یقین کی طوفانی لہریں باری باری اس کے اوپر سے گذر رہی ہوں۔ اس کے کانوں میں طرح طرح کی آوازیں آ رہی تھیں اور اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔
وہ بھاگا بھاگا اپنے فلیٹ تک پہنچا اور دہلیز میں قدم رکھنے سے پیشتر ہی چیخ

چیخ چیخ کر لیورا کو آوازیں دینے لگا۔ مگر وہ وہاں نہیں تھی۔

وہ جیسے سکتے میں آگیا۔ خالی فلیٹ ... بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ اُس نے دوسری بار سب کمرے اچھی طرح سے دیکھے۔ وہ وہاں سوئی ضرور تھی، اُس نے کافی کا پیالہ بھی پیا تھا۔ مگر اب غائب تھی۔

اُسے تشویش بھی تھی کہ شاید کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو اور غصہ بھی آرہا تھا کہ ایسی شبھ گھڑی میں وہ گھر سے غائب ہے۔ بڑی افسردہ دلی کے ساتھ اُس نے اپنا ناشتہ خود تیار کیا ...... بڑی عجیب بات ہے کہ اس قدر اعلیٰ درجے کے سائینداں کو اچھی طرح سے انڈہ پھینٹنا بھی نہ آئے، اُس کی بنائی ہوئی کافی کا ذائقہ کڑوا ہو اور اُسے چمچ بھی اچھی طرح سے صاف کرنے کا خیال نہ آئے .... جب اُس نے ناشتہ ختم کر لیا تو وہ اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ لیورا اُسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ پھر وہ اپنے آپ کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ میں نے اُس کے ساتھ کتنی بے توجہی کا سلوک کیا ہے! اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد وہ ایک بیمار لومڑی کی طرح اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا پھر سے انسٹی ٹیوٹ کی طرف چل دیا۔ زیر زمین ریلوے سٹیشن کے صدر دروازے پر وہ اُسے مل گئی۔

مارٹن کو دیکھتے ہی لیورا نے چلانا شروع کر دیا۔ "مارے فکر کے میری جان نکل گئی، تم تھے کہاں؟ ٹیلی فون پر تم نہیں ملے پھر میں انسٹی ٹیوٹ گئی کہ معلوم تو ہو کہ تمہیں ہوا کیا ہے؟"

اُس نے مشتاق عاشق کی طرح اُس کا بھرپور بوسہ لیا اور بے سر و پا سی بہکی بہکی باتیں کرنے لگا۔ "خدایا! میری جان۔ میں نے میدان مار لیا۔ اصل چیز ہے یہ۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ کوئی کیمیکل نہیں ہے، میرا مطلب ہے ایک ایسی چیز جو کیڑوں کو کھا جاتی ہے۔ غائب کر دیتی ہے، ختم کر دیتی ہے۔ معالجات میں شاید یہ ایک نیا قدم ہو گا ارے نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ شاید یہ بھی میری ایک شیخی ہے۔"

لیورا نے اُس کی ہمت بندھانے کی کوشش کی مگر مارٹن وہاں ایک پل بھی اور

نہ رُکا۔ اپنی بات ختم کرتے ہی وہ بھاگتا ہوا گاڑی پکڑنے کے لیے اسٹیشن کے
اندر چلا گیا اور جاتے جاتے ٹیلی فون کرنے کا وعدہ کر گیا۔ دس بجے وہ پھر جراثیم
پیدا کرنے والی مشین میں جھانک رہا تھا۔

سوائے اُن بوتلوں کے جن میں پہلے والا شوربا ڈالا گیا تھا۔ باقی تمام بوتلیں
اندر سے غبار آلود سی معلوم ہوتی تھیں۔ ان پہلے والی بوتلوں میں جراثیم کے نراسرار
قاتل نے ان نئے جرثوموں کو پھلنے پھولنے نہیں دیا جن کی تخم ریزی کی گئی تھی۔

"مار لیا مورچہ" مارٹن نے اپنے آپ سے کہا۔

اُس نے بوتلوں کو پھر سے مشین میں رکھ دیا، اپنے مشاہدے کی سب تفصیلات
درج کیں اور دوبارہ لائبریری میں چلا گیا۔ وہاں جا کر اُس نے تین زبانوں کے
رسالوں، کتابوں اور سائنسی انجمنوں کی مجلد کارروائیوں کو دیکھنا شروع کیا۔ سائنس
کے موضوعات سے متعلق کتابیں اور رسالے وغیرہ پڑھنے کے لئے اُس نے جرمن
اور فرانسیسی کی اچھی خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی۔ ان زبانوں میں اگر اُسے کسی جگہ
کا راستہ پوچھنا ہوتا یا پانی مانگنا ہوتا تو شاید وہ ایک جملہ بھی ادا نہ کر سکتا مگر سائنس
کی اصطلاحی زبان وہ خوب سمجھتا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں اُس وقت جیسے آگ
سی لگ رہی تھی مگر وہ ہاتھوں سے آنکھیں ملتا ہوا اُن موٹی موٹی کتابوں کو بڑے
غور سے دیکھتا رہا۔

پھر اُسے یاد آیا کہ وہ ایک فوجی افسر ہے اور اُسے آج صبح "پیو ڈیکسین" تیار
کرنا ہے۔ وہ کام پر تو گیا مگر وہ اسقدر گھبرایا ہوا تھا کہ اُس نے سب کچھ بگاڑ کے
رکھ دیا۔ اسی گھبراہٹ کے باعث انسٹی ٹیوٹ میں کام کرنے والے اپنی لیبارٹری
کے ملازم کو بغیر وجہ کے سخت سُست کہا اور پھر اس ناواجب سلوک کے بجائے
دہسکی کی کچھ چسکیاں لینے کے لیے باہر جانے کی چھٹی دے دی۔

اب اُسے ایک ہمراز و غمگسار کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اُس نے لیورا کو ٹیلیفون
کیا اور بڑے اہتمام سے اُس کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور بولا "اب جی

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میں کوئی اہم دریافت کرنے آیا ہوں۔" کھانا کھا کے وہ واپس انسٹی ٹیوٹ چلا گیا اور ساری دوپہر ایک ایک گھنٹے بعد جھانک کر بوتلوں کو دیکھتا رہا مگر ان اوقات کے درمیان وہ تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود کافی پیتا اور سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔

اس عرصے میں ہر پانچ منٹ کے بعد اُسے جیسے ایک نیا اور مسرت کن خیال آتا "میں گھر جاکے سو کیوں نہیں جاتا؟" مگر پھر اُسے اپنے تجربے کی یاد آجاتی اور وہ بڑبڑانے لگتا "مجھے ہر قدم پر اس کی نگرانی کرنی ہے۔ میں اسے چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔ ورنہ سارا سلسلہ مجھے از سرِ نو کرنا پڑے گا۔ مگر مجھے نیند کیسے زور کی آرہی ہے! میں سونے کے لئے کیوں نہیں چلا جاتا؟"

چھ بجے سے پہلے پہلے اُس نے اپنی تمام قوت اور طاقت کو پھر سے یکجا کیا اور چھ بجے اُس نے دیکھا کہ جن بوتلوں میں پہلے والا اصلی شوربہ ڈالا گیا تھا اُن میں جراثیم بالکل پیدا نہیں ہوئے اور جن بوتلوں میں اُس نے پُرانی پیپ کے مادے کی تخم ریزی کی تھی اُس میں پہلی بوتل کی طرح اوّل اوّل تو جراثیم بہت پیدا ہوئے اور پنپے مگر پھر اُس نامعلوم قاتل کے حملے کی تاب نہ لاکر صاف ہو گئے۔

وہ بیٹھ گیا۔ اُس وقت جیسے اُس کی رگ رگ میں سکون واطمینان کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ اُس نے مورچہ مار لیا تھا! اُس نے اپنی تحقیق کے پہلے نتائج یوں تحریر کئے۔

"میں نے ایک اصول دریافت کیا ہے جسے میں عارضی طور پر "اصول X" کے نام سے پکاروں گا۔ سٹافیلوکس کی چھوت سے بنے ایک پھوڑے میں سے مجھے ایک ایسا مادہ ملا ہے جو سٹافیلوکس کی بہت سی قسموں کی افزائش کو روک دیتا ہے اور اسی کی پیپ کے سٹافیلوکس جراثیم کو ہڑپ کر جاتا ہے یا انھیں تحلیل کر دیتا ہے۔"

سات بجے جب وہ یہ سب کچھ تحریر کر چکا تو اُس کا سر نوٹ بک پر رکھا تھا اور وہ نیند میں مدہوش تھا۔

دس بجے وہ سو کر اٹھا، گھر گیا، ڈٹ کر کھانا کھایا، پھر سو گیا اور صبح ہونے سے پہلے لیبارٹری میں دوبارہ پہنچ گیا۔ اس سہ پہر کو اس نے ایک گھنٹے کے لئے پھر آرام کیا۔ وہ لیبارٹری کی میز پر لیٹ گیا اور اپنے ساتھ کام کرنے والے ملازم کو باہر پہرہ دینے کے لئے کھڑا کر دیا۔ دوسرے روز اور اس سے اگلے روز آدھے دن تک وہ صبح سے دوپہر تک آٹھ گھنٹے بستر میں پڑا سوتا رہا۔

مگر خواب میں وہ بار بار معائنہ کرنے والی نلکیوں کی الماری کو چھیڑتا یا بوتلیں توڑتا رہا۔ اس نے خواب میں بھی ایک ایسا اصول دریافت کیا جس سے کرسیاں، میزیں یہاں تک کہ انسان بھی تحلیل ہو جاتے تھے۔ اس مادّے کو لے کر اس نے برٹ ٹوزر، ڈاکٹر لبیکس اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کے چہروں پر ملنا شروع کر دیا اور پھر ایک ظالم و سفاک بھوت کی طرح انھیں غائب ہوتے دیکھنے لگا۔ مگر غلطی سے اس نے یہ دوا یورا پر بھی گرا دی اور اس کی نظروں کے سامنے وہ بھی ہوا میں تحلیل ہونے لگی یہ دیکھ کر وہ چلّا اسی میں اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دیکھا کہ حقیقی یورا اس کے گلے میں باہیں ڈالے وہاں پاس ہی لیٹی ہے۔ جاگنے پر بھی وہ سسکیاں لیتا رہا۔ "میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا! مجھے کبھی چھوڑ کر نہ جانا! اس کمبخت کام میں الجھے رہنے کے باوجود مجھے واقعی تم سے محبت ہے۔ جانا مت میرے ساتھ ہی رہنا!"

اس میلے بدبودار سے بستر پر وہ دھاریوں والا شب خوابی کا لباس پہنے خوش خوش اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ سسکیاں لیتا ہوا وہ پھر سو گیا اور تین گھنٹے بعد جب وہ بیدار ہوا تو پھر سے انٹی ٹوٹ جانے کی تیاری کرنے لگا۔ یورا اس کے لئے ایک تیز کافی کا پیالہ بنا کے خاموشی سے اس کے تیار ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ وہ بڑے فخر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور وہ باہیں ہلا ہلا کر کہہ رہا تھا۔

"دو گانٹلب کو اب نئے نئے مشاہدوں کی اہمیت کا شور نہیں مچانا چاہئے۔ ۹ کا عول پیپ کے جراثیم کے علاوہ شاید کسی اور جرثومے پر بھی لاگو ہوتا ہو جبھی تو اس سے چھوت کی کئی بیماریوں کا علاج ہو سکے گا۔ شاید یہ صرف ایک کیمیائی اصول یعنی کیمیائی خمیر ہی

ہو۔ وہ خدایا میں ابھی کچھ نہیں جانتا، مگر میں سب کچھ جان جاؤں گا!"

یوں وہ سوچتا ہوا جب وہ انسٹی ٹیوٹ جانے کی تیاری کر رہا تھا تو وہ اُس وقت اعتماد کے نشے میں سرشار تھا اور یہ اعتماد اُسے کئی سال تک ٹھوکریں کھانے اور غلطیاں کرنے کے بعد حاصل ہوا تھا۔ اُس نے تصور میں دیکھا اُس کا نام رسالوں اور نصاب کی کتابوں میں جگہ جگہ چھپا ہے، اُس نے سنا کہ سائنسدانوں کے جلسوں میں مارٹن ایرو سمتھ کے نام پر حاضرین تالیاں بجا رہے ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ کے ماہرین میں وہ مقابلتاً ایک گمنام سا آدمی تھا مگر اب اُسے اُن سب مشہور و معروف ہستیوں پر ترس آ رہا تھا۔ لیکن جب وہ واپس لیبارٹری میں اپنے بینچ پر بیٹھا تو شان و شکوہ کے یہ سب منظر غائب ہو گئے اور وہ پھر وہی غیر معروف، گمنام سا، سراغرساں تھا۔ اُسے اپنے سامنے ایک محقق کی اعلیٰ و ارفع مسرت کے چشمے پھوٹتے ہوئے نظر آ رہے تھے، علم و تحقیق کے نئے راستے دکھائی دے رہے تھے اور اُسے محسوس ہوا جیسے یہی قوت و طاقت کا اصل سرچشمہ ہیں۔

(۲)

ایک ہفتے تک مارٹن کی ایسی حالت تھی جیسی دشمن کے علاقے میں پھنسے ہوئے ایک سپاہی کی ہوتی ہے۔ وہ ایک عجیب سے ہیجان و اضطراب کی کیفیت میں رہتا۔ راتوں کو اُس کی خواہش خرگوشوں پر پوسٹ مارٹم کرنے کی ہوا کرتی۔ وہ ہر وقت بوتلوں کو جراثیم سے پاک کرتا، مختلف رنگ نیز ہائیڈروجینائی مادوں کا مواد تیار کرتا، پرانے مشاہدات کو نئی کاپیوں میں نقل کرتا، اور نئے خیالات بھی ان میں درج کرتا۔ ان کاپیوں پر اُس نے بڑے پیار سے "پیپ کے جراثیم کا اصول لو" لکھ دیا تھا۔ اُس نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے کئی بوتلوں کے ساتھ تجربے کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آیا اصول لو ہر قسم کے جراثیم کی تھوڑی میں ظاہر ہوتا ہے، اور کیا حقیقت میں یہ کوئی جزو ہے یا جراثیم

میں زہر پھیلانے والا کسی قسم کا چھوٹا جرثومہ ہے۔
اُس ہفتے میں گاٹلب نے کئی بار اُس کی لیبارٹری میں آ کر دیکھا کہ وہ کیا کر رہا ہے مگر اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک وہ اپنے نتائج کا پکا ثبوت مہیا نہ کر دے گا، اچھی طرح سے نہ سوئے گا اور نہ داڑھی بنائے گا اور نہ اُس وقت تک گاٹلب کو کچھ بتائے گا۔

آخر اُسے اِس بات کا یقین ہو گیا کہ "اصول لا" کا اطلاق ہر طرح کے حالات میں ہوتا ہے یہاں تک دسویں بار جب اُس نے ایک نئی نلکی میں اس کا امتحان کیا تو وہ ایسا ہی مؤثر ثابت ہوا جیسا کہ پہلی نلکی میں تھا۔ اس مرحلے پر وہ بڑی سنجیدگی سے گاٹلب کے پاس گیا، اُس کے سامنے اپنے نتائج رکھ دیئے اور آگے کیلئے اپنی تحقیق کا پلان بتا دیا۔

بڈھے نے رپورٹ کے کاغذ کو اپنی پتلی دبلی انگلی سے تھپتھپایا، تجربے کی سب تفصیلات غور سے پڑھیں اور عبارک باد پر وقت ضائع کئے بغیر اُس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

تم نے یہ کیوں کیا؟ تم نے وہ کیوں نہیں کیا؟ کس حرارت پر "اصول لا" کا عمل اپنے عروج پر ہوتا ہے؟ کیا تمھیں "اگار" کے بنائے ہوئے مادے پر بھی یہ ظاہر ہوتا ہے؟

"یہ میرے مستقبل کے کام کا پلان ہے میرا خیال ہے اس میں آپ کی سب تجاویز شامل کر لی گئی ہیں!"

"ہوں!" گاٹلب نے پلان کے کاغذ کو شروع سے آخر تک ایک نظر دیکھ اور نتھنے پھلا کر مین میخ نکالنے لگا۔ "تم نے مُردہ جراثیم پر تجربہ کرنے کا کام پلان میں شامل کیوں نہیں کیا۔ یہ تو سب سے ضروری ہے"

"کیوں؟"

جس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مارٹن کئی روز سے جدوجہد کر رہا تھا گاٹلب فوراً اُس کی تہہ تک پہنچ گیا "کیونکہ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ تمہارا سابقہ زندہ مادے سے ہے یا مُردہ سے؟"

مارٹن کا غرور ٹوٹ گیا۔ مگر گاٹلب نے شگفتہ آواز میں کہا۔

"تم نے بہت بڑا کام کیا ہے مارٹن ڈائرکٹر کو فی الحال اس کے متعلق کچھ نہ بتانا اور نہ ہی ابھی سے بغلیں بجانا شروع کر دینا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے تمہارے کام سے!"

یہ الفاظ سن کر مارٹن کے جوش اور ولولے کو ایک اور تازیانہ لگا اور وہ کھانے، پینے اور سونے کی پرواہ کئے بغیر پھر کام میں لگ گیا۔

وہ یہ فیصلہ ابھی نہ کر سکا تھا کہ "اصول و" کیا ہے، کوئی کیمیائی ردِ عمل ہے یا جراثیم ہیں مگر یہ اصول بہت سے حالات اور بہت سی صورتوں میں لاگو ہوتا تھا۔ اس نے اس کے لئے بالکل صحیح حرارت رکھی اور اسے معلوم ہوا کہ پھر وہ جراثیم پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جب اس نے "اصول و" کے مطابق بنائے ہوئے سیال مادے کا ایک قطرہ پیپ کے جراثیم میں ڈالا (جو کہ "اگار" کی جامد سطح پر سفید سی جھلی کی شکل میں تھے) تو قطرے کے گرد دھبوں کا ایک خوبصورت سا حلقہ بن گیا اور "اگار" سا ٹکڑا شہد کی مکھیوں کا بنایا ہوا موم کا کرم خوردہ ٹکڑا معلوم ہونے لگا۔ مگر پندرہ روز کے اندر ہی ایک ایسی الجھن پیدا ہو گئی جس کے متعلق گاٹلب نے پہلے سے ہی اسے متنبہ کر دیا تھا۔

مارٹن کو خدشہ تھا کہ اس کا مقالہ چھپنے پر جراثیمیات کے سینکڑوں ماہر اس کی دھجیاں اڑانے کے لئے اعتراضات کی بوچھار کر دیں گے۔ اس لئے اس نے اپنے نتائج کا اٹل ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی۔ ہسپتال میں سے اس نے بازوؤں، ٹانگوں اور دوسرے اعضا پر نکلنے والے پھوڑوں کی پیپ حاصل کی اور اپنے نتائج کو پختہ کرنے کی کوشش کی ـــــ مگر اس میں اسے مکمل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان نئے پھوڑوں میں "اصول و" کا بالکل اطلاق نہیں ہوا۔ وہ اداس سا منہ بنائے گاٹلب کے پاس گیا۔

یہ نیا مسئلہ سن کر بڈھا گدے دار کرسی پر بیٹھا بیٹھا کچھ دیر تک سوچتا رہا۔

اُس نے اُس سے ایک دو سوال پوچھے۔ پھر اچانک بڑے تحکم سے دریافت کیا۔

"وہ پہلے والا راج پھوڑا کس قسم کا تھا؟"

"وہ چوتڑ کا پھوڑا تھا"

"تو پھر اصول و انتڑیوں کی محتویات میں ظاہر ہو سکتا ہے پھوڑے والے اور بغیر پھوڑے کے لوگوں پر اس کا تجربہ کر کے دیکھو"

یہ نکتہ معلوم کر کے مارٹن تیزی سے نکل گیا اور پہلے کی طرح اپنے کام میں غرق ہو گیا۔ ایک ہفتے کے اندر اُس نے تجربے سے دیکھا کہ اصول و انتڑیوں کی محتویات اور چوتڑوں پر نکلنے والے پھوڑوں میں صحیح ثابت ہوتا ہے، در جن پھوڑوں کو اپنے آپ آرام آ رہا ہو" اُن پر اس کا اطلاق اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر گاٹلیب کے لئے اس کی عقیدت دو چند ہو گئی۔ اب وہ اپنے "اصول" کو وسعت دے کر انتڑیوں کے اعضا پر اس کا تجربہ کرنے لگا اور بڑی انتڑی میں بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کے خلاف اُسے بہت مؤثر پایا۔ اِس کے ساتھ ہی اُس نے اصول و کے تحت تیار کیا ہوا مادہ "مان ہٹن ہاسپٹل" کے ایک ڈاکٹر کو پھوڑوں کا علاج کرنے کے لئے بھیج دیا اور وہاں سے اُسے اِن پھوڑوں کے مندمل ہو جانے کی مسرت انگیز خبریں ملیں۔ ہسپتال کے ڈاکٹر نے نہایت تعجب اور اشتیاق سے اس پراسرار دوا کے بارے میں استفسارات کئے۔

یہ نئی کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد وہ بڑی شان سے گاٹلیب کے پاس گیا مگر وہاں پہنچتے ہی اچانک اُس پر لعنت و ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی۔

"خدا کیسے عقلمند ہو تم، اپنی تحقیق مکمل کرنے سے پہلے ہی تم نے ایک ڈاکٹر کو اس کا امتحان کرنے کے لئے بھیج دیا۔ تم کامیاب علاج کی غلط خبروں سے اخباروں میں شہرت حاصل کرنا چاہتے ہو، اپنا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ دنیا میں اگر کسی شخص کو پھنسی بھی نکلی ہو وہ تمہارے پاس بھاگتا ہوا علاج کے لئے آئے۔ لہٰذا تم کبھی کوئی مفید کام نہ کر سکو گے۔ تم سائنسداں کی بجائے مسیحا بننا چاہتے ہو؟

تم کام مکمل کرنا نہیں چاہتے۔ ابھی تو تم نے کام شروع بھی نہیں کیا ابھی تو تمہیں یہ بھی علم نہیں کہ اصول ڈی کی نوعیت کیا ہے۔ اپنی تحقیق مکمل کرنے سے پہلے ہی اس کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔ نکل جاؤ میرے کمرے سے! بہتر ہو کہ تم کسی کالج کے پرنسپل بن جاؤ اب تم ٹیبز کے ساتھ ڈنر کھاؤ گے اخبار دریں تمہاری تصویر چھپے گی ــــــ"

مارٹن چپکے سے نکل آیا۔ برآمدے میں اُسے بلی سمتھ ملا۔ مارٹن کو دیکھ کر وہ لونا سا کیمسٹ چھپانے لگا: "آج کل کسی بڑے مورچے پر لگے ہو؟ کئی روز سے نظر نہیں آئے؟" مارٹن نے ایسی مردہ سی آواز میں جواب دیا جیسے وہ ابھی تک ایلک ملز کے ڈاکٹر درکنز کا اسسٹنٹ ہو۔

"ادارے کچھ نہیں ــــــ بس یوں ہی گھیٹے رہے ہیں۔ گزر رہی ہے!"

(۳)

جس طرح کوئی سائنسداں چوہے کو زہریلے مادے کا انجکشن لگانے کے بعد بڑے غور سے چوہے کی تکلیف سے بے پروا ہو کر اُس پر زہر کا اثر ہوتے دیکھتا ہے۔ اسی طرح جب دیوانہ وار محنت کی وجہ سے مارٹن کے ہاتھ پاؤں اور دل و دماغ جواب دینے لگے تو وہ بڑی بے نیازی سے اپنے آپ کو آہستہ آہستہ ضعیف الاعصاب کا شکار ہوتے دیکھتا رہا۔ بڑی دلچسپی سے اُس نے طب کی کتاب میں ضعفِ اعصاب کی علامات کا مطالعہ کیا، اُنھیں باری باری سے اپنے اوپر حملہ کرتے دیکھتا رہا اور بڑی بے پروائی سے ہر طرح کے خطرے کو نظر انداز کرتا رہا۔

اول تو اُس پر جھلاہٹ اور تنک مزاجی کا ایسا سخت دورہ پڑنا شروع ہوا کہ کسی بھی شخص کا اُس کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ اس قدر عصبی المزاج ہو گیا کہ کام کرتے کرتے یہ تک بھول جاتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اُس کے ہاتھ

سے امتحانی نلکی چھوٹ کر ٹوٹ جاتی، اگر چلتے چلتے اچانک پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دینے لگتی تو وہ تعجب سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگتا جب ڈاکٹر پی اداس کی لیبارٹری کے دروازے پر کسی سے بات کرنے کھڑے ہو جاتے تو ان کی کرخت سی کائیں کائیں کرتی آواز سن کر اسے بخار سا چڑھنے لگتا، وہ یوں محسوس کرتا جیسے اسے گالیاں دی جا رہی ہوں۔ اس کے سارے جسم کی رگوں میں تناؤ سا پیدا ہو جاتا۔ ور وہ بڑبڑانا شروع کر دیتا! بند کرو یہ بکواس — بکواس بند کرو! اس کے بعد اس پر ایک اور جنون طاری ہونے لگا۔ جب کوئی پوسٹر اس کی نظر سے گزرتا تو اس کے دل میں بڑی شدید خواہش پیدا ہوتی کہ ہر لفظ کے الٹی طرف سے ہجے کر کے نئے الفاظ بنائیں جائیں۔

زمین دوز ریلوے کے پلیٹ فارم پر وہ دیواروں کے ساتھ لگے اشتہار پڑھتا ہوا یوں نئے الفاظ بنانے کے شغل میں مصروف رہتا۔ اس طرح کے خود ساختہ الفاظ میں سے کچھ تو اسے بہت ہی بھلے لگتے۔ "سگرٹ پینا منع ہے" اس میں لفظ سگرٹ کو الٹا کر جب وہ ٹرگس بناتا تو اسے یہ لفظ بہت اچھا لگتا مگر "برادوے" کو الٹنے پر کوئی ڈھب کا لفظ نہ بنتا۔ یوں وہ پھر دن سڑک پر کھڑا لفظوں کا الٹ پھیر کیا کرتا۔

جب لیبارٹری جانے کا وقت آتا تو وہ تین بار کمرے کی کھڑکی بند کرتا مگر پھر بھی اسے یقین نہ آتا کہ کھڑکی بند ہو گئی ہے۔ وہ بیٹھ جاتا اور بڑے ٹھنڈے دل و دماغ سے اپنے آپ کو مطلع کرتا کہ وہ تباہی کے کنارے پر کھڑا ہے، پھر وہ اپنے آپ سے ہی مشورہ کرتا کہ آگے جاؤں یا نہ جاؤں۔ مگر وہ کبھی خود کو اچھی صلاح نہ دے پایا۔ اپنا ادھورا کام اس کے نزدیک اتنا عظیم تھا کہ اس کے مقابلے میں اس کی ذات کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

آخر کار اس پر ڈر اور خوف کا غلبہ ہونے لگا۔ شروع میں اسے بچپن کی طرح اندھیرے سے ڈر لگنے لگا۔ ساری رات وہ نقب زنوں کے خوف سے جاگا کرتا، ہال کمرے میں

قدموں کی چاپ سن کر مارے ڈر کے اُس پر دہشت طاری ہونے لگتی جیسے کوئی اُس کا گلا دبانے آرہا ہو۔ ذرا سی آہٹ بھی ہوتی تو اُسے اپنے سامنے ڈاکو پستول لئے کھڑا نظر آنے لگتا۔ ڈاکو کی شکل اُسے اس قدر صاف نظر آتی کہ وہ بستر پر سے کود پڑتا اور ڈرپوک آدمی کی طرح باہر کی طرف دیکھنے لگتا اور اگر کبھی باہر گلی میں واقعی کوئی شخص کھڑا ہوتا تو مارے دہشت کے اُس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگتے۔

آسمان پر جب بھی کبھی روشنی دکھائی دیتی تو وہ سمجھتا کہ آگ لگی ہے۔ پھر وہ سوچنے لگتا کہ یہ آگ پھیلتی پھیلتی اُس کے بستر کو گھیرے گی اور وہ یہیں جھلس کر تڑپتا تڑپتا جان دے دے گا۔

اُسے معلوم تھا کہ یہ سارے خدشات مہمل، فضول اور بے بنیاد ہیں مگر اس بات کا علم اُسے خوف کی گرفت سے آزاد کر سکتا تھا۔

شروع میں تو وہ لیورا کے سامنے اپنی بزدلی کا اعتراف کرنے سے جھجکتا رہا۔ وہ کیسے بتاتا کہ ذرا سی آہٹ پر وہ بچے کی طرح بستر میں دبک جاتا ہے؟ مگر ایک بار وہ رات بھر اس دہشت سے جاگتا رہا کہ کوئی شخص اُسے ہلاک کرنے کے لئے اُس کا گلا دبا رہا ہے۔ ساری رات اسی طرح آنکھوں میں کٹ گئی۔ یہاں تک کہ صبح کا اجالا ہونے پر اُس نے محسوس کیا کہ وہ ایک محفوظ دنیا میں واپس آگیا ہے۔ بستر سے اُٹھنے کے بعد وہ "بے خوابی" کی شکایت کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد وہ ہر رات لیورا کی باہوں کی پناہ میں چلا جاتا اور لیورا خوفناک نظاروں کی ہیبت، جلاد کی چھری اور آگ کی لپیٹوں سے اس کی حفاظت کرتی۔

اُس نے ضعفِ اعصاب سے پیدا ہونے والے دسوسوں کی ایک فہرست تیار کی ____ کھلی جگہ جانے کا خوف، آگ کا خوف۔ آدمی کا خوف اور اسی طرح کے بہت سے خوف۔ اس فہرست کے آخر میں، ایک ایسی اصطلاح تھی جو جادو گردں کا منتر معلوم ہوتا تھا اور اس کا مطلب تھا ریل گاڑی میں سفر کرنے کا خوف۔

پہلی رات اُس نے آگ کے خوف کا امتحان کیا۔ وہ لیورا کے ساتھ ناٹک دیکھ رہا

تھا۔ وہاں اسٹیج پر ایک رقاص نے دیا سلائی جلائی۔ یہ دیکھ کر وہ سارے تھیٹر کو آگ لگ جانے کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے بہت محتاط ہو کر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی (دل ہی دل میں وہ اپنے آپ کو اس طرح کرنے پر لعنت و ملامت بھی کر رہا تھا) آگ لگنے کی صورت میں دروازے میں سے نکل جانے کے امکانات کا جائزہ لیا اور اُس کے دل کو اُسی وقت چین آیا جب وہ بھاگ کر باہر گلی میں آ گیا۔

جب اُس بڑے آدمی کا خوف طاری ہونا شروع ہوا تو اُسے کسی کا ساتھ مل کر چلنا بھی بہت بُرا لگنے لگا۔ اس حالت میں اُس نے ایک فلاسفر کی طرح اپنی فہرست نکال کر دیکھا کہ کتنی قسم کے خوفوں کا وہ جائزہ لے چکا ہے۔ اس موقعے پر اُس نے آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ ورمونٹ کے پہاڑی مقام پر چار پانچ روز تنہا آوارہ گردی کرنے کے لئے چل دیا۔ وہ رات کی گاڑی سے روانہ ہوا اور اُس نے ریل گاڑی کے خوف کے متعلق بڑے دلچسپ مشاہدات کئے۔

وہ اپنے ڈبے کی نچلی سیٹ پر چھوٹے سے تکئے کا بنڈل سا بنا کر لمبے سر کے نیچے دبائے لیٹا تھا۔ سبز پردوں کے کھلنے پر ہینگر کے ساتھ ٹنگے ہوئے کپڑے جب ہوا سے اڑتے تو اُسے جھنجھلاہٹ ہونے لگتی۔ کھڑکی کا سیاہ پردہ کچھ اوپر اٹھا ہوا تھا اور اُس کے پیچھے دودھیا رنگ کے دُھندلے شیشے میں سے زرد روشنیوں کی چمک دکھائی دیتی تھی، ریل گاڑی کے اُس چھوٹے سے پُر شور اندھیرے ڈبے میں باہر کی یہ روشنیاں بڑی تیز اور شوخ دکھائی دے رہی تھیں۔ بے چینی اور اضطراب کی شدت سے وہ کانپ رہا تھا۔ جب بھی وہ اطمینان سے بیٹھ کر آرام کرنے کی کوشش کرتا اُسے کسی نہ کسی چیز کا دھڑکا ستانے لگتا۔ راستے میں جب دو سٹیشنوں کے درمیان گاڑی کھڑی ہوتی اور انجن کی سوالیہ سی پریشان کن سیٹی کی تیز آواز سنائی دیتی تو اُسے یقین ہو جاتا کہ کوئی نہ کوئی حادثہ ہوا ہے ایسے میں یہ خیال اُسے بار بار دہشت زدہ کرنے کے لئے کافی ہوتا کہ آگے کوئی پل ٹوٹ گیا ہو گا یا آگے کوئی اور گاڑی جا رہی ہو گی پھر وہ سوچتا

شاید کوئی اور گاڑی بھی پیچھے سے آ رہی ہو، اور ہم ساٹھ میل فی گھنٹے کی رفتار سے بھاگتی ہوئی دو گاڑیوں کے درمیان کچلے جائیں۔

وہ تصور میں دیکھتا کہ گاڑی اُلٹ گئی ہے۔ اس خیال سے اُسے ایسی تکلیف ہوتی کہ اگر شاید سچ مچ گاڑی اُلٹ جاتی تو بھی اتنی اذیت کبھی نہ ہوتی۔ اُس نے باری باری ایسے چھ حادثوں کا تصور کیا اور ہر بار طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھائیں......... یہ پہیا جو اس ڈبے کے نیچے ہے اس میں سے اتنی آواز کیوں آ رہی ہے ـــــ پچھلے سٹیشن پر وہ مستری جو ہتھوڑا لئے معائنہ کر رہا تھا اُس نے اس خرابی کو کیوں نہ پکڑا ـــــ اس پہیے میں شگاف پڑ رہے ہیں، گاڑی لڑکھڑاتی ہوئی سی چل رہی ہے، اب یہ گرنے والی ہے، ایک طرف کو جھک گئی ہے ـــــ ایک ٹکر، تصادم، چشم زدن میں گاڑی ٹوٹے ڈبوں کا خوفناک ڈھیر بن جاتی ہے، ڈبے کی دو نشستیں آپس میں ٹکرا گئی ہیں اور وہ ان دو سیٹوں کے بیچ میں پھنس گیا ہے، چیخیں، زخموں کی آہ و پکار، آہستہ آہستہ پھیل رہے آگ کے شعلے......... گاڑی ایک طرف کو جھکتی ہے اور دریا میں گر پڑتی ہے، جب پانی اندر آنا شروع ہو جاتا ہے تو وہ خود کھڑکی کی راہ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے......... وہ گاڑی کے ٹوٹے پھوٹے ڈبوں کے پاس کھڑا ہے، وہ سوچ رہا ہے کہ آیا وہ یہاں سے بچ نکلے اور مبترک کام مکمل کرے یا لوگوں کو بچانے کے لئے واپس چلا جائے اور مارا جائے۔

تصور میں آنے والی یہ تصویریں اس قدر حقیقی تھیں کہ وہاں لیٹے رہنا اُس کے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا۔ اُس نے سیٹ پر بتی جلانے کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر اُسے بٹن نہیں ملا۔ بے چینی کے عالم میں اُس نے کوٹ کی جیب میں سے دیا سلائی نکالی اور جلانے کے بعد جھٹ سے بجلی کا بٹن دبایا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ پھر وہ ایک ٹک لکڑی کی پالش کی ہوئی چھت کو دیکھنے لگا۔ ڈر سے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ تابوت میں پڑی ہوئی لاش ہو۔ پھر وہ پتلون کوٹ پہنے جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ (مارے خوف کے اُس نے لیٹتے وقت شب خوابی کا لباس بھی نہیں پہنا تھا۔)

آ دھ گھنٹے کے بعد وہ ننگے پاؤں گاڑی کے سگریٹ پینے والے ڈبے میں چلا آیا۔ وہاں گاڑی کا قلی ایک سٹول پر آلتی پالتی مارے بیٹھا جوتوں کا بہت بڑا ڈھیر سامنے رکھے پالش کرنے میں مصروف تھا۔

اپنی ہمت بندھانے کے لئے مارٹن کے دل میں قلی کی رفاقت حاصل کرنے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ اُس نے بات چیت کا آغاز کرنے کے لئے کہا "بڑی گرم رات ہے!"

"ہاں جناب" قلی بولا۔

سگرٹ نوشی کے ڈبے میں چمڑے کی سیٹ پر مارٹن گچھا سا بن کر لیٹ گیا اور ہاتھ دھونے والے پیتل کے پیالے کا غور سے معائنہ کرنے لگا۔ اُسے اس بات کا احساس تھا کہ قلی کو اُس کا وہاں آنا بہت ناگوار گزر رہا ہے۔ مگر مارٹن کو یہ سوچ کر بہت اطمینان محسوس ہو رہا تھا کہ یہ آدمی ہفتے میں تین بار اس گاڑی میں سفر کرتا ہے اور سال میں ہزاروں میلوں کا چکر لگا لیتا ہے اس لئے صبح تک اس کے زندہ رہنے کا اچھا خاصہ امکان ہے۔

وہ سگرٹ پیتا رہا یہاں تک کہ اُس کی زبان سوکھ کر کانٹا ہو گئی۔ قلی کو اس طرح سکون سے کام کرتا دیکھ کر اُس نے بھی اپنے دل کو مضبوط کیا اور وہ اُن خیالی حادثات پر ہنسنے لگا۔ پھر مارے نیند کے لڑکھڑاتا ہوا وہ اپنی سیٹ پر چلا گیا۔

مگر فوراً ہی اُس کے دماغ میں پھر تناؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی اور باقیماندہ رات بھی اُس نے آنکھوں میں کاٹ دی۔

چار روز تک اُس نے آوارہ گردی کی، ٹھنڈے پانی کے چشموں میں نہایا اور درختوں کے نیچے یا بھوسے کے ڈھیروں پر سویا اور واپس چل دیا۔ مگر صبح کی گاڑی سے اب مارٹن میں اتنی قوت، اور طاقت تھی کہ وہ اس وقت تک اپنا کام جاری رکھ سکے جب تک کہ اس کا تجربہ شہرت و ناموری حاصل کرنے کے جوش و خروش کی حدود سے گزر کر روزمرہ کا دلچسپ اور معقول معمول نہیں بن جاتا۔

باب اُنتیسواں

جب چھ ہفتے تک مسلسل "اصول ۵" کا تجربہ ہوتا رہا تو انسٹی ٹیوٹ میں کام کرنے والے عملے کو شک ہوا کہ وہ کسی اہم کام میں لگا ہے۔ انھوں نے مارٹن کو اتنا مدد کے لئے اپنی خدمات پیش کیں مگر وہ بہ حد بچا گیا۔ وہ ان لوگوں کی گروہ بندیوں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ تاہم ٹیری وکٹ کی غیر موجودگی کا (جو کہ ابھی تک فرانس میں ہی تھا) اُسے شدت سے احساس ہوتا تھا۔ ٹیری کا کرخت اور ناشائستہ انداز اور اُس کی ایمانداری اُسے یاد آتی اور بھی کبھی وہ اُس کے بغیر اپنے آپکو تنہا محسوس کرتا نہ معلوم ڈائرکٹر نے کیسے جان لیا کہ مارٹن سونے کی کان تلاش کر رہا ہے۔

درحقیقت ڈاکٹر ٹبز کرنل کے عہدے کی شان سے اکتا چکے تھے ——— نیویارک میں بہت سے کرنیل اور جرنیل بھاگے پھرتے تھے ——— وہ اسقدر زنگ آ چکے تھے کہ دو ہفتے تک وہ دنیا کے ہنگاموں سے بالکل بے خبر رہے۔ ایک روز وہ صبح کے وقت لیباریٹری میں مونچھوں کو تاؤ دیتے گُھس آئے اور مارٹن کو ملامت کرنے لگے۔

"ایرو سمتھ، تم کونسی پُر اسرار تحقیق میں لگے ہو؟ میں نے ڈاکٹر گاٹلب سے بھی پوچھا مگر وہ میری بات ٹال جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم پہلے اچھی طرح سے اس کے متعلق اپنا اطمینان کر لینا چاہتے ہو۔ مجھے اس کے متعلق ضرور معلوم ہونا چاہیئے۔ صرف اسی لئے نہیں کہ میں بطور دوست کے تمہارے کام میں دلچسپی رکھتا ہوں بلکہ اس لئے بھی کہ میں آخر تمہارا ڈائرکٹر ہوں!"

مارٹن کو اُس بچے کی طرح محسوس ہوا جس کا محبوب کھلونا اُس سے چھینا جا رہا ہو مگر اُسے انکار کی کوئی راہ نظر نہ آئی۔ وہ اپنی کاپیاں اور دوسرا ساز و سامان لے آیا۔ ٹبز نے بڑے تعجب سے اُن کاپیوں کی طرف دیکھا، اپنی مونچھوں کو تھوڑا سا تاؤ دیا، کچھ

دیر تک رعب جمانے کے لیے گہری سوچ میں غرق رہا اور پھر غل مچانے لگا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تم نے چھوت سے لگنے والی جراثیم کی ایک نئی بیماری دریافت کی ہے، اور تم نے مجھے ابھی تک اس کے متعلق بتایا ہی نہیں۔ میرے بچے تمہیں شاید اس بات کا احساس نہیں کہ تم نے بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کو مارنے کا ایک بہت ہی کامیاب طریقہ دریافت کیا ہے .... اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں!"

"جناب میں چاہتا تھا کہ پہلے خود اس کا یقین کر لوں ــــــ"

"تمہاری احتیاط قابلِ تعریف ہے مارٹن مگر اس ادارے کا بنیادی مقصد بیماری پر فتح پانا ہے، کاپیوں پر فقط سائینسی تجربوں کے مشاہدات درج کرنا نہیں! معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس زمانے کی ایک بہت بڑی دریافت کی ہے، ایک ایسی دریافت جیسی کی مجھے اور مسٹر میکگرک کو ہمیشہ جستجو رہتی ہے ...... اگر تمہارے نتائج صحیح ثابت ہوئے .... میں اس سلسلے میں گاٹلب کی رائے لوں گا!"

اس نے پانچ چھ بار مارٹن سے ہاتھ ملایا اور جلدی سے باہر نکل گیا۔ دوسرے روز اس نے مارٹن کو اپنے دفتر میں بلایا، ایک بار پھر اس سے ہاتھ ملایا اور ریپل نوبس سے کہا کہ مارٹن کی دوستی پر انھیں فخر ہے۔ پھر وہ اسے ایک اونچے پہاڑ کی بلندیوں پر لے گیا جہاں سے اس نے اسے دنیا کی تمام (شہرت و ناموری کی) بادشاہتیں دکھائیں اور کہا کہ یہ سب اس کی ہو سکتی ہیں ....

"مارٹن، میرے ذہن میں تمہارے لئے کچھ منصوبے ہیں۔ یہاں تم بہت شاندار طریقے سے کام کرتے رہو مگر تمہاری نظر میں وسعت نہیں ہے۔ اب انسٹی ٹیوٹ کے کام کو زیادہ لچکدار طریقے سے منظم کیا ہے۔ اب اس ادارے میں مختلف شعبوں کی تقسیم ختم کر دی گئی ہے۔ ان کی جگہ اپنے دوست ڈاکٹر گاٹلب جیسے غیر معمولی صلاحیتوں والے اصحاب پر مشتمل یونٹ بنا دیئے گئے ہیں۔ اگر کسی نئے آدمی میں واقعی کوئی جوہر دکھائی دے تو بجائے اس کے کہ وہ تن تنہا کام کرتا رہے ہم اسے ہر طرح کی سہولیات مہیا کر سکیں گے۔ مارٹن، میں نے تمہارے نتائج پر بہت زیادہ غور کیا ہے۔ ڈاکٹر گاٹلب

سے بھی میں نے اسکے متعلق بات کی ہے، مگر مجھے افسوس ہے کہ اس تحقیق سے عملی نتائج کے متعلق وہ میری طرح پُرامید اور پُرجوش نہیں ہیں۔ اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ٹرسٹیوں کے بورڈ کے سامنے جراثیمی امراضیات کا شعبہ کھولنے کی تجویز رکھوں گا جس کے سربراہ تم ہو گے! تمہیں ایک اسسٹنٹ دیا جائیگا ـــــ ایک تربیت یافتہ پی۔ ایچ۔ ڈی اسسٹنٹ ..... تمہارے لئے اور کھلی جگہ مہیّا کی جائے گی اور تمہیں کئی ایک ٹیکنیکل ملازم مدد کے لئے دیئے جائیں گے۔ اور تم کاٹلب سے مشورہ کرنے کی بجائے مجھے روزانہ اپنے کام کی رپورٹ دیا کرو گے۔ میرے حکم سے تمہیں تمام جنگی کاموں سے سبکدوش کر دیا جائے گا لیکن اگر تم چاہو تو اپنی یونیفارم اور دوسری چیزیں اسی طرح رکھ سکتے ہو۔ اور تمہاری تنخواہ، اگر مسٹر میکگرک اور دوسرے ٹرسٹیوں نے منظور کر لیا تو پانچ ہزار کی بجائے سالانہ دس ہزار ڈالر کر دی جائے گی۔

"ہاں اوپر کی منزل میں وہ جو بڑا سا کمرہ ہے وہ تمہارے لئے سب سے زیادہ موزوں رہے گا۔ لفٹ کے دائیں طرف والا کمرہ وہ اس وقت خالی ہے۔ اور تمہارا دفتر ہال کمرے کے سامنے ہوگا۔

"اور تم جس طرح کی مدد بھی چاہو گے تمہیں دی جائے گی۔ میرے بچے اب تمہیں ساری ساری رات اپنے ہاتھ گندے کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں تو فقط کام کا منصوبہ تیار کرنا ہوگا اور اسے دوسرے میدانوں میں توسیع دینے کے متعلق سوچنا ہوگا۔ اِس اسکیم کو ہم اور وسعت دیں گے! ہسپتالوں میں کام کرنے والے کئی ڈاکٹروں کو ہم اپنی مدد کرنے، اپنے نتائج کی توثیق کرنے اور اپنے کام کی تکمیل کرنے پر لگائیں گے .... ان ڈاکٹروں اور اسسٹنٹوں کی ایک ہفتہ وار میٹنگ بھی بلائی جائے گی جس کی صدارت میں اور تم کریں گے ....

اگر کوخ اور پاسٹیر جیسے سائنسدانوں کو ایسی سہولیات مہیا ہوتیں تو وہ جانے اور کیا کیا کر دکھاتے۔ ایک عالمی تعاون ـــــ سائنس کو آج اسی چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ـــــ جاہلانہ قسم کی انفرادی تحقیق کا وقت گزر گیا۔

"میرے بچے ہم نے ایک بہت بڑی چیز دریافت کی ہے ـــــ یہ ایک نیا معجزہ ہوگا۔ ہم دونوں کے مقالات رسالوں میں چھپا کریں گے! ساری دنیا کی زبان پر ہمارا نام ہوگا! میں کل ساری رات اس شاندار تحقیق کے متعلق سوچتا رہا! چند مہینوں کے اندر ہم اور بھی بہت سی بیماریوں کا علاج دریافت کرلیں گے! مارٹن، میں اس شہرت اور ناموری کا حق تم سے چھیننا نہیں چاہتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر تم نے مجھے بھی اس کام میں شریک کرلیا ہوتا تو بہت پہلے ہی تم نے عملی ثبوت اور نتائج حاصل کرلئے ہوتے؟"

مارٹن لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے میں واپس آیا۔ ٹبنز کی دکھائی ہوئی تیز روشنی سے اس کی آنکھیں چکاچوند ہو گئی تھیں ـــــ اُس کا اپنا الگ شعبہ ہوگا، اپنے اسسٹنٹ ہوں گے، دنیا واہ واہ کرے گی اور دس ہزار ڈالر سالانہ لیں گے۔ اتنا کچھ اُس کے لئے باور کرنا مشکل تھا۔ مگر اُسے یہ بھی محسوس ہورہا تھا کہ اس کا کام اُس سے چھین لیا گیا ہے، اُس کی ذات کو اُس سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔ وہ اب گاٹلیب کا چیلا پرانا مارٹن نہیں رہے گا بلکہ بنی تلی ہنسی ہنسنے والا آدمی بن کر رہ جائے گا۔ شعبۂ مرضیاتِ جراثیمی کا سربراہ ڈاکٹر ایرو سمتھ جو بڑے بڑے صاف اور سخت کالروں والی قمیض پہنے گا، بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کرے گا اور بازاری لوگوں کی طرح گالیاں بکنا بند کردے گا۔

شکوک نے اُس شوخ رنگوں کی خوبصورت تصویر کو دھندلا کرنا شروع کردیا۔ وہ سوچنے لگا شاید "اصول" صرف امتحان کی نلکی تک ہی محدود رہو۔ شاید علاج کے لئے اس کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔ وہ جاننا چاہتا تھا ـــــ سب کچھ جاننا چاہتا تھا۔

پھر پلشن ہولابرڈ دندناتا ہوا اُس کے پاس آدھمکا۔

"میرے بچے، مارٹن، ڈائرکٹر نے ابھی ابھی مجھے تمہاری تحقیق کے متعلق بتایا ہے کیا شاندار پلان بنایا گیا ہے تمہارے لئے۔ میں تہ دل سے تمہیں مبارکباد دیتا ہوں اور ایک شعبہ کے سربراہ کی حیثیت سے میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ـــــ تم ابھی اتنے

نوعمر ہو، صرف ۳۴ سال کی عمر ہی تو ہے تمہاری، کیوں ہے نا؟ کیا شاندار مستقبل پڑا ہے تمہارے سامنے! ذرا سوچو مارٹن" ـــــ میجر ہولابرڈ نے اپنی متانت کا لبادہ اتار پھینکا تھا۔ وہ ٹانگیں پھیلا کر کرسی پر بیٹھ گیا ـــــ "ذرا سوچو کس قدر نام ہوگا تمہارا! اگر یہ کام واقعی تکمیل کو پہنچ گیا تو تمہاری بے انتہا عزت افزائی ہوگی۔ ارے تم خوش قسمت ہو۔ سائنسی جلسیں تمہارے نام کا کلمہ پڑھیں گی، بڑے بڑے عہدے تمہیں آنکھ کے اشارے سے مل جائیں گے، شہرت اور ناموری تمہارے قدم چومے گی، بڑے بڑے لوگ مشورہ کرنے کے لئے تم سے وقت مانگا کریں گے، سوسائٹی میں تمہارا مقام اونچا ہوگا!

"اب سنو میرے بچے، شاید تم جانتے ہو کہ ہم، وہ ڈاکٹر ٹبز ایک دوسرے کس قدر قریب ہیں، اس لئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ تم ہمارے حلقے میں شریک نہ ہو جاؤ اور ہم تینوں اپنی سہولیات کے مطابق یہاں کا انتظام نہ چلائیں۔ ڈائرکٹر کی تعریف کرنی چاہیئے کہ تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کے لئے وہ کتنی جلدی تیار ہو گئے ہیں۔ کتنا خلوص ہے اُن میں اور وہ کیسے اچھے مددگار ہیں! تم نے اب انھیں اچھی طرح سے سمجھ لیا ہوگا۔ اور ہم تینوں ـــــ ممکن ہے کسی روز ہم کوایر یٹورائیکس، کی بلند و بالا عمارت استوار کرنے میں کامیاب ہو جائیں جس کے انتظام میں نہ صرف میگرک کا ادارہ ہوگا بلکہ ملک کی ہر انسٹی ٹیوٹ اور ہر یونیورسٹی کا شعبۂ سائنس اس کے تحت کام کرے گا۔ اور پھر سائنسی تحقیق کا اصل کام ہو سکے گا۔ جب ڈاکٹر ٹبز ریٹائر ہو جائیں گے تو میرا خیال ہے ـــــ اور یہ بات میں بڑے اعتماد سے کہہ رہا ہوں ـــــ کہ ٹرسٹیوں کا بورڈ اُن کے جانشین کے طور پر تجھے نامزد کرے گا۔ پھر میرے بچے، اگر یہ سکیم بروئے کار آگئی تو ہم تم دونوں مل کر کام کر سکیں گے!

دوبلیں بے لاگ بات کہتا ہوں۔ دنیا میں ایسے آدمی بہت کم ہیں جو شکل صورت کے بھی اچھے خاصے ہوں، اور جنھوں نے کوئی کارنمایاں بھی کر کے دکھایا ہو۔ (ذرا اُس بیچارے بوڑھے بی اوکی مثال دیکھو) اور اگر تم اپنا لاؤ بالی پن ترک کر دو اور افسران اعلےٰ اور حسین خواتین کے ساتھ سرد مہری سے پیش آنے کی عادت چھوڑ

"خدا کا شکر ہے کہ جب ہم کوشش کرتے ہیں تو ڈھنگ کا لباس بھی پہن لیتے ہیں تو ملک بھر میں ہم سائنس کی مملکت کے سلطان بن سکتے ہیں!"

مارٹن کو اُس وقت تک کوئی جواب نہ سوجھا جب تک کہ ہولابرڈ وہاں سے چلا نہیں گیا اُس نے اُس چیختی چلاتی، شوخ چیز کے خوفناک چہرے کا تصور کیا جسے لوگ کامیابی کے نام سے پکارتے ہیں۔ اُس نے سمجھ لیا کہ کامیابی کا مطلب ہے کہ وہ سکون سے کام کرنے کی بجائے جلوس بنا کر سڑکوں پر گھوما کرے تاکہ اُس کے اندھے پرستاروں کے ہجوم اچھی طرح سے اُس کے درشن کر سکیں اور اُس کے نابینا دشمن اُسی پر اچھی طرح سے کیچڑ اچھال سکیں۔

وہ بھاگا بھاگا گاٹلب کے پاس گیا بالکل اسی طرح جیسے کوئی بچہ مصیبت کے وقت سیانے اور مشفق باپ کے پاس جاتا ہے اور گاٹلب سے اُس نے التجا کی کہ وہ اُسے بچالے ..... کامیابی جیسی خوفناک شے سے، ہولابرڈ اور اے۔ ڈی واٹرز جیسے لوگوں سے، تقریریں کرنے والے سائنسدانوں کے انبوہ سے، شہرت اور ڈگریوں کے خواہشمند مصنفوں سے، منبر پر چڑھ کر بولنے والے مقررین سے، مشہور و نامور ڈاکٹروں سے، اونچے اونچے مشہور و معروف جرنلسٹوں سے، امیر و کبیر جذباتی قسم کے تاجروں سے، ادبی قسم کے سیاستدانوں سے، خطاب یافتہ کھلاڑیوں سے، مدبر قسم کے فوجی جرنیلوں سے، ہردلعزیز سینیٹروں سے اور بات بات پر نصیحت کرنے والے لاٹ پادریوں سے۔

گاٹلب بھی فکر میں ڈوب گیا۔

"جب ٹبز سراغ لینے کے لئے میرے پاس آیا تو میں اُسی وقت جان گیا تھا کہ وہ ایسی ہی کوئی واہیات قسم کی حرکت کرے گا مگر مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ وہ ایک ہی روز میں تمہیں زور زور سے چلانے والا بھونپو بنا دے گا۔ مجھے کمر کس کر پراپیگنڈہ اور تشہیر کی ان قوتوں سے مقابلہ کرنا ہوگا!"

مگر وہ شکست کھا گیا۔

"ڈاکٹر گاٹلب، میں نے آپ کے کام میں کبھی دخل اندازی نہیں کی" ٹمبز بولا "مگر آخر کار میں ڈائرکٹر ہوں! شاید اپنی کم سمجھی کی وجہ سے مجھے اس میں کوئی دہشت ناک بات نظر نہیں آتی کہ ایروسمتھ کو ہزاروں تڑپتے ہوئے دکھی لوگوں کا علاج کرنے کے قابل بنا کر اُسے عزت اور رتبے کا مقام دلوایا جائے!"

یہاں سے ناکام ہو کر گاٹلب اس معاملے کو راس میگرک کے پاس لے گیا۔

"میکس، میں تمہیں بھائی کی طرح چاہتا ہوں مگر ٹمبز ڈائرکٹر ہے اور اگر وہ اس ایروسمتھ کی ضرورت محسوس کرتا ہے (یہ وہی نوجوان سا لڑکا ہے نا جسے میں اکثر تمہاری لیباریٹری کے چکر لگاتے دیکھا کرتا ہوں؟) تو مجھے اُسے روکنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اُس کی حیثیت ہمارے جہاز کے کپتان کی ہے اور مجھے اُس کا ساتھ دینا چاہیئے"۔ یہ میگرک کا جواب تھا۔

فیصلہ ہوا کہ جب تک ٹرسٹیوں کا بورڈ (جو کہ میگرک، یونیورسٹی آف دلمنگٹن کے صدر اور مختلف یونیورسٹیوں میں سائنس پڑھانے والے تین پروفیسروں پر مشتمل تھا) اس تجویز کی منظوری نہ دے دے مارٹن شعبے کا سربراہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس دوران میں ٹمبز نے حکم دیا۔

"مارٹن، اب تم جلدی سے اپنے نتائج کو چھپوانے کا انتظام کرو۔ اسے فوراً شروع کر دو۔ یہ کام تو بہت ہی پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ اپنا تمام مواد یکجا کر لو اور تجرباتی حیاتیات وادویات کی سوسائٹی کو اس کے متعلق ایک چھوٹا سا خط لکھ کے بھیج دو تاکہ اُن کی اگلی کارروائی کے ساتھ یہ چھپ سکے"۔

"مگر چھپوانے کے لئے ابھی اس کی تیاری مکمل نہیں۔ جب تک یہ تجربہ ہر اعتبار سے مکمل نہیں ہو جاتا میں اس کا اعلان نہیں کرنا چاہتا"۔

"واہیات، کیا دقیانوسی خیال ہے! یہ زمانہ کنوئیں کا مینڈک بننے کا نہیں بلکہ مقابلے کا ہے۔ آج کل تجارت کی طرح آرٹ اور سائنس میں بھی اپنے گروپ کے ساتھ تعاون اور تال میل سے کام کرنے کی ضرورت ہے اور باہر والوں سے

گلا کاٹ مقابلہ ہونا چاہیئے۔ اپنی تحقیق کی چھوٹی موٹی خامیاں بعد میں دور کر لینا مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اور شخص ہم سے بازی لے جائے۔ یاد رکھو تمہیں اپنا نام بنانا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہمارے ساتھ مل کر کام کرو۔ وہی کرو جو سب سے زیادہ نیک کام ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کی بھلائی کیلئے کیا جا رہا ہو"

جب مارٹن نے اپنا مقالہ لکھنا شروع کیا تو اس نے دل میں استعفےٰ دینے کا ارادہ کر لیا مگر بعد میں اسے یہ خیال ترک کرنا پڑا کیونکہ ٹبز اسے پکر بو جیسے لوگوں سے بہتر آدمی دکھائی دیتا تھا اس وقت مارٹن کے دماغ میں ایک اور دنیا کی تصویر بنی۔ یہ چھوٹے چھوٹے سائنسدانوں کی دنیا تھی جس میں وہ اپنے بغیر چھت کے حجروں میں مصروف کار تھے۔ اوپر ایک بادل پر آسن جمائے بڑی بڑی شاندار مونچھوں والا ٹبز ایک دیوتا کے مانند بیٹھا ان کے کام کا معائنہ کر رہا تھا اور اس بات کے لئے تیار تھا کہ اگر ان چھوٹے چھوٹے سائنسدانوں میں سے کوئی ایسے کام پر وقت ضائع کرنا شروع کر دے جو اسے نہیں دیا گیا تھا تو اس کو اٹھا کر رکھ دیا جائے۔ ان تیدی سپاہیوں کی پشت پر ان کے سرپرست ٹبز کی آنکھوں سے اوجھل طوفانی افق پر گاٹلب کا دبلا پتلا لیکن دیوزاد جسم تمسخر آمیز انداز سے کھڑا تھا۔

مارٹن کے لئے ادیبانہ اسلوب میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا بہت مشکل تھا۔ مقالہ مکمل کرنے میں اسے بہت تاخیر ہو گئی ادھر ٹبز اس پر جھنجھلاتا اور اسے جلد مکمل کرنے کے لئے کہتا۔ تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے جو تجربے کئے جا رہے تھے ان کا کام بالکل ٹھپ ہو گیا تھا۔ مقالہ لکھنے میں مارٹن کو بہت کاوش کرنی پڑی۔ ان ڈبہ سائنسدانوں کی طرح کھلی چھت کے حجرے میں بیٹھ کر وہ کئی کاغذ لکھ لکھ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکتا رہا۔

اس بار اسے لیورا کا سہارا بھی نہیں ملا۔ مارٹن کو پریشان حالت میں دیکھ کر اس نے کہا۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے اس میں؟ دس ہزار ڈالر سالانہ! کتنے مزے کی بات

ہے۔ ہمارے سینڈی ہم ہمیشہ سے اتنے غریب رہے ہیں اور تم بھی تو چاہتے ہو کہ ایک اچھا سا گھر رہنے کو ملے اور دوسری سب اچھی اچھی چیزیں ہمیں میسر ہوں۔ اور پھر تم اپنے محکمے کے افسر ہو گے ـــــــ گاکلب سے تو تم کسی وقت بھی مشورہ کر سکتے ہو۔ وہ بھی تو ایک محکمے کا افسر ہے اور پھر بھی ٹبز کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ ہمارے مارٹی ہیں تو اس تجویز کو مان لینے کے حق میں ہو رہی"

اور پھر جب آہستہ آہستہ انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے دی جانے والی دعوتوں میں اس کا سماجی مرتبہ بلند ہوتا گیا تو وہ بھی "اس کے حق میں ہو گیا۔"

وہ دل ہی دل میں کہتا۔

"پارک ایونیو پر ہم ایک نیا مکان کرائے پر لیں گے۔ تین ہزار سالانہ سے زیادہ تو ان مکانوں کا کرایہ ہو گا نہیں۔ ایسی جگہ پر لوگوں کو مدعو کر کے مہمان نوازی بھی کی جا سکتی ہے۔ مگر میں اپنے کام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہونے دوں گا۔ .... ذرا لطف رہا کرے گا۔"

سماج کے اونچے طبقے سے قبولیت کی سند حاصل کرنا واقعی بہت ہی پُر لطف تجربہ تھا حالانکہ اس نئی سماجی حیثیت میں اپنے آپ کو ڈھالنے کا عمل اُس کے لئے کچھ تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔

کیپیٹولا میکگرک، جس سے پہلے اُسے لیبارٹری کے آلات سے زیادہ اہمیت نہیں تھی، اب ٹیلی فون پر اُس سے بات کر رہی تھی"......... ڈاکٹر ٹبز پھولے نہیں سماتے، مجھے اور اس کو بھی مسرت ہوئی ہے۔ ہمیں خوشی ہو اگر آپ اور مسز ایرو سمتھ ، اگلی جمعرات کو ڈنر کے لئے ساڑھے آٹھ بجے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔"

مارٹن نے اس شاہی حکم کی تعمیل کی ـــــــ

وہ سمجھتا تھا کہ انگس ڈویر اور ریپلٹن ہولابرڈ کو دیکھنے کے بعد شان و شوکت کی صحیح تصویر بھی اُس نے دیکھ لی ہے اور شاندار قسم کی ڈنر پارٹیوں کا بھی اسے تجربہ ہو گیا ہے۔ لیورا اور مارٹن کسی طرح کے ہیجان کا اظہار کئے بغیر اس میکگرک کے گھر گئے جو

الیسٹ سیون ٹینز میں ففتھ ایوینیو کے قریب تھا۔ گلی میں سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا جیسے کانسی کی جالیوں، منبت کاری کئے ہوئے چھجوں، اور آرائشی نالیوں کی تو یہاں بہتات ہے مگر مکان زیادہ کشادہ نہیں۔

اندر ایک غلام گردش کا محراب دار دروازہ کسی بڑے سے چرچ کا گیٹ معلوم ہوتا تھا۔ وردی پوش ملازموں کو دیکھ کر وہ بوکھلا سے گئے، خود کار لفٹ نے تو انہیں خاصہ مرعوب کیا۔ ہال کے اندر بڑے بڑے اطالوی صندوق، چمڑے کی خوبصورت جلدوں والی کتابیں اور مصوروں کے شاہکار دیکھ کر اُن کے دل ڈوب گئے اور کیپیٹولا کے قیمتی موتی اور مہارانیوں جیسا سفید ساٹن کا لباس دیکھ کر اُنہیں محسوس ہوا جیسے وہ اجڈ گنوار ہوں اور غلطی سے ایک شاہی محل میں آ گئے ہوں۔

وہاں آٹھ دس اہم ہستیاں تھیں، عورتیں بھی اور مرد بھی، جو بظاہر معمولی دکھائی دیتی تھیں مگر وہ آئیوری سوپ (صابن) کی طرح اُن کے نام بھی جانے پہچانے تھے۔

مہمان آپس میں بات کر رہے تھے اور مارٹن سوچ رہا تھا کہ اُس اجنبی خاتون کو کون سا شخص بازوں کا سہارا دے کر اندر لایا تھا اُسے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ میکگرک جب مہمانوں کو چرواہے کی طرح ہانک کر ڈائننگ روم میں لے جا رہا تھا تو وہی شخص بھیڑ کر سب سے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

"ڈائننگ روم" کا نظارہ بہت پُرشکوہ اور ہیبت ناک تھا۔ بے انتہا قیمتی فرنیچر سونے کی اشیاء کا ڈھیر اور نوکروں کا اژدہام تھا جو مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مارٹن کی نشست میکگرک کیپیٹولا اور ایک ایسی خاتون کے درمیان تھی جس کے متعلق وہ صرف اتنا ہی جان سکا کہ وہ ایک کاؤنٹ کی بیوی کی بہن ہے۔ (یہ بات اُسے شاید نہیں معلوم تھی کہ دعوت میں اُس کی حیثیت مہمانِ خصوصی کی ہے۔)

کیپیٹولا جس کے سفید لباس کی آب و تاب نظروں کو خیرہ کر رہی تھی، اُس سے مخاطب ہوئی۔

"اچھا ڈاکٹر ایرو سمتھ آپ کیا چیز دریافت کر رہے ہیں؟"

"میں کوشش کر رہا ہوں ـــــ معلوم کرنے کی ـ ـ"

"ڈاکٹر ٹبز نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے بیماریاں رد کرنے کا بہت ہی شاندار طریقہ دریافت کیا ہے۔" اس کی آواز میں دریا کی لہروں کا سنگیت اور چہچہاتے پرندوں کی سی موسیقی تھی۔ "ہائے اس سے زیادہ اچھی اور خوبصورت بات کیا ہو سکتی ہے کہ تکلیف سے کراہتی ہوئی اداس اور ملول دنیا کو بیماریوں کی لعنت سے نجات دلائی جائے۔ مگر میں جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کیا چیز دریافت کر رہے ہیں؟"

"ابھی اتنی جلدی تو میں اس کی کامیابی کے متعلق وثوق سے نہیں کہہ سکتا مگر ـــ اچھا دیکھئے یوں ہے کہ آپ ایک جرثومہ لیں جس کا نام ہے ـــــ"

"ہائے سائنس کیسی دلچسپ چیز ہے مگر میرے جیسے سیدھا سادے لوگوں کے لئے اس کا سمجھنا کیا مشکل ہے! ہم سب بڑے حقیر اور ناچیز لوگ ہیں ہمیں تو صرف یہی انتظار رہے کہ آپ کی طرح کے سائنسداں دنیا کو ہنسنے کھیلنے کیلئے محفوظ بنا دیں ـ۔"

اس کے بعد کیپیٹو لا نے تمام تر توجہ کسی اور مہمان کی طرف کر لی۔ مارٹن سر جھکائے کھاتا رہا اور کوفت برداشت کرتا رہا۔ کاؤنٹ کی بیوی کی بہن جو ایک دبلی پتلی لمبی سی زرد رو خاتون تھی اس کی طرف بڑی تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھا کر اس خاتون کی طرف دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی پلیٹ میں ایک چھری کانٹا زیادہ ہے اور وہ سوچنے لگا کہ وہ کن خیالوں میں کھویا ہوا ہے۔

وہ عورت بڑی دبنگ اور زور دار آواز میں بولی "مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سائنسداں ہیں؟"

"جی ہاں"

"سائنسدانوں کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ خوبصورت چیزوں کی انھیں بالکل پہچان نہیں ہوتی۔ بہت ہی بے حس ہوتے ہیں۔"

اس کی بات سن کر ریپلٹن ہولابرڈ کو بھی پھلجھڑی چھوڑنا تھا مگر مارٹن فقط یہی کہہ سکا،

"نہیں میرا خیال ہے کہ ایسی تو کوئی بات نہیں۔" پھر وہ سوچنے لگا کہ آیا اسے قمیص کا

ایک اور گلاس پینے کی ہمت کرنی چاہیئے۔

پرتگالی شراب کا ایک دور دار مگر تکلیف دہ دور مکمل ہونے کے بعد جب انھیں دوبارہ ڈرائنگ روم میں ہانک دیا گیا تو کیپٹولا اپنے سفید ریشمی پر پھڑ پھڑاتی پھر اُس پر جھپٹ پڑی۔

"ڈاکٹر ایرد سمتھ صاحب، ڈرنیں تو مجھے ٹھیک طرح پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا کہ آپ آجکل کس قسم کا تجربہ کر رہے ہیں۔ .... ہائے! آپ نے چارلس سٹریٹ والے گھر میں میرے چھوٹے چھوٹے پیارے بچے دیکھے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑے اچھے سائنسدان بنیں گے۔ آپ کو انھیں ایک دو لیکچر دینے کے لئے آنا چاہیئے۔"

اُس رات مارٹن کچھ پریشان سا ہو کر لیورا سے کہہ رہا تھا "یہ ہر وقت کی جی حضوری تو ہمارے لیے بہت مشکل کام ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اس ماحول سے لطف اٹھانے کے لئے یہ سب کچھ سیکھنا ہی پڑے گا۔ ذرا سوچو تو جب میں ایک محکمے کا افسر ہو جاؤں گا تو ہم گاٹلب جیسے خاص خاص لوگوں کو اپنے گھر دعوتیں دیا کریں گے۔ کیا مزہ رہے گا؟"

دوسری صبح گاٹلب آہستہ آہستہ چلتا ہوا مارٹن کے کمرے تک آیا اور کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مارٹن کے ساتھ آنکھیں چار کرنے سے گھبرا رہا ہے۔ پھر وہ ٹھنڈی سانس لے کر کہنے لگا "بہت بُرا ہوا، مگر سوچا جائے تو جو کچھ ہوا وہ کچھ ایسا بُرا بھی نہیں ہے!"

"کیا ہوا جناب؟ میں کچھ آپ کی مدد کر سکتا ہوں"

"اس کا تعلق مجھ سے نہیں ہے، تم سے ہے۔"

مارٹن نے جھلا کر سوچا کیا یہ بڈھا اب پھر قبل از وقت کامیابی کے مضر اثرات پر لیکچر دینے آیا ہے؟ میں اُکتا گیا ہوں اس کی باتوں سے!"

گاٹلب چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا اس کے قریب گیا "مجھے کہتے ہوئے بہت افسوس ہے مارٹن مگر اصول و کے دریافت کرنے والے تم نہیں ہو۔"

"ک... ک.. کیا ــ کہا ــ"

"ایک اور شخص نے اس کی تحقیق کر رکھی ہے۔"

"ناممکن ــــ میں نے اس کے متعلق سارا لٹریچر چھان مارا ہے۔ ڈررٹ کے سوا کسی نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا ــــ یا خدا، اس کا مطلب تو ڈاکٹر صاحب یہ ہوا کہ میں نے اس عرصے میں جو کچھ بھی کیا ہے وہ بیکار گیا اور میں بڑا بے وقوف ہوں ــــ"

"خیر، پاسٹیر انسٹی ٹیوٹ کے ایک شخص ڈہیریلے نے اپنے یہاں کے ایک سائنس کے جریدے میں ایک رپورٹ شائع کی ہے ــــ یہ ہو بہو تمہارا اصول ہے، فرق صرف یہی ہے کہ اسے "جراثیم خور مادہ" کے نام سے پکارتا ہے۔"

"پھر میں تو ــــ"

جملے کا باقی حصہ مارٹن نے دل ہی دل میں مکمل کیا۔ پھر تو میں کسی نئے ڈیپارٹمنٹ کا افسر نہیں بن سکتا۔ ایک بار پھر میں اسی گندے نالے میں پہنچ گیا! اس کی ساری قوت اور طاقت سلب ہو گئی، زندگی کا سارا مقصد ختم ہو گیا اور تخلیق کی روشنی مٹیالے سے رنگ کی دھند میں بدل گئی۔

گاٹلب نے کہا "اب تمہارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو محقق ہونے کا دعویٰ کرو اور ساری عمر اپنے اس دعوے کو منوانے کے لئے جدوجہد کرتے رہو اور یا پھر بھول جاؤ سارے قصے کو، ڈہیریلے کو مبارکباد کا ایک پیارا سا خط لکھو اور پھر سے کام میں جٹ جاؤ۔"

مارٹن نے روتی آواز میں کہا "میں پھر سے اپنا کام شروع کر دوں گا، اور کر بھی کیا سکتا ہوں! میرا خیال ہے ٹبز نیا محکمہ شروع کرنے کی سکیم ختم کر دے گا۔ اب مجھے اپنی تحقیق مکمل کرنے کا وقت مل جائے گا۔ شاید میرے پاس کچھ ایسے نکتے ہوں جو ہیریلے کو نہ سوجھے ہوں ــــ اور میں اس کی تصدیق کرنے کے لئے اپنا مقالہ بھی چھپواؤں .... خیر بھاڑ میں جائے! ...... وہ رپورٹ ہے کہاں؟ .... آپ کو تو اس بات سے بہت خوشی ہو رہی ہو گی کہ میں، یک دوسرا

ہولابرڈ بیٹنے سے بچ گیا۔"

"مجھے تو خوش ہونا ہی چاہیئے۔ مگر میں خوش نہیں اور اپنے ایمان کے مطابق بہت بڑا گناہ کر رہا ہوں۔ مگر اب میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں اور تم میرے دوست ہو سب مجھے خوشی ہے کہ تمہیں شہرت اور کامیابی حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا —— چاہے یہ شہرت تھوڑے ہی عرصے کے لئے ہوتی......... مارٹن، یہ بہت ہی اچھی بات ہے کہ تم ڈاہیر کی تصدیق میں اپنا مقالہ لکھو گے۔ یہ سائنس ہے، اس میں کام کیا جاتا ہے صلے کی پروا نہیں کی جاتی —— اگر کوئی دوسرا شخص شہرت نیک نامی حاصل کرے تو اسے نظر انداز کر دینا چاہیئے......... ڈھیر یلے کے متعلق ٹبز کو میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے؟"

گاٹلب لڑکھڑاتی ہوئی چال سے واپس چلا گیا، چلتے چلتے وہ اداس نظروں سے پیچھے کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔

ٹبز بھی ماتم کرنے کے لئے وہاں آگیا۔ "ڈاکٹر ایروسمتھ، اگر تم نے میرا کہنا مان لیا ہوتا اور اپنی رپورٹ پہلے ہی چھپوا لی ہوتی! ٹرسٹیوں کے بورڈ کے سامنے تم نے میری پوزیشن بہت خراب کر دی ہے۔ یقیناً، اب نیا محکمہ شروع کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"ہاں" مارٹن نے بغیر کسی جذبے کے کہا۔

اُس نے بڑی احتیاط سے اپنے نامکمل مقالے کے کاغذات سمیٹ کر فائل میں لگا دیئے اور اپنی بنچ پر آ بیٹھا۔ وہ بوتل کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا یہاں تک کہ وہ اُسے اتنی خوبصورت لگنے لگی جیسے شیشے کی گیند ہو۔ وہ دل ہی دل میں بولا۔

"اگر ٹبز مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتا تو اس حادثے سے مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا۔ جہنم میں جائیں یہ بوڑھے، یہ پتلی پتلی ہنسی ہنسنے والے، یہ بڑے بڑے لوگ جو عزت، قدر و منزلت، روپیہ، خطاب، اعزاز پیش کرنے کے لئے دوڑے دوڑے آتے ہیں۔ وہ اختیارات دے کر ہمیں مغرور بنا دینا چاہتے ہیں! اگر یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو آدمی اکڑنے لگتا ہے، خود پسند ہو جاتا ہے مگر جب یہ چیزیں چھن جاتی ہیں تو پھر

کیسا اُلّو لگتا ہے۔

"تو اب میں دولت مند نہیں بن سکتا۔ بیچاری لیورا، نئی پوشاکیں، نیا گھر اور یہ سب چیزیں اُس کے لئے خواب ہی رہیں گی۔ ہم ——— اس پرانے گھر میں رہنا اب بہت بُرا لگے گا، طبیعت گھبرایا کرے گی!

"کاش کہ اس وقت ٹیری یہاں ہوتا۔

"گاٹلب بڑا پیارا آدمی ہے۔ اسے تو خوشی ہونی چاہیئے تھی۔

"جراثیم خور مادہ" تو اس فرانسیسی نے اس کا یہ نام رکھا ہے ——— مگر یہ نام بہت طویل ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اسے صرف "جراثیم خور" ہی کہا جائے تو مجھے اپنے اصولوں کے لئے بھی اسی کی اصطلاح استعمال کرنی پڑے گی۔ خیر اُن دنوں رات رات بھر کام کرنے میں لطف بہت آیا... کام...."

استغراق کی حالت سے نکل کر وہ ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آ رہا تھا۔ اُس نے تصوّر میں بوتل کو جراثیم والے سیّال مادّے سے بھرا ہوا دیکھا اور گاٹلب سے ٹہیریلے والی رپورٹ والا جریدہ لینے کے لئے گھسٹتی چال سے چل دیا۔ یہ رپورٹ اُس نے بڑے انہماک اور جوش و خروش سے پڑھی۔

"یہ ہے اصل سائنسداں" وہ دل ہی دل میں ہنسا۔

گھر جاتے ہوئے وہ "جراثیم خور مادہ" (اصول وکا اُس نے یہی مستقل نام رکھ لیا تھا) کو بیجتس کے جراثیم پر پرکھنے کا منصوبہ بناتا رہا۔ اُس نے سوچا کہ وہ ٹہیریلے پر بے تحاشہ تنقید شروع کر دے گا۔ اُسے اُمید تھی کہ فی الحال ٹبز اُسے نوکری سے جواب نہیں دے گا اور اس خیال سے وہ بہت اطمینان محسوس کر رہا تھا کہ اب اُسے "جراثیم خور مادہ" پر وہ فضول سا مقالہ لکھنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اکڑ فوں دکھانے کی ضرورت ہے۔ کسی کی نظروں کی زد میں آئے بغیر وہ اطمینان سے اپنی مرضی کا لباس پہن کر من چاہے انداز میں باتیں کر سکتا ہے۔

وہ دل ہی دل میں ہنسا۔ بعد ازاں ٹبز کیسا مایوس ہوا۔ اس نئی سکیم کے بارے

میں میرے تمام کاغذات پر دستخط کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ تاکہ شہرت اور نیک نامی میں اُس کا حصّہ بھی ہو جائے۔ اب یہ نیا تجربہ بھی ——— بیچاری لیورا میرا خیال ہے اب پھر اُسے میری رات رات بھر کام کرنے کی عادت کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔"

نئی خبر سُن کر لیورا نے جو کچھ بھی محسوس کیا اُس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ اپنی تمام مایوسیوں اور حسرتوں کو اُس نے اپنے اندر ہی جذب کر لیا۔

باب تئیسواں

ایک سال تک مارٹن محنت و مشقت کی چکی میں پِستا رہا۔ جنگ کے بعد جب ٹیری وکٹ واپس نیویارک پہنچا اور اُس کے گنواروں جیسے ہنسی مذاق نے اُس بے کیف سے ماحول کو کچھ دلچسپ بنا دیا تو کام کے اُس مسلسل چکر میں کچھ دنوں تک مارٹن کے لئے دل بہلاوے کا سامان ہو گیا۔ اسی طرح ہفتوں پر ہفتے گزرتے گئے اور وہ جراثیم خورمادہ کے اُن پیچیدہ تجربات کو مکمل کرنے کے لئے اپنا پسینہ بہاتا رہا۔

شام کے وقت مطالعہ کرنے کا سلسلہ اُس نے پھر سے شروع کر دیا۔ ریاضیات کے بعد وہ فزیکل کیمسٹری پڑھنے لگا۔ اجتماعی عمل کے قانون کو اُس نے بہت کچھ سمجھ لیا تھا اور ٹیری کی طرح وہ بھی اب ٹبز اور ہولابرڈ کے اندازِ گفتگو اور اُن کی میٹھی میٹھی باتوں پر طنز کرنے لگا تھا۔ اُس نے فرانسیسی اور جرمن بھی کافی حد تک سیکھ لیں۔ اتوار کی سہ پہر کو وہ ہڈسن دریا پر کشتی چلانے کے لئے جایا کرتا۔ جس روز مرکز گریز مشین جس پہ ہولابرڈ ناز کیا کرتا تھا، بیچ کرانٹی ٹیوٹ کو اس لعنت سے پاک کر دیا گیا، اُس دن مارٹن، لیورا اور ٹیری نے ایک دعوت اُڑائی جس میں بے حد دھینگا مشتی اور غل غپاڑہ کیا گیا۔

ڈاکٹر ٹبز اب "لیجن آف آنر" کا تمغہ لگا کر بہت شاندار لگتے تھے۔ مارٹن کا خیال تھا کہ ڈائرکٹر صاحب اُسے گاٹلب کی مداخلت کے باعث ہی وہاں رکھے ہوئے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی کا انسٹی ٹیوٹ سے نکال دیا گیا ہوتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ٹبز اور ہولابرڈ کو امید ہو کہ وہ ایک بار پھر انسٹی ٹیوٹ کو شہرت دینے والی کوئی معجزہ نما دریافت کرے گا کیونکہ دوپہر کے کھانے پر وہ اس کے ساتھ بہت ہی شائستگی سے بات کرتے اور چست فقروں کے ساتھ بڑے پر حسرت لہجے میں اس بات پر زور دیا کرتے کہ آدمی کو سُستی اور کاہلی چھوڑ کر اپنی دریافت کی رپورٹ فوراً ہی چھپوا لینی چاہیئے۔

مارٹن کے ہاتھ سے شہرت حاصل کرنے کا موقعہ نکل جانے کا واقعہ ایک سال سے زیادہ پرانا ہو چکا تھا کہ ایک روز ٹبز کچھ تجویزیں لے کر لیبارٹری میں آئے اور کہنے لگے۔

"ایرومتھ، میں سوچتا ہوں ——— ڈہیریلے کی دریافت نے میری اُمید کے مطابق لوگوں میں کوئی خاص دلچسپی نہیں پیدا کی۔ اگر وہ ہمارے پاس ہوتا تو میں اُسے پبلیسٹی دلوانے کی خاص کوشش کرتا۔ کسی بھی اخبار نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ شاید اب بھی ہم اس سلسلے میں کچھ کر سکیں۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں تم اب تک ایسی ریسرچ کرتے رہے ہو جسے ڈاکٹر گاٹلب "بنیادی تحقیق" کہتے ہیں۔ اب میرے خیال میں وہ وقت آگیا ہے کہ ہم "جراثیم خور مادہ" کی دریافت کو علاج معالجے کے لئے بھی استعمال کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نمونیا، پلیگ اور ٹائیفائڈ پر بھی اس کا تجربہ کرو اور جب تمہارے تجربے کامیاب ہو جائیں تو ہسپتالوں کے تعاون سے اس کا عملی امتحان کرو۔ آکرٹ اور غور دریں تم بہت سی قوت صرف کر چکے ہو۔ اب کسی کا علاج بھی کر کے دکھاؤ!"

مارٹن کو خطرہ تھا کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو اسے نوکری سے برخاست کر دیا جائے گا اور جب ٹبز نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے یوں کہا تو اُسے اپنے ڈائرکٹر پر کچھ رحم سا آگیا۔

"ایرومتھ جب میں عملی نتائج پر اصرار کرتا ہوں تو میرے خیال میں تم یہ سمجھتے

ہو گئے کہ مجھ میں ایک سائینداں کی تعصبت کا نقدان ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اتنی ساری سہولیات کے ہوتے ہوئے جس طرح کا کام اس انسٹی ٹیوٹ کو کرکے دکھانا چاہیئے دیسا نہیں ہو رہا۔ میرے بچے، میں چاہتا ہوں کہ انسان کی بھلائی کے لئے کوئی بہت بڑا کام کرجاؤں۔ کیا اس مبارک کام میں تم میرا مدد نہ کروگے؟ جاؤ، پلیگ کا علاج کردو!"

اس وقت پہلی بار مارٹن کو ٹبز کے چہرے پر مونچھوں کے رعب داب کی بجائے ایک تھکی ہوئی سی مسکراہٹ دکھائی دی۔

اس روز مارٹن نے گاٹلب کو بتائے بغیر "جراثیم خور مادہ" کے متعلق تحقیق کا کام چھوڑ کر نمونیا کے علاج کی تلاش شروع کردی۔ اور اس کے بعد گلٹی دار پلیگ کے علاج کی تحقیق کرنے لگا۔ جب گاٹلب کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنے ہی مسائل میں اس قدر اُلجھا ہوا تھا کہ اس طرف اس نے توجہ نہیں کی۔

مارٹن نے ایک خاص طرح کے نمونیا میں مبتلا خرگوشوں کو "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن دے کر انھیں تندرست کردیا اور اسے خوراک میں ملا کر دینے سے اس نے نمونیا کو پھیلنے سے روک لیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ "جراثیم خور مادہ" اتنا ہی موثر ہے جتنے چھوت کی بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں۔

وہ اپنے کام کے نتائج سے بہت مطمئین تھا اور اسے اُمید تھی کہ ٹبز بھی یہ سن کر خوش ہوگا مگر کئی ہفتوں تک ڈائرکٹر نے مارٹن کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ان دنوں وہ ایک نئے جوش و خروش کے ساتھ ایک اور ہی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف تھا۔ زندگی میں ایسی شاندار سکیم اُسے کبھی نہیں سوجھی تھی۔ وہ ثقافتی اداروں کی ایک انجمن کی تنظیم کر رہا تھا۔

امریکہ میں تمام تہذیبی، تمدنی اور علمی کام کرنے والوں میں تال میل پیدا کرنے اور ان کی سرگرمیوں کو ایک مقررہ معیار تک لانے کے لئے وہ ایک ادارہ بنانے کی تیاری کر رہے تھے۔

اس ادارے کے دائرۂ عمل میں بہت قسم کے لوگ شامل کئے گئے تھے ـــــــ کیمسٹ، شاعر، قطب شمالی کی کھوج کرنے والے، بائبل کا مطالعہ اور تبلیغ کرنے والے، کاروباری خط وکتابت سکھانے والے اور نیگرو راہب قرار پایا گیا کہ زندگی کے ان سب شعبوں میں کام کرنے والوں کی ہمت افزائی کی جائے، انھیں راہ دکھائی جائے اور کبھی کبھی انھیں نہایت پیار سے ڈانٹا بھی جائے۔

اچانک ہی ٹبز بے تحاشہ کانفرنسیں بلانے لگا۔ ان کانفرنسوں میں آرٹ سکولوں کے ڈائرکٹر، سمفنی آرکسٹرا کے مہتمم، فلسفیانہ قسم کے دلچسپ مضامین لکھنے والے پادری، سفری سکولوں کے منتظم، غرضیکہ امریکہ کی دانشوری کے سب ٹھیکدار شامل ہوتے تھے ـــــــ اور ان میں خاص طور پر مینگن نام کا ایک نکھٹو بھی تھا جس نے حال ہی میں فلموں کا معیار بلند کرنے کی مہم شروع کی تھی۔

انسٹی ٹیوٹ کے سب سائنسدانوں کو ٹبز "ثقافتی اداروں کی انجمن" میں شامل ہونے کی دعوت دیتا رہا۔ مگر انجمن کی سرگرمیاں ابھی کمیٹیوں کی میٹنگیں کرنے اور ڈنر کھانے تک ہی محدود تھیں۔ ڈائرکٹر کا یہ جوش وخروش دیکھ کر انسٹی ٹیوٹ میں کام کرنے والے بڑبڑاتے "بڈھے پر بھی کوئی خبط سوار ہے!" اُن لوگوں نے ٹبز کی سرگرمیوں کو بالکل نظر انداز کر دیا مگر ایک سابق میجر سنجیدہ قسم کی گفتگو کرنے والی خواتین کے ساتھ مشورہ کرنے ہر شام جانے لگا۔ یہ خواتین بڑے عُمدہ قسم کے لباس پہنتیں، عوام میں روحانی ہمدردی اور علمی ذوق کے فقدان پر ماتم کرتیں اور چمکتی ہوئی شاندار کاروں میں بیٹھ کر واپس گھر چلی جاتیں۔

افواہیں پھیلنی شروع ہوئیں۔ ڈاکٹر بلی سمتھ نے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو سرگوشیوں میں بتایا کہ ایک روز جب وہ ٹبز کو ملنے گیا تو میگرک اُس پر چلا رہا تھا۔ "تمہارا کام اس انسٹی ٹیوٹ کو چلانا ہے۔ اُس ٹھگ، اُٹھائی گیرے تماش بین پیٹے مینگن کی دریا بہاری کرنا نہیں ہے!"

دوسرے روز جب مارٹن مزے مزے سے ٹہلتا ہوا اپنی لیبارٹری کی طرف

جا رہا تھا تو اُس نے دیکھا کہ گیلری میں ایک سنسنی سی پھیلی ہے اور سارا عملہ سرگوشیوں میں مصروف ہے۔ اُسے یہ سن کر یقین نہیں آیا۔

"ٹبنز نے استعفیٰ دے دیا ہے۔"

"کیا سچ؟"

"کہتے ہیں وہ اپنی ثقافتی اداروں کی انجمن میں چلا گیا۔ میگن نے انجمن کو بہت سی رقم مدد کے طور پر دی ہے وہاں ٹبنز کو یہاں سے دگنی تنخواہ ملے گی!"

(۲)

گاٹلب، ٹیری اور مارٹن جیسے جوشیلے اور سنجیدہ کارکنوں کے لئے تحقیق کا کام گویا ایک دم سا ٹھپ ہو گیا۔ انسٹی ٹیوٹ میں نئی نئی گروہ بندیاں ہونے لگیں اور ڈائرکٹر کا عہدہ حاصل کرنے کے خواہشمند سائنسدانوں کی سرگوشیاں سنائی دینے لگیں۔ ریلپٹن ہولابرڈ، بڑھئی کی صورت والا ماہر حیاتیات بی او، حیاتیاتی فزکس کے شعبے کا سربراہ کیپٹن گھام جو اپنی بزلہ سنجی کی وجہ سے مشہور تھا، یہودیوں کے استعفا کلیا کا لڈکی بیرد کار آردن ٹولیتھیئس ــــــــ یہ سب لوگ اپنے چہروں پر انکسار ورضامندی کا غازہ چڑھائے گھومتے رہتے۔ کمروں میں بیٹھ کر بحث مباحثے کے وقت یہ لوگ چاہے کیسی بھی گرم مزاجی کا مظاہرہ کیوں نہ کرتے ہوں مگر گیلری میں جو شخص بھی انھیں ملتا اُس سے تپاک اور گرجوشی سے بات کرتے۔ ان کے علاوہ دوسرے اداروں میں کام کرنے والے بہت سے پروفیسر اور محقق بھی نہ جانے کون سے مسائل سلجھانے کے لئے اس میکگرک کے پاس آنے لگے۔

ٹیری نے مارٹن سے کہا: "میرا خیال ہے پرل ردبنس اور تمہارا خادم ڈائرکٹر کا عہدہ حاصل کرنے کے لئے مورچہ بندی کر رہے ہیں۔ میرا خادم نہیں کیونکہ میں نے

تو اُسے ابھی قتل کیا ہے۔ میرا خیال ہے پرل رد بنس اس عہدے کے لئے بہترین انتخاب ثابت ہو گی۔ وہ اتنا عرصہ ٹبز کی سیکرٹری رہ چکی ہے کہ سائنس کے طریق کار کے متعلق اپنے افسر کی ساری لاعلمی اور جہالت اُس نے سیکھ لی ہے؟

اس عہدے کے متلاشیوں میں ریلٹی ہولابرڈ سب سے زیادہ چرب زبان اور خوش گفتار تھا۔ اس معاملے میں اُس کی ہوس بھی سب سے زیادہ تیز تھی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد اُسے اپنی وردی اور چھنے ہوئے اختیارات بہت یاد آتے تھے! اُس نے مارٹن سے درخواست کی۔

"تم جانتے ہی ہو مارٹی کہ تمہاری ذہانت کا میں کسقدر قائل ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے محترم دوست ڈاکٹر گاٹلب تمہاری ہر بات مانتے ہیں۔ اگر تم اُن کو اس بات پر راضی کر لو کہ ڈائرکٹر کے عہدے کے لئے میگرکس سے میرے متعلق بات کریں ـــــ اس میں تو شک نہیں کہ ڈائرکٹر بننے کے لئے مجھے قربانی کرنی پڑے گی کیونکہ تحقیق کا سب کام مجھے ٹھپ کرنا پڑے گا مگر میں پھر بھی تیار ہوں کیونکہ انسٹی ٹیوٹ کا انتظام کسی ایسے آدمی کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے جس کے ماضی کی کچھ روایات ہوں۔ ٹبز تو میری حمایت کر رہا ہے اور اگر گاٹلب بھی کرنے لگیں ...... اس میں اُن کا بھی فائدہ ہے۔ میں اُنھیں انسٹی ٹیوٹ کی عمارت میں اور زیادہ جگہ مہیا کرونگا!

انسٹی ٹیوٹ کے عملے میں یہ افواہ بھی گرم تھی کہ کیپیٹولا ہولابرڈ کو نامزد کروانا چاہتی ہے کیونکہ اُس کی رائے میں "یہاں کے سائنسدانوں میں صرف وہی شخص ایسا ہے جو معزز اور شریف بھی ہے"! انسٹی ٹیوٹ کی عمارت کی غلام گردشوں میں جب کیپیٹولا کی جلو میں ہولابرڈ چلتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے کسی ملکہ کے ساتھ حاشیہ بردار چل رہا ہے۔

مگر اُن دنوں ہولابرڈ کے چہرے پر اگر مسکراہٹ نظر آتی تو نکولس پی او کے چہرے پر اطمینان اور سکون کی جھلک دیکھ کر محسوس ہوتا جیسے اس اطمینان کے پیچھے کوئی اسرار چھپا ہوا ہے۔

جس ۔ ونڑ ٹرسٹیوں کی مجلس، انتظامیہ کے ارکان نئے ڈائرکٹر کا انتخاب کرنے کے لئے ہال میں جمع ہوئے تو ساری انسٹی ٹیوٹ میں بے چینی اور اضطراب کا ماحول طاری تھا اور ہر طرف چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں ہو رہی تھیں۔ جب انتخاب کا وقت آیا تو ٹرسٹ کے یہ ممبر جن کا شمار محققوں اور سائنس دانوں میں ہوتا تھا سکول میں پڑھنے والی لڑکیوں کی طرح آپس میں جھگڑنے لگے۔ جب بحث چل رہی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ جب تک ان لوگوں کی طاقت جواب نہ دے جائے گی وہ بولتے ہی رہیں گے۔

سہ پہر چار بجے کے قریب ٹیری وکٹ بھاگا بھاگا مارٹن کے پاس آیا اور کہنے لگا: "سلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے دنے میک میڈیکل سکول کے ڈین سلوا کا انتخاب کیا ہے۔ تم تو اسے جانتے ہو، کیسا ہے وہ آدمی؟"

"وہ تو بہت اچھا........نہیں! اگا ٹلب اور سلوا ایک دوسرے سے سخت نفرت کرتے ہیں۔ گاٹلب استعفےٰ دیدے گا، مجھے بھی نکلنا پڑے گا۔ اور ابھی تو میرا کام ڈھنگ سے چلنے لگا تھا!"

پانچ بجے بورڈ کے ممبر کھلے دروازوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے، جن میں سے جھانک رہی بے شمار آنکھیں اُن کا تعاقب کر رہی تھیں، میکس گاٹلب کی لیباریٹری کے پاس جاکر رک گئے۔

ہولابرڈ کو کہتے سنا گیا: "جہاں تک میرا سوال ہے، میں اپنی تحقیق کا کام انتظامی ذمہ داریوں کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتا۔" اور پرل روبنس ٹیری کو بتا رہی تھی "یہ بات صحیح ہے ------- مسٹر میکگرک نے خود مجھے بتایا ہے ------- ڈائرکٹر کے لئے بورڈ نے ڈاکٹر گاٹلب کو منتخب کیا ہے۔"

"پھر تو یہ لوگ بے وقوف ہیں" ٹیری نے کہا۔ وہ انکار کر دے گا اور کہے گا "میں کمیٹی کی میٹنگوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ مجھ سے کیوں کہا جاتا ہے کہ اپنی تحقیق کا کام چھوڑ کر اس فضول سے جھنجھٹ میں پھنس جاؤں، مگر اس کے لئے

موقعہ اچھا ہے۔"

جب بورڈ کے ممبر چلے گئے تو مارٹن اور ٹیری گاٹلب کی لیبارٹری میں جا دھمکے۔ اُنھوں نے وہاں دیکھا کہ بوڑھا بینچ کے ساتھ تن کر کھڑا ہے، مارٹن نے اسے کئی سال سے اس طرح سیدھا کھڑے نہیں دیکھا تھا۔

"کیا یہ سچ ہے ——— وہ آپ کو ڈائرکٹر بنانا چاہتے ہیں؟ مارٹن نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں اُنھوں نے مجھ سے دریافت کیا ہے۔"

"مگر آپ تو انکار کر دیں گے، ہیں نا؟ آپ اپنے کام کو کیسے بند کر سکتے ہیں!"

"خیر.......... میں نے کہا کہ میرا کام جاری رہنا چاہیئے اُنھوں نے یہ بات مان لی ہے کہ انتظامی کاموں کی تفصیلات پر توجہ کرنے کے لئے میں ایک اسسٹنٹ ڈائرکٹر نامزد کر لوں۔ آیا سمجھ میں....... ——— یہ بات تو یقینی ہے کہ میرے محفوظیات کے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہونی چاہیئے، مگر اس پیشکش سے مجھے بڑے بڑے کام کرنے کا موقعہ ملے گا۔ تم جیسے ہونہار لڑکوں کے لئے ایک آزاد سائینی ادارہ بنانے کا موقعہ مل رہا ہے۔ دنے میک کے وہ بے وقوف جو میڈیکل سکول کے متعلق میری تجویز پرہنسا کرتے تھے اُنھیں اب معلوم ہوگا ——— تمہیں معلوم ہے ڈائرکٹر کے عہدے کے لئے میرا حریف کون تھا ——— تم جانتے ہو مارٹن؟ وہی سلوا تھا! ہا ہا!"

باہر نکل کر گیلری میں ٹیری نے آہ بھر کر کہا "تم پر خدا رحم کرے!"

(۳۳)

گاٹلب کے اعزاز میں جو دعوت دی گئی (یہ داخلہ تھا جو گاٹلب کے اعزاز

میں دیا گیا) اُس میں نہ صرف سماج میں اونچا مقام رکھنے والے بے کار قسم کے لوگ
شامل ہوئے بلکہ ایسے سائنسداں بھی آئے جن کی کاٹلب قدر کرتا تھا۔

وہ دیر سے پہنچا۔ اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور مارٹن ہمرکاب تھا جب
وہ تقریب کے صدر کی میز کے پاس پہنچا تو مہمانوں نے کھڑے ہو کر اس کا سواگت کیا۔
اُس نے اپنے چاروں طرف غور سے دیکھا اور باہیں پھیلا کر، جیسے ان سب کو
اپنی پناہ میں لے رہا ہو، کچھ کہنے کی کوشش کی مگر وہ دھم سے کرسی پر گر پڑا اور سسکیاں
بھرنے لگا۔

یورپ سے تار موصول ہوئے تھے۔ ٹبز اور ڈین سلوانے پُرشوق خطوط میں
دعوت پر موجود نہ ہونے پر معذرت کی تھی۔ کالجوں کے پرنسپلوں نے بھی مبارکباد
کے تار بھیجے تھے۔ یہ سب خط اور تار پڑھ کر سنائے گئے اور لوگوں نے تالیاں
بجائیں۔

مگر کیپیٹولا بڑبڑا رہی تھی۔
ٹھیک ہے مگر ہمیں ڈاکٹر ٹبز بہت یاد آیا کریں گے۔ وہ ایسے ترقی پسند تھے۔
راس تم کانٹے سے کیوں کھیل رہے ہو؟"

یوں میکس کاٹلب نے مک گرک انسٹی ٹیوٹ آف بائیولوجی کا انتظام سنبھال
لیا اور ایک مہینے کے اندر انسٹی ٹیوٹ مقتل بن کر رہ گیا ——

(۴)

کاٹلب نے منصوبہ بنایا کہ وہ دن میں صرف ایک گھنٹہ انتظامی امور کو دیا کرے
گا۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے عہدے پر اس نے ماہر حیاتیات ڈاکٹر آرون ٹوبیتھیس
کو نامزد کیا۔ مارٹن کو کاٹلب نے سمجھایا کہ حالانکہ ٹوبیتھیس بے وقوف آدمی ہے مگر

اس وقت یہ واحد شخص ہے جو بطور سائنسداں کے بھی تھوڑی بہت قابلیت رکھتا ہے اور انتظامی کاموں کا بوجھ سنبھالنے کے لئے بھی تیار ہے۔

گاٹلب نے مستعد اور سرگرم قسم کے مینیجروں پر طنز کرنے کی عادت ترک نہیں کی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کی طعن و تشنیع اُس کے خود مینیجر بننے کے گناہ کا کفارہ ہے۔

مگر، اپنے روز کے سرکاری کام تو ایک گھنٹے میں نپٹانا اُس کے لئے ناممکن تھا۔ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر کو بے شمار کانفرنسوں میں شرکت کرنی پڑتی، بہت سے سربرآوردہ اور ممتاز لوگ ملاقات کے لئے اُس کے پاس آتے اور بے شمار کاغذوں پر دستخط کرنے پڑتے۔ لوگ اُسے ڈنر پارٹیوں میں گھسیٹ کر لے جاتے اس کے علاوہ ایک ڈائرکٹر کو لنچ کی ایسی دعوتوں میں بھی جانا پڑتا ہے جن میں بہت ذاتی خوشامد، چرب زبانی اور بک بک کا مظاہرہ ہوتا ہے، اور پھر ان اذیت ناک دعوتوں کی تاریخ اور وقت مقرر کرنے کے لئے بھی ٹیلی فون پر پریشانی اور جھلاہٹ سے کئی کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہر روز ان فرائضِ منصبی کی انجام دہی میں اُسے تین تین چار چار گھنٹے صرف کرنے پڑتے۔ انسٹی ٹیوٹ کے عملے اور اخراجات کے مسائل حل کرتے وقت وہ بار بار جھلا اُٹھتا۔ اس طرح وہ پہلے سے زیادہ چڑ چڑا ہوتا گیا اور انسٹی ٹیوٹ میں اُس کے ہمدرد، غمگسار اور چاہنے والے ساتھی جنہیں ٹبز کبھی پیار محبت سے اور کبھی ڈرا دھمکا کر بظاہر امن بنائے رکھتا تھا اب کھلم کھلا اُس سے لڑتے جھگڑتے۔

اُس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ ڈاکٹر اے ڈی وٹ ٹبز والی کرسی پر پیار اور شفقت کی مورتی بن کر بیٹھ گا مگر وہ اپنی لیبارٹری اور تنگ و تاریک دفتر سے اس طرح چپکا رہتا جیسے بلی مارے ڈر کے میز کے نیچے دُبکی رہتی ہے۔ ایک دو بار اُس نے ڈائرکٹر کے شاندار دفتر میں بیٹھ کر اپنا جاہ و جلال دکھانے کی کوشش کی مگر پھر وہ پرل روبنس کی ٹک ٹک کرتی ٹائپ رائیٹر اور اس وسیع و عریض صاف ستھرے خلا سے بھاگ کر پھر اپنے غار میں جا گھسا جس میں ترقی پسندی اور دنیا دار

اندیشی جیسی خوبیوں کا احساس ہونے کی بجائے جلے سگریٹ اور ردی کاغذوں سے ڈھیر دیکھنے کو ملتے تھے۔

جس طرح سائنسی تحقیق کا کام کرنے والے اداروں میں خود ساختہ محقق اور سائنسدان قبولیت کی سند حاصل کرنے جوق در جوق چلے آتے ہیں، اسی طرح میکگرک میں کئی ریکارڈو زمیں، کسان، اور اسی طرح کے دوسرے لوگ دور دراز کے مقامات سے بہت سا کرایہ خرچ کر کے اپنے دریافت کئے علاج سائنسدانوں سے تسلیم کرانے کے لئے آتے۔ مسیبی کی خاص مچھلی کا تیل جس سے تپ دق کا ہر مریض ٹھیک ہو سکتا تھا، ہم بخاری کی لئی جس سے ہر طرح کے سرطان کا علاج ہو سکتا تھا اور اسی طرح کی بے شمار دوائیں وہ لوگ لے کر آتے۔ ذرا سا بھی موقع ملنے پر وہ اپنے فرسودہ بریف کیسوں میں سے خطوط، تصویریں اور پادریوں کی دی ہوئی سندی تحریریں نکال کر دکھاتے اور گڑگڑاتے، منت سماجت کرتے، ہاتھ جوڑتے کہ انھیں دکھی لوگوں کا علاج کرنے اور اپنے لئے روپیہ کمانے کا موقع دیا جائے۔ ان میں سے کسی کو اپنی بچی کی تعلیم کے لئے پیسے کی ضرورت ہوتی اور کسی کو قرض چکانے کے لئے۔ انھیں اپنے علاج پر اسقدر اعتماد ہوتا اور وہ اسقدر گڑگڑاتے کہ پوچھ تاچھ کے دفتر میں بیٹھے ہوئے کلرک کے لئے انھیں روکنا ممکن نہیں تھا۔

ٹپکتی ہوئی چھت میں سے جس طرح پانی کی ایک ایک بوند گرتی رہے اسی طرح وہ ڈائرکٹر کے دفتر میں گھسے چلے آتے۔ گالب کو ان کی اس حالت پر دکھ ہوتا۔ وہ لوگ نہ صرف میکگرک انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر کا بہت سا قیمتی وقت برباد کرتے بلکہ اس کا یہ بھرم بھی توڑ دیتے کہ وہ بہت سخت دل ہے۔ وہ اس طرح خوف سے لرزتے ہوئے التجائیں کرتے کہ اسے جھوٹے وعدے کرنے پڑتے۔ اور بعد میں وہ تسلیم کرلیتا کہ سختی اور بے رحمی سے پیش آنا ان لوگوں کے حق میں اچھا ہے۔

اس کے روکھے پن اور درشت مزاجی کا شکار اصل میں بڑے بڑے سربرآوردہ اور اہم لوگ ہوتے تھے۔

ڈائرکٹری کے عہدے کا کام نپٹانے میں اتنا وقت صرف ہو جاتا کہ مرض کی ماہیت کی تفتیش کے پیچیدہ مسائل حل کرنے پر پوری توجہ نہیں دی جا سکتی تھی اور یہ تحقیق اتنی توجہ مانگتی تھی کہ انسٹی ٹیوٹ کے انتظام کو درہم برہم ہونے سے بچانا اس کے بس سے باہر کی بات تھی۔

وہ تھولیتھیئس پر صرف کرتا اور بہت سے فیصلے اس پر چھوڑ دیتا۔ مگر تھولیتھیئس کے دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ اچھے انتظام کی نیک نامی تو گاٹلیب لے جائے گا اس لیے وہ بھی ساری توجہ سائنسی کام ہی پر صرف کرتا اور اپنی تمام ذمہ داریاں مِس پرل روبنس پر ڈال دیتا۔ لہٰذا انسٹی ٹیوٹ کی اصل ڈائرکٹر خود بدولت مِس پرل روبنس تھی۔

انسانوں کی کسی بھی بستی میں اس سے زیادہ چالاک اور عیار ڈائرکٹر کا ملنا مشکل ہے۔ پرل اس ڈرامے سے بہت محظوظ ہوتی۔ راس ٹیکگرک کو وہ بڑی احتیاط اور خلوص سے گاٹلیب کی خوبیوں کا یقین دلاتی اور اس کے ساتھ اپنی عقیدت کا پرجوش اظہار کرتی، ریلٹن ہولابرڈ کی چاپلوسی پر وہ اظہار مسرت کرتی، اور ٹیری وکٹ سے دشمنی کے جواب میں کچھ ایسی آہستگی، نرمی اور خاموشی سے اس کے کام کا سازوسامان مہیا کرنے میں رکاوٹ ڈالتی کہ انسٹی ٹیوٹ میں سازشوں کا بازار گرم ہو گیا۔

تھولیتھیئس سے یہ اوکی بول چال بند تھی۔ ٹیری نے ہولابرڈ کو دھمکی دی کہ وہ اسے مزا چکھا دے گا۔ گاٹلیب ہمیشہ مارٹن سے مشورہ مانگتا۔ مگر اس کے کہے پر عمل نہ کرتا۔ انسٹی ٹیوٹ کے منہ پھٹ مگر قابل حیاتیاتی۔ طبیعات دان جاڈمٹ کو چونکہ گاٹلیب سے ٹیری اور مارٹن جیسا لگاؤ نہ تھا اس لئے اس نے بڈھے کو صاف صاف کہہ دیا کہ وہ بہت ہی نکما ڈائرکٹر ہے اور اسے فوراً یہ عہدہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فوراً برخاست کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ ایک بد سے آدمی کو رکھ لیا گیا۔

گاٹلیب اکثر اوقات مارٹن کو "خدا کی ستم ظریفیاں" بیان کیا کرتا تھا۔ مگر اب

مارٹن کو خدا کی سب سے بڑی ستم ظریفی یہ معلوم ہوتی تھی کہ ٹبز جیسے وہ اُس کی نمائش
پسندی، شور وغل کی عادات اور بصیرت و تخیل کے فقدان کے باعث ناپسند کرتا
۔ یہی خصوصیات اُسے اچھا منتظم بناتی تھیں اور دوسری طرف کاٹلب کی ذہانت نے
اُسے ایک ظالم، بے اثر اور کمزور حاکم بنا دیا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے مارٹن اس اصول
کو ماننے کے لیے کبھی تیار نہ ہوتا مگر اب وہ یہ حقیقت جان گیا تھا کہ کسی معیاری ادارے
میں حد سے زیادہ انتظام سے بھی نقصان دہ چیز یہ ہے کہ نظم و نسق، اور معیار کی
پابندیوں سے اُسے بالکل آزاد کر دیا جائے۔ اس لیے اب وہ راتوں کو ٹبز کے
واپس آنے کی دعا مانگا کرتا۔

اُسی زمانے میں گسٹاف سونڈیلیس وہاں آ پہنچا۔ وہ حال ہی میں افریقہ سے
غنودگی کے عارضے کا مطالعہ کر کے واپس آیا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ میں آ کر اُس نے مہمان
سائنسدانوں کی ایک لیبارٹری سنبھال لی۔ اُس کی آمد نے وہاں کے کاروبار پر تو
کوئی خاص اثر نہ ڈالا مگر اُس ادارے کا امن و سکون تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

دنیاوی علاج کا مجاہد، گسٹاف سونڈیلیس، جس کا ایک لیکچر مارٹن کو دکھی دنیا سے
نیوٹلس بھیجنے کا باعث بنا تھا، اب بھی اُس کا ہیرو تھا۔ مارٹن کی نظر میں سونڈیلیس
کی شخصیت کاٹلب کے ادراک و شعور، ٹیڈ سلو کے لطف و کرم، ٹیری کی تند و سخت
ایمانداری کا امتزاج تھی۔ ان کے خوبیوں کے علاوہ سونڈیلیس کی خوشحالی اور فیاضی
سونے پر سہاگہ تھی۔ یہ صحیح ہے کہ سونڈیلیس کے ذہن سے مارٹن کی یاد بالکل محو ہو چکی
تھی۔ منیاپولس میں وہ شام گزارنے کے بعد اُس نے اتنی شراب پی تھی، اتنے لیکچر
کیے تھے، اتنی جگہوں پر گیا تھا اور اتنے لوگوں سے ملا تھا کہ مارٹن کو یاد رکھنا اُس کے لیے
ناممکن تھا۔ مگر اُسے یہ پرانا تعلق یاد کرایا گیا اور ایک ہفتے کے اندر ہی سونڈیلیس
مارٹن، اور ٹیری میں اس قدر دوستی ہو گئی کہ یہ تینوں اکثر اکٹھے آوارہ گردی کرتے، کھانا
کھاتے، اور بحث مباحثے کرتے دیکھے جاتے۔ مارٹن کے مکان پر بھی اب مے نوشی
کی محفلیں گرم ہونے لگیں۔

سونڈیلیس کے سن کی رسّی جیسے بھورے پریشان بال اب تقریباً سفید ہو چکے تھے مگر اس کے شانے اسی طرح مضبوط اور چوڑے تھے، پیشانی ویسی ہی کشادہ تھی اور اس کے دنیا کو پاک و صاف بنانے کے منصوبے ویسے ہی طوفانی تھے۔ مگر ان منصوبوں کے ساتھ اپنی چند روزہ زندگی میں دنیا کی کچھ ناپاک چیزوں کا لطف اٹھانے کی طرف وہ بے توجہی برتتا تھا۔

اس کا ارادہ تھا کہ غنودگی کے عارضے کی رپورٹ تیار کرنے کے بعد یورپ کے بعض گرم ملکوں میں لگنے والی بیماریوں کے علاج سکھانے کا ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے میکگرک اور صاحب دولت مسٹر مینگن (جو نیز کے سنے سرپرست تھے) کو گھیرا۔ وقت بے وقت وہ گاٹلب کو بھی جا گھیرتا۔

گاٹلب کی وہ بہت قدر کرتا اور اس کے متعلق اپنی عقیدت کا ڈھنڈورا بھی بہت پیٹتا تھا۔ گاٹلب بھی اس کی ہمت کا مداح تھا۔ اور کاروباری ذہنیت سے اس کی نفرت کو اپنے خیالات کے مطابق پاتا تھا مگر اس کی موجودگی گاٹلب کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ سونڈیلیس کی خوشدلی، تحسین و ستائش، چاق و چوبند رجائیت، شیخی مارنے کی عادت اور خوف زدہ کر دینے والے ڈیل ڈول سے وہ بدحواس ہو جاتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گاٹلب کو یہ حقیقت ناگوار گزرتی ہو کہ سونڈیلیس عمر میں تو اس سے صرف گیارہ سال ہی چھوٹا تھا (گاٹلب کی عمر انہتر ۶۹ سال کی عمر کے مقابلے میں صرف اٹھاون سال کا تھا) مگر دکھائی تیئس سال چھوٹا دیتا تھا، اور اپنی زندہ دلی اور خوش مزاجی کے لحاظ سے تو وہ پچاس برس چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔

جب سونڈیلیس کو گاٹلب کے عادات اور جذبات کا احساس ہوا تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ زور شور کے ساتھ مدح و ستائش کر کے اس کے دل سے یہ نقش مٹانا چاہا۔ گاٹلب کی سالگرہ پر سونڈیلیس نے اسے مخمل کی سرخ اور ارغوانی واسکٹ تحفے کے طور پر دی۔ جب وہ گاٹلب سے ملاقات کے لیے اس کے مکان پر گیا، جیسا کہ وہ اکثر جایا کرتا تھا، تو اس بیچارے کو وہی وحشتناک واسکٹ پہن کر بیٹھنا پڑا۔

سونڈیلیس نے موسیقی میں اُس کی بدذوقی پر بڑے زور شور سے تنقید شروع کردی۔ مگر یہ بات گاٹلب نہیں جانتا تھا کہ سونڈیلیس نے ان ملاقاتوں کی خاطر ہی نمائشی قسم ڈنر پارٹیوں کو ترک کر دیا ہے۔

جس طرح انہماک سے کام کرنے کی خوبی اپنانے میں مارٹن ٹیری کا پیروکار تھا اسی طرح ہمت اور حوصلے کے اوصاف پیدا کرنے کے لئے وہ سونڈیلیس کی طرف دیکھتا اور ایسے زمانے میں جبکہ انسٹی ٹیوٹ ایک پاگل خانہ ہو گئی تھی۔ کام کرنے کے لئے ہمت، حوصلے اور لگن کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔ اور مارٹن اپنا کام کر رہا تھا۔

(۵)

گاٹلب سے مشورہ کرنے اور جراثیم کے حشرات کے متعلق یونین کے ساتھ ایک ہنگامی کانفرنس میں شریک ہونے کے بعد وہ "جراثیم خور مادہ" کی مدد سے گلٹی دار پلیگ کا علاج کرنے کے تجربے میں لگ گیا۔

اُس کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب وہ سونڈیلیس سے پلیگ کی دباؤ کے متعلق اُس کے تجربات پوچھتا تو معلوم ہوتا جیسے مارٹن کے لئے یہ وبائیں کوئی خوشگوار چیز ہیں۔ جب وہ اُن پتلے پتلے چھپکلیوں جیسے چوہوں کو دواؤں کے انجکشن لگاتا تو مارے خوشی کے گنگناتا اور ان چوہوں کو پیارے کے ناموں سے پکارتا ایسے عالم میں اگر کوئی اور اُسے دیکھ لیتا تو یہی سمجھتا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے۔

اُس نے دیکھا کہ "جراثیم خور مادہ" کو جسم میں داخل کرنے کے بعد چوہے پر طاعون کا اثر نہیں ہوتا اور اگر اسے اُن کی خوراک میں ڈال کر کھلا دیا جائے تو بیماری پھیلانے والے چوہوں میں سے طاعون کے جراثیم بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ان تجربات سے اُس نے معلوم کیا کہ اس بیماری کا علاج دریافت کیا جا سکتا

ہے۔ اُن دنوں انہماک، خوشی اور اضطراب کی آمیزش سے اُس کی وہی حالت ہو گئی جو اصول ۶۰۶ کے تجربے کے ابتدائی دنوں میں تھی۔ وہ ساری ساری رات کام کرتا ...... رات کے اندھیرے میں جب ساری دُنیا سوئی ہوتی تو وہ لیبارٹری کی ہلکی روشنی کے نیچے خوردبین کے پاس کھڑا شیشے کی نالی کی مدد سے طاعون کا ایک جرثومہ الگ کرنے کی کوشش میں لگا ہوتا۔

کام کرتے وقت اپنے آپ کو چوہوں کے پسوؤں کی چھوت سے بچانے کے لئے وہ ربڑ کے دستانے اور ربڑ کے اونچے بوٹ پہنتا اور بازوؤں پر چمڑے کی پٹیاں باندھتا۔ یہ چیزیں پہن کر اُس کا جوش و خروش دو چند ہو جاتا اور میک گل میں دوسرے لوگوں کو اس بھیس میں وہ جادو کرنے والا پراسرار سا کیمیا گر معلوم ہوتا۔ انسٹی ٹیوٹ کے لئے وہ ایک طرح سے ہیرو کی حیثیت رکھنے لگا تھا مگر زیادہ تر وہ طعن و تشنیع اور ہنسی مذاق کا ہدف بنا رہتا۔ جس طرح دفتروں میں کام کرنے والے سرگرم و پُرجوش کاروباری آدمی اور دیہات میں بات بات پر نکتہ چینی کرنے والے بوڑھے ساٹھ والوں کے ہنسی مذاق کا شکار ہوتے ہیں اُسی طرح تحقیق کے شیدائیوں کو بھی اس طرح کی رائے زنی کا ہدف بننا پڑتا ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے کیمسٹ اور دوسرے سائنسداں اُسے "آفت" کے نام سے پکارتے، اُس کے کمرے میں جانے سے انکار کر دیتے اور گیلری میں اگر اُس سے سامنا ہو جاتا تو ظاہر کرتے جیسے پہلو بچا کر نکل جانا چاہتے ہوں۔

جب وہ ایک کے بعد دوسرا تجربہ کر رہا تھا اور سائنس کے اس ڈرامے میں اچھی طرح کھو چکا تھا تو اپنے متعلق اُس کی رائے بہت اچھی ہو گئی تھی اور اُس نے یہ بھی محسوس کیا کہ دوسرے لوگ اُس کی بات کو سنجیدگی سے سنتے ہیں۔ اُن دنوں اُس نے طاعون پر "جراثیم خور مادہ" کے اثرات سے متعلق ایک محتاط قسم کا مقالہ لکھ کر چھپوایا جس کا کئی سائنسی جریدوں نے ذکر کیا۔ یہاں تک کہ گھبرائے ہوئے پریشان گاٹلب نے بھی تعریف کی حالانکہ وہ اُس کی طرف کوئی خاص توجہ

نہ دے سکا تھا اور مدد کرنے کے تو وہ قابل ہی نہ رہا تھا۔ مگر ٹیری وکٹ نے بہت ہی سرد مہری دکھائی۔ مارٹن کے اتنے شاندار کام پر اُس نے صرف یہی جتانے کے لئے خوشی کا اظہار کیا کہ اُسے حد نہیں محسوس ہو رہا۔ وہ بار بار یہ سوال پوچھتا کہ آیا ان تجربات کے دوران میں مارٹن نے "جراثیم خور مادہ" کا بنیادی کردار معلوم کرنے کی تحقیق بھی جاری رکھی ہے۔ اور کیا وہ فزیکل کیمسٹری کا مطالعہ بھی کرتا ہے یا نہیں۔

پھر مارٹن کو ایک ایسا اسسٹنٹ ملا کہ آج تک کسی سائنسداں کو میسر نہ ہوا ہوگا۔ اور یہ اسسٹنٹ گستاف سونڈیلس تھا۔

گرم ملکوں کی بیماری کے علاج کا سکول کھولنے کے منصوبے میں وہ ناکام ہو چکا تھا۔ اب وہ کوئی اور "آفت ڈھانے" کا پلان بنا رہا تھا۔ اُسے کئی وباؤں کا تجربہ تھا۔ اور طاعون کے ساتھ تو اُسے ایک خاص لگاؤ تھا۔ جب اُس نے مارٹن کا کام دیکھا تو اُس کی رال ٹپکنے لگی۔ وہ بولا۔

"بخدا تمہاری دریافت تورن، ہافکن اور دوسرے سائنسدانوں سے بھی بہتر ثابت ہو سکتی ہے۔ شاید تم طاعون کو جڑ سے اکھاڑنے میں کامیاب ہو جاؤ اور اس طرح ہندوستان کے لاکھوں بدبختوں کی زندگیاں بچا لو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ کام میں شریک کر لو!

اور یوں اس کام میں وہ مارٹن کا رفیق اور مددگار بن گیا۔۔۔ ایک بغیر تنخواہ کا انتھک مددگار جو زیادہ مشاق اور چابکدست تو نہیں تھا مگر اُس کی پھرتی، تیزی اور زندہ دلی بڑی کارآمد خصوصیات تھیں۔ مارٹن کی طرح وہ بھی بے قاعدگی کا دلدادہ تھا۔ ہمیشہ بے وقت کھانا اُس کی زندگی کا اصول تھا۔ اپنی مرضی سے وہ رات بھر کام کرتا اور تڑکا ہونے پر شعر کہنے لگتا مگر یہ شاعری فقط تک بندی سے زیادہ اور کچھ نہ ہوتی۔

مارٹن راتوں کو ایک تنہا شکاری کی طرح کام کیا کرتا تھا۔ لیورا کی ایک انوکھی خصوصیت، جسے وہ سب سے زیادہ پسند کرتا، یہ تھی کہ اگر وہ سامنے بیٹھی ہوتی تب

بھی اُس کی موجودگی کا احساس نہ ہوتا۔ شروع شروع میں تو سونڈیلیس کا ہر وقت سر پر سوار
رہنا اُسے بہت ہی بُرا لگا حالانکہ جس خوش وخروش اور تندہی سے وہ طاعون پھیلانے
والے چوہوں کو ختم کرتا وہ مارٹن کے لیے بڑا دلچسپ نظارہ ہوتا! مگر وہی سونڈیلیس
جو گفتگو اور بات چیت کے وقت اسقدر شور مچاتا کام کے وقت بالکل خاموش ہو
جاتا۔ مارٹن جب انجیکشن دیتا تو اُس وقت وہ بڑی مہارت سے جانوروں کو تھام کر
رکھتا، اور مارٹن کے لیے پیسٹیس، جراثیموں کے کلچر بھی بنا دیتا۔ ایک بار آدھی
رات کے بعد لیبارٹری میں مارٹن کی مدد کرنے والا ٹیکنیکل ماہر گھر چلا گیا (انسٹی ٹیوٹ
کا یہ ملازم یوں تو مارٹن کا کہا مانتا تھا مگر دن رات میں چھ گھنٹے تک سونے کا اصول
نہ توڑتا اور کبھی کبھی اُسے ہارلیم میں اپنے بیوی بچوں کو دیکھنے بھی جانا ہوتا) اُس وقت
آدھی رات کے وقت جب مارٹن کا مددگار چلا گیا تو سونڈیلیس نے اُس کے لئے
خوشی خوشی شیشے کے سامان اور سوئیوں وغیرہ کو گرم کیا اور پھر جانور خانے میں سے چوہے
وغیرہ لانے کے لئے اپنی بے ڈھنگی چال سے چلتا چھت پر بھی چڑھ گیا۔

اب سونڈیلیس حاکم اور افسر کے رُتبے سے گر کر مارٹن کا غلام ہو گیا۔ مگر اُسے
اس تبدیلی کا کوئی احساس نہ ہوا۔ پکر یو کی طرح سنسنی پھیلانے کا شائق ہونے کے باوجود
وہ نیک نامی حاصل کرنے یا افسری کا رعب جمانے کی خواہش سے بالکل بے نیاز
تھا۔ اس لئے اُن دونوں میں سے کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ اُن کے تعلقات کی نوعیت
اب بدل گئی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے سگرٹ مانگ لیتے، رات بھر کھلے رہنے
والے ریستوراں میں جا کر کافی پیتے اور "ہاٹ ڈاگ" کھاتے اور لیبارٹری میں معائنہ
کرنے والی جراثیم زدہ نلکیوں کو مل کر گرم کرتے۔

باب اکتیسواں

یونان سے چین میں ۔۔۔ اور پھر وہاں کے پُر شور، چمکتے ہوئے بازاروں سے ایک چیز رینگتی ہوئی چلی۔ سورج کی روشنی میں وہ غائب ہو جاتی اور رات کے اندھیرے میں پھر حرکت میں آ جاتی۔ اس منحوس و بدشکل چیز نے لگاتار اور مسلسل رینگتے ہوئے ہمالیہ کو پار کیا، پھر ایک وسیع و عریض ریگستان کو عبور کر کے گرم اور زرد پانی والے دریاؤں کو پھلانگا اور پھر کوچہ و بازار سے گزرتی امریکہ کے ایک مسیحی ادارے کی عمارت کے احاطے میں جا پہنچی۔ اس کے بعد پھر نہایت خاموشی اور اعتماد سے رینگتی ہوئی چل دی۔ جس طرف سے بھی یہ گزرتی وہاں راستے میں ایک آدھ آدمی کا چہرہ سیاہ پڑنے لگتا اور وہ طاعون کا شکار ہو کر گر پڑتا۔

بمبئی میں بندرگاہ کی گودی کا ایک نیا پہرے دار حالات سے بے خبر بڑی بلند آواز میں اپنے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے چوہوں کی ایک نئی عادت کا ذکر کر رہا تھا جسے اُس نے حال ہی میں دیکھا تھا۔

وہ بتا رہا تھا کہ تیر کی رفتار سے بھاگنے والے، بلوں اور نالیوں کے یہ شہزادے دیوانے ہو گئے ہیں۔ وہ گودام کے فرش پر جمع ہو جاتے ہیں اور (اُس نے مسرت بھرے لہجے میں بتایا) پھر اس طرح سے کودتے ہیں جیسے اُڑنے کی کوشش کر رہے ہوں اور پھر فوراً ہی گر کر مر جاتے ہیں۔ اُس نے کہا کہ میں انھیں لکڑی سے بہت چھیڑتا ہوں مگر وہ بالکل بے جان ہوتے ہیں۔

تین روز بعد بندرگاہ کی گودی کا یہ پہرے دار طاعون کا شکار ہو کر ختم ہو گیا۔ پہرے دار کے مرنے سے پہلے اُس گودی سے گیہوں کا بھرا ایک جہاز مارسیلز کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ بھر اُس جہاز میں کوئی شخص بیمار نہیں ہوا۔ مارسیلز پہنچ کر

یہ جہاز ایک سامان لے جانے والے دُخانی جہاز کے ساتھ جا کھڑا ہوا اور یہ دُخانی جہاز مونٹی ویڈیو میں لنگر انداز ہوا اور وہاں اس جہاز کے دو افسروں میں بحث شروع ہو گئی کہ راستے جزیرہ سینٹ ہیلنا جانے والے ایک جہاز "ایس۔ایس بین ڈاون کاسل" کے قریب کیوں نہ ٹھہرایا جائے تاکہ عمارتی لکڑی کے علاوہ جہاز پر کوئلہ بھی لاد لیا جائے۔

جزیرہ سینٹ ہیلنا جاتے ہوئے "بین ڈاؤن کاسل" نام کے جہاز پر گوا کا رہنے والا ایک لڑکا (جو بہت خستہ حال تھا) اور بعد میں باورچی خانے کا منتظم یکے بعد دیگرے ایک ایسی بیماری سے چل بسے جسے جہاز کا کپتان وبائی زکام (انفلوئنزا) کا نام دیتا تھا۔ ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ بہت سے چوہے (جن کا عمارتی لکڑی سے پیٹ نہیں بھرتا تھا) اشیائے خوردنی کے گوداموں میں گھس جاتے، پھر عرشے پر چلے جاتے اور بظاہر بغیر کسی وجہ کے کھلے ڈیک پر آ کر موت کی نیند سو جاتے، مرنے سے پہلے وہ مضحکہ خیز طریقے سے ناچتے اور پھر جہاز کی موریوں میں اُن کے بے جان جسم پڑے پڑے اینٹھ جاتے۔

اس حالت میں "بین ڈاؤن کاسل" سینٹ ہیلنا کی بندرگاہ اور وہاں کے دارالحکومت جیمز ٹاؤن پہنچا۔

جزائر غرب الہند کے جنوب میں سینٹ ہیلنا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے مگر ایک لاکھ کی آبادی یہاں اپنا روزگار حاصل کرتی ہے ——— یہاں کاشت کرنے اور دفتروں میں کام کرنے والے انگریز، سڑکیں بنانے والے ہندو، گنا اُگانے والے نیگرو، اور تجارت کرنے والے چینی رہتے ہیں۔ اس جزیرے کی پہاڑیاں اور ریت کے میدان انسانی جدوجہد کی سالہا سال کی تاریخ کے امین ہیں۔ یہاں ہسپانیہ کے بحری قزاقوں نے مرمت کے لئے اپنے جہازوں کے لنگر ڈالے، یہاں دمنبری کے نواب نے پاگل ہونے کے بعد جھنڈیوں کی مرمت شروع کر دی تھی اور اپنے غلاموں کو گنے کی فصل جلانے کا حکم دیدیا تھا۔

یہیں وہ عاشق مزاج کسان گاسٹن لوپو مادام دی میرلیمونٹ کو عیش و عشرت کی زندگی گزارنے لایا تھا یہ سلسلہ اسوقت تک چلتا رہا جبتک کہ وہی غلام جنھیں وہ کوڑے مار کر حظ اٹھایا کرتا تھا، اس پر پل پڑے اور اس کی تکا بوٹی کر ڈالی اور وہاں کے عالیشان سایہ بان پر خون ہی خون نظر آنے لگا۔

آج سینٹ ہبرٹ میں گنّے کے کھیتوں کی، نورڈ کارؤں کی اور نارنگی کے باغوں کی افراط ہے یہاں کوکو کی سرخ اور زرد پھلیاں پائی جاتی ہیں، کیلے اور ربڑ کے بے شمار درخت ہوتے ہیں اور بانس کے جنگل ملتے ہیں، یہاں کلیسائے انگلستان کے بہت سے گرجے اور ٹین کی چھتوں والی عبادت گاہیں ہیں، سیاہ فام دھوبی گھاٹوں پر کپڑے دھوتے ہیں، بے انتہا گرمی پڑتی ہے اور قرمزی رنگ کے پھول ساری وادی کو گلزار بنائے رکھتے ہیں۔ آج اس جگہ پر جدید تہذیب کی ساری آب و تاب اور چمک دمک نظر آتی ہے، سیاحوں کی ٹولیاں گھومتی ہیں، گنّے کے بیوپاری دھوتی اور تاریں کھینچتے ہیں اور دوپہر کو سورج بڑی بے رحمی سے چمکتا ہے۔

بیاٹ سے بے رنگ اور پُر شور شہر بلیک واٹر میں ہر طرف ٹین کی چھتوں اور پلاسٹر کی دیواروں والے مکان ہیں۔ رات کو روشنی میں جگمگاتی ہوئی یہاں کی سڑکیں دودھ کی طرح سفید دکھائی دیتی ہیں۔ نارنجی رنگ کے پھول یہاں کثرت سے ملتے ہیں اور اکثر دوکانوں پر شہ نشینیں بنی ہوئی ہیں۔ تنگ گلیوں میں واقع ان اندھیری دوکانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ اس شہر کے ایک طرف بندرگاہ ہے اور دوسری طرف بہت بڑی دلدل۔ مگر اس کی پشت پر پلینیرتھ کی پہاڑیاں اپنے سر اونچے کئے کھڑی ہیں۔ اس پہاڑی کی بلند چوٹیوں پر کھجور کے درختوں کی خوشگوار فضائیں گورنر کا محل کھڑا ہے جس کی کھڑکیاں سمندر میں بہتے ہوئے جہازوں کے بادبانوں کی طرف تکا کرتی ہیں۔

اس بڑی سی بے ہنگم عمارت میں، جو ہمیشہ اونگھتی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی سینٹ ہبرٹ کے گورنر ہز ایکسی لینسی کرنل سر رابرٹ فیر لیمب رہتے تھے۔

سر رابرٹ نیر لیمب بہت خوب آدمی تھے۔ وہ چٹکلے سنایا کرتے تھے اور جوانی کے دنوں میں شراب کے سات پیالے پینے کے بعد ہی سگرٹ کو ہاتھ لگاتے تھے۔ مگر وہ لوگوں میں مقبول نہیں تھے اور گورنری کا عہدہ اُن کیلئے کانٹوں کا تاج بنا ہوا تھا۔ گورنر سے دوسرے نمبر پر اونچی ناک والے، دھان پان سے آنریبل سیٹ ایرک جارج ٹانی فورڈ بڑے ظالم و جابر حاکم تھے۔ سینٹ نوتھن کے علاقے میں آپ کی دس ہزار ایکڑ زمین تھی۔ اپنے افسرِ اعلیٰ کے متعلق ٹانی فورڈ کی رائے تھی کہ "ہز ایکسی لینسی بے وقوف سا آدمی ہے"۔ نیر لیمب کو یار لوگ ایسی باتیں حاشیہ آرائی کے ساتھ بتایا کرتے پھر گورنر کو بالکل ختم کرنے کے لئے سینٹ ہبرٹ کی مجلسِ قانون ساز "ہاؤس آف اسمبلی" میں جارج ولیم وائیگان اور "ریڈ لیگ" فرقے سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کیلیٹ کے درمیان ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا۔

"ریڈ لیگ" غریب اور مزدور پیشہ سفید فام اسکاٹ آئرستانوں کا فرقہ تھا جن کے آباؤ اجداد دو سو سال پہلے روزگار کی تلاش میں سینٹ ہبرٹ آئے تھے۔ اس فرقے کے اکثر لوگ ابھی تک مچھلیاں پکڑتے اور کھیتوں میں کام کرتے تھے مگر اُن میں چھوٹے سے منہ والا غصیلا اور محنتی کیلیٹ نام کا شخص دفتر میں کام کرنے والے چپراسی سے ترقی کرتے کرتے جہاز چلانے کی کمپنی کا مالک ہو گیا۔ درآنحالیکہ جبکہ اُس کا باپ ابھی تک سمندر میں مچھلیاں پکڑنے جایا کرتا تھا۔ کیلیٹ اسمبلی میں خدائی تازیانہ بنا ہوا تھا۔ اُسے کفایت شعاری کا خبط تھا اور خاص طور پر ایسی کفایت شعاری جس سے اسمبلی میں اس کا ساتھی ممبر جارج ولیم وائیگان چڑ جائے۔

جارج ولیم کو لوگ کبھی کبھی "بڈھا جو" کے نام سے پکارا کرتے، اُسے "ایس ہاؤس کا بادشاہ" بھی کہا جاتا تھا (ایس ہاؤس سینٹ ہبرٹ کا شراب خانہ تھا جو ہر راہرو کو مے نوشی کی دعوت دیتا اور بے شمار زندگیاں تباہ کرتا)۔ یہ شخص لنکا شائر میں ایک چھوٹے سے عبادت خانے کی پشت پر تنگ سے مکان میں پیدا ہوا تھا۔ اب وہ سینٹ ہبرٹ کی بڑی بڑی دکانوں جنھیں "بلیو بازار" کہا جاتا،

کا مالک تھا اور دینی زود پلا میں تہا کہ "سمگل" کرنے کا دھندا بھی کرتا تھا ایک طرف تو جارج دیم نا عاقبت اندیش ہنسنے گانے والا زندہ دل شرابی تھا دوسری طرف "ریڈ لیگ" فرقے کا ممبر کیلیٹ، کوڑی کوڑی کا حساب رکھنے والا راسخ طبیعت کا زاہد مزاج آدمی تھا۔

کیلیٹ اور جارج دیم نے ایک تنازعہ کھڑا کر کے اسمبلی کے ممبروں کو دو گروہوں میں بانٹ دیا۔ کسی معقول اور شریف آدمی کے لئے ان دونوں کے دلائل کے حسن و قبح پر کھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کیلیٹ ایک سنجیدہ، متین اور راسخ آدمی تھا جس کے عروج کی داستان سے جوانوں کو حوصلہ ملتا تھا جبکہ جارج دیم بیزار، شرابی، قمار باز، سمگلر اور بھدا سا آدمی تھا۔ جو گھٹیا قسم کے سوتی کپڑے بیچتا اور جس کی سب سے بڑی خوبی اس کی گھٹیا درجے کی خوش مزاجی تھی۔

کفایت شعار کیلیٹ نے حکومت کے اخراجات کم کرنے کی جدوجہد کا پہلا نتیجہ یہ حاصل کی کہ اس نے ایک آرڈیننس پاس کر ڈالا جس کی رو سے افسر دو صورت کو نوکری سے جواب دیدیا گیا جو بانسری بجانے کا ماہر تھا۔ اور سینٹ ہبرٹ میں چوہے پکڑنے کی خدمت پر مامور تھا۔

جارج دیم ودیگان نے ایوان کے اندر بحث کے دوران میں اس بات پر بہت زور دیا اور نیز لیمب سے ذاتی طور پر بھی یہی کہا کہ چوہے اناج ضائع کرتے ہیں اور شاید بیماری بھی پھیلاتے ہیں اس لئے ہز ایکسی لینسی کو یہ قانون رد کر دینا چاہیئے گورنر یہ دلیل سن کر گھبرا گیا اور اس نے وہاں کے سرجن جنرل ڈاکٹر آر۔ اے۔ اچکیپ جونز کو (جو ڈاکٹر کی بجائے مسٹر کہلوانا پسند کرتا تھا) بلایا۔

ڈاکٹر اچکیپ جونز ایک دبلا پتلا، دراز قد جھگڑالو بے رحم اور نو عمر سا آدمی تھا۔ گھر سے آئے اُسے دو ہی سال ہوئے تھے اور اب وہ واپس جانا چاہتا تھا۔ اس نے سر البرٹ کو اپنی رپورٹ میں بتایا کہ مکھیاں، اور چوہے بہت سی بیماریاں پھیلاتے ہیں (طاعون، چھوت کا یرقان، چوہے کے کاٹنے کا بخار، اور شاید کوڑھ) مگر ان میں سے

کوئی بیماری بھی سینٹ ہبرٹ میں نہیں ہوتی اور نہ ہی یہاں ہو سکتی ہے سوائے کوڑھ
کے جو کہ یہاں کے عجیب الہیئت مقامی باشندوں کے لئے قدرت کی سزا ہے۔
انجکیپ جونز نے مزید کہا کہ سینٹ ہبرٹ میں سوائے ملیریا، ڈنگو بخار اور کاہلی کے
کوئی بیماری نہیں ہوتی اور اگر "ریڈلیگ" فرقے کے کیلیٹ جیسے لوگ طاعون سے
مرنا چاہتے ہیں تو کسی شریف آدمی کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینٹ ہبرٹ کی اسمبلی اور وہاں کے گورنر نے اپنے اختیارات
سے کام لیتے ہوئے چوہے پکڑنے کے ماہر کو گنے اور اس کے رنگدار نسل کے پھدک
پھدک کر چلنے والے اسسٹنٹ کو برخاست کر دیا۔ چوہے پکڑنے والا تو موٹر ڈرائیور
ہو گیا۔ وہ کینیڈا اور امریکہ سے آنے والے سیاحوں کو گھماتا۔ یہ لوگ بارباڈوس اور
ترینیداد کے درمیان سفر کرتے ہوئے ایک دو روز کے لئے سینٹ ہبرٹ ٹھہرتے
اور وہ شوفر کے علاوہ "گائڈ" کے فرائض بھی سرانجام دینے کے لئے انہیں ایسے پہاڑی
راستوں پر گھمانے کے لئے لے جاتا (جو اس کی نظر میں ایک پرانی چھکڑا موٹر کے
لئے زیادہ دشوار گزار نہیں تھے) اور متجسس سیاحوں کو پھولوں کے متعلق غلط سلط
سی باتیں بتاتا۔ چوہے پکڑنے والے کا اسسٹنٹ نوکری سے برخاست ہونے کے
بعد، ایک بھجن منڈلی کا لیڈر اور بڑا معزز قسم کا "سمگلر" بن گیا۔ ادھر چوہوں کو کھل
کھیلنے کی آزادی ملی تو وہ بہت خوش ہوئے اور چوہیاں سال کے اندر ایک ایک
جھول میں دس سے لے کر تیرہ بچے تک جننے لگیں۔

مگر دن کے وقت چوہے نظر نہیں آتے تھے۔ کیلیٹ نے کہا۔ چوہوں کو بلی
کھا جاتی ہے۔ ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔ مگر رات کے وقت گوداموں اور ساحل
کے ساتھ ساتھ کشتیوں میں چوہوں کی فوج اپنی اچھل کود شروع کر دیتی۔ انہوں نے
دیہات کی طرف بھی کوچ کرنا شروع کر دیا اور وہاں وہ کاربٹ گاؤں کے آس پاس
ایک خاص قسم کی گلہریوں کو، جو وہاں بہت ہوتی ہیں، اپنی چھوت کے جراثیم دے دیتے
چوہے پکڑنے والے کو نوکری سے علیحدہ کرنے کے ڈیڑھ سال بعد جب

"بین ڈاؤن کاسل" نام کے جہاز نے مونٹی ویڈیو سے "کونسلر پائنٹ" میں آ کر لنگر ڈالے
تو گوداموں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں میں سے جہاں تک رہی دس ہزار چمکتی ہوئی
چھوٹی چھوٹی آنکھوں نے اُسے دیکھا۔

بطور ضابطے کے جہاز کے ملاحوں نے لنگر کے رسوں پر چپکے رہنے والے
کانٹے لگا دیئے۔ (اس اقدام کا تعلق اُن اموات سے نہیں تھا جن کی وجہ جہاز کے
کپتان نے انفلوئنزا بتائی تھی) مگر رات کو انھوں نے وہ تختے نہیں اُتارے جو جہاز
پر سوار ہونے کے لئے لگائے جاتے ہیں اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ رات کے اندھیرے
میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک آدھ چوہا جہاز میں سے کھسک کر ساحل پر پہنچ جاتا
اور بلیک واٹر کی بندرگاہ پر اپنے کھائی بندوں سے جا ملتا۔ وہاں اُسے اپنی اس
برادری میں عمارتی لکڑی کے مقابلے میں زیادہ لذیذ چیزیں کھانے کو ملتیں۔ "بین ڈاؤن
کاسل" نام کا جہاز بڑے آرام وسکون سے واپس گھر کے لئے روانہ ہو گیا اور پھر
سرجن جنرل انگلیپ جونز کو آؤن ماؤتھ کی بندرگاہ سے تار آیا کہ جہاز کو وہاں
پر روک لیا گیا ہے کیونکہ سارے ملاح طاعون سے مر گئے ہیں۔

اس مختصر سے تار میں موت کی خبر دینے والے یہ الفاظ ہڈیاں پگھلا دینے
والی آگ سے لکھے گئے معلوم ہوتے تھے۔

اس تار کے ملنے سے دو روز پیشتر بلیک واٹر میں جہاز پر سامان لادنے
والا ایک مزدور ایک نامعلوم سی بیماری کا شکار ہو گیا۔ یہ بڑی تکلیف دہ بیماری
تھی جس میں اُسے گلٹیاں پڑ گئیں اور وہ ہذیان بکنے لگا۔ انگلیپ جونز نے کہا کہ یہ
طاعون نہیں ہو سکتا کیونکہ سینٹ ہربرٹ میں پلیگ کی وبا کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ ان
کے مشیر ڈاکٹر سٹوکس نے جواب دیا کہ آپ جو چاہے کہیں مگر یہ طاعون ہی ہے۔

روکھا اور خشک مزاج سا ڈاکٹر سٹوکس سینٹ سوتھن کے حلقے میں میڈیکل آفیسر
کے عہدے پر مامور تھا۔ مگر سوتھن کے دیہاتی ماحول میں وہ نچلا نہ بیٹھتا بلکہ سارے
جزیرے میں گھومتا اور انگلیپ جونز کے لئے وبال جان ہو جاتا۔ اس نے ایڈنبرگ

۔۔نیورسٹی سے ایم۔ بی کی ڈگری لی تھی۔ افریقہ کے جنگلی علاقوں میں بھی وہ کام کر چکا تھا۔ اُسے ہیضہ، آبِ سیاہ کا بخار اور دوسری بہت سی بیماریاں ہو چکی تھیں۔ سینٹ ہیرٹ میں تو وہ شاید صحت یاب ہونے اور اچکیپ جونز کو تنگ کرنے کے لئے آیا تھا۔ وہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ اس نے ٹینس میں بھی اچکیپ جونز کو شکست دی تھی اور بڑی بے حیائی سے غلط کھیل کر جیت گیا تھا ــــ اُس نے چھوٹتے ہی وہ ہاتھ مارا جس کی امریکی سے ہی توقع ہو سکتی تھی۔

سٹوکس جو ایک بازاری قسم کا "بور" شخص تھا اپنے آپ کو ماہر جراثیمیات بھی سمجھتا تھا۔ بندرگاہ کی گودیوں میں اُسے گھومتے دیکھ کر نفرت ہوتی تھی۔ زردی سے سُرخی مائل بال، بندر جیسا لال مُنہ اور پتلا دُبلا بے ڈھنگا سا جسم ــــ گودیوں میں یہ شخص گھس کر چوہے پکڑتا، اُن کے پسوؤں سے جراثیم پر ورده بناتا اور بکواس کیا کرتا کہ یہ طاعون کے جراثیم ہیں۔

ایک بار اچکیپ جونز نے اوچھے انداز سے بگڑ کر مگر بڑی نرمی سے کہا "جنابِ عالی چوہوں میں یہ جرثومہ تو ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔"

یہ بتیاں جلانے والا مر گیا تو سٹوکس کے اس مطالبے نے اُسے پریشان کر دیا کہ سینٹ ہیرٹ میں طاعون کا خطرہ تسلیم کر لیا جائے۔

"اگر یہ طاعون ہے بھی، جس کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا، تو بھی لوگوں میں گھبراہٹ پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ایک اتفاقی کیس ہے۔ بیماری کے وبائی شکل اختیار کرنے کا کوئی امکان نہیں۔" اچکیپ جونز نے کہا۔

مگر جلد ہی بہت سے اور لوگ بھی طاعون کا شکار ہوئے۔ ایک ہفتے کے اندر پانی کے محکمے میں کام کرنے والے تین کارکن اور لوائنٹ کارب کا ایک مچھیرا ایک ایسی بیماری کا شکار ہو گئے جس کے متعلق اچکیپ جونز کو بھی مجبوراً کہنا پڑا۔ "ایمینس نے اپنی کتاب میں گرم ممالک کی بیماریاں بیان کرتے ہوئے جو علامتیں بتائی ہیں اُن کے مطابق تو یہ طاعون ہی ہو سکتا ہے۔" اِن علامتوں کے مطابق طاعون کے مریض پر شروع میں افسردگی سی طاری ہو جاتی ہے، بھوک لگنی بند ہو جاتی ہے،

جسم کے اعضا درد کرنے لگتے ہیں۔ پھر بخار چڑھتا ہے، سر گھومنے لگتا ہے، صورت مسخ ہونی شروع ہو جاتی ہے، آنکھیں لال انگارا ہو کر اندر کو دھنس جاتی ہیں اور جانگھوں میں گلٹیاں پڑ جاتی ہیں۔ یہ بہت ہی بری بیماری تھی۔ الجکیپ جونز کا باتونی پن اور آئے دن پبلک پر جانے کا جوش و خروش ختم ہو گیا۔ اب وہ بھی سٹوکس کی طرح افسردہ صورت نظر آنے لگا۔ مگر پبلک کے سامنے وہ اب بھی کھل کر تسلیم نہیں کرتا تھا کہ یہ طاعون ہی ہے۔ وہ اب بھی یہی کہتا تھا کہ سینٹ ہبرٹ میں پلیگ کبھی نہیں پھیلی... کبھی نہیں پھیلی۔

(۴)

بلیک واٹر جیسے روکھے پھیکے، ٹین کی چھتوں والے شہر میں کوچہ گردوں اور مے نوشوں کے لیے سب سے دل پذیر اور فرحت بخش جگہ وہ ریستوراں اور شراب خانہ ہے جسے لوگ "آئس ہاؤس" کے نام سے پکارتے ہیں۔

یہ شراب خانہ "کیلیٹ شپنگ ایجنسی" کے دفتر کی عمارت میں اس سے ایک ہی منزل اوپر ہے۔ جہازوں کی اس ایجنسی کے ساتھ ہی ایک چینی نے بھی دکان سجو رکھی ہے جہاں وہ کٹے ہوئے چھوارے اور ناریل فروخت کرتا ہے۔ ان ناریلوں پر بڑی خوفناک شکلیں بنی ہوئی ہیں جیسے آدم خور جنگلی کا سر اتارے ہوئے ہوں۔ شراب خانے کی شہ نشین پر بیٹھ کر دوپہر کا کھانا کھایا جائے تو نیچے چیتھڑوں میں ملبوس گداگر زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھے دکھائی دیتے ہیں اور ایک بڑے کھلے میدان میں انگریزوں کے زرد رو بچے کھیلتے نظر آتے ہیں۔ علاوہ اس شہ نشین کے باقی سارا شراب خانہ ایک ایسا اندھیرا کمرہ ہے کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے جیسے وہ خواب دیکھ رہے ہوں۔ اس نیم تاریکی اور نیم روشنی میں عمودطرز کے پنکھے، سفید قلعی کی ہوئی دیواروں پر ملمع کا ہلکا رنگ، مہاگنی لکڑی کی بنی ہوئی ایک بے انتہا لمبی بار

سکہ ڈالنے والی مشینیں اور رنگِ مرمر کے تختوں والی میزوں کے دھندلے دھندلے نقوش نظر آتے ہیں۔

اس شراب خانے میں سینٹ ہبرٹ میں رہنے والے وہ تمام لوگ آتے ہیں جن کی حیثیت ڈیون شائر کلب میں جانے کی نہیں ہوتی ——— جہازی کمپنیوں میں کام کرنے والے کلرک، تجارت پیشہ نوجوان جن پر نگرانی رکھنے والے باپ مر چکے ہیں، الیکیپ جونز جیسے اشخاص کے سیکرٹیری، دینیبی زوایلایں سامان "سمگل" کرنے والے پرتگیزی اور الکالوی اشخاص۔ رم اور دوسری شرابوں کا مرکب کا نشہ چڑھ جانے کے بعد، جسے "آئس ہاؤس" یار کے سیاہ فام حبشی تیار کرتے ہیں، ان جلاوطن لوگوں کا اضطراب سکون میں بدل جاتا ہے اور انھیں پھر سے یقین ہونے لگتا ہے (حالانکہ پچھلی بار بھی جب انھوں نے کاک ٹیل پی تھی تو آنے کے چوبیس گھنٹے بعد تک انھیں اس بات کا یقین رہا تھا) کہ اگلے سال وہ ضرور وطن جائیں گے۔ وہ سوچتے ہیں کہ یہاں سے نکل جائیں گے، اپنے وطن میں جا کر صبح کی ٹھنڈی ہوا میں ورزش کیا کریں گے، شراب نوشی ترک کر دیں گے، صحت بنائیں گے، کاروبار میں کامیابی حاصل کریں گے ——— اور گھر چلے جائیں گے۔ آئس ہاؤس کی نیم تاریکی میں بیٹھے ہوئے یہ کاہل، آرام طلب اور ایسی ہی قسم کے لوگ جب وطن کے کوچہ و بازار ——— پکاڈلی کا ہنگامہ، کیو بک کی بلندیاں، لنکا شائر کی فیکٹریاں ——— یاد کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں بھر آتی ہیں۔ یہ لوگ وطن کبھی نہیں جا پاتے مگر "آئس ہاؤس" میں بیٹھے ہوئے کاک ٹیل کے نشے اور سرور کی حالت میں انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ گھر واپس جائیں گے حتیٰ کہ یہ مر جاتے ہیں اور ان کے جنازے میں شریک ہونے والے دوسرے پردیسی جلاوطن ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کہتے ہیں کہ وہ گھر جا رہے ہیں۔

آئس ہاؤس پر ولیو بازار کے مالک جارج ولیم ورٹیگان کی بلا شرکت غیرے حکومت تھی۔ وہ دوہرے جسم کا سُرخ و سفید آدمی تھا۔ اس قسم کے انگریز نیو انگلینڈ میں بہت دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایسا آدمی یا تو غیر معقول ہوتا ہے یا بے حد شراب پیتا ہے۔

اور جارج دیم غیر مقلاً تو قطعاً نہیں تھا۔ ہر روز "یا غ" سے لے کر سات بجے تک وہ "بار" کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا رہتا، نہ ہی تو مکمل طور پر نشے میں مدہوش ہوتا اور نہ ہی کبھی مکمل طور پر ہوش و حواس میں رہتا، ہر وقت کوئی دُھن گنگناتا سنائی دیتا اور آنے جانے والوں پر لطف و کرم کی بارش کیا کرتا۔ یہ واحد شخص تھا جسے گھر کی یاد نہ ستاتی کیونکہ اُسے بالکل یاد نہیں رہا تھا کہ "آئس ہاؤس" سے باہر اُس کا کوئی گھر بھی ہے یا نہیں۔

جب لوگ سرگوشیاں کرنے لگے کہ ایک آدمی شاید طاعون سے مرا ہے تو جارج دیم نے اپنے دربار میں بیٹھ کر اعلان کر دیا کہ اگر یہ واقعی صحیح ہے تو "ریڈ بیگ" فرق کے کیبلیٹ کو اب آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو گا۔ مگر یہ بات ہر شخص جانتا تھا کہ غزب الہند کی آب و ہوا میں طاعون نہیں پھیل سکتا۔

یہ رائے سُن کر اُن لوگوں کو کچھ اطمینان ہوا جو مارے گھبراہٹ، دہشت اور سراسیمگی کے پاگل ہونے لگے تھے۔

اس کے دو روز بعد "آئس ہاؤس" میں یہ مشہور ہو گیا کہ جارج دیم در ڈیگان فوت ہو گیا ہے۔

(۳)

کسی کو یہ بات کہنے کا حوصلہ نہ ہوتا تھا۔ ڈیون شائر کلب میں، "آئس ہاؤس" میں، اُس پارک میں جہاں سمندر کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتے ہیں اور دن کے کام کاج سے فارغ ہو کر رنگیلے لوگ جمع ہوتے ہیں ۔۔۔۔ کہیں بھی کوئی شخص اپنی زبان سے یہ بات نہیں نکالتا تھا۔ مگر لوگوں نے بغیر سُنے ہی اُس کی موت کی خبر جان لی ۔۔۔۔ پھر اُس کے بعد ایک اور ۔۔۔۔ پھر ایک اور۔ کوئی شخص اپنے قدیم ترین دوست سے بھی ہاتھ ملانا پسند نہ کرتا۔ ہر آدمی دوسرے شخص سے ڈرا ڈرا رہتا تھا۔ اگرچہ بڑے

وفادار تھے، وہ ان انسانوں سے دور نہ بھاگتے۔ اور سارے جذبے میں گھبراہٹ
اور دہشت کا دور دورہ ہو گیا جو کہ طاعون سے بھی زیادہ قاتل اور خطرناک چیز ہے۔
اس کے باوجود سرکاری طور پر تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ ہی طاعون کے مریضوں کو دوسری
آبادی سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ انچکیپ جونسز نے ایک بہت ہی کمزور خفیف
اور مردہ سے بیان میں لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ زیادہ تعداد میں جمع نہ ہوا کریں۔ اُس نے
لندن خط لکھ کر انکن کی دبا روکنے والی دوا کے متعلق بھی دریافت کیا۔ مگر وہاں کے
گورنر سر فیبر لیمب کو اُس نے بڑے اعتماد سے اس ہنگامہ خیزی کے خلاف احتجاج کرتے
ہوئے کہا "سچی بات تو یہ ہے کہ ابھی تک صرف چند ہی لوگ مرے ہیں اور میرا خیال
ہے کہ یہ بیماری جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ جہاں تک سٹوکس کی اس تجویز کا تعلق ہے کہ
کاربگاؤں کو صرف اسے لئے جلا دیا جائے کیونکہ وہاں کچھ موتیں ہوئی ہیں ۔۔۔ میرا
خیال ہے کہ یہ بہت ہی وحشیانہ اقدام ہوگا۔ اور مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر آبادی کو
یہاں سے نکال لیا جائے گا تو یہاں کے تاجر حکومت کے خلاف سخت قدم اُٹھائیں
گے کیونکہ اس سے سیاحوں اور برآمد کا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔"
گریفٹ یوتھن کے ڈاکٹر سٹوکس نے چوری چھپے میکگرک انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر
ڈاکٹر میکس گاٹلب کو لکھا کہ غرب الہند میں طاعون آگ کی طرح پھیلنے والا ہے اور
کیا ڈاکٹر گاٹلب اس کے متعلق کچھ کر سکتے ہیں؟

باب تئیسواں

شاید میکس گاٹلب کے بے حس دل کی تاریکیوں میں رحم اور ہمدردی کے لئے
کوئی جگہ نہ تھی اور ابنِ آدم کو دُکھ اور تکلیف میں دیکھ کر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا جو
ڈاکٹر ٹینس کو غلاف ملبے کے کاروبار کا اشتہار سمجھتے آئے ہیں اُن سے نفرت تھی۔

ایک "جینئس" کی طرح وہ بھی لوگوں سے دور اپنے دل کی خلوتوں میں رہنا چاہتا تھا۔
وہ ایک ایسا شخص تھا جس نے انسان کو بیماریوں سے محفوظ کرنے کے طریقے تلاش
کرنے میں اپنی عمرِ عزیز کا بہترین حصہ صرف کر دیا تھا مگر جسے ان طریقوں کو استعمال کرنے
میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اُس کا کردار ایک ایسے عظیم مصور کی طرح تھا جو عوام کے پست ذوق
سے آگاہ ہونے کے باعث اپنی ساری تخلیقات کو برباد کر دے تاکہ اُس کی تصویریں
غبی، کند ذہن اور بے حس لوگوں کی ہنسی اور مذاق کا نشانہ نہ بنیں۔

ڈ سٹوکس کا خط ملنے سے پیشتر ہی وہ جانتا تھا کہ سینٹ ہبرٹ میں طاعون
کا زور ہے اور کل کو یہ وبا بارباڈوز، جزائر ورجن .... اور نیو یارک
تک بھی پھیل سکتی ہے۔ راس میگرک دورِ جدید کا مغل تھا اور قرونِ وسطیٰ کے
شہنشاہوں کے مقابلے میں اُس کے ذرائع بہت زیادہ وسیع تھے۔ اُس کے ٹینکر دوڑانے
والے کپتان سینکڑوں بندرگاہوں کی خبر رکھتے تھے، اُس کی ریلوے لائنیں جنگلوں
کے اندر تک جاتی تھیں، اُس کے نامہ نگار اُسے کرۂ زمین کی ایک ایک خبر بتاتے
تھے۔ مثلاً کولمبیا میں نئے انتخابات کی کونسی تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ کیوبا میں گنے کی
فصل کیسی ہوئی ہے اور سر رابرٹ فیئر لیمب نے اپنے بنگلے کے برآمدے میں بیٹھ کر
ڈاکٹر آر۔ ای۔ او۔ ایچ کیب جونز سے کیا کہا ہے۔ راس میگرک کو اور اُس کے بعد میکس
گاٹلیب کو اُس ہاؤس کے بدمست شرابیوں سے کہیں زیادہ علم تھا کہ سینٹ ہبرٹ میں
طاعون کا کتنا زور ہے۔

مگر اتنا کچھ جانتے ہوئے بھی گاٹلیب نے کوئی قدم نہ اُٹھایا اور وہ خون کے اجزائے
مخالف کے کیمیائی مرکبات پر ہی غور کرتا رہا۔ وہ انھیں مسائل میں الجھا رہا کہ پرل
روبنس کے پاس سٹیشنری کے سامان کی کمی تو نہیں اور آیا ڈاکٹر ہولابرڈ کو آج سہ پہر
لٹوی کے سائنسی وفد سے ملاقات کرنی چاہیئے تاکہ ٹبس ایک اور کانفرنس
میں شرکت کر سکے۔

طاعون کی اس وبا کے متعلق حقیقتِ حال جاننے کے خواہش مندوں نے

اُس پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ ان لوگوں میں پبلک ہیلتھ محکموں کے افسران تھے، ایک کانگریس کا ممبر ڈاکٹر ٹالمس بیکر بوتھا، جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ واشنگٹن میں بہت ہر دلعزیز ہے، گسٹاف سونڈیلیس تھا۔ اُس پر استفسارات کی یورش کرنے والوں میں مارٹن ایرو سمتھ نام کا بھی ایک شخص تھا جو کبھی گاٹلب کی انتہا درجے کی بے نیازی کے مقام پر نہ پہنچ سکا (شاید اس لئے کہ وہ بہت چھوٹا آدمی تھا)۔

افواہ تھی کہ میگرک انسٹی ٹیوٹ میں کام کرنے والے ایرو سمتھ کے پاس طاعون جڑ سے ختم کر دینے والی ایک دوا ہے۔ گاٹلب کو جو بے شمار خطوط آتے تھے اُن میں بڑے تیز و ترش لہجے میں پوچھا جاتا "ایسے وقت میں جبکہ سینٹ ہیوبرٹ میں ہزاروں لوگ موت کے مُنہ میں جا رہے ہیں کیا تم ان کو بچانے والی چیز ہاتھ میں لئے تماشائی کی طرح کھڑے دیکھتے رہوگے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ کیا تم اس تباہ کن طاعون کو نصف کرۂ مغربی میں قدم جمانے دوگے؟ جناب عالی اب وقت آگیا ہے کہ آپ لیبارٹری کی خیالی دُنیا سے باہر نکلیں اور عمل کے میدان میں قدم اٹھائیں!"

پھر ایک روز راس میگرک نے کھانے کی میز پر مچھلی کا ایک لذیذ قتلہ چباتے ہوئے اشارتاً کہا کہ انسٹی ٹیوٹ کے لئے عالمی شہرت حاصل کرنے کا یہ بہت اچھا موقعہ ہے۔

نہ جانے میگرک کے اصرار نے کام کیا یا عوام کا درد رکھنے والے اشخاص کے مطالبات کا اثر ہوا یا گاٹلب کے اپنے ہی تصور نے اُسے دُور گنّے کے کھیتوں میں کام کرنے والے سیاہ فام لوگوں کی مصیبت کا احساس دلایا اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال ایک روز اُس نے مارٹن کو بلا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ منیو ریا میں پلیگ اور جزائر غرب الہند کے جزیرے سینٹ ہیوبرٹ میں گلٹی دار طاعون پھیل رہا ہے۔ مارٹن، اگر تم اپنے "جراثیم خور مادہ" کو صرف آدھے مریضوں پر استعمال کرو اور باقی نصف مریضوں کو تجربے کے طور پر بغیر "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن دیئے ہا تا علحدہ صاف ستھری جگہ پر رکھو تب تمہیں اس کی قدر و قیمت اچھی طرح

سے معلوم ہو جائے گی جیسا کہ ہمیں چند ایک اور دباؤں کے متعلق معلوم ہے۔ اور پھر میں تمہیں سینٹ ہبرٹ بھیجوں گا۔ کیوں کیا خیال ہے تمہارا؟"

مارٹن نے وعدہ کیا کہ تجربے کی ان شرائط کو وہ پورا کرے گا، علاج کئے جانے والے اور بغیر علاج کے رکھے جانے والے مریضوں کی حالت کا موازنہ کرکے جراثیم خور مادہ کی قدر و قیمت معلوم کرے گا اور ہمیشہ کے لئے طاعون کا نام و نشان مٹا دے گا، وہ اپنا دل کڑا کرے گا اور ہر چیز کا نہایت غور سے مطالعہ کرے گا۔

"ہم سونڈیلیس کو بھی جانے پر راضی کر لیں گے،" گاٹلب نے کہا: "وہ اپنی توپوں کے مُنہ کھول دے گا اور اس طرح اخبارات میں بھی ہماری کچھ شہرت ہو جائے گی، جس کی کہ ایک ڈائرکٹر کو سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اس بات کا علم مجھے حال ہی میں ہوا ہے کہ ڈائرکٹر کے لئے شہرت بڑی ضروری چیز ہے۔"

سونڈیلیس صرف راضی ہی نہیں ہوا ——— اُس نے اپنے جانے پر اصرار بھی کیا۔

مارٹن نے آج تک کسی غیر ملک میں قدم نہیں رکھا تھا (کینیڈا، جہاں اُس نے ایک بار چھٹیوں میں ہوٹل کے بیرے کا کام کیا تھا، اُس کے لئے کوئی غیر ملک نہ تھا) اُسے یقین نہ آتا تھا کہ وہ کھجور کے درختوں، اور سیاہ فام لوگوں کی سرزمین پر جا رہا ہے جہاں کرسمس کے تہوار پر بھی بے رونقی سی ہوتی ہے۔ ادھر سونڈیلیس موسم گرما میں پہننے والے سوتی کپڑوں اور دھوپ سے بچاؤ کرنے والی ٹوپیوں کا آرڈر دے رہا تھا اور اُدھر مارٹن وسیع پیمانے پر طاعون ختم کرنے والا "جراثیم خور مادہ" تیار کر رہا تھا۔ اُس نے تقریباً سو لٹر دوا تیار کی۔ پھر اُس نے اسے شیشے کی چھوٹی چھوٹی نلیوں میں بند کر دیا۔ وہ اپنے آپ کو پہلے جیسا سیدھا سادا مارٹن محسوس کرتا تھا مگر اخبارات اور کانفرنسوں نے اُسے نئی بلندیوں پر لا کھڑا کیا۔

مارٹن اور سونڈیلیس کو کچھ مشورے دینے کے لئے ٹرسٹیوں کے بورڈ کی ایک میٹنگ بلائی گئی۔ اس میٹنگ میں شرکت کرنے کے لئے ونمگٹن یونیورسٹی کے صدر نے ایک لکھ پتی طالب علم سے انٹرویو کرنے کا سو دمند پروگرام منسوخ کیا، راس مکگرک

نے ایک روز کے لئے گالف کا کھیل قربان کیا اور یونیورسٹی کے تین سائنسدان ہوائی جہاز سے وہاں پہنچے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے سامنے حاضر ہونے کے لئے لیباریٹری سے ایک نوجوان کو طلب کیا گیا جس کی قمیص کے نیلے کالر پر سلوٹیں پڑی تھیں۔ مارٹن جب ان اصحاب دانش کے سامنے آیا تو اُس کے ذہن میں ابھی تک "جراثیم خور مادہ" کی تیاری کے تمام مرحلے گھوم رہے تھے۔ اس محفل میں پہنچ کر اُسے محسوس ہوا کہ وہ گمنامی کے اندھیرے سے نکل آیا ہے اور اب وہ ایک ایسا رہنما ہے جسے نہ صرف معجزہ کر کے دکھانا ہے بلکہ اس سے پیشتر یہ بھی سمجھانا ہے کہ وہ کس قدر اہم، پختہ کار اور صاحب کرامت ہے۔

بونازا پاں میں میکگرک انسٹی ٹیوٹ کی مجلسِ انتظامیہ کے پانچ ممبر عینکیں پہنے پلیٹ فارم کی میز کے گرد سپریم کورٹ کے ججوں کی مانند بیٹھے تھے ——— ان سے کچھ ہٹ کر برتری کا احساس لئے گاٹلب، گمبھیر سی صورت بنائے بیٹھا تھا۔ ان لوگوں کی سنجیدہ اور متین صورتیں دیکھ کر پہلے تو مارٹن جھجکا اور شرمایا۔ لیکن جب جوش و خروش میں بھرا سونڈیلیس جھومتا جھامتا اندر داخل ہوا تو اچانک مارٹن کی شرم اور جھجک دور ہو گئی اور اُس نے "پبلک ہیلتھ" کا سبق دینے والے پرانے مرشد سے گفتگو کرتے ہوئے وہ قدیمی مودبانہ انداز بھی ترک کر دیا۔

سونڈیلیس چاہتا تھا کہ سینٹ ہیوبرٹ میں تمام چوہے اور اس برادری کے دوسرے جانور ختم کر دیئے جائیں، بیماروں کو دوسری آبادی سے جبراً علیحدہ کر دیا جائے، یرسن کا کیلوس اور ہافکن کی دوائے ماتقدم اور مارٹن کا "جراثیم خور مادہ" فوراً ہی ہر شخص کو دیا جائے۔

مارٹن نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ ایک لمحے کے لئے تو اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اُس نے گاٹلب کا انداز مستعار لے لیا ہے۔ طنزیہ سے لہجے میں ہمدردی اور رحم دلی جیسے جذبات سے ذہنی حقارت کا اظہار کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ انسانیت کا تقاضہ تو شاید یہی ہے کہ طاعون کا شکار ہونے والے بے کس اور لاچار لوگوں کو تجربے کے لئے اپنا تختۂ مشق نہ بنایا جائے۔ مگر شروع میں کچھ مریضوں پر ضرور تجربہ کرنا پڑے

گا۔ پیٹر اس نے کہا کہ بیک وقت اتنی ساری دوائیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر اس ایسے برتاؤ کیا گیا تو کبھی یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ مریض کو آرام کیلوس سے آیا ہے، ہافکن کی دوا سے آیا ہے یا "جراثیم خور مادہ" سے آیا ہے یا ان میں سے کسی کا بھی اثر نہیں ہوا۔

بورڈ کے ممبروں نے مارٹن کا مشورہ قبول کر لیا۔ انسان کو بچانے کی خواہش کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ اس طرح کی مسیحائی کا سہرا ایرسن، ہافکن یا اس غیر ملکی سے سونڈیلیس کی بجائے میکگرک کے نمائندے کے سر بندھے ——

اس رائے سے سب متفق تھے کہ اگر مارٹن کو سینٹ ہبرٹ میں ایسا کوئی علاقہ مل جائے جس پر طاعون کا اثر نہیں ہوا تو اسے وہاں لوگوں پر تجربہ کرنا چاہیئے۔ نصف آبادی کو وہ "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن لگائے اور بقیہ آدھی آبادی کو بغیر علاج کے رہنے دے۔ جن علاقوں میں طاعون کا بہت زور ہے وہاں ہر شخص کا "جراثیم خور مادہ" سے علاج کرے اور اگر وبا کا زور غیر معمولی طور پر کم ہو جائے تو یہ دوسرے درجے کا ثبوت ہو گا۔

چونکہ سینٹ ہبرٹ کی حکومت نے امداد کی درخواست نہیں کی اس لئے بورڈ کے ممبر نہیں جانتے تھے کہ آیا مارٹن کو تجربہ کرنے کی اجازت ملے گی یا نہیں اور کیا سونڈیلیس کو اپنی تجاویز پر عمل کرنے کے لئے پولیس کے اختیارات دیئے جائیں گے۔ وہاں کے۔ جن جنرل انچیپ بونسر نے ان کی بحری تار کا صرف یہی جواب دیا تھا "یہاں وبا نہیں ہے امداد کی ضرورت نہیں۔" مگر اس کے باوجود میکگرک نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کے ذریعے اس بات کا انتظام کرے گا کہ میکگرک کمیشن (جس کا صدر مارٹن ایرو سمتھ، ایم۔ ڈی قرار پایا تھا) کا وہاں کے حکام کی طرف سے سواگت کیا جائے۔

سونڈیلیس پھر بھی اصرار کرتا رہا کہ ایسے بحران اور مصیبت کے وقت، لوگوں کے علاج کو صرف تجربے تک محدود رکھنا بڑا ظلم ہے۔ مگر کسی نے مارٹن کی غیض و غضب سے بھرپور مدلل تقریر کو بھی بڑے غور اور جوش و خروش سے سنا۔ حقیقت یہ تھی کہ سانڈرے کے سے

ڈبل ڈول کا طفلِ دائمی ہر اُس بات پر جوش دد لوے کا اظہار کرتا جو اُسے نئی اور کسی حد تک صحیح معلوم ہو۔ آلمس بکر لو کی طرح وہ سائنسی مسائل پر اختلاف رائے کو اپنی ذات پر حملہ تصور نہیں کرتا تھا۔

اُس نے کہا کہ وہ مارٹن اور میکگرک سے الگ ہو کر اپنے طور پر اپنا دن ختم کرنے کے لئے سینٹ ہبرٹ جائے گا مگر جب ٹرٹیوں نے اُسے سمجھایا کہ بغیر سوچے سمجھے کیلوس کا استعمال نہیں کرنا چاہیئے اور پھر وعدہ کیا کہ چوہوں کو ختم کرنے کے لئے وہ اُسے سب سازوسامان مہیا کریں گے تو وہ خوش ہو گیا۔

"وہاں پہنچنے پر میرے ہاتھ دیکھنا۔ میں چوہے مارنے والی فوج کا کپتانِ اعظم ہوں گا! جوں ہی میں کسی گودام میں جاؤں گا تو چوہے کہیں گے دو چچا گستاف آ گئے ——— اب کچھ نہیں ہو سکتا! یہ کہہ کر وہ پاؤں آسمان کی طرف اُٹھائیں گے اور بلندیوں پر پرواز کر جائیں گے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ آپ لوگ میری پشت پر ہیں کیونکہ آج میں کنگال ہوں ——— میں نے کچھ تیل کا ذخیرہ خرید لیا تھا جو اب کسی کام کا نہیں رہا ——— مجھے بہت سی ہائیڈرو سائنک ایسڈ گیس کی ضرورت ہوگی۔ خدا بچائے ان چوہوں سے اگر آپ لوگ میرے ہاتھ دیکھئے گا۔ اب مجھے فوراً تار دینی چاہیئے۔ اگلے ہفتے لیکچر دینے کے لئے میں نہیں جا سکتا ——— ہاہا! مجھ جیسے شخص کو بھی عورتوں کے کالج میں لیکچر دینے کے لئے بُلایا جاتا ہے!"

(۲)

جن دنوں مارٹن ہسپتال میں تربیت حاصل کر رہا تھا اُس نے سیلاب سے چڑھے ہوئے دریا کو تیر کر عبور کیا تھا۔ اس سے بڑا خطرہ اُس نے زندگی میں کبھی مول نہیں لیا۔ ان دنوں وہ آدھی آدھی رات تک "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن تیار

کرنے اور انسٹی ٹیوٹ کے اسٹاف کی طرف سے بن مانگے مشورے سُننے میں اس قدر مصروف رہتا کہ اُسے طاعون کی وبا میں پیش آنے والے خطرات کا خیال ہی نہ آتا مگر جب وہ سونے کے لئے بستر پر لیٹتا تو اُس کے دماغ میں طرح طرح کے منصوبے چکر لگانے لگتے اور اُسے یہ خیال آتا کہ شاید وہ طاعون کا شکار ہو کر وہیں مر جائیگا۔

جب لیورا کو معلوم ہوا کہ وہ ایک ایسے جزیرے میں جا رہا ہے جہاں موت ہر وقت انسانوں کی تلاش میں رہتی ہے، جہاں لوگوں کے عجیب و غریب رسم و رواج ہیں جہاں طرح طرح کے درخت اُگتے ہیں جہاں کے رہنے والے مضحکہ خیز قسم کی زبانیں بولتے ہیں اور جہاں نہ تو سینما دکھایا جاتا ہے اور نہ ہی ذہانت کا معنی ملتا ہے تو اُس نے سارے معاملے پر اچھی طرح سے غور کرنے کے لئے اپنے سب احساسات و جذبات کو دل میں چھپائے رکھا بالکل ویسے ہی جس طرح وہ میز پر سے کھانا بچا کر شرارتی بچے کی طرح رات کو چوری چوری کھایا کرتی تھی۔ مارٹن خوش تھا کہ اُس نے اپنے اندیشوں اور وسوسوں سے اُس کی پریشانیوں میں اضافہ نہیں کیا۔ پھر تین روز بعد وہ بولی۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چل رہی ہوں"۔

"نہیں، تم نہیں جاؤ گی!"

"میں......جاؤں گی!"

"تمہارا وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں"۔

"فضول کی بات۔ کوئی خطرہ نہیں وہاں پر۔ تم مجھے اپنے "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لگا دینا۔ سارا خطرہ دور ہو جائے گا۔ جب میرا خاوند دُنیا بھر کا علاج کرتا ہے تو مجھے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ میں بہت سے پتلے سوتی کپڑے خرید لوں گی حالانکہ میرا خیال ہے کہ اگست میں جس قدر گرمی ڈاکوٹا میں پڑتی ہے اُس سے زیادہ وہاں کیا ہوتی ہوگی"۔

"لیورا میری جان، سنو! مجھے واقعی یقین ہے کہ "جراثیم خور مادہ" کے انجیکشن دینے سے لوگوں کو طاعون کے خلاف محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ تم دیکھ لینا میں خود بھی اس کا

انجکشن لوں گا۔ مگر کچھ لوگ پھر بھی ایسے ہوں گے جن کا شاید اس انجکشن سے بھی بچاؤ نہ ہو سکے۔ جانِ من ان حالات میں تم نہیں جا سکتیں۔ اچھا اب مجھے بڑی سخت نیند آ رہی ہے۔۔۔"

لیورا نے اس کی قمیض کا کالر پکڑ لیا جیسے بلی کا بچہ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے کھیلتا ہے مگر اس کی آنکھوں میں کسی طرح کے مذاق، ہنسی یا کھیل کی کوئی جھلک نہ تھی، نہ ہی اس کی روتی ہوئی آواز میں کوئی ایسا تاثر تھا، بلکہ یہ تو جنگ میں جانے والے سپاہی کی بیوی کا ازلی اور ابدی رونا تھا۔

"سینڈی، کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے بغیر میری کوئی زندگی نہیں؟ میں زندگی میں اپنا مقام بنا سکتی تھی مگر ایمانداری کی بات ہے کہ اپنے آپ کو تمہاری شخصیت میں مدغم کر کے مجھے خوشی ہوئی ہے۔ میں ایک کاہل، ناکارہ اور جاہل عورت ہوں۔ میرا صرف ایک ہی فائدہ ہے کہ تمہیں آرام سے رکھتی ہوں۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کس حال میں ہو۔ اگر تم مر گئے اور تمہارے اس جسم کو کسی اور نے سنبھالا۔۔۔ یہ جسم جسے میں نے اسقدر پیار کیا ہے، کیوں ٹھیک ہے نہ پیارے؟۔۔۔ تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ میں تمہاری ذات کا ایک جز ہوں اور مجھے ساتھ رہنا ہی پڑے گا۔ اور پھر وہاں میں تمہاری مدد بھی کروں گی۔ تم جانتے ہو کہ میں اکثر تمہاری مدد کیا کرتی ہوں۔ یہ درست ہے کہ میکگرک میں آنے کے بعد میں نے تمہارے لئے کچھ خاص کام نہیں کیا کیونکہ تمہارے نگوڑے تجربے ہی ایسے پیچیدہ ہیں، مگر زینتھ میں تو میں تمہاری مدد کیا کرتی تھی، کیوں ہے کہ نہیں؟۔۔۔ اور کیا معلوم سینٹ ہیوبرٹ میں بھی تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے۔۔۔" وہ ایسی ڈری ہوئی آواز سے بول رہی تھی جیسے اسے آدھی رات کو کوئی بھیانک خواب دکھا ہو۔ "شاید وہاں تمہیں مدد کرنے والا بھی کوئی نہ ملے، اور میں کھانا بھی بناؤں گی اور سب کچھ کروں گی۔۔۔"

"جانِ من، میرے لئے اور مشکل نہ پیدا کرو۔ یہاں پہلے ہی بہت مصیبتیں ہیں!"

"تم جہنم میں جاؤ، سینڈی ایروسمتھ! ایسی گھسی پٹی باتیں تو خاوند ہمیشہ سے بیویوں

کو کیا کرتے ہیں۔ تم بہت گھٹیا خاوند ہو، تم نے کبھی میری پروا نہیں کی۔ تمہیں میرا خیال اُسی وقت آتا ہے جب تمہارا بٹن ٹوٹ جاتا ہے ـــــ اور میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر ایک شخص بٹنوں پر تجربہ شروع کر دے تو اُن لوگوں کو کیسے بچایا جا سکتا ہے۔ لیکن تم اُلٹا مجھ پر چلاتے ہو۔ مگر مجھے اس کی پروا نہیں۔ اس کے باوجود میں تم پر اچھے اچھے خاوند قربان کرنے کو تیار ہوں ....۔ غور سے سن لو کہ میں تمہارے ساتھ ضرور جاؤں گی، کسی صورت میں بھی یہاں نہیں رکوں گی۔"

گاٹلب نے اس کی مخالفت کی، سونڈیلیس بہت چیخا چلایا، مارٹن مارے فکر کے گھُل گھُل کر آدھا رہ گیا مگر لیورا ساتھ جانے کی ضد پوری کر کے رہی۔ گاٹلب نے بطور ڈائرکٹر کے دانشمندی کا واحد کام یہ کیا کہ اسے جزائر غرب الہند کو جانے والے میکگرک کمیشن کی "سیکریٹری اور ٹیکنیکل اسسٹنٹ" نامزد کر دیا، اور اپنی شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اُس کی تنخواہ بھی مقرر کر دی۔

(۳)

جس دن کمیشن کے ممبروں کو جہاز پر سوار ہونا تھا اُس سے ایک روز پہلے مارٹن نے اصرار کیا کہ سونڈیلیس "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن لگوائے۔ مگر اُس نے انکار کر دیا۔

"نہیں مارٹن، جب تک تم سینٹ ہیوبرٹ کے ایک ایک شخص کو یہ انجکشن نہیں لگا لو گے تب تک میں اسے چھوؤں گا بھی نہیں۔ اور تم لگاؤ گے ضرور! تھوڑے ہی دنوں میں تم ہزاروں ہی لوگوں کو تڑپتے ہوئے دیکھو گے۔ تم نے ایسا نظارہ پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اُس وقت تم اپنی سائنس بھول کر ہر شخص کو بچانے کی کوشش کرو گے۔ جب تک تم وہاں کے سب حبشیوں کو انجکشن نہ لگا لو گے میں نہیں لگواؤں گا۔"

اُس روز سہ پہر کے وقت گاٹلب نے مارٹن کو بلایا اور کچھ ہچکچاتے ہوئے اُس سے بولا۔

"کل تم بلیک واٹر جا رہے ہو؟"

"ہاں جناب"

"ہوں۔ ممکن ہے وہاں تمہارا قیام زیادہ دن کا ہو۔ میں ـــــــ مارٹن، نیو یارک میں تم میرے سب سے پرانے دوست ہو تم اور مریم۔ اچھا یہ بتاؤ تمہارا اور ٹیری کا تو پہلے یہی خیال تھا نا کہ مجھے ڈائرکٹر کا عہدہ قبول نہیں کرنا چاہیئے۔ کیا اب تمہاری یہ رائے نہیں کہ میں نے یہ عہدہ لے کر عقلمندی کی ہے؟"

یہ غیر متوقع سوال سن کر پہلے تو مارٹن کچھ لمحوں کے لئے گم صم سا کھڑا رہا پھر اُس نے جھوٹ بولا اور ڈھارس بندھانے والی ایسی بات کہی جس کی کہ اُس سے توقع کی جا سکتی تھی۔

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تم ایسا سوچتے ہو۔ تم نے اچھی طرح سے دیکھ لیا کہ میں نے یہاں کیا کام کرنے کی کوشش کی۔ مجھ میں کئی خامیاں ہیں مگر آخر کار انسٹی ٹیوٹ کو سائنس کی ضروریات کے مطابق ڈھالا جا رہا ہے، ٹبز اور ہولابرڈ کی اشتہار باز کے بعد یہ ایک بڑی کامیابی ہے .... میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس نقلی سائینداں ہولابرڈ کو یہاں سے کیسے نکالوں۔ کیپیٹولا سے اگر اس کی اچھی راہ و رسم نہ ہوتی تو ـــــــ میرا مطلب ہے سماجی سطح پر ان تعلقات .... خیر چھوڑ دو ـــــــ

"کچھ لوگ کہتے تھے کہ انتظام وغیرہ سنبھالنے کا کام گاٹلب سے نہیں ہو سکے گا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ کاغذ پنسل خریدنا، اور صفائی کے لئے عورتیں ملازم رکھنے کی ذمہ داری تو بلڈنگ سپرنٹنڈنٹ کی ہے۔ کیوں؟ خیر چھوڑو۔

"جب تم نے اور ٹیری نے شک کا اظہار کیا تو مجھے ذرا بھی غصہ نہیں آیا۔ میں بہت کھلے دل کا آدمی ہوں اور اختلاف رائے کا برا نہیں مانتا۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے .... تم دونوں کو میں دل سے چاہتا ہوں ـــــــ تم ہی تو میرے

حقیقی بیٹے ہو۔" گاٹلب نے اپنا سوکھا سا ہاتھ مارٹن کے کندھے پر رکھا۔ "تمہاری اس لئے سے مجھے خوشی ہوئی کہ انسٹی ٹیوٹ کو اصل سائینسی ادارہ بنانے کا کام شروع ہو گیا ہے۔ حالانکہ میرے کئی دشمن ہیں۔ مارٹن اگر میں تمہیں بتاؤں کہ میرے خلاف کیسی کیسی سازشیں ہو رہی ہیں تو تم سمجھو گے کہ میں مذاق کر رہا ہوں ——

"دیکھو لی۔ اوبھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ میرا دوست ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ اصل ماہر حیاتیات ہے مگر آج ہی اس نے مجھ سے کہا کہ اُسے اپنے تجربوں کے لئے بکری خارپشت نہیں ملتے جیسے میں ہوا میں سے بکری خارپشت پیدا کر سکتا ہوں! وہ کہتا ہے کہ میں اُسے پورا ساز و سامان مہیا نہیں کرتا۔ میں! جس نے ہمیشہ اس کی مدد کی۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ وہ سائینسدانوں کو کتنی تنخواہیں دیتے ہیں۔ مگر سلوا جیسے بے وقوفوں کا میں ہمیشہ سے مخالف رہا ہوں، ان سب کا جو میرے دشمن ہیں۔

"تم نہیں جانتے کہ میرے کتنے دشمن ہیں، مارٹن! ان لوگوں کو میرے سامنے بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ میری طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتے ہیں —— میں ہولابرڈ کو بتا دوں گا —— یہ شخص ہمیشہ سازشیں کرتا ہے اور پرل ردبنس کو اپنی طرفدار بنانا چاہتا ہے۔ وہ بڑی نیک لڑکی ہے، وہ جانتی ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں، مگر ——"

اُس کی نظروں میں تحیر اور پریشانی کی جھلک تھی جیسے وہ مارٹن کو اچھی طرح سے پہچان نہ رہا ہو۔ پھر وہ اُس سے التجا کے لہجے میں کہنے لگا:۔

"مارٹن، میں بوڑھا ہو گیا ہوں —— عمر میں نہیں —— میں صرف ستر برس کا ہوں —— مگر مجھے اپنے غم ہیں۔ اگر میں تمہیں کچھ مشورہ دوں تو بُرا تو نہ مانو گے؟ حالانکہ اب تم سکول میں پڑھنے والے لڑکے نہیں ہو، نہ ہی وینے میک کے طالب علم ہو۔ تم اب اچھے خاصے سیانے آدمی اور سنجیدہ و پُرخلوص کارکن ہو۔ مگر ——

"اس بات کا خیال رکھنا کہ سینٹ ہبرٹ میں تمہارا تجربہ بگڑنے نہ پائے۔

اس تجربے میں تمہاری رحمدلی کو بھی حائل نہیں ہونا چاہیئے۔ میں انسانی ہمدردی کا مذاق نہیں اڑاتا، جس طرح پہلے کیا کرتا تھا۔ کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اس بے ہودہ اور فتنہ گر نسل انسانی میں شاید کوئی خوبی ہے۔ اگر ایسا ہے بھی تو علم کی اہمیت تو پھر بھی مسلم ہے۔ مارٹن، بہت سے لوگ نیک اور رحمدل ہوتے ہیں مگر دنیا کے علم میں بہت کم لوگوں نے اضافہ کیا ہے۔ تمہارے لئے موقع ہے۔ شاید قدرت نے تمہیں طاعون ختم کرنے کے لئے ہی پیدا کیا ہے اور شاید میکس گاٹلب کو بھی اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کام میں تمہاری مدد کرے، شاید ایسا ہی ہو۔

"سینٹ ہبرٹ جا کر تمہیں صرف اچھا ڈاکٹر ہی نہیں بننا۔ رحم تو تمہارے دل میں ہونا ہی چاہیئے مگر یاد رکھو کہ انسان کی آنے والی بہت سی نسلوں کو رحم کی ضرورت ہو گی اور اُن آنے والی نسلوں کے لئے سینٹ ہبرٹ میں مرنے والے لوگوں کو بچانے کی خاطر تمہارا دل پگھل نہیں جانا چاہیئے۔

مرتے ہوئے لوگ .... وہاں امن ہو گا۔

"طاعون کی اس دوا کا تجربہ مکمل کرنے کی راہ میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہونی چاہیئے، نہ رحم کا جذبہ اس کام کی راہ میں رکاوٹ بننا چاہیئے، نہ ہی اپنی موت کا خوف ـــــ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرا ڈائرکٹر بننا سودمند ثابت ہو گا۔ انسٹی ٹیوٹ نے اگر ایک بھی مفید کام کر لیا تو میرا یہ کام سنبھالنا حق بجانب ثابت ہو جائے گا ـــــ"

جب مارٹن افسردہ صورت لئے لیبارٹری میں آیا تو ٹیری وکٹ وہاں اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

اُسے دیکھتے ہی ٹیری نے بولنا شروع کر دیا۔

"دیکھو سلم۔ میں یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ مہاتما گاٹلب کی خاطر "جراثیم خور مادہ" کے سب نوٹس وغیرہ ہر طرح سے مکمل کر لینا اور انہیں پنسل کی بجائے سیاہی سے صاف صاف لکھنا۔"

ٹیری میرا خیال ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ میں وہاں سے زندہ واپس نہیں آؤں
گا؟" مارٹن نے جواب میں کہا۔
"ارے، ارے، یہ تمہیں کیا ہو گیا!" ٹیری بہت دھیمی اور کمزور سی آواز میں بولا۔

(۴)

سینٹ ہبرٹ میں وبا کا زور ضرور بڑھ گیا ہو گا کیونکہ جس دن میگرک کمیشن
کے ممبر جہاز پر سوار ہوئے اُس سے ایک روز پہلے ڈاکٹر انچکیپ جونز نے جزیرے
میں "قید طبی" کا اعلان کر دیا۔ اعلان میں کہا گیا کہ لوگ داخل تو ہو سکتے ہیں مگر وہاں
سے جا نہیں سکتے۔ گورنر سر رابرٹ فیئر لیمب اس اعلان پر بہت جھلائے اور ہوٹلوں
کے مالکان نے بھی جونز سے احتجاج کیا کیونکہ ہوٹل چلانے والوں کے کاروبار کا انحصار
ہی سیاحوں پر ہوتا ہے۔ اور سیاحوں کی آمد و رفت رہی تو جو ہے پکڑنے والے
سابق ملازمین اور "ریڈ لیگ" فرقے کے کیلیٹ (جو سیاحوں کو ٹکٹیں بیچا کرتا تھا) کا
دھندا بھی چلتا تھا۔

(۵)

انجکشن کی دوا رکھنے والی شیشے کی چھوٹی چھوٹی بوتلوں اور پچکاریوں کے علاوہ
مارٹن نے گرم ملک میں جانے کے لئے کچھ ذاتی خرید و فروخت بھی کی۔ سترہ منٹ کے
اندر اُس نے موسم گرما میں پہننے والا ہلکا سا سوتی سوٹ اور دو قمیضیں خریدیں۔ سینٹ
ہبرٹ چونکہ برطانیہ کی نو آبادی تھی اور اُس نے سُن رکھا تھا کہ ہر انگریز اپنے
ساتھ ایک بید رکھتا ہے اس لئے اُس نے ایک چھڑی بھی خریدی جس کے متعلق

دکاندار نے یقین دلایا کہ یہ اصل ملاکا کھجور جیسی اچھی ہے۔

(۶)

مارٹن، لیورا اور پونڈ بلیس موسم سرما کی ایک صبح کو چھ ہزار ٹن کے "سینٹ برٹن" نامی جہاز میں روانہ ہو گئے۔ میاگرک کمپنی کا یہ جہاز جزائر لیسر اینٹائیلز کے لئے مشنری آٹا، کاڈ مچھلی اور موٹریں لے جاتا تھا اور وہاں سے شکر کا شیرہ، کوکو، ترینیداد کا اسفلٹ لاتا تھا۔ اس کے علاوہ سردیوں میں گھومنے والے کچھ سیاح بھی اس میں ہوتے تھے مگر ان سیاحوں کی تعداد بیس سے زیادہ کبھی نہ ہوتی۔ اس لئے جہاز کی روانگی کے وقت مسافروں کو الوداع کہنے والوں کا زیادہ ہجوم نہ ہوتا تھا۔ نہ تو جدا ہونے والوں کے آنسو دکھائی دیتے اور نہ ہی رومال ہلتے نظر آتے۔

میاگرک کمپنی کے جہازوں کے ٹھہرنے کی گودی ساؤتھ بروکلین میں تھی۔ اس علاقے میں بھورے رنگ کے معمولی مکان بنے تھے۔ جس روز جہاز کو روانہ ہونا تھا آسمان بالکل صاف تھا اور نیچے زمین پر میلی برف بکھری پڑی تھی۔ پونڈ بلیس بہت مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔ سب لوگ ٹیکسی میں بیٹھ کر ایک گھاٹ پر سے گزرے جہاں صندوقوں کا ڈھیر تھا، اور ڈیک پر سفر کرنے والے غمگین اور غمزدہ مسافروں کے انبوہ نظر آتے تھے۔ پونڈ بلیس نے کھڑکیں چلتی ہوئی ٹیکسی میں سے سر نکال کر دیکھا اور کہا کہ "سینٹ برٹن" جہاز کا اگلا حصہ دیکھ کر مجھے ہسپانوی جہاز یاد آ رہا ہے جس میں بیٹھ کر یں جزائر کیپ ورڈی گیا تھا۔ مگر مارٹن اور لیورا نے تو جہاز کی روانگی کے ڈرامے کا منظر کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس لئے انہیں "سینٹ برٹن" کے غیر رومانی اور پھیکے ماحول کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی وہاں نہ تو جہاز کے ملازم پھولوں کے گلدستے لئے ادھر ادھر بھاگتے نظر آتے تھے، نہ ہی

گرد فرد اسے ڈیک دکھائی دیتے تھے، نہ ہی اُنھیں انٹرویو کرنے والے اخباروں کے
رپورٹر تھے اور نہ ہی "ستاروں والا پرچم" کی دھن بجانے والا بینڈ تھا۔
اُنھیں الوداع کہنے کے لئے صرف فیری جہاز پر آیا۔ روانگی کے وقت اُس نے
لیورا کو قند کا ایک ڈبہ دیا۔

مارٹن نے اپنی زندگی میں ایک "موٹر لانچ" سے زیادہ بڑی کشتی پر کبھی سفر نہیں کیا
تھا۔ اُس نے جہاز کی سیاہ دیوار کو غور سے دیکھا سوار ہوتے وقت اُسے احساس
تھا کہ وہ جانی پہچانی اور محفوظ سرزمین کو چھوڑ رہا ہے۔ تجربہ کار مسافروں کو جنگلے پر
بے نیازی اور بے توجہی سے کھڑے دیکھ کر اُسے کچھ گھبراہٹ سی ہونے لگی جہاز پر
سوار ہونے کے بعد جب اُس نے ڈیک پر نگاہ ڈالی تو اُسے محسوس ہوا جیسے یہ کسی تھوک
بیوپاری کے گودام کا احاطہ ہو۔ اُسے یہ بھی محسوس ہوا کہ "سینٹ برٹن" ایک طرف
کو جھکا ہوا ہے اور بڑے خطرناک طریقے سے جھول رہا ہے۔

حقارت اور نفرت کا اظہار کرتی ہوئی تیز سیٹی کی آواز ہوا میں گونجی، لنگر اٹھا
دیئے گئے اور جہاز حرکت میں آنے لگا۔ مارٹن، لیورا اور سونڈیلیس جنگلے پر جھکے ہوئے
تھے۔ نیچے پشتے پر فیری کھڑا اُنھیں الوداع کہہ رہا تھا۔ سطح آب پر آہستہ آہستہ سرکتا ہوا جہاز
جب اُس سے کچھ دور ہو گیا تو وہ اپنی کھدڑی سی چال سے واپس مڑ گیا۔

مارٹن کو اب پھر احساس ہوا کہ وہ طوفانی سمندروں اور طاعون کے خطرات
سے دوچار ہونے والا ہے۔ اُسے یہ بھی احساس ہوا کہ جب تک وہ کسی دور افتادہ جزیرے
پر نہیں پہنچ جاتے اُس کا جہاز سے نکل بھاگنا ممکن نہیں اور اُس وقت تک جہاز کا یہی تنگ
سا عرشہ اُن کا گھر ہو گا جس پر تختوں کے درمیان کولتار کی لائنیں پڑی تھیں۔ اور پھر اُسی وسیع
و عریض بندرگاہ میں اس زور کی ہوا چلنے لگی کہ اُس پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔

"سینٹ برٹن" کو جب کھلے پانیوں میں لے جایا جا رہا تھا تو مارٹن نے کمیشن
کے ممبروں کو تجویز کیا "کیوں نہ نیچے چل کر پینے کا انتظام کیا جائے"؟ عین اسی وقت
بندرگاہ کے پشتے پر تیزی سے دوڑتی ہوئی ایک ٹیکسی آئی اور اس میں سے ایک دبلا پتلا

لمبا سا آدمی نکل کر بھاگنے لگا مگر اُس کی چال اس قدر دھیمی، کمزور اور لڑکھڑاتی ہوئی تھی کہ اُنھوں نے سمجھ لیا کہ یہ میکس کا مطلب ہی ہوگا جو اُن سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ اُس نے الوداع کہنے کے لئے ہاتھ اٹھائے مگر جنگلے پر کھڑے مسافروں میں وہ اُسے نظر نہ آئے اور پھر اُنھوں نے دیکھا کہ وہ مایوس ہو کر واپس جا رہا ہے۔

(۷)

اِس میگزین کے نمائندوں کی حیثیت میں اُنھیں جہاز پر دو بہت سجائے ڈی لکس قسم کے کمرے دیئے گئے۔ جہاز جب سینڈی ہوک کے جہاں سدا برف باری ہوتی رہتی ہے تو مارٹن کو بے حد سردی محسوس ہونے لگی اور راس ہاٹیرس کے قریب پہنچ کر اُس کی طبیعت متلانے لگی۔ اس بیچ میں وہ کبھی سستی محسوس کرنے لگتا، کبھی تھکاوٹ یورا کو بھی سردی محسوس ہوتی اور عورتوں کی طرح اُس کی طبیعت بھی مالش کرنے لگی مگر اس سفر کے دوران میں اُسے تھکاوٹ مطلق محسوس نہ ہوئی۔ اُس نے بڑے شوق سے سیاحوں کی ضروری معلومات فراہم کرنے والی "دو ویسٹ انڈین گائڈ بک" خریدی تھی۔ اُس میں لکھی باتیں مارٹن کو بتانے کے لئے وہ ہمیشہ مُصر رہتی۔

سونڈیلیس جہاز میں ہر جگہ گھومتا ہوا نظر آتا۔ کبھی وہ کپتان کے ساتھ چائے پیتا، کبھی عرشے پر بیٹھ کر ملاحوں کے مخصوص بسکٹ کھاتا اور کبھی سستے کرائے کے کمرں میں جا کر ایک نیگرو مشنری سے فلسفیانہ موضوعات پر کانفرنس کیا کرتا۔ جہاز کے جس عرشے پر مسافر تفریح کے لئے جاتے وہاں وہ اکثر جا کر گایا کرتا، ملاحوں کے ساتھ کمیونزم کی حمایت میں بحث کرتا۔ اور داروغہ شراب کو جن (شراب) میں شربت اور خوشبو ملا کر ایک نیا مشروب بنانے کی ترکیب بتایا کرتا۔ ایک بار اُس نے جہاز کے عرشے پر بچوں کی دعوت بھی کی۔ ان متنوع قسم کی مصروفیات کے درمیانی وقفے میں

مطالعہ کرنے کے لئے اُس نے جہاز کے ایک افسر سے جہاز رانی سے متعلق ایک
کتاب بھی مستعار لی۔

اس طرح سونڈیلیس نے اپنی گوناگوں سرگرمیوں سے سینٹ برین کے روکھے
پھیکے اور بے کیف سے ماحول میں رونق اور ہما ہمی پیدا کر دی۔ مگر اس سے ایک غلطی
یہ ہوگئی کہ مس گولیم کے ساتھ وہ بہت شائستگی اور خوش خلقی سے پیش آیا اور اسے
تنہا دیکھ کر اُس نے اُس کی دلداری اور دل بستگی کا سامان پیدا کرنے کی کوشش کی۔

مس گولیم نیولجرسی کے ایک بہت اونچے گھرانے سے متعلق تھی۔ اُس کا باپ
وکالت کرتا تھا اور ایک گرجے کا نگراں بھی تھا۔ اس کا دادا ایک متمول کسان تھا۔
وہ بتیس سال کی عمر میں بھی غیر شادی شدہ تھی۔ اس کا کارن فقط یہی تھا کہ آج کل کے
نوجوان جاز بجانے والی شوخ اور چنچل تتلیوں کو پسند کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے آپ میں
مست رہنے والی کم گو لڑکی تھی۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ اُسے موسیقی کا بھی شوق تھا۔ درحقیقت
وہ جزائر غرب الہند اسی لئے جا رہی تھی کہ وہاں کے لوگ گیتوں کو اگلی نسلوں کے لئے
محفوظ کرے اور انھیں گا کر (اگر وہ گانا سیکھ جائے تو) لوگوں کو محظوظ کیا کرے۔

اُس نے گستاف سونڈیلیس کے کردار کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ
وہ بے وقوف سا آدمی ہے اور اُن انشورنس ایجنٹوں اور مینیجروں سے بالکل مختلف
ہے جن سے وہ اکثر کلب میں ملا کرتی تھی۔ زیادہ تکلیف اُسے اس بات کی تھی کہ سونڈیلیس
نے آرٹ اور تہذیب و تمدن کے مسائل پر اُس کی رائے دریافت نہیں کی۔ فوجی افسر
اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کے متعلق اُس نے جو کہانیاں سونڈیلیس کی زبان
سے سنی تھیں انھیں وہ بالکل جھوٹی باتیں سمجھتی کیونکہ وہ اُن غلیظ قسم کے انجینیروں سے
ہر وقت شیر وشکر رہتا تھا۔ گولیم کی رائے میں سونڈیلیس کو ہلکی سی ڈانٹ کی ضرورت تھی۔

ایک روز وہ دونوں جنگلے سے ٹیک لگائے کھڑے تھے کہ سونڈیلیس نے چہک
کر اپنے مضحکہ خیز سویڈی لہجے میں کہا کہ شام کتنی خوشگوار شام ہے۔ اس پر وہ بولی
”حضرت اُجڈ صاحب کیا آج بھی آپ کوئی تقریر جھاڑنے آئے ہیں یا کسی اور کو بھی تختہ

دیر کے لئے اپنی بات کہنے دیں گے؟"

یہ سُن کر جب سونڈیلیس کسی قسم کی عقیدت کا اظہار کئے بغیر چپکے سے گنواروں کی طرح اُٹھ کر چلا گیا تو اُسے کچھ تعجب ہوا کیونکہ تہذیب یافتہ امریکی عورت کو سب مردوں سے (اور غیر ملکیوں سے بھی) عقیدت و احترام کی توقع ہوتی ہے۔

سونڈیلیس مارٹن کے پاس روتا جھینکتا آیا "دسلم ـــــ اگر ٹیری کی طرح تم مجھے بھی اس نام سے پکارنے کی اجازت دو ـــــ میرا خیال ہے تم اور تمہارا گاٹلب دونوں ٹھیک ہی کہتے ہو۔ ایسے بے وقوفوں کی جانیں بچانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ لوگوں کے سامنے بناوٹ کے بغیر اپنے اصلی روپ میں ظاہر ہونا بہت بڑی غلطی ہے آدمی کو اُس بڈھے ٹبز کی طرح ہمیشہ اکڑ اور شان میں رہنا چاہیئے اُس کی طرح آدمی اگر تصنع اور بناوٹ سے کام لے تو نیوجرسی کی رہنے والی یہ آرٹسٹ قسم کی لڑکیاں بھی اُس کے ساتھ تعظیم سے پیش آئیں گی .... خود پسندی بھی کیا عجیب چیز ہے مجھے کئی بڑے بڑے لوگوں نے نیچا دکھایا ہے اور تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ ایک بار ترکی میں مجھے گولی سے اڑا دینے کے لئے گرفتار بھی کر لیا گیا تھا۔ مگر جس قدر نفرت اور بیزاری مجھے اس مغرور اور تنگ خیال چھوکری سے ہو رہی ہے اُن لوگوں سے بھی نہیں ہوئی۔ ہائے غرور! یہی آدمی کا سب سے بڑا دشمن ہے!"

بظاہر مس گوینیم کی بدسلوکی کا واقعہ اُس نے دل سے بھلا دیا۔ اس کے بعد اُسے جہاز کے ڈاکٹر سے حبشیوں کی کھوپڑیوں کے جوڑوں پر بحث کرتے بھی سنا گیا۔ اور عرشے پر کھیلنے کے لئے اُس نے ایک نئی طرز کی کرکٹ بھی ایجاد کی۔ مگر ایک شام وہ جہاز کے ہال کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ پیٹھ جھکی ہوئی، آنکھوں پر عینک اور پُرشکن سا چہرہ۔ مارٹن اُدھر سے گزرا اور اُس نے کھڑکی میں سے جھانکا اُسے یہ دیکھ کر اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا کہ سونڈیلیس کی شخصیت سے بڑھاپا مترشح ہو رہا تھا۔

(۸)

مارٹن عرشے کی کرسی پر لیورا کے پاس بیٹھا تھا۔ اُس نے لیورا کے پیلے بے رونق سے جسم کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ آج وہ اُس کی زندگی کا جزو بن چکی تھی۔ اُس نے کئی سال بعد اُس پر اس انداز سے نگاہ ڈالی تھی۔ وہ اُس کے متعلق سوچتا ہیں ڈوب گیا (بالکل ویسے ہی جیسے وہ "جراثیم خوردہ" کے متعلق سوچا کرتا تھا) اور اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ اُس سے بے توجہی اور تغافل برتتا رہا ہے۔ فوراً ہی اُس نے اچھا خاوند بننے کی کوشش شروع کر دی۔

"لی، میری جان، اب مجھے تم سے اچھا سلوک کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ نیویارک میں میں نے تمہیں کسقدر اکیلا چھوڑ رکھا تھا۔"

"نہیں میں بالکل اکیلی نہیں تھی۔"

"پاگل نہ بنو۔ یقیناً تم اکیلی تھیں! خیر جب ہم واپس جائیں گے تو میں روز تمہارے لئے تھوڑا سا وقت نکالا کروں گا اور ہم سیر کے لئے جایا کریں گے، سینما دیکھا کریں گے اور سب کچھ۔ اور ہر صبح میں تمہیں پھول بھیجا کروں گا ـــــــ"

"سنو، سینڈی ایرو سمتھ! مجھ پر رعب جمانا چھوڑ دو۔ مجھے قصے کہانیوں والی بدبخت، بے کس، لاچار، اور غم کی ماری بیوی سمجھ کر تم اپنے آپ پر رنج اور غم طاری کرنا چاہتے ہو۔ تمہاری خواہش ہے کہ اگر تمہیں کوئی غم نہیں ہے تب بھی کسی فرضی غم سے رونی صورت بنا لو۔

...... نیویارک واپس پہنچ کر اگر تم نے واقعی میرے دل بہلا دے کا سامان کرنے کی کوشش شروع کر دیں تو میرے لئے زندگی عذاب ہو جائے گی۔ اگر تمہیں کسی دن وہ نگوڑے پھول بھیجنے یاد رہے تو مجھے زبردستی تمہارے احسان

کا شکور ہونا پڑے گا۔ اور جب وقت میرا جی گھر میں نیند کی جھپکی لینے کو چاہ رہا ہو گا اُس وقت تم مجھے سینما میں کھینچے کھینچے پھرو گے ——"

"قسم ہے، تم تو اتنی ——"

"نہیں خدا کے واسطے! تم بڑے اچھے ہو، بڑے پیارے ہو مگر افسری کا رعب جمانے کے تم اسقدر عادی ہو کہ اگر قید تنہائی کی سزا بھی دو تو اُسے منظور کرنا پڑتا ہے۔ مگر —— میں سست بھی تو بہت ہوں۔ اچھے کپڑے پہن کر عورتوں کی اونچی سوسائٹی میں نام پیدا کرنے کی بجائے میں گھر میں سونا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ میرے لئے بس یہی کافی ہے کہ میں اپنے فلیٹ میں اِدھر اُدھر گھوم کر گھر کے دھندے نپٹا لوں۔ ہائے خدا کرے ہماری غیر حاضری میں باورچی خانے کو روغن کر دیا جائے —— اپنی فرانسیسی کتابیں پڑھنے، کھڑکی میں سے سڑک کا تماشہ دیکھنے، تھوڑی سی چہل قدمی کرنے اور آئس کریم کھانے میں میرا دن بیت جاتا ہے۔ ہائے سینڈی میں تمہیں بہت چاہتی ہوں۔ اگر مجھ سے ہو سکتا تو میں کُتے کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے بھاگتی تاکہ تم بھی زندگی کا کچھ لطف اٹھا لیتے مگر مجھے تعلیم یافتہ لوگوں کی طرح جھوٹ بولنا نہیں آتا۔ معمولی معمولی جھوٹ تو میں بول لیتی ہوں جیسے پچھلے ہفتے بولا تھا —— یاد ہے میں نے کہا تھا کہ میں نے قند بالکل نہیں کھائی اور میرے پیٹ میں کوئی درد نہیں مگر اُس دن میں نے آدھ پونڈ کے قریب قند کھا لی تھی اور مارے درد کے دوہری ہوئی جا رہی تھی...... مگر بخدا! میں بہت نیک اور فرمانبردار ہوں!"

سطح آب پر بہتے بہتے وہ مٹیالے اور خاکستری رنگ کے پانیوں سے نکل کر ارغوانی اور روپہلی سمندروں میں پہنچ گئے۔ شام کے وقت جب وہ جنگلے پر آ کر کھڑے ہوتے تو اُسے احساس ہوتا کہ سمندر کتنا پھیلا ہوا ہے اور زندگی کسقدر وسیع ہے۔ وہ اب تک تصورات کی دنیا میں کئی ٹھوکریں کھا چکی تھیں۔ بیوی کے کہنے پر جب وہ رات کے کھانے کے لئے گوشت وغیرہ خریدنے لے جاتا تو سڑک پر

چلتے ہوئے تخیل کی پرواز اسے آسمانوں پرسے اڑتی۔ سڑک کی بجائے اسے ہر طرف جنگلی درندوں جتنے بڑے بڑے جراثیم نظر آتے، اُس کے سامنے میلوں تک لیبارٹری کی بوتلیں پڑی ہوتیں جنہیں جراثیم سے بھرے بادل یا دھواں نے دھندلا کیا ہوتا۔ وہ تصور میں لیبارٹری کے ملازم کو بڑے رعب سے حکم دیتا اور اس کے کانوں میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے میکس نکا تشب کی آواز آتی۔ اس نے کام کرتے ہوئے ہمیشہ اس طرح کے خواب دیکھے تھے اب اُسی جوش و جذبے اور ذوق و شوق سے اُسی نے جہاز کی اس نئی دنیا پر نظر ڈالی۔ یہاں گہرا پُراسرار سمندر تھا، پورا چاند اور گرم اور مرعوب شام کے جھٹپٹے میں وہ اُس سے کہنے لگا۔

"میری جان، یہ ہمارا پہلا بڑا سفر ہے، اگر سینٹ ہیوبرٹ میں کامیاب ہو گیا اور لطور ریسائینداں کے میں نے نام پیدا کر لیا تو ہم ایسے اور بھی سفر کریں گے۔ ہم تمہارا پیارا پیارا فرانس دیکھیں گے، انگلستان جائیں گے، اٹلی جائیں گے اور دنیا بھر میں گھومیں گے!"

"ہائے سینڈی، کیا سچ ہم اتنی جگہوں کی سیر کریں گے! اتنی ڈھیر ساری جگہوں کی سیر!"

(۹)

ایک گھنٹے سے وہ اپنے کیبن میں بے خبر سو رہا تھا۔ سامنے والی بیٹھک کے لیمپوں کی روشنی کی وجہ سے وہاں بھی ہلکا ہلکا اُجالا تھا۔ اس نیم تاریکی میں دبے ہوئے مارٹن پر نگاہیں گاڑے اُسے چپ چاپ تکے جا رہی تھی۔

شکل صورت کے لحاظ سے اُس میں کوئی کشش نہ تھی۔ نیند میں وہ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے کتے کا پلا گرمی کی دوپہر کو غنودگی کے عالم میں بے سُدھ لیٹا ہو۔ اُس کے بال بکھرے تھے اور اس نے تکیے کو دونوں بازوؤں سے گرفت میں

لے کر اُس کے اندر اپنا مُنہ دے رکھا تھا وہ اُس کی طرف دیکھ کر مسکرا دی مسکراتے ہوئے اُس کے ہونٹوں کے کونے یوں پھیل گئے جیسے دو ننھے ننھے تیر ہوا میں معلق ہوں
"جب یہ ایسا گندہ اور غلیظ بنا ہو اُس وقت مجھے کتنا پیارا لگتا ہے ایسینڈی، اب تم جانو گے کہ تمہارے ساتھ آنے میں میں نے کیسی عقلمندی کی۔ دوسرے لوگ تو تمہاری خبطی عادتوں کو نہیں جانتے ـــــ کہ تمہیں آونگھار سے سے کیسی نفرت ہے اور اس طرح کی دوسری باتیں۔ دن رات میں تمہاری نگرانی کروں گی ـــــ ذرا بھی تمہاری آواز سنائی دی اور میں اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اگر تمہیں برف یا اس طرح کی کسی دوسری چیز کی ضرورت ہو ـــــ تو میں برف بھی پیدا کر دوں گی چاہے مجھے کسی لکھ پتی کے گھر سے چُرا کر ہی کیوں نہ لانی پڑے۔ یا میری جان!" اُس نے پنکھے کا رُخ پھیر دیا تاکہ ہوا اُس کی طرف اچھی طرح سے آئے۔ اور پھر دبے پاؤں اُس سرد مہر سی بیٹھک میں چلی گئی۔ اس کمرے میں کوئی خاص سامان نہ تھا۔ ایک گول میز، چند کرسیوں، ایک آرائشی شیشے اور مہاگنی کی دیواری الماری، جس کا مصرف مجھ میں نہ آتا تھا، ان چیزوں کے علاوہ وہاں کچھ نہیں تھا۔

"یہ سامان کس بے ترتیبی سے بکھرا پڑا ہے۔ میں اسے قرینے سے لگانے کی کوشش کرتی ہوں؟"

مگر اُسے چیزوں کو ترتیب و تزئین سے لگانے کا وہ سلیقہ نہ آتا تھا جس سے ایک بے روح کمرے میں جان پڑ جاتی ہے۔ اُس نے اپنی زندگی میں پھولوں کی آرائش پر تین منٹ سے زیادہ صرف نہ کئے تھے۔ اُس کے چہرے پر تذبذب کے آثار دکھائی دیتے۔ وہ مسکرائی، پھر اُس نے بتی بجھائی اور دبے پاؤں چلتی ہوئی اُس کے پاس جا کر لیٹ گئی۔

گرم اور مرطوب علاقے کا بے کیف سا موسم تھا۔ وہ اپنی سیٹ پر چادر ڈالے لیٹی تھی۔ شب خوابی کے معمولی سے لباس میں اُس کا دبلا پتلا مختصر سا جسم سیٹ پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔

"چھوٹا ہیڈ روم، کیسا اچھا رہتا ہے میرے لئے۔ ایک تو سینڈی قریب رہتا ہے اور پھر طرح طرح کی چیزوں سے خوف نہیں آتا۔ کیسا رعب جماتا ہے یہ ظالم مجھ پر۔ ایک روز میں اس سے صاف صاف کہہ دوں گی "تم جاؤ جہنم میں!" ایسا ہی کہوں گی میں۔ اسے امیری جان، ایک روز ہم اکٹھے فرانس جائیں گے صرف تم اور میں!"
وہ سو گئی۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ ایسے میں وہ پتلی دبلی لڑکی بالکل گڑیا سی لگ رہی تھی ——"

باب تینتیواں

انھوں نے کہر آلود پہاڑ دیکھے جن پر کھجور کے درختوں کے درمیان دفاعی دیواریں بنی تھیں، یہ دیواریں پرانے وقتوں میں بحری قزاقوں سے بچنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ جزیرہ مارٹینک میں سفید دیواروں والے گھر بنے تھے جیسے فرانس کے قصبات میں ہوتے ہیں۔ وہاں ایک مارکیٹ بھی تھی، پُرشور و پُرہنگام۔ اس مارکیٹ میں رنگدار عورتوں نے نیلے اور نارنجی رنگ کے رومال سروں پر باندھ رکھے تھے۔
وہ گرم ہواؤں والے سینٹ لوسیا کے قریب سے گزرے اور سابا کے پاس سے بھی گزرے جو ایک اکیلا اور اُداس سا آتش فشاں ہے۔ وہاں کے رہنے والے گندمی رنگ کے باشندے اپنی چھوٹی چھوٹی ہچکولے کھاتی کشتیوں میں بیٹھ کر پپیتا، لیمیٹی پھل اور ناشپاتی کی شکل کے مقامی پھل بیچنے آئے جو مسافروں نے خرید کر بڑے ذوق و شوق سے کھائے۔ آب و ہوا کے اثر سے اُن میں نقاہت اور سستی پیدا ہونے لگی اور باربا ڈوز پہنچنے سے پہلے ہی وہ ہانپ گئے۔
سینٹ ہبرٹ اب کچھ ہی دور رہ گیا تھا۔ کسی بھی سیاح کو "قید طبعی" کے حکم کا علم نہیں تھا۔ وہ اس بات پر بہت بیخ پا تھے کہ کمپنی اُنھیں خطرے والی جگہ میں لے

آئی ہے۔ وہاں کی نیم گرم ہوائیں اُنھیں طاعون محسوس ہو رہا تھا۔

جہاز کے کپتان نے ایک رسمی سی تقریر سے اُنھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے کہا کہ یہ درست ہے کہ جہاز سینٹ ہبرٹ کی بندرگاہ بلیک واٹر میں ٹھہرے گا مگر وہ بندرگاہ میں بہت آگے جا کر لنگر ڈالیں گے۔ سینٹ ہبرٹ جانے والے مسافروں کو تو بندرگاہ کے ڈاکٹر کی کشتی میں بیٹھ کر ساحل پر جانے دیا جائے گا مگر اس جراثیم زدہ علاقے سے کسی کو جہاز پر آنے نہ دیا جائے گا سوائے سرکاری ڈاک کے جسے جہاز کا سرجن وبائی جراثیم سے پاک کر کے اوپر چڑھائے گا۔ (جہاز کا سرجن حیران تھا کہ ڈاک کو جراثیم سے کیسے پاک کیا جاتا ہے)

جہاز کا کپتان گھاٹ پر کام کرنے والوں سے لمبی لمبی بحثیں کر کے فنِ خطابت میں ماہر ہو چکا تھا اور اُس نے سیاحوں کو مطمئن کر دیا۔ مگر مارٹن نے "کمیٹی" کے ممبر دلس سے کہا "مجھے اس بات کا خیال ہی نہیں آیا کہ ساحل پر اترنے کے بعد ہم قیدی بن جائیں گے۔ جب تک یہ بیماری ختم نہ ہو جائے ہمیں وہیں رہنا پڑے گا ـــــ کون جانے یہ کبھی ختم ہو گی بھی یا نہیں ـــــ اور ہمارے چاروں طرف طاعون پھیلا ہو گا۔"

"تو پھر کیا ہوا!" سونڈیلیس بولا۔

(۲)

دوپہر تک انھوں نے باربا ڈوز کی خوبصورت اور خوشگوار بندرگاہ کو خیرباد کہا۔ جب اُن کا جہاز بلیک واٹر پہنچا تو رات خاصی بیت چکی تھی اور بیشتر مسافر سوئے ہوئے تھے۔ مارٹن عرشے پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ وہاں اُس گیلے سے ڈیک پر کوئی نہیں تھا۔ وہ جگہ اُس وقت غیر حقیقی، دُرشت اور ناخوشگوار سی معلوم ہو رہی تھی۔ ذرا

آگے وہ سرزمین تھی جیسے اُس کا میدانِ کارزار بننا تھا تاریکی اور خاموشی کی چادر میں لپٹی ہوئی۔ اُن بے چین اور مضطرب پانیوں سے پرے صرف ساحل کی کچھ بتیاں جل رہی تھیں۔ باقی اُسے کچھ نظر نہ آیا۔

بلیک واٹر میں اپنی آمد پر وہ لوگ اس طرح ڈر رہے تھے جیسے غیر قانونی طریقے سے آئے ہوں۔ جہاز کا ڈاکٹر گھبراہٹ میں اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ مسافروں نے دیکھا کہ کپتان پل پر کھڑا بڑبڑا رہا ہے۔ جہاز کا ایک دوسرا افسر مشورہ کرنے کے لئے جلدی سے اُس کے پاس گیا اور پھر اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ اُن لوگوں کی پیشوائی کے لئے کوئی نہ آیا۔ انتظار کرتا ہوا جہاز سمندر کی لہروں پر کھڑا ڈول رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ساحل سے زہریلی ہوا کے جھونکے آ رہے ہوں۔

اپنے صندوق، بکسے اور "جراثیم خور مادہ" کی بٹیاں لئے وہ سیاہ چمکدار اور ڈولتے ہوئے عرشے پر زینے کے پاس کھڑے تھے۔ مارٹن لیورا کو مخاطب کرتے ہوئے بڑبڑایا "اسی کمبخت جگہ پر ہمیں اُترنا ہے اور رہنا ہے!"

جہاز کے دوسرے مسافر شب خوابی کا لباس پہنے باتیں کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔ "ہاں یہی جگہ ہوگی، وہ دیکھو روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔ بڑا زور ہوگا فاقو کا کیا؟ کوئی ساحل پر جا رہا ہے؟ اوہ یہ دو ڈاکٹر جا رہے ہیں۔ خیر ان کا حوصلہ قابل داد ہے۔ لیکن مجھے ان پر رشک نہیں آ رہا!" مارٹن کے کانوں میں یہ آوازیں آئیں۔

ساحل سے ایک ہلکی سی روشنی اُن کی طرف بڑھنی شروع ہوئی اور جہاز کے گرد ایک چکر لگا کر کشتی ہوئی سیڑھی کے نیچے پہنچ کر رک گئی۔ سیڑھی کے پاؤں کے پاس ایک داروغہ لالٹین لئے کھڑا تھا۔ اس کی دھندلی روشنی میں مارٹن کو سب طرح کے ساز و سامان سے لیس خوبصورت سی چھت والی ایک کشتی نظر آئی۔ اسے کھینے والے سیاہ فام ملاحوں نے بحری وردیاں اور چمکتے ہوئے تنکوں کے بنے سیاہ رنگ کے فیتوں والے ہیٹ پہن رکھے تھے۔ ان ملاحوں کا کمانڈر سکاٹ لینڈ کا باشندہ معلوم ہوتا تھا جس نے وردی والی ایک اونچی سی ٹوپی کے ساتھ ایک عام شہری واسکٹ

بھی پہن رکھی تھی۔

کپتان جھولتی ہوئی سیڑھی سے نیچے کشتی میں اُتر آیا کشتی لہروں پر تھرک رہی تھی اور اُس کی ٹاٹ کی گیلی چھت اُس دھندلی روشنی میں بھی چمکتی دکھائی دیتی تھی کشتی کے کمانڈر سے وہ کافی دیر تک مشورہ کرتا رہا۔ پھر اُس کے ہاتھ سے اُس نے ڈاک کا تھیلا لیا۔ یہ واحد چیز تھی جو جزیرے سے جہاز میں آسکتی تھی۔ جہاز کے ڈاکٹر نے کپتان کے ہاتھ سے (بڑی نفرت کے ساتھ) یہ تھیلا پکڑا اور پھر بڑبڑانے لگا "اب میں ان کمبخت خطوں کو جراثیم سے صاف کرنے کے لئے نالی کہاں سے لاؤں ؟"

مارٹن، لیورا اور سونڈبلیس انتظار میں کھڑے رہے۔ اور وہ کر بھی کیا سکتے تھے!

اُن کے ساتھ ایک دُبلی پتلی سیاہ پوش عورت آکر کھڑی ہو گئی۔ اس خاتون کو کسی نے راستے بھر نہیں دیکھا تھا۔۔۔ وہ اُن پُراسرار قسم کے مسافروں میں سے تھی جو اپنے ہم سفروں کو اسی وقت دکھائی دیتے ہیں جب انھیں اُترنے کے لئے عرشے پر آنا پڑتا ہے۔ اُس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔

کپتان نے چلاتے ہوئے کہا" اچھا ۔۔۔ اچھا! آپ لوگ جا سکتے ہیں۔ مہربانی کر کے جلدی کیجئے۔ مجھے آگے بھی جانا ہے .... کیا مصیبت ہے!"

سینٹ برین کوڈ بہت بڑا یا شاندار جہاز نہیں تھا۔ مگر طوفانوں میں وہ ایک مضبوط اور مستحکم قلعے کی مانند تھا۔ اُس کی بڑی بڑی بلند و بالا دیواریں دیکھ کر دل پہ ہیبت طاری ہوتی تھی۔ جھولتی ہوئی سیڑھی سے اُترتے ہوئے مارٹن کے دماغ میں بیک وقت بہت سی باتیں آرہی تھیں۔ "اب ہم پھنس گئے، یوں لگتا ہے جیسے ہم پھانسی کے تختے پر لے جا رہے ہوں ۔۔۔ اب تو بچ نکلنے کی بھی کوئی راہ نہیں" اور "کیسی فضول سی باتیں سوچ رہا ہوں، چھوڑ اس خیال کو" اور" کیا اب لی کو جانے سے روکنا کسی طرح بھی ممکن نہیں، اُسے جہاز ہی پر رہ جانے کو نہیں کہا جا سکتا؟" اور پھر بے قراری اور بے چینی میں وہ اپنے آپ سے بولا "یا اللہ، کیا یہ آدمی "جراثیم خور مادہ" کے بکسوں کو احتیاط سے اُٹھائیں گے؟" پھر زینے سے نیچے اُتر کر وہ ایک

چھوٹے سے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ اس کے اوپر اٹھتی ہوئی جہاز کی بلند و بالا دیوار مسافروں کے کمروں کی کھڑکیوں میں سے چھن چھن کر آتی روشنی سے چمک رہی تھی اور کوئی شخص ہاتھ تھام کر کشتی پر سوار ہونے میں اُس کی مدد کر رہا تھا۔

جب وہ سیاہ پوش اجنبی عورت بھی کشتی میں سوار ہو گئی تو مارٹن نے لالٹین کی روشنی میں دیکھا کہ اُس نے اپنے ہونٹ زور سے بھینچ رکھے ہیں۔ اُس مسافر کی طرح جس نے بڑی نا اُمیدی کے عالم میں انتظار کیا ہو اُس عورت کا چہرہ ہر طرح کے تاثر سے خالی تھا۔

جب اُس نے لیورا کو بازو سے پکڑ کر اُسے کشتی میں سوار کیا تو اُس نے زور سے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

جہاز نے سیٹی دی تو وہ بڑبڑایا: "جلدی کرو، تم اب بھی واپس جا سکتی ہو! فوراً چلی جاؤ!"

"اور اس خوبصورت کشتی سے اُتر جاؤں؟ ہائے سینڈی اس کا انجن تو دیکھو، کیا بڑھیا ہے......... ہائے میں تو ڈر گئی۔"

جب انجن پھڑپھڑایا اور کشتی گھوم کر سمندر کی لہروں پر تھرکتی ہوئی اُن روشنیوں کی طرف بڑھنے لگی تو سرخ بالوں والے ایک سرکاری اہلکار نے مارٹن سے پوچھا۔

"آپ ہی میگرک کمیشن کے لوگ ہیں؟"

"ہاں"

"بہت خوب" اُس کی آواز سے احساس ہوتا تھا کہ اُسے اُن لوگوں کو دیکھ کر خوشی تو ہوئی ہے مگر ساتھ ہی اُس کی سرد مہری بھی جھلکتی تھی۔ وہ ایک مصروف اور خشک مزاج شخص کی آواز تھی۔

"کیا آپ بندرگاہ کے ڈاکٹر ہیں؟" سونڈیلیس نے پوچھا۔

"نہیں بندرگاہ کا ڈاکٹر تو نہیں ہوں۔ میں سینٹ ہوبتھن کے علاقے کا ڈاکٹر سٹوکس ہوں مگر آج کل یہاں ہر شخص ہر کام کرتا ہے۔ بندرگاہ کا ڈاکٹر ——— وہ تو دو

روز ہوئے جل بسا۔"

مارٹن پھر بڑبڑانے لگا۔ مگر اب اُس کے تخیل کی پرواز اُس کے دل میں کوئی ہلچل پیدا نہیں کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے آپ ڈاکٹر سونڈیلیس ہیں۔ افریقہ اور جرمنی میں آپ نے جو کام کیا اُس کے متعلق میں نے سُن رکھا ہے میں خود بھی وہاں سے ہو آیا ہوں اور آپ ڈاکٹر ایرو سمتھ ہیں نا؟ طاعون کے لئے "جراثیم خور مادہ" سے متعلق آپ کا مقالہ میں نے پڑھا تھا۔ بہت مرعوب ہوا ہوں اُس سے۔ ساحل پر پہنچنے سے پہلے میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ـــــ آپ لوگوں کی مخالفت ہوگی۔ یہاں کے سرجن جنرل انچکیپ جونز، کا دماغ چل گیا ہے۔ کاربن گاڑی کو جہاں دبانے سب سے شدید صورت اختیار کی ہے، یہ شخص جلانے سے ڈرتا ہے۔ ایرو سمتھ صاحب مجھے کچھ کچھ اندازہ ہے کہ آپ یہاں تجربے کے طور پر کیا کرنا چاہیں گے۔ اگر انچکیپ روڑے اٹکائے تو آپ میرے علاقے میں آجایئے گا۔ بشرطیکہ میں اُس وقت تک زندہ ہوا۔ مجھے سٹوکس کہتے ہیں...... ۔ انچکیپ اور گورنر یہ دونوں اسقدر ڈرتے ہیں کہ لاشوں کو جلاتے بھی نہیں...... ۔ ان حبشیوں کی کوئی مذہبی توہم پرستی ہے ـــــ اسے 'ادبی'، یا کسی ایسے ہی نام سے پکارتے ہیں۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" مارٹن نے کہا۔

"اس وقت آپ کے ہاں پلیگ کے کتنے کیس ہوں گے؟ سونڈیلیس نے پوچھا

"خدا بہتر جانتا ہے۔ ایک ہزار کے قریب تو ہوں گے۔ اور ایک کروڑ کے قریب جو ہے...... مجھے سخت نیند آ رہی ہے! اچھا حضرات، آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں ـــــ" اُس نے خفگ سا جوش دکھاتے ہوئے ہوا میں اپنے بازو پھیلا دیئے۔ "ہیپر ایٹز جزیرے میں میں آپ کا سواگت کرتا ہوں۔"

اندھیرے کی چادر میں چھپا ہوا بلیک واٹر اب اُن کے سامنے تھا۔ دلدلی بدبودار زمین پر چھوٹی چھوٹی، تنگ اور کمزوری بارکیں بنی ہوئی تھیں۔ شہر کا بیشتر

حصّہ تاریکی میں لپٹا تھا۔ تاریکی اور ایک پراسرار سی خاموشی ـــــ ڈھنڈے اور بے نور ساحل پر زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے ـــــ ٹرام کا سٹیشن، بڑے بڑے گودام، معمولی اور ادنےٰ درجے کے ہوٹل، ان سب جگہوں پر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ پُشتے پر قدم رکھتے ہوئے وہ زمین پر آپہنچے اور چنگی کے عملے کی توجہ سے آزاد بندرگاہ کی حدود سے باہر نکل آئے۔ باہر کوئی گاڑی نہیں کھڑی تھی اور نہ ہی ہوٹلوں کے کارندے سیاحوں کو گھیرنے کے لئے جمع تھے۔ ایک وقت تھا کہ "سینٹ برین" جہاز جب بندرگاہ پر پہنچتا تو دن ہو یا رات اُن لوگوں کے انبوہ یہاں موجود ہوتے اور سیاحوں کے باہر نکلتے ہی وہ مکھیوں کی طرح ان سے لپٹ جاتے۔ لیکن اب یہ جگہ سنسان تھی جیسے اُن گاڑی بانوں اور ہوٹل چلانے والوں کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ وہ پُراسرار سی مسافر عورت سوٹ کیس ہاتھ میں لئے لڑکھڑاتی چال سے چلتی آئی وہ بیں غائب ہوگئی۔ اُس نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر سٹوکس اور بندرگاہ کی پولیس کا افسر (جو خانی کشتی چلانے والوں کی نگرانی کر رہا تھا) سب سامان اُٹھا کر کمیشن کے ممبروں کو ساتھ لئے چل دیے راستے میں سڑکوں کے دونوں طرف بالاخانوں والے مکان تھے اور زمین پر گاڑیوں کے پہیوں سے گہری لکیریں پڑی تھیں۔ چلتے چلتے وہ اُنھیں " سان مارینو ہوٹل تک لے آئے۔

راستے میں ایک دو بار کچھ چہروں نے، جن کے جسم ہوا میں تحلیل ہو گئے معلوم ہوتے تھے، خوفزدہ آنکھوں سے غار کی طرح مُنہ کھول کر بڑے غور سے اُنھیں دیکھا۔ اور جب تھیلوں اور بکسوں کو لادے وہ تھکا ماندہ کارواں ہوٹل کے سامنے پہنچا تو موٹی موٹی آنکھوں والی منیجر نے اُن کے لئے دروازہ کھولنے سے پہلے کھڑکی میں سے جھانک کر اُن نوواردوں کو ایک نظر دیکھ لیا۔

جب وہ اندر داخل ہو رہے تھے تو مارٹن نے گلی کے لیمپ کی روشنی میں پہلی بار اس شہر میں زندگی کے آثار دیکھے۔ روتی ہوئی بیٹھی ہوئی ایک عورت پریشان اور گھبرائے

ہوئے سے بچے کو ساتھ لئے ایک کھلے چھکڑے کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی جس پر تقریباً درجن کے قریب اکڑے ہوئے مُردہ جسموں کا ڈھیر تھا۔

وہ اپنے آپ سے ہی سرگوشی میں بولا "ان لوگوں کو میں "جراثیم نما۔مادہ" کی مدد سے بچا سکتا تھا"۔

اندر داخل ہونے کے بعد جب مارٹن سہنے اور کھانے کے انتظامات سے متعلق منیجر سے بات کر رہا تھا تو دل ہی دل میں یہ دعا بھی مانگ رہا تھا کہ لیورا نے سڑک پر رینگتے ہوئے اُس چھکڑے کا منظر نہ دیکھا ہو۔ اُس وقت حالانکہ اُس کی پیشانی برف کی طرح سرد تھی مگر پھر بھی اُس پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"یہاں لانے سے پہلے ہی مجھے اس کا گلا گھونٹ دینا چاہیئے تھا، اگر مجھے معلوم ہوتا تو" وہ مارے دہشت کے کانپ اُٹھا۔

عورت نے معذرت کے لہجے میں کہا "آپ صاحبان اپنی چیزیں خود ہی اوپر کمروں میں لے جائیں۔ ہمارے ملازم ——— اب یہاں کوئی بھی نہیں ہے"۔

وہ چھڑی جو مارٹن نے بڑے ذوق و شوق سے نیویارک میں خریدی تھی اُس کا اُسے کچھ پتہ نہ تھا۔ اُس وقت تو وہ "ناسور" کے انجکشنوں کی پیٹیاں حفاظت سے اوپر لے جانے میں مصروف تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا "شاید ان سے اس جزیرے کے لوگوں کو بچایا جا سکے"۔

سینٹ سوتھن کے علاقے کا ڈاکٹر سٹوکس اگرچہ خاموش طبع اور سخت دل آدمی تھا مگر جب اُن لوگوں نے اپنے سامان کی آخری چیز بھی اوپر پہنچا دی تو وہ دروازے سے سر لٹکا کر چلایا "میرے اللہ، ایروسمتھ مجھے کس قدر خوشی ہے کہ تم یہاں پہنچ گئے ہو" اور یہ کہہ کر وہ بھاگتا ہوا سیڑھیاں اُتر گیا۔ .... بندرگاہ کی پولیس کے ایک نیگرو سپاہی نے مقامی اور انگریزی لہجے کے امتزاج اور جذبات و تاثرات سے عاری آواز میں کہا "جناب، میرے لئے اور کیا حکم ہے؟ اگر اجازت ہو تو ہم جائیں۔ جناب میز پر وہسکی کی بوتلیں رکھی ہیں۔ ڈاکٹر سٹوکس نے مجھے لانے کو کہا تھا"۔

مارٹن گھور گھور کر انھیں دیکھتا رہا اور کچھ نہ بول سکا۔ آخر سونڈیلیس نے ہی جواب دیا: "بہت بہت شکریہ آپ لوگوں کا۔ یہ لیجئے ایک پونڈ، اسے آپس میں تقسیم کر لیجئے گا۔ اب آپ لوگ گھر جا کر آرام کریں۔"

انھوں نے سلام کیا اور آن واحد میں غائب ہو گئے۔ وہ چلے گئے تو سونڈیلیس اُن نووارد مہمانوں کو آدھ گھنٹے تک خوش کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا۔

دوسرے روز مارٹن اور لیورا کی آنکھ کھلی تو ہر طرف سبز اور قرمزی رنگ کی تیز اور تپتی ہوئی صبح کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ صبح ہو جانے کے باوجود ماحول پر ہیبت ناک خاموشی طاری تھی۔ وہ اُٹھے تو انھیں احساس ہوا کہ یہ ایک اجنبی اور ان دیکھی سرزمین ہے اور وہی کام جو یہاں سے دور نیویارک میں بیٹھ کر ایک دلچسپ اور مسرت انگیز ڈرامہ معلوم ہوتا تھا اب اُس میں سے مُردوں کی بدبو آ رہی تھی۔

(۳)

ایک حبشی عورت اُن کے لئے ناشتہ لائی مگر کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اُس نے دروازے کے پیچھے چھپ کر خوفزدہ نظروں سے اندر جھانکا۔

سونڈیلیس شب خوابی کا بھڑکدار ریشمی لباس پہنے اپنے کمرے سے اُن کے پاس آیا۔ حالانکہ خم شدہ کمر اور عینک کی وجہ سے وہ کچھ بوڑھا دکھائی دینے لگا تھا مگر اُس وقت وہ غُل مچانے والا نوجوان معلوم ہو رہا تھا۔

"ارے سلیم، میرا خیال ہے ہمیں اب اپنا کام شروع کر دینا چاہیئے۔ مجھے تو ان چوہوں سے نپٹ لینے دو۔ یہ شخص جس کا نام انچکیپ ہے — ان پر زہریلے کچلے سے قابو پانا چاہتا ہے۔ کیسا اچھا تربوز ہے! لیورا، جب تم مارٹن کو طلاق دو تو میرے ساتھ شادی کر لینا، کیوں پسند آئی یہ صلاح؟ اچھا مجھے نمک پکڑانا۔ بڑی

اچھی نیند آئی رات !"

رات جب وہ ہوٹل میں پہنچے تھے تو مارٹن نے اپنے کمرے کی طرف بالکل دھیان نہیں دیا تھا مگر اب اس کی اجنبیت نے اُس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرلی۔ اونچی اونچی لکڑی کی دیواریں جن پر ہلکے نیلے رنگ کا روغن کیا ہوا تھا، بغیر فرنیچر کے وسیع و عریض فرش، کھڑکی پر پردہ لگا ہوا اور صحن میں بے رحم گرمی اور کھجوروں کے لوہے جیسے کھڑ کھڑ کرتے پتے۔

صحن کی دیواروں سے پرے شہ نشینوں والی چینی دکان کی اوپر کی منزلیں اور شوخ رنگوں والے "بلیو بازار" کے روشندان نظر آرہے تھے۔

اُس نے سوچا کہ یہاں اس عجیب و غریب ملک میں شور ہنگامہ ہونا چاہیئے مگر اُس وقت وہاں گہری خاموشی تھی، یہاں تک کہ سونڈیلیس بھی چُپ ہو گیا حالانکہ اُس کے لیئے بولنے کا بہت اچھا موقعہ تھا۔ وہ جھومتا ہوا واپس اپنے کمرے میں چلا گیا اور اُس نے سفید ریشم کے بڑھیا کپڑے زیب تن کیے جو اس سے بیشتر اس نے افریقہ کے مشرقی ساحل پر پہنے تھے۔ یہ لباس پہن کر وہ دھوپ سے بچنے کا ہیٹ لے آیا جو اُس نے روانہ ہونے سے پیشتر مارٹن کیلئے خرید لیا تھا سوتی کپڑے کی واسکٹ اور چھتری جیسی ٹوپی پہن کر مارٹن شمالی امریکہ کی بجائے گرم ممالک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا

مگر غیر ملکی کا بہروپ بھرنے پر وہ اچھی طرح سے خوش بھی نہ ہونے پایا تھا کہ میجر جنرل، ایچکیپ جونسر اندر داخل ہوا۔ اس کا جسم دُبلا پتلا تھا مگر گال سیب کی طرح سُرخ تھے اُس کے چہرے سے پریشانیوں اور اس کی باتوں سے عجلت اور چڑچڑے پن کا اظہار ہوتا تھا۔

"میں آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں مگر حضرات بات یہ ہے کہ آج کل جسقدر کام ہمیں کرنا پڑتا ہے اُسے دیکھتے ہوئے ہم آپ کو وہ توجہ نہیں دے سکتے جس کی آپ ہم سے توقع رکھتے ہیں۔" اُس کے لہجے سے بیزاری اور غصے کا اظہار ہوتا تھا۔

مارٹن کوئی معقول سا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ سونڈیلیس نے صورت حال سمجھ کر اپنے کسی فرضی چچازاد بھائی کا ذکر چھیڑ دیا۔ جو ہارے اسٹریٹ میں بہت بڑا پبلشٹ"

تھا اور پھر کہا کہ انھیں صرف مارٹن کے لئے ایک لیبارٹری اور چوہوں کو ختم کرنے کی سہولیات درکار ہیں۔ نہ جانے گسٹاف سونڈیلیس نے اپنی زندگی میں کتنی بار اجنبی دیوں میں افسرانِ اعلیٰ سے خوشامد کی تھی اور منکروں کو اُن کی جانیں بچانے پر راضی کیا تھا۔

اُس کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر سرجن جنرل کا رویہ بہت کچھ ہمدردانہ ہو گیا۔ اُس کی نظروں سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ لیورا کی دلکشی اور دل آویزی کا بھی معترف ہو گیا ہے۔ اُس نے اُن لوگوں کو اُمید دلائی کہ سونڈیلیس کو چوہے مارنے کی اجازت دیدی جائے گی اور یہ بھی کہا کہ سہ پہر کے وقت وہ پھر آئے گا اور انھیں بلیک واٹر کے پیچھے خاموش اور پُرسکون پہاڑی پر "پنیر تھولاج" لے جائے گا جہاں اُن کے قیام و طعام کا انتظام کیا گیا ہے۔ رخصت ہوتے وقت جب وہ بڑی شان سے تسلیمات کے لئے جھکا تو دل میں سوچ رہا تھا کہ مسز ایرو سمتھ کو وہ بنگلہ بہت شاندار لگے گا جس میں تین ملازم ہیں۔ وہاں کا تبلر حالانکہ رنگدار نسل کا تھا مگر وہ اپنے کام میں منجھا ہوا آدمی تھا۔

انچیپ جونر ابھی گیا ہی تھا کہ باہر بڑی زور سے دستک ہوئی اور دروازہ کھلنے پر مارٹن کا پرانا ہم جماعت ڈاکٹر ریورنڈ ایرا ہنکلے داخل ہوا

مارٹن اُس لحیم شحیم عیسائی کو تقریباً فراموش کر چکا تھا جو چیر پھاڑ کے دلچسپ اوقات میں اُسے گمراہی اور کفر کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کی کوشش کیا کرتا۔ اُس کے ذہن میں اُن دنوں کے دھندلے سے نقوش اُبھرے۔ بھاری بھرکم ایرا جھومتا جھومتا اندر داخل ہوا۔ اُس کی گھورتی ہوئی آنکھوں سے وحشت برستی تھی اور اُس کی آواز سے محسوس ہوتا تھا جیسے پیاس کی شدت سے اُس کی زبان سوکھ گئی ہو۔

"ہیلو مارٹ، ارے میں تمہارا قدیمی یار ایرا ہوں۔ یہاں "سینکٹی فکیشن برادر ہڈ" کے تمام گرجوں کا انتظام میرے ہاتھ میں ہے۔ ہائے مارٹ اگر تم ان لوگوں کی بدکاریاں جان جاؤ تو، کس طرح سے یہ لوگ فحش اور گندے گانے گاتے ہیں اور پاجی پن کرتے ہیں۔ اور چرچ آف انگلینڈ نے ان لوگوں کو گناہوں میں ڈوبنے کے

لئے چھوڑ رکھا ہے۔ انھیں ہمارے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ تم آرہے ہو۔ مارٹن، میں ان دنوں بہت محنت کرتا رہا ہوں۔ ان طاعون کے مارے شیطانوں کی میں نے بہت تیمارداری کی ہے اور میں نے انھیں بتا دیا ہے کہ وہ دوزخ کی آگ میں جلیں گے۔ ہائے مارٹن، میرا جی جلتا ہے کہ یہ انجان اور بےخبر لوگ اپنے گناہوں پر پشیمان ہوئے بغیر ابد تک آگ میں جلنے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اتنے سال گزرنے کے بعد تم منکر نہیں رہ سکتے۔ میں تم سے یہ درخواست کرنے آیا ہوں کہ ان لوگوں کے جسموں کو ہی آرام نہ پہنچاؤ بلکہ ان کی روحوں کو بھی گندھک کے اُبلتے ہوئے اُن سمندروں سے نکال لو جن میں اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو ڈالتا ہے جو اس کے پیغام اور اس کے احکامات کی پرواہ نہیں کرتے ــــ"

اس بار بھی سونڈیلیس ہی تھا جس نے ایرا ہنکلے کو اپنی چرب زبانی سے مطمئن کیا اور مارٹن گھبراہٹ میں بڑبڑاتا رہا "یہ پاگل خبطی یہاں کیسے پہنچ گیا، یہ تو ہماری جان عذاب میں ڈال دے گا۔"

انچکیپ جونسر کے لوٹنے سے پیشتر ہی کمیشن کے ممبر شہر کو ایک نظر دیکھنے کے لئے چل دیئے۔ حالانکہ وہ ایک سائنسی کمیشن کے ممبر تھے مگر راستہ بھر گستاف سونڈیلیس غُل غپاڑہ مچانے والا ہندوستانی آدمی بنا رہا، مارٹن تذبذب میں ڈوبا رہا اور لیورا ہر چیز پر صرف ایک سرسری سی نظر ڈالتی رہی۔

شہریوں کو بتا دیا گیا تھا کہ اگر جراثیم کو دور رکھا جائے تو گلٹیوں والے طاعون میں ششتی طاعون کی طرح چھوت سے بیماری لگنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ مگر لوگوں کو اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے ڈرتے اور اجنبیوں کے تو سائے سے بھی گھبراتے تھے۔ کمیشن کے ممبروں نے ایک گلی میں دیکھا کہ وہاں کے رہنے والے مارے دہشت کے مرے جا رہے ہیں۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند تھے، دھوپ اتنی تیز تھی کہ معلوم ہوتا تھا بدن میں سوئیاں چبھ رہی ہیں، سڑک پر کوئی ٹریفک نہیں تھا صرف ایک ٹرالی کار چل رہی تھی جس کا خوفزدہ ڈرائیور اُن کی طرف کن انکھیوں

سے دیکھ رہا تھا۔ اس خیال سے کہیں وہ سوار نہ ہو جائیں اُس نے ٹرالی کی رفتار تیز کر دی۔ پنساریوں اور دوا فروشوں کی دُکانیں کھُلی تو تھیں مگر سائے دار ٹھنڈے کمروں میں بیٹھے دکاندار ڈرے ڈرے سے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے اور جب کمیشن کے ممبر ایک مچھلی فروش کے اسٹال کے پاس پہنچے تو اُنھیں دیکھ کر وہاں بیٹھا واحد گاہک جلدی سے اُٹھ کر چلا گیا۔ ایک جگہ ایک بکھرے بالوں والی عورت اُن کے پیچھے پیچھے چلاتی ہوئی بھاگی، "میرا بچہ، ہائے میرا بچہ ——"

وہ مارکیٹ میں داخل ہوئے۔ ایک لمبی سی لوہے کی چھت پتھر کے ستونوں کے سہارے کھڑی تھی اور ان ستونوں پر اُن گمنام محسن کمشنروں کے نام کھُدے تھے جنھوں نے یہ مارکیٹ تعمیر کروانے کے لئے پبلک میں سرکاری بانڈ فروخت کئے تھے۔ اس مارکیٹ میں خرید و فروخت کرنے والوں کی بڑی بھیڑ بھاڑ ہونی چاہیے تھی مگر وہ چمکتی ہوئی دکانیں خالی پڑی تھیں۔ وہاں صرف ایک حبشی عورت ٹہنیوں کے بنے جھاڑوں کو قطار میں رکھے ہوئے تھی اور ایک ہندو مٹیالے سے چیتھڑوں میں ملبوس تقریباً درجن بھر سبزیاں زمین پر رکھے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا باقی ساری مارکیٹ خالی پڑی تھی اور سوائے گلے سڑے آلوؤں اور کاغذ کے ٹکڑوں کے وہاں کچھ نہ تھا۔

اس سے آگے وہ ایک ہیبت ناک سی گلی میں پہنچے جہاں کوئلے کے گودام تھے، اس چوک کی خاموشی میں نیند کا سا عالم نہیں تھا بلکہ یوں لگتا تھا جیسے اس وادی میں مدتوں سے موت کا پہرا ہے۔

چوک کے چاروں طرف آم کے اُداس سے درخت حلقہ باندھے کھڑے تھے۔ درختوں کے اس حلقے نے ہوا کا رستہ روک رکھا تھا۔ ہوا کے رُک جانے سے چوک کے اندر گرمی زیادہ محسوس ہوتی تھی —— یہ باسی اور بے جان سی گرمی خاموشی کو اور بھی زیادہ ہولناک بنا رہی تھی۔ پیڑوں کے اُس جھنڈ میں سے اُنھیں پلاسٹر کا ایک گھر نظر آیا جس پر سیاہ جالی سی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

"یہاں بہت گرمی ہے۔ چلو واپس ہوٹل چلیں" لیورا نے کہا۔

(۴)

سہ پہر کے وقت انچکیپ جونز فورڈ کار لے کر آیا۔ موٹر کی مانوس اور آشنا شکل وصورت اور اُس کی سست رفتار رینگتے ہوئے جزیرے میں بڑی بے ڈھنگی اور بے سر وپا سی لگتی تھی۔ موٹر میں بٹھا کر وہ اُنھیں ٹھنڈی اور خوشگوار پہاڑی پر بنے ہوئے "پینز بتھ لاج" میں لے گیا۔

اُن کی کار مقامی لوگوں کے کھچا کھچ بھرے ایک بہت ہی گنجان آباد علاقے سے گزر رہی تھی جہاں رنگ روغن سے بے نیاز بانس کی جھونپڑیاں بنی تھیں جن میں نہ تو دروازے تھے اور نہ ہی کھڑکیاں۔ ان جھونپڑوں کے اندر سے سیاہ چہرے گزرتی ہوئی موٹر کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ہچکولے کھاتی ہوئی موٹر جسے سیاہ فام ڈرائیور چلا رہا تھا، اینٹوں کی ایک نئی بنی عمارت کے سامنے سے گزری۔ اس عمارت کے سامنے پولیس کے حبشی سپاہی ہاتھوں پر سفید دستانے چڑھائے، نارنجی رنگ کے کوٹ جن پر سفید پیٹیاں لگی تھیں اور سروں پر دھوپ سے بچنے کی ٹوپیاں پہنے، رائفل کندھے پر رکھے بڑی شان سے کھڑے تھے۔

انچکیپ جونز نے آہ بھر کر کہا "یہ سکول کی عمارت ہے اسے اب طاعون کے مریضوں کو رکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہاں سینکڑوں طاعون زدہ لوگ بھرے پڑے ہیں اور ہر روز بیسیوں مر جاتے ہیں۔ ان کی نگرانی بھی کرنی پڑتی ہے کیونکہ مریض ہذیان کی حالت میں اٹھ اٹھ کر دوڑتے ہیں اور یہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

گلے سڑے مردہ جسموں کی بدبو دوڑتی ہوئی کار کا تعاقب کر رہی تھی۔

مارٹن کو محسوس ہوا کہ وہ بھی ان انسانوں کی طرح ایک حقیر اور ادنےٰ سا آدمی ہے۔

(۵)

"ہینیر تھلاج" کھلی اور پُر فضا جگہ پر بنا ہوا بنگلہ تھا۔ اس کی چھتیں نیچی تھیں اور اس کے دونوں طرف کشادہ برآمدے اور کھجور کے درخت تھے اور اس کی دیواروں پر سُرخ رنگ کے پھول بنے تھے۔ بھدے بے جان شہر سے لے کر سمندر کے کنارے تک کی ہر چیز پہاڑی کی چوٹی پر بنے ہوئے اس بنگلے کی حد نگاہ میں تھی۔ جب ہوا چلتی تو کھڑکیوں پر لگی سرکنڈوں کی چلمنیاں سرگوشیاں کرتیں۔ بڑے بڑے خالی کمروں میں دیواروں پر قبائلی طرز کی آرائش سے جان سی پڑ گئی تھی.......... یہ مکان بندرگاہ کے ڈاکٹر کا تھا جو تین روز پہلے طاعون سے مرا تھا۔

انچیکپ جونز نے خوف سے سہمی ہوئی لیورا کو یقین دلایا کہ یہ شہر کی محفوظ ترین جگہ ہے، چوہوں سے اس مکان کی اچھی طرح حفاظت کی گئی ہے اور یہاں رہنے والا ڈاکٹر بندرگاہ کے پشتوں پر طاعون کا شکار ہوا تھا۔ اُس بیچارے کو تو بیماری کے بعد اپنے اس محبوب بنگلے میں آنے کی مہلت ہی نہیں ملی اور وہ وہیں مر گیا۔ اُس نے سدا کنوارا رہنے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ اس مکان میں وہ ایسی دعوتیں دیا کرتا تھا جن کی سارے سینٹ ہبرٹ میں دھوم تھی۔

ایک چھوٹی سی لیباریٹری کے لئے مارٹن کے پاس کافی ساز و سامان تھا۔ مکان کی ایک خوابگاہ میں اُس نے اپنی لیباریٹری قائم کر دی جہاں گیس بھی تھی اور نل کا پانی بھی مہیا تھا۔ اس کی بغل میں لیورا اور مارٹن کا بیڈ روم تھا اور اس کے بعد ایک اور کمرہ تھا جس میں سونڈیلیس نے فوراً ہی جا کر اپنے کپڑے بکھیر کر اور اپنے پائپ کی راکھ گرا کر اُسے گھر جیسی صورت دے دی۔

اُن لوگوں کا کام کاج کرنے کو اُس بنگلے میں دو نوکرانیاں تھیں اور ایک سیاہ فام خانساماں تھا جو ایک زمانے میں فوجی سپاہی بھی رہ چکا تھا۔ اسی خانساماں نے بنگلے میں اُن کا استقبال کیا اور اس اطمینان کے ساتھ اُن کا سامان وغیرہ کھولا جیسے وہاں طاعون کا نام و نشان ہی نہ ہو۔

پہلا ملاقاتی جو اُن سے اُس بنگلے میں ملنے آیا اُسے دیکھ کر مارٹن کچھ گھبرا سا گیا۔ وہ ایک انوکھا سا شکیل اور خوبرو نوجوان حبشی تھا۔ مارٹن بھی اکثر دوسروں کی دیکھا دیکھی حبشیوں کو سفید فام لوگوں کے مقابلے میں گھٹیا اور کمتر کہا کرتا تھا مگر اُن کے بارے میں اُسے کچھ زیادہ واقفیت نہیں تھی۔ حبشی نوجوان جب اُس سے مخاطب ہوا تو مارٹن اُس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"مجھے آلیور مارچنڈ کہتے ہیں۔"

"ہوں؟"

"ڈاکٹر مارچنڈ — میں نے ایم۔ڈی کی ڈگری ہاورڈ سے حاصل کی تھی۔"

"ارے"

"ڈاکٹر صاحب، میں آپ کو خوش آمدید کہنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟ اور اگر اجازت ہو تو جانے سے پہلے میں اتنا عرض کردوں کہ مجھے سرکاری افسران کے خاندانوں سے آئے تین مریضوں کا علاج کرنا ہے جنہیں پہاڑی کے نیچے علیحدہ رکھا گیا ہے — ایسے ہنگامی حالات میں یہ لوگ ایک نیگرو ڈاکٹر کو گورے لوگوں کا علاج کرنے کی اجازت دیدیتے ہیں! ہاں تو دریافت میں آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر سٹوکس کہتے ہیں کہ آپ اور ڈہیریلے "جراثیم خور مادہ" کو نامیہ پکارنے میں بالکل درست ہیں۔ مگر بورڈیٹ کا تو یہ کہنا ہے کہ اسے کیمیاوی خمیر (ENZYME) کہنا چاہیئے۔ آپکا کیا خیال ہے؟"

پھر اس کے بعد آدھ گھنٹے تک ڈاکٹر ایدمتھ اور ڈاکٹر مارچنڈ طاعون کو بھول کر اور اس سے بھی بڑے طاعون یعنی نسلی امتیاز کو فراموش

آخر میں مارچینڈ نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا "ڈاکٹر صاحب، اب مجھے جانا چاہیئے۔ اگر میرے لائق کوئی کام ہو تو بتا دیجئے گا۔ آپ سے متعارف ہونا میرے لئے یقیناً باعث فخر ہے۔"

اُس نے خاموشی سے سلام کیا اور چلا گیا۔

"میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی کسی نیگرو کو ڈاکٹر کی شکل میں نہ دیکھا تھا۔ خدایا دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور میں کچھ جانتا ہی نہیں!" مارٹن نے اپنے آپ سے کہا۔

(۶)

جب مارٹن اپنی لیبارٹری تیار کر رہا تھا تو سونڈیلیس یہ معلوم کرنے میں مگن تھا کہ انجکیپ جونز کی انتظامی مشینری میں کیا نقص ہے ـــــ غور سے مشاہدہ کرنے پر یہ مشینری ہر طرح سے بگڑی ہوئی ثابت ہوئی

آج کی تہذیب یافتہ دنیا میں یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک مہذب ملک میں لوگ طاعون سے چوہوں کی طرح مرتے رہیں۔ اور ان بدنصیبوں کی لاشوں کو ڈرائیور گاڑیوں میں بھر بھر کر پھینک آئیں۔ بلکہ اس سے مقابلہ اسی طرح ہونا چاہیئے جیسے ایک جدید جنگ لڑی جاتی ہے۔ اس جنگ میں طیش کھائے ہوئے حملہ آوروں کی بجائے ٹیلی فونوں کی گھنٹیاں بجتی ہیں۔ آج اس پُرانی ہیبت ناک بیماری کی صورت شکل ہی اور ہے۔ اسے ختم کرنے کے لئے دفتروں میں بے پناہ پھرتی سے کام کیا جاتا ہے، کارڈوں کے انڈکس بنائے جاتے ہیں اور انسانوں اور چوہوں کے جراثیمی معائنے ہوتے ہیں۔ ان سب کاموں کی نگرانی کرنے کے لئے ایک ڈائرکٹر ہوتا ہے (یا ہونا چاہیئے) جسے غیر معمولی اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ بڑی بڑی رقمیں اس کے لئے مخصوص کی جاتی ہیں، اخباروں اور اشتہاروں سے لوگوں کو بیماری سے بچنے کی تعلیم دی جاتی ہے، اچھ ہے

مارنے والوں کے بریگیڈ تیار کئے جاتے ہیں، ایک دستہ جراثیم مارنے والوں کا ہوتا ہے اور مریضوں کو دوسری آبادی سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے جراثیم دوسرے لوگوں تک منتقل نہ کر سکیں۔

ان میں سے اکثر باتوں میں انجکیپ جونز ناکام رہا تھا۔ سب سے پہلے تو وبا کے خطرے کو تسلیم کرنے کے لئے ہی اُسے تاجروں کا مقابلہ کرنا پڑا جن کا وہاں کی قانون ساز اسمبلی پر قبضہ تھا اور جو شور مچا رہے تھے کہ قیدِ طبی کا اعلان کر دینے سے وہ لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ اب انھوں نے انجکیپ جونز کو مکمل اختیارات دینے سے انکار کر دیا تھا اور وبا کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک "بورڈ آف ہیلتھ" بنا رکھا تھا۔ یہ بالکل ایسی ہی بات تھی جیسے کہ طوفان میں پھنسے ہوئے جہاز کو بچانے کے لئے ایک کمیٹی بنا دی جائے۔

یوں تو انجکیپ جونز دلِ گردے والا آدمی تھا مگر وہ لوگوں کو بہلا پھسلا کر رضامند کرنے کا فن نہیں جانتا تھا۔ اخبارات اُسے ظالم اور جابر کے نام سے پکارتے تھے اور چوہوں وغیرہ سے احتیاط کرنے میں پبلک کا تعاون حاصل کرنے کے لئے بھی اخبارات نے اُس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُس نے چند ایک گوداموں کو گندھک کی دھونی دے کر جراثیم سے پاک کرنے کی کوشش کی تھی مگر مالکان نے شکایت کی کہ دھوئیں اور بخارات سے گوداموں میں پڑے ہوئے کپڑے اور رنگ روغن پر داغ پڑ جاتے ہیں۔ اس پر "بورڈ آف ہیلتھ" کے ممبروں نے اُسے مشورہ دیا کہ وہ انتظار کرے —— اور انتظار کرے، اور کسی طرح کا قدم اُٹھانے کی بجائے ہوا کا رُخ دیکھے۔ اُس نے چوہوں کا معائنہ کرنے اور بیماری کے بڑے بڑے مراکز معلوم کرنے کی بھی کوشش کی مگر اُس کے پاس صرف دو ہی ماہرِ جراثیمیات تھے۔ سٹوکس، جو کہ پہلے ہی کام کے بوجھ سے دبا ہوا تھا اور آلیور مارچینڈ۔ انجکیپ جونز نے ڈنر پارٹیوں میں اکثر اوقات لوگوں سے کہا تھا کہ اُسے حبشیوں کی ذہانت پر کوئی اعتماد نہیں۔

وہ پاگل سا ہو گیا۔ دن رات میں وہ بیس ۲۰ بیس ۲۰ گھنٹے کام کرتا وہ اپنے آپ کو یقین دلاتا کہ اُسے کسی چیز کا خوف نہیں۔

اُس کی بڑی شدید خواہش تھی کہ بورڈ آف ہیلتھ میں "ریڈ لیگ" فرقے کے تاجروں کے علاوہ اور کبھی کوئی اُسے حکم دینے والا ہو۔ اور رات کے وقت جب اُس کا دماغ خواب اور بیداری کے درمیان لٹکا ہوتا تو اس نیم غنودگی کی کیفیت میں اُسے شہر کی پہاڑیاں دکھائی دیتیں، گلستان میں گھومتی ہوئی اپنی بہنیں نظر آتیں اور اپنے والد کے ٹینس لان میں چائے کی میز اور ٹوکری کی شکل کی کرسیاں دکھائی دیتیں، یہ اصل میں اُس کے آسودہ دنوں کی علامتیں جنھیں وہ پریشانی کے عالم میں دیکھتا تھا۔

پھر سونڈیلیس آیا اس خدائی خدمتگار نے اپنی چالاکی اور عیاری سے وہ ماحول قائم کیا کہ ایک دم سے وہاں کا ڈکٹیٹر بن بیٹھا اس نے اپنا مقدمہ اس طرح سے پیش کیا کہ بورڈ آف ہیلتھ کے ممبر دہشت زدہ ہو گئے۔ اس نے ان کے سامنے منگوالیا اور ہندوستان میں اپنے تجربات بیان کئے اور یہ باقاعدہ اُنکے ذہن نشین کردیا کہ اگر انھوں نے اپنی سیاسی مصلحتوں کو قربان نہ کیا تو یہ طاعون کی بلا سینٹ ہیرسٹ پر ہمیشہ کے لئے نازل رہے گی اور سیاح وہاں آنا چھوڑ دیں گے، ڈالروں کی آمدنی بند ہو جائے گی اور سمگلنگ کے تمام امکانات ختم ہو جائیں گے۔

اُس نے اُنھیں دھمکایا، اُن کی چاپلوسی کی اور ایک ایسی داستان سنائی جو اُن لوگوں نے آکس ہاؤس کے شراب خانے میں کبھی کبھی نہ سنی تھی۔ اور ان ہتھکنڈوں سے اُس نے انجکیپ جونز کے پاس اختیارات منتقل کر ڈالے اور اُسے وہاں کا ڈکٹیٹر بنا دیا۔ گٹاف سونڈیلیس اس نئے ڈکٹیٹر کے عین پیچھے تھا۔

اُس نے فوراً ہی چوہے مارنے شروع کر دیئے اور انجکیپ جونز کا ایک حکم نامہ حاصل کر کے ایک گودام کے مالک کو گرفتار کر لیا اس شخص نے اعلان کیا تھا کہ وہ اپنی گوگو کی پیٹیاں برباد نہیں ہونے دے گا۔ پولیس کے کالے بھجنگ سپاہیوں کو لے کر، جنھوں نے جنگ عظیم میں تربیت حاصل کی تھی، وہ اُس گودام پر پہنچ گیا اور انھیں باہر نگرانی کے لئے کھڑا کر کے پمپ کے ذریعے اندر ہائیڈرو سائینک گیس پھینکنی شروع کی۔

پولیس کے سپاہیوں کی قطار سے پرے لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اُن لوگوں کو تعجب تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ بات تو وہ ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہاں کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ گودام کی دیواروں کا ہر رخنہ اچھی طرح سے بند کیا گیا تھا اور گیس کی وہاں کوئی بو نہ تھی۔ مگر چھت ٹپکتی تھی اور وہ بے رنگ، بے رحم، ظالم گیس اُس میں سے نکلنی شروع ہوئی۔ اچانک چھت کے اوپر ہوا میں لگاتا ہوا ایک باز لوگوں کے درمیان بے جان ہو کر گر پڑا۔

ایک شخص نے آنکھیں پھاڑ کر تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور اُسے اُٹھا لیا۔

"ارے مر گیا یہ تو!" ہجوم میں ہر شخص کی زبان سے نکلا۔ بھیڑ نے سونڈیلیس کو، جو کہ اپنے سپاہیوں کے درمیان اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا، بڑی عزت اور تعظیم کی نظروں سے دیکھا۔

اُس کے چوہے مارنے والے گروہ گیس چھوڑنے سے پہلے ہر گودام کی اچھی طرح سے تلاشی لیتے تاکہ کوئی شخص اندر نہ بیٹھا ہو مگر جب وہ تیسرے گودام میں گئے تو شہر کا ایک آوارہ گرد وہاں سویا ہوا تھا اور گیس چھوڑنے کے بعد جب گودام کا دروازہ جلدی سے کھولا گیا تو اندر نہ صرف ہزاروں چوہے مرے پڑے تھے بلکہ وہاں اُس آوارہ گرد کی اکڑی ہوئی لاش بھی تھی۔

"ہائے بیچارہ ——— دفنا دو اسے" سونڈیلیس نے کہا۔

اس معاملے کی کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔

ایک روز "آکس ہاؤس" میں رم پیتے ہوئے سونڈیلیس پرانی یادوں میں کھو گیا اور پھر اچانک، مارٹن سے کہنے لگا۔ "مارٹن، کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کتنے آدمیوں کی جانیں لی ہیں۔ جب میں چلی کی بندرگاہ اینٹو فاگاسٹا میں جہازوں کو جراثیم سے پاک کرنے کا کام کر رہا تھا تو بعد میں ہر بار جہاز کے اندر سے دو تین بنا ٹکٹ سفر کرنے والے چھپے ہوئے مسافر ملتے۔ وہ اس طرح چھپ جاتے تھے کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ہائے بیچارے!"

سونڈیلیس نے قلیوں اور دفاتر میں کام کرنے والوں کو زبردستی اپنے روزگار سے ہٹا کر چوہے مارنے کے کام پر لگا دیا۔ ان لوگوں کو پنجرے دے دیئے جاتے، زہر اور گیس بھی دیدی جاتی۔ اس کے علاوہ اُس نے چوہے مارنے کے لئے کئی جگہ گوداموں اور اصطبلوں کے ہر رخنے اور دراز کو سیمنٹ سے بند کر دیا تاکہ چوہے اندر ہی ناقوں سے مر جائیں۔ اُس نے شہر میں چوہوں کی آبادی بتانے کے لئے سبز اور سرخ رنگوں کا ایک نقشہ بنایا۔ اُس نے ذاتی جائیدادوں کی حفاظت کرنے والے کسی قانون کی پرواہ نہیں کی اور ضروری سامان حاصل کرنے کے لئے دوکانوں پر چھاپے مارے۔ قانون ساز اسمبلی کے ممبروں کو کبھی وہ پیار سے سمجھاتا اور کبھی ڈراتا دھمکاتا۔ وہ کیلیٹ سے ملنے گیا اور اُس کے بچوں کو کہانیاں سنائیں اور انھیں رو رو کر بتایا کہ وہ کتنا نیک دل عیسائی ہے —— ان کاموں کے ساتھ ہی وہ مسلسل شراب بھی پیتا رہا۔

آئس ہاؤس —— اُس جگہ کا سب سے پرسکون اور اندھیرا سا شراب خانہ تھا جہاں سنگ مرمر کی میزیں تھیں اور جس کی دیواروں پر سنہری ملمع کیا ہوا تھا، ابھی بند نہیں ہوا تھا مگر اب وہاں صرف "کہنہ مشق" شرابی اور لوفر بہادر ہی جاتے۔ یہ لڑکے وہاں نوارد تھے اور ان میں سے کسی کو "پیل پارک" اور کسی کو ہائی سٹریٹ کی یاد ستاتی۔ ان کی بے تابی اور ان کا اضطراب انہیں وہاں لے جاتا تھا۔ اور شراب لانے والے خدمتگاروں میں بھی وہاں صرف موٹا سا جمشکا ہی رہ گیا تھا۔ اتفاق یہ کہ وہ شراب میں لیمو اور شکر ملا کر ایک خاص مرکب بنانے کا ماہر تھا۔ سونڈیلیس اُس کے ان "شہ پاروں" کا بے حد مداح تھا۔ اس شراب خانے کے گاہکوں میں اب وہی تھا جو اطمینان سے وہاں بیٹھتا۔ باقی لوگ تو اتنے دہشت زدہ تھے کہ شراب گلے میں انڈیلتے اور بھاگ کھڑے ہوتے۔ دن بھر چوہے مارنے اور مکانوں کو جراثیم سے پاک کرنے کے بعد وہ مارٹن، لیورا، یا جو شخص بھی اُس کے ساتھ شراب خانے میں وقت گزارنے پر راضی ہوتا، کو لے کر وہاں جا بیٹھتا۔

گسٹاف سونڈیلیس سماجی رتبے کی پرواکئے بغیر ہر ایک سے دوستی کر لیتا۔ اُس کی نظروں میں ایک نواب اور جوتیاں گانٹھنے والا دونوں برابر تھے۔ مارٹن جب کبھی اُسے ایک تحقیقیادارے کے کلرک سے اسی طرح ہنس ہنس کر باتیں کرتے دیکھتا جس طرح وہ اُس کے ساتھ کیا کرتا تھا، تو مارے حسد کے جل جاتا۔ وہ گھنٹوں بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا، شنگھائی کی داستانیں سناتا، علمیات پر بحث کرتا اور نیون یین کی مصوری پر تنقید کرتا۔ وہ گھنٹوں بیٹھا بازاری لوگوں کے گائے جانے والے فحش گانے گاتا اور پھر دندنا کر کہتا "دیکھا آج میں نے کیلیٹ کے گودام میں کس طرح چوہوں کو ختم کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ شراب کا ایک چھوٹا سا پیالہ کسی شریف آدمی کی صحت خراب نہیں کر سکتا۔"

وہ خوش مزاج تھا مگر اُس کے ہنسی مذاق میں ایرا ہنکلے کی برہم کر دینے والی سرزنش اور تنبیہ کی کوئی جھلک نہ ہوتی۔ وہ اپنی ہنسی بھی اڑاتا، مارٹن اور لیورا پر بھی پھبتیاں کستا اور جس کام کے لئے وہ لوگ وہاں آئے تھے اُس کا بھی مذاق اڑاتا۔ گھر میں رات کو ڈنر کے وقت جو بھی اُسے مل جاتا کھا لیتا (حالانکہ پینے کے معاملے میں وہ قطعاً بے پروا نہیں تھا۔) اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ رسد کا سامان وہاں کن مشکلوں سے دستیاب ہوتا تھا، اُس جگہ کے ملازموں سے کام کا معیار کتنا پست تھا اور لیورا انھیں ملازموں کی مدد سے دلکش دنیا کا سا سماں پیدا کرنا چاہتی تھی۔ "پینیر کتھ لاج" میں بنا ہوا کھانا برا نہیں کہا جا سکتا تھا۔ وہ شور مچاتا اور گانے گاتا۔ مگر اپنی ان بچگانہ حرکتوں کے باوجود چوہے مارنے کی مہم میں وہ بڑی احتیاط سے کام لیتا۔ اونچے بوٹ، کلائیوں پر چمڑے کی پٹیاں اور گلے پر چڑھانے کے ربڑ کا خول، جو اُس کا اپنا ایجاد کیا ہوا تھا اور جو آج بھی ہر گرم مرطوب ملک میں دو کانوں پر "سونڈیلیس اینٹی ورمن نیگ پروٹیکٹر" کے نام سے مشہور ہے۔

حالانکہ مارٹن اور گاٹلب اُسے کبھی نہ سمجھ سکے مگر درحقیقت وہ دنیا میں وباؤں کے خلاف لڑنے والا ایک ایسا ذہین اور پرخلوص مجاہد تھا جس میں نام و نمود کی

کوئی ہوس نہ تھی اور جس کی دنیا نے بالکل قدر نہیں کی۔

اس طرح سونڈیلیس کے ساتھ کام کرتے ہوئے مارٹن پر ہمیشہ ڈر اور گھبراہٹ طاری رہتی کہ کہیں یہ شخص کوئی ناواجب بات نہ کر بیٹھے۔

باب چونتیسواں

سینٹ ہبرٹ کے بڑے بڑے تاجروں کو اس بات پر مائل کرنا ایک ناممکن سی بات تھی کہ طاعون کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی خاطر وہ ایک ایسے "تجربہ" کا تختۂ مشق بنیں جس میں نصف کے مرنے کا امکان ہو۔ مارٹن نے بحث مباحثے سے انگلیپ جونز اور سونڈیلیس کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی اس پر وہ ایک سیاسی مہم چلانے کی تجویزیں سوچنے لگا بالکل ویسے ہی جیسے وہ جراثیمیات کے نئے نئے تجربات کی تجویزیں سوچا کرتا تھا۔

اس نے طاعون کی تباہ کاریاں دیکھی تھیں۔ لوگوں کو اس مصیبت میں تڑپتے دیکھ کر اسے ترغیب ہوتی (اگرچہ وہ اب بھی اس ترغیب کو جھٹکنے کی کوشش کر رہا تھا) کہ وہ اپنا تجربہ بھول جائے اور مستقبل میں لاکھوں جانیں بچانے کی بجائے اب ان آزار زدہ مصیبت زدہ لوگوں کو موت کے منہ سے نکالنے کے لئے کام کرے۔ یہ سونڈیلیس کے ڈرانے دھمکانے اور پچکارنے کا ہی اثر تھا کہ انگلیپ جونز اب اطمینان سے معمول کا کام کرتا تھا۔ وہ مارٹن کو کارب گاؤں لے گیا جہاں جراثیم زدہ گھر بلوں کے باعث بلیک واٹر کے مقابلے میں طاعون کا بہت زیادہ زور تھا۔

ان کی موٹر سفید بجری کی سڑکوں پر دوڑنے لگی جنھیں دیکھنے سے دھوپ کی تپش کے باعث آنکھوں میں اور بھی چبھن ہوتی تھی۔ یام ٹاؤن کی گندی بستی سے گزر کر وہ بالنوں کے جھنڈ اور کھجور کے درختوں کی خنک بستی کی طرف مڑ گئے جہاں گئے

کی بھر مار تھی۔ پہاڑی سے نیچے اترنے کے لئے وہ ایک بل کھاتی ہوئی سڑک پر ہو لئے اور اُس علاقے کی طرف بڑھنے لگے جہاں ساحل سمندر پر چونے کے پتھروں کے بے شمار غار تھے۔ یہ بات ناممکن سی معلوم ہوتی تھی کہ گندی تاریک گلیوں میں پھیلنے والی پلیگ اس خوبصورت اور خوشگوار ساحل پر بھی پہنچ گئی ہو گی۔

اُن کی موٹر گاتی گنگناتی ہوئی ہوا کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ یہ ہوا بتاتی تھی کہ آجکل سمندروں میں چلنے والے جہازوں کو طوفانوں کا کوئی خطرہ نہیں۔ نہایت تیز رفتاری سے چلتے ہوئے وہ "پوائنٹ کارب" کے پاس گزر گئے جس کے نیچے سمندر کی جھاگ پانی کی سطح پر اکٹھی ہو جاتی ہے اور جہاں ایک کھیت کے کنارے پر کھجور کا ایک درخت اکیلا اور اداس کھڑا تھا اور ٹھنڈی خوشگوار ہوا گنگناتی ہوئی گزر رہی تھی۔ چلتے چلتے وہ ایک گرم وادی میں جا پہنچے۔ اور کارب گاؤں میں داخل ہوئے جس کے خوفناک نظارے سے گھن آتی تھی۔

بلیک واٹر میں طاعون کی شدت اور ہیبت سے زندگی کا نظام درہم برہم ہو گیا تھا مگر کارب میں اس کی ہولناکیاں انتہا پر تھیں۔ چوہوں کو چمٹنے والے پسوؤں نے یہاں زمین کے اندر رہنے والی گلہریوں کے جسموں میں اپنا گھر بنا لیا تھا۔ کارب گاؤں کے ہر کھیت اور ہر باغ میں ان گلہریوں کے بل موجود تھے۔ بلیک واٹر میں شروع سے ہی طاعون زدہ آبادی کو علیحدہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی مگر کارب کے تو ہر گھر میں موت منڈلا رہی تھی۔ سنگینوں والی بندوقیں اٹھائے ملٹری پولیس کے سپاہی گاؤں کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے اور سوائے ڈاکٹروں کے کسی کو وہاں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔

مارٹن کو وہ لوگ اس گاؤں کی ایک بدبو دار گلی میں لے گئے جہاں جھونپڑیوں پر کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی چھتیں ڈالی گئی تھیں اور بانس کے ڈنڈوں کی دیواروں پر گوبر لیپا ہوا تھا۔ ان جھونپڑیوں میں بکریاں اور مرغ انسانوں کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ اُس نے آدمیوں کو ہذیان کی حالت میں چلاتے ہوئے سنا اور کئی

بار وہ خوفناک منظر دیکھا ــــــ اندر کو دھنسی ہوئی سرخ آنکھیں، کھچا ہوا چہرہ اور کھلا ہوا منہ ــــــ یہ سب طاعون کی علامتیں تھیں۔ ایک بار تو اُس نے ایک بہت ہی پیاری بچی کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھا۔ اس کی زبان سیاہ ہو چکی تھی، یہ بچی موت کے دروازے پر کھڑی تھی۔

یہ مناظر دیکھ کر اُن کی حالت ایسی غیر ہوئی کہ وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور "پوائنٹ کارب" پر آ کر دم لیا جہاں تیز ہوا سیٹیاں بجا رہی تھی۔ انجکیپ جونز نے سوال کیا: "اس کے بعد بھی کیا آپ تجربہ کرنے کی بات سوچ سکتے ہیں؟" مارٹن نے سر ہلایا۔ اُس وقت وہ اپنے ذہن کے پردے پر گاٹلب کی صورت کے نقوش ابھارنے کی کوشش کر رہا تھا، ورا پنے اُس مرشد کا تیار کیا ہوا منصوبہ یاد کر رہا تھا: "آدھی آبادی کو "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن لگایا جائے اور بقیہ نصف کو یہ دوا بالکل نہ دی جائے۔"

اُسے خیال آیا کہ سائنس کے شیش محل میں بیٹھے ہوئے گاٹلب کو اس بات کا کوئی احساس نہیں کہ جہاں وبا نے اسقدر تباہی اور گھبراہٹ پھیلا رکھی ہو وہاں لوگوں کو اپنے تجربات کا تختہ مشق بنانے کی اجازت طلب کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

آئس ہاؤس جا کر اُس نے ڈربی شائر کے ایک ڈرے اور سہمے ہوئے کلرک کے ساتھ شراب پی اور شراب خانے میں بیٹھے بیٹھے اُس کے ذہن میں گاٹلب کی اندر کو دھنسی ہوئی مطالبہ کرتی آنکھوں کی تصویر واضح ہو گئی۔ پھر اُس نے قسم کھائی کہ وہ رحم اور ہمدردی کے جذبات کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے گا کیونکہ اس طرح کا رحم انجام کار انسانیت کے لئے ہر طرح کے رحم کو بے معنی بنا دے گا۔

انجکیپ جونز کو چونکہ اُن حالات میں تجربہ کرنے کی ضرورت سمجھ نہیں آ رہی تھی اس لئے مارٹن نے وہاں کے گورنر کرنل سر رابرٹ فیر لیمب سے ملنے کا فیصلہ کیا۔

(۲)

حالانکہ "گورنمنٹ ہاؤس" سینٹ ہبرٹ کے گورنر کی سرکاری رہائش گاہ تھی مگر پھوس کی چھت والا یہ بنگلہ مارٹن کے پینر تھ لاج سے کچھ ہی بڑا تھا۔ مارٹن نے جب اسے دیکھا تو اُسے اطمینان سا محسوس ہوا۔ رات کے نو بج چکے تھے اور وہ اُس بنگلے کی کشادہ سیڑھیوں پر یوں مزے مزے سے چڑھ رہا تھا جیسے وِسل دینیا میں کسی پڑوسی سے ملنے جا رہا ہو۔

دروازے پر اُسے جمیکا کے رہنے والے ایک بہت حلیم اور شائستہ سے ملازم نے روک لیا۔

اُس نے کچھ برہمی کے انداز میں بتایا کہ وہ میکگرک کمیشن کا سربراہ ڈاکٹر ایبد سمتھ ہے اور ایک بہت ہی ضروری بات کرنے کے لئے سر رابرٹ کو اسی وقت ملنا چاہتا ہے۔"

ملازم نے اپنے مخصوص ناخوشگوار سے خوش خلقانہ انداز میں تجویز کیا کہ ڈاکٹر صاحب اپنے کام کے لئے سرجن جنرل سے ملیں۔ اتنے میں اوپر برامدے کے جنگلے سے ایک سرخ چہرہ نیچے جھک کر زور سے چلایا "جیکسن پاگل نہ بنو، اوپر بھیج دو انہیں!"

اوپر برامدے میں ایک چھوٹی سی موم بتیوں سے چمکتی ہوئی گول میز پر شراب اور کافی کا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا اور اس کے گرد سر رابرٹ اور لیڈی فیئر لیمب بیٹھے اپنا ڈنر ختم کرنے کو تھے۔ لیڈی فیئر لیمب ایک دبلی پتلی عصبی مزاج کی معمولی سی عورت تھی۔ سر رابرٹ ایک فربہ اندام، بہت ہی مغرور، ہمت والا اور بڑا مغموم صورت آدمی تھا۔ ایسے وقت میں بھی جبکہ شہر کے دھوبی کسی کے گھر جانے کی ہمت نہیں کرتے تھے اُس کی قمیض چمک رہی تھی۔

مارٹن اُس وقت اپنے مجوب سوتی سوٹ میں ملبوس تھا اُس کی قمیض پر کئی

سلوٹیں پڑی تھیں جسے لیورا کئی بار دھونے کا ارادہ کر چکی تھی۔

مارٹن نے بتایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ اگر دنیا کو طاعون جیسی لعنت سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو اسے یہی کرنا چاہیئے۔

سر رابرٹ نے اُس کی بات اس اطمینان اور ہمدردانہ طور پر سُنی کہ مارٹن نے سمجھا کہ یہ شاید معاملے کی گہرائی تک پہنچ گیا ہے۔ مگر آخر میں وہ چیخنے لگا۔

"بھلے آدمی، اگر میں محاذ جنگ پر فوج کی کمان کرتا ہوتا، اور بڑی خونریز لڑائی ہو رہی ہوتی اور وزارتِ جنگ کا ایک کلرک مجھ سے کہتا کہ میں سب کو خطرے میں ڈال کر اس کی کسی معمولی سی ایجاد کردہ چیز کا امتحان کروں تو کیا تم سوچ سکتے ہو کہ میں اُسے کیا جواب دیتا؟ اس وقت میں کچھ نہیں کر سکتا ــــــ اس وقت ان لوگوں نے میرے ہاتھ سے سب اختیارات لے لئے ہیں ــــــ مگر جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں تم جیسے چیر پھاڑ کرنے والے امریکنوں کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ یہاں آکر ہم سب کو قربانی کے بکرے بناؤ۔ اچھا جناب، خدا حافظ!"

(۳)

سونڈیلیس کی عیارانہ چالوں کے صدقے مارٹن کو ایک خاص کمیٹی کے سامنے اپنا منصوبہ پیش کرنے کی اجازت مل گئی۔ یہ کمیٹی معطل شدہ "بورڈ آف ہیلتھ" کے ممبران، انچیکپ جونز اور وہاں کی قانون ساز اسمبلی کے کچھ ممبروں پر مشتمل تھی۔ سونڈیلیس غیر سرکاری حیثیت میں کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہوا۔ درحقیقت دنیا میں وہ جہاں بھی گیا تھا اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے لوگوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے یہ "غیر سرکاری حیثیت" کا پردہ اُس کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا تھا۔ کمیٹی کے اجلاس میں وہ وہاں کے حبشی ڈاکٹر آلیور مارچنڈ کو بھی لے آیا، اس بنا پر نہیں کہ وہ اس جزیرے کا سب سے

ذہین آدمی تھا (حالانکہ سونڈیلیس یہی سمجھتا تھا) بلکہ اس لئے کہ وہ اُس جگہ کے باغات میں کام کرنے والے سیاہ فام مزدوروں کا نمائیدہ تھا۔

سونڈیلیس بھی نیر لیمب کی طرح مارٹن کی تجربہ کرنے کی بے رحم سکیم کا مخالف تھا۔ اُس کی رائے میں تمام تجربات لیبارٹری میں ہونے چاہئیں، کن طریقوں سے ہونے چاہئیں اس کے متعلق وہ واضح طور کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ڈاکٹر ہارکوروڈ کے کام میں کوئی تجربہ حائل نہ ہو۔ مگر اپنے اس نظریئے کے باوجود وہ اُس خاص کمیٹی کی معصوم سی میٹنگ میں ہونے والا ڈرامہ ضرور دیکھنا چاہتا تھا۔

کمیٹی کے اجلاس کی تاریخ ایک ہفتہ پہلے ہی مقرر کر دی گئی تھی

....

اور بیسیوں لوگ روزانہ مر رہے تھے۔ اس دوران میں مارٹن مزید "جراثیم خور مادہ" تیار کرتا رہا اور سونڈیلیس کو چوہے مارنے میں مدد دیتا رہا۔ لیورا آدھی رات تک اُن دونوں کے بحث مباحثے کو سنتی اور اُن سے یہ تسلیم کرانے کی کوشش کرتی کہ اُس کا ساتھ آنا اُن کے لئے بہت سود مند رہا ہے۔ انچکیپ جونز نے مارٹن کو سرکاری ماہر جراثیمیات کا عہدہ پیش کیا مگر اُس نے انکار کر دیا کہ کہیں اس طرح سے اُس کا اصل مقصد فوت نہ ہو جائے۔

خاص کمیٹی کا اجلاس پارلیمنٹ ہاؤس میں ہوا۔ کمیٹی کے ممبران اپنی اچھی بھلی گھریلو سی صورتوں کو بگاڑ کر کرسی عدالت پر بیٹھنے والے ججوں جیسا انداز اختیار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اُن کے ہمراہ اجلاس میں جزیرے کے وہ ڈاکٹر بھی شریک ہوئے جو اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال سکتے تھے۔

لیورا پچھلے کمرے میں بیٹھی سب کارروائی سُن رہی تھی۔ اور پارلیمنٹ ہاؤس کے ایوان میں مارٹن کمیٹی کے ممبروں کو خطاب کر رہا تھا۔ اُسے احساس تھا کہ وہ وہی ایلک ملز کا چھوٹا سا مارٹ ایروسمتھ ہے جس کی بات کو اب ایک جزیرے کے حکمراں غور سے سن رہے ہیں اور جن کے سربراہ کو برطانیہ کی حکومت نے "سر" کا خطاب دے رکھا ہے۔ اُسے اپنے قریب ٹیکس گاٹلب کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔

اور گاٹلب کی تمام قوتوں کو اپنے اندر یکجا کر کے اُس نے اُنھیں سمجھانے کی کوشش کی کہ انسان نے ہمیشہ کسی نہ کسی مصیبت، بحران، جنگ، الیکشن یا کسی مسیحا سے وفاداری کے باعث مستقبل میں عظمت حاصل کرنے کا موقعہ کھو دیا ہے اور سچائی اور حقیقت کی صبر آزما تلاش ترک کر دی ہے۔ اُس نے سمجھایا کہ وہ شاید نصف آبادی کو بچا سکتا ہے مگر "جراثیم خور مادہ" کی قدر و قیمت معلوم کرنے کے لئے آدھی آبادی کو بغیر دوا کے رکھنا پڑے گا......... ساتھ ہی اُس نے بہت اچھے ڈھنگ اور سلیقے سے یہ بھی کہا کہ بقیہ کے نصف بدبختوں کو بھی بہر حال ویسی توجہ تو ملے گی ہی جیسی اب مل رہی ہے۔"

کمیٹی کے اکثر ممبروں نے یہ سُن رکھا تھا کہ اُس کے پاس طاعون کا بڑا کراماتی سا علاج ہے جسے وہ کسی نامعلوم اور شرمناک سی وجہ کے باعث استعمال نہیں کر رہا۔ وہ اس معجزاتی علاج کو روکے رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ اُس وقت وہاں خاصی بحث ہوئی اور بہت سا مباحثہ تو مارٹن کی کہی ہوئی باتوں سے بالکل غیر متعلق تھا۔ انجام کار معلوم یہ ہوا کہ سٹوکس اور آلیور مارچنڈ کو چھوڑ کر ہر شخص اُس کی تجویز کا مخالف تھا۔ کیلیٹ اس امریکن پر بہت برہم تھا، سر رابرٹ فیئر لیمب نے بھی یہ بات سختی سے نامنظور کر دی اور سونڈ لیس نے اعتراف کیا کہ مارٹن نیک مہذب اور شائستہ آدمی ہونے کے باوجود بڑا کٹر اور متعصب شخص ہے۔ ابھی یہ بحث مباحثہ ہو ہی رہا تھا کہ سینکٹیفکیشن برادرہڈ کلیسا کے مبلغ پادری ایرا ہنکلے نے بیچ میں کود کر اپنے غیض و غضب کی آگ برسانی شروع کر دی۔

ایرا ہنکلے سے مارٹن کی ملاقات بلیک واٹر میں آنے کے بعد پہلے ہی روز ہو گئی تھی۔ مگر اُس دن کے بعد اُسے ہنکلے کی صورت اب نظر آئی تھی۔ ایرا کی اپیل سُن کر اُس کا مُنہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"حضرات میں جانتا ہوں کہ آپ میں سے تقریباً سب لوگ "چرچ آف انگلینڈ" کے پیروکار ہیں مگر میری استدعا ہے کہ آپ میری بات سنیں۔ میں اس وقت پادری

کی حیثیت میں نہیں بول رہا بلکہ ڈاکٹر کے طور پر آپ سے مخاطب ہوں۔ آپ پر خدا کا قہر نازل ہو گا ـــــ مگر میرا مطلب ہے: امریکہ میں ہیں ایرو سمتھ کا ہم جماعت تھا۔ میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ یہ شخص پڑھائی میں اس قدر نکما تھا کہ اسے میڈیکل سکول نے معطل کر دیا گیا تھا۔ یہ سائینداں بنتا ہے! اور اس کا افسر جس کا نام گاٹلب ہے وہ بھی وہ نے میک یونیورسٹی سے نا اہلیت کے باعث نکالا گیا تھا۔ میں انھیں جانتا ہوں، یہ سب جھوٹے، فریبی اور ریا کار ہیں، اور پارسائی اور نیک نیتی کا مذاق اڑاتے ہیں! کیا خود ایرو سمتھ کے سوا کسی اور شخص نے کبھی آپ سے کہا ہے کہ یہ قابل اور اہل سائینداں ہے؟"

یہ زہریلی تقریر سن کر سونڈیلیئس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، اس نے اپنا مقدمہ اس طرح سے پیش کیا۔ استعجاب اور حیرت کی بجائے اب اُسکی آنکھوں سے آگ برسنے لگی وہ بولا۔

"جناب عالی، یہ آدمی خبطی ہے۔ ڈاکٹر گاٹلب دُنیا کے سات ممتاز ترین سائینسدانوں میں سے ایک ہیں اور ڈاکٹر ایرو سمتھ اُن کے نمائندے ہیں۔ میں ڈاکٹر ایرو سمتھ کی بات سے مکمل اتفاق ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ لوگوں نے میرے کام سے دیکھ لیا ہو گا کہ میں ان سے بالکل آزاد ہوں اور آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں، مگر میں ان کا رتبہ اور مقام جانتا ہوں اور بڑے انکسار اور نیاز مندی سے ان کی پیروی کے حق میں ہوں"۔

کمیٹی کے ممبران نے ایرا ہنکلے کو سمجھا بجھا کر باہر نکال دیا مگر اس کی وجہ بہت ہی ذلیل سی تھی ـــــ سینٹ ہبرٹ میں سفید چمڑی کے لوگ "سینکٹیفکیشن برادرہڈ" کے گرجوں میں حبشیوں کو وعظ سنانے والے پادریوں کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے ـــــ مگر فیصلہ انھوں نے یہ کیا کہ "اس معاملے پر مزید غور کیا جائے گا!" اس وقت بھی حالت یہ تھی کہ ہر روز بیسیوں لوگ مر رہے تھے اور سینٹ ہبرٹ کی طرح منچو ریا میں بھی لوگ اس وبا کی تباہ کاریوں سے بچنے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

کمیٹی کے ممبر جب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہاں سے نکل گئے تو سونڈ ملیٹس نے مارٹن اور غصّے میں بھری ہوئی لیورا کو چلا کر کہا "دیکھا کیسی مزے کی جنگ ہوئی!"
مارٹن نے جواب دیا "گستاف اب تم بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے ہو، پہلا کام تم یہ کرو کہ "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لے لو۔"
"نہیں سلیم، میں اُس وقت تک یہ انجیکشن نہیں لونگا جب تک کہ تم یہاں ہر ایک شخص کو نہ لگا لو گے، میں مذاق نہیں کر رہا، بہت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ اب یہ بات الگ ہے کہ کمیٹی کے ممبروں کو میں نے بے وقوف بنا لیا ہے۔"
جب وہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے کھڑے باتیں کر رہے تھے تو ایک چھوٹی سی پرانی چھکڑا موٹر ہچکولے کھاتی، ڈگمگاتی اُن کے سامنے آکر رکی اور اُس میں سے ایک آدمی جو گاٹلب کی طرح دھان پان سے جسم اور انجکیپ جونسز کی مانند انگریزوں جیسی وضع قطع کا تھا، جُھک کر موٹر میں سے باہر نکلا۔
"آپ ڈاکٹر ایرو سمتھ ہیں؟ مجھے ٹائی فورڈ کہتے ہیں، سینٹ سوکھن کے علاقے کا رہنے والا سپیل ٹائی فورڈ۔ میں کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کے لئے یہاں آنا چاہتا تھا مگر میرا "نورین" کمبخت جمعہ کے روز چھٹی پر چلا گیا اور پھر طاعون سے مر گیا۔ سٹوکس نے مجھے آپ کے پلان کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے۔ بہت اچھا منصوبہ ہے۔ یہ کیسی فضول سی بات ہے کہ ہر نسل کے لئے طاعون کا خطرہ بنا رہے۔ کیا کہا کمیٹی نے نامنظور کر دیا؟ بڑا افسوس ہوا۔ شاید سینٹ سوکھن میں ہم اس کے متعلق کچھ کر سکیں۔ اچھا خدا حافظ۔"
ساری شام مارٹن اور سونڈیلیس کوسنے دیتے رہے۔ پھر مارٹن رات رات بھر کام کرنے اور صبح کے وقت سگرٹ پینے کے خواب لیتا ہوا سونے کے لئے چلا گیا۔ اُسے نیند نہیں آئی کیونکہ جب بھی اُس پر غنودگی طاری ہونے لگتی تو ایک فرضی ایرا منکلے اُس کے دماغ پر رس کر سوار ہو جاتا۔
چار روز بعد اُس نے سُنا کہ ایرا مر گیا۔ جب تک اُس پر بے ہوشی طاری

نہیں ہوئی ایلانے ٹین کے بنے ہوئے گرجے ہیں، جسے اُس نے مریض خانہ بنا لیا تھا، سیاہ فام غریب لوگوں کی تیمارداری کی اور اُن کے لئے دُعائیں مانگیں سفید کی ہوئی دیوار کے نیچے جس پر اُس نے انجیل کی آئتیں لکھ رکھی تھیں وہ لڑکھڑاتا ہوا ایک چارپائی سے دوسری چارپائی پر جاتا۔ پھر ایک روز وہ زور چلایا اور صنوبر کی لکڑی کے منبر کے نیچے، جس پر کھڑے ہو کر وہ وعظ کہنے کی مسرت حاصل کیا کرتا تھا، بے جان ہو کر گر پڑا۔

(۴)

مارٹن کو ایک موقعہ ملا۔ کارب میں جہاں ہر تیسرا شخص طاعون کا شکار تھا اور جہاں اُن سب کا علاج کرنے کے لئے صرف ایک ڈاکٹر موجود تھا، اُس نے سارے گاؤں کو "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لگا دیا۔ اس طرح انجیکشن لگانے کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا مگر مارٹن کو اس بات کی کوئی پروا نہ تھی کہ کسی مریض کی چھوت سے وہ بھی طاعون کا شکار ہو سکتا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ وبا کا زور کم ہو رہا ہے تو بیماری کا اُکتا دینے والا خوف جاتا رہا اور اُس نے اس صورت حال کی تفصیلات قلم بند کرنی شروع کیں۔ وہ خوشی میں جھومتا، شور مچاتا لیورا کے پاس آیا: "میں انھیں اب دکھا دوں گا، اب یہ مجھے تجربہ کرنے کی اجازت دے دیں گے۔ اور جب یہ بیماری ختم ہو جائے گی تو ہم گھر بھاگ جائیں گے۔ ہائے وہاں سردی کا مزا آئے گا۔ نہ جانے ہولابرڈ اور ٹوبیتھیس کا رویہ اب ہمارے ساتھ کیسا ہو۔ پھر اس چھوٹے سے فلیٹ میں پہنچ کر اطمینان سے بیٹھیں گے، مزا آجائے گا۔ کیوں ہے نا؟"

"کیوں نہیں!" لیورا بولی: "ہائے کتنا اچھا ہو تا اگر اس دوران میں میں باورچی خانے کو روغن کروانے کا انتظام کر لیتی......... میرا خیال

ہے ہیں بیڈ روم میں وہ نیلی کرسی ڈلوا دوں۔"

حالانکہ کارب میں طاعون کا زور کم ہو گیا تھا مگر سونڈیلیس پھر بھی متفکر تھا کیونکہ یہ جگہ جزیرے میں جراثیم زدہ زمینی گلہریوں کا سب سے بڑا مرکز تھی اس نے فوراً فیصلہ کیا۔ ایک شام اس نے مارٹن اور انچکیپ جونز کو کچھ باتیں سمجھائیں اُن کے سب شبہے دور کر دیئے اور پھر کہنے لگا۔

"اس جگہ کو جراثیم سے پاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے جلا دیا جائے ــــ ساری جگہ کو جلا کر راکھ کر دیا جائے پیشتر اس کے کہ کوئی شخص رکاوٹ پیدا کرے صبح تک یہ کام کر لو۔"

مارٹن کو اپنا نائب بنا کر اور چوہے پکڑنے والوں کی فوج لیکر وہ وہاں پہنچ گیا۔ یہ وہاں کے غنڈوں اور بدمعاشوں کی فوج تھی ــــ اونچے بوٹ، تنگ واسکٹیں اور قزاقوں جیسے چہرے۔ ان لوگوں نے دوکانوں سے اشیائے خوردنی چرائیں، اسی طرح فوجی گودام سے خیمے اور کمبل حاصل کئے اور لوٹ کے اس مال کو ٹرکوں میں بھر لیا۔ ٹرکوں کا یہ کارواں کارب کی طرف دہاڑتا ہوا جا رہا تھا اور گاڑیوں کے اوپر چوہے پکڑنے والے بیٹھے بھجن گاتے جا رہے تھے۔

اُنھوں نے گاؤں پر ہلہ بول دیا، صحت مند لوگوں کو وہاں سے نکال لیا، بیماروں کو ڈولیوں پر اٹھا اٹھا کر لے گئے، وادی میں دور ایک جگہ انھیں خیموں میں بٹھا دیا اور آدھی رات کے بعد گاؤں کو آگ لگا دی۔

اس فوج کے سپاہیوں نے بھاگ بھاگ کر بے ڈھنگی سی مشعلوں سے اُن جھونپڑیوں کو آگ لگانا شروع کی۔ کھجور کے پھوس کو آگ لگتے ہی مردہ سے گہرے سیاہ دھوئیں کے بادل اٹھے جن میں لال لال شعلے اٹھ رہے تھے۔ آگ کی اس تیز روشنی کے مقابلے میں کھجور کے درخت کالے کالے بت سے معلوم ہوتے تھے۔ آن کی آن میں مضبوطی سے کھڑی جھونپڑیاں بانس کے ڈھانچوں میں بدل گئیں۔ صرف آگ سے جھلسے ہوئے پتلے پتلے ڈنڈے رہ گئے تھے پھوس کی چھتیں

راکھ بن بن کے زمین پر گر رہی تھیں۔ آگ کے شعلوں نے ساری وادی کو روشن کر دیا تھا، درختوں پر سوئے ہوئے پرندے اپنی کرخت آوازوں میں چلانے لگے تھے اور پوائنٹ کارب پر سمندر کا کف خون کے رنگ کا جھاگ معلوم ہونے لگا تھا۔

گاؤں کے اُن باشندوں کو کہ جن میں ابھی طاقت تھی اور سجھ تھی، سونڈیلیس نے جلتے ہوئے گاؤں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ دیوانوں کی طرح شور مچاتے ہوئے بھاگ رہے چوہوں اور زمینی گلہریوں کو وہ ڈنڈوں سے مار رہے تھے۔ تباہی و بربادی کے اس ہنگامے میں سونڈیلیس بھوت دکھائی دیتا تھا۔ ملاحوں کا ایک فحش گیت گاتا ہوا وہ گھبرائے ہوئے چوہوں پر ضربیں لگاتا جا رہا تھا۔ مگر صبح ہونے تک اُس نے خیموں کے بنے گاؤں میں بیماروں کی تیمارداری بھی شروع کر دی۔ عورتوں کو "کیمپ سٹوو" استعمال کرنے کا طریقہ بتایا اور "زمینی گلہریوں" کو بلوں میں زہر دینے کے طریقوں پر غور کیا۔

سونڈیلیس واپس بلیک واٹر چلا گیا مگر مارٹن دو روز تک اُس خیموں کے گاؤں میں ہی رہا۔ اس مدت میں اُس نے گاؤں والوں کو "جراثیم خور مادہ" کے انجیکشن لگائے، نوٹس تیار کئے اور عورتوں کو نرسوں کے کام کی تربیت دی۔ تیسرے روز وہ دوپہر کے وقت بلیک واٹر آ گیا اور سیدھا سرجن جنرل کے دفتر میں گیا۔ سونڈیلیس کے آنے تک یہ دفتر دانتی سرجن جنرل کا تھا مگر اب انچکیپ سے اُس نے یہ جگہ لے لی تھی۔

سونڈیلیس انچکیپ جونز کی کرسی پر بیٹھا تھا مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ اُس وقت مصروف دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ کرسی پر نڈھال سا ہو کر بیٹھا تھا اور اُس کی آنکھیں سُرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

"ارے نے، کارب میں بڑا مزا رہا چوہوں کو مارتے وقت۔ کیوں ہے نا؟ وہ نیا خیموں میں بسا ہوا گاؤں کیسا ہے؟" وہ ہنسا مگر اُس کی آواز میں نقاہت

تھی اور جب وہ اُٹھا تو لڑکھڑا کر پھر کرسی پر جا گرا۔

"یہ کیا ہوا آپ کو؟ کیا ہوا؟"

"میرا خیال ہے مجھے بھی لگ گئی ہے طاعون کی چھوت، کوئی جرثومہ مجھ سے بھی آ چمٹا۔ ہاں" اُس کی آواز میں کپکپی سی تھی۔ میرا خیال ہے مجھے قید طبی میں چلے جانا چاہیئے۔ بخار تو مجھے ہے ہی گلٹیاں بھی نکل آئی ہیں۔ میری طاقت جواب دے رہی ہے —— آہا! اٹھاسی برس کا تو میں ہونے والا ہوں مگر مجھ میں اب بھی اتنی طاقت ہے کہ میں ایک جوان ملاح سے زیادہ بوجھ اُٹھا سکتا ہوں۔ آہ میرے اچھے مارٹن میں کس قدر کمزور ہو گیا ہوں! لیکن مجھے گھبراہٹ نہیں ہے۔ بالکل نہیں ہے!"

اگر مارٹن اُسے بازوؤں کا سہارا دے کر نہ سنبھالتا تو وہ دھڑام سے گر پڑتا۔

اُس نے "پنیر تھ لاج" جانے اور لیورا سے تیمار داری کروانے سے انکار کر دیا۔ وہ بولا "میں نے کئی لوگوں کو قید طبی میں بھیجا ہے —— اب میری باری ہے!"

مارٹن اور اچکیپ جونز نے سونڈیلیس کے لئے ایک چھوٹا سا صاف ستھرا مکان تلاش کیا۔ یہاں کا رہنے والا خاندان کچھ ہی دن ہوئے طاعون کا شکار ہو کر مر اتھا مگر مکان کو جراثیم سے پاک کر دیا گیا تھا۔ انھوں نے ایک نرس کا انتظام کیا اور مارٹن خود بھی تیمار داری کے لئے جاتا رہا۔ اُسے اب یاد آیا کہ وہ بھی ایک زمانے میں ڈاکٹر تھا اور مریضوں کے دلوں کو ڈھارس دینا جانتا تھا۔ اُس چھوٹے سے مکان میں سب سہولیات مہیا کی گئیں مگر کچھ دانی نہیں ملی اور سونڈیلیس اسی کے نہ ہونے کے شکایت کرتا تھا۔

مارٹن اُس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ اُس کا جسم تپ رہا تھا، زبان اور مُنہ سوجے ہوئے تھے، اور جب اُس نے بولنا چاہا تو اُس کی آواز میں نقاہت تھی۔

"گاٹلب ٹھیک ہی خدا کا مذاق اُڑایا کرتا تھا۔ گرم ملکوں کے متعلق تو اُس کا مذاق سب سے بڑھیا تھا۔ خدا نے پھولوں کو، سمندر کو اور پہاڑوں کو بہت ہی خوبصورت بنایا ہے اُس نے پھل اُگلائے تاکہ آدمی کو کام نہ کرنا پڑے۔ اور پھر خدا ہنسا اور اُس کے نیے پہاڑ بنائے، آتش فشاں پہاڑ بنائے، سانپ پیدا کئیے اور گرمی بنائی، طاعون اور ملیریا بنائے۔ مگر سب سے گھناؤنا مذاق خدا نے انسان کے ساتھ اسوقت کیا جب اُس نے مکھی بنائی۔"

اُس نے اپنا منہ کھولا اور اُس میں سے ایک کمزور سی کھی کھی کی آواز آئی مارٹن کو احساس ہوا کہ وہ ہنسنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اُس پر ہذیان طاری ہو گیا مگر بیچ بیچ میں وہ آنکھوں میں آنسو بھر کر درد ناک سے لہجے میں کہتا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم دیکھو کہ ایک منکر اور ملحد کو کیسے موت آتی ہے!

"میں مرنے سے ڈرتا نہیں مگر میں ایک بار اور سٹاک ہالم اور نفتھ ایونیو میں موسم سرما کی پہلی برف باری دیکھنا چاہتا ہوں اور سپین کے شہر سیویلا میں رجعت مسیح کے تیوہار کا جشن دیکھنا چاہتا ہوں اور آخری بار اچھی طرح جی بھر کر پینا چاہتا ہوں۔ ویسے میں بالکل مطمئن ہوں سلیم۔ کچھ لوگوں کو ایسے وقت میں بڑی تکلیف ہوتی ہے مگر زندگی ایک بہت اچھا کھیل تھا۔ اور —— میں ایک نیک اور پارسا دہریہ ہوں۔ سنو مارٹن ان سب کو "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن دینا، اُن سب کو بچا لینا —— خدایا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری اتنی بُری حالت ہوگی!"

اُس کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ وہ ابھی تک اپنی نیچی چارپائی پر ہی لیٹا تھا۔

(۵)

مارٹن سمجھتا تھا کہ گسٹاف سونڈیلئیس سے لگاؤ ہونے کے باوجود وہ

اب بھی اپنے ہوش و حواس قائم رکھ سکتا ہے اور ایچکیپ جونز کے اس مطالبے کو ماننے سے انکار کر سکتا ہے کہ ہر شخص کو جراثیم خور مادہ کا انجیکشن دیا جائے۔
اور اب بھی ہی کام کر سکتا ہے جس کے لئے وہ یہاں آیا تھا۔
"میں جذباتی آدمی نہیں ہوں، سائینداں ہوں!" اُس نے بڑے غرور سے اپنے آپ کو سمجھایا۔ اب گلیوں میں اُس پر آوازے کیسے جاتے تھے، چھوٹے چھوٹے لڑکے اُس پر پتھر پھینکتے، اُسے گالیاں دیتے۔ انھوں نے سُن لیا تھا کہ وہ عمداً اُن کا صحیح علاج نہیں کر رہا حالانکہ وہ انھیں بچا سکتا ہے۔ وہاں کے نمبری اُس کے پاس وفد بنا کر یہ درخواست کرنے آئے کہ وہ اُن کے بچوں کا علاج کرے اور وہ اتنا بدحواس ہو گیا تھا کہ اُسے ہر وقت اپنے ذہن میں گاٹلب کی تصویر رکھنی پڑتی۔
گھبراہٹ بڑھ رہی تھی۔ جن لوگوں نے اب تک اپنی ہمت بنائے رکھی تھی اُن کے لئے بھی اب رات کے وقت شمشان میں لکڑیوں کے جلنے کا نظارہ برداشت سے باہر تھا۔ یہیں گسٹاف سونڈیلیس، اُس کے سفید بالوں والے ملازم، لنگڑے حبشی لڑکے اور ایک ہندو نفر کو جلایا گیا تھا۔
سر رابرٹ ایک ایسا بہادر تھا جو قدم قدم پر غلطی کرتا۔ اگر وہ مریضوں کی تیمارداری کرنے کی کوشش کرتا تو وہی لوگ اُسے دل میں کوستے۔ سٹوکس پہلے کی طرح چٹان کی مانند کھڑا تھا ——— وہ رات کو صرف تین گھنٹے کے لئے لیٹتا مگر صبح اُٹھنے پر پندرہ منٹ تک ورزش کرتا۔ اور لیورا، پہ نیر ٹلاج (؟) میں جراثیم خور مادہ بنانے میں مارٹن کی مدد کیا کرتی۔
صرف سرجن جنرل ہی کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔
سونڈیلیس، جس سے وہ نفرت کرتا تھا، اُس کے سہارے سے محروم ہو کر اُس کے کام میں پہلے جیسی ابتری پیدا ہو گئی تھی اس حالت میں جب ایچکیپ جونز محسوس کرتا کہ اُس کے گلے سے آواز نہیں نکل رہی تو وہ چیخنا شروع کر دیتا اور اُس کے پتلے سوکھے ہاتھوں میں ہمیشہ رہنے والا سگرٹ کانپ اُٹھتا اور اُس کا دھواں

تھرتھراتے ہوئے دائروں کی شکل میں اوپر اُٹھنے لگتا۔

ایک رات گشت کرتے ہوئے وہ ایک چھوٹی سی کشتی کے پاس جا پہنچا جس پر چڑھ کر "ریڈ لیگ" فرقے کے تقریباً بارہ آدمی بار باڈوز بھاگ جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اچانک وہ بھی اُن میں شامل ہو گیا اور اُن لوگوں کو رشوت دے کر اس نے اُنھیں ساتھ لے جانے پر راضی کر لیا۔

بلیک واٹر کی بندرگاہ میں جب وہ کشتی جانے کے لئے تیار کھڑی تھی تو اس نے سرے کی پہاڑیوں کی طرف نگاہ اُٹھائی اور بازو پھیلا کر دل ہی دل میں اپنی بہنوں کو الوداع کہی۔ مگر جب شہر کی ٹمٹماتی ہوئی بتیاں آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں تو اُسے احساس ہوا کہ وہ بزدل ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے اپنے چھوٹے سے سر کو غرور سے اونچا کیا اور فرار ہونے کا پاگلوں جیسا خیال ترک کر دیا۔

اُس نے اُن لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ کشتی کو موڑ لیں اور اُسے ساحل پر واپس چھوڑ آئیں مگر اُن لوگوں نے نہ مانا۔ وہ اُس پر چلانے لگے اور اُسے کشتی کے کیبن میں بند کر دیا۔ اُسے بند کر کے ان لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ اُن لوگوں نے سوچا کہ دو روز تو بار باڈوز پہنچنے میں لگیں گے اور اس دوران میں دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ سرجن جنرل فرار ہو گیا ہے۔

جب وہ کشتی میں سے کود کر بار باڈوز کے ایک ساحلی ہوٹل میں داخل ہوا تو اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔ کافی دیر تک وہ اُس بدوضع سے کمرے میں کھڑا رہا جہاں بچے کھچے کھانے کی بدبودار بالٹیاں رکھی تھیں۔ اُسے خیال آیا کہ اب وہ اپنی بہنوں سے کبھی نہ ملے گا اور نہ ہی اُن ٹھنڈی اور خنک ہواؤں والی پہاڑیوں کو دیکھے گا۔ پھر اُس نے وہ ریوالور نکالا جس سے وہ مریضوں کو ڈرا کر طاعون کے مریضوں کے علیحدہ وارڈوں میں بھیجا کرتا تھا اور جسے وہ آرام میں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس ریوالور کی گولی سے اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

(٦)

یوں مارٹن کو اپنا تجربہ کرنے کا موقع ملا۔ انچکیپ جونز کی جگہ سٹوکس کو سرجن جنرل بنا دیا گیا اور اُس نے قاعدے قانون کو بالائے طاق رکھ کر مارٹن کو سینٹ سوتھن کے علاقے کا میڈیکل آفیسر بنا دیا اور سب اختیارات اُسے دیدیئے۔ اس عہدے پر آنے اور سیسل مائی نورڈ کے تعاون سے اُس کے لئے اپنا تجربہ کرنا ممکن ہو گیا۔ اُسے مائی نورڈ کے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی گئی۔ اب اُس کے لئے لیورا کی حفاظت کرنا ہی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ سینٹ سوتھن میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ادھر "پنیرتھ لاج" جزیرے میں سب سے محفوظ جگہ تھی۔ لیورا نے ساتھ جانے کے لئے بہت اصرار کیا اور کہا کہ اگر تجربے کے دوران میں سونڈیلیس کی طرح اُسے بھی اس خوفناک بیماری نے آدبوچا تو وہ اُس کی تیمارداری کرنے کو تو ہوگی۔ مارٹن نے یہ وعدہ کر کے اُسے مطمئن کر دیا کہ اگر سینٹ سوتھن میں اُس کے ٹھہرنے کا انتظام ہو گیا تو وہ اُسے بلا بھیجے گا۔

یہ بالکل جھوٹا وعدہ تھا

اُس نے دل میں قسم کھائی "گستاف کے مرنے کا صدمہ برداشت کرنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔ میں لیورا کو خطرے والی جگہ جانے کی اجازت بالکل نہیں دوں گا۔"

وہ اُسے نوکرانیوں اور خانساماں کی حفاظت میں چھوڑ کر چلا گیا اور ڈاکٹر آیورمارچنڈ کو ہدایت دے گیا کہ جب بھی اُسے موقع ملے وہ اُس کی بیوی کو دیکھ جایا کرے۔

(۷)

سینٹ سوتھن کے علاقے میں سینٹ ہبرٹ کی طرح کو کو اور بانس کے درختوں کے کنج نہیں تھے۔ ان درختوں اور اونچی اونچی پہاڑیوں کی بجائے وہاں ہر طرف گنے کے کھیت نظر آتے تھے۔ یہ جگہ اُس دُبلے پتلے، تند مزاج اور چڑچڑے سے سیسل ٹانی فورڈ کی مملکت تھی۔ وہ بلا شرکتِ غیرے یہاں حکومت کرتا تھا اور یہاں کا ہر قانون اُس کی مُٹھی میں تھا۔

اُس کی قیام گاہ "فرنگی پانی کورٹ" اس تپتے ہوئے پرشور ماحول میں نخلستان کی حیثیت رکھتی تھی۔ بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی یہ نیچی سی عمارت (جس کی دیواروں پر پلاسٹر کیا گیا تھا) سے قدامت مترشح تھی۔ اس کے شاندار کمروں کو چینی کے برتنوں، تصویروں اور ٹانی فورڈ کے بزرگوں کی تین سو سالہ پرانی تلواروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ عمارت کے دو بازوؤں کے بیچ میں ایک باغ تھا جس کے چاروں طرف دیوار کھنچی تھی اور جس کے اندر پھولوں سے بھرے پودے چمک رہے تھے۔

ٹانی فورڈ مارٹن کو نیچی چھت والے ٹھنڈے ہال میں سے اندر لے گیا اور اپنے پانچ بیٹوں اور ماں سے اُس کا تعارف کرایا۔ بیوی کی وفات کے بعد گذشتہ دس سال سے اُس کی ماں ہی گھر کی مالکن کے فرائض سرانجام دے رہی تھی۔

"چائے پیجیے گا؟" ٹانی فورڈ بولا۔ "ہماری امریکن مہمان ابھی نیچے آیا ہی چاہتی ہے۔"

اُسے چائے کا خیال کبھی نہ آتا مگر اس نے سوچا کہ چونکہ ٹانی فورڈ خاندان پشتوں سے یہاں چائے پیتا آرہا ہے اس لئے ایسے وقت میں جبکہ دباسے وہاں گھبراہٹ پھیل رہی تھی چائے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

جب مارٹن باغ میں پہنچا جہاں بید کی بنی میز پر چاندی کے پرانے وضع کے

برتن رکھے تھے اور جہاں ہر شخص بہت ہی دھیمی آواز میں بول رہا تھا تو اُسے یوں محسوس ہوا جیسے طاعون کو ختم کر دیا گیا ہے اور وہ چار ہزار میل دور انگلستان میں بیٹھا ہے۔

وہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ حالانکہ اُس باغ کی فضا بہت ہی فرحت بخش اور خوشگوار تھی مگر وہ لوگ کچھ بے اطمینانی سی محسوس کر رہے تھے۔ اتنے میں اُس امریکی مہمان نے نیچے اُتر کر سب کو دیکھا اور جب مارٹن سے اس نو وارد کی نظریں چار ہوئیں تو دونوں ٹھٹک سے گئے اور ٹکٹکی باندھ کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

اُن کے سامنے ایک عورت کھڑی تھی۔

زرد چہرے، سیاہ بھوؤں، کالے بالوں، اور دُبلے پتلے جسم کی وہ خاتون مارٹن سے غالباً چھ سات سال عمر میں چھوٹی تھی مگر دونوں کی صورتیں اس قدر مشابہ تھیں کہ اُسے محسوس ہوا جیسے وہ اُس کی جڑواں بہن ہو یا جیسے جادو کے زور سے مارٹن کو ہی عورت کا روپ دیدیا گیا ہو۔

وہ گھبرا کر بڑبڑانے لگا: "مگر آپ تو میری بہن ہیں!" اُس نے بھی کچھ کہنے کو اپنے لب وا کئے مگر جب تعارف کرایا گیا تو وہ دونوں خاموش رہے۔ وہ بیٹھ گئی۔ مارٹن کو عورت کی موجودگی کا ایسا شدید احساس کبھی نہ ہوا تھا۔

شام ہونے سے پہلے اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ نیویارک کے روگر لینین کی بیوہ جوائس لینین ہے۔ وہ سینٹ ہبرٹ میں اپنے باغات دیکھنے آئی تھی مگر نید طبی کے باعث اب وہاں سے جا نہ سکتی تھی۔ مارٹن نے سرسری طور پر سنا کہ اس کا خاوند ایک اونچے اور امیر گھرانے کا نوجوان تھا۔ اُسے کچھ ایسا یاد آرہا تھا کہ وہ لینین خاندان کا ذکر کہیں پڑھ چکا ہے۔

وہ صرف موسم کی اور پھولوں کی باتیں کرتی رہی مگر اُس کا باتیں کرنے کا انداز ایسا شگفتہ تھا کہ اس نے سیسل طالبی فورڈ جیسے درشت آدمی پر

بھی سردی کی سی کیفیت طاری کردی۔ جب وہ لحیم شحیم بیٹوں پر بڑی خوش مزاجی سے چوٹیں کر رہی تھی تو مارٹن اس سے مخاطب ہوا۔

"آپ تو صورت شکل سے میری بہن دکھائی دیتی ہیں!"

"ہاں یہ تو ہے۔ آپ چونکہ سائنسداں ہیں ـــــ خیر یہ بتائیے کیا آپ اچھے سائنسداں ہیں؟"

"ہاں اچھا خاصا ہوں!"

"میں آپ کی مسز میکگرک سے مل چکی ہوں۔ اور ڈاکٹر ریلٹی ہولابرڈ سے بھی۔ میں انھیں ہیسٹین ہوگ میں ملی تھی۔ جانتے ہیں یہ کونسی جگہ ہے؟"

"نہیں، میں ـــــ ارے ہاں میں نے اس کا نام سن رکھا ہے!"

"دیکھئے آپ شاید نہیں جانتے یہ برکلن کا وہ پُرانا پتھر سے بنا ہوا حصہ ہے جہاں ادیب قسم کے لوگ (ان میں سے کچھ تو تقریباً چوٹی کے لوگ ہوتے ہیں) بڑے بڑے سمارٹ لوگوں سے گپ شپ کرتے ہیں آپ شاید نہیں جانتے کہ وہ ڈنر کے لئے خاص لباس پہنتے ہیں مگر اُن سب نے جیمز جوائس جیسے ادیبوں کا نام بھی سن رکھا ہے۔ ڈاکٹر ہولابرڈ تو بہت ہی خوش مزاج اور دلچسپ آدمی ہیں، کیوں آپ کی کیا رائے ہے؟"

"کیوں نہیں ـــــ"

"اچھا یہ تو بتائیے۔ میں مذاق نہیں کر رہی۔ سیسل نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ایک تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں ـــــ مریضوں کی تیمارداری کرتے یا کھانا وغیرہ پکانے کا کام ـــــ یا پھر یونہی آپ کے ساتھ رہوں؟"

"ابھی تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اگر میں آپ سے کام لینے لگوں تو مجھ جیسا بُرا آدمی کون ہوگا۔"

"ارے چھوڑیئے، آپ سیسل اور ڈاکٹر سٹوکس کی طرح نیک اور سنجیدہ

نہ بنیے۔ خوش مزاجی تو ان لوگوں میں نام کو بھی نہیں۔ کیا آپ سٹوکس کو پسند کرتے ہیں؟ سیکل تو اُس کی پرستش کرتا ہے مگر میرے خیال میں اُس شخص کو نیک بننے کی بیماری ہے۔ کچھ بھی ہو مجھے تو وہ بے حد روکھا اور خشک سا لگا۔ کیا آپ کی رائے میں اُسے کچھ شگفتہ مزاج نہیں ہونا چاہیئے؟"

مارٹن اُس پر برس پڑا اور اُس نے اُس سے دوستی کرنے کے تمام مواقع کھو دیئے۔

"سُنیئے! آپ نے کہا کہ ہولابرڈ آپ کو بہت خوش مزاج لگا۔ سائینس کے متعلق اُس کی فضول سی بکواس کے فریب میں لوگ بہت جلد آجاتے ہیں۔ میں تنگ آ گیا ہوں یہ دیکھ کر۔ مجھے یہ بات سُن کر بہت افسوس ہوا کہ سٹوکس کی خوبیوں کو آپ نے نہیں سمجھا۔ سٹوکس بڑا سخت جان ہے ــــ شکر ہے خُدا کا! ــــ اور شاید وہ کچھ بدمزاج بھی ہے۔ اور کیوں نہ ہو؟ وہ ایسی دُنیا سے لڑ رہا ہے جو نمائش اور جھوٹی خوبیوں پر جان دیتی ہے سائینس کی چکی میں پِسنے کے بعد ہر سائینداں میں تھوڑی بہت بدمزاجی پیدا ہو ہی جاتی ہے۔ آپ کی معلومات کے لئے عرض کروں کہ سٹوکس ایک پیدائشی سائینداں ہے۔ کاش کہ وہ مَیگرک میں ہمارے ساتھ کام کرتا۔ بدمزاج؟ کاش آپ نے دیکھا ہوتا کہ وہ مجھ سے کس طرح بدمزاجی سے پیش آتا ہے!"

مارٹن جب سائینس کے میدان میں کام کرنے والے ایک ادنے سے وحشی اور قابل نفرت کارکن کی تصویر اُس کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو ٹائی فورڈ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، اُس کی ماں بھونچکا سی رہ گئی اور اُس کے پانچ بے ہنگم جسموں والے بیٹے بے وقوفوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مگر جوئس کی حسین و دلکش آنکھوں میں شفقت اور مہربانی کی جھلک تھی اور جب وہ بولی تو اُس کے لہجے میں اونچے طبقے کی عورتوں کا نمائشی انداز نہیں تھا۔

"ہاں میرا خیال ہے مجھ میں اور سیسل میں یہی فرق ہے۔"

ڈنر کے بعد وہ باغ میں اُس کے ساتھ چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی صفائی میں کیا بات کہے۔ آخر کار وہ اشارۃً بولی۔

"جنابِ عالی، آپ اسقدر ندامت کا اظہار کیوں کر رہے ہیں اور بلاوجہ معافی کیوں مانگ رہے ہیں۔ اگر آپ واقعی میرے بھائی ہیں تو مجھے کسی بھی بات پر بلاجھجک ڈانٹ سکتے ہیں، آپ کہہ سکتے ہیں کہ جہنم میں جاؤ! میں کبھی بُرا نہ مانوں گی۔ اور ہاں، وہ گاٹلب جو آپ کے دل و دماغ پر چھائے ہیں ——"

"چھائے ہیں! کیا بکواس ہے! وہ تو ——"

اس کے ایک گھنٹے بعد اُنھوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔

مارٹن کے دل میں ایک ہلکی سی خواہش پیدا ہوئی تھی کہ آرچڈیکر بو کی طرح وہ اُس کے حسن سے بھی محظوظ ہوئے۔ مگر جب وہ اُس کمرے میں سونے کے لئے گیا جہاں پُرانی پُرانی تصویریں ٹنگی تھیں اور ایک بہت بڑا پلنگ پڑا تھا تو یہ احساس اُسے بے چین کر رہا تھا کہ جوائس لینین بھی کہیں نزدیک ہی کسی کمرے میں سو رہی ہے۔

اپنے دل کی صحیح کیفیت کا احساس اُسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ وہ بیٹھ گیا۔ کیا اب وہ اِس حسین لیکن نکمّی سی عورت کے ساتھ عشق کرے گا؟ (ڈنر کے وقت سیاہ ساٹن کے پیچھے اُس کے شانے کس قدر خوبصورت لگ رہے تھے! اُس کی جلد کیسی چمک رہی تھی۔ اُسے محسوس ہوا جیسے اکثر عورتیں، یہاں تک کہ نازک اندام لیورا بھی، گنوار اور بھونڈی لگتی ہیں۔ مگر اُس کا چہرہ کیسے چمک رہا تھا جیسے اُس کے اندر نور ہی نور ہو۔)

"کیا اس گھر میں، جہاں جوائس لینین بھی ہے، لیورا کو لانا مناسب ہے؟ پیاری

بیورا جو زندگی کا سہارا ہے وہ "پینیر تھ لاج" میں اس وقت بستر پر لیٹی مجھے یاد کر رہی ہوگی)
"ایسے وقت میں جب وبا پھیل رہی ہے کیا اس تکلف پسند ٹاٹی فورڈ خاندان سے بیورا کو یہاں بلانے کے متعلق کہا جا سکتا ہے؟ (وہ کتنا ایماندار ہے؟ اس سہ پہر کو اس نے ٹاٹی فورڈ خاندان کا سخت اور کڑا ضابطہ سمجھ لیا تھا مگر کیا وہ تکلف بالائے طاق رکھ کر اپنے آپ کو غیر ملکی ظاہر کرتا ہوا یہ ضابطہ نظر انداز نہیں کر سکتا تھا؟)

اچانک وہ بستر سے نیچے اتر آیا، زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بیورا سے معافی مانگنے لگا۔

باب پینتیسواں

سینٹ سوتھن کے علاقے میں طاعون کا حملہ ابھی شروع ہی ہوا تھا مگر یہ بات یقینی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہاں پلیگ کا بہت زور ہو جائے گا۔ میڈیکل آفیسر کی حیثیت میں مارٹن کے لئے اپنی مرضی کا منصوبہ تیار کرنا ممکن ہو گیا تھا۔ اس نے علاقے کی پوری آبادی کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے کے لوگوں کو ٹاٹی فورڈ گھیر کر لاتا اور انھیں "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن دیا جاتا۔ دوسرے حصے کی آبادی کو بغیر انجکشن کے رہنے دیا گیا۔

مارٹن کو کامیابی کے آثار نظر آنے لگے۔ اس کے تخیل کی پرواز اسے وہاں سے دور ہندوستان میں لے گئی جہاں اس نے طاعون سے ہزاروں مرنے والوں کو اپنی کوششوں سے بچایا۔ اس کے کانوں میں میکس گاٹلب کی آواز آئی: "مارٹن تم نے اپنا تجربہ مکمل کیا۔ مجھے بہت خوشی ہے!"

"جن لوگوں کو "جراثیم خور مادہ" کا انجکشن دیا گیا تھا ان کے مقابلے میں دوسرے حصے کی آبادی پر طاعون کا حملہ بہت زوروں سے ہوا جن لوگوں کا علاج

کیا گیا تھا اُن میں سے تو ایک دو ہی بیمار پڑتے مگر دوسرے حصے میں روزانہ دس، بیس، اور پھر تیس تیس اشخاص پر طاعون کا حملہ ہونے لگا۔ علاقے کا "آشرم" خالی پڑا تھا۔ اُس چھوٹی سی کوٹھری کی دیواروں پر سفیدی کی ہوئی تھی اور کیلے اور ننشپتی پھل کے درختوں کے پس منظر میں یہ ایک جھونپڑی سی معلوم ہوتی تھی یہاں مارٹن نے ان بدقسمت لوگوں کا علاج شروع کیا اور اُن میں سے ہر دوسرے شخص کو انجکشن لگایا۔

سیسل ٹائی فورڈ کا مزاج اُس کی سمجھ میں نہ آیا۔ حالانکہ ٹائی فورڈ اپنے ملازموں سے غلاموں جیسا سلوک کرتا تھا اور اپنی نوابی آن بان کے باوجود اُس نے آشرم کے لئے صرف وہ پرانا اور ویران سا مکان دیا تھا، مگر طاعون زدہ لوگوں کی تیمارداری میں اُس نے نہ صرف اپنی بلکہ اپنے لڑکوں کی زندگی بھی خطرے میں ڈال دی تھی۔

مارٹن کی مخالفت کے باوجود مسز لیمینین اُن کا کھانا پکانے کے لئے وہاں جانے لگی وہ بہت ہی اچھا کھانا بناتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ چارپائیاں بھی رکھتی اور بستر بھی بچھاتی۔ اپنے آپ کو جراثیم سے بچانے میں وہ ٹائی فورڈ کے آدمیوں سے زیادہ ماہر تھی۔ ایک نوکرانی سے اُس نے دھاری دار سوتی گاؤن مانگ لیا تھا۔ اس گاؤن کو پہنے جب وہ اُس پر لنے سے باورچی خانے میں شور مچاتی ادھر سے اُدھر گھومتی تو مارٹن اسقدر گھبرا اٹھتا کہ وہ اپنا چرچڑاپن بھی بھول جاتا۔

(۲)

شام کے وقت جب وہ لوگ ٹائی فورڈ کی چھکڑا سی کھڑکھڑ کرتی موٹر میں واپس "فرنگی پانی کورٹ" جاتے تو مسز لیمینین مارٹن سے ایک ساتھی کی حیثیت میں بات کرتی مگر جب وہ نہا کر، پاوڈر لگا کر لباس تبدیل کر لیتی تو وہ یوں بات کرتا

جیسے مسز لینین سے اُسے خوف آرہا ہو۔ شکل وصورت سے وہ بہن بھائی لگتے تھے اور
یہی مشابہت انھیں ایک دوسرے کے قریب لے آئی تھی۔ حالانکہ انھیں اس خیال
سے بہت ہی ناگواری کا احساس ہوتا تھا مگر وہ دونوں اس بات پر متفق تھے کہ
اُن کی صورتیں ہوبہو ایک جیسی ہیں۔ بس فرق صرف یہی تھا کہ مارٹن کے مقابلے
میں اُس کے بال زیادہ کالے اور چمکدار تھے اور مارٹن کی طرح اُس کی بھنویں
بھدے طریقے سے اکٹھی ہوئی نہیں تھیں۔

راتوں کو اکثر مارٹن اپنے مریضوں کے پاس واپس پہنچ جاتا مگر کبھی کبھی وہ
اور مسز لینین ٹالی فورڈ خاندان کے گھٹے ماحول اور بخار میں بھنتے رہے مریضوں
سے فرار حاصل کر کے ایک ساحلی جھیل کے پتھریلے کناروں پر چلے جاتے۔ یہ
جھیل کہیں دور سمندر سے کٹ کر آئی تھی۔

وہ ایک چٹان پر بیٹھے تھے جہاں لہروں کی فرحت بخش موسیقی سنائی دے
رہی تھی۔ مارٹن کے ذہن میں اُس وقت کئی چیزیں گھوم رہی تھیں۔ آشرم میں سفیدی
کئے ہوئے چوڑے تختے، دیواروں کی شگاف جن سے دھوپ در آتی تھی اور ڈرے
اور سہمے ہوئے سیاہ فام مریضوں کے کالے چہرے اُسے یہ بھی یاد آرہا تھا کہ
کس طرح ٹالی فورڈ کے ایک بیٹے نے انجیکشن کی شیشی گرا کر توڑ دی تھی اور وارڈ میں
کیسی تکلیف دہ گرمی تھی۔ مگر وہاں سطح آب پر مچلتی ہوئی لہروں سے گزر کر آنے
والے ہوا کے جھونکے ٹھنڈے اور خوشگوار تھے اُس نے دیکھا کہ مسز لینین کا سفید
فراک گھٹنوں کے پاس پھڑپھڑا رہا ہے۔ اُسے احساس ہوا کہ وہ بھی خاموش ہے
اور گھبرائی ہوئی سی ہے۔ وہ بہت مغموم واداس سا چہرہ لئے اُس کے بالکل قریب
جا کے بیٹھ گیا اور وہ رونے لگی۔

"میں اتنی اکیلی اور ڈری ہوئی ہوں۔ یہ ٹالی فورڈ خاندان کے لوگ بڑے
بہادر ہیں مگر یہ پتھر ہیں۔ میں تو یہاں آکے پھنس گئی!"

اُس نے اُسے چوما اور وہ اُس کے کندھوں سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔ اُس کے

ہاتھوں کو اُس کی آستینوں کا نرم و ملائم لمس بے چین کر رہا تھا۔ پھر وہ الگ ہو کر بیٹھ گئی۔

"نہیں! تمہیں میری ذرا بھی پروا نہیں۔ بس تمہیں معمولی سی دلچسپی ہے مگر شاید میرے لئے یہ اچھا ہی ہے ——— آج رات"

اُس نے اُسے یقین دلانے کی کوشش کی، اپنے آپ کو بھی یقین دلانے کی کوشش کی، کہ اُس کی اُسے بہت پروا ہے۔ مگر اُس پر نقاہت اور سُستی غالب آ رہی تھی۔ مارٹن کے اور اُس کے معطر جسم کے درمیان ایک دیوار کھڑی تھی ——— یہ ہسپتال کی چارپائیوں کی دیوار تھی، تھکاوٹ اور افسردگی کی دیوار تھی اور لیورا کا خاموش چہرہ اس دیوار کو اور بھی بلند کرتا تھا۔ وہ دونوں خاموش تھے اور جب مارٹن کے رینگتے ہوئے ہاتھوں نے اُسے سہلانا شروع کیا تو بھی وہ بے حس و حرکت بیٹھے صورتِ حال کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔

جب وہ واپس گھر آ گئے تو وہ اُس کے دروازے سے باہر کھڑا اُس کے نرم و حریری وجود کو اندر چلتے پھرتے محسوس کر رہا تھا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا" وہ اپنے آپ پر برسا۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ جو اُس ایسی عورت ——— اپنے کام کے لئے اور اپنی لی کی خاطر میں نے اس جیسی ہزاروں عورتیں چھوڑ دی ہیں، اِس کی کیا ہستی ہے خیر اس کہانی کو یہاں ہی ختم ہو جانا چاہیئے اگر یہاں دو ہفتے اور رہ جاؤں ——— بے وقوف! اگر تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ چیخ پا ہو جائے گی! مگر ———"

اُس کے دروازے کے نیچے روشنی کی چمکتی تلوار کا اُسے احساس تھا اور جب وہ مُنہ موڑ کر آہستہ آہستہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا تو یہ احساس اور بھی شدید ہو گیا۔

(۳)

سینٹ ہبرٹ میں ٹیلی فون کا انتظام وہاں کے نظم و نسق کا سب سے ناقص پہلو تھا۔ "پنیر تھ لاج" میں ٹیلی فون نہیں تھا۔۔۔ بندرگاہ کے ڈاکٹر بھی ایک پڑوسی کے ٹیلی فون سے گزر کرتا تھا۔ اب تو طاعون کے باعث ٹیلی فون ایکسچینج کا انتظام اور بھی درہم برہم تھا اور جب مارٹن دو گھنٹے تک لیورا کو فون پر بلانے کی کوشش میں بھی ناکام رہا تو اس نے بیزار ہو کر ٹیلی فون رکھ دیا۔

مگر ایک مقصد میں وہ کامیاب ہو گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ تین چار روز میں وہ موٹر سے "پنیر تھ لاج" جائے گا۔ ٹائی فورسٹر نے یہ تجویز مان لی تھی کہ لیورا کو یہاں بلا لیا جائے۔ مارٹن بہت خوش تھا کیونکہ جوائس لینین اور لیورا کی دوستی ہو جانے پر اس کے خیال میں جوائس اپنی تنہائی کا علاج اس کے پاس تلاش نہیں کرے گی۔

(۴)

جب مارٹن اسے "پنیر تھ لاج" کے درختوں سے گھرے مکان کے افسردہ ماحول میں اکیلا چھوڑ گیا تو لیورا کو اس کی غیر موجودگی کا احساس ہوا۔ جب سے زینتھ کے ہسپتال میں فرش صاف کرتے ہوئے اس کی مارٹن سے ملاقات ہوئی تھی وہ دونوں کبھی زیادہ عرصے تک علیحدہ نہیں رہے تھے۔

دوپہر ختم ہونے میں ہی نہ آتی تھی۔ ہلکی سی آہٹ پر بھی وہ باہر بھاگتی کہ شاید اس کے قدموں کی چاپ ہو۔ پھر اسے احساس ہوتا کہ وہ نہیں آئے گا۔ اسے اس

کی آواز سُنائی نہیں دے گی، اُس کے ہاتھ اُسے نہیں چھوئیں گے اور یہ اُداس سی شام اور بھیانک رات اُسے تنہا رہ کر ہی گزارنی پڑے گی۔

ڈنر کے وقت اُس پر گہری افسردگی طاری تھی۔ پہلے بھی اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب مارٹن تجربہ کرنے کے لیے انسٹی ٹیوٹ گیا ہوتا تو اُسے ڈنر اکیلے ہی کھانا پڑتا۔ مگر اُس وقت تو وہ صبح سے پہلے کسی وقت اُس کے پاس آجاتا، اور وہ باورچی خانے کی میز کے کونے پر کھڑی سوچ میں گُم نوالے چباتی رہتی اور شام کے اخبار میں چھپے ہوئے لطیفے پڑھا کرتی۔ لیکن یہ خانساماں میز پر یوں کھانا چن رہا تھا جیسے وہاں بیس آدمیوں کی دعوت ہو۔

وہ گھر کے سامنے چھتے پر بیٹھی نیچے بلیک واٹر کے مکانوں کی چھتوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ اُس وقت اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے گرمی اور اندھیرے میں رینگتا ہوا "بخار" اُس کی طرف بڑھتا آ رہا ہو۔

اُسے معلوم تھا کہ سینٹ سوتھن کا علاقہ اُن دلکش اور جھلملاتی ہوئی بتیوں سے پرے ہے جو کھجوروں کی جھونپڑیوں سے لے کر بل کھاتی ہوئی پہاڑیوں تک چلی گئی ہیں۔ اُس نے سوچا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر یہاں بیٹھے بیٹھے ہی جادو کے زور سے اُسے مارٹن کا کوئی "وہ سگنل" مل جائے، مگر اس بات کا اُسے ذرا بھی احساس نہ ہوا کہ مارٹن بھی "بینیر تھ لاج" کی طرف دیکھ رہا ہے۔ وہ یونہی کافی دیر تک خاموشی سے بیٹھی رہی۔

رات اُس نے آنکھوں میں کاٹی۔ پہلے تو وہ مچھر دانی کے اندر لگے بجلی کے بلب کی مدد سے بستر پر لیٹے لیٹے پڑھنے کی کوشش کرتی رہی۔ مگر اُس مچھر دانی میں ایک سوراخ تھا اور اُس میں سے مچھر اندر گھس آتے تھے۔ پھر اُس نے بتی بجھا دی اور بے تابی کی حالت میں بستر پر کروٹیں بدلنے لگی مگر نیند اب بھی اُس سے کوسوں دور تھی۔ اُس نیم تاریکی میں اُسے مچھر دانی کی تہیں اپنے اوپر سرکتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ اُس نے سوچا کہ کہیں یہ مچھر طاعون کے جراثیم اپنے ساتھ تو نہیں لائے، پھر اُسے

احساس ہوا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں جاننے کے لئے وہ مارٹن کی کس قدر دست نگر ہے۔
اُسے یاد آیا کہ ایک بار جب وہ بھول گئی تھی کہ زرد بخار کا مچھر بیماریاں پھیلانے
والے مچھروں کی مختلف اقسام میں سے کس قسم کا ہوتا ہے تو مارٹن سخت ناراض ہوا
تھا۔ یہ واقعہ یاد آنے پہ اُسے اندھیرے میں لیٹے لیٹے ہنسی آ گئی۔

اُسے یاد آیا کہ مارٹن نے اُسے "جراثیم خور مادہ" کا ایک اور انجکشن لینے کو
کہا تھا۔

"ہائے اللہ میں تو بھول ہی گئی۔ خیر کل صُبح میں ضرور ایک اور انجکشن لگا لوں گی۔"

"کل لگا لوں گی ——— کل لگا لوں گی۔"

یہ جملہ بار بار اُس کے ذہن میں مچھر کی طرح بھنبھنا رہا تھا۔ جس وجہ سے
اُسے سخت جھلاہٹ محسوس ہونے لگی۔ نیند اُس پر منڈلا رہی تھی مگر اس نیم غنودگی
کی حالت میں بھی مارٹن کی باہوں کے سہارے کی خواہش اُس کے دل و دماغ پر
غالب تھی۔

دوسری صبح (وہ اپنے آپ کو "جراثیم خور مادہ" کا دوسرا انجکشن دینا بھول گئی)
بنگلے کے ملازم کچھ گھبرائے ہوئے سے معلوم ہوتے تھے اور جب اُس نے اُن کی
ہمت بندھانے کی کوشش کی تو خبر آئی کہ آلور مارچنڈ، وہ ڈاکٹر جس کا اُنھیں سہارا
تھا، فوت ہو چکا ہے۔

سہ پہر کے وقت خانساماں کو خبر ملی کہ اُس کی بہن کو علیحدہ وارڈ میں لے
جایا گیا ہے اور یہ سن کر وہ اپنی بھانجیوں کی نگہداشت کا انتظام کرنے بلیک دوڑ
چلا گیا۔ وہ واپس نہیں آیا اور پھر نہ ہی کسی کو پتہ چلا کہ اُس بیچارے خانساماں کا
کیا انجام ہوا۔

شام کے وقت جب لیورا کو کچھ گھبراہٹ سی ہونے لگی تو وہ بھاگ کر مارٹن
کی لیبارٹری میں چلی گئی۔ اس جگہ ہر طرف مارٹن کی جوش و خروش بھری موجودگی کا
احساس ہوتا تھا۔ طاعون کے جراثیم کی بوتلوں کو اُس نے ہاتھ نہیں لگایا مگر اُس

نے سگرٹ کا ایک آدھا جلا ہوا ٹکڑا اٹھا کر سلگا لیا، کیونکہ یہ اُس کا تھا۔
اُس کے ہونٹ پر ایک معمولی سا زخم تھا اور اُس صبح وہاں کی ایک زنانی نے لیبارٹری کو، جو بیماریوں کے خلاف حصار کا کام دیتی تھی، جھاڑتے پونچھتے ہوئے ایک ٹیوب گرا دی تھی جس کے اندر پڑا ہوا سیال مادہ نیچے ٹپکنے لگا تھا۔ سگرٹ بالکل خشک تھا مگر اُس کے اندر طاعون کے اتنے جراثیم تھے کہ اُن کی مدد سے ایک پوری پلٹن کو موت کے گھاٹ اُتارا جا سکتا تھا۔

ڈورا تیس اس طرح تنہائی میں گزارنے کے بعد وہ اس قدر گھبرا گئی کہ اُس نے سوچا کہ وہ پیدل ہی بلیک واٹر چلی جائے اور وہاں سے کسی طرح ایک موٹر حاصل کر کے تیزی سے مارٹن کے پاس پہنچ جائے۔ اُسی رات بخار کی شدت سے اُس کی نیند کھل گئی۔ اُس وقت اُس کے سر میں درد ہو رہا تھا اور ہاتھ پیر سردی سے کانپ رہے تھے۔ نوکرانیوں نے صبح اُس کی یہ حالت دیکھی تو وہ گھر چھوڑ کر بھاگ گئیں۔ مارے نقاہت اور کمزوری کے وہ اُس خالی ویران گھر میں اکیلی پڑی تھی، اور وہاں ٹیلی فون بھی نہ تھا۔

سارا دن اور ساری رات پیاس کے مارے اُس کے گلے میں کانٹے سے چبھتے رہے اور وہ یہ خواہش دل میں لئے لیٹی رہی کہ کوئی آ کر اُس کی مدد کرے ایک بار وہ پانی پینے کے لئے باورچی خانے تک گھسٹ گھسٹ کر گئی۔ اُس حالت میں خوابگاہ کے فرش کو عبور کرنا اُس کے لئے ایک طوفانی سمندر کو پار کرنے کے برابر تھا اور ہال کمرہ اُس کے لئے اندھیرے غار کی حیثیت رکھتا تھا باورچی خانے کے دروازے پر پہنچ کر وہ گر پڑی اور ایک گھنٹے تک فرش پر پڑی کراہتی رہی۔

"کرنا پڑے گا —— کرنا پڑے گا —— یاد نہیں آ رہا کیا تھا!" وہ برابر کچھ یاد کرتے اور اپنے ہوش قائم رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

درد سے تڑپتی ہوئی اور درد کا مقابلہ کرتی ہوئی وہ بہت زور لگا کر اُٹھی اور اپنے گرد وہ بھدا سا چغا لپیٹ لیا جسے اُن نوکرانیوں میں سے ایک بھاگتے

وقت وہیں چھوڑ گئی تھی۔ اور پھر وہ اندھیرے میں لڑکھڑاتی ہوئی مدد تلاش کرنے کے لئے باہر چلی گئی۔ جب وہ بڑی سڑک پر پہنچی تو ٹھوکر کھا کر زخمی جانور کی طرح جھاڑ کے نیچے جا گری۔ ہاتھوں اور گھٹنوں کی مدد سے گھسٹتی ہوئی وہ واپس "لاج" میں آئی اور اُس وقت بھی جب اُس کے دماغ میں ایک تاریکی سی چھائی تھی وہ اپنے درد کو بھول کر مارٹن کو یاد کر رہی تھی۔

وہ حیران تھی، اکیلی تھی اور مارٹن کی باہوں کا سہارا لئے بغیر اپنا طویل سفر شروع کرنے کی ہمت اُس میں نہیں تھی۔ اُس کے کان ہر آہٹ پر لگے ہوئے تھے اور اُس کے دماغ کی سب نسوں میں جیسے ایک تناؤ سا پیدا ہو گیا تھا۔

"تم آؤ گے! میں جانتی ہوں تم آ کر میری مدد کرو گے! میں جانتی ہوں۔ تم آؤ گے! مارٹن! سینڈی!" وہ سسکیاں لینے لگی۔

پھر اُس پر میٹھی مہربان سی بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اب کوئی درد باقی نہ رہا تھا اور اُس اندھیرے مکان میں ہر طرف خاموشی طاری تھی۔ صرف اُس کے اکھڑے اکھڑے سانس کی ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔

(۵)

سونڈیلیس کی طرح جوائس لیفن نے بھی مارٹن کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ ہر شخص کو "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لگائے۔

"میں آپ سب لوگوں کے ساتھ بڑا اچھا اور سخت رویہ اختیار کروں گا۔ بالکل گاٹلب کی طرح۔ مجھے ایسا کرنے پر کوئی بات مجبور نہیں کر سکتی، اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں تب بھی نہیں۔" وہ بڑی شان سے اکڑ کر بولا۔

اُس نے جوائس کو لیورا کا مزاج اچھی طرح سے سمجھا دیا۔

"میں کہہ نہیں سکتا کہ آیا تم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرو گی یا نہیں۔

تمہارا مزاج بہت مختلف ہے اُس سے۔ تم بات چیت میں اتنی تیز ہو اور یہ محفل باز آدمی تمہیں اتنے پسند ہیں کہ ہر وقت ان کی سی باتیں کرتی ہو مگر اُسے ان لوگوں کی ذرا بھی پروا نہیں۔ وہ تو بیٹھی سنتی رہتی ہے مگر زبان نہیں کھولتی۔ پھر بھی وہ ایسی نیک اور دیانت دار عورت ہے کہ میں نے زندگی میں نہیں دیکھی۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں کی پٹ جائے گی۔ میں اُسے یہاں لانے سے ڈرتا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ یہاں کیسے حالات پیش آئیں گے ——— مگر اب میں اُسے یہاں لے آؤں گا۔ میں آج ہی 'پنیر تھ لاج' جاؤں گا اُسے لانے کے لئے۔"

اُس نے ٹائی فورڈ کی موٹر لی اور خوشی خوشی بلیک واٹر کی طرف چلایا۔ اُس نے سوچا کہ اس کمبخت طاعون کے باوجود شام کو اُن کا اچھا وقت کٹ جایا کرے گا۔ ٹائی فورڈ کا ایک بیٹا اپنے بھائیوں ایسا رکھی اور روکھا نہیں تھا۔ یہ لڑکا، وہ، لیورا اور جوائس رات کا کھانا لے کر جھیل پر جایا کریں گے، گانے گائیں گے اور ———

وہ شور مچاتا "پنیر تھ لاج" آیا۔ "لی، میری جان لیورا! کہاں ہو؟ ارے میں آگیا!"

جب وہ بھاگتا ہوا برامدے میں پہنچا تو اُس میں درختوں کے پتے بکھرے ہوئے تھے اور فرش گرد سے اٹا تھا، سامنے کا دروازہ ہوا کے باعث زور زور سے کھڑکھڑا رہا تھا۔ اُس مضطرب اور بے چین خاموشی میں اُسے اپنی ہی آواز کی صدائے بازگشت سنائی دی۔ وہ گھبرا سا گیا اور لپک کر اندر داخل ہوا۔ بیٹھک میں اُسے کوئی نہ ملا، باورچی خانہ بھی خالی تھا۔ پھر وہ جلدی سے خوابگاہ میں پہنچا۔

بستر پر پھٹی ہوئی مچھر دانی کے ایک طرف لیورا کا کمزور اور لاغر جسم بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اُس نے چلا کر اُسے بلایا، زور سے ہلایا اور پھر پاس کھڑا ہو کر رونے لگا۔

وہ دیوانوں کی سی آوازیں اُس سے باتیں کرتا رہا، اُسے اپنی محبت کا یقین

دلاتا رہا، اُسے سمجھاتا رہا کہ وہ اُسے اُس کی حفاظت کے خیال سے ہی وہاں چھوڑ گیا تھا ——

باورچی خانے میں رم کی ایک بوتل پڑی تھی اور وہ بغیر کچھ ملائے اُس کے کئی گلاس پی گیا۔ اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

شام کے وقت وہ باغ کی طرف گیا، اونچی پہاڑی پر بنے ہوئے اس باغ میں ہر وقت تیز ہوا چلتی تھی اور سامنے سمندر نظر آتا تھا۔ باغ میں اُس نے ایک گہرا گڑھا کھودا اور ریورا کے اکڑے ہوئے لاغر سے جسم کو بوسہ دے کر اُس میں لٹا دیا۔ ساری رات اُس نے آوارہ گردی کی۔ جب وہ بنگلے میں واپس آیا اور ریورا کے کپڑوں پر اُس کے نرم و نازک جسم سے پڑی ہوئی سلوٹیں دیکھیں تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔

پھر اُس نے اپنے ہوش و حواس کھو دیئے۔

اُس نے "بیزنتھ لاج" چھوڑ دیا، تانی فورڈ کے ہاں سے بھی اٹھ آیا اور سرجن جنرل کے دفتر کے پیچھے ایک کمرہ لے کر اُس میں رہنے لگا۔ اُس کی چارپائی کے پاس ہمیشہ ایک بوتل رکھی رہتی۔

چونکہ موت سے اُس کا سامنا پہلی بار ہوا تھا اس لئے وہ ہر چیز سے بیزار ہو گیا، "بھاڑ میں جائے یہ تجربہ"۔ جو کوئی بھی اُس سے درخواست کرتا وہ اُسے "ہیراتیم خور مادہ" کا انجکشن لگا دیتا۔ سٹوکس کو یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی۔

چونکہ سینٹ سوتھن میں اُس کا تجربہ بہت اچھی طرح سے چل رہا تھا اس لئے اپنے تجربے کے وقار کی خاطر وہاں اُس نے سب کو انجکشن دینے سے احتراز کیا۔ تاہم تجربے کی تمام ذمہ داری اُس نے سٹوکس پر ڈال دی۔

سٹوکس نے دیکھا کہ وہ کچھ پاگل سا ہو گیا ہے اور صرف ایک بار جب وہ سٹوکس پر غرایا، "مجھے کوئی پروا نہیں تمہاری سائنس وائنس کی"، تو اُس نے مارٹن کو تجربہ مکمل کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔

ٹائی فورڈ کی مدد سے اب سٹوکس ہی تجربہ کرتا اور مارٹن کی بجائے وہی سب تفصیلات لکھتا رہا۔ سٹوکس بیچارہ صبح سے ہی کام شروع کر دیتا اور چودہ پندرہ گھنٹے محنت کرنے کے بعد وہ شام کو موٹر سائیکل سے سینٹ سوتھن کی طرف بھاگتا۔ اپنے رتبے سے گر کر موٹر سائیکل پر ہچکولے کھاتے جانا اُسے سخت ناپسند تھا اور بل کھاتی ہوئی پہاڑی سڑک پر ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنا اُسے خطرناک بھی لگا مگر جلد پہنچنے کے لئے یہی مناسب راستہ تھا۔ آدھی آدھی رات تک وہ ٹائی فورڈ سے مشورہ کرتا، اُسے دوسرے دن کے لئے کام کی ہدایات دیتا، اپنا بھدا سا رجسٹر سنبھالتا اور اپنی سخت جانی، عاجزی اور مسکینی پر تعجب کرتا۔

اُدھر مارٹن بلیک واٹر کے سرجن جنرل کے دفتر میں بیٹھا ڈرے اور سہمے ہوئے شہریوں کو انجکشن لگایا کرتا۔ سٹوکس نے اُس کی منت کی کہ وہ انجکشن لگانے کا کام کسی اور ڈاکٹر کے سپرد کر دے اور جہاں تک ہو سکے سینٹ سوتھن کے تجربے میں دلچسپی لے مگر مارٹن کو اپنی تمام محنت پر پانی پھرنے میں ایک طرح کی تلخ سی تسکین ہوتی تھی۔

مارٹن کی مدد کرنے والی نرس اُس خالی سے دفتر میں کھڑی رہتی اور سیاہ فام، سفید فام، ہندو اور عیسائی نہایت بے تابی اور بے قراری سے قطار میں کھڑے انتظار کرتے جیسے موت کا انتظار کر رہے ہوں۔ باری آنے پر وہ آہستہ سے نرس کے پاس جا کھڑے ہوتے اور گھبراہٹ کے عالم میں بازو ننگا کر دیتے۔ اور نرس بازو کا رخ مارٹن کی طرف کرنے سے پہلے اس کے ایک حصے کو پہلے صابن اور پھر سپرٹ سے رگڑتی۔ مارٹن بڑے اکھڑ طریقے سے بازو پکڑ لیتا اور اُس کے اوپر کے حصے میں پچکاری کی سوئی چبھو دیتا، اُنھیں بازو ہلانے پر کوستا مگر اُن کے چہروں کی طرف اُس کی نگاہ کبھی نہ جاتی۔ وہاں سے چلتے وقت وہ اُسے دعائیں دیتے "او وہ ڈاکٹر صاحب، خدا

دیتیں۔ مگر اُسے اُن کی دعائیں بالکل نہ سُنائی دیتیں۔ تمہارا بھلا کرے اللہ۔

کبھی کبھی سٹوکس بھی وہاں ہوتا اور مضطرب اور پریشان نظروں سے اُس بھیڑ کو دیکھتا، خاص طور پر جب سینٹ سوتھن کے باغات میں کام کرنے والے بھی، جنھیں "جراثیم خور مادہ" کی افادیت کا امتحان کرنے کے لئے علاقے کے اندر سخت نگرانی میں رہنا تھا اُسے انجکشن لگوانے والوں کی قطار میں نظر آتے تو وہ بہت پریشان ہوتا۔ کبھی کبھی سر رابرٹ فیر لیمب بھی مُسکراتے ہوئے وہاں آتے۔ اور ہاتھ بٹانے کی پیشکش کرتے .... سب سے پہلے لیڈی فیئر لیمب کو انجکشن لگایا گیا تھا اور اُن کے بعد باورچی خانے کی ایک غلیظ سی ماما کو" انجکشن دیا گیا جس کی زبان سے ہر وقت دعائیں سنائی دیتی تھیں۔

پندرہ روز بعد جب وہ اس ناٹک سے اکتا گیا تو اُس نے چار ڈاکٹروں کو انجکشن بنانے پر لگا دیا اور خود جراثیم خور مادہ تیار کرنے لگا۔ مگر رات کو بکھرے بالوں اور اجاڑ اور دحشت زدہ صورت والا مارٹن شراب میں غرق ہو جاتا۔ نفرت اور وہسکی اُس کی خوراک بن چکی تھیں۔ اُس نے اپنی روح کو آزاد چھوڑ دیا تھا اور اپنے جسم کو نفرت کی گرمی سے جلا ڈالا تھا جیسے کسی زمانے میں جوگی اور مہاتما گیان دھیان سے اپنے جسم کو تحلیل کر لیا کرتے تھے۔ جس طرح بوڑھے شرابی کی راتیں غیر حقیقی ہوتی ہیں اسی طرح اُس کی زندگی بھی حقیقت سے دور ہو گئی تھی۔ عاقبت اندیش اور سمجھدار لوگوں کے مقابلے میں وہ اس لحاظ سے فائدے میں تھا کہ اُسے مرنے جینے کی کوئی پرواہ نہ رہی تھی۔ وہ دوسری دنیا میں پہنچے ہوئے لوگوں کی صحبت میں رہتا اور لیورا سے، سونڈیلیس سے، ایرا ہنکلے سے، آلور مارچنڈ سے۔ اُنکیپ جونیئر سے اور سایوں کی طرح ہاتھ اُٹھا کر فریاد کرتے ہوئے سیاہ فام لوگوں کے گروہ سے باتیں کیا کرتا۔

لیورا کی موت کے بعد ٹائی فورڈ کے ہاں وہ صرف ایک ہی بار گیا تھا اور وہ بھی اپنا سامان لینے کے لیئے۔ اُس وقت جوائس لیبین سے اُس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیبین سے اُسے نفرت ہو گئی تھی۔ حالانکہ اُسے یقین تھا کہ اگر وہ لیورا کے پاس پہلے نہیں لوٹ سکا تو اسکی ذمہ داری اُس بے چاری پر نہیں آتی تھی مگر وہ اپنے اس احساس کو نہیں جھٹک سکتا تھا کہ جس وقت لیورا دم توڑ رہی تھی، وہ لیبین کے ساتھ چُہلیں کر رہا تھا۔

"بھاڑ میں جائے یہ چڑیل، اونچی سوسائیٹی میں جانے کی کیسی خواہشمند رہتی ہے۔ شکر ہے اب میں اس کی صورت نہیں دیکھونگا!"

اُس تنگ سے بند کمرے میں وہ چارپائی کے کنارے پر بیٹھا تھا بال بکھرے تھے، آنکھیں سُرخ انگارہ ہو رہی تھیں اور اُس کے تکیئے پر ایک بلی کا آوارہ بچہ پڑا سو رہا تھا جسے وہ اُن دنوں اپنا واحد دوست سمجھتا تھا۔ دروازے پر دستک ہوئی تو وہ بڑبڑایا! "میں اس وقت سٹوکس سے بات نہیں کر سکتا۔ اُسے یہ تجربہ کرنے دو۔ میں ان تجربوں سے تنگ آ گیا ہوں!"

پھر وہ اُداس سی آواز میں گھبرا کر بولا "ارے آجاؤ کٹبی!"

دروازہ کھلا تو سامنے جوائس کینین کھڑی تھی، لباس کا وہی سلیقہ، چہرے کا وہی انداز اور آنکھوں میں اعتماد کی وہی جھلک۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" وہ غرایا۔

اُس نے بڑے غور سے مارٹن کی طرف دیکھا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر بڑی خاموشی سے فرش پر بکھرے ہوئے ردی اور کاغذ کے ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک طرف کیا اور میز پر پڑے آلات کو ترتیب سے رکھا۔ اس کے بعد بلی کے بچے کو چٹائی پر لٹایا اور خود تکیہ جھاڑ کر اُس گندی سی بدبودار چارپائی پر اُس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

"خدا کے واسطے! میں جانتی ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی ہے۔ بیسل ایک گھنٹے

کے لئے شہر گیا ہے اور ریں چاہتی تھی ـــ شاید تمہیں یہ جان کر تھوڑی سی خوشی ہو کہ ہم تمہیں کسقدر چاہتے ہیں؟ کیا تم میری طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھاؤ گے؟"

" مجھے کسی کی دوستی نہیں چاہیئے۔ میرا کوئی دوست نہیں!"

وہ گم صم سا بیٹھا تھا اور اُس کے شانے پر نرم و نازک نسوانی ہاتھ رکھے تھے۔ جب وہ چلی گئی تو اُسے اپنے اندر ہمت کی ایک نئی لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہسکی کا سہارا چھوڑنے کے لئے وہ اپنے آپ کو رضا مند نہ کر سکا۔ ان سب لوگوں کو انجیکشن دینے کا سلسلہ بھی وہ بند نہیں کر سکتا تھا جو قطار بنا کر دوائی لینے کے لئے اُسکے سامنے گڑگڑاتے رہتے تھے تاہم انجیکشن بنانے اور لگانے کا کام اُس نے دوسروں کے سپُرد کر دیا اور خود سینٹ سوتھین میں اپنے تجربے کے نتائج کا مشاہدہ کرنے کے لئے چلا گیا........ حالانکہ اب تجربے کی اہمیت کم ہو گئی تھی کیونکہ قصبے کی آبادی کے جس حصے کو انجیکشن نہیں لگایا گیا تھا اس میں سے بہت سے لوگوں نے بلیک واٹر جا کر "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لگوا لیا تھا۔

وہ آشرم میں ہی رہنے لگا تھا جو لُکس سے اُس کی ملاقات نہیں ہوئی مگر اب شام کو وہ اکثر اوقات ہوٹس دجواس میں ہی ہوتا۔

(٦)

چوہوں کو مارنے کا پیغام جزیرے کے گھر گھر میں پہنچ گیا۔ پانچ سال کے بچے سے لے کر لاٹھی ٹیک کر چلنے والے بوڑھے تک ہر ایک شخص نے چوہوں اور زمینی گلہریوں کو تاک تاک کر مارنا شروع کیا۔ نہ جانے یہ چوہوں کو مارنے کا نتیجہ تھا یا جراثیم خور مادہ کے انجیکشن کا اثر تھا یا خدا کی ہی مرضی تھی کہ وبا کا زور جاتا رہا۔ اور بارش کی آمد کے چھ ماہ بعد جب غرب الہند میں مئی کی گرمی سے ہر چیز تپ رہی تھی اور ڈونالو

اور طغیانیوں کا موسم اپنی آمد کی دھمکیاں دے رہا تھا تو پلیگ وہاں سے تقریباً ختم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی نقل و حرکت کی پابندیاں بھی اٹھا دی گئیں۔

گھروں میں اور دکانوں میں بیٹھے ہوئے سینٹ ہبرٹ کے لوگ اب اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور اس وقت جبکہ موسم بہار اپنے جوبن پر تھا جزیرہ سینٹ ہبرٹ کی حالت اس بیمار جیسی تھی جس نے درد اور تکلیف سے نجات حاصل کر کے سکھ کا سانس لیا ہو۔

دکانوں پر اب پھر بھاؤ ہونے لگے، کوچہ و بازار میں گالی گلوچ اور تو تو میں میں کی اونچی اونچی آوازیں آنے لگیں، محبت کرنے والے دنیا کی نظروں کی پروا کئے بغیر باغوں اور چمن زاروں میں گھومنے لگے، شہر کے لفنگوں اور بدمعاشوں نے "آئس ہاؤس" میں بیٹھ کر صبح سے شام تک شراب پینا اور گپیں ہانکنا شروع کر دیا، بڑے بوڑھے آم کے پیڑوں کی چھاؤں میں ایام شباب کی داستانیں پھر سے سنانے لگے اور عبادت گاہوں میں مالکِ دو جہاں کی حمد و ثنا کے گیت گائے جانے لگے مگر ان لوگوں کے لئے یہ زندگی کے معمولات نہیں تھے بلکہ رحمتِ الٰہی کی خوشیاں تھیں۔

بلیک واٹر کی بندرگاہ سے جب پہلا جہاز روانہ ہوا تو اچھے خاصے جشن کا سماں تھا۔ سفید فام اور سیاہ فام، ہندو، چینی، ان سب کا گھاٹ پر ہجوم تھا۔ ہر طرف لوگ رومال ہلاتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور شور سے کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ جب گولڈ میڈل بینڈ کے بچے کھچے آدمیوں نے اپنی ہلکی اور کمزور سی بانسری بجائی تو لوگوں کو اس بینڈ کی پرانی شان شوکت یاد کر کے رونا سا آنے لگا۔ پھر جب میگر کمپنی کے جہاز "سینٹ لا" کے لنگر اٹھائے گئے اور جہاز بندرگاہ میں سے نکلنا شروع ہوا تو اس کا کپتان جنگلے پر سیدھا تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ان سب لوگوں کو بڑی شان سے الوداع کہی مگر اس کی آنکھیں اتنی نمناک تھیں کہ اسے بندرگاہ کی کوئی چیز صاف نظر نہ آتی تھی۔ اس وقت لوگوں نے محسوس کیا کہ وہ مقید کوٹھی نہیں ہیں بلکہ کھلی ہواؤں میں سانس لینے والی آزاد دنیا کے باشندے ہیں۔

جوائس لینین بھی اسی جہاز پر سوار ہوئی۔ مارٹن نے اُسے گھاٹ پر الوداع کہی۔
مضبوط ہاتھوں والی وہ لڑکی مارٹن کے پاس کھڑی بالکل اُس کے قد کے برابر نظر
آتی تھی۔ اُس نے مارٹن کی طرف بغیر کسی گھبراہٹ کے دیکھا اور کہا: "چلو تمہاری
مصیبت ختم ہو گئی، میری بھی ختم ہوئی۔ یہاں پھنس کر ہم لوگ پاگل سے ہو گئے تھے۔
حالانکہ میں نے کوشش تو بہت کی مگر میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکی۔ اصل میں مجھے ایسی کوئی
تربیت ہی نہیں ملی۔ تم نے مجھے بہت کچھ سکھایا۔ اچھا خدا حافظ!"

"کیا میں نیویارک تمہیں ملنے آؤں؟"

"اگر واقعی تمہاری خواہش ہو تو!"

وہ چلی گئی۔ مگر جب جہاز دور اُفق پر پہنچ کر صرف ایک سفید دھبہ سا رہ گیا
اُس وقت وہ مارٹن کو اپنے پاس ہی محسوس ہونے لگی۔ تکلیف دہ لمحات میں وہ
اُس کے اتنا قریب تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی مگر اُس رات وہ گھبراہٹ اور جنون
کی سی حالت میں بھاگا بھاگا "بنیر کٹ لاج" آگیا اور اُس بیلی سی زمین پر جس کے نیچے
لیورا دفن تھی، اپنے گال رگڑنے لگا۔ اُس مٹی کے نیچے لیورا سوئی تھی، وہی لیورا
جس سے اُس نے دور رہنے یا جسے سمجھانے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی اور جس سے
یہ کہنے کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی "کیا میں تمہیں ملنے آ سکتا ہوں؟"

مگر بے جان لیورا اپنے آخری بستر پر بڑی گہری نیند سو رہی تھی۔ نہ تو اس کے
چہرے پر مسکراہٹ آ سکی اور نہ ہی وہ مارٹن کو کوئی جواب یا دلاسہ دے سکی۔

(۷)

روانہ ہونے سے بیشتر مارٹن کے لئے "جراثیم خور مادہ" کے تجربے کی درج کی ہوئی
تفصیلات کو یکجا کرنا ضروری تھا۔ اُسے اپنے درج کئے ہوئے ابتدائی اعداد شمار

کے ساتھ سٹوکس اور ٹائی نورڈ کے مشاہدات کو بھی یکجا کرنا تھا۔

چونکہ اُس نے جزیرے کے ہزاروں دہشت زدہ باشندوں کو "جراثیم خور مادہ" کا انجیکشن لگایا تھا اس لئے وہاں اُس کی حیثیت ایک بڑی معزز ہستی کی ہو گئی تھی۔ جب قیدِ طبی کی پابندی اٹھا دی گئی تو "بلیک واٹر گارڈین" کے پہلے شمارے میں اُسے "ہزاروں جانوں کو بچانے والا نجات دہندہ" کہا گیا۔ وہ سب کا ہیرو تھا۔ اگر سونڈیلیس نے چوہے مار کر شہر کی صفائی کرنے میں مدد کی تھی تو وہ بھی آخر اُسی کا نائب تھا۔ ایرا ہینکلے کی جگہ "سینکٹیفکیشن برادرہڈ" کے گرجوں کا انتظام سنبھالنے والے بوڑھے حبشی نے کہا کہ بیماری اگر اللہ تعالےٰ کی مہربانی سے ختم ہوئی ہے تو اسے بھی تو خدا نے ہی لوگوں کو بچانے کی خاطر ہمارے پاس بھیجا تھا۔

وبا کے دوران میں غیر ڈرامائی انداز سے کام کرنے والے اُس سکاٹ لینڈ کے خشک مزاج ڈاکٹر کی باتوں پر کسی نے دھیان نہیں دیا جو کہتا پھرتا تھا کہ طاعون کی وبا تو پہلے بھی زور پکڑتی اور بغیر اس انجیکشن کے کم ہوتی رہی ہے۔

جب مارٹن اپنے مشاہدات مکمل کر رہا تو اُسے میکگرک انسٹی ٹیوٹ سے ایک خط ملا جس پر ریپلٹن ہولابرڈ کے دستخط تھے۔

ہولابرڈ نے لکھا کہ گاٹلب کی طبیعت ناساز ہے اور اُس نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دیدیا ہے اور تجربات کا کام ترک کر کے اپنے گھر پر آرام کر رہا ہے اور اُسکی جگہ اُسے انسٹی ٹیوٹ کا قائمقام صدر بنا دیا گیا ہے۔ اس نئی حیثیت میں اُس نے یوں مارٹن کی قصیدہ خوانی کی۔

"آپ کی مختصر اور انکسار سے بھری رپورٹ کے مقابلے میں مسٹر میکگرک کے ایجنٹوں کے خطوط سے، جو وہاں کے حکام نے قیدِ طبی کی پابندیوں کے باوجود ہم تک پہنچائے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو وہاں کیسی شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے نہ صرف وسیع پیمانے پر تجربہ کر کے جراثیم خور مادے کی قدر و قیمت معلوم کی ہے بلکہ ان بدقسمت لوگوں کی ایک کثیر تعداد کی جانیں بھی بچائی ہیں اور

یہ کام بہت کم لوگ کر سکتے تھے۔ اس کام سے آپ نے میگرس انسٹی ٹیوٹ کے نام کو اونچا کیا ہے۔ رپورٹ چھپنے کے بعد ہمارے ادارے کی اور بھی زیادہ شہرت ہوگی۔ میں اور بورڈ کے ممبر اسے دل سے سراہتے ہیں۔ اب جبکہ کچھ مہینوں تک ڈاکٹر گاٹلب کام نہیں کر سکیں گے، ہم سوچ رہے ہیں کہ انسٹی ٹیوٹ میں ایک نیا شعبہ شروع کیا جائے جس کے آپ سربراہ ہوں۔"

"قدر و قیمت معلوم کی ہے — لعنت! میں نے صرف آدھا تجربہ کیا ہے۔" مارٹن نے آہ بھری۔ "اور یہ نیا حکم! میں نے یہاں بہت حکم چلا لیا۔ اب میں اس طرح کی حکمرانی سے تنگ آ چکا ہوں۔ میں تو اب اپنی لیبارٹری میں جا کر پھر سے کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔"

اُسے خیال آیا کہ اب شاید اُس کی تنخواہ دس ہزار ڈالر سالانہ ہو جائے گی .... لیورا دوستوں کو دعوتیں دے کر کس قدر خوش ہوتی ....

یہ بات سوچ کر اُسے بہت دھکا لگا کہ گاٹلب اب اتنا بیمار ہے کہ کچھ مہینوں کے لئے اپنا کام نہیں کر سکتا۔

پھر اُسے خیال آیا کہ ان لوگوں کا نجات دہندہ بننے کا کھیل کھیلنے میں اس نے اپنا تجربہ ترک کر دیا اور گاٹلب اور گاٹلب کے تمام نظریات سے غداری کی۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی ذات کو اور اُن مصیبتوں کو بھی بھول گیا جو اُسے وہاں جھیلنی پڑی تھیں۔ اُس نے سوچا کہ نیویارک پہنچنے پر وہ اُس بڈھے کے پاس بھی جائے گا اور اُن اندر کو دھنسی ہوئی درشت آنکھوں کے سامنے اقبال کرے گا کہ جراثیم خور مادہ کے مؤثر ہونے کا پورا ثبوت اُس کے پاس نہیں ہے۔

کاش سالانہ دس ہزار ملنے پر وہ لیورا کو واپس بلا سکے —

(۸)

جوائس لیفین کے چلے جانے کے تین ہفتے بعد وہ بھی سینٹ ہیبرٹ سے چل دیا۔
جہاز کے روانہ ہونے سے ایک روز پہلے سر رابرٹ فیئر لیمب کی صدارت میں اس کے اور سٹوکس کے اعزاز میں ایک دعوت دی گئی۔ سر رابرٹ نے چند جملوں میں اسے خراج تحسین ادا کیا، کیلیٹ نے حاضرین کو صورتِ حال کی پیچیدگیاں سمجھانے کی کوشش کی اور بادشاہ کا جام صحت پینے کے بعد ان سب نے کھڑے ہو کر اس کی صحت کا جام بھی پیا۔ اس دوران میں وہ ایک طرف اکیلا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کل ان لوگوں کی تعریف و تحسین سنائی نہیں دے گی۔ کل اسے ٹیری وکٹ اور گامب کے بے رحم اور سنگدل سوالات کا جواب دینا پڑے گا۔

جتنا زیادہ گلا پھاڑ پھاڑ کر وہ لوگ اس کی تعریف کرتے اتنا ہی وہ سوچتا کہ دور دراز کی لیبارٹریوں میں کام کرنے والے تنگ دل اور تنگ نظر سائنسداں نہ جانے ایسے آدمی کے متعلق کیا کہیں گے جس نے زندگی کا ایک نادر موقعہ کھو دیا۔ جتنا زیادہ وہ اسے نجات دہندہ کے نام سے پکارتے اتنا ہی اسے خیال آتا کہ وہ غدار ہے اور جب اس نے سٹوکس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں اسے ایک ایسے رحم کی جھلک نظر آئی جو لعنت و ملامت سے بھی زیادہ شدید اور تکلیف دہ تھی۔

باب چھتیسواں

اتفاق کی بات ہے کہ مارٹن جس "سینٹ برین" نام کے جہاز سے آیا تھا اُسی سے واپس نیو یارک گیا۔ جہاز پر سوار ہونے کے بعد اُسے محسوس ہوا جیسے وہاں لیورا اور سونڈبلیس کے بھوتوں نے ڈیرا ڈال رکھا ہو۔ اُسے ہر طرف سیر و سیاحت کے منصوبے بناتی ہوئی لیورا نظر آتی اور شور مچاتا ہوا سونڈبلیس دکھائی دیتا۔

"سینٹ برین" پر وہ ناز و انداز والی مس گویلیم بھی تھی جس نے سونڈبلیس کو پھٹکارا تھا۔ یہ لڑکی سردی کا موسم ایک بہت اہم کام میں صرف کر کے آئی تھی یعنی اُس نے ترینیداد اور کاراکاس کی موسیقی پر اپنے مطالعے کی تفصیلات رقم کی تھیں یا کم از کم یہ تفصیلات درج کرنے کا منصوبہ تو ضرور ہی بنایا تھا۔ بلیک واٹر پر اُس نے مارٹن کو جہاز پر سوار ہوتے دیکھا اور اپنے متکبرانہ انداز میں اُن دوستوں پر بھی نگاہ ڈالی جو اُسے الوداع کہنے آئے تھے۔ ان میں دو انگریز تھے، ایک موٹا اور ایک لمبے قد کا دھان پان سا شخص۔ تیسرا آدمی سکاٹ لینڈ کا رہنے والا تھا جس کی صورت سے خشک مزاجی ٹپکتی تھی۔

اُس نے مارٹن پر پرانی دوستی کا دعویٰ جتانا شروع کر دیا اور بولی: "تمہارے سب دوست انگریز دکھائی دیتے ہیں!"

"ہاں"

"تم نے سردیاں یہیں گزاریں؟"

"ہاں"

"ایسے وقت میں جزیرے کے اندر پھنس جانے سے تو بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ مگر میں نے تو تم سے کہا تھا کہ اس وقت ساحل پر اترنا بڑی بے وقوفی ہے۔ تم نے پرکس سے روپیہ تو ضرور کما لیا ہوگا مگر تکلیف بہت ہوئی ہوگی!"

"ہاں۔ تکلیف تو ہوئی۔"

"میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ ہوگا۔ تمہیں تری نیداد آجانا چاہیئے تھا۔ کیسی پیاری جگہ ہے! اچھا بتاؤ وہ دیہاتی گنوار کیسا ہے؟"

"کون؟"

"ارے وہ مسخرا سا سویڈن کا رہنے والا جو ہر طرف ناچتا پھرتا تھا۔"

"وہ مر چکا ہے۔"

"ہائے بڑا افسوس ہوا سُن کر۔ لوگ چاہے اُسے کچھ ہی کہتے تھے مگر میں اُسے اتنا بُرا نہیں سمجھتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بہت ہی مہذب آدمی تھا مگر ایک ہی کسر تھی اُس میں کہ کبھی کبھی یہاں شراب پی کر بدمستیاں کیا کرتا تھا؟ کیا تمہاری بیوی تمہارے ساتھ نہیں آئی؟"

"نہیں — وہ میرے ساتھ نہیں ہے۔ اچھا اب مجھے نیچے جا کر اپنا سامان کھولنا چاہیئے۔"

مارٹن کو جاتے ہوئے مس گوئیلیم نے اس انداز سے دیکھا، جیسے کہہ رہی ہو "میاں تم تھوڑی سی تہذیب سیکھ لو تو کیا حرج ہے۔"

(۲)

گرمی اور طوفانوں کے ڈر کی وجہ سے "سینٹ برین" میں درجہ اول کے بہت کم مسافر تھے۔ اور جو تھے بھی وہ کسی گنتی میں نہیں آتے تھے کیونکہ وہ ہنسی مذاق کرنے والے معقول لوگ نہ تھے بلکہ جنوبی امریکہ کے رہنے والے تھے۔ پورے چھ مہینے غرب الہند میں گزارنے اور سفر میں نظر کو وسعت دینے کے بعد (جیسا کہ سیاحوں کا قاعدہ ہے) "سینٹ برین" کے اُن تھوڑے سے مسافروں نے بھی ایک دوسرے کا ناقدانہ نظروں

سے مطالعہ کیا اور سب نے دیکھا کہ ایک دبلا سا زرد رو شخص بہت ہی بے تاب اور بے چین نظر آتا ہے، سارا سارا دن عرشے پر گھومتا ہے اور آدھی رات کے وقت اکثر جنگلے پر اکیلا کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

"یہ آدمی بہت ہی بے چین دکھائی دیتا ہے!" ڈیٹرائٹ کے رہنے والے مسٹر ایس۔ سابرن ہیل نے دلفریب اور دلکش شخصیت کی مالک مسز ڈاسن سے کہا اور اُس نے بڑی برجستگی سے جواب دیا (یہی برجستگی اور بذلہ سنجی اُس کی ہر جگہ مقبولیت کا باعث تھی) "ہاں بہت ہی بے قرار معلوم ہوتا ہے۔ یہ ضرور عشق کا مارا ہو گا!"

"ارے میں اسے جانتی ہوں!" مس گویلیئم بولی "جاتی دفعہ بھی میں نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ "سینٹ برینی" میں ہی دیکھا تھا۔ اس کی بیوی اب نیو یارک میں ہے۔ یہ کوئی ڈاکٹر واکٹر ہے میرے خیال میں کوئی ایسا کامیاب تو ہے نہیں۔ اسے کہیے گا نہیں مجھے یہ دونوں میاں بیوی کچھ یونہی سے لگے۔ جاتی دفعہ یہ سارا راستہ بے وقوفوں کی طرح بیٹھے سمندر کو ٹکر ٹکر دیکھتے رہے۔"

(۳)

لیبارٹری میں جا کر کام شروع کرنے کے لئے مارٹن بیتاب تھا۔ اُسے پہلے بھی اس بات کا احساس تھا اور اب تو وہ اچھی طرح جان گیا تھا کہ نظم و نسق کے کام اور بڑے بڑے اونچے معاملات اُس کے بس کا روگ نہیں۔

جہاز کے عرشے پر ٹہلتے ہوئے اُس کے ذہن میں سب باتیں صاف ہو گئیں اور وہ پھر اپنے اصل مقام پر آ گیا۔ اس کے ذہن میں اُن لوگوں کی تصویریں بننے لگیں جو اس کی آخری رپورٹ (جسے ابھی لکھا جانا تھا) پر نکتہ چینیاں کرنے والے تھے۔ ان لوگوں کا خیال آتے ہی اُسے طیش آنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ لیبارٹری میں مشقت کرنے والے اپنے ہم نشینوں کی فرضی تنقید پر نفرت و حقارت کی آگ میں جلتا رہا جس طرح

وہ کبھی اُن کے مقابلہ کرنے کی اسپرٹ سے نفرت کیا کرتا تھا اُسے ایسا ماحول سخت ناپسند تھا جس میں حریفوں کو شکست دینے کے لئے ہمیشہ چوکنا رہنے کی ضرورت ہو مگر ایک رات جب وہ جنگلے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا تو اُس نے اپنے آپ سے اعتراف کیا کہ وہ اُن کی تنقید سے ڈرتا ہے کیونکہ اُس کے تجربے میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں اپنا دفاع کرنے کے لئے اُس نے جس قدر دلائل سوچے تھے وہ سب اکٹھا کر سمندر میں پھینک دیئے۔ یہ دلائل کچھ اس قسم کے تھے: "جو لوگوں نے اپنے دل کے سکون اور اطمینان کو برقرار رکھتے ہوئے دنیا کی تباہ کاریوں کے درمیان ایسے تجربے نہیں کئے وہ اپنی لیبارٹری جیسی محفوظ جگہوں میں بیٹھ کر نہیں جان سکتے کہ ان صورتوں میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛"

تنقید کرتے رہنا اچھی بات ہے بشرطیکہ اس تنقید میں حسد کا جذبہ کارفرما ہوا اور یہ نقصان پہنچانے کی خاطر نہ کی جارہی ہو ——

نہیں اس صورت میں کبھی تنقید مفید ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ کام بھی کرنا پڑتا ہے جسے آرام طلب قسم کے کارکن "نقص دکھنیہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ان تنقید کرنے والوں کے لئے تو اچھے اور صالح عناصر کو کچلنا ایسا ہی فطری کام ہے جیسا کہ دوسروں کے لئے مفید کام کرنا۔ ایک آدمی جس کا کام ہی مکان گرانا ہے اُسے تعمیر کی ذمہ داری کیوں سونپی جائے؟

"بہت اچھا!" وہ دل ہی دل میں خوش ہوا۔ "کرنے دو انھیں نکتہ چینی۔ شاید میں پہلے سے ہی ان کی کہی جانے والی باتوں کو بھانپ جاؤں پھر تو میں خود ہی اپنے کام پر تنقید لکھ کر چھپواؤں گا۔ اگرچہ بعد کے واقعات مجھ سے نظر انداز ہو گئے ہیں مگر سینٹ سوتھن کے ٹیسٹ سے میں نے تھوڑے سے بہت نتائج تو اخذ کئے ہی ہیں۔ میں اپنے اعداد و شمار کو کسی حیاتیاتی ماہر اعداد و شمار کے پاس لے جاؤں گا وہ چاہے میرے اخذ کئے نتائج کو اُدھیڑ کر رکھ دے۔ بس یہی پلان ٹھیک رہے گا۔ اس کے بعد میں اسے چھپوا دوں گا۔"

جب وہ بستر پر لیٹنے گیا تو اُسے اطمینان سا تھا کہ اب وہ گاٹلب اور ٹیری ڈکٹ کی نظروں کا مقابلہ کر سکے گا۔ اُس رات اُسے کوئی بھیانک خواب نہیں آیا۔

(۴)

بروک لین پہنچنے پر جب بندرگاہ کے پشتے پر کھڑے اخباری رپورٹروں نے مارٹن کو گھیر لیا اور معلوم کرنا چاہا کہ ایک جزیرے میں کسی خوفناک وبا کو روکنے کے متعلق اُس نے کونسا شاندار کام کیا ہے تو مس گولیئم، مسٹر سابرن ہیل اور مسز ڈاسن کو اُس اُجڈ سے ڈاکٹر کا یہ استقبال دیکھ کر تعجب بھی ہوا اور کچھ غصّہ بھی آیا۔

ریلٹن ہولابرڈ نے ان رپورٹروں سے مارٹن کا پیچھا چھڑایا۔ اُس کے گرد جمع ہونے والوں کو پیچھے ہٹا کر وہ اُس کی جانب بڑھا اور ہاتھ آگے بڑھا کر اونچی آواز میں بولا۔" ارے بھائی ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی ہے، ہم سب تمہارے غم میں شریک ہیں مگر ہمیں خوشی ہے کہ اللہ نے تمہیں ہمارے پاس واپس بھیج دیا۔

میکس گاٹلب کے زیر اثر مارٹن نے ہولابرڈ کے متعلق کچھ ہی رائے قائم کی ہو مگر اب اُس نے بھی اُس انداز میں اپنے ہاتھ اُٹھا کر کہا:" خدا کا شکر ہے میں گھر واپس آگیا ہوں"۔

ہولابرڈ (جو اُس وقت نیلی قمیض میں ایکٹر سا لگتا تھا) حالانکہ بندرگاہ پر استقبال کرنے کی خاطر آیا تھا مگر اُس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ کسٹم چوکی سے مارٹن کے سامان کے نکل آنے کا انتظار کرتا۔ اب وہ انسٹی ٹیوٹ کا قائم مقام ڈائرکٹر تھا اور اُسے کئی کام کرنے تھے۔ اس لئے بس وہ یہی کہنے کے لئے رُکا کر بورڈ کے ممبر اب اُسے پورا ڈائرکٹر بنانے والے ہیں اور وہ اس بات کا یقیناً خیال رکھے گا کہ مارٹن کو وہ رتبہ اور صلہ ملے جس کا وہ مستحق ہے۔ اتنا کہہ کر ہولابرڈ اپنی چھوٹی سی خوبصورت

گاڑی چلاتا ہوا چلا گیا۔ (وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ ڈرائیور رکھنے کی حیثیت تو اُس کی ہے مگر وہ اور اُس کی بیوی اس روپیے کو دوسرے کاموں پر خرچ کرنا پسند کرتے ہیں)
اُس کے جانے کے بعد مارٹن نے دیکھا کہ ٹیری دکٹ تحصیل خانے کے ایک گھُن لگے لکڑی کے ستون سے یوں ٹیک لگائے ہے جیسے کئی گھنٹوں سے اسی طرح کھڑا ہو۔
ٹیری چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا اُس کے پاس آیا اور بولا "ہیلو سلم۔ اچھے تو ہو؟ چلو پہلے جلدی سے کسٹم والوں سے خلاصی کر والیں۔ بڑی خوشی ہوئی تمہیں اور ڈائرکٹر کو اس طرح گلے ملتے دیکھ کر۔"
جب وہ بروک لن کی گلیوں میں سے گزر رہے تھے تو مارٹن نے پوچھا "ہولا برڈ کیسا ڈائرکٹر ثابت ہوا ہے؟ اور گاٹلب کیسا ہے؟"
"ارے یہ مہاتما جی ٹبنر کے مقابلے میں بُرے نہیں، خوش خُلقی اور جہالت میں اُن سے بھی بڑھ کر ہیں .... مجھے دیکھنا! ایک روز میں جنگل کو سدھار جاؤں گا ـــــ درمونٹ میں ایک چھوٹی سی لیبر ٹری بنا لوں گا، وہاں کم از کم مجھے اپنے کام کے لئے ڈائرکٹر صاحب کے سامنے جواب دہ تو نہیں ہونا پڑے گا۔ انھوں نے مجھے حیاتیاتی کیمسٹری کے شعبے میں باندھ لیا ہے۔ اور گاٹلب ـــــ" ٹیری کی آواز میں تشویش کی جھلک تھی۔ "میرے خیال میں بڈھے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اُسے پنشن دے کر رخصت کر دیا گیا ہے۔ اچھا سلم اب میری بات سنو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بڑی شان ہو گی یہاں۔ یہ لوگ تمہیں ایک شعبے کا ہیڈ بنا رہے ہیں اور میں تو اس ماتحت حیثیت سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم میرا ساتھ دو گے یا مہاتما جی کے چہیتے بن کر عظیم سائینداں کا رتبہ حاصل کر و گے؟"
"ٹیری میاں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔" مارٹن نے وہ دوری فوراً ختم کر دی جسے وہ اپنے اور ٹیری کے درمیان اب تک ضروری سمجھتا رہا تھا۔ "میری زندگی کا اب کوئی اور ساتھی تو رہا نہیں۔ لیورا اور گٹ لاف تو چل بسے اور شاید گاٹلب بھی مجھ سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گیا۔ تمہیں اور مجھے اب ایک ساتھ رہنا ہو گا۔"

"تو ٹھیک ہے!"
انھوں نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا اور پھر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔

(۵)

جب مارٹن انسٹی ٹیوٹ کی عمارت میں داخل ہوا تو اُس کے ساتھی ہاتھ ملانے اور مبارکباد دینے کے لئے لپکے۔ اُن سب نے اُس کی اتنی تعریف کی کہ وہ بدحواس ہو گیا۔ مگر گھر واپسی کا ہی ایک ایسا وقت ہوتا ہے جبکہ آدمی اسقدر قصیدہ خوانی ہضم کر سکتا ہے۔

سر رابرٹ فیئر لیمب نے انسٹی ٹیوٹ کو مارٹن کی تعریف میں ایک خط لکھا۔ یہ خط اُسی جہاز کی ڈاک سے آیا تھا جس پر مارٹن سفر کر رہا تھا۔ دوسرے روز ہولابرڈ نے اس کی نقل اخباروں میں بھیج دی۔

اخبارات کے رپورٹروں نے مارٹن کی آمد پر یس یونہی سی دلچسپی لی تھی مگر اب وہ انٹرویو لینے کے لئے بھاگے بھاگے آئے۔ اُن سے باتیں کرتے ہوئے مارٹن کچھ اکھڑا ہوا اور اُداس سا دکھائی دیتا تھا اس لئے ہولابرڈ وہاں آ کر خود ہی اُن سے گفتگو کرنے لگا تاکہ اخبارات یہ اعلان کر سکیں کہ امریکہ جو ہمیشہ دُنیا کو کسی نہ کسی مصیبت سے بچاتا رہا ہے اب بھی بازی لے گیا ہے۔ اخبارات نے لکھا کہ ڈاکٹر مارٹن ایروسمتھ نہ صرف ایک زبردست قسم کا جادوگر ہے بلکہ لیبارٹری کا بھی کچھ کام کر سکتا ہے۔ بے شمار چوہوں کا قاتل ہے، گاؤں جلاتا ہے۔ زور دار مقرر ہے اور لوگوں کو موت کے منہ سے نکالتا ہے۔ اُس زمانے میں کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ امریکہ نے اپنے چھوٹے ہمسایہ ممالک ——— میکسیکو، کیوبا، ہیتی، نکاراگوا ——— سے نیاضی کا سلوک نہیں کیا۔ اب ایڈیٹر اور سیاستداں مارٹن کے مشکور تھے کہ اُس نے امریکہ

والوں کی قربانی، خلوص اور محبت کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

اُسے بے شمار جگہوں سے خط آنے شروع ہوئے۔ پبلک ہیلتھ سروس سے مغرب وسطیٰ کے ایک کالج سے جس کے منتظمین اُسے شہری قوانین کے ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری دینا چاہتے تھے، میڈیکل سکولوں اور انجمنوں سے جو اُسے وہاں آکر تقریر کرنے کی بار بار درخواست کرتی تھیں۔ طبی رسالوں اور روزانہ اخبارات میں اُس کے کام پر اداریے لکھے گئے اور واشنگٹن سے کانگریس کے ایک ممبر آلمس بکر بو نے اُسے ایک تار بھیجا جو اُس نے اپنی طرف سے منظوم عبارت میں لکھا تھا۔ "جو لوگ ہمارے اس شاندار شہر زینتھ سے آتے ہیں وہ ہمیشہ دوسروں کو ترقی کی دوڑ میں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں" میگرک کے ہاں اُسے ایک بار پھر ڈنر پہ بلایا گیا۔ لیکن اس دفعہ میزبانی کیپیٹولا کی طرف سے نہیں بلکہ خود راس میگرک کی طرف سے ہو رہی تھی۔ کیپیٹولا ایسی تقریبات میں نمایاں حصہ لینے کی سردردی بہت کم مول لیتا تھا۔

مگر مارٹن نے کہیں بھی جا کر تقریر کرنے سے انکار کر دیا اور اُن تمام تنظیموں نے اس انکار کے جواب میں لکھا کہ ڈاکٹر ایرو سمتھ کی بے پناہ مصروفیات کا انہیں احساس ہے لیکن اگر کبھی وقت ملنے پر وہ تشریف لا سکیں تو وہ لوگ اسے بڑی خوش قسمتی سمجھیں گے۔

ریپلٹن پلہ لابرڈ کو اب گاٹلب کی جگہ ۔ ۔ ۔ ۔ کالولا ڈائرکٹر بنا دیا گیا اور اُس نے مارٹن کو انسٹی ٹیوٹ کا "ستارہ خصوصی" بنانے کی کوشش کی۔ وہ شہر میں آنے والے تمام معزز اور بڑی بڑی ہستیوں کو انسٹی ٹیوٹ کا گنج گراں مایہ دکھانے کے لئے وہاں لایا۔ اُس سے مل کر وہ لوگ بہت خوش دکھائی دیتے اور ملاقات کے وقت پوچھنے کے لئے موزوں سے سوالات سوچا کرتے۔ پھر مارٹن کو شعبۂ جراثیمی حیاتیات (جو کہ ایک نیا ڈیپارٹمنٹ تھا) کا سربراہ بنا دیا گیا اور اُس کی تنخواہ دگنی کر دی گئی۔

اُس کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہ آسکی کہ جراثیمی حیاتیات اور جراثیمات میں کیا فرق ہے۔ مگر اتنی عزت، توقیر اور واہ واہ کے سامنے وہ اپنے حواس قائم نہ رکھ سکا — مگر جب اُس نے میکس گاٹلب کو دیکھا تو وہ اور بھی بدحواس ہو گیا۔

(۴)

واپس آنے کے بعد دوسرے روز صبح اُس نے گاٹلب کے نلیٹ پر ٹیلی فون کیا اور مریم سے باتیں کر کے سہ پہر کے وقت اپنے مرشد سے ملنے کی اجازت لے لی۔
اُس کے گھر کی طرف جاتے ہوئے سارا راستہ اُس کے کانوں میں گاٹلب کی آواز گونجتی رہی: "میں نے تمہیں اپنا حقیقی بیٹا سمجھا تھا! میں نے تمہیں سب کچھ دیا۔ بچائی اور بادتار اصولوں کے متعلق میں جو کچھ بھی جانتا تھا میں نے تمہیں بتایا۔ مگر تم نے مجھے دغا دیا، مجھ سے بے وفائی کی، دُور ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے!"
گھر کے اندر داخل ہونے پر اُسے بال کمرے میں مریم ملی۔ وہ پریشان سی کھڑی تھی۔ کہنے لگی "ڈاکٹر صاحب، مجھے شاید آپ کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے تھی۔"
"کیوں؟ کیا وہ اتنے بیمار ہیں کہ مل بھی نہیں سکتے؟"
"نہیں یہ بات تو نہیں۔ اصل میں وہ بیمار تو دکھائی نہیں دیتے، سوائے اس کے کہ وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں مگر وہ کسی کو پہچانتے نہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ صرف جنونِ پیری ہے۔ ان کی یادداشت بالکل ختم ہو گئی ہے۔ اور وہ انگریزی زبان تو بالکل بھول ہی گئے ہیں صرف جرمن میں بات کر سکتے ہیں، اور مجھے جرمن زبان بالکل نہیں آتی۔ کاش کہ میں نے بجائے موسیقی کے جرمن ہی سیکھ لی ہوتی! مگر شاید آپ کا ملنا اُن پر اچھا اثر ڈالے وہ آپ کو اس قدر چاہتے تھے۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ کا اور اُس تجربے کا جو سینٹ ہیرز میں آپ کر رہے تھے وہ کس طرح سے ذکر کیا کرتے تھے!"
"خیر میں تو ــــــ" اُسے کہنے کے لئے کچھ نہ سوجھا۔ مریم اُسے ایک کمرے میں لے گئی جس کی دیواریں کتابوں کی افراط سے سیاہ دکھائی دیتی تھیں۔ گاٹلب ایک پرانی سی کرسی میں دھنسا ہوا بیٹھا تھا، اُس کا پتلا سا ہاتھ ڈھیلا ہو کر لٹک سا رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب، میں ایڈ دسمتھ ہوں۔ ابھی ابھی واپس آیا ہوں"، مارٹن بڑبڑایا۔
بوڑھے نے اُس کی طرف دیکھا جیسے کچھ کچھ پہچان رہا ہو۔ اُس نے مارٹن پر نظریں جمادیں اور منمناتی سی آواز سے جرمن زبان میں بولا "میں نہیں سمجھا تم کون ہو" اُسکی درشت آنکھیں ہلکے ہلکے بے تابو آنسوؤں سے دُھندلائی ہوئی تھیں۔

مارٹن سمجھ گیا کہ اب اُسے سزا نہیں دی جاسکے گی اور اُسکی طہارت ممکن نہیں۔ گاٹلب اس کے تیئں وہی اعتماد لئے اپنے ذہن کے اندھیرے غاروں میں کھو چکا تھا۔

(۷)

مارٹن نے غصّے اور طیش کی حالت میں اپنا رہائشی فلیٹ وہ فلیٹ جو اُن دونوں کا تھا ـــــ بند کر دیا تاکہ کہیں لیورا کی چیزیں دیکھ کر وہ اپنے رنج والم کے آگے ہتھیار نہ ڈال دے۔ یہ چیزیں اُسے بار بار اُس کی یاد دلاتی تھیں۔ ان میں ایک فراک تھا جو کیپٹولا میگرک کی ڈنر پارٹیوں میں شریک ہونے کے لئے خریدا گیا تھا، ایک چاکلیٹ تھا جو پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا اور جسے لیورا نے رات کو چوری چھپے کھانے کے لئے چھپا رکھا تھا اور کسی واقف کار کے نام ایک خط تھا جس میں سینڈی کے لئے بادام بھیجنے کی درخواست کی گئی تھی۔ فلیٹ بند کر کے اُس نے ہوٹل میں ایک اکیلا، اُداس اور وحشت ناک سا کمرہ لے لیا اور اپنے آپ کو کام میں غرق کر دیا۔ اب اُس کا ساتھ دینے والی دو ہی چیزیں تھیں ـــــ کام اور ٹیری وکٹ کی سرد مہر سخت اور بے رحم دوستی۔

اُس کا پہلا کام سینٹ ہوبرٹ میں کئے گئے علاج کے اعداد و شمار کی جانچ پڑتال کرنا تھا۔ ادھر سٹوکس کی طرف سے اُسے برابر نئے اعداد و شمار موصول ہو رہے تھے۔ ان میں سے کچھ نتائج تو اعتبار کے قابل نہیں تھے اور کچھ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ "جراثیم خور مادہ" کی افادیت پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ مگر ان اعداد

دشمار سے فیصلہ کُن نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے اعداد دشمار کو دہاں کے حیاتیاتی ماہر اعداد دشمار ریمانڈ پرل کے پاس لے گیا جس نے انھیں اتنی اہمیت بھی نہیں دی جتنی کہ مارٹن دیتا تھا۔

اُس نے ڈائرکٹر اور بورڈ کے ممبروں کو اپنی رپورٹ پیش کر دی تھی۔ مگر اس رپورٹ میں بغیر کوئی نتیجہ اخذ کئے آخر میں صرف اتنا کہا گیا تھا کہ ان نتائج کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اعداد دشمار کا تجربہ ہونا چاہیئے اور رپورٹ شائع ہونے سے پیشتر یہ کام ہونا ضروری ہے۔ مگر ہولابرڈ نے تو اس تجربے کی کامیابی بیان کرنے میں زمین آسمان کے قلابے ملائے اور اخبارات نے اس انداز سے اس کی خبریں چھاپی تھیں جیسے دہاں کوئی معجزہ ہوا ہو۔ پھر مارٹن کے پاس جراثیم خور مادہ کا انجیکشن بھیجنے کی بے شمار درخواستیں آنے لگیں، بہت سے خطوط ایسے آنے لگے جن میں پوچھا جاتا کہ آیا تپ دق یا آتشک کا علاج کرنے کے لئے بھی ایسے انجیکشن ہیں۔ علاوہ اس کے اُسے بہت سی جگہوں سے کسی نہ کسی دبا کا علاج کرنے کی درخواست کی جاتی۔

ریمانڈ پرل نے اُس کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی تھی کہ سارے کارب گاؤں کو انجیکشن دے کر جو خوشگوار نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ جب اُس نے گاؤں کا علاج شروع کیا ہو تو بیماری کی شدت اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اب مارٹن نے اس تجربے کو ایسی نظر سے دیکھنا شروع کیا جیسے سینٹ ہبرٹ میں یہ سب مصیبت کسی اور شخص نے جھیلی ہو اور ان تمام پیچیدگیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اُس کے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔

یہ سوچ کر وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا ڈائرکٹر کو ملنے چلا گیا۔

ہولابرڈ اُس کے ساتھ بہت حلیمی اور پیار سے پیش آیا مگر اُس نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا کہ اگر یہ سب کچھ شائع کر دیا گیا تو اُس کے وہ تمام بڑے بڑے دعوے جھوٹے ثابت ہو جائیں گے جو اُس نے اس کے متعلق کئے تھے اور جن سے ماتحت عملے کو لگن سے کام کرنے کی تحریک دی گئی تھی۔ یا تیں تو وہ مارٹن سے

بڑے نرم و شیریں انداز میں کرتا رہا مگر اپنے مطالبے پر سختی سے ڈٹا رہا۔ مطلب یہ تھا کہ مارٹن صحیح اعداد و شمار کو دبا دے اور رپورٹ کے ساتھ ایک مبہم سی تلخیص شامل کر دے (حالانکہ ہولابرڈ نے یہ نہیں کہا کہ "دبا دے" بلکہ یہ کہا کہ اس پر مزید غور و فکر کے لئے اسے میرے پاس چھوڑ دو۔)

اس تجویز پر مارٹن کو سخت غصہ آیا مگر ہولابرڈ بڑی نرمی سے اپنی بات پر اڑا رہا۔ مارٹن بھاگا بھاگا ٹیری کو کہنے گیا کہ وہ مستعفی ہو جائے گا۔۔۔ انھیں بدنام کر دے گا، ان کا پردہ فاش کر دے گا۔۔۔ ہاں! وہ یہی کرے گا! اب لیوراکی ذمہ داری تو اس پہ ہے نہیں۔ وہ دواؤں کی کسی دکان پر کلرکی کرے گا۔ وہ ابھی جائے گا اور ان مہاتماجی کو صاف صاف کہہ دے گا۔۔۔

"ارے سلم کچھ انتظار کرو! تھوڑی دیر کے لئے اپنے غصے کو قابو میں رکھو!" ٹیری نے اسے سمجھایا۔ "کچھ عرصے تک ان مہاتماجی کے ساتھ گزر کرو، پھر ہم اور تم آزادانہ طور پہ کچھ کرنے کی راہ نکالیں گے۔ فی الحال یہ لیبارٹری تو کام کرنے کے لئے تمہارے پاس ہے ہی اور ابھی تمہیں بہت سی فزیکل کیمسٹری بھی تو سیکھنی ہے۔ اور سلم مینٹ ہبرٹ میں تمہارے کام کے متعلق میں نے ابھی تک کچھ نہیں کہا مگر تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ وہاں تم نے کام خاصا گڑبڑ کر دیا اگر تم اس مہاتما کے خلاف عدالت میں الزام لگاؤ گے تو کیا تمہارا اپنا دامن بے داغ ہوگا؟ اس بات سے میں متفق ہوں کہ یہ شخص ناپاک، غلیظ، جھوٹا، ریاکار، سازشی، عہدے اور کرسی کا بھوکا اور سوسائٹی میں رتبہ بڑھانے کا خواہشمند ہے مگر اس کے سوا اس میں اور کوئی برائی نہیں۔ کچھ دیر صبر کرو، ہم کچھ نہ کچھ انتظام کر لیں گے۔ میرے بچے ابھی تو ہم سائنس داں کے میدان میں طفلِ مکتب ہیں، ابھی تو ہم نے کام کرنا شروع کیا ہے۔"

پھر ہولابرڈ نے مارٹن کی وہ رپورٹ جو بورڈ کے ممبروں کو پیش کی گئی تھی انسٹی ٹیوٹ کی طرف سے شائع کر دی اور اس میں صرف ایسی معمولی سی تبدیلیاں کی گئیں "نتائج کا جائزہ لینا چاہیئے" اور "حالانکہ ابھی اعداد و شمار کی جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہے

مگر یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ علاج ہماری اُمید کے مُطابق ثابت ہوا ہے"۔
یہ پڑھ کر مارٹن پھر مارے طیش کے آپے سے باہر ہو گیا اور ٹیری نے پھر اُسے شانت کیا۔ اور اس کے بعد اُس نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ پھر سے فزیکل کیمسٹری کا مُطالعہ شروع کر دیا۔ لیکن یہ جوش و خروش اُس زمانے کے اشتیاق سے مختلف تھا جب اُسے معلوم ہوتا تھا کہ لیورا اُس کا انتظار کر رہی ہے۔

اُس نے نقطۂ انجماد کے تعینات، سرایتی دباؤ کے تعینات کے اُلجھے ہوئے اسرار پنہاں معلوم کئے اور کیمیاوی خمیر کے متعلق نارتھ راپ کی تعمیمات کو "جراثیم خورد مادہ" کے مُطالعے پر لاگو کرنے کی کوشش کی۔

وہ ریاضی کے ایسے قوانین پڑھنے میں غرق تھا جو حیرت انگیز طور پر قدرت کے مظاہر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وہ ایک سرد، قطعی اور مادی دنیا میں رہتا تھا۔ یہ دُنیا اُن لوگوں کے لئے بڑی تلخ ہوتی ہے جو اپنی منطق تاثرات کی بنا پر قائم کرتے ہیں۔ فضول سے مفروضے قائم کرنے والوں، مختلف اشیا کو نئے نئے نام دینے والوں اور بے سود سے اعداد و شمار جمع کرنے والوں سے اُس کی نفرت روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ ادھر وہ اپنی خشک اور مادی دنیا میں غرق تھا اور اُدھر بہار کے کئی خوشگوار موسم آن دیکھے ہی گزر گئے۔

ایک بار اُس نے اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہر طرف بہار چھائی تھی۔ ایک دن وہ ٹیری کے ساتھ پنسل وینیا کی پہاڑیوں میں دو سو میل تک گھوما۔ یہ دن اتنی جلدی گزر گئے کہ اُنھیں محسوس ہوتا تھا جیسے سارا موسم گرما ایک دن میں یہ بیت گیا ہو اور پھر کرسمس کے دن بھی آ پہنچے۔

گاٹلب کے چلے جانے کا اُسے فائدہ ہی ہوا ہو گا کیونکہ اب مشکل مسائل کا حل معلوم کرنے کے لئے وہ اپنے مُرشد کے پاس نہ جاتا تھا۔ جب اُس نے عملاً کے مسائل حل کرنے شروع کئے تو اپنا طریقۂ کار اختیار کیا اور یا تو بیدالتنی اُلجھ یا محنت کے باعث اُس نے یہ کام اس جانفشانی سے کیا کہ ٹیری نے اُس کی بے حد تعریف کی۔

"ارے واہ میرے یار سلیم، تم نے تو کمال کر دیا!"

جو اعتماد اور یقین میکس گا ٹمب کے خون میں تھا اُسے مارٹن نے آہستہ آہستہ کئی ٹھوکریں کھانے کے بعد حاصل کیا۔ وہ ایک ایسی قطعی حقیقت کو تلاش کرنا چاہتا تھا جسے ثابت کیا جا سکے اور اسکے لئے وہ کوئی ٹھوس اور بے عیب طریقۂ کار اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ ایک سخت گیر باپ کی طرح جابر اور ہیرے کی طرح روشن بنے۔ وہ شہرت حاصل کرنے کا آرزومند نہیں تھا بلکہ اس کی خواہش تو یہ تھی کہ وہ ان بچگانہ حرکتوں سے دُور رہے مبادا کہ وہ بوکھلا جائے اور اُسکی سعی و عمل کی شدت میں کمی آجائے۔

مارٹن کے کام کی پیچیدگیاں دیکھ کر ہولابرڈ سخت حیران تھا، ٹبز اگر ہوتا تو وہ بھی تعجب کرتا، وہ سوچتا کہ مارٹن اپنے آپ کو ایک ماہر جراثیمیات سمجھتا ہے یا حیاتیاتی طبیعات داں؟ مگر جب اُس کا پہلا اہم مقالہ، لاشعاعوں، جہ شعاعوں اور بہ شعاعوں پر" اینٹی شیگا" جراثیم خور مادہ" کا اثر، شائع ہوا اور دنیائے سائنس نے اُس کی بے حد تعریف کی تو ہولابرڈ بھی اُس کا قائل ہو گیا۔ بقول پروفیسر برکلے ڈرٹز کے اس بصیرت افروز مقالے کو نیویارک، پیرس، برسیلز اور کیمبرج کے حلقوں میں بیان کی صفائی اور شگفتہ اندازِ بیان کی غیر سائینسی خوبیوں کے لیے بھی سراہا گیا ثبوت کے لئے مقالے کا پہلا حصّہ ہی کافی ہے۔

"ایک گذشتہ اشاعت میں میں نے کہا تھا کہ اینٹی شیگا جراثیم خور مادہ پر ریڈیم کی شعاع ریزی سے نمایاں تخریبی اثر پڑتا ہے۔ موجودہ مقالے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اس جراثیم خور مادہ پر لاشعاعیں، جہ شعاعیں اور بہ شعاعیں یکساں قسم کا غیر عاملی اثر ڈالتی ہیں۔ علاوہ بریں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ اِس غیر عاملی اثر اور اس سے پیدا ہونے والی شعاع ریزیوں میں ایک مقدار رشتہ پایا جاتا ہے۔ اس مقداری مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقررہ شدت کی جہ شعاعوں و بہ شعاعوں کی شعاع ریزی کے بعد جراثیم خور مادہ کے یونٹوں کا تعین کرنے سے غیر عاملیت کا جو تناسب

ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ "تغیر پذیر عناصر کا فعل ہے۔
مندرجہ ذیل مساوات ان حاصل کردہ نتائج کو مقداری طور پر سمجھاتی ہے؛
جب یہ مقالہ چھپ گیا تو لی اومارے لبقص وحشد کے اسے ڈاکٹر ہولابرڈ کے پاس لے گیا اور اس کے متعلق اس کی رائے پوچھی۔ وہ بولا "بہت اچھا ہے، میں کہتا ہوں بہت ہی خوب ہے! تھوڑی ہی دیر پہلے میں نے اسے سرسری نظر دیکھا ہے مگر میں اسے اپنی پہلی فرصت میں اچھی طرح سے پڑھوں گا؛"

باب سینتیسواں

نیویارک آنے کے بعد مارٹن کئی ہفتے جوائس لینین سے نہیں ملا۔ ایک بار اُس نے مارٹن کو ڈنر پر مدعو کیا تھا مگر وہ نہ ہی جا سکا۔ اس کے بعد اُسے لینین کی طرف سے کوئی پیام نہ آیا۔

اپنے ہوٹل کے سادہ سے کمرے میں وہ فزیکل کیمسٹری کے مسائل میں اس قدر مشغول ہوگیا تھا کہ اُسے دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ڈاکٹر ایروسمتھ صاحب سے، جن کی شہرت ساتویں آسمان پر پہنچ گئی تھی، کوئی بھی بات کہنے والا نہ رہا۔ پھر مارٹن کو وہ وقت یاد آنے لگا جب وہ دونوں گرم شام کے دھندلکے میں جھیل کے کنارے بیٹھا کرتے تھے۔ اُس نے ٹیلی فون کرکے دریافت کیا کہ آیا وہ شام کو چائے کے وقت ملاقات کے لئے آسکتا ہے۔

جوائس کی امارت کا مارٹن کو ایک ہلکا سا احساس ضرور تھا۔ مگر سینٹ سوتھن کے آشرم میں اُسے دھاریوں والا معمولی سا سوتی گاؤن پہنے کھانا بنانے دیکھ کر وہ یہ بات بالکل بھول گیا تھا کہ وہ کس رتبے کی عورت ہے۔ دن بھر کے میلے کپڑوں میں لیبارٹری سے نکل کر جب اُس نے بڑی سی حویلی میں قدم رکھا اور نوکروں کی ایک

فوج پر حکومت کرنے والی اُس تیز سخن مہارانی کو دیکھا تو وہ گھبرا سا گیا۔ وہ ایک محل میں رہتی تھی اور محل سارے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں چاہے وہ لینین جوائس کا اٹھارہ کمرے والا چھوٹا سا محل ہو، شاہِ فرانس کا ایوان ہو یا انگلستان کا بکنگھم پیلس ہو۔ ان سب میں امارت و تکبّر کے جذبے کی تسکین کے لئے بلا ضرورت چیزیں بھری ہوتی ہیں، ان میں اتنا زیادہ ساز و سامان ہوتا ہے کہ انسان کو ایسی جگہ دیکھنے کے بعد وہاں کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت چیزوں میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا، ان محلوں اور ایوانوں میں ہیبت طاری کرنے والی یکساں قسم کی شان و شوکت ہوتی ہے جس سے آدمی اُکتا جاتا ہے۔

مگر اُس نمائشی شان و شوکت کے درمیان (جو رد گر لینین اُس کے لئے جمع کر گیا تھا) بیٹھی ہوئی جوائس میں اُکتا دینے والی کوئی بات نہ تھی۔ مارٹن کے سامنے اپنی امارت کا مظاہرہ کرنے میں شاید اُسے تھوڑا سا لطف ہو کیونکہ اُس نے سامنے کئی وردی پوش ملازم کھڑے کر رکھے تھے، چائے کی میز پر طرح طرح کے سینڈوچ تھے اور اس جُملے میں بھی ایک شیخی سی جھلکتی تھی "مجھے تو کبھی پتہ ہی نہیں رہتا کہ چائے میں یہ لوگ کیا الم غلم لے آئیں گے۔"

مگر اس کے باوجود اُس نے نہایت صدق دلی سے اُس کا خیر مقدم کیا: "ارے تم تو اب پہلے سے بہت اچھے لگتے ہو۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اچھا یہ بتاؤ کیا اب بھی تم میرے بھائی ہو؟ بولو آشرم میں میں نے باورچی کا کام کیسا کیا!"

اگر مارٹن خوش خلق، شائستہ مزاج اور بذلہ سنج قسم کا آدمی ہوتا تو جوائس کو اُس میں کوئی خاص دلچسپی محسوس نہ ہوتی۔ اُس کے احباب میں بہت سے بذلہ سنج، تہذیب یافتہ نوک پلک سے درست چکنے چپڑے لوگ تھے جو اُس کے کندھوں سے چار پانچ کروڑ ڈالر کا بوجھ اُتارنے میں اچھی خاصی مدد دے سکتے تھے۔ مگر مارٹن ایک ایسا سکالر قسم کا آدمی تھا جس میں جراثیمیات و کیمیات کے دقیق سے دقیق مسائل کو دلچسپ بنا دینے کی صلاحیت تھی ـــــ ایک تنہا تُند مزاج آدمی جسے وہ چشمِ تصور سے عشق کرتے دیکھ سکتی تھی اور تنہائی کا مارا ایک بے یار و مددگار بچہ جو اپنے بھولے پن میں سمجھتا

تھا کہ یہاں اپنے حصار میں زم گدّوں پر بیٹھی ہوئی یہ وہی لڑکی ہے جو جھیل کے
کنارے اُس کے ساتھ کئی گھنٹے گزارا کرتی تھی اور جو بلیک واٹر میں ایسے وقت
اُسے دلاسا دینے آئی تھی جب وہ لُٹنے میں مدہوش تھا۔

جوالس لیڈیز جانتی تھی کہ مردوں کو باتیں کرنے پر کس طرح آمادہ کیا جاسکتا ہے
یہ مارٹن کی خوش گفتاری نہیں تھی بلکہ جوالس کی صحبت کا اثر تھا کہ اُس نے اُسے اشنا ہوٹ
کی ایک ایک بات بتادی ——— وہاں کے کام کرنے والے، اُن کے لڑائیاں
جھگڑے اور تحقیق و دریافت کے پُراسرار راستوں پر سفر کرنے کا ڈرامہ ——— یہ
سب کچھ اُس نے بتادیا۔

سینٹ ہبرٹ کے خطرات سے گزرنے کے بعد مارٹن کو یہاں جوالس کی آرام
دہ زندگی پھیکی اور بے مزہ معلوم ہوئی۔ اور شہرت و انعام، نام و نمود، سکھ اور چین
کی زندگی سے مارٹن کی نفرت دیکھ کر جوالس کے دل میں خوشی اور تعجب کا ایک نیا
احساس جاگا۔

وہ اکثر اوقات چائے کے وقت یا ڈنر پر اُس کے ہاں آتا۔ مارٹن نے تھوڑے
ہی عرصے میں اُس گھر کے طور طریقے سمجھ لئے اُس نے جوالس کے نوکروں کا مزاج سمجھ لیا
اور اُس کے ذہین دوستوں کو بھی پہچان لیا۔ اُن میں سے لیڈیز کے کچھ دوست اُسے پسند
تھے اور کچھ اُسے بھی پسند کرتے تھے۔ مگر احباب کے اُس ہجوم میں ایک شخص کے ساتھ
ہمیشہ اُس کی خاموش سی جنگ رہتی تھی۔ ان صاحب کا نام لاتھم آئرلینڈ تھا۔ وہ بڑے
خوش پوش آدمی تھے۔ پچاس کے لگ بھگ عمر تھی۔ ایک کامیاب اور قابل وکیل تھے اور
آتشدان کے پاس کھڑے ہو کر دبی دبی زبان سے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرنا انہیں
بہت پسند تھا۔ جوالس کا دل وہ یہ کہہ کر موہ لیا کرتے کہ وہ ایک نکتہ سنج عورت ہے اور
پھر وہ یہ بھی بتاتے کہ کن باتوں میں وہ نکتہ سنج ہے۔

مارٹن اُن وکیل صاحب سے سخت نفرت کرتا تھا۔

شہر سے دور گرین وچ میں جوالس کی ایک اور حویلی تھی جہاں ہر طرف گلزار کھلا

رہتا۔ ایک دفعہ جب بہار کا موسم شباب پر تھا تو اُس نے مارٹن کو ختم ہفتہ گزارنے کے لئے وہاں مدعو کیا۔ اس حویلی کی شان و شوکت اور عیش کے سامانوں کی وجہ سے اُس نے مارٹن سے گویا معافی سی مانگی یلاٹن کی طبیعت یہ سب کچھ دیکھ کر بہت ہی مکدر ہوئی۔

ہر طرح سے دُرست لباس پہننا، جب یکساں حرارت والے حمام میں استحمان کی نلکیوں کا جائزہ لینے کو جی چاہ رہا ہو تو اُس وقت بھاگے بھاگے جا کر نئے کپڑے خرید کر لانا، سٹیشن پر جو بڑی سی کار لینے آئی تھی اُس میں بیٹھ کر ایک طرح کے اطمینان اور بے نیازی کا سا انداز بنائے رکھنا، اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کس وقت کس نوکر کو کتنی بخشیش دی جائے ——— مارٹن جیسے سیدھے سادے آدمی کے لئے ان سب باتوں کا خیال رکھنا عذاب جان تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ جلدی سے بولا "اوپر جا کر میں اپنا سوٹ کیس تو کھول لوں"! اس پر وہ بڑی نرمی سے کہنے لگی: "یہ سب اپنے آپ ہو جائے گا، تکلیف مت کرو"! اُس وقت مارٹن کو محسوس ہوا جیسے وہ ایک دیہاتی گنوار ہے۔

پہلی شام ایک خدمتگار نے دانت صاف کرنے کے بُرش پر منجن لگا کر تیار کر دیا اور اُس کے پہننے کو وہ تمام کپڑے پھیلا کر رکھ دیئے جو وہ گھر سے لایا تھا۔ یہ سب دیکھ کر وہ چارپائی کے کنارے پر سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔ "یا خدا ایسی امیری کو میں کیسے برداشت کر سکتا ہوں"!

خدمتگار جو اُس کے لئے مقرر کیا گیا تھا مارٹن اُس سے نفرت بھی کرتا اور خوف بھی کھاتا۔ یہ نوکر اُس کے کپڑے چرا کر ایسی جگہوں پر رکھ دیتا جہاں نظر ہی نہ پہنچتی پھر جب مارٹن کونوں کھدروں میں پاگلوں کی طرح کپڑوں کی تلاش شروع کرتا تو وہ ملک الموت کی طرح کمرے میں آدھمکتا۔

مگر اُس کے لئے سب سے بڑی مصیبت کی بات یہ تھی کہ وہاں وہ بالکل بے کار تھا۔ ٹینس کے سوا وہاں کا اور کوئی کھیل اُسے نہیں آتا تھا۔ مگر خوش گپیاں کرنے والے اُن اجنبی لوگوں کے مقابلے میں، جو سارے گھر میں بھرے پڑے تھے، مارٹن

اس کھیل میں ایک اناڑی کی حیثیت رکھتا تھا۔ باقی مہمان تو گالف اور برج کھیلتے اور وہ ٹکر ٹکر دیکھتا رہتا۔ یہاں آئے ہوئے مہمان جن لوگوں کا ذکر کرتے مارٹن نے اُن میں سے بہت کم اشخاص کو دیکھا تھا۔ وہ کہتے "آپ ہمارے دوست آر۔جی صاحب کو تو جانتے ہی ہوں گے!" وہ جواب دیتا "ہاں ہاں خوب جانتا ہوں" مگر حقیقت میں اُس نے آج تک کسی آر۔جی کا نام تک نہ سُنا تھا۔

جوائس بے حد مصروف تھی۔ چائے کی میز پر وہ جسطرح اُس سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی اُسی طرح وہ ہر ایک سے پیش آتی۔ اپنی مصروفیت کے پیشِ نظر اُس نے ایک لمبی سی دُبلی پتلی نو مشق لڑکی مارٹن کے لئے تلاش کی جو اُس سے بھی بُرا کھیلتی تھی۔ مگر جوائس کو مارٹن کی طرف توجہ کرنے کی بالکل فرصت نہیں تھی۔ گھر میں بیس مہمان بھرے پڑے تھے اور اتوار کو دوپہر کے کھانے پر تو پچاس کے قریب تھے۔ یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر اُس نے ڈو ایک ادھر اُدھر کی باتیں کرنے اور غالباً ایک آدھ بوسہ لینے کے بعد ایسے خوشگوار موسم میں جو اُس کے ساتھ اکیلے گھومنے کا خوش آیند خیال ترک کر دیا۔ مگر آخر میں مارٹن کو چند منٹ اکیلے میں اُس کے ساتھ باتیں کرنے کو مل ہی گئے۔ جب وہ جا رہا تھا تو اُس نے آواز دی "مارٹن ایک بات سُن جاؤ" اور یہ کہہ کر وہ اُسے ایک طرف لے گئی۔

"تمہیں لطف تو نہیں آیا ہوگا یہاں"۔

"کیوں نہیں، میں نے یقیناً ——"

"نہیں میں جانتی ہوں تمہیں کچھ مزا نہیں آیا! تم ہم سے نفرت کرتے ہو کسی حد تک تم ٹھیک ہی ہو۔ مجھے یہ خوبصورت چہرے، یہ اخلاق و آداب، یہ اچھے اچھے کھیل بہت پسند ہیں۔ مگر تمہیں لیبارٹری میں بے شمار راتیں گزارنے کے بعد یہ سب چیزیں بکواس معلوم ہوتی ہوں گی۔

"نہیں مجھے بھی پسند ہیں۔ میرا بھی خوبصورت عورتیں دیکھنے کو جی چاہتا ہے —— خاص طور پر تمہاری طرف! مگر —— اچھا جانے دو۔ جوائس میں یہ کھیل

نہیں کھیلنا چاہتا۔ میں ہمیشہ اپنے کام میں کھویا رہا ہوں اور ہمیشہ سے غریب ہوں۔ میں نے تمہارے کھیل نہیں سیکھے۔

"مگر مارٹن تم جس طرح دوسرے کا کام دل لگا کر کرتے ہو، اسی طرح یہ بھی سیکھ سکتے ہو۔"

"ہاں بلیک واٹر میں شراب پی کر بدہوش بھی ہو سکتا ہوں!"

"مجھے اُمید ہے کہ نیویارک میں بھی تم ایسا کر سکتے ہو۔ رو گر بھی بڑی بڑی دعوتوں میں شراب پی کر محظوظ ہوا کرتا تھا مگر میرا مطلب ہے اگر تم بھی کوشش کرو تو ان لوگوں سے بہتر گالف اور برج کھیل سکتے ہو ـــــ ان سب سے بہتر گفتگو کر سکتے ہو۔ کاش کہ تم سمجھ جاؤ مارٹن کہ امریکہ کے بہت سے امیر لوگ نو دولتے ہیں۔ اور مارٹن، یہ سب باتیں سیکھنے سے کیا تمہیں فائدہ نہ ہوگا؟ اگر تم کبھی کبھی اپنے جراثیم کو چھوڑ کر چلے آیا کرو تو تھوڑی سی تفریح کرنے کے بعد کیا تم اپنا کام اچھی طرح سے نہیں کرو گے؟ یا کیا تم یہ تسلیم کرنے کو تیار ہو کہ دُنیا کی کوئی چیز تم نہیں سیکھ سکتے؟"

"نہیں میں تو ـــــ"

"اچھا منگل کو ڈنر کے لئے آؤ گے؟ بس ہم دونوں ہی ہوں گے۔ مل کر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"اچھا جیسی تمہاری خوشی!"

مارٹن گاڑی میں بیٹھا ورمونٹ کی پہاڑیوں کی طرف جا رہا تھا جہاں ٹیری وکٹ نے چھٹیاں گزارنے کے لئے ایک جگہ لے رکھی تھی۔ گاڑی کے سفر میں اُسے یقین ہو گیا کہ وہ جوائس لینین سے عشق کرتا ہے اور اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ تفریح کرنے کے فن پر بھی اسی طرح عبور حاصل کرے گا جس طرح سے اُس نے فزیکل کیمسٹری سیکھی تھی۔ ریل کے ڈبے میں وہ روکھا سا چہرہ بنائے تنہا ہوا بیٹھا تھا، پاؤں سوٹ کیس پہ رکھے تھے اور تصورات کی دُنیا میں کھویا ہوا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ گالف کھیل رہا ہے، مزے لے لے کر آر۔ جی صاحب کی باتیں کر رہا ہے اور لاکھم آئرلینڈ کلب میں

چھکڑا رولز رائس کار کا مذاق اڑا رہا ہے۔

مگر جب وہ ٹیری کی "جاگیر" پر پہنچا تو تصورات میں بنائی ہوئی یہ دُنیا منہدم ہو گئی۔
یہ "جاگیر" ایک جھیل کے کنارے شاہ بلوط اور میپل کے درختوں میں گھری ہوئی چند
جھونپڑیوں پر مشتمل تھی جہاں ٹیری سے اُس نے کونین کے مشتقات کی تحلیل کے متعلق
اُس کی نئی تھیوریاں سُنیں۔

ٹیری کو چونکہ ابنِ آدم کی نسل سے کوئی جذباتی لگاؤ نہیں تھا اس لیے اُس نے
اپنی جگہ کا نام "آرام گاہِ طیور" رکھا تھا۔ ریل کے سٹیشن سے دو میل دُور جنگل میں
اُس نے دو ایکڑ زمین خرید رکھی تھی جہاں درختوں کے شہتیروں سے دو کمرے بنے
تھے۔ یہاں لکڑی کے تختے چھپر کھٹ کی جگہ استعمال کئے جاتے اور مومی کپڑا میز پوش
کا کام دیتا۔

ٹیری نے کہا "دیکھو سلم یہ ہے میرا پلان۔ ایک روز میں یہاں لیبارٹری
بناؤں گا جس میں لمف یا دوسری چیزیں بنا کر اپنے اخراجات پورے کئے جائیں گے۔
یہاں جھیل کے کنارے میں دو ایک عمارتیں اور کھڑی کر دوں گا تاکہ ہم اپنا سائنسی
کام آزادانہ طور پر کر سکیں ــــ دن میں دو گھنٹے روپیہ کمانے کا کام کیا جائے
گا اور خدا تمہارا بھلا کرے چھ گھنٹے سونے کے لئے رکھیں گے، دو گھنٹے کھانا
کھانے اور ہنسی مذاق کے لئے مخصوص ہوں گے۔ یہ ہوئے ــــ دو اور چھ اور
دو دس ــ اگر میرا حساب صحیح ہے تو کم از کم چودہ گھنٹے ہمیں اپنی ریسرچ کے لئے
مل جائیں گے (سوائے اُن موقعوں کے جب تم کوئی دوسرا خاص کام کر رہے ہو گے)
اور یہاں کوئی ڈائرکٹر حکم نہیں چلائے گا، سوسائٹی کا کوئی بڑا آدمی سرپرست نہیں
ہوگا۔ اور ہمیں کسی بورڈ کے ممبروں کو فضول کی رپورٹیں نہیں پیش کرنی پڑیں گی۔ اور
ہاں یہاں کوئی ڈنر بھی نہیں ہوں گے جہاں عورتیں تڑک بھڑک والا لباس پہن
کر آتی ہیں مگر میرا خیال ہے کہ ہم کھانے کے لئے بہت سا بھنا ہوا گوشت خرید
سکیں گے، مکئی کے پائپ بنا کر پیا کریں گے اور تمہارا بستر بہت ہی اچھا لگایا جا

گا ــــ اگر تم خود لگا لیا کرو گے تو۔ کیوں؟ اچھا آؤ اب جھیل میں تھوڑی دیر تیرکر آئیں۔"

مارٹن جب نیویارک سے واپس آیا تو اُس کے ذہن میں دو ادھوری تصویریں تھیں۔ ایک تصویر میں تو وہ گرین وچ میں بہترین لباس پہننے گالف کھیل رہا تھا اور دوسری تصویر میں وہ ٹیری کی "آرام گاہِ طیور" میں بیٹھا سالن پکا رہا تھا۔ مگر ان دونوں میں پہلی تصویر زیادہ انوکھی اور دلکش تھی۔

(۲)

جوائس لینین کے دل کی دُنیا میں جو انقلاب آیا تھا، وہ اُس کیلئے خاصا فرحت بخش تھا۔ سینٹ ہبرٹ کے نئے نئے تجربات اور اُس کی اپنی متلون مزاجی نے اُسے اپنے خاوند کے بخشے ہوئے شاہانہ ماحول سے بیزار کر دیا تھا۔

وقت گذارنے کے لئے اب وہ اپنی ایک دوست لیڈی مائیمینا سبز کے حلقۂ احباب کے "مقاصد" میں دلچسپی لینے لگی اور ان کاموں سے وہ اسی طرح محظوظ ہوتی جس طرح کہ وہ ۱۹۱۷ء میں جنگ سے متعلق بہت سے فضول سے کاموں سے لطف اندوز ہوا کرتی تھی۔ ٹیری دکٹ نے کیپیٹولا میگرس کو "تنظیم کار" کا خطاب دے رکھا تھا اور جوائس لینین بھی کسی حد تک "تنظیم کار" تھی۔

جوائس "تنظیم کار" ہی نہیں بلکہ "مصلح" بھی تھی تاہم وہ کیپیٹولا نہیں تھی۔ نہ تو اُسکے ہاتھ میں نازک سا پنکھا پکڑا ہوتا، نہ ہی وہ بڑی بڑی اونچی باتیں کرتی اور نہ ہی وہ جنسی خواہش کی تسکین باتوں سے کرتی۔ وہ بڑی نفاست پسند اور ٹھاٹ دار خاتون تھی۔ وہ عطر بیز خلوت گاہوں اور چھپے ہوئے بیچھالی خیالات سے اتنی ہی بیگانہ تھی جتنی کہ کیپیٹولا کے سرد دریا سی مزاج سے۔ اُس کی شخصیت ایک ایسے سیدھے سفید ریشم کی مانند تھی جس میں کوئی بل نہ ہوں۔

مارٹن میں کشش محسوس کرنے کی جتنی وجوہات اُس کے ذہن میں تھیں اُنکے علاوہ ایک یہ بھی تھی کہ زندگی میں پہلی بار اُس نے آشرم کے اندر باورچی کا کام کرتے ہوئے اپنی ذات کو مفید اور آزاد محسوس کیا تھا۔ وہ یونہی اپنے دل میں ایک نئی دنیا بسا رہی تھی کہ ایک روز اُس کے قدردان وکیل لاتھم آئرلینڈ صاحب نے گویا اُسے جھنجھوڑ کر ہوش میں لانا چاہا۔ وہ کہنے لگے۔

"جوائے، یہاں اب ڈاکٹر ایروسمتھ کی حکمرانی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ تمہارے مہربان چچا ——"

"لاتھم میری جان" وہ بولی۔ میں اس بات سے بالکل متفق ہوں کہ مارٹن بہت اکھڑ قسم کا آدمی ہے، بالکل غیر تہذیب یافتہ، مطلب پرست، بد اخلاق اور نصیحتیں کرنے والا ہے۔ وہ بدوضع کپڑے پہنتا ہے۔ مگر اسکے باوجود میں اس سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں اُس سے عشق کرنے لگی ہوں۔"

لاتھم آئرلینڈ نے کہا "کیا خودکشی کرنے کیلئے زہر کھا لینا زیادہ بہتر طریقہ نہیں ہے؟"

(۳)

جوائس کے لئے مارٹن کے دل میں وہی جذبہ تھا جو ۴۰ سال کے زندہ دل شخص کے دل میں ایک ایسی جوان، خوبصورت، خوش گفتار عورت کے لئے ہو سکتا ہے جو اُس کے علم و دانش کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔ جوائس کی دولت مارٹن کے لئے کوئی کشش نہ رکھتی تھی۔ وہ ایسا قلاش نہیں تھا جو دوسروں کا روپیہ بٹورنے کی فکر میں ہو۔ وہ تو خود دس ہزار ڈالر سالانہ کماتا تھا جبکہ اپنے گذارے کے لئے اُسے صرف دو ہزار ہی بہت تھے۔

کبھی کبھی، مارٹن کو جوائس کی عیش پسندی اکھرنے لگتی۔ حد درجے کی چالاکی اور موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے وہ مطالبہ کرتا کہ ڈنر اُس کے "شاہی ہال" میں کھانے کی بجائے کہیں اور اُس کی مرضی کے مقام پر کھایا جائے۔ وہ بڑے جوش و خروش سے اُس کے ساتھ چل دیتی۔ وہ دونوں گرین وچ گاؤں کے اندھیرے ریستورانوں میں جاتے جہاں شمعیں روشن ہوتیں، فنکار قسم کے ویٹر ہوتے مگر کھانے کو کچھ نہ ملتا۔ یا پھر وہ چینی بستی کے گندے اور غلیظ ہوٹلوں میں جاتے جہاں سوائے کھانے کے اور کچھ نہ ہوتا۔ وہ چمکتی ہوئی بند کار کی بجائے بس میں سفر پر اصرار کرتا حالانکہ ڈنر کے بعد وہ اکثر بھول جاتا کہ وہ اپنے آپ کو سادہ اور سخت جان ظاہر کر رہا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ سواری کے لئے ٹیکسی کا آرڈر کر دیتا۔ کسی طرح کا حرفِ شکایت زبان پر لائے بغیر جوائس اُس کی ہر بات مان لیتی۔

وہ اپنی چھت پر اُس کے ساتھ ٹینس کھیلتی۔ اُس نے مارٹن کو برج کھیلنا سکھایا اور جلد ہی اپنے حافظے اور ذہانت کی مدد سے وہ اُس سے بھی اچھا کھیلنے لگ گیا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اُسے ان کھیلوں میں لطف بھی آنے لگا تھا۔ اُس نے مارٹن کو قائل کر دیا کہ گالف کے لباس میں وہ بہت بھلا لگے گا۔

خزاں کی ایک پُر سکون شام کو وہ اُسے ڈنر کے لئے لینے آیا۔ باہر ٹیکسی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہم پہلے کی طرح بس ہی میں کیوں نہ چلیں" وہ کہنے لگی۔

ففتھ ایوینیو کی ایک غیر رومانی گلی میں جہاں شہر کے رؤسا کی عالیشان حویلیاں ہیں وہ جوائس کے گھر کی دہلیز پر کھڑے تھے۔

"تمہاری طرح مجھے بھی ان چھکڑا سی بسوں میں سفر کرنا بالکل پسند نہیں۔ لوگوں کی کہنیاں پیٹ میں چبھتی ہیں، ایسی مصیبت اُٹھانے سے لیبارٹری کے تجربات میں کوئی مدد تو ملتی نہیں۔ میرا خیال ہے جب ہماری شادی ہو جائے گی تو میں تمہاری موٹر کی سواری ہی کو ترجیح دیا کروں گا۔"

"کیا میں اسے شادی کا پیام سمجھوں؟ مجھے یقین نہیں کہ میں تمہارے ساتھ شادی کروں گی۔ نہیں کروں گی! تمہارے دماغ میں آرام و آسائش کا کوئی تصور ہی نہیں!"

لیکن اگلے سال جنوری کا مہینہ شروع ہوتے ہی سینٹ جارج کے گرجے میں ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے وقت پھولوں کی افراط سے، لٹب کی صورت سے، چیخ چیخ کر بولنے والے رشتہ داروں سے اور جوائس کی اونچی ٹوپی سے مارٹن کو بہت ہی کوفت محسوس ہوئی۔ ایسی کوفت اسے ریلٹن ہولابرڈ کو دیکھ کر بھی ہوئی جو اس انداز سے مسکرا رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو "میرے بچے، آخر کار تم اپنا جنگلی پن چھوڑ کر ہماری برادری میں شامل ہو ہی گئے!"

مارٹن نے ٹیری سے کہا کہ وہ شادی کے وقت اس کا "شہ بالا" بنے۔ ٹیری نے انکار کر دیا اور کہا کہ اسکے لئے تو اس شادی میں شرکت بھی تکلیف دہ ہوگی۔ آخر "شہ بالا" کے فرائض ڈاکٹر ولیم سمتھ نے ادا کئے، جو خاص طور پر اس موقع کے لئے اپنی داڑھی سلیقے سے تراش کر آیا تھا۔ مگر تکلیف دہ بات یہ تھی کہ صبح کے کپڑے اس نے تبدیل نہیں کئے تھے اور سر پر اس نے گیارہ سال پہلے لندن سے خریدا ہوا ایک اونچا ہیٹ پہن رکھا تھا دولھا اور اس کے "شہ بالا" کی نگرانی کا کام جوائس کے ایک چچا زاد بھائی کے سپرد کیا گیا تھا۔ جلوسِ عروسی کا انتظام کرنے کے لیے اسے بہت سے رومال دیے گئے۔ اس چچا زاد بھائی ڈاکٹر ولیم سمتھ کے خیال میں مارٹن گروٹن اور ہارورڈ یونیورسٹیوں کا سند یافتہ تھا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ وہ صرف ونے میک کا پڑھا ہوا ہے تو وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

جہاز پہ شب خوابی کے کمرے میں جوائس نے آہستہ سے کہا "میری جان تم بڑے بہادر نکلے! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا چچا زاد بھائی اسقدر بے وقوف ہے مجھے بوسہ دو!"

اس کے بعد .... سوائے اس خوفناک لمحے کے جب لیورا کی شکل ان کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہو گئی ...... (اسکی آنکھیں بند تھیں اور اس کے ہاتھ اسکی زرد بے جان چھاتیوں پر صلیب کی طرح پڑے تھے) وہ کیف و سرور کی مستیوں میں کھوئے رہے۔ وہ دونوں خوش تھے اور ایک دوسرے کی صحبت میں ان دونوں کو

زندگی کا سفر طے کرنے کے لئے انوکھے اور دلچسپ راستے نظر آ رہے تھے۔

(۴)

تین مہینے تک وہ یورپ کی سیر کرتے رہے۔

پہلے روز ہی جوائس بولی: "آؤ اس پیسے کا بکھیڑا نپٹا لیں۔ یہ تو میں جانتی ہوں کہ تمھیں پیسے کا لالچ تو چھو بھی نہیں گیا۔ میں نے لندن کے بینک میں تمہارے لئے دس ہزار ڈالر جمع کر دیئے ہیں ــــــ اور پچاس ہزار ڈالر نیویارک بینک میں تمہارے حساب میں جمع کر دیئے ہیں۔ تمہیں جب بھی ضرورت ہو اس رقم میں سے نکلوا لینا۔ دیکھو کیا آسان اور سیدھا طریقہ اختیار کیا ہے میں نے۔ مجھے اُمید ہے کہ تم اپنی خودداری کی خاطر میرے دل کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے!"

(۵)

دورانِ سفر میں اُنھیں کئی عورتوں کے ہاں ٹھہرنا پڑا جو جوائس کے حلقۂ احباب میں تھیں۔ برلنی پیسا ڈیل آلسترا گیو جو اس سے پہلے مس لگوسی ڈیمی بیسی کے نام سے مشہور تھی، مادام ڈاس یا سے لوگیس جو سان فرنسیسکو کی مس براؤن تھی اور مارانزکی کاؤنٹیس جسے کبھی لوگ مسز آرتھر کہتے تھے اور اس سے بیشتر وہ نہ جانے کن کن ناموں سے مشہور تھی۔ تاہم جوائس اُس کے ساتھ لندن، پیرس اور کوپن ہیگن کی بڑی بڑی لیبارٹریاں دیکھنے بھی گئی۔ وہ یہ دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سماتی تھی کہ "نوبل پرائز" حاصل کرنے والے بڑے بڑے سائنسداں اُس کے خاوند کو کتنی اچھی طرح سے جانتے ہیں، کس گرمجوشی سے اسکا خیر مقدم کرتے ہیں، "جراثیم خور مادہ" کی تحقیق کی تعریف کس خلوص اور صدق دل سے کرتے ہیں اور

کس جوش وخروش سے اُسے اپنی زندگی بھر کا کام دکھاتے ہیں۔ ان مشاہیر میں کچھ سائیکلو تو دتار وجاہت سے بالکل محروم تھے۔ اُن بڑی بڑی ہستیوں کو دیکھ دیکھ کر جو اُس نے سوچا کہ اُس کا شوہر تو ان سب سے وجیہہ اور خوبصورت ہے اور اگر وہ اُس کے ساتھ کچھ تحمل سے کام لے تو اُسے پولو کھیلنے کا، خوش لباسی کا اور فنِ گفتگو کا ماہر بھی بنا سکتی ہے...... اور سائینس کا کام تو وہ اس کے ساتھ ساتھ کرتا ہی رہے گا۔

...... افسوس ہے کہ ان ایک دو برطانوی سائینسدانوں کی طرح اسے "سر" کا خطاب نہیں مل سکتا، مگر امریکہ میں بھی تو کچھ اعزازی ڈگریاں ہیں......

وہ سائینس کی دُنیا کو دیکھ اور سمجھ رہی تھی اور مارٹن عورت کے مختلف روپ دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

(۴)

مارٹن عورت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ میڈلسن ناکس اور آرجلڈ بکرہو، جو اُس کی زندگی میں آئیں، دو اچھی امریکن لڑکیاں تھیں۔ سب کو یاد آنے والی یہ عورتیں اُس نے جلد ہی فراموش کر دیں۔ اور لیورا جو شست وکاہل سی لڑکی تھی اور جو آرائش وزیبائش اور تشہیر وتعریف سے قطعاً بے نیاز تھی۔ وہ نہ عورت تھی اور نہ ہی بیوی۔ وہ تو اپنی مثال آپ ہی تھی۔ لیورا سے وہ توقع رکھتا تھا کہ وہ اُس کا انتظار کرے، اُس کے کہنے پر چلے اور جو دل خوش کرنے والی باتیں اُس نے سوچ رکھی ہیں اُنھیں بغیر سُنے ہی سمجھ لے۔ وہ ایسے بچے کی مانند تھا جو لاڈ پیار سے بگڑ گیا ہو اور جو اُس کو یہ بات اُس کے مُنہ پر کہنے میں کوئی عار نہیں تھا۔ یہ اُس کی بس کی بات نہ تھی کہ مارٹن دوسرے سائینسدانوں کے ساتھ مل کر دُنیا کو سنوارنے میں مصروف رہے اور وہ چُپ چاپ بیٹھی مسکرایا کرے۔ کئی دھکے لگنے کے بعد مارٹن نے محسوس کیا کہ "خوابگاہ" کے خلوت خانے سے باہر بھی اُسے اپنی بیوی کی طبیعت کے اُتار چڑھاؤ کا دھیان رکھنا پڑے گا ——— یہ بیوی

جو ایک "عورت" تھی اور کبھی کبھی "ایک امیر عورت" بھی بن جاتی تھی۔

اُسے یہ سوچ کر بہت تعجب ہوتا کہ لیورا اگرچہ جنسی معاملات میں بڑی سختی سے وفاداری کا مُطالبہ کیا کرتی تھی لیکن اُسے اس بات کی مُطلق پروا نہ تھی کہ وہ اُسے صبح اُٹھ کر کس انداز سے "صبح بخیر" کہتا ہے۔ اسکے برعکس جوائس اسی طرف سے بالکل بے نیاز تھی کہ وہ کتنی عورتوں کے ساتھ پینگیں بڑھاتا ہے (بشرطیکہ وہ اُس کی موجودگی میں اُن سے عشق جتا کر اُس کی ہتک نہ کرے) مگر صبح اُٹھ کر نہایت صدقِ دلی اور فرمانبرداری سے بیوی کو "صبح بخیر" کہنا اُس کے لئے بہت ضروری تھا۔ مارٹن کے لئے یہ بھی تعجب کی بات تھی کہ جوائس پیار کرنے کے سب انداز اچھی طرح سے سمجھتی تھی۔ اُسے خوب معلوم ہوتا کہ آیا وہ فرطِ جوش سے مغلوب ہو کر توجہ کے ساتھ اُسے سہلا رہا ہے یا جلدی جلدی سب کام نپٹانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اسکے بعد سونے کے لئے جا سکے وہ کہتی جو مرد اُسے صرف آرائش کی چیز سمجھتا ہے اُسے وہ جان سے مار سکتی ہے اور "مار سکتی ہے" کے الفاظ وہ چبا چبا کر بہت زور دے کر کہتی۔

اُسے مارٹن سے توقع ہوتی کہ وہ اُس کی سالگرہ کا دن، اُس کے پسند کی شراب، اور پھولوں سے اُس کی رغبت کے بارے میں یاد رکھے اور یہ بھی نہ بھولے کہ وہ کسی آدمی کو داڑھی بناتے نہیں دیکھنا چاہتی۔ اُسے اپنے لئے ایک علیحدہ کمرہ درکار تھا اور اُس کا ہمیشہ یہ اصرار ہوتا کہ مارٹن دستک دیئے بغیر اُس کمرے میں داخل نہ ہو۔ اور پھر وہ یہ مطالبہ بھی کرتی کہ وہ اُس کی طرح طرح کی پوشاکوں اور ٹوپیوں کو سراہا کرے۔

ایک بار جب سیاحت کے دوران میں پاسچر انسٹی ٹیوٹ کے کام میں محو ہونے کے باعث اُس نے ٹیلی فون کے ذریعے اُسے پیغام بھجوا دیا کہ وہ ڈنر کے لئے نہیں آسکے گا تو مارے غصے کے اس کا چہرہ کانوں تک سرخ ہو گیا۔

"اس کی توقع تو مجھے تھی ہی۔" اُس نے سوچا اور اپنی دانست میں سمجھ لیا کہ وہ موقع شناسی، سوجھ بوجھ اور صبر و تحمل سے کام لے رہا ہے۔

کئی بار وہ یہ دیکھ کر جھنجھلا اُٹھتا کہ اگر ٹہلنے کے لئے چلنا ہو تو وہ بیٹھے بیٹھے

قدرے اُٹھ کر چل دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ چاہے۔ وہ ہی قدم جانا ہو وہ ضرور سفید
دستانے پہننے کے لئے اپنے کمرے میں جائے گی، ہی نہیں بلکہ وہ آئینے کے سامنے اطمینان
سے کھڑی ہو کر دستانے پہنے گی .... اور لندن میں تو اُس نے حد کر دی یعنی مارٹن
سے نہ صرف ساق پوش خرید وائے بلکہ اُس سے پہنوائے بھی۔

جو اُس صرف ایک "تنظیم کار" ہی نہیں تھی بلکہ وہ شاہ پرست بھی تھی۔ امریکہ کے
اکثر وسیع المشرب لوگوں کی طرح برطانیہ کے امرا کو وہ بڑی عزت اور عقیدت کی نظر
سے دیکھتی تھی اور وہ سب معیار و اعتقادات، جو اُس کی دانست میں ان اُمرا کے
تھے، اُس نے اپنا لئے تھے۔ کسی برطانوی لارڈ سے مل کر وہ بہت ہی مسرور و مسحور
ہوتی۔ سنہ ۱۹۲۵ء کی پہلی جنگِ عظیم کو ختم ہوئے ساڑھے تین سال ہو چکے تھے مگر جرمن قوم
سے وہ اب بھی شدید نفرت کرتی تھی اور جب مارٹن نے برلن اور وی آنا کی لیبارٹریاں
دیکھنا چاہیں تو اُن دونوں میں زوروں کا جھگڑا ہوا۔

مگر ان اختلافات کے باوجود یہ ایک رومانی سفر تھا۔ اُن دونوں نے بے وقوف
ہو کر محبت کی۔ وہ پہاڑوں میں گھومتے اور سیر کے بعد عیش و نشاط میں سے اپنا حصہ
لینے کے لئے بڑے بڑے ہوٹلوں میں ڈنر کھانے کے لیے پہنچ جاتے۔ وہ قہوہ خانوں
کے سامنے بلا مقصد بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھی مارٹن کو یاد آتا کہ لیورا فرانس کے قہوہ خانوں
میں بیٹھنے کی کس قدر خواہش مند تھی تو اُس پر افسردگی اور خاموشی طاری ہو جاتی۔ ان چند
لمحات کو چھوڑ کر وہ دونوں ایک دوسرے کی ذات میں ڈوبے رہتے۔

اُس نے بڑی فیاضی اور فراخدلی سے سارا یورپ مارٹن کے قدموں پر ڈال
دیا ـــــ وہی یورپ جسے وہ پہچانتی تھی اور والہانہ طور پر چاہتی تھی۔ اور مارٹن جس
کے حساس دل پر گرمجوشی اور اظہار رغبت کے نقوش بہت جلد ثبت ہو جاتے تھے ـــــ
بشرطیکہ وہ کام میں کھویا ہوا نہ ہو ـــــ اُس کا مشکور تھا اور اُس کی آنکھوں
میں نو عمر لڑکوں جیسا تحیر دکھائی دیتا تھا۔ اپنی دانست میں وہ زندگی کے حسن اور
اس کی آسائشوں سے لُطف اندوز ہونا سیکھ رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں بیری دکسٹ کے

تصباتی طور طریقوں پر نکتہ چینی کرنے لگا۔

اور اس طرح خوشی میں جھومتے متحدہ امریکہ واپس آئے جہاں شراب بندی کا شور و ہنگامہ تھا اور سیاستدان فولاد کی صنعت کو کمیونسٹوں سے بچانے کے لئے صف آرا ہو رہے تھے، جہاں بذلہ سنج حضرات کی محفلیں گرم تھیں، موٹریں تھیں، برج تھی اور جراثیمیات کے مسائل تھے۔

باب اڑتیسواں

ڈائرکٹر ریلٹن ہولابرڈ بھی دولت و امارت کو حاصل حیات سمجھتا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے جب بھی اس سے اشارتاً کہا کہ عضویات میں صرف ایک بار ذوق و شوق سے کام کرنے کے بعد اس نے کچھ نہیں کیا اور فقط دوسروں کے لگائے درختوں سے خوشہ چینی کی ہے تو یہ دیکھ کر اسے بڑا اطمینان ہوتا کہ یہ ذلیل اور کمینے لوگ بسوں میں دھکے کھاتے ہوئے آتے ہیں جبکہ وہ بڑی شان سے اپنی کار میں بیٹھ کر آتا ہے۔ مگر اب وہ ایرو سمتھ جو ان سب میں مفلس و قلاش تھا، بڑی سی چمکتی ہوئی کار میں وردی پوش شوفر کے پیچھے بیٹھ کر آتا تو ہولابرڈ کے منہ کا ذائقہ خراب ہو جاتا۔

مارٹن کے مزاج میں ایک طرح کی سادگی ضرور تھی مگر ہولابرڈ جب اس کے شوفر کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھتا تو اس پر نشہ سا طاری ہو جاتا۔

ہولابرڈ کے غرور کو نیچا دکھا کر اسے اتنا لطف نہیں آیا تھا جتنا اس وقت آیا جب اس نے انگس ڈویر اور اسکی بیوی کو دعوت دی جب وہ شکاگو سے نیویارک آئے۔ یہ دعوت مملکت سرجری کے ایک شہنشاہ کو ریاستِ طب کے ایک نواب سے ملانے کے لئے دی گئی تھی۔ انگس فرطِ جوش میں کہنے لگا "مارٹ! اگر تم اجازت دو تو میں کہوں کہ ہم سب کو تم پر فخر ہے۔ اگلے روز روٹسفیلڈ مجھ سے بات کر رہے تھے، کہنے لگے۔ ہے تو کمی کی

بات مگر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ایڈ دسمتھ نے عزب الہند اور میگرک ہیں جو شاندار کام کیا ہے اُس میں اس تربیت کا بھی کچھ حصہ ہے جو انھوں نے ہماری کلینک میں حاصل کی؟ اچھا یار یہ تو ہوا تمہاری بیوی ماشاءاللہ کیا حسین عورت ہے! تمہارے خیال میں انھیں مسز ڈوبر کو یہ بتانے میں عار تو نہ ہوگا کہ وہ فراک کہاں سے خرید اگیا تھا۔

عیش و عشرت کے مقابلے میں غریبی اور افلاس کی بلندی و برتری کا فلسفہ مارٹن نے سُن رکھا تھا مگر جوائس کے گندے اور غلیظ قہوہ خانوں کی خاک چھانتے، بارہ سال تک لیورا کے ساتھ دھوبی اور سبزی گوشت کا حساب جوڑنے، ٹرالی پکڑنے کی خاطر بھیڑ میں دھکے کھانے کے بعد زندگی کا یہ رُخ اُسے بہت ہی دلکش و دلفریب معلوم ہوا کہ کوئی خادم بغیر کہے خود بخود آپ کے کپڑے الماری سے نکال دے، کھانے کے وقت میز پر ہمیشہ اچھی اچھی چیزیں چنی ہوں اور کار کے نرم گدوں پر سر ٹکا کر لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے خود کو بے حد چالاک سمجھا جائے۔

جوائس نے کہا "دیکھو اگر دوسرے لوگ تمہارے یہ معمولی سے کام کر دیا کریں تو ان کاموں کے لئے تمہارے وقت اور قوت کی کتنی بچت ہوگی جو صرف تم ہی کر سکتے ہو۔"

مارٹن نے جوائس کی بات سے سولہ آنے اتفاق کیا اور پھر ویسٹ چیسٹر کلب میں گالف کی مشق کرنے چلا گیا۔

یورپ سے لوٹنے کے ایک ہفتے بعد وہ جوائس کے ساتھ گاٹلب کو دیکھنے گیا۔ وہاں بیٹھے ہوئے اُسے خیال سا ہوا کہ گاٹلب اپنی مدہوشی کی حالت سے نکل کر ان کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔

مارٹن نے سوچا "آخر یہ بڈھا بھی تو اچھی چیزوں کا دلدادہ تھا۔ اگر اسے موقعہ ملتا تو یہ بھی دولتمند ہونا پسند کرتا۔"

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ مارٹن کے پاس روپے کی ریل پیل دیکھ کر ٹیری کو زیادہ خوشی نہیں ہوئی۔ "پرسلم، اگر تم جاننا چاہتے ہو تو سُنو۔ ذاتی طور پر مجھے نوکروں کے سہارے زندہ رہنا سخت ناپسند ہے۔ مگر اب میں عمر کے ساتھ سمجھدار بھی ہونا

جا رہا ہوں۔ میرا تجربہ کہتا ہے کہ دنیا کے لوگ الگ الگ چیزیں پسند کرتے ہیں اور بہت سے تو مجھ سے آکر پوچھتے ہیں کہ انھیں کونسی چیز پسند کرنی چاہیئے۔ سچی بات یہ ہے سلم کہ میں ڈنر میں نہیں آسکوں گا۔ میں نے ایک ڈنر سوٹ خریدا تو ہے ـــــ ہاں خریدا ہے۔ میرے کمرے میں رکھا ہے۔ مگر جو ہماری مالکن ہے وہ کمبخت سوٹ کو کیڑوں سے بچانے کے لئے اُس میں فرنیل کی گولیاں بھرے رکھتی ہے ـــــ مگر میں آ نہیں سکتا۔ اُس لاتھم آئر لینڈ کو شیخیاں بگھارتے سُن کر مجھے سخت کوفت ہوتی ہے۔

مگر اس سلسلے میں ریلٹن ہولا برڈ کا رویہ مارٹن پر براہ راست اثر انداز ہوتا تھا کیونکہ ہولا برڈ اُسے یہ بات یاد دلائے رکھتا تھا کہ اگر وہ صرف ایک امیر عورت کا خاوند ہونے پر اکتفا نہیں کرنا چاہتا تو اُسے یاد رکھنا پڑے گا کہ ڈائرکٹر کے عہدے پر کون بیٹھا ہے۔

ہولا برڈ کا حُسنِ اخلاق تو اس میکگرک کے لئے مخصوص تھا مگر دوسروں کے سامنے وہ ایک معروف، مہذب اور خاموش طبع آدمی تھا۔ اگر کوئی شخص اُسے پرانی خوش مزاجی کے دن یاد دلانے کی کوشش کرتا تو اُسے بڑی نرمی سے اپنی حدود میں رہنے کو کہا جاتا۔ جب مارٹن اپنی بڑی سی چمکدار بند کار میں آنے لگا تو ہولا برڈ نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ماتحت اسٹاف میں نافرمانی اور عدول حکمی کا رجحان بالکل ختم کردے گا۔ یورپ سے واپس آنے کے بعد اُس نے مارٹن کو موٹر سے لُطف اندوز ہونے کے لئے ایک ہفتہ تو دیدیا مگر پھر ایک روز وہ مسکراتا ہوا لیبارٹری میں مارٹن کے پاس آیا۔

"مارٹن" اُس نے ایک ٹھنڈا سا سانس لیا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے دوست میکگرک صاحب انٹی ٹیوٹ کے کام سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں ہیں اور اُن کا اطمینان کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ تم "جراثیم خور مادہ" کو چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے انفلوئنزا کی طرف توجہ کرو۔ راکفیلر انٹی ٹیوٹ والے صحیح بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے نمونیہ، گردن توڑ بخار، اور سرطان پر تحقیق کے لئے بے اندازہ روپیہ خرچ کیا ہے اور اپنے بہت سے سائنسدانوں کو اس کام پر لگایا ہے۔ انھوں نے نمونیہ اور

گردن توڑ بخار کا زور بہت کچھ کم کر دیا ہے اور نوگوچی صاحب کے کام سے پیلا بخار
تو تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ذیابیطس کی شدت کم کرنے میں بھی ان
کا ہسپتال پہل کرے گا جہاں بے شمار ذرائع ہیں اور سب لوگ تعاون سے کام کرتے
ہیں اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ انفلوئنزا کے پیچھے پڑے ہیں۔ وہ لوگ اب اسے وبا
کی صورت اختیار کرنے نہیں دیں گے۔ صاحب زادے انھیں انفلوئنزا کی تحقیق کے کام
میں پیچھے چھوڑنا اب ہمارا کام ہے اور اس دوڑ میں اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے میں نے
تمہیں منتخب کیا ہے؟

مارٹن اُس وقت مرے ہوئے جراثیم ہی "جراثیم خور مادہ" پیدا کرنے کے مسائل
سے دوچار تھا مگر ہولابرڈ کو وہ انکار نہ کر سکا کیونکہ وہ نوکری سے برخاستہ ہونے
کا خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھا اب وہ دولتمند جو بہت ہو گیا تھا۔ یہ طب کا وہی نڈر اور
بے باک طالب علم تھا جو کبھی کہا کرتا تھا کہ میں استعفےٰ دے کر کسی سوڈا فیکٹری میں
ملازم ہو جاؤں گا مگر یہ کام نہیں کروں گا مگر جوائس لینیئن کا خاوند ایسی دیوانوں کی
سی حرکتیں نہیں کر سکتا تھا۔ اگر کرتا تو اخباروں کے رپورٹر اور فوٹو گرافر اس کا پیچھا
کرنا شروع کر دیتے اور اُس کی تصویریں کھینچنے لگتے۔ وہ بیوی کے ٹکڑوں پر پلنے والا
خاوند بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ لہٰذا اُس نے نہایت بے دلی سے ہولابرڈ کی بات مان لی۔

اُس نے بے دلی سے انفلوئنزا کے اسباب پر تحقیق کا کام شروع کر دیا۔ ہسپتالوں
سے اُس نے ایسے مریضوں کے جراثیم حاصل کئے جو یا تو انفلوئنزا کا شکار تھے یا بگڑے
ہوئے زکام میں مبتلا تھے ——— مگر کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ انفلوئنزا کی علامتیں
کیا ہیں۔ اُس نے بہت سا کام اپنے ماتحت کارکنوں کے سپرد کر دیا۔ وہ انھیں تمسخر آمیز
قسم کی ہدایات دیا کرتا "میڈیم الف کے نو مزید ٹیوب نکال لو ——— ارے نو نہیں
ہزار!" اور جب وہ دیکھتا کہ وہ ہدایات کی پروا کئے بغیر سب کام اپنی مرضی کے مطابق کر رہے
ہیں تو وہ انھیں نہ تو جھڑکتا اور نہ ہی بُرا بھلا کہتا خود تو وہ مشکل سے ہی کام کو ہاتھ لگاتا۔
ایک زمانہ تھا کہ اُس کی چھوٹی سی لیبارٹری نیو ہیمپشائر کے کسی دیہی گھر کی طرح صاف

ستھری نظر آتی تھی مگر اب وہ سب کمرے جو اسے دیئے گئے تھے گندگی اور بے پرواہی کی بڑی ہی بدنما تصویر پیش کرتے تھے۔ پھینکی ہوئی امتحانی نلکیوں کے ڈھیر جن میں سے کئی نلیاں پھپھوندی سے آدھی آدھی بھری تھیں مگر ان سے کسی پر باقاعدہ لیبل نہیں لگا تھا۔

پھر مارٹن کو ایک خیال آیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ راکفیلر کے سائنسدانوں نے انفلوئنزا کا سبب معلوم کر لیا ہے۔ وہ بھاگا بھاگا ہولابرڈ کے پاس گیا اور اسے اپنا خیال بتا دیا اور کہا کہ اب وہ "جراثیم خور مادہ" کے متعلق اپنی تحقیق پھر سے شروع کرے گا۔

ہولابرڈ نے بحث میں مارٹن کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آرہی تھی کہ جب میگرک انسٹی ٹیوٹ اور اس کا ڈائرکٹر انفلوئنزا کا علاج تلاش کر کے شہرت کمانا چاہتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ راکفیلر والے اس میدان میں آگے بڑھ جائیں۔ اس نے بحث کے دوران میں "جراثیم خور مادہ" کے متعلق بھی اپنا فلسفہ بیان کیا اور کہا کہ اس کی اہمیت نقطہ علمی ہے۔

مگر مارٹن اب تنقید کرنے میں اسقدر تیز ہو چکا تھا کہ سائنسی بحث میں اسے شکست دینا ہولابرڈ کے بس کی بات نہ تھی اس لئے ڈائرکٹر صاحب کو جب بحث میں مات ہونے لگی تو وہ شکست کھائے ہوئے شیر کی مانند اپنے بھٹ میں جا گھسے اور مارٹن نے اداس دل سے سوچا کہ اب یہ اندر بیٹھ کر میرا پتہ کاٹنے کی دوسری ترکیبیں سوچے گا۔ کچھ عرصے کے لئے مارٹن پھر اپنے کام میں محو ہو گیا۔

مارٹن نے جزوی آکسیجن کاربن ڈائی آکسائڈ تناؤ کے بڑے استادانہ اور پیچیدہ استعمال سے مردہ جراثیم میں "جراثیم خور مادہ" پیدا کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا۔ یہ کام اتنا ہی نازک اور مشکل تھا جیسے چاول کے دانے پر نقش و نگار بنانا۔ اتنا ہی غیر ممکن تھا جیسے ستاروں کا وزن دریافت کرنا۔ اس کی رپورٹ نے لیبارٹریوں کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور ٹوکیو، اسٹریڈم اور دنیمیک میں جوشیلے سائنسدانوں نے

سمجھا کہ اس نے "جراثیم خور مادہ" کو جاندار نامیہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ اور کئی دوسرے جوشیلے سائنسدانوں نے ریاضی کے فارمولوں کی مدد سے اپنی ٹیکنیکل زبان میں کہا کہ وہ جھوٹا ہے، احمق ہے۔

اُن ہی دنوں میں جبکہ وہ ایک "بڑا آدمی" بننے والا تھا مارٹن نے اپنا سب کام چھوڑ دیا، جوائس کا خاوند ہونے کے بھی سب فرائض ترک کر دیئے اور ٹیری کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس میں سمجھ بوجھ کی کمی ہے کیونکہ ٹیری ہنوز ایک اسسٹنٹ تھا اور وہ تھا ایک محکمے کا افسر اعلیٰ۔

ٹیری نے دریافت کیا کہ کونین کے کچھ مشتقات کو جب کسی جانور کے جسم میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ تحلیل ہو کر جراثیم کے لئے زہر ہو جاتے ہیں مگر جس جسم میں داخل ہوتے ہیں اُس پر یہ زہر بہت ہلکا اثر کرتا ہے۔ یہ دریافت علاج و معالجے کے نئے دروازے کھول رہی تھی۔ ٹیری نے مارٹن کے سامنے اپنی دریافت کی وضاحت کی اور اُسے ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت دی۔ بڑی بڑی کامیابیوں کے خواب دیکھتے ہوئے انھوں نے ہولابرڈ سے ــــــ اور جوائس سے ــــــ رخصت لی اور حالانکہ ابھی سردی کا موسم تھا وہ ورمونٹ کی پہاڑی پر "آرامگاہ طیور" میں رہنے کے لئے چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ دونوں سارا سارا دن (اور شام کا جھٹپٹا ہونے کے بعد بھی) برف پر چلتے، خرگوش مارتے، باتیں کرتے اور منصوبے بناتے۔

مارٹن ابھی آرام و آسائش اور عیش و عشرت کی زندگی کا ایسا عادی نہیں ہوا تھا کہ وہ صرف نمک لگے ہوئے گوشت اور شمال مغرب سے آنے والی برفانی ہوا کا لطف نہ اٹھا سکے۔ جوائس کے لئے ہر روز ایک نیا خراج تحسین سوچنے سے بھی مارٹن کو آزادی حاصل کر کے بہت خوشی اور مسرت حاصل ہوئی۔

تمام مسئلے پر غور کرنے کے بعد وہ دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ انھیں اس معاملے میں ایک دلچسپ سوال کا جواب حاصل کرنا ہے۔ وہ سوال یہ تھا کہ کیا کونین کے مشتقات جراثیم سے ملحق ہونے کے بعد عمل کرتے ہیں یا جسم کے سیال مادوں کو تبدیل کرنے کے

بعد۔ یہ ایک واضح اور سیدھا سادا سوال تھا جس کا جواب دینے کے لئے کیمیا اور حیاتیات کی گہری واقفیت درکار تھی، کئی سو جانور درکار تھے اور کئی برسوں تک سعی مسلسل کی ضرورت تھی۔

اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ نمونیہ کے جراثیم پر تجربہ کریں گے۔ اس کے لئے ایک ایسا جانور درکار تھا جس کے اندر انسانی نمونیہ پیدا ہو سکے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ بندر حاصل کیا جائے مگر بندروں کو مارنا ایک مہنگا اور ناخوشگوار سا کام تھا۔ بطور ڈائرکٹر کے ہولابرڈ اُنھیں بندر مہیا کر سکتا تھا مگر مصیبت یہ تھی کہ اُسے اعتماد میں لینے سے وہ فوری نتائج کا مطالبہ کرتا۔

ٹیری نے سوچ سوچ کر کہا۔ "سلیم، میں ایک 'نوبل پرائز' حاصل کرنے والے کو جانتا ہوں جو بڑا کٹر قسم کا آدمی تھا اور جس نے انعام کی سب رقم اپنے اوپر صرف کرنے کی بجائے لنگور اور طرح طرح کے بندر خریدنے میں لگا دی۔ اس نے ایک اور سائنسدان کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان دونوں نے مل کر بندر خریدنے کے لئے کونہ کونہ چھان مارا اگر ہمیں تو کوئی 'نوبل پرائز' نہیں ملا، اس لئے ہم غریبوں کیلئے کیا راستہ ہے اور مجھے تو اُمید نہیں کہ ــــــ"

"ٹیری، اگر ضرورت پڑی تو میں یہ کام کر دوں گا! میں نے ابھی تک جوائس سے پیسہ نہیں لیا۔ اگر مہاتماجی نے ہماری مدد نہ کی تو میں اُس سے روپیہ حاصل کر دوں گا۔"

(۲)

وہ ہولابرڈ سے اُس کے دفتر میں ملے اور بچوں کی طرح ٹہرے اکھڑے پن سے اُس کے ساتھ بات کی۔ بندر خریدنے کے لئے اُنھوں نے دس ہزار ڈالر کا مطالبہ کیا اور بتایا کہ وہ ایک ایسی تحقیق شروع کرنا چاہتے ہیں جس کا دس سال تک کوئی نتیجہ نہیں

نہیں نکلے گا ـــــــ اور شاید کبھی بھی نہ نکلے! اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ اس اسکیم کے تحت ٹیری بطور "ساتھی افسر" کے مارٹن کے محکمے میں منتقل ہو جائے گا اور اُن کی مجموعی تنخواہ برابر برابر تقسیم کی جائے گی۔

یہ مطالبہ کرنے کے بعد وہ ایک لمبی بحث کے لئے تیار ہو گئے۔

ہولابرڈ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس نے بدحواسی میں اپنی مونچھیں درست کیں اور ڈائرکٹروں جیسا انداز چھوڑ کر کہنے لگا:

"ذرا ٹھہرو بھائی، ذرا دم تو لو۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ کبھی کبھی کسی تجربے کی تفصیلات تک پہنچنا بھی ضروری ہوتا ہے؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں بھی کبھی میکگرک انسٹی ٹیوٹ میں تحقیق کا کام کیا کرتا تھا اور میں نے بھی یہ چیزیں سیکھی تھیں۔ ارے لڑکو اتنا غور کیا ہے کہ تم جانتے کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تالوں پر دستخط کرنے کی بجائے پھر لیبارٹری میں جا کر کیموگراف کے پردے پر اپنی اُنگلیاں رکھ سکوں! میں بھی اپنی زندگی کے بہترین لمحات سچ کی تلاش میں گزارنا چاہتا ہوں۔ تم شاید نہیں جانتے کہ تمہیں تحقیق کی زیادہ سے زیادہ آزادی دلوانے کے لئے میں بورڈ کے ممبروں سے کتنی بار لڑ چکا ہوں! بہت اچھا تمہارے لئے بندروں کا انتظام ہو جائے گا۔ اپنی سہولت کے لئے مشترکہ محکمے کا انتظام کر لو اور جس طرح مناسب سمجھو کام شروع کر دو۔ میرے خیال میں تم دو اکھڑ لڑکوں سے زیادہ دُنیا میں کسی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا!"

ہولابرڈ اُٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اُس وقت وہ وقار، وجاہت اور خوبصورتی کی تصویر معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے اپنا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا۔ انھوں نے بھی شرماتے ہوئے اُس سے مصافحہ کیا اور بھیگی بلی کی طرح چپکے سے باہر نکل آئے۔ ڈائرکٹر کے دفتر سے باہر آتے ہی ٹیری بڑبڑایا۔ "اس کمبخت نے میرا سارا دن خراب کر دیا! ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا! مسلم! آخر اسکی تہ میں کیا ہے؟ میں شرط لگا کر کہتا ہوں اس میں ضرور کچھ نہ کچھ راز ہے!"

سال بھر تک کام کرنے کے بعد اُنھیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ یوں اُنھیں سب سہولیات

میسر تھیں ــــ تجربے کے لئے بندر تھے، حاضری کے ملازم تھے اور فرصت و فراغت بھی بے انتہا تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی میں کسی کام پر ایسا جوش و خروش محسوس نہ کیا تھا اور نہ ہی کبھی اس طرح سے دل و دماغ کو ادھیڑ ڈالنے والے تجربے سے دو چار ہوئے تھے۔ بندر بڑا غیر معقول جانور ہے۔ تپ دق کو تو وہ بغیر کسی وجہ ہی کے قبول کر لیتا ہے۔ قید میں اسے وبائیں آگھیرتی ہیں اور جب طیش میں آئے تو اپنے مالک کو دنیا کی ہر بلائیں کو سنے دیتا ہے۔

"یہ کمبخت اتنے تیز طرار ہیں" ٹیری نے آہ بھری۔ "میرا جی چاہتا ہے کہ ان سب کے پنجرے کھول دوں اور خود "آرام گاہ طیور" میں آلو بونے کے لئے چلا جاؤں۔ بڑی بڑی توندوں والے انسانوں کو نمونیہ سے بچانے کے لئے ان بیچاروں کی جانیں کیوں لی جائیں؟"

اُن کا پہلا کام یہ معلوم کرنا تھا کہ کونین کے مشتقات کی وہ صحیح صحیح مقدار کیا ہے جو برداشت کی جا سکتی ہے اور آنکھوں، کانوں اور گردے پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے جیسا کہ خون کی شکر اور خون کے ولینا کے بے شمار تجزیوں سے معلوم ہوا ہے۔ مارٹن بندروں کو انجیکشن لگاتا، اُن پر ہونے والے اثرات کا مطالعہ کرتا اور کیمسٹری کے مسائل میں کھویا رہتا۔ دوسری طرف ٹیری کونین کے مشتقات کے نئے نئے طریقوں سے مرکب بنانے پر محنت کرتا رہتا۔ وہ چوبیس گھنٹے کام میں جٹا رہتا، تھوڑی سی شراب پیتا، نیند کی ایک ذرا سی جھپکی لیتا اور ساری رات کام کرنے کے لئے پھر تیار ہو جاتا۔

مارٹن کی زندگی میں یہ سب سے صبر آزما زمانہ تھا۔ رات بھر کام کرتے رہنا جبکہ نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی ہوں اور پاؤں لڑکھڑا رہے ہوں، نیند پوری کرنے کے لئے لیبارٹری کی ننگی میز پر ہی لیٹ جانا اور صبح ہونے پر کسی گندے غلیظ ریستوران میں ناشتہ کرنا ــــ مارٹن کے لئے یہ سب باتیں بالکل فطری اور مزیدار تھیں مگر جوائس کو سمجھانا کہ وہ رات اُسی بت تراش خاتون (جس کا دادا کبھی کانفیڈریٹ جنرل تھا) کے ڈنر پر کیوں نہیں پہنچ سکا بہت ہی مشکل کام تھا۔ تھوڑے عرصے تک تو وہ یہ کہہ کر اُسے مطمئن کرتا رہا کہ وہ رات اُسے شب بخیر کہنے کے لئے بہت ہی بیتاب تھا

اور جو "سینڈ وچ" اُس نے بنا کر بھیجے تھے وہ بھی اُسے بہت اچھے لگے اور یہ کہ وہ اب جلد ہی نسلِ انسانی کو نمونیہ سے ہمیشہ کے لئے نجات دینے والا ہے۔ اس آخری بیان کی صداقت پر اُسے کبھی یقین نہ ہوتا۔

مگر جب وہ یکے بعد دیگرے چار راتوں کو ڈنر پر نہ پہنچ سکا تو وہ طیش میں آ گئی۔ "تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ جب آخری وقت پر مسز تھارن کے ہاں ایک مہمان کی کمی ہو گئی تو میری کیا حالت ہوئی۔" وہ رو دی "پہلے تم نے جتنی بار رات کو مجھ سے دُکھائی کا برتاؤ کیا میں نے پروا نہیں کی مگر کل شام میں اکیلی بیٹھی تمہارا انتظار کرتی رہی ——"

اُس وقت مارٹن کے پاس سوائے بیتابی سے ہاتھ ملنے کے اور کوئی جواب نہ تھا۔

مارٹن اور ٹیری بندروں میں نمونیہ پیدا کرنے اور اس کا علاج کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کامیابی پر وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ وہ دونوں گیلری میں جا کر ناچنے لگے۔ جب تین روز باری باری سب بندروں میں سے چھوت کا اثر جاتا رہا تو انھوں نے بندروں کو نمونیہ سے بچا لیا۔

ان تجربات سے جو امید افزا نتائج نکلے اُن میں ایک پیچیدگی یہ پیدا ہوئی کہ کچھ بندروں کو بغیر علاج کے ہی آرام آ گیا۔ اور اس پیچیدگی کو انھوں نے اپنے اعداد و شمار درست کر کے دور کر دیا۔ اس کام میں اتنے دن اور اتنی محنت صرف ہوئی کہ کاغذوں پر مسلسل جھکے رہنے کے باعث اُن کے جسم درد کرنے لگے .... وہ منظر بھی قابل دید تھا۔ ایک بکھرے بالوں والا شخص بغیر کالر کی قمیض پہنے میز لگائے بیٹھا ہوتا اور اُس کا ساتھی بندروں کے بدبودار پنجروں کے درمیان گھومتا رہتا، انھیں "بلیس" اور "رودز" کے ناموں سے پکارتا اور انھیں بڑے پیار سے کہتا "ارے میری جان مجھے کاٹو گے تو نہیں! اور پھر دیوتاؤں کی سی بے دردی کے ساتھ انھیں نمونیہ کے کھرے انجکشن لگاتا۔

پھر وہ ایک ایسے بلند مقام پر جا پہنچے جہاں ہر طرف ناکامی ہی ناکامی دکھائی دیتی تھی۔ امتحان کی نلکیوں میں انھوں نے نمونیہ کے جرثومے کے سب اجزا کا مطالعہ کیا —— مگر ناکام رہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور احتیاط سے جسم میں پیدا

ہونے والے سیال مادے مصنوعی طور پر بنانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انھوں نے اس مصنوعی خون میں جراثیم پر مشتقات کا اثر ڈال کر کوشش کی ـــ اور ناکام رہے۔

پھر ہولا برڈ نے کہیں سے اُن کی گزشتہ کامیابی کی خبر سُن لی اور تعریف و توصیف کے پھول برسانے وا اپنے غیض و غضب کا اظہار کرنے اُدا کے پاس جا پہنچا۔

اُس نے جا کر کہا کہ اُسے معلوم ہوا ہے کہ اُن لوگوں نے نمونیہ کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ "بہت اچھی بات ہے!" وہ بولا۔ "اس جان لیوا بیماری کا علاج دریافت کرنے کی کچھ نیک نامی انسٹی ٹیوٹ کو بھی ملنی چاہیے۔ لہٰذا ٹیری اور مارٹن کو اپنی تحقیقات کی رپورٹ فوراً چھاپ دینی چاہیئے (جس میں میگرک کا بھی ذکر ہو)"۔

"ہم ایسا نہیں کریں گے۔ دیکھو ہولا برڈ!" ٹیری غرّایا "میں سمجھتا تھا کہ تم ہمیں آزادی سے کام کرنے دو گے!"

"میں نے تمہیں پوری آزادی دی! تقریباً ایک سال تک۔ مقصد تو یہ تھا کہ تم لوگ اپنی تحقیق مکمل کر لو۔ اور اب تم نے یہ کام ختم کر لیا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ دُنیا کو بھی کچھ بتاؤ کہ تم کیا کر رہے ہو"۔

"اگر میں نے بتا دیا تو دُنیا کو ایک ایسا ذلیل منظر نظر آئے گا کہ ہم نے بھی کبھی اسے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا نہیں حضور اعلیٰ۔ رپورٹ شاید ہم ایک سال بعد شائع کر سکیں"۔

"تم اسے ابھی چھاپو گے ـــ ورنہ....."

"اچھا مہاتما جی۔ وہ گھڑی آ گئی جس کا انتظار تھا۔ میں یہاں سے جاتا ہوں۔ اور میری شرافت دیکھئے کہ میں آپ کو یہ بتائے بغیر یہاں سے جا رہا ہوں کہ میری رائے آپ کے بارے میں کیا ہے"۔

اور یوں ٹیری وکٹ کو میگرک سے نکال دیا گیا۔ اُس نے اپنے کونین کے مشتقات بنانے کا طریقِ عمل پیٹنٹ کرا لیا اور اپنی پس انداز کی ہوئی رقم سے ایک لیبارٹری بنانے کے لئے "آرامگاہِ طیور" میں جا رہا تا کہ لطف کے ساتھ اپنی تیاری

ہوئی دوا فروخت کر کے باقی ماندہ زندگی آزادانہ طور پر تحقیق کا کام کرنے میں گزار سکے۔

ٹیری جیسے شخص کے لئے جسے بیوی بچوں کا کوئی بندھن نہیں تھا، یہ کام خاصا آسان تھا۔ مگر مارٹن کے لئے یہ ایسا آسان نہیں تھا۔

(۳)

مارٹن نے سوچ لیا کہ وہ بھی مستعفی ہو جائے گا۔ اُس نے جوائس کو سمجھایا مگر اس پہلو پر اس نے بالکل غور نہ کیا کہ اپنے شہر کے محل اور "گرین وچ" کی آرام دہ اور شان و شوکت کی زندگی کو وہ "آرمگاہ طیور" کے سادہ فقیرانہ طرز حیات کے ساتھ کس طرح ہم آہنگ کرے گا۔ اس کے باوجود اس نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنے سائنسی کو پیٹھ نہ دکھائے گا۔

"یہ کمال ہوا! اچھا تماشا۔ جی نے ٹیری کو تو نکال باہر کیا مگر مجھے ہاتھ لگانے کی اُن کی ہمت نہیں پڑی۔ میں چپکا ہو رہا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ دیکھوں اب ہولابرڈ میرے متعلق کیا قدم اٹھاتا ہے اور اب ——"

یہ باتیں اُس نے جوائس سے اُس وقت کہیں جب وہ دونوں اپنی کار میں (بلکہ جوائس کی کار میں) ایک ڈنر سے گھر واپس آ رہے تھے۔ اس دعوت میں مارٹن ایک بڑی اور مشہور رئیس خاتون سے اسقدر دلفریب انداز میں ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا تھا کہ جوائس نے دل ہی دل میں خوش ہو کر کہا "یہ لاشم کیا بیوقوف تھا جو سمجھتا تھا کہ یہ تہذیب اور سلیقے سے بات نہیں کر سکتا!"

"اب میں آزاد ہوں، خدا کی قسم آزاد ہوں کیونکہ میں نے وہ چیز دریافت کر لی ہے جو واقعی اس قابل ہے کہ آدمی اس کے لئے اتنا بڑا ایثار کرے!" وہ اتراکر بولا۔

اُس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ مارٹن کے ہاتھ پر رکھ دیا اور التجا کے لہجے میں بولی" بھئی کچھ دم تو لو! میں اس پر اچھی طرح سے غور کرنا چاہتی ہوں۔ خدا کے واسطے! تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ۔"

پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی:" مارٹ، اگر تم نے مسٹر دکٹ کے ساتھ کام شروع کر دیا تو پھر تم مجھے اکثر چھوڑ کر چلے جایا کرو گے۔"

"خیر یہ تو ـــــ"

"پھر تو یہ کوئی ایسی اچھی تجویز نہیں خصوصاً ان دنوں جب میرا خیال ہے کہ میں ماں بننے والی ہوں۔"

مارٹن کے مُنہ سے تعجب کا کلمہ نکل گیا۔

"میں ہر وقت لوگ میں پڑی رہنے والی ماں تو نہیں بننا چاہتی۔ مجھے نہیں معلوم کہ بچہ میرے لئے خوشی لائے گا یا دُکھ تکلیفیں۔ مگر تم جانتے ہو کہ اس سے ذمہ داریاں تو بڑھ ہی جائیں گی۔ اور میرے دل کی بات پوچھو تو مجھے تمہارا انسٹی ٹیوٹ چھوڑ کر جانا بالکل پسند نہیں کیونکہ اسی سے تو تمہاری عزت ہے، تمہاری شان ہے۔ پیارے، میں نے اب تک تم سے بہت اچھا برتاؤ کیا ہے، کیوں میں جھوٹ کہتی ہوں؟ میں تمہیں دل سے چاہتی ہوں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم مجھے چھوڑ کر اس نگوڑے ورمونٹ پہاڑ پر چلے جاؤ۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اُس جگہ کے پاس ہی کہیں گھر لے لیں اور سال کا کچھ حصہ وہاں گزارا کریں؟"

"ہاں، ہو تو سکتا ہے مگر جب تک یہ کمبخت بچہ نہیں آ جاتا تب تک ہمیں اور کچھ نہ سوچنا چاہیئے۔"

مارٹن انسٹی ٹیوٹ سے مستعفی نہیں ہوا اور جوائس نے بھی " آرہ مگاہ ٹیلور" کے قریب گھر لینے کی بات کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق نہیں سوچا۔

باب انتالیسواں

مٹیری وکٹلے جب چلا گیا تو مارٹن نے "جراثیم خور مادہ" کی تحقیق پھر سے شروع کر دی۔ کام کا آغاز بہت ہی بے دلی سے ہوا۔ زندگی میں اتنا خراب کام اُس نے کبھی نہ کیا تھا۔ اُس کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا تھا، دلولے مُردہ ہو گئے تھے۔ ایک پیشہ ور آنہ سماجی زندگی کے صبر آزما تقاضوں کا اُسے اُن دنوں بہت شدید احساس ہوتا جا رہا تھا۔ وہ اس عجوبہ روزگار کو جسے عُرفِ عام میں "ڈِنر پارٹی" کہتے ہیں کبھی سمجھ نہ سکا۔ مارٹن کے لیے ڈنر کی دعوتوں میں کوفت اور پریشانی کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ یہاں اُنھیں ایسے لوگوں کی ضیافت طبع کا سامان کرنا پڑتا جن کی ذات میں نہ تو اُس کے لیے کوئی دلچسپی کا پہلو ہوتا اور نہ ہی وہ اُنھیں پسند کرتا۔

جب تک ٹیری وکٹلے ایک پناہ گاہ کے طور پر وہاں موجود تھا وہ اُس سے باتیں کر کے اپنا دل بہلا لیتا تھا اور اُسے اُن خوش پوش اور بے نام ہستیوں کو دیکھ دیکھ کر اتنی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ کچھ عرصے تک تو ان شریف اور مہذب لوگوں کی محفلوں میں اپنے آپ کو قابلِ قبول بنانے کے کھیل سے وہ لطف اندوز ہوتا رہا تھا مگر اب وہ بجا طور پر پریشان تھا۔

آخر کلفِ کلاس نے اُسے دکھایا کہ اُس کی زندگی کیسے طرح طرح کی پیچیدگیوں میں اُلجھ گئی ہے۔

جب وہ پہلے پہل نیویارک آیا تھا تو اُس نے اپنے یار کلف کی بہت تلاش کی تھی جس کی شور و غل کرنے کی عادت میڈیکل سکول میں انگس ڈویر اور ہارونگ واٹرز جیسے لوگوں کے درمیان اُس کے لیے سکون و راحت کا سامان مہیا کرتی تھی۔ مگر تلاشِ بسیار کے باوجود کلف کا کہیں پتہ نہ ملا۔ نہ تو وہ اُس موٹر ایجنسی میں تھا جہاں اُس نے کبھی نوکری کی تھی اور

نہ ہی کہیں اور اُس کا کچھ سراغ ملا۔ چودہ سال سے مارٹن نے اُس کی صورت نہیں دیکھی تھی۔
پھر ایک روز میگرک کی لیبارٹری میں اُس کے پاس سُرخ و سیاہ رنگ کا ملاقاتی کارڈ آیا۔ اُس پر لکھا تھا۔

کلفورڈ۔ ایل۔ کلاسن

(کلف)

تیل کی اعلےٰ کمپنیوں کے حصص کی خرید فروخت کا ایجنٹ

ہکم بلاک

بُٹّے

"کلف! وہی کلف میرا سب سے اچھا یار! جس نے لیورا کے پاس پہنچنے کے لئے مجھے روپیہ اُدھار دیا تھا۔ وہی کلف۔ بخدا مجھے آج کل ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔ ٹیری تو چلا گیا اور یہ ذلیل لوگ شکاری کتوں کی طرح ہر وقت میرے گرد رہتے ہیں!" کارڈ دیکھتے ہی مارٹن کے دل میں خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

وہ بھاگا بھاگا باہر آیا لیکن پھر دفعتاً ٹھٹک کر وہاں کھڑے ایک آدمی کو گھورنے لگا جو ملاقاتیوں کی رہنمائی کرنے والی کلرک لڑکی سے قدرے اکھڑ پن سے کہہ رہا تھا۔

میں نے کہا جی یہ سائنس کے بچھی دن رات جان مارتے ہیں۔ قسم ہے سوائے اُن تجارتی فرموں کے ڈائرکٹرز کے ایسی پیاری صورت تو میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ کسی سہانی شام کو ہمارے ساتھ ڈنر کے لئے چلو نا ——— میرا خیال ہے اب میں اکثر آپ سے ملا کروں گا۔ ڈاکٹر ایرو سمتھ میرے بڑے گہرے دوست ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ میں خود بھی ڈاکٹر ہوں ——— سچ کہتا ہوں ——— میڈیکل سکول میں پڑھتا رہا ہوں، وہاں سب کچھ سیکھا ہے میں نے۔ ارے! وہ آ گیا میرا یار!"

مارٹن کو اس بات کا بالکل خیال نہ آیا تھا کہ چودہ سال میں آدمی کے اندر بے شمار تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ اُن کے ذہن میں وہی تبدیلی پرانی تصویر نقش تھی۔ وہ تخت مایوس ہوا۔

چالیس سال کی عمر میں کلف کلاسن بہت ہی موٹا، دربھدّا دکھائی دیتا تھا۔ اُس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ زرد گوشت سے پھولے ہوئے گال اور آواز پھٹے ڈھول کی طرح۔ مارٹن نے سوچا تھا اُس کے دوست نے اب بھی گھٹے ہوئے جسم پر شوخ رنگ کی تنگ سی جیکٹ پہنی ہوگی۔

وہ چلانے لگا اور مارٹن کی پیٹھ تھپتھپانا شروع کر دی۔

"ارے، ارے، ارے! مارٹ! ارے حرامی۔ میرے بچے، حرامی پلے، مرغی چور، ارے قسم ہے تم تو بالکل ویسے ہی لگتے ہو۔ رتی بھر فرق نہیں آیا تم میں حرامی ہو جو جھوٹ بولے کہ تم تو بالکل اُسی طرح چھوٹے سے لگتے ہو جس طرح زینتھ میں تمہیں دیکھا کرتا تھا۔"

مارٹن کو احساس ہو گیا کہ وہ مسکین سی لڑکی بھی زیر لب مسکرا رہی ہے۔ وہ بولا "اچھا۔ اچھا۔ مجھے واقعی خوشی ہوئی تمہیں دیکھ کر" اور یہ کہہ کر وہ کلف کو کھینچتا ہوا اپنے دفتر کی تنہائی میں لے گیا۔

وہ دونوں اندر پہنچے "ارے تم بھی تو ویسے ہی لگتے ہو" مارٹن نے جھوٹ بولا۔ کیا کرتے رہے ہو تم اتنا عرصہ؟ جب ہم نیویارک میں پہلے پہل آئے تو میں نے اور لیورا نے تمہیں بہت تلاش کیا۔ آہ —— کیا تم جانتے ہو کہ وہ بیچاری ——؟

"ہاں، میں نے اُس کی موت کی خبر اخباروں میں پڑھ لی تھی۔ بُری قسمت۔ اور غرب الہند میں تمہارے شاندار کام کے متعلق بھی میں نے پڑھ لیا تھا —— کہاں ہے یہ جگہ؟ اب تو تم بڑے آدمی ہو گئے ہو۔ طاعون ختم کرنے والے نامی گرامی اور بڑے مشہور و معروف سائنس دان۔ اب تم پرانے دوستوں کو تو یاد رکھو گے؟"

"ارے بے وقوف نہ بنو! تمہیں مل کر تو مجھے بہت ہی —— بہت ہی خوشی ہوئی۔"

"خیر، مجھے خوشی ہے کہ تم میں اکڑ پیدا نہیں ہوئی۔ مارٹ میں نے یہاں آنے سے پہلے سوچ رکھا تھا کہ اگر میں اُس کے پاس گیا اور اُس نے مجھ سے اکڑ کر بات کی تو میں اُسے کھری کھری سنا دوں گا اور اونچی سوسائٹی کی ان خوبصورت عورتوں سے

تعریفیں سُننے کے بعد اُسے مزا آجائے گا میری پھٹکار سُن کر۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس کامیابی کے بعد بھی اپنے ہوش قائم رکھے ہیں۔ میں نے سوچا تمہیں ہُیٹے سے خط لکھوں۔ وہاں میں تیل کی کمپنیوں کے جعلی حصے بیچتا رہا ہوں اور انسپکٹروں سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ آیا ہوں۔ خیر میں نے سوچا تھا کہ اُس بندر کو خط لکھوں۔ اُسے بھی مزا آئے گا یہ جان کر کہ اُس کے اتنے اچھے کام کی شہرت سُن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ مگر تم جانتے ہو ایسی حالت میں کیا ہوتا ہے — آدمی خط لکھنے کا ارادہ کر کے ہی رہ جاتا ہے۔ خیر بہت ہی اچھا ہوا! اب ہمیں ملنے کا زیادہ موقعہ ملا کرے گا۔ میں نے یہاں نیویارک میں ایک آدمی کے ساتھ مل کر تجارت کرنے کی اسکیم بنائی ہے۔ پیارے اس میں بڑی آمدنی ہے۔ کسی روز میں تمہیں لے چلوں گا اور بتاؤں گا کہ ریستوراں میں جا کر اچھے کھانے کا آرڈر کس طرح دیا جاتا ہے۔ خیر یہ تو بتاؤ کہ غرب الہند سے آنے کے بعد تم کیا کرتے رہے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس شاندار انسٹی ٹیوٹ کے بڑے افسر یا صدر بننے کا پلان بنا رہے ہو گے؟

"ارے نہیں۔ مجھے ڈائرکٹر بننے کی خواہش نہیں۔ مجھے تو اپنی لیبارٹری کا کام ہی پسند ہے۔ میں تو — شاید تم "جراثیم خور مادہ" پر میرے کام کو تفصیل سے سننا پسند کرو:"

باتیں کرنے کے لئے ایک موضوع ہاتھ آنے پر مارٹن کو خوشی ہوئی اور اُس نے اپنے سب تجربے بیان کرنے شروع کئے۔

کلف نے اپنے بالوں والے بے ڈول ہاتھ سے اُس کی پیٹھ تھپتھپائی اور چلا کر بولا "ٹھہرو! مجھے ایک خیال سوجھا ہے — تم یہ ابھی شروع کر سکتے ہو۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جنتا میں تمہارے اس جراثیم ...... کیا کہتے ہیں اسے؟ جراثیم خور مادہ؟ خیر جو کچھ بھی ہے — اس کی شہرت ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اب سُنو! تمہیں یاد ہے وہ بدمعاش بنوئی کار جس کا میں نے تم سے میڈیکل سکول کی دعوت میں بطور دوا ساز کے تعارف کرایا تھا۔ کل شام میری اُس سے بہت باتیں ہوئیں۔ وہ ولنگ آئی لینڈ پر ایک "سینی ٹوریم"

چلا رہا ہے۔ پلان اُس کے بہت بڑھیا ہوتے ہیں اور وہ چوری چھپے شراب بیچنے کا دھند
کبھی کرتا ہے۔ وہاں بڑے بڑے لوگ اُس کے پاس جاتے ہیں اور جتنا دارو چاہتے
ہیں لیتے ہیں۔ یہ سب کام بالکل قانونی طریقے سے ہوتا ہے۔ اُن کے پاس شراب لینے
کے لئے ڈاکٹر کے نسخے ہوتے ہیں۔ وہاں اُس جگہ ایسی ایسی دعوتیں ہوتی ہیں اور اُن میں
وہ حسین لونڈیاں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ کیا بتاؤں! یقین مانو اب تمہارے چچا کلف کو
بہت سی بیماریاں لگ گئی ہیں اور ان کا علاج کرانے کے لئے وہ کار صاحب کے "سلیفی
ٹوریم" میں جائیں گے۔ اچھا اب فرض کرو کہ کوئی آدمی ایک نیا علاج دریافت کرتا
ہے ——— اسے تم علاج بذریعہ جراثیم خور کے نام سے پکار لو ——— فکر نہ کرو تمہارا
بچا کلف ایسے بہت سے نام دریافت کر سکتا ہے جس سے بے شمار ڈالر کمائے
جا سکیں۔ مریض بھاپ کی الماری میں بیٹھ کر "جراثیم خور مادہ" کی بنی گولیاں کھایا کریں گے
اور اُن کے دلوں میں طاقت پیدا کرنے کے لئے تھوڑا سا دارو بھی ہوگا۔ بالکل نیا خیال ہے!
ہزاروں کی آمدنی ہوگی اس سے! کیوں کیا خیال ہے تمہارا؟"
مارٹن کی ساری طاقت جیسے کسی نے سلب کر لی ہو۔ "نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔
میں اس تجویز کے حق میں نہیں!"

"کیوں؟"

اصل میں میں ——— ایمانداری کی بات ہے کلف کہ اگر تم نہیں سمجھتے تو مجھے
نہیں معلوم کہ تمہیں 'سائنسی رجحان' کیسے سمجھاؤں تمہیں یاد ہے ——— گاٹلب بھی یہی
کہا کرتا تھا ——— سائنسی رجحان۔ اور چونکہ میں بھی ایک سائنسداں ہوں ——— ویسے
میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا ——— اس لئے میں ایسی تجویز میں شریک نہیں ہو
سکتا ———"

"مگر میرے بچے کیا تمہارے خیال میں میں سائنسی رجحان نہیں سمجھتا؟ ارے
میں بھی تو جیر یپاڑ کے کمرے میں کام کر چکا ہوں! ارے میری جان میرا مطلب یہ تو
نہیں کہ اس کام میں تمہارا نام بھی ساتھ آئے گا! تم تو بس 'بیک گراؤنڈ' میں رہنا

اور ہمیں سب دواؤں کے نسخے بتاتے جانا اور خود "جراثیم خور مادہ" کے لئے اپنی شہرت بناتے رہنا۔ اس طرح سے لوگ آسانی سے پھنسیں گے اور جتنا خطرے والا کام ہوگا وہ ہم خود کر لیں گے؟"

"مگر میرا خیال ہے کلف کہ تم مذاق کر رہے ہو۔ اور اگر نہیں کر رہے ہو تو سنو...... جو کوئی بھی اس قسم کی حرکت کرے گا، میں اس کا پردہ فاش کر کے اسے جیل بھجوا دوں گا۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔"

"خیر اگر تم اسی طرح سے سوچتے ہو تو ——!"

کلف نے اپنی آنکھوں کے گرد چڑھے ہوئے گوشت کی موٹی موٹی تہوں میں سے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ اس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اس بیان پر یقین نہ آ رہا ہو۔

"میرے خیال میں تمہیں یہ حق ہے کہ دوسرے لوگوں کو اپنا مال ہتھیانے سے روکو۔ خیر اچھا مارٹ تمہاری خوشی۔ اگر تمہارے کمزور اور نازک سے ایمان کو چوٹ نہ لگے تو میں کہوں گا کہ تم اس بوڑھے کلف کو اپنے گھر پر ڈنر کے لئے بلا سکتے ہو اور اپنی بیوی جان سے تعارف کرا سکتے ہو جس کا ذکر میں "سوسائٹی میگزینوں" میں پڑھا کرتا ہوں۔ تمہیں شاید یاد ہو اُلو کے کان کہ کسی زمانے میں کھانا کھانے اور سونے کے لئے تم اسی موٹے اور بھدے کلف کے پاس آیا کرتے تھے؟"

"ارے مجھے سب یاد ہے، میں کوئی بھولا تھوڑی ہوں۔ جتنے احسان تم نے مجھ پر کئے ہیں دنیا میں کسی شخص نے بھی نہیں کئے، کسی نے بھی نہیں۔ اچھا بتاؤ تم ٹھہرے کہاں ہو؟ میں اپنی بیوی سے پوچھوں گا کہ اس ہفتے ہمیں کس کس روز باہر جانا ہے اور کل صبح ٹیلیفون پر تم سے بات کر دوں گا۔"

"تو کیا باہر جانے کا ٹائم ٹیبل تمہاری بیگم صاحبہ تیار کرتی ہیں؟ خیر میں کسی کے معاملات میں کیوں ٹانگ اڑاؤں۔ میں بیرنگٹن ہوٹل میں ٹھہرا ہوں، کمرہ نمبر ۶۱۷ —— یاد رکھنا، ۶۱۷ اور کل صبح دس بجے سے پہلے مجھے ٹیلی فون کرنے کی کوشش کرنا۔ اچھا یار یہ دروازے پر تو

تم نے بڑی حسین لونڈیا بٹھا رکھی ہے۔ کیا خیال ہے؟ کیا تم اپنے چچا کلف کو اس کے ساتھ شراب وغیرہ پینے کے لئے باہر بھیج سکتے ہو؟"

انسٹیٹوٹ کے ایک بوڑھے، متین اور سنجیدہ مزاج سائینداں کے انداز میں مارٹن نے جھڑک کر کہا۔ "تم کیا سمجھتے ہو، یہ لڑکی بہت اچھے خاندان کی ہے۔ میں ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا اور نہ ہی تمہیں اس کی اجازت دے سکتا ہوں"۔

آنکھوں کے گرد گوشت کی تہیں چڑھی ہونے کے باوجود کلف نے بڑی تیکھی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

پھر جب کلف نے کہا کہ "تم جاؤ اب کام کرو اور ان جراثیم کی دموں پر نمک چھڑکو"۔ تو مارٹن بڑے اخلاق اور گرمجوشی سے اسے ملاقاتیوں کے کمرے میں لے گیا اور اس لڑکی کے پاس سے حفاظت کے ساتھ گزار کر لفٹ تک چھوڑ آیا۔

کافی دیر تک وہ اپنے دفتر میں بیٹھا سوچتا رہا۔

اس کے ذہن میں کلف کی تصویر ٹیری وکٹ کی تصویر سے ملتی تھی۔ مگر اب اس نے دیکھا کہ کلف ٹیری سے اتنا ہی مختلف ہے جتنا ہولا برڈ سے۔ ٹیری اکھڑ تھا، بد اخلاق تھا۔ بازاری لوگوں کی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ دنیا کی نفیس اور دلفریب چیزوں سے نفرت کرتا تھا اور نفیس و خوش اخلاق لوگوں کو اس نے ناراض کیا تھا۔ مگر اس تند مزاجی کے ساتھ ساتھ اسے اپنے کام سے ایسی عقیدت تھی کہ کسی سنت، مہاتما اور صوفی کو کیا ہو گی۔ مگر کلف ——— اگر میں اس شخص کو قتل کر ڈالوں تو یہ دنیا پر بہت بڑا احسان ہوگا۔" مارٹن اپنے آپ ہی جھلا اٹھا۔ "علاج بذریعہ جراثیم خور...... ان چوروں کے بیچ تو رہتا ہوں، میں نے اسے برداشت کر لیا کیونکہ میں بزدل ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ وہ لوگوں سے کہتا پھرے کہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد میں اپنے پرانے دوستوں کو بھول گیا ہوں۔ (کامیابی! ہونہہ ——— بے دلی سے کام کرنا ——— بیراہتمام ڈنر...... بیوقوف قسم کی عورتوں سے گفتگو ...... اس بات پر جھلاہٹ کہ برگیزی ڈنویر نے ہمیں اپنے ڈنر کا دعوت نامہ نہیں بھیجا۔ کیا اسی کا نام کامیابی ہے!) نہیں میں کلف کو ٹیلیفون

کر دوں گا کہ ہم اُسے اپنے گھر پر نہیں بُلا سکتے۔"

پھر اُسے وہ زمانہ یاد آنے لگا جب مصیبت کے دنوں میں کلف ہر طرح سے اُس کی مدد کیا کرتا تھا، جب وہ اُس کے ہر غم میں برابر کا شریک ہوا کرتا تھا۔

"جراثیم خور مادہ کے بارے میں وہ میرے جذبات کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ یہ بھی ویسی ہی سکیمیں بنا رہا ہے جیسی بڑی بڑی دواسازی کی فرمیں بناتی ہیں ان فرموں کے کام کا انحصار بھی تو دھوکے پر ہوتا ہے تو مجھے اُس کی باتیں اتنی بُری کیوں لگیں؟ کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ اُس نے دولتمند ڈاکٹر ایروسمتھ کی سماجی حیثیت نہیں پہچانی؟"

اُس نے ارادہ بدل لیا۔ اس کے بعد گھر جا کر بڑی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اُس نے جوائس کو کلف کے بارے میں بتا دیا اور بڑے حیلوں سے یہ بھی تجویز کیا کہ اُسے ڈنر پر مدعو کرنا چاہیئے جس میں باہر کا اور کوئی آدمی نہ ہو۔

جوائس بولی۔ "مارٹ، میری جان، کیا تم نے مجھے ایسی ہی نک چڑھی اور مغرور سمجھ لیا ہے کہ میں کرختداروں کی چٹ پٹی زبان سُن کر بُرا مانوں گی اور سکار دبار میں چالبازیاں اور بے ایمانیاں کرنے والے کو دیکھ کر بُرا مانوں گی۔ رد گیہ کے دادا بھی ایسے ہی دھندے کیا کرتے تھے۔ کیا تمہارے خیال میں میں نے کبھی ڈرائنگ روم سے نکل کر باہر کی دُنیا میں قدم نہیں رکھا؟ میرے خیال میں تم نے مجھے عیش و آرام کی زندگی چھوڑ کر اور کچھ کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے! تمہارا یہ دوست کلف کلاس ضرور دلچسپ آدمی ہو گا۔ میں ضرور اس سے ملوں گی۔"

جس دن مارٹن نے اُسے دعوت کی تاریخ بتائی اُس سے اگلے روز کلف نے جوائس کو ٹیلی فون کیا۔

"کیا مسز ایروسمتھ بول رہی ہیں؟ میں بوڑھا کلف ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے میں سمجھی نہیں۔"

"کلف! بوڑھا کلف!"

افسوس کہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ...... شاید ٹیلیفون کچھ خراب ہے۔"

"میں مسٹر کلاسن ہوں جو آپ کے ہاں کھانا کھانے آرہا ہے ——"

"اچھا، اچھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں پہلے سُن نہ سکی۔"

"اچھا دیکھئے کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ صرف گھریلو کھانا ہوگا یا پُر تکلف دعوت ہوگی؟ مطلب یہ کہ میں اپنے سادہ سے کپڑے پہن کر آؤں یا باقاعدہ پر تکلف لباس زیب تن کروں، پونچھوں والا کوٹ، پتلون، نکٹائی اور اس طرح کی سب چیزیں!"

"میں —— آپ کہنا چاہتے ہیں —— اچھا آپ پوچھنا چاہتے ہیں کہ باقاعدہ ڈنر کا لباس ہو؟ میری رائے میں تو ہونا ہی چاہیئے۔"

"بہت خوب! میں بالکل دُلھا کی طرح سج دھج کر آؤں گا۔ ہیروں کے بنے ایسے خوبصورت بٹن پہن کر آؤں گا کہ کبھی آپ نے دیکھے بھی نہ ہوں گے۔ خیر مارٹن کی مسز سے بات کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اچھا خدا حافظ جب تک ہم پھر نہیں ملتے۔"

جب مارٹن گھر آیا تو جوائس اُس سے کہنے لگی۔ "میری جان، مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ یہ آدمی تو بالکل پاگل ہے۔ ڈیر، واقعی تم اُس کی خاطر تواضع کرنا، میں تو سونے کے لئے چلی جاؤں گی۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ تم دونوں کو میری ضرورت بھی نہ ہوگی —— تم تو اپنے پُرانے دنوں کی باتیں کرو گے۔ اور اس حالت میں جبکہ بچہ ہونے والا ہے مجھے جلدی سو جانا چاہیئے۔"

"ارے نہیں جوائس، کلف بہت بُرا مانے گا۔ اس نے میرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے ہیں —— اور تم ہمیشہ مجھ سے میرے پُرانے دنوں کے متعلق پوچھا کرتی ہو۔ کیا تم نہیں سُننا چاہتی میرے کالج کے دنوں کی باتیں؟"

"اچھا پیارے، میں اُس کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آنے کی کوشش کروں گی مگر بتائے دیتی ہوں کہ مجھے کامیابی نہیں ہوگی۔"

اُنھوں نے فرض کر لیا تھا کہ کلف شور مچائے گا، بہت زیادہ پی لے گا اور جوائس کی پیٹھ پر بار بار بدتہذیبی سے ہاتھ مارے گا۔ مگر جب وہ ڈنر کے لئے وہاں پہنچا تو وہ تکلیف دہ حد تک مہذب اور بااخلاق تھا —— شراب پینے کے بعد البتہ اُس

پر کھوکھلا سا نشہ طاری ہو گیا۔ باتوں باتوں میں جب مارٹن کے منہ سے نکلا "لعنت ہو" تو کلف نے اُسے جھڑکا: "خیر میں تو ہوں ہی گنوار مگر اس شہزادیوں جیسی خاتون کے سامنے تمہیں تو گالیاں نہیں بکنا چاہییں"۔

پھر: "مجھے خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ یہ اُجڈ سا لونڈا مارٹ ایک پری سے شادی کرے گا"۔

پھر: "میرے خیال میں اس ڈائننگ روم کو سجانے میں کچھ زیادہ خرچ تو نہیں آیا ہو گا۔ میرا مطلب ہے بہت زیادہ نہیں آ سکتا"۔

پھر: "ارے شمپین؟ تم یقیناً اس غریب سے کلف کی عزت افزائی کر رہے ہو! اعلیٰ حضرت، اپنے ملازم سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے سیکریٹری کو ہدایت دے کہ وہ میرے سیکریٹری کو اس دوکاندار کا ایڈریس لکھا دے جہاں سے یہ شراب آئی ہے۔ کیا کیجئے گا یہ کام؟"

شراب پیتے ہوئے حالانکہ اُس نے بالکل شریفوں جیسی زبان میں گفتگو کی مگر اپنی جعلسازی اور فریب کاری کے کارہائے نمایاں کی داستانیں وہ پھر بھی سُناتا رہا۔ اُس نے بتایا کہ کس طرح اُس نے تیل کے کنوئیں بیچے جن میں تیل نہیں تھا اور پھر قانون کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی فرار ہو گیا۔ مختلف کلبوں کا ممبر بن گیا تاکہ اُن کے ممبروں کو اپنی جعلی کمپنی کے حصص بیچ سکے۔ سینی ٹوریم بنانے کے لئے ایک بڑھیا کھوسٹ کو پھنسانے میں ڈاکٹر بینوئی کار کی مدد کی اور اُس سے وعدہ کر لیا کہ وہ روحانی طریقوں سے اُس کی بیماریوں کا علاج کریں گے۔

اس دوران میں جوائس بالکل خاموش رہی وہ بڑی شائستگی اور اخلاق سے اُن کے پاس بیٹھی تھی اور یہ حد سے زیادہ شائستگی انھیں بے حد کھل رہی تھی۔

مارٹن نے اُن دونوں میں رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ایک ایسے آدمی کی مدافعت کرنا نہیں جانتا تھا جو اپنی مکاریوں کو نہ صرف خود ہی بے نقاب کر رہا ہو بلکہ ان پر فخر بھی کر رہا ہو۔ مگر جب کلف نے گاٹلب پر پھبتی کسنے کی غلطی سرزد کی تو اُسے بے حد طیش آیا۔

"تم بتا رہے تھے کہ بڈھے گاٹلب پر آجکل بُرے دن آئے ہیں؟"

"ہاں وہ آجکل بیمار ہے۔"

"ہائے بیچارہ۔ مگر میرا خیال ہے کہ تمہیں اب تک معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آدمی کا شاگرد ہونے میں تم نے کتنی غلطی کی۔ سچ کہتا ہوں بیگم ایرو سمتھ یہ لڑکا چچا گاٹلب کو افلاطون سمجھتا تھا ــــــــ میری اس بازاری زبان پر معاف فرمایئے گا!"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" مارٹن بولا۔

"ارے میں گاٹلب کی حقیقت سے خوب واقف ہوں۔ یہ بات تو یقیناً تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں کہ وہ ہمیشہ اپنا ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا۔ ساری یونیورسٹی کو وہ بتاتا رہتا تھا کہ وہ کیسا منجھا ہوا اور سمجھدار سائینسداں ہے تاکہ دُنیا اُس کا چرچا کرتی رہے۔ وہ پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں پر بھی کیچڑ اچھالتا رہتا تھا تاکہ اپنی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹ سکے۔ مگر سب سے بڑی اعتراض کے قابل بات تو یہ ہے ــــــ سان ڈیگو میں مجھے ایک شخص ملا جو دس نے میک میں نباتیات کا اُستاد رہ چکا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ اپنی دا اینٹی باڈی کی تحقیق کے سلسلے میں اُس نے کہیں بھی اس شخص کا حوالہ نہیں دیا جس نے ...... وہ کوئی روسی تھا جس نے اس سلسلے میں بہت سا کام کیا تھا۔ چچا گاٹلب نے اُس کا سارا کام چُرا لیا اور پھر اُس کا نام بھی نہیں لیا!"

گاٹلب پر لگائے گئے اس الزام میں تھوڑی سی اصلیت بھی۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کا مُرشد بعض معاملات میں بہت ہی تنگ دل واقع ہوا تھا۔ مگر اس وجہ سے کلف کی بات پر اُسے اور بھی طیش آیا اور غصے کے اس عالم میں اُس کی مٹھیاں بار بار بند ہوتی اور کھُلتی رہیں۔

تین سال پہلے اگر ایسی بات ہوئی ہوتی تو وہ طیش میں آکر کچھ نہ کچھ اُٹھا کر کلف کے سر پر دے مارتا مگر اب اُس میں صبر و تحمل کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ جوائس کی تربیت نے اُسے ناخوشگوار بات کو خاموشی سے برداشت کرنا سکھا دیا تھا۔ اس لئے کلف کی بات سن کر اُس نے فقط اتنا ہی کہا "نہیں کلف، میرا خیال ہے تم غلطی پر ہو۔ اینٹی

ماڈسی، کے کام میں گاٹلب سب سے بڑھ گیا ہے۔"

ڈرائنگ روم میں ابھی کافی اور شراب کا دور شروع نہیں ہوا تھا کہ جوائس نے التجا کے لہجے میں کہا "مسٹر کلاسن اگر میں سونے کے لئے چلی جاؤں تو آپ بُرا تو نہ مانیں گے۔ آپ سے مل کر مجھے واقعی بہت خوشی ہوئی ہے، سب سے پُرانے دوست جو ہوئے آپ میرے خاوند کے۔ مگر میری طبیعت آج کل ٹھیک نہیں ہے اور مجھے زیادہ دیر تک نہیں جاگنا چاہیئے۔"

"مادام مجھے بھی آپ کا چہرہ زرد نظر آرہا ہے۔"

"اچھا! تو خُدا حافظ۔"

ڈرائنگ روم میں رکھی بڑی بڑی کرسیوں پر مارٹن اور کلف اطمینان سے بیٹھ گئے اور مدّت کے بعد ملنے والے یارانِ قدیم کا پارٹ ادا کرنے کی کوشش کرنے لگے مگر اُن کی نظریں آپس میں چار نہ ہو رہی تھیں۔

کلف نے تھوڑی سی گالیاں دے کر جی خوش کر لیا اور دو چار فحش کہانیاں سُنا کے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ وہی ہے اور اُس کا مہذب ہونا صرف جوائس کو خوش کرنے کے لئے تھا۔ اس کے بعد وہ برس پڑا۔

"ہوں، تو یہ ٹھاٹ ہیں۔ خیر یہ تو میں جان گیا تھا کہ آپ کی بیگم صاحب کو میں بھا نہیں، اُس کی دوستی اور شائستگی میں بڑی سرد مہری تھی۔ مگر قسم ہے مجھے بالکل بُرا نہیں لگا۔ وہ اُمید سے ہے اور ایسے وقت میں تمام عورتیں خبطی ہو جاتی ہیں۔ مگر ——"

اُس نے ایک لمبا سانس لیا، ایک فلسفی کے سے انداز میں اُس کی طرف دیکھا اور برانڈی کا پانچواں پیالہ چڑھا گیا۔

"مگر یہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی —— اتنا اور بتائے دوں کہ میں تمہاری بیگم صاحب پر نکتہ چینی نہیں کر رہا۔ میں نے جیسی اُس کی تعریف سُن رکھی تھی اُسے ویسا ہی پایا۔ مگر یہ بات میں نہیں سمجھ سکا کہ لیورا کے ساتھ رہنے کے بعد، جو صحیح معنوں میں انسانیت کا مجسمہ تھی، تم جوائس جیسی مغرور اور نک چڑھی عورت کے ساتھ کیسے

گذرہ کرتے ہو!"

پھر مارٹن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔
ٹیری کے جانے کے بعد سے لے کر وہ کوئی کام نہیں کر سکا تھا اور اس کا غم اسے
کھائے جا رہا تھا۔ اس کا غصہ اُس نے غیر شعوری طور پر کلف پر اُتارا۔
"دیکھو کلف، میں بالکل نہیں چاہتا کہ میری بیوی پر تم کوئی رائے زنی کرو۔
مجھے افسوس ہے کہ اُسے دیکھ کر تمہارا جی خوش نہیں ہوا۔ مگر میرا خیال ہے کہ اس
معاملے میں ـــــــ"

کلف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے پاؤں میں تھوڑی سی لغزش تھی مگر اُس کی آواز
اور اُس کی آنکھوں سے دلیری اور اعتماد مترشح ہو رہے تھے۔
"بہت اچھا۔ میں جان گیا تھا کہ تم مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھو گے۔ کیونکہ میں
نے کسی امیر عورت سے شادی نہیں کر رکھی جو میری جیب گرم رکھا کرے۔ میں تو سیدھا
سادہ سا آدمی ہوں۔ میں تو اس جگہ پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہوں۔ میں تو اتنا شائستہ
بھی نہیں ہوں کہ اس محل میں بٹلر بن سکوں ..... لیکن تم یقیناً اس قابل ہو ـــــ بہت
اچھا۔ خدا تمہیں کامیابی دے۔ جاؤ جہنم میں میرے نوجوان دوست!"

مارٹن اُسے باہر تک چھوڑنے نہیں گیا۔
اکیلا بیٹھا ہوا وہ بڑبڑاتا رہا جیسے بڑے ذہنی کرب میں مبتلا ہو۔ "شکر ہے
خدا کا یہ مصیبت بھی ختم ہوئی!"

اُس نے اپنے آپ کو سمجھا لیا کہ کلف ایک بدمعاش بے وقوف اور فضول سا
آدمی ہے، ایک نک چڑھا سنکی جس میں دانائی اور سمجھداری کا نام و نشان نہیں، ایک
شرابی جس کے کردار میں کوئی کشش اور جاذبیت نہیں اور ایک ایسا کمی جو اپنی خود پسندی
کی تسکین کے لئے سخاوت کرتا ہے۔ مگر یہ باتیں چاہے کتنی بھی صحیح ہوں وہ اُن
حقائق سے آنکھیں نہیں چرا سکتا تھا، جنھیں کلف صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اپنی
اکھڑ اور ناشائستہ سی زبان میں بیان کر گیا تھا۔

وہ کلف کو چاہتا تھا اور ہمیشہ چاہتا رہے گا۔ مگر وہ کبھی اُس کی صورت نہیں دیکھے گا، کبھی نہیں دیکھے گا۔ اس موٹے سے بدمعاش کی بدتمیزی تو دیکھو کہ گاٹلب کی ہنسی اڑاتا ہے۔ کیسا اُجڈ آدمی ہے! آدمی کی زندگی اتنی مختصر ہوتی ہے کہ ــــــ

"مگر لعنت بھیجو اُس پر ــــــ ہاں، کلف اگرچہ بیس آدمی ہے تو میں نے بھی تو سینٹ ہبرٹ میں پلیگ کے اعداد و شمار میں گڑبڑ کر کے مکاری کی ــــــ اور میں تو اُس کے مقابلے میں زیادہ بڑا بدمعاش ثابت ہوا کیونکہ میں نے اپنی مکاری پر داد بھی وصول کی۔"

وہ اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا جوائس کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اپنے بڑے سے پلنگ پر لیٹی پیٹر دِ ملے کی کتاب پڑھ رہی تھی۔

"ڈارلنگ، یہ تو بہت بڑی مصیبت تھی، کیوں ہے کہ نہیں؟" وہ بولی "کیا وہ چلا گیا؟"

"ہاں .... وہ چلا گیا .... میں نے اپنے بہترین دوست کو نکال دیا ــــــ ہاں نکالنا ہی تو ہوتا ہے یہ۔ میں نے اُسے یہ بات محسوس کرا دی کہ وہ نکما اور آوارہ گرد آدمی ہے۔ اگر میں اُسے قتل کر دیتا تو یہ اُس کے ساتھ بہتر سلوک ہوتا۔ لیکن کیا تم اُس کے ساتھ سیدھی سادھی خوش مزاجی سے بات نہیں کر سکتی تھیں؟ تم اپنے مصنوعی اخلاق سے اُس کے ساتھ ملیں کہ وہ بیچارہ گھبرا گیا اور عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنا اُجڈ وہ ہے اُس سے بھی زیادہ گنوار دکھائی دینے لگا۔ وہ ان لوگوں سے زیادہ بے ایمان تو نہیں ہے ــــــ ان خبیث سُود خوروں سے جو اپنی بدمعاشیوں پر جھوٹے اخلاق کا پردہ ڈالتے ہیں .... ہائے بیچارہ! شرطیہ کہتا ہوں اس وقت بارش میں کلف سڑکوں پر گھوم رہا ہوگا اور دل میں کہتا ہوگا جس آدمی کو میں نے اتنا چاہا، جس کے لئے میں نے اتنا کچھ کیا، اب وہ ــــــ اب وہی میرے خلاف ہو گیا ہے۔ کیونکہ اب اُس کے پاس خوبصورت بیوی ہے۔ دُنیا میں کسی کے ساتھ بھلائی کرنے کا کیا فائدہ؟ وہ ضرور یہی سوچتا ہوگا! ....

کیا تم اپنا یہ جھوٹا ادراکڑفوں والا طریقہ چھوڑ کر سیدھے سادے ڈھنگ سے اُس سے نہیں مل سکتی تھیں ؟"

"ادھر دیکھو! تم بھی اُسے میری ہی طرح ناپسند کرتے تھے اس لئے ہم یہ الزام اپنے سر لینے کو تیار نہیں! تمہاری راہ اب اُس سے الگ ہو گئی ہے۔ تم جو حقیقت حقیقت چلاتے رہتے ہو کیا تم اب حقیقت سے آنکھیں چار نہیں کر سکتے؟ کم از کم یہ غلطی تو میری نہیں ہے۔ جنابِ عالی اگر آپ کو یاد ہو تو عرض کر دوں کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہم آج شام بالکل اُس کے سامنے ہی نہ آؤں۔"

"ارے ــــ ہاں ــــ کہا تو تھا ــــ مگر ــــ اچھا خیر جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔"

"میری جان میں سمجھتی ہوں کہ تمہارے جذبات کیا ہیں مگر جو کچھ ہوا اچھا ہوا، اب بھول جاؤ اس بات کو! اچھا سونے جا رہے ہو تو مجھے پیار تو دیتے جاؤ!"

"مگر" ــــ مارٹن نے اپنے آپ سے کہا جب وہ سیاہ رنگ کا سنہری تاروں کے اتھ دھوں والا ڈریسنگ گاؤن پہنے بیٹھا تھا جسے جوالس نے اُس کے لئے پیرس سے خریدا تھا اور جسے پہن کر وہ اپنے آپ کو ننگا محسوس کر رہا تھا ــــ "مگر جوالس کی جگہ لیورا ہوتی تو ــــ لیورا جان جاتی کہ کلف بدمعاش آدمی ہے اور وہ اس حقیقت کو قبول کر لیتی (ہوں حقیقت سے آنکھیں چار نہیں کر سکتے! کیا بیوقوفی ہے) وہ یوں جج کی طرح فیصلہ کرنے تو نہ بیٹھ جاتی وہ یہ کبھی نہ کہتی "یہ آدمی مجھ سے مختلف ہے، اسلئے میرے خیال میں یہ اچھا آدمی نہیں ہے۔" بلکہ وہ تو یہ کہتی۔ یہ آدمی مجھ سے مختلف ہے اس لئے دلچسپ معلوم ہوتا ہے، ہاں لیورا یقیناً یہی کہتی ــــ"

اُس کے ذہن میں لیورا کی ایک خوفناک تصویر اُبھری ــــ پینرتھ ہلز پر باغ میں مٹی کے ڈھیر کے نیچے پڑی ہوئی بے کفن لاش۔

اس تصویر کو اپنے دماغ سے نکال کر وہ پھر بڑبڑانے لگا بولو کیا کہا تھا کلف نے؟ تم اُس کے خاوند کھوڑی ہو ــــ تم تو بٹلر ہو۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا وہ۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جس سے میں ملنا چاہوں اُس سے میں مل نہیں سکتا۔ میں اپنے آپ کو اتنا

چالاک سمجھتا ہوں مگر میں نے اپنے آپ کو جوائس اور ہولا برڈ کا غلام بنا لیا ہے؟
حالانکہ اُس نے کئی بار ارادہ کیا مگر اس کے بعد وہ کلف کلاس کو ملنے نہ جا سکا۔

(۲)

جوائس اور مارٹن دونوں کے دادا کا نام اتفاق سے ایک ہی تھا ــــــ
جون ــــــ اور اس لئے انھوں نے اپنے لڑکے کا نام بھی جون ایرورسمتھ رکھا۔ وہ نہیں جانتے تھے مگر پچھلے زمانے میں بھی جون ایرو سمتھ نام کا ایک ملاح تھا جس نے ہسپانوی جنگی بیڑے کی مہم کے دوران میں پانچ بہادر اور جانباز سرداروں کے ساتھ موت کو لبیک کہی تھی۔

بچے کی پیدائش کے وقت جوائس کو بے حد تکلیف ہوئی اور مارٹن کی پرانی محبت اُس کے ساتھ پھر جاگ اُٹھی (آخر اس پتلی دُبلی، تیز طرار لڑکی کے لئے مارٹن کے دل میں رحم و پیار کا جذبہ تو تھا ہی) درد سے تڑپتی ہوئی جوائس کو جب بے ڈھنگے پن سے اس تکلیف دہ اور توہین آمیز کرسی پر لٹا یا گیا تو وہ بولی "موت کا کھیل برج سے زیادہ دلچسپ ہے ــــــ یہاں مدد کے لئے کوئی ساتھی نہیں ہوتا!" حواس کو معطل کرنے والا انجکشن لگانے سے پہلے مارے درد کے اُس کے چہرے کا رنگ نیلا ہو گیا تھا۔

جون ایرو سمتھ پیدائش کے وقت دس پاونڈ کا تندرست و توانا بچہ تھا۔ ہاتھ پاؤں نکالنے کے بعد وہ بڑا ہنس مکھ اور خوش مزاج لگتا تھا۔ جوائس اُس کی پرستش کرتی تھی اور مارٹن اُس سے خوف کھاتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ چھوٹا نواب بھی جو دولت و امارت کے آگے ہتھیار ڈال دینے کا نتیجہ ہے ایک روز بڑے آدمی کی طرح اُس پر رحم کھائے گا۔

بچے کی پیدائش کے تین ماہ بعد جوائس اُٹھی بھرتی اور تیزی سے نئے نئے لباس اور

ٹوپیاں خریدنے، دعوتیں دینے اور اپنا حلقۂ احباب وسیع کرنے میں مصروف تھی۔

(۳)

جوائس سائنسدانوں کی بہت عزت کرتی تھی مگر سائنس کی باتیں اُس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ مارٹن سے وہ اکثر کہا کرتی کہ وہ اُسے اپنا کام سمجھائے مگر جب وہ نہایت جوش و خروش سے میز پوش پر اُنگلیوں سے لکیریں کھینچ کھینچ کر سمجھانا شروع کرتا تو وہ بڑے دلفریب انداز میں ٹوک دیتی: "ڈارلنگ —— معاف کرنا —— بس ایک سیکنڈ —— ارے بنڈر! الماری میں وشبری، کی کوئی بوتل رکھی ہے یا سب ختم ہو گئیں؟"

جب وہ واپس آتی تو حالانکہ اُس کی آنکھوں میں شفقت کی جھلک ہوتی مگر جب تک مارٹن کا جوش و خروش ختم ہو چکا ہوتا۔

وہ اُس کی لیبارٹری میں جاتی، وہاں پڑی ہوئی بوتلیں اور نلیاں دیکھتی اور بڑی منت سے اُسے سمجھانے کے لئے کہتی —— مگر (لیورا کی طرح) وہ گھنٹوں بیٹھ کر خاموشی سے اُسے دیکھا نہ کرتی۔

لیبارٹری میں غلطیاں کرتے کرتے ایک روز اُسے ایک نیا راستہ سوجھا۔ غلطی سے اُسے معلوم ہو گیا کہ "جراثیم خور مادہ" کا جراثیمی نوع کے کیڑوں کی تبدیلی پر کیا اثر ہوتا ہے —— یہ اُس کی زندگی کے بہت خوبصورت اور بہت ہی نازک لمحے تھے اور کئی مہینوں کی تربیت اور سر کھپانے کے بعد جب وہ ایک مہذب شہری، اچھا خاوند، برج کا تیز کھلاڑی اور ایک نکما سائنسداں ہو چکا تھا تو اُس پر پھر پہلے کی طرح دیوانگی طاری ہونے لگی۔

اُس کا دل چاہنے لگا کہ وہ رات رات بھر کام کیا کرے۔ انسٹی ٹیوٹ میں گزارے ہوئے بے کیف دنوں میں اُسے شام کے پانچ بجے کے بعد لیبارٹری میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اور جوائس بھی اُسے ہر شام اپنے پہلو میں دیکھنے کی عادی ہو چکی

تھی۔ اب اُس میں ملاقات کے وعدوں کو نظر انداز کرنے کی، سائینس کے متعلق سوال کرنے والے خوش مذاق مہمانوں کو روکھا سا جواب دینے کی اور جوائس اور بچے کو قطعاً بھول جانے کی ناخوشگوار سی عادت پیدا ہو گئی تھی۔

جوائس سے اُس نے کہا "مجھے شام کو کام کرنا ہوتا ہے! جب میں کوئی بڑا تجربہ کرتا ہوں تو باقاعدگی سے شام کو تمہارے پاس نہیں آسکتا اور نہ ہی اطمینان سے تمہارے پاس بیٹھ سکتا ہوں۔ ایسے موقعوں پر میری طبیعت سخت بے چین ہوتی ہے۔ میری حالت وہی ہوتی ہے جیسی بچہ پیدا ہونے کے وقت تمہاری تھی!"

"میں جانتی ہوں مگر ــــ ڈارلنگ جب تم اس طرح کام کرتے ہو تو اتنے پریشان دکھائی دیتے ہو۔ قسم ہے مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ تم وعدے کے مطابق کسی دعوت پر نہیں جاتے ــــ خیر خواہش تو میری یہی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو، مگر میں جانتی ہوں کہ اس پر میرا تمہارا بس نہیں۔ مگر جب تم اتنے پریشان حال اور اُکھڑے اُکھڑے سے دکھائی دیتے ہو تو اُس وقت مجھے بڑی فکر ہونے لگتی ہے۔ میں تمہارے بھلے کے لئے کہہ رہی ہوں۔ مگر میرے پاس بھی کچھ ہے! اچھا ٹھہرو ذرا انتظار کرو، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں بھی کیسی سائینسداں ہوں! نہیں، میں نہیں بتاؤں گی ــــ ابھی نہیں!"

جوائس کے پاس دولت بھی تھی اور قوت وہمت بھی۔ ایک ہفتہ بعد ڈنر کے بعد وہ جوشِ مسرت سے چہرہ سرخ کئے بڑے بانکپن سے اُسے کہنے لگی "آؤ آج میں تمہیں ایک عجیب سی چیز دکھاؤں!"

وہ اُسے اپنے مکان کے پچھواڑے گیراج کے اوپر والے خالی کمروں میں لے گئی۔ گزشتہ ہفتہ میں اُس نے سائینسی کا سامان مہیا کرنے والے ایک شاندار ادارے سے تقریباً بیس کے قریب کارکن بلا کر اُس کے لئے جراثیمیاتی کام کرنے کی ایک ایسی اعلیٰ لیبارٹری تیار کی تھی کہ مارٹن نے کبھی دیکھی بھی نہ ہو ــــ سفید ٹائلوں کا فرش، اور چینی کاری سے آراستہ اینٹ کی دیواریں، برف کا بکس، جراثیم پیدا کرنے کی مشین، شیشے کا سامان، جراثیم کی شناخت کے لئے رنگ کا مسالہ، خوردبین، اعلیٰ قسم کا یکساں حرارت والا حمام ــــ اور رسٹر

اور راکفیلر جیسے اداروں میں تربیت شدہ ایک ٹیکنیکل ماہر۔ جس نے ڈاکٹر ایرد سمتھ کی دن رات خدمت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

"یہ دیکھو ہوالس چھپائی۔" اب اگر تمہیں شام کے وقت ضروری ہی کام کرنا ہو تو لبرٹی سٹریٹ تک جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم ڈزر پر بیٹھے بیٹھے اکتا جاؤ ــــ تو کوئی بات نہیں! تم۔ یہاں آکر جب تک چاہو کام کر سکتے ہو ــــ کیوں میری جان ٹھیک ہے یہ انتظام؟ کیا میں نے ٹھیک کیا ہے؟ میں نے اتنی محنت کی ہے اس پر ــــ بہترین آدمی حاصل کئے میں نے اسے تیار کرنے کے لئے ــــ"

اپنے ہونٹ اُسکے ہونٹوں پر رکھ کر وہ بڑبڑایا۔ "یہ سب کچھ میرے لئے کیلیے! اور پھر ایسا انکسار!......... اب مجھے رات گئے تک گھر سے باہر رہنے کی ضرورت نہیں!"

اُس نے بڑے اصرار سے کہا کہ لیبارٹری میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو وہ بتلائے۔ اس اصرار میں ایک طرح کے غرور کی جھلک بھی تھی اُسے حلیمی اور عاجزی کی نایاب مسرت بخشنے کے لئے مارٹن نے کہا کہ لیبارٹری میں مرکز گریز مشین کی کمی ہے۔

"ارے، تو پھر یہ تماشہ بھی دیکھو!" وہ فخر سے سینہ پھلا کر بولی۔

دو روز بعد جب وہ شام کو تھیٹر دیکھ کر واپس آئے تو وہ اُسے نئی لیبارٹری کے نیچے سیمنٹ کے فرش والے گیراج میں لے گئی اور وہاں ایک کونے میں ایک پُرانی مگر اعلےٰ درجے کی مرکز گریز مشین لیبارٹری میں لگائے جانے کے لئے رکھی تھی ــــ یہ اعلےٰ درجے کی مشین برکلے۔ سانڈرس کمپنی کا شاہکار تھی اور حقیقت میں وہی چیز تھی جسکے میگرک سے نکل جانے کی خوشی میں مارٹن اور ٹیری نے شراب کے کئی جام چڑھائے تھے اس بار احساس تشکر کا اظہار اُس کے لئے بہت مشکل ہو گیا مگر مارٹن نے بیحد کوشش سے یہ بھی کر دکھایا۔

(۴)

اقتصادیات اور علم و ادب میں دخل رکھنے والے اور بڑی بڑی چمکتی کاروں میں سفر کرنے والے جوائس کے دونوں حلقہ ہائے احباب میں یہ افواہ گشت کرنے لگی کہ اُن کی اکتائی ہوئی دنیا کو ایک نیا شغل ہاتھ آنے والا ہے ـــــ مارٹن کی لیباریٹری میں جاکر اُسے کام کرتے ہوئے دیکھنا۔ وہ لوگ خاموشی کے ساتھ بڑے مؤدب طریقے سے اُسے دیکھتے۔ جوائس ہلکی سی سرگوشی کبھی کبھی اس خاموشی کو توڑتی! "ہائے اپنے پیارے جراثیم کے ساتھ کام کرتا ہوا یہ کیسا باوقار دکھائی دیتا ہے!" یا پھر کبھی کبھی لاتھم آئرلینڈ یہ کہہ کر اُن میں ہلچل پیدا کر دیتا کہ سائنسدانوں میں حسِ ظرافت بالکل نہیں ہوتی یا پھر ساسی ڈی لامبرے اپنا مضحکہ خیز ساگیت شروع کر دیتا۔

جارجیا سے آئے ہوئے جوائس کے چچازاد بھائی نے چہک کر کہا: "ان چھوٹے چھوٹے برتنوں کو رکھ کر کام کرتا ہوا مارٹن بہت ہی ہوشیار اور ذہین لگتا ہے۔ لیکن اگر میں اُس کے منہ پر صاف صاف کہہ دوں کہ اُس میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ وہ چرچ نہیں جاتا تو یہ سُن کر وہ آگ بگولا ہو جائے!"

مارٹن نے یہ بات سُنی اَن سُنی کر دی، وہ اپنے کام پر توجہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ لوگ ہفتے میں صرف ایک بار ہی اُس کی لیباریٹری پر "ہلّہ بولتے"۔ اُس جیسے مستقل مزاج آدمی کے کام میں اس ذرا سے ہنگامے سے خلل پیدا نہیں ہوتا تھا ـــــ مگر اُس کے دل کو دھڑکا ضرور لگا رہتا کہ وہ لوگ آ رہے ہوں گے۔

جب اُس نے سنجیدہ اور متین لہجے میں جوائس کو یہ سب سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بولی "ہائے، کیا آج شام ہم لوگ تمہارے کام میں مخل ہوئے؟ مگر وہ لوگ تو تمہیں بہت سراہتے ہیں!"

"خیر" اُس نے جواب میں کہا اور سونے کے لئے چلا گیا۔

(۵)

نیویارک کا مشہور معروف وکیل آر-اے۔ ہاپ برن ایڈ سمتھ لینیلن کے بنگلے سے کار میں بیٹھ کر جب واپس گھر جا رہا تھا تو اُس نے مُنہ بنا کر خفگی کے انداز میں اپنی بیوی سے کہا۔

"مجھے اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی میزبان اپنے مہمان کو پاگل سمجھ کر اُس پر شراب کا گلاس دے مارے مگر یہ بات مجھے بالکل نہیں بھاتی کہ آپ مہمان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوں تو اس کی باتوں پر اکتاہٹ کا اظہار کیا کریں۔ چاہے وہ کیسی ہی بیوقوفی کی باتیں کیوں نہ کرے آخر وہ مہمان ہے........ تمہاری رائے میں جوائس نے کیوں اس بھوندو سے شادی کر لی ؟"

"بھئی میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔"

"میری سمجھ میں ایک وجہ آتی ہے کہ جوائس ضرور ———"

"اب خدا کے واسطے گندگی مت اُچھالو!"

"خیر جو کچھ بھی ہے ——— اُسے کئی اچھے خاصے تہذیب یافتہ اور ذہین لڑکے مل سکتے تھے ——— اور ذہین سے میری مُراد ہے اصل معنوں میں ذہین۔ یہ ایڈ سمتھ جرائم کے بارے میں چاہے بہت کچھ جانتا ہو مگر ادب اور موسیقی کے سلسلے میں تو یہ بالکل جاہل واقع ہوا ہے....... میں کوئی فضول سی نکتہ چینی نہیں کر رہا مگر اتنی بات جانتا ہوں کہ ہمیں ایسی جگہ جانے کی ضرورت نہیں جہاں میزبان آپ کو غلط ثابت کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہو........ ہائے بیچارہ، مجھے واقعی اس پر افسوس آ رہا ہے۔ اسے تو شاید یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آیا وہ اکھڑپن سے بات کر رہا ہے یا تہذیب سے؟"

"ایسی بات تو نہیں مگر مجھے روڈگر کی یاد سے بہت تکلیف ہوتی ہے ——— کتنا خوش

مزاج اور رہن سہن مکھ تھا وہ شخص، واقعی ہیرا تھا وہ ـــ اور یہ آدمی تو بالکل جنگلی معلوم ہوتا ہے۔ عقل اور تہذیب سے اُس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں ـــ خدا جانے جوالس کو اس میں کیا بات نظر آئی! اس میں شک نہیں کہ اسکی آنکھیں بڑی خوبصورت ہیں اور ہاتھ بھی بڑے مضبوط ہیں۔

(۶)

جوالس کی مصروفیت سے وہ سخت پریشان تھا۔ اُسکی سمجھ میں یہ بھی نہ آتا تھا کہ وہ کس کام میں مصروف رہتی ہے۔ گھر کی دیکھ بھال کے لئے ایک بہت ہی اعلیٰ منتظم تھا۔ خانساماں بھی بہت بڑھیا تھا اور بچے کے لئے دو مامائیں تھیں۔ مگر وہ ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ اس کے دل میں اطمینان سے بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی ہمیشہ حسرت ہی رہے گی۔

ٹیری نے ایک بار جب اُسے "منتظم" کا خطاب دیا تو مارٹن بُرا مان گیا تھا، مگر اب جب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو اُس نے فریاد کی: "یا خدا رحم، یہ ضرور 'منتظم' صاحبہ کا ٹیلی فون ہے ـــ اب یہ چاہتی ہیں کہ میں کسی ـــ عالی دماغ مُرغی کے ہاں چائے پینے جاؤں۔"

جب اُس نے سمجھانے کی کوشش کی کہ اُسے ان دنوں اللہ ودری کے کاموں سے آزاد رہنا چاہئیے تو وہ کہنے لگی "کیا تم ایسے ہی بودے سے کمزور دماغ کے آدمی ہو کہ ذمہ داری سے بھاگ کر ہی اپنا کام توجہ سے کر سکتے ہو۔ تم ایسے بڑے لوگوں سے خوف کیوں کھاتے ہو جو بڑے کام بھی کر سکتے ہیں اور اس کے ساتھ تفریح کے لئے بھی وقت نکال سکتے ہیں؟"

یہ بات سن کر قریب تھا کہ وہ گالیوں پر اُتر آئے، خاص طور پر جوالس کے مُنہ سے بڑے آدمیوں کی یہ تعریف سُن کر اُسے بہت ہی طیش آیا۔ اور جب غیض و غضب کی حالت میں وہ عامیانہ اور بازاری زبان میں بولنے لگا تو جوالس نے بوڑھی مہارانی کا سا انداز اختیار کر لیا یہاں تک کہ اُسے محسوس ہونے لگا کہ وہ ایک گستاخ اور زبان دراز ملازم سے زیادہ

حیثیت نہیں رکھتا۔ اس پر وہ اور بھی زیادہ عامیانہ اور بازاری آدمیوں کی طرح بولتا چلا گیا۔
اس واقعے کے بعد مارٹن اُس سے کچھ ڈرنے لگا۔ وہ عالم تصور میں لیو کے پاس پہنچ جاتا اور پھر وہ دونوں ڈرے ہوئے بچوں کی طرح خاموش اور پُر سکون کونوں میں دبک کر ایک دوسرے کو دلاسا دیا کرتے۔

مگر اکثر اوقات جوائس اُس کے پاس بیٹھی دل لگی اور کھیل تماشے کی نئی نئی راہیں تلاش کیا کرتی تاکہ اُس کے لئے کوئی نیا دل بہلاوا ڈھونڈ کر اُسے حیرت میں ڈال سکے۔ وہ بیٹھا ننھے جون کو کھیلتے ہوئے دیکھا کرتا۔ جون کی محبت اُن دونوں کو ایک دوسرے کے زیادہ قریب لے گئی تھی۔

موسم سرما کے آغاز میں جب وہ بڑی خانِ ووکٹ سے بچے کو پندرہ روز کے لئے جنوبی امریکہ لے گئی تو مارٹن "آرامگاہ طیور" میں ایک ہفتہ ٹیری کے پاس گزارنے کے لئے چلا گیا۔

اُس نے دیکھا کہ کئی مہینے تک تنہا کام کرنے کے بعد ٹیری کچھ تھکا ہوا، شکستہ دل اور چڑچڑا سا ہو گیا ہے۔ اپنی رہائش کے لئے ایک جھونپڑی تعمیر کرنے کے علاوہ اُس نے لیبارٹری کے لئے بھی ایک جھونپڑی بنا لی تھی اور ایک بے ہنگم سا اصطبل بھی تیار کر لیا تھا جہاں وہ لمف کی تیاری کے لئے گھوڑے رکھتا۔ پہلے کی طرح ٹیری نے مارٹن سے ملتے ہی اپنی تحقیق کے متعلق کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ شام ہو گئی اور وہ اپنے کیبن کے بھونڈے سے آتشدان کے پاس آ بیٹھے۔ اس آتشدان کے پاس لکڑی کی پٹیوں کو کاٹ کر بنائی ہوئی کرسیاں رکھی تھیں اور اُن پر بارہ سنگا کی کھال کو بطور گدّوں کے بچھایا گیا تھا۔ اُس وقت جب دونوں ان کرسیوں پر بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے تو مارٹن نے ٹیری کو دل کی بات بتانے پر مائل کیا۔

ٹیری کا بہت سا وقت تو گھر کے کام کاج اور لمف کی تیاری میں صرف ہو جاتا تھا کیونکہ لمف سے ہی اُس کے اخراجات چلتے تھے۔ "اگر تم میرا ساتھ دیتے تو میں ضرور ٹھوس کام کر لیتا!" ٹیری نے کہا۔

مگر اس کے باوجود کونین کے مشتق پر ٹیری کی تحقیق خاصی آگے بڑھی تھی اور میگرگ چھوڑنے کا اُسے بالکل افسوس نہیں تھا۔ بندروں کے ساتھ تجربہ کرنا اُسے بالکل ناممکن معلوم ہوا کیونکہ ایک تو بندر مہنگے بہت تھے اور دوسرے اُن کے کمزور و نازک جسم ورمونٹ کی سردی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے بندروں کی بجائے اُس نے ایسے چوہوں کو استعمال کرنے کا طریقہ اختیار کیا تھا جو نمونیہ کے جراثیم کا شکار تھے ——

"سلم! لیکن تمہیں یہ سب کچھ بتلانے سے کیا فائدہ؟ تمہیں تو اس سے دلچسپی ہی نہیں ہے، اگر ہوتی تو تم میرے پاس ہوتے۔ تم نے میرے مقابلے میں جوائس کو انتخاب کیا۔ بہت اچھا، جیسی تمہاری خوشی، مگر تم دونوں چیزیں تو حاصل نہیں کر سکتے!"

اس گلے اور شکوے کے جواب میں مارٹن برہم ہو کر بولا "ڈکٹ، مجھے بہت افسوس ہے کہ میں نے تمہارے معاملات میں دخل دیا!" اور یہ کہہ کر وہ غصے کی حالت میں اُٹھ کر جھونپڑی کا دروازہ دھڑ سے بند کر کے باہر نکل گیا۔ باہر برف پڑ رہی تھی اور رات کے اندھیرے کی سیاہ چادر تنی ہوئی تھی۔ اس برفباری میں وہ لڑکھڑاتا، درختوں سے ٹکراتا، درد و کرب سے تڑپتا، افسردہ اور بوجھل دل کے ساتھ چل رہا تھا۔ یہ لمحات اُس کی ناکامی و نامرادی کا اعلان کر رہے تھے۔

"میں نے اب ٹیری کو بھی کھو دیا (حالانکہ میں اس کی بدتمیزی برداشت نہیں کر سکتا) میں نے سب کچھ گنوا دیا، سب کو کھو دیا۔ اور جوائس کی رفاقت تو مجھے کبھی حاصل ہی نہیں تھی۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔ یہ لوگ اب مجھے کبھی کام نہیں کرنے دیں گے!"

پھر اچانک بغیر کسی دلیل اور بحث کے اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہتھیار نہیں ڈالے گا۔ اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا وہ پھر کیبن کی طرف آیا، آندھی کی طرح اندر داخل ہو گیا اور فرطِ جوش میں چلا کر کہنے لگا "ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے بیوقوف!" مارٹن کی طرح ٹیری کا دل بھی رقت سے بھر آیا، دونوں کی آنکھیں نمناک تھیں۔ ایک دوسرے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے وہ ایک ساتھ بولے۔" کیا بے وقوفوں کی جوڑی ہے، تھک جانے کے باعث ہم ایک دوسرے سے اُلجھ رہے ہیں!"

مارٹن نے قسم کھائی: "میں انسٹی ٹیوٹ سے چھ ماہ کی چھٹی لے لوں گا اور جوائس کے ٹھہرنے کا یہاں قریب ہی کسی ہوٹل میں انتظام کر دوں گا، یا پھر اور کوئی ترکیب لڑاؤں گا۔ ارے واہ! زندگی کا اصل کام پھر سے شروع ہو جائے گا...... اصل کام!...... اچھا بتاؤ، جب میں یہاں آؤں گا تو کیا تمہارے خیال میں ہمیں ——"

وہ صبح تک باتیں کرتے رہے۔

باب چالیسواں

ڈاکٹر ریلٹن ہولابرڈ اور اُس کی بیوی نہ صرف جوائس اور مارٹن کو ہی ڈنر کے بلایا تھا۔ دعوت کے وقت ہولابرڈ کی شائستگی اور خوش خلقی اپنے عروج پر تھی۔ اُس نے جوائس کے گلے میں پڑی موتیوں کی مالا کو موزوں الفاظ میں سراہا اور جب کھانا میز پر چن دیا گیا تو وہ بڑے خلوص و محبت کا اظہار کرتے ہوئے مارٹن سے کہنے لگا: "اب تم اور جوائس میری بات کو غور سے سنو۔ بہت سی تبدیلیاں ہو رہی ہیں، مارٹن، اور میں چاہتا ہوں —— نہیں بلکہ سائنس کا یہ تقاضا ہے کہ تم ان سرگرمیوں میں اپنے شایانِ شان حصہ لو۔ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت میں جو باتیں کر رہا ہوں ان کی اہمیت راز کی سی ہے۔ .... ڈاکٹر ٹبز اور اُسکی کلچرل اداروں کی لیگ۔ بڑی شاندار کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ کرنل مینگس نے غیر معمولی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔

اُنھوں نے لیگ کے کام کو اسی طرح مکمل طور پر اور آہستہ آہستہ کیا جسطرح کہ تم اور ہمارے محبوب گاٹلب صاحب کرنا چاہتے ہیں۔ جلد بازی میں قدم اُٹھانے کی بجائے پچھلے چار سال اُنھوں نے بڑی محنت سے پلان بنانے میں صرف کئے ہیں۔ مجھے اتفاق سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر ٹبز اور لیگ کے دوسرے لوگوں نے اخبارات کے ایڈیٹروں، کالجوں کے پرنسپلوں، سمجھدار اور معقول قسم کے مزدور لیڈروں، کام کی رفتار بڑھانے

والے ماہروں پبلیسٹی اور پراپیگنڈا کرنے والے لوگوں، وزیروں، کلب میں جانے والی عورتوں اور پبلک میں اس طرح کا دفاعی کام کرنے والے دوسرے لوگوں کے ساتھ بڑے مفید مشورے کئے ہیں۔

انھوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ایسے نقشے تیار کئے ہیں جن میں ہر طرح کے دفاعی کاموں کی تفصیل دی گئی ہے۔ ایسے ہر کام کا طریقۂ کار بتایا گیا ہے، ساتھ ہی مطلوبہ ساز و سامان کی تفصیل بھی دی گئی ہے اور ہر کام کے مقاصد بیان کئے گئے ہیں، خاص طور پر اخلاقی مقاصد بھی بتائے گئے ہیں۔ واقعی بہت شاندار کام ہے یہ۔ مثال کے طور پر اس طرح کے نقشے کو دیکھنے سے ایک سنگیت کار یا ایک انجینیر صحیح طور پر جان سکے گا کہ آیا اس عمر میں اس نے اپنے کام کے اندر تسلی بخش ترقی کی ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو اس میں کیا کمزوریاں ہیں اور ان کا علاج کیا ہے۔ اس بنیاد پر لیگ اپنا کام کرے گی اور سب طرح کا دفاعی کام کرنے والوں کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائیگی۔

"میگرس انسٹی ٹیوٹ کو بھی اس کام میں ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ میں اس کام کو خیالات کے میدان میں آدمی کی ایک بہت بڑی ترقی سمجھتا ہوں۔ ہم سب امریکہ میں کئے جانے والے روحانی و ذہنی کاموں کو، ابتری و افراتفری سے نکال کر امریکی 'آئیڈیل' کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں۔ ہم انھیں اتنا ہی جامع بنادیں گے جتنا کہ حساب کتاب کا رجسٹر ہوتا ہے مجھے امید ہے کہ میں راس میگرس اور مینگن کو راضی کرلوں گا کہ اس کام میں وہ ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ اب ایسا ممکن ہے کیونکہ اب تجارتی لکڑی کے کاروبار میں میگرس اور مینگو کا ایک دوسرے سے مقابلہ نہیں رہا۔ کلچرل اداروں کی لیگ میں ٹبنز کی مدد کرنے کی خاطر میں شاید انسٹی ٹیوٹ چھوڑ کر چلا جاؤں۔ تب ہمیں میگرس میں ایک ایسے ڈائرکٹر کی ضرورت ہوگی جو سائینس کو انسان کی خدمت کے لئے اندھیری گپھاؤں سے باہر نکال آئے!"

مارٹن لیگ کے متعلق سب کچھ سمجھ گیا تھا سوائے اس بات کے کہ "لیگ" کرنا کیا چاہتی ہے۔

ہولابرڈ بولتا چلا گیا۔

"مارٹن میں جانتا ہوں کہ تم نے اب تک ایسے عملی کاموں کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے مگر مجھے تم پر اعتماد ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم دکٹ کے بہت زیادہ زیراثر رہے ہو اور اب جبکہ وہ چلا گیا ہے اور تم نے زندگی کے اور رنگ بھی دیکھ لئے ہیں، جوائس کے حلقے سے بھی متعارف ہو چکے ہو اور میرے احباب سے بھی ملے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اب میں تمہیں زندگی میں ایک وسیع نقطۂ نظر پیدا کرنے پر مائل کر سکتا ہوں تاہم اس کے لئے لیبارٹری کے جان توڑ کام سے کسی صورت میں بھی بے توجہی نہیں ہوگی۔

مجھے ایک اسسٹنٹ ڈائرکٹر نامزد کرنے کا اختیار ہے اور میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہی میرے بعد ڈائرکٹر کا عہدہ سنبھالے گا۔ خود تمہیں یہ جگہ لینی چاہتا ہے اور ڈاکٹر اسمتھ اور یی او بھی اس کے لئے بے قرار ہوں گے مگر ان میں سے کوئی بھی ہماری کسوٹی پر پورا نہیں اترتا اور میں یہ عہدہ تمہیں پیش کرتا ہوں! مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ سال دو سال میں تم میکگرک انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر بن جاؤ گے!"

فرطِ جوش سے ہولابرڈ کا سر اونچا ہو گیا جیسے وہ کوئی شاہی انعام تقسیم کر رہا ہو۔ مسز ہولابرڈ اس انہماک اور تعظیم کے انداز میں گفتگو سن رہی تھی جیسے یہ کوئی تاریخی اہمیت کا موقعہ ہو۔ اور جوائس اپنے خاوند کو یہ اعزاز ملتا دیکھ کر وجد کی حالت میں تھی۔

مارٹن ہکلایا "م۔ م۔ م۔ مجھے سوچنے دیجئے۔ کچھ خلافِ اُمیدی بات ہے ——"

اس گفتگو کے بعد ہولابرڈ کی طبیعت ساری شام ایسی مسرور رہی کہ وہ خوشی سے پھولا پڑتا تھا۔ چشمِ تصور سے وہ ایسا زمانہ دیکھنے میں لگی تھا جب دنیائے سائینس پر وہ ٹبز اور مارٹن کے ساتھ مل کر حکومت کرے گا اور کپڑوں کی تراش خراش سے لے کر شاعری تک سب کے اصول و قواعد مقرر کئے جائیں گے۔ اپنے جاہ و جلال کے خیالی مناظر میں وہ ایسا مست ہوا کہ اُسے مارٹن کی خاموشی بھی بُری نہ معلوم ہوئی۔ مہمانوں کو رخصت کرتے وقت وہ چہکا "جوائس سے مشورہ کر لینا اور کل مجھے اپنا فیصلہ بتا دینا۔ اچھا مجھے یاد آگیا میرا خیال ہے ہم پرل روبنس کی چھٹی کر دیں گے۔ کام تو وہ بہت کرتی رہی ہے مگر اب اپنے آپ کو وہ بہت ہی بڑا سمجھنے لگی ہے خیر یہ تو ملازمتی دفتر کی بات ہوئی۔......

قسم سے کہتا ہوں مارٹن مجھے تم پر بڑی اُمیدیں ہیں! تم اب سیانے ہو گئے ہو، تمہارے مزاج میں ٹھہراؤ بھی پیدا ہو گیا ہے اور گذشتہ سال تم نے اپنی دلچسپیوں کا دائرہ بھی وسیع کیا ہے!"

اُس متحرک کمرے میں جہاں پردے لٹک رہے تھے، جو برقی روشنی سے منور تھا اور جسے وہ اپنی کار کہتے تھے بیٹھے ہوئے جوائس جھک کر اُس سے بولی: "مارٹ، کیسی بڑھیا تجویز ہے! اور میرا خیال ہے ریلٹن یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ذرا سوچو اس بڑی سی انسٹی ٹیوٹ کے تم ڈائرکٹر ہو جاؤ گے تو کیسا لگے گا۔ ابھی کچھ ہی سال ہوئے تم نے معمولی حیثیت میں یہاں کام شروع کیا تھا۔ مگر اس ترقی میں میں نے بھی تو تھوڑی سی مدد کی ہے۔ کیوں ہے نا؟"

اچانک مارٹن کو کار کی سیٹ پر لگی نیلے اور سنہری رنگ کی مخمل سے نفرت ہو گئی، اور سگرٹ رکھنے والا سنہری ڈبہ بھی بُرا معلوم ہونے لگا۔ اُس کا دل چاہا کہ وہ اس مخملی اور سنہری قفس سے نکل کر بھاگ جائے۔ اُسے وہ جگہ آگ کی بھٹی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ شوفر کے پاس اگلی سیٹ پر جا بیٹھے (جو اُس کی اپنی طرح کا ہی آدمی تھا) اور وہاں بیٹھ کر وہ سردی کی شدّت کا مقابلہ کرے۔ اُس نے چہرے کا انداز یوں بنا لیا جیسے گہری سوچ میں ہو مگر در حقیقت یہ اُس کی بزدلی تھی۔ وہ اُمیدوں اور آرزوں کو ذبح کرنے سے چکچا رہا تھا۔ اسی بزدلی کے باعث اُس نے آہستہ آہستہ چھری چلانی شروع کی۔

"کیا واقعی تم مجھے ڈائرکٹر کی کرسی پر دیکھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، ہاں، کیوں نہیں! او ڈائرکٹر — ہائے تم جانتے تو ہو میں صرف اس شان و شوکت کی خواہشمند نہیں، بلکہ میرے لئے تو کشش کی بات یہ ہے کہ تمہیں اچھے کام کرنے کے اختیارات مل جائیں گے!"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں خط املا کراتا رہوں، لوگوں کو انٹرویو دیتا رہوں، کاغذ اور پنسلیں خرید نے میں وقت گنواتا رہوں، ثمتاز اور اہم قسم کے بے وقوف لوگوں کے ساتھ لنچ کھایا کروں اور جو آدمیوں کے کام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا انھیں فضول سے مشورے دیا کروں؟"

"ہائے اللہ اتنی شان مت دکھاؤ! آخر کسی نہ کسی کو تو یہ کام کرنے ہی پڑتے ہیں اور
پھر ایسے کاموں پر تو تمہارے وقت کا بہت تھوڑا سا حصہ صرف ہوگا۔ ذرا سوچو کہ تمہیں کسی
ایسے نوجوان کی ہمت افزائی کرنے کا کیا اچھا موقع ملا ہے جو سائنس کے میدان میں کوئی
بڑا کام کرنا چاہتا ہے؟"

"اور اپنا کام کرنے کا موقع کھو دوں؟"

"کیوں یہ کیسے؟ تم اسی طرح اپنے محکمے کے افسر ہو گئے۔ اور اگر فرض کیا تم نے
خود سائنس کا کام چھوڑ بھی دیا —— ہائے تم کتنے ضدی ہو! یہ سب تنگ نظری
کا نتیجہ ہے۔ چونکہ تم نے ایک چھوٹا سا دماغی کام شروع کیا ہے اس لئے سمجھتے ہو کہ دنیا
میں اور کوئی کام کرنے کے قابل ہے ہی نہیں۔ میں نے پہلے بھی تمہیں سمجھانے کی کوشش کی
تھی کہ اگر تم ہفتے میں ایک آدھ بار ذلیل سی بدبودار لیبارٹری میں سے نکل کر اپنی ذہانت
کو گالف کے کھیل پر صرف کر دو گے تو دنیا میں سائنس کے کام بند نہیں ہو جائیں گے۔
تم اپنے دماغ کو تو کبھی کھلا چھوڑتے ہی نہیں، ہر وقت اسے تالے میں بند رکھتے ہو۔ تم
بالکل ان تاجروں کی طرح ہو جنہیں اپنے بینکوں اور اپنی فیکٹریوں کے علاوہ دنیا میں
اور کچھ نظر ہی نہیں آتا!"

"تو کیا تم واقعی یہ چاہتی ہو کہ میں اپنا کام چھوڑ کر ——"

اسے محسوس ہوا کہ اس قدر اشتیاق، ذوق و شوق اور شائستگی و محبت کے باوجود
اس کی بیوی بالکل نہیں سمجھ سکی کہ وہ زندگی میں کرنا کیا چاہتا ہے اور نہ اسے یہ پتہ ہے
کہ کس طرح گاٹلب ڈائرکٹر بننے کی وجہ سے ہی ختم ہو گیا تھا۔

وہ پھر خاموش ہو گیا اور گھر پہنچنے سے پہلے وہ صرف اتنا ہی بولی "تم جانتے ہو
کہ روپے پیسے کا میں نے کبھی ذکر نہیں کیا ہمیشہ تم ہی کہا کرتے ہو کہ بیوی کا دستِ نگر ہونے
سے تمہیں نفرت ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ڈائرکٹر بننے کے بعد تمہاری آمدنی اتنی زیادہ
ہو جائے گی کہ —— اچھا معاف کر دو میں یہ بات کہنا نہیں چاہتی!"

وہ بھاگ کر اپنے عالیشان محل میں داخل ہو گئی اور خود کار لفٹ سے اوپر گئی

منزل پر اپنی خوابگاہ میں پہنچ گئی۔

"وہ پاؤں گھسیٹتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا، ساتھ ہی وہ بڑبڑا بھی رہا تھا: "ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے کہ یہاں کے اخراجات میں اپنا حصّہ ڈالنے کا مجھے یہ پہلا موقعہ ملا ہے۔ کیوں نہیں! میں روپیہ لے لینے کے لئے تو ہمیشہ تیار رہتا ہوں مگر بدلے میں کچھ نہیں کرتا اور پھر اسے سائنس کی خدمت کہتا ہوں۔ خیر مجھے ابھی فیصلہ کرنا ہوگا ـــــــ"

فیصلے پر پہنچنے کے لئے اُسے کسی اضطراب یا بے چینی کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ اُس کے دل میں کوئی طوفان نہیں اُٹھا، کوئی آندھی نہیں آئی۔ بڑے سکون واطمینان سے اُس نے فیصلہ کر لیا پھر وہ بڑے مضبوط قدموں سے جوائس کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کا ہلکا اور خوشنما رنگ جس سے اس کے مکین کا گھمنڈ اور غرور جھلکتا تھا اُسے بہت بُرا لگا۔ اُسے صوفے پر پریشان سی حالت میں بیٹھے دیکھ کر مارٹن کے قدم رُک سے گئے۔ مگر اس کے باوجود اُس نے بڑے غیض وغضب کے لہجے میں اپنا فیصلہ سُنا دیا جیسے بھوکا شیر شکار پر جھپٹ رہا ہو۔

"میں یہ سب کرنے کے لئے تیار نہیں چاہے، مجھے انسٹی ٹیوٹ ہی کیوں نہ چھوڑنی پڑے ـــــ اور ہولابرڈ مجھے انسٹی ٹیوٹ سے نکلنے پر مجبور کر دے گا۔ لوگوں کو حکم دینے کی اس جھوٹی اور بناوٹی شان کے نیچے ہیں، اپنے کام کو دفن نہیں کر سکتا اور ـــــــ"

"مارٹ! سنو! کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہارا بیٹا بڑا ہو کر تم پر فخر کرے؟"

"ہیں؟ نہیں، اگر اُسے اسی بات پر فخر کرنا ہے کہ اُس کا باپ کیسا مغرور، اکڑباز اور فضول قسم کے دفتری کام کرنے والا تھا تو میں یہ نہیں چاہتا ـــــــ"

"خدا کے واسطے اِتنے اُجڈ اور بازاری نہ بنو۔"

"کیوں نہ بنوں؟ اصل بات یہ ہے کہ میں پچھلے دنوں ضرورت سے بہت کم اُجڈ اور بازاری رہا ہوں۔ مجھے اب فوراً ٹیری کے ساتھ کام شروع کر دینا چاہیئے۔"

"کاش کہ میں تمہیں دکھا سکتی کہ ـــــ اُف، بطور سائنسداں تم کتنے زیادہ بھلے سمجھے ہو! کاش کہ میں تمہیں بتا سکتی کہ یہ کتنی فضول سی بات ہے جنگل! سادہ زندگی! وہی پُرانی دلیل۔ یہ ایسی فضول اور بزدلانہ بات ہے جو دُنیا کے کاموں سے تھکے ہوئے تنگ چڑھے

لوگ دیا کرتے ہیں جو کسی ویرانے میں دبک کر جا بیٹھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ زندگی پر فتح پانے کے لئے طاقت حاصل کر رہے ہیں مگر اصل میں وہ زندگی سے فرار حاصل کرتے ہیں۔"

"نہیں یہ بات بالکل نہیں۔ ٹیری نے اپنی جگہ وہاں اس لئے بنائی ہے کیونکہ وہاں اخراجات کم ہیں۔ اگر ہم —— اگر وہ اتنے اخراجات برداشت کر سکتا تو وہ یہاں شہر میں ہی اپنی لیبارٹری بناتا، اُس کے پاس بھی میکگرک کی طرح نوکر ہوتے، مگر ڈائرکٹر ہولا برڈ کی طرح نہیں، خدا کی قسم —— اور ڈائرکٹر ایروسمتھ کی طرح نہیں!"

"مگر وہ صرف گالیاں بکنے والا، بدتمیز، مطلب پرست ڈائرکٹر ٹیری وکٹ ہوتا!"

"اب خدا کی قسم مجھے یہ بتانے دو ——"

"مارٹن، کیا اپنی دلیل کو مضبوط کرنے کے لئے تمہیں ہر فقرے میں 'خدا کی قسم' کہنے کی ضرورت ہے یا تمہارے سائنسی الفاظ کے عالیشان ذخیرے میں اظہارِ بیان کے کچھ اور طریقے بھی ہیں؟"

"خیر، میرے پاس یہ کہنے کے لئے کافی الفاظ ہیں کہ میں ٹیری کے پاس جا کر رہنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"دیکھو مارٹ، تمہارے خیال میں کیا نیک اور سچا بننے کا یہی طریقہ ہے کہ آدمی گھر بار چھوڑ دے، معمولی سے کپڑے پہن لے اور سوانگ سا رچا لے؟ فرض کرو ہر آدمی اسی طرح سوچنا شروع کر دے —— فرض کرو جب بھی کسی آدمی کی روح میں کانٹا چبھنا شروع ہوا اور وہ اپنے بیوی بچے کو چھوڑ کر چلا جائے تو دنیا کا کیا بنے گا؟ اگر فرض کیا میں غریب ہوتی اور تم مجھے چھوڑ کر چلے جاتے اور مجھے لوگوں کے برتن صاف کر کے جون کو پالنا پڑتا۔"

"تمہارے لئے تو اتنا برا نہ ہوتا مگر بیچارے برتنوں کی شامت آتی! اگر خطا معاف ہو تو میں کہوں کہ یہ غلط ہے۔ میری بات کا تمہارے پاس یہی جواب ہو سکتا ہے مگر —— میرا خیال ہے کہ اسی دلیل نے صدیوں تک آدمی کو کھانے، سونے اور خرما برداری کرنے کی مشین بنائے رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں بہت کم آدمی بقول تمہارے نیک اور سچا بننے کے لئے نرم گدیلوں کو چھوڑ کر جھونپڑی میں رہنے کے لئے جاتے ہیں، اور ہم جیسے رستہ

دکھانے والے ـــــ مگر یہ بحث تو کبھی ختم نہ ہوگی! تم مجھے جو چاہو ثابت کر سکتی ہو۔ایک بہادر سپاہی بھی کہہ سکتی ہو، بے وقوف بھی اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر چلا جانے والا بزدل بھی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے اب سوچ لیا ہے کہ مجھے جانا چاہیئے! میں اپنی کام کرنے کی آزادی چاہتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے لئے مجھے زیادہ شور مچانے کی ضرورت نہیں تم نے میرے ساتھ بہت فیاضی برتی ہے۔ میں تمہارا مشکور رہوں۔ مگر تم میری کبھی نہیں ہوئیں۔اچھا خدا حافظ۔"

"ڈارلنگ، ڈارلنگ ـــــ ہم صبح اس مسئلے پر بات کریں گے، جب تمہارا غصہ اتر جائے گا........ اور ایک گھنٹہ پہلے مجھے تم پر کتنا فخر تھا!"

"بہت اچھا۔ گڈ نائٹ۔"

مگر صبح ہونے سے پہلے ہی اس نے دو سوٹ کیس لئے اور ایک تھیلے میں اپنے سب سے معمولی کپڑے ڈالے، جوائس کے لئے ایک نرم و گرم سا رقعہ لکھا (زندگی میں اس نے ایسے سخت اور سنگدلانہ الفاظ کبھی نہ لکھے تھے) اپنے لڑکے کا بوسہ لیا اور اس کے کان میں یہ کہہ کر وہاں سے نکل گیا "ننھے میاں جب بڑے ہو جاؤ تو اپنے باپ کے پاس آجانا!" گھر سے نکل کر وہ ایک سستے سے ہوٹل میں جا ٹھہرا۔ وہاں جب وہ گھٹیا سی لوہے کی چارپائی پر دراز ہوا تو اسے بیوی بچے کا پیار یاد آنے لگا۔ دوپہر سے پہلے وہ اٹھی یونٹ جلد پہنچا! استعفیٰ لکھا اور لیبارٹری میں پڑا اپنا ذاتی سازو سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔ جوائس کا ایک ٹیلیفون بھی آیا مگر اس نے سننے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ ورمونٹ جانے والی گاڑی میں سوار ہونے کے لئے سٹیشن کی طرف بھاگا۔

دن کو چلنے والی اس گاڑی میں بڑی بھیڑ تھی۔ جب مارٹن، وہی مارٹن جو ابھی کل تک چمکتی ہوئی آرام دہ ذاتی کار میں سوار ہوا کرتا تھا، مسافروں کے انبوہ میں پھنسا ہوا اپنی سیٹ پر بیٹھا تھا تو اس بات پر مسرور تھا کہ اب ڈنر پارٹیوں میں اپنے آپ کو قابل قبول بنانے کی مشقت سے اسے چھٹکارا مل گیا ہے۔

وہ برف پر چلنے والی بن پہیوں کی رکشا پر سوار ہو کر "آرام گاہ طیور" پہنچا۔

ٹیری برف تلی کیچڑ میں کھڑا لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔

"ہیلو، ٹیری۔ میں آ گیا تمہارے پاس۔"

"ارے واہ سلم۔ اچھا دیکھو، اندر بہت سی دھونے والی پلیٹیں رکھی ہیں!"

(۲)

وہ آرام وہ زندگی کا عادی ہو چکا تھا۔ اُس شدت کی سردی میں جھونپڑی کے اندر کپڑے تبدیل کرنا اُس کے لئے بڑا عذاب تھا۔ نرم نرم سی برف پر تین تین گھنٹے تک چلنے سے وہ تھک کر چور ہو جاتا۔ مگر چوبیس چوبیس گھنٹے کام کرنے کی آزادی حاصل کرنے کی خوشی، تجربے کو سب سے مزیدار مرحلے پر چھوڑ کر ڈنر کی دعوتوں میں جانے سے نجات حاصل کرنے کی مسرت اور ٹیری کے ساتھ شرابیوں کی مانند طرح طرح کے موضوعات پر بحث کرنے کے سرور نے اُسے وہاں رہنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ وہ محسوس کرتا کہ وہ دن بدن مضبوط اور سخت جان ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اکثر سوچتا کہ جوائس کو تھوڑی سی رعایت دے دینی چاہیئے مگر صرف اس حد تک کہ وہ اُن کے لئے ایک بہتر لیبارٹری اور معقول قسم کی رہائش گاہ تعمیر کرے۔ وہاں صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ ۲ دو ملازم ہوں اور نہانے کے لئے ایک اچھا سا غسل خانہ ہو۔

جوائس نے اُسے لکھا تھا: "تم نے میرے ساتھ بالکل جانوروں کا سا برتاؤ کیا ہے اور اگر ہماری صلح ہو گئی ممکن ہے، جس کی مجھے بہت کم اُمید ہے تو اس لئے پہل تمہاری طرف سے ہونی چاہیئے۔"

اُس نے اپنے جواب میں سردی کا ذکر کیا اور جنگل کا حسن بیان کیا مگر خط میں "صلح" کا لفظ کہیں نہیں لکھا۔

(۳)

وہ کونین کے مشتقات کے عمل کی صحیح میکانیت کا مزید مطالعہ کرنا چاہتے تھے مگر ٹیری نے بندروں کی بجائے چوہے استعمال کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا تھا اُس کے ساتھ یہ مطالعہ بہت مشکل کام تھا، کیونکہ چوہے کا جسم بندر کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ مارٹن اپنے ساتھ ایسے جراثیم کے مادے لایا تھا جن سے خرگوش کو پسلی کا نمونیہ ہو جاتا ہے اور پہلے انھوں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش شروع کی کہ آیا اُن کا اصل مرکب اس جرثومے اور نمونیہ کے جرثومے کو مارنے میں مؤثر ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اُنھوں نے تجربے سے معلوم کیا کہ مؤثر نہیں ہو سکتا اور پھر وہ ایک ایسے مرکب کی آن تھک اور پیچیدہ تحقیق میں مصروف ہو گئے جو کہ مؤثر ہو سکتا ہو۔

اپنے اخراجات کے لئے وہ لمف تیار کرتے جسے وہ بہت ہچکچاتے ہوئے ایسے ڈاکٹروں کو بیچ دیتے جن کی ایمانداری اور نیک نیتی کا اُنھیں یقین ہوتا۔ اسے وہ دوا فروشوں کو فروخت کرنے سے انکار کر دیتے۔ اس طرح اُنھوں نے غیر متوقع طور پر بہت سادہ پیہ بنا لیا اور چلتے پرزے اور چالاک قسم کے لوگ سمجھتے کہ یہ دو سائنسداں اتنے سمجھدار اور سیانے ہیں کہ ان میں خلوص کا ہونا ممکن نہیں۔

مارٹن کو کلفِ کلاسن سے بداخلاقی و سرد مہری سے پیش آنے کا خیال آنے پر اسی طرح تکلیف ہوتی جس طرح جوائس سے بے وفائی کا سوچ کر اُس کی روح میں کانٹے سے چبھتے تھے۔ مگر ایسے خیال اُسے اُسی وقت ستاتے جب نیند نہ آ رہی ہو۔ راتوں کے وقت جوائس اور وہ سچا اور ایماندار کلفِ لعن طعن کرنے کے لئے "آرامگاہِ طیور" میں اُس کے پاس آ دھمکتے مگر بڑی باقاعدگی سے چھ بجے کے قریب گوشت بھونتے ہوئے وہ اُنھیں فراموش کر دیتا۔

ہولابرڈ کے طعن و تشنیع اور پند و نصائح سے نجات حاصل کرنے کے بعد ٹیری جیب جنگلی اور گنوار آدمی بھی ایک خوشگوار ساتھی بن گیا تھا۔ وہ مارٹن کو ہمیشہ جھونپڑی کا سب سے آرام دہ گوشہ سونے کے لئے دیتا کیونکہ اُس کے لئے سب جگہیں برابر تھیں اور جب تک مارٹن سردی اور جسمانی مشقت کا عادی نہیں ہو گیا ٹیری اُس کے حصّے کا بھی بہت سا کام کرتا رہا۔ وہ لکڑیاں کاٹتا، دوسرے چھوٹے موٹے کام سمیٹتا اور خوشی خوشی اپنے اور مارٹن کے کپڑے بھی دھوتا۔

اپنے فہم و ادراک سے اُس نے سمجھ لیا تھا کہ اگر سال کے بارہ مہینے اُن دونوں نے بغیر کسی اور ساتھی کے یہاں اکیلے گزار دیئے تو وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کیا کریں گے۔ اُس نے مارٹن کے ساتھ منصوبہ بنایا کہ لیبارٹری کی سکیم کو توسیع دی جائے اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گمنام سے محقق سائینسدانوں کو بھی اس لیبارٹری میں شامل کر لیا جائے جو اپنے اخراجات کے لئے لمف بنائیں گے مگر اس کے علاوہ اُنھیں آزادی ہو گی کہ جو جی میں آئے کریں۔ چاہے ایٹم کی ساخت پر ریسرچ کریں یا ٹیری اور مارٹن کی تحقیق کے نتائج کو جھٹلائیں۔ اسی سکیم کے تحت دو باغی قسم کے سائینسداں اگلے موسم خزاں میں وہاں آ رہے تھے۔ اُن میں ایک تو دوا سازی کی کسی فرم سے چھٹکارا حاصل کرنے کا خواہشمند کیمسٹ تھا اور دوسرا یونیورسٹی میں پروفیسر کے عہدے پر مامور تھا۔

ٹیری بڑبڑایا "یہ تو خانقاہوں کے زمانے کو زندہ کرنے والی بات ہو گئی مگر ہم کوئی روحانی مسئلہ حل نہیں کر رہے بلکہ ایک مادی دنیا کی حقیقت معلوم کر رہے ہیں۔ یاد رکھنا سلم! جب یہ جگہ ایک متبرک مقام ہو جائے گی اور بہت سے خبطی یہاں آ جائیں گے تو ہم دونوں کو یہاں سے نکل کر اور زیادہ گھنے جنگل میں جانا پڑے گا اور اگر ہم زیادہ بوڑھے ہو گئے تو پھر سے پروفیسری کریں گے یا ڈان ہنزیکر جیسی جگہوں میں نوکری کرنے چلے جائیں گے یا پھر مہاتما ہولابرڈ کا طور طریقہ اختیار کر لیں گے۔

پہلی بار مارٹن نے اپنے کام میں ٹیری کو پیچھے چھوڑ دیا۔

ریاضی اور فزیکل کیمسٹری پر اُسے ٹیری کی طرح عبور حاصل ہو گیا تھا۔ نام و نمود اور

تشہیر و تعریف کی بھی مارٹن کو اُس کی طرح بالکل پروا نہ رہی۔ محنت کرنے میں وہ اُسی کی مانند بے پناہ تھا تجربوں کے لئے نئی نئی قسم کا سازو سامان ایجاد کرنے میں بھی اُس کی اپچ ٹیری کے برابر ہو چکی تھی اور اُس کے تصورات کے گھوڑے اُس کے مقابلے میں کئی گنا تیز رفتاری سے دوڑتے تھے۔ ٹھہراؤ اور اطمینان کی اُس میں کمی تھی مگر شوق و ولولے کا حصّہ اُس نے بہت زیادہ پایا تھا۔ نئی نئی تھیوریاں اُس کے دماغ سے یوں نکلتیں جیسے آگ میں سے شرارے چھوٹ رہے ہوں۔ آہستہ آہستہ اُسے اپنی آزادی کا احساس ہونے لگا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ "جراثیم خور مادہ" کی بنیادی خصوصیات کا تعیّن کرے گا اور جیسے جیسے اُس میں اعتماد پیدا ہوتا گیا اور وہ بہت سے احساسات و جذبات پر حاوی ہوتا گیا اُسے کیمیائی علاج اور رکھوظیات کے میدان تحقیق میں کئی نئے راستے دکھائی دینے لگے جو اُسے برسوں تک مصروف رکھنے کے لئے کافی تھے۔

اسے احساس ہوا جیسے زندگی میں پہلی بار اُس نے موسمِ بہار کو اچھی طرح سے دیکھا اور محسوس کیا ہے۔ اُس نے جھیل میں تیرنا بھی سیکھ لیا مگر جب وہ پہلی بار پانی میں کودا تو ٹھنڈے پانی کی شدت سے اُس کا سارا جسم برف کی مانند یخ ہو گیا۔ صبح ناشتہ کرنے سے پہلے وہ دونوں مچھلیاں پکڑتے تھے شاہ بلوط کے درخت کے نیچے بیٹھ کر وہ شام کا کھانا کھاتے، بیس بیس میل تک وہ پیدل سیر کرتے، گلہریاں اور طرح طرح کے دلچسپ پرندے اُن کے ہمسائے تھے اور ساری رات کام کرنے کے بعد جب وہ لیبارٹری سے باہر نکلتے تو غنودگی میں ڈوبی ہوئی صبح کی دیوی جھیل کی سطح پر دبے پاؤں اترتی دکھائی دیتی۔

دوپہر کے وقت مارٹن کو محسوس ہوتا جیسے وہ سورج کی کرنوں سے غسل کر رہا ہے اور قدرت کے اس مسحور کن حسن میں کھو کر وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گیت گنگنایا کرتا۔

ایک روز اُس نے کھڑکی میں سے جھانکا تو عینک کے پرانے شیشوں میں سے اُس نے دیکھا کہ ایک بڑی سی موٹر اُس کوہستانی جنگل کی سڑک پر آہستہ آہستہ چلتی اُن کے جھونپڑے کی طرف آ رہی ہے۔ کار وہاں آ کر رُکی تو اُس میں سے ٹومٹک کے خوش وضع لباس میں ملبوس ہنستی مسکراتی ہوئی جوائس نمودار ہوئی۔

اس کا دل چاہا کہ لیبارٹری کے پچھلے دروازے سے نکل کر بھاگ جائے۔ مجبوراً
وہ بھی اُس سے ملنے کے لیے باہر نکل آیا۔
ہائے واقعی بڑی پیاری جگہ ہے!" وہ بولی اور بڑے دل آویز انداز سے اُس کا
بوسہ لیا۔
"آؤ جھیل کے کنارے گھومیں!"
چاروں طرف سکون اور خاموشی کا دور دورہ تھا، برچ کے درختوں کی ٹہنیاں
ساکت اور خاموش تھیں اور جھیل میں ہلکی ہلکی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ اس طلسمی فضا سے
متاثر ہو کر اس نے جوائس کے شانوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
وہ جوش و اشتیاق بھری آواز میں بولی "ڈارلنگ تم مجھے بہت یاد آتے رہے
ہو! کئی باتیں تم غلط کہتے ہو، مگر اس معاملے میں تمہارا کہنا بالکل صحیح ہے ——
تمہیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے اور بے وقوف قسم کے لوگوں کے شور غل سے اس کام
میں کوئی خلل نہیں پڑنا چاہیئے۔ اچھا دیکھو میرا یہ ٹوئیڈ کا لباس کیسا ہے؟ کیا یہ جنگلیوں جیسے
کپڑے نہیں لگتے؟ اچھا دیکھو، میں یہاں رہنے کے لئے آئی ہوں۔ یہاں قریب ہی میں
ایک مکان بنواؤں گی، جھیل کے دوسرے کنارے پر، ہاں وہیں۔ اگر مجھے زمین مل گئی
تو اس طرف وہ چھوٹا سا میدان بڑی مناسب جگہ رہے گی۔ شاید کوئی خوفناک سا ھدی
قسم کا کسان اس کا مالک ہے۔ مکان بننے کے بعد کا نقشہ ذرا سوچو۔ نیچی چھت کا بنگلہ
بڑے بڑے برآمدے اور لان میں سُرخ رنگ کی چھتریاں لگی ہوئی ——"
"اور تمہارے ملاقاتیوں کا ہجوم؟"
"ہاں، میرے خیال میں۔ کبھی کبھی۔ مگر اس میں حرج کیا ہے؟"
مارٹن نے مایوس سے لہجے میں کہا "جوائس، میں تم سے پیار ضرور کرتا ہوں اس
وقت بھی میرا جی چاہ رہا ہے کہ میں تمہیں کھینچ کر تمہارا بوسہ لے لوں۔ مگر میں تمہیں اس
بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ تم یہاں بہت سے لوگوں کو جمع کر لو ——— اگر یہ
بھیڑ اکٹھی ہونی شروع ہو گئی تو یہاں جھیل میں بھی دُخانی کشتی کا شور شروع ہو جائے گا۔

ہماری لیبارٹری ایک مذاق بن کر رہ جائے گی اور لوگ اسے سراۓ سمجھا کریں گے۔ اس شور ہنگامے سے ٹیری بیچارہ تو پاگل ہو جائے گا۔ تم بہت خوبصورت ہو مگر تمہیں کھیلنے کے لئے ایک ساتھی چاہیئے اور میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے تم یہاں نہیں ٹھہر سکتیں۔ نہیں، بالکل نہیں۔"

"اور تمہارا بچہ؟ کیا وہ بغیر تمہاری نگہداشت کے رہے گا؟"

"وہ ــــ اگر آج میں مر جاؤں تو پھر اُس کی نگہداشت کون کرے گا...... بہت پیارا بچہ ہے وہ! مجھے امید ہے کہ وہ امیر آدمی نہیں ہوگا........ شاید دس سال بعد وہ میرے پاس آئے۔"

"اور تمہاری طرح زندگی گزارے، کیوں؟"

"کیوں نہیں ــــ بشرطیکہ میں تلاش نہ ہو جاؤں۔ اُس حالت میں وہ اتنی اچھی طرح نہ رہ سکے گا۔ تمہیں معلوم ہے آجکل تقریباً ہر روز ہم گوشت پکاتے ہیں۔"

"اچھا فرض کیا تمہارا ٹیری وکٹ کسی اجڈ اور گنوار سی ماما یا آیا سے شادی کرے۔ اُس کے متعلق جو تم نے مجھے بتایا ہے اُس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی قسم کی لڑکیوں کو پسند کرتا ہے۔"

"خیر اگر ایسا ہوا تو یا تو میں اور وہ مل کر اُس لڑکی کو پیٹیں گے یا پھر میں مایوس ہو کر کہیں اور چل دوں گا۔"

"مارٹن، کیا تم کچھ دیوانے نہیں ہو؟"

"بالکل! اور بہت مزا آتا ہے مجھے اس دیوانہ پن پر! حالانکہ تم ــــ اچھا اِدھر دیکھو جوائس! ہم دیوانے ضرور ہیں مگر خبطی نہیں۔ کل ایک جڑی بوٹیوں سے علاج کرنے والا یہ سمجھ کر یہاں آگیا کہ یہ کوئی دھرمشالہ ہے۔ ٹیری بیس میل تک اُس کے ساتھ گیا اور پھر میرے خیال میں اُس نے اُسے جھیل میں دھکا دے دیا۔ نہیں ــــ اچھا مجھے ذرا سوچنے دو۔" اُس نے سر کھجایا۔ "میرا خیال ہے ہم دیوانے نہیں بلکہ کسان ہیں۔"

"مارٹن، تمہارے تعصبات دیکھ کر اور پھر تمہیں ان تعصبات سے چھٹکارا حاصل

کرنے کی کوشش کرتے دیکھ کر واقعی لطف آتا ہے۔ سمجھ بوجھ کو تو تم نے بالکل خیرباد کہہ دیا ہے۔ مگر مجھ میں ابھی کچھ سمجھ ہے۔ ابھی میں اچھی زندگی گزارنے میں اعتقاد رکھتی ہوں! اچھا خدا حافظ!"

وہ جا چکی تھی ـــــ نتھیابی اور سمجھداری کی تصویر۔

تو فر جب موٹر کو کٹے ہوئے درختوں کے تنوں سے بچاتا ہوا موڑ کاٹ رہا تھا تو جوائس نے کار میں سے باہر جھانکا، جب نظریں چار ہوئیں تو ان دونوں کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ اُنھوں نے اب تک ایک دوسرے سے ایسی بے لاگ گفتگو کبھی نہ کی تھی جیسی اس لمحے نظروں کے چار ہونے سے ہوئی۔ اُنھیں کبھی اس طرح سے ایک دوسرے پر ترس نہ آیا تھا۔ اس ایک لمحے میں گذشتہ زندگی کی سب یادیں تازہ ہوگئیں۔ ـــــ پیار بھرا ایک ایک جملہ، ہنسی کی ایک بات، ساتھ گزاری ہوئی ہر شام کا جھٹپٹا ـــــ مگر موٹر بغیر رُکے آگے چلتی رہی اور یاد آیا کہ وہ ابھی لیباٹری میں ایک تجربہ کر رہا تھا ـــــ

(۴)

مئی کے مہینے کی ایک شام کو کانگرس کا ممبر آلمس پکر بو رہا تھا ریاستہائے متحدہ کے صدر کے ساتھ ڈنر کھا رہا تھا۔

صدر نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب، جب الیکشن کی مہم ختم ہو جائے گی تو مجھے اُمید ہے کہ ہم آپ کو کابینہ کے ممبر کی حیثیت میں دیکھیں گے ـــــ آپ ملک میں صحت و سلیات کے پہلے سیکریٹری ہونگے!"

اُسی شام ڈاکٹر ہولابرڈ ثقافتی اداروں کی لیگ کی طرف سے مدعو کئے ہوئے مُلک کے نامور اہلِ فکر کو خطاب کر رہے تھے۔ پلیٹ فارم پر ان کے ساتھ نپی تلی ہنسی ہنسنے والے جو اصحاب علم و دانش بیٹھے تھے ان میں میگرک انسٹی ٹیوٹ کے نئے

ڈائرکٹر ڈاکٹر آرن شوتھمس اور ڈنڈیز کلینک کے سربراہ اور نونٹ ڈیر بارن میڈیکل کالج میں سرجری کے پروفیسر ڈاکٹر انگس ڈڈیر بھی تھے۔

ڈاکٹر ہولابرڈ کی یہ تاریخی تقریر سائنس کے دس لاکھ چاہنے والوں کی خاطر ریڈیو پر بھی نشر ہو رہی تھی۔

اسی شام ولسل ڈینیا، نارتھ ڈاکوٹا کا رہنے والا ہربرٹ ٹوزر ایک ہفت روزہ مذہبی جلسے میں شریک تھا۔ باہر اس کی نئی بیوک کار اس کے انتظار میں کھڑی تھی اور اندر وہ بڑے اطمینان و تسکین سے پادری کا خطبہ سُن رہا تھا۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے نیک بندوں کو بہت بڑا صلہ دیا جائے گا اور انھیں خوشیوں سے مالا مال کیا جائے گا مگر کافروں اور ملحدوں کو بڑا عذاب ملے گا اور دنیا انھیں بالکل بھول جائے گی۔"

اسی شام میکس گاٹلب اپنے اندھیرے کمرے میں بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ باہر گلی میں شور و ہنگامہ تھا مگر گاٹلب کی آنکھوں میں تو کچھ زندگی کے آثار تھے، باقی جسم مُردہ ہو چکا تھا۔

اسی شام اس پہاڑی پر جہاں گسٹاف سونڈیلیس کی راکھ مٹی میں ملی تھی، گرم ہوا کھجور کے درختوں میں سے سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی اور لیورا کی قبر پر ایک گڑھا سا بن گیا تھا۔

اسی شام لاتھم آئرلینڈ کے ساتھ لطیفوں، چٹکلوں، اور قہقہوں کے درمیان ڈنر کھانے کے بعد جوائس نے اعتراف کیا: "ہاں اگر میں نے اُسے طلاق دیدیا تو میں غالباً تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی۔ اُسے اس بات کا کبھی احساس نہ ہوگا کہ دنیا میں صرف وہی نہیں بلکہ اور لوگ بھی صحیح راستے پر ہو سکتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہی صحیح راستے پر سمجھنا کتنی بڑی خود ستائی اور خود غرضی ہے!"

اسی شام مارٹن ایرو سمتھ اور ٹیری وکٹ ایک بہت ہی بد وضع اور غیر معمولی طور پر تکلیف دہ قسم کی کشتی میں بیٹھ کر دھیرے دھیرے دور تک پانی میں چلے گئے۔

مارٹن بولا: "مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے اب میں نے واقعی کام شروع کر دیا ہے یہ نئی کوئین ممکن ہے بہت اچھی ثابت ہو۔ دو تین سال تک ہم اس پر محنت کریں گے ۔ پھر شاید ہمیں مستقل اہمیت کی کوئی چیز حاصل ہو جائے ـــــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس تجربے میں ناکام ہی رہیں!"

حرف چند

۱۹۲۱ء کے آخری دنوں میں سینکلر لوئس نے اپنے مشہور ناول 'ببٹ' کو مکمل کر لینے کے بعد اپنے نیو یارک کے ناشر کو لکھا کہ اس کے اگلے ناول میں پہلے کی طرح "بغاوت" تو ضرور ہوگی مگر طنز کا کوئی پہلو نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ اس کتاب کے مرکزی کردار کو ایک مثالی ہیرو بنایا جائے گا۔ کہانی کے مرکزی کردار کو مثالی ہیرو بنانے کی تحریک سینکلر لوئس کو غالباً اس عام سی تنقید کے باعث ہوئی جو لوگوں نے اس کی پچھلی کتاب "مین سٹریٹ" کے چھپنے پر کی تھی۔ "ببیٹ" کی اشاعت پر بھی اس قسم کی تنقید کا امکان تھا۔ اور اس تنقید کا ماحصل یہ تھا کہ سینکلر لوئس میں روحانی قدروں کا فقدان ہے۔ یوں اس تنقید کے زیر اثر مصنف نے "ببیٹ" لکھنے کے بعد اپنے فن کو ایک نئے راستے پر لانے کا فیصلہ کر لیا۔ لوئس کی اگلی کتاب حیات مضطرب تھی جو ۱۹۲۵ء میں لکھی گئی۔ درحقیقت اس وقت وہ مزدوروں کی زندگی سے متعلق ناول لکھنے کا منصوبہ بنا رہا تھا جس کے مرکزی کردار کو وہ ایک خدائی خدمتگار قسم کا مزدور لیڈر بنانا چاہتا تھا۔ اسی قسم کے ناول کو ذہن میں رکھ کر وہ ۱۹۲۲ء کے موسم گرما میں مزدوروں کے ماحول و مسائل کا مطالعہ کرنے اور یوجین ڈیبز سے ملنے، جس کی شخصیت کا پرتو وہ اپنے ناول کے مثالی ہیرو میں دکھانا چاہتا تھا، مغرب وسطیٰ گیا۔ شکاگو میں اپنے ایک دوست ڈاکٹر مارس فش بین کے ذریعے مصنف کی ملاقات ایک نوجوان ماہر جراثیمیات پال دی کروئیف سے ہوئی۔ اور ان دونوں نے مل کر لوئس کو اس بات پر مائل کیا کہ وہ مزدوروں کی زندگی کے متعلق کامیاب ناول نہیں لکھ سکے گا اس لئے اُسے کہانی کے لئے طبی سائنس کا ماحول اور موضوع منتخب کرنا چاہیئے۔ دی کروئیف نے اس کام میں مدد کے لئے سینکلر لوئس کو اپنی خدمات پیش کر دیں۔

سینکلر لوئس ایک ڈاکٹر کے گھر پیدا ہوا تھا اس لئے طبی ماحول کا اس کے بچپن اور لڑکپن

کی یادوں میں بہت دخل تھا۔ ییل یونیورسٹی میں طالب علم کے طور پر وہ اپنے ڈاکٹر بننے کے امکانات پر بھی غور کیا کرتا تھا۔ اس کا بڑا بھائی کلاڈ ے، سینٹ کلاؤڈ (مینسوٹا) میں سرجن تھا اور اس کا بوڑھا باپ ای جے لوئس ساک سینٹر میں اب بھی بطور ڈاکٹر کے پریکٹس کرتا تھا۔ اس کے دادا کا ایک بھائی بھی ڈاکٹر تھا اور اس کا ایک چچا شکاگو میں پریکٹس کر رہا تھا۔ لوئس کا کہنا ہے کہ اس کے بچپن کی ابتدائی یادوں میں سب سے گہرا نقش اسی گھر کے ماحول کا ہے جہاں اس کے والد پریکٹس کرتے تھے اور جہاں ہر وقت مریضوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنے بچپن کا زمانہ ابھی تک یاد ہے جب نیند کھلنے پر میں اکثر اپنے والد کو دروازے پر کسی مریض سے باتیں کرتا ہوا دیکھتا۔ کبھی صبح ۳ بجے نیم غنودگی کے عالم میں مجھے کچھ اس طرح کی آوازیں آتیں۔ درد کہاں ہوتا ہے؟ یہاں؟ خیر کوئی بات نہیں مگر تمہیں میرے پاس پہلے آنا چاہیے تھا۔ کہیں غشائے مصلی کی سوزش نہ شروع ہو گئی ہو؟ والد کے مطب میں مجھے دیواروں پر ٹنگے تشریحی نقشے نظر آیا کرتے اور الماریوں میں علم طب کی موٹی موٹی کتابیں دکھائی دیتیں۔ پھر میرے بھائی میڈیکل سکول میں پڑھنے کے لیے چلے گئے اور گھر آکر وہ اپنے ہم جماعتوں اور پڑھانے والوں کی باتیں کرتے اور سرجری اور جنرل پریکٹس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کیا کرتے۔

اس ماحول میں پرورش پانے کے بعد ظاہر ہے کہ کسی اور پیشے سے زیادہ میں ایک ڈاکٹر کی زندگی اور اس کے مسائل و مقاصد کو زیادہ اچھی طرح سے جانتا اور سمجھتا تھا اور جب میں نے ناول لکھنا شروع کیے تو .... میں نے سوچا کہ کسی روز میں اپنی کتاب کا ہیرو ایک ڈاکٹر کو بناؤں گا۔ یہ خواہش بہت کچھ "مین سٹریٹ" میں ڈاکٹر کینی کوٹ نے پوری کر دی مگر وہ اس ناول کا مرکزی کردار نہیں ہے اور علاوہ اس کے میں چاہتا تھا کہ کینی کوٹ کے مقابلے میں ایک زوردار اور مؤثر کردار دکھاؤں جو زیادہ اچھے درجے کا ڈاکٹر ہو، علم طب کی سائنٹفک بنیادوں تک جانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور زندگی پر زیادہ بہتر طور پر اثرانداز ہو سکے۔"

سنکلر لوئس نے اپنی کتاب میں ڈاکٹر ول کینی کوٹ کی جو تصویر دکھائی ہے وہ دو حیثیتوں

کا مرکب ہے۔ اس میں مصنّف نے اپنے والد اور بھائی دونوں کے کردار یکجا کر دیئے ہیں۔ مگر ڈاکٹر کینی کورٹ میں اس کے والد کی جھلک زیادہ ملتی ہے حالانکہ باپ بیٹا ایک ہی سانچے میں ڈھلے تھے مگر بطور ڈاکٹر کے بیٹا کچھ "ماڈرن" تھا اور اسی لحاظ سے لوئس کا تخلیق کردہ ڈاکٹر کینی کورٹ باپ کے مقابلے میں بیٹے سے زیادہ مشابہ ہے۔ چونکہ اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی تھی جس میں ہمیشہ علاج معالجے کا چرچا رہتا تھا اس لئے سینکلر لوئس ناول میں ایک پرانی وضع کے ڈاکٹر کو دکھانے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا اور حیاتِ مضطرب کے ابتدائی حصّے میں ہمیں دوبارہ ایک ایسا ہی ڈاکٹر نظر آتا ہے۔ مگر علم طب میں تجرباتی سائنس کے متعلق، جو کہ اس کے اگلے ناول کا موضوع تھا، سینکلر لوئس کچھ نہیں جانتا تھا۔ اس لئے اس کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ یا تو وہ اس موضوع کا بذاتِ خود کچھ مطالعہ کرتا یا پھر کسی ایسے شخص کی مدد لیتا جسے اس موضوع پر پورا عبور حاصل ہو، اس وجہ سے اس نے پال دی کرویف سے ایک معاہدہ کر لیا اور یہ شخص مصنف کے لئے "ریسرچ اسسٹنٹ" کا کام کرنے لگا یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس نے اس ناول کی تصنیف کے لئے طب کے تحقیقاتی مسائل پر مصنّف کو تمام معلومات فراہم کرنے کا ذمہ لے لیا۔

لوئس کو ایسی مدد دینے کے لئے پال دی کرویف بہت ہی موزوں شخص تھا — یونیورسٹی آف مچی گان میں وہ جراثیمیات کا معلم رہ چکا تھا جہاں اس نے محفوظیات کے میدان میں تحقیق کا کام کیا تھا اور جہاں وہ ڈاکٹر ایف۔ جی۔ نووی کا شریک کار رہ چکا تھا حیاتِ مضطرب میں میکس گاٹلب کے کردار میں ڈاکٹر نووی کی شخصیت کے کچھ عناصر بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ لوئس کا یہ نوجوان اسسٹنٹ فوج کے محکمۂ طب میں کپتان کے عہدے پر بھی رہ چکا تھا اس نے وہاں رہ کر گیس کے فسادِ نسیج کے جگنوؤں کا زہر اور "زہر توڑ" تیار کرنے کے لئے کام کیا تھا اور گیس کی فسادِ نسیج کے لمف سے مرض روک دوا کا پہلا انجیکشن تیار کیا تھا۔ راک فیلر انسٹی ٹیوٹ کے شعبۂ علم الامراض میں پال دی کرویف مشہور سائینسدان جیکس لوایب کے شریکِ کار کی حیثیت میں کام کر چکا تھا۔ میکس گاٹلب کے کردار کو بہت حد تک اسی عظیم سائینسدان کی شخصیت کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ علاوہ اس کے

حیات مضطرب کے ایک اور اہم کردار ٹیری دکٹ میں بہت حد تک جے۔ آئی نارتھروپ کی شخصیت کا عکس ہے۔ انسٹی ٹیوٹ میں یہ سب لوگ ڈاکٹر سائمن فلیکسنر کے تحت کام کرتے تھے۔ یہی صاحب ناول میں ڈی وٹ ٹبز کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ پال ڈی کرو ٹیف لوئس سے جب شکاگو میں ملا تو راک فیلر فاؤنڈیشن سے اسکا تعلق ٹوٹ چکا تھا بالکل اسی طرح جیسے ناول میں ایک جھگڑے کے بعد میکگرک انسٹی ٹیوٹ سے مارٹن ایروسمتھ اور ٹیری دکٹ کا تعلق ٹوٹتا ہے۔ ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوئس کے ناول کا پال ڈی کرو ٹیف کی زندگی کے حالات سے کتنا گہرا تعلق ہے اور یہ نوجوان سائنسدان اس کہانی میں کس طرح ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

جن دنوں کتاب کے لئے مواد جمع ہو رہا تھا سینکلئر لوئس اس نوجوان کے ساتھ ایک مال اسباب لے جانے والے جہاز پر جزائر غرب الہند کی سیر کے لئے چل کھڑا ہوا۔ ناول کے لئے ان دونوں نے ایک ایسے نوجوان ڈاکٹر کی زندگی کا خاکہ تیار کیا تھا جو ایک اوسط درجے کے انسان کی سب کمزوریاں اپنے حصے میں لایا ہے مگر تحقیقی کام کے لئے اس نے اپنی زندگی کو اسطرح سے وقف کیا ہے کہ منزل پر پہنچنے کے لئے بڑی بڑی رکاوٹوں اور راستے کے دلفریب نظاروں کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اسطرح کی داستان میں کہانی کا نقطۂ عروج اس جنم بھومی میں طاعون پھیلنے کے واقعات کو ہی بنایا جا سکتا تھا۔ ان دونوں کی بحری گشت کا مقصد تھا کہ وہ ان جزائر کی زندگی اور وہاں کے ماحول کو اچھی طرح سے اپنے دل و دماغ میں رچا بسا لیں۔ مگر اس سے بھی زیادہ ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوئس کو جراثیمیات اور وبائیات کی تعلیم دی جا سکے اور اس میدان میں تحقیق کے مسائل، مقاصد اور جذبے سے اسے روشناس کرایا جا سکے۔ اس غرض سے وہ طبی کتابوں کی ایک چھوٹی سی لائبریری اپنے ساتھ رکھتے تھے اور انھوں نے ان گرم خطوں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں، سپاہیوں اور ایسے لوگوں کے نام تعارفی خطوط حاصل کر لئے تھے جو کبھی بحری قزاق تھے مگر اب شرفا کے طبقے میں شامل ہو گئے تھے۔ سفر کے دوران میں وہ کہانی کا مکمل خاکہ تیار کر لینا چاہتے تھے۔ دو مہینے بعد جب لوئس ناول لکھنے کا اصل کام شروع

کرنے کے لئے انگلستان پہنچا تو ٹیکنیکل معلومات کی فراہمی کے لئے پال ڈی کر ڈیف اب بھی ان کے ساتھ تھا۔

مگر اس ناول کے لئے کر ڈیف نے صرف ٹیکنیکل معلومات فراہم کرنے کا ہی کام نہیں کیا بلکہ اس کی مدد اور شرکت زیادہ اہم اور تخلیقی حیثیت رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر جہاز پر سفر کے دوران میں اُس کے ذمے ایک یہ کام بھی تھا کہ وہ ایروسمتھ اور گاٹلیب دونوں کے سائینسی کاموں کی تفصیل لکھے اور علاوہ ان کے دوسرے کرداروں کو، جو سائینسی اہمیت کتاب میں دی جانی تھی وہ بھی تحریر کرے۔ طب کے میدان میں اپنے وسیع تجربے کی مدد سے کر ڈیف ایسے کرداروں کے نمونے ڈھونڈ سکتا تھا جو کہانی کے لئے بالکل موزوں ہوں۔ جہاز میں وہ ان کرداروں کے لئے مناسب ڈیل ڈول کے لوگ تلاش کرنے کی خاطر لوئس کے ساتھ مل کر آس پاس کے دوسرے مسافروں کو غور سے دیکھا کرتا۔ اسی جستجو میں انھیں ناول کا ہیرو مارٹن ایروسمتھ مل گیا۔" جہاز میں ایک کالے بالوں اور سنجیدہ چہرے والا نوجوان شراب کا پیالہ سامنے رکھے بڑے غور سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا؛

حیاتِ مضطرب کی تکمیل میں پال ڈی کر ڈیف کی اتنی اہمیت ہونے کے باوجود یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ناول میں لوئس کی اپنی زندگی اور اس کے طنزیہ اندازِ بیان کا کہاں تک دخل ہے اور کہانی کے کس مرحلے پر پال ڈی کر ڈیف کی دی ہوئی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے۔ کتاب کا آغاز ایک چودہ سالہ لڑکے سے شروع ہوتا ہے جو ایک قصباتی ڈاکٹر کے دفتر میں بیٹھا ہے۔ یہاں لوئس نے ایک حد تک اپنے لڑکپن کے اس زمانے کو پیش کیا ہے جب وہ اپنے والد کے بے ترتیب کمرے میں ہر چیز کو دلچسپی اور حیرت سے دیکھا کرتا تھا۔ پھر یونیورسٹی آف ونے میک میں میڈیکل سکول کا دور آتا ہے جس کے لئے طب کی پڑھائی کا ٹیکنیکل تجربہ مصنف نے اپنے بھائی سے مستعار لیا ہے۔ دوسری طرف ڈیگا مابی کی زندگی اور میڈلن ناکس سے عشق اس طرح کے واقعات ہیں جنکا لوئس کو اپنے کالج کی زندگی میں کوئی تجربہ نہیں ہوا۔ یہاں اس نے صرف اپنے

تخیل ہی سے کام لیا ہے۔ ونے میک سے ناول کا ہیرو (مارٹن) وٹسل دینیا کے ایک چھوٹے سے قصبے ڈاکوٹا میں جاکر پریکٹس شروع کر دیتا ہے۔ یہاں بھی وہ اپنے والد کے زمانے کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور یہ ماحول بھی وہی ہے جسے وہ پانچ سال پہلے اپنی کتاب "مین اسٹریٹ" میں بیان کر چکا تھا۔ وٹسل دینیا سے مارٹن ایک درمیانے درجے کے شہر نوٹلس میں چلا جاتا ہے اور یہاں لوئس بڑی صفائی اور چابکدستی سے پڑھنے والے کو اپنے دوسرے ناول "ببٹ" کے ماحول میں لے جاتا ہے۔ یہ ایک نئی دنیا ہے جس میں خوردہ فروش قسم کے تاجر، چھوٹے افسر اور درمیانے درجے کے ڈاکٹر ملتے ہیں۔ نوٹلس میں مارٹن کسی حد تک صحت عامہ کے مسائل میں اُلجھ جاتا ہے۔ یہاں پال دی کرویف کی شرکت مصنف کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہوگی حالانکہ یہاں علم طب کی ٹیکنیکل تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مگر یہاں مارٹن سیدھی سادی پریکٹس کی حدود سے نکل کر نئے قسم کے طبی تجربات سے دوچار ہوتا ہے اور اُسے محسوس ہوتا ہے کہ خارجی اثرات عام ڈاکٹروں کی نسبت سائنسی قواعد پر کہیں زیادہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد جب مارٹن شکاگو کی رُونسفیلڈ کلینک میں ماہر مرضیات کی حیثیت میں کام کرنا شروع کرتا ہے تو لوئس کے لئے پال دی کرویف کی مدد ناگزیر ہو جاتی ہے (اس مقام پر داستان آدھی سے زیادہ مکمل ہو چکی ہوتی ہے) یہاں کہانی کی اصل دلچسپی وہ تصادم ہے جو ایک معیاری اور مثالی سائنسی تحقیق اور تجارتی مفاد کی مصلحتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ معیاری تحقیق کا یہ تصور مارٹن نے اسی زمانے میں اپنا نصب العین بنا لیا تھا جب وہ ابھی ونے میک میں طب کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تحقیقی سائنسدان میکس گاٹلب کا اسسٹنٹ بننے پر اُسکے یہ ارادے اور بھی مضبوط ہو گئے تھے۔ مگر گاٹلب کی تنک مزاجی کے ایک اتفاقیہ مظاہرے سے مارٹن اپنے اُستاد سے دل برداشتہ ہو کر وہاں سے چلا جاتا ہے اور بغیر سوچے سمجھے لیورا سے شادی کر لیتا ہے۔ حالانکہ بعد کے واقعات سے یہ شادی کامیاب ثابت ہوتی ہے مگر لیورا کا ساتھ اسے تحقیق کے میدان سے دُور ڈکوٹا میں پریکٹس کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ لیورا اصل میں پال دی کرویف کی نئی بیوی کی شخصیت

کا عکس ہے جس سے اس نے بحری سفر شروع کرنے سے چند روز پیشتر ہی شادی کی تھی۔ انگلستان میں جب ناول لکھا جا رہا تھا تو اس وقت بھی یہ خاتون اُن کے ساتھ موجود تھی۔

روز نفیلڈ کلینک میں کام کرتے ہوئے، جسے اونچی سوسائٹی کے، بھاری بھاری رقمیں لینے والے سرجن چلاتے تھے، مارٹن ایک سائینی مقالہ لکھ کر ایک جریدے میں چھپواتا ہے۔ اس مقالے پر گاٹلب کی نظر پڑ جاتی ہے جو اب نیویارک کی میگرک انسٹی ٹیوٹ میں بڑے اونچے درجے پر فائز ہے یہ مقالہ دیکھ کر گاٹلب مارٹن کو میگرک انسٹی ٹیوٹ میں بلا لیتا ہے۔ مرشد و مرید کا یہ ملاپ ہونے پر مارٹن خالص سائینداں بننے کی آرزو بلوری کرتا ہے۔ یہاں ایک طرح سے باقاعدہ رسوم کے ساتھ وہ سائینسدانوں کے متبرک "مٹھ" کا ممبر بن جاتا ہے۔ اس موقعہ پر گاٹلب کی لمبی تقریر ایسی ہی ہے جیسے کسی "مٹھ" کا بڑا جوگی کسی نوجوان سادھو کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی رسم ادا کر رہا ہو۔

"مگر ایک بات اور یاد رکھو کہ سائینس کے میدان میں کام کرنے والے تمام لوگ سائینسدان نہیں ہوتے۔ بہت ہی کم! .... سائینسدان تو گونگے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی طرح وہ بھی اُپج اور تخلیق کی صلاحیت جنم سے لیکر آتا ہے۔ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم میں بھی اس کا تھوڑا سا مادہ ہے۔ اگر واقعی تم میں یہ مادہ ہے تو تمہیں ایک چیز ـــــ نہیں دو چیزیں کرنی چاہیں۔ اپنی ہمّت سے دگنی محنت کرو اور اپنے آپ کو لوگوں کا آلۂ کار نہ بننے دو۔ 'کامیابی' جیسی چیز سے میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ میں تمہارے لئے صرف یہی کر سکتا ہوں تاکہ .... مارٹن میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں خوش رہو ...."

یہ رسم پانچ منٹ بعد مارٹن کے کمرے میں ختم ہوتی ہے جب وہ اپنی لیبارٹری کی تنہائی میں دعا کرتا ہے ـــــ ایک سائینسدان کی دُعا۔

"یا خدا میری نظروں کو اصل حقیقت دیکھنے والی روشنی عطا کر، مجھے جلد بازی کرنے سے بچا۔ یا خدا میرے دل میں ہر طرح کے دکھاوے اور دکھاوے کے کاموں کے خلاف ایک خاموش نفرت پیدا کر اور مجھے ہمت دے کہ میں کبھی

اپنا کام ادھورا نہ چھوڑوں۔ یا اللہ مجھے ایک ایسی بے چینی اور بے تابی عطا کر جس
سے میں نہ پل بھر کے لئے چین لے سکوں، نہ سو سکوں اور جب تک کہ میرے مشاہدہ
کئے ہوئے حقائق میرے تجربے کی اصلیت سے ہم آہنگ نہ ہو جائیں یا میں اپنی غلطی
معلوم کر کے اُسے درست نہ کر لوں میں کسی طرح کی تعریف اور شہرت قبول نہ کروں۔
خدایا مجھے ہمت دے کہ میں خدا پر کبھی بھروسہ نہ کروں!"

تحریر کا یہ اسلوب سینکلر لوئس کا ہے مگر سائینداں کی اس دعا میں جتنی ٹیکنیکل
اصطلاحات ہیں۔ جن سے کتاب کا باقی حصہ بھرا پڑا ہے، مصنف نے پال دی کرویف
سے لی ہیں۔

اس کے بعد کہانی میکگرک انسٹی ٹیوٹ کی اندرونی سیاست اور اس میں مارٹن اور
گاٹلب کی جدوجہد سے متعلق ہے۔ پھر ناول کا ہیرو طاعون زدہ جزیرے میں جاتا ہے جہاں
لیورا اس وبا کا شکار ہو کر مر جاتی ہے۔ وہاں سے مارٹن کامیابی کے گھوڑے پر سوار
واپس آتا ہے اور ایک امیر اور فیشن ایبل عورت جوائس لینن سے شادی کر لیتا ہے۔ آخر
میں وہ انسٹی ٹیوٹ چھوڑ دیتا ہے، بیوی بچے کو بھی خیرباد کہتا ہے اور نیو یارک کی سماجی زندگی
کے شور و ہنگامے سے دور ورمونٹ کے ویرانے میں سائنسی تحقیق کا کام کرنے کے لئے
اپنے دوست کے پاس چلا جاتا ہے جو اس کا ہم خیال ہے۔

کہانی کا یہ اختتام کچھ عجیب و غریب سا ہے اور دل کو نہیں بھاتا مگر یہ انجام
قدرت اور آدمی کے متعلق لوئس کے اپنے جذبات و تصورات کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ مصنف
نے اپنے پہلے ناول "ببٹ" میں اس طرح کے رجحان پر طنز کی ہے مگر حیات مضطرب
میں وہ آبادی سے دور جنگل میں چلے جانے کے اسی خیال کو بڑی سنجیدگی سے پیش کرتا
ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ناول مکمل کر لینے کے بعد لوئس خود بھی جنوبی کینیڈا کے ویرانے
میں چلا گیا۔ اپنے اگلے ناول "مانٹراپ" (۱۹۲۶ء) میں بڑے ڈرامائی انداز سے وہ یہ تجربہ
بیان کرتا ہے۔

کون جانے پال دی کرویف نے کہانی کا یہ اختتام پسند کیا یا نہیں۔ اگر اس نے

بلند کیا تو یہ اس تربیت کا اثر ہوگا جو سینکلیر لوئس نے سائنس کے اصول ذہن نشین کرتے ہوئے بطور ناول نگار کے اس نوجوان سائنسدان کو دی۔ ناول میں چاہے سائنس کے اصول ہی بیان کئے جائیں مگر آخر وہ ناول ہے اور اس کا ایک باقاعدہ اختتام ہونا چاہیے مگر اس اختتام میں ہم سائنس سے دور ایک ایسی سرحد پر جاتے ہیں جسے "سائنسی افسانہ" کہا جاتا ہے۔

کہانی کے انجام کا یہ پہلو نظر انداز کر دیا جائے تو حیاتِ مضطرب پلاٹ کے لحاظ سے لوئس کا بہترین ناول ہے۔ سینکلیر لوئس کے دوسرے ناولوں میں بڑا ڈھیلا ڈھالا پلاٹ ملتا ہے "مین سٹریٹ" اور "بیبٹ" دونوں کتابوں میں یہ بات نمایاں ہے۔ ان کتابوں کی اہمیت اس میں مضمر ہے کہ لوئس کے اپنے مشاہدات کی تفصیلات کا ان کہانیوں کے ماحول سے براہ راست تعلق ہے۔ حیاتِ مضطرب میں لوئس نے سائنسی مواد سے بھرے ان واقعات میں ڈرامہ اور ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بڑی اہم ہے کہ ناول کے بیشتر اہم کردار وہ نے میک کے ابتدائی زمانے میں ہی کہانی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب داستان دنے میک کے زمانے سے بہت آگے بڑھ جاتی ہے تو یہ تمام کردار ایک ایک کر کے پھر ظاہر ہوتے ہیں۔ یوں مصنف نے کہانی کا تسلسل (اگرچہ غیر مؤثر طریقے سے) قائم رکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب کے آخری حصے میں ان سب کرداروں کی ایک ایک جھلک دکھائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ میکانکی سا ہے پھر بھی کہانی کے سب حصے ایک ڈھیلی ڈھالی کڑی میں پرو دیے جاتے ہیں۔

مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ حیاتِ مضطرب کی کامیابی کا راز تنقیدی اور تجارتی لحاظ سے، اس کے پلاٹ کی مضبوطی میں ہے۔ یہ کتاب امریکی ناول کی دنیا میں ایک نیا موضوع لاتی ہے۔ ڈاکٹروں کے متعلق تو اس سے پہلے بھی ناول لکھی گئی تھیں اور رابرٹ ہیرک کی کتابوں میں تو ایسے ڈاکٹروں کا ذکر بھی ہے جو اس پس و پیش میں ہیں کہ پیسے اور اصول میں سے کس چیز کو انتخاب کیا جائے۔ مگر مارٹن ایرو سمتھ صرف ایک ڈاکٹر ہی نہیں ہے بلکہ ایک تحقیقی سائنسدان ہے جو ایک مختلف اصول کی خاطر جد و جہد کرتا

لوئس ہی کی ایک کہانی میں جو ۱۹۲۰ء میں لکھی گئی تھی، ایک ایسا ہی کردار ملتا ہے مگر اس کے سوا امریکی ناول اور افسانے میں حیات مضطرب سے پیشتر مارٹن جیسا کوئی کردار نہیں ہے۔ یہ ایک نئے قسم کا ہیرو ہے سائنسی آدرش ایک نیا موضوع ہے اور سائنسی انفرادیت ایک نیا تصور ہے۔ یوں لوئس کے ناول نے ایک بار پھر صف اوّل میں جگہ حاصل کرلی۔

مگر یہ اچھوتا موضوع بھی لوئس نے اپنے مخصوص اور جانے پہچانے انداز میں پیش کیا ہے۔ ایک ایسا نوجوان جس کی قدریں اس کے ماحول سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ (یہاں تک کہ یہ قدریں اس کے پیشہ ورانہ ماحول سے بھی بہت دور ہیں) مگر اس کہانی کو پیش کرنے میں اتنے مختلف انداز اختیار کئے گئے ہیں کہ کتاب پڑھنے کے بعد ہمیں ایک نیا سینکلر لوئس نظر آتا ہے۔ ایروسمتھ ایک ایسا ہیرو ہے جو اس کی پچھلی کتابوں کے کرداروں سے بہت مختلف قسم کا آدمی ہے۔ یہ غلطیاں بھی کرتا ہے اور اس میں کمزوریاں بھی ہیں یہ محبت کر بھی سکتا ہے اور محبت ترک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے جس عورت سے یہ ہیرو محبت کرتا ہے وہ ایک ہیروئن ہے اور یہ ایک ایسی شخصیت ہے جسے آج کا پڑھنے والا پسند کر سکتا ہے اور چاہ سکتا ہے۔ لیورا ایک ایسی عورت ہے جو لوئس کی پہلی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتی۔ کتاب چھپنے کے بعد دنیائے ادب نے اس کردار کو ہر جگہ قبولیت کی سند دی۔

امریکہ کی زندگی میں سائنسی تحقیق سے دو طرح کے تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میکس لرنر نے کہا ہے یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے متعلق بہت کم واقفیت پائی جاتی ہے اور جس سے لوگ خوف زدہ ہیں اور جسے عجیب و غریب "جینیس" قسم کے لوگوں کا میدان سمجھا جاتا ہے۔ ادب میں سائنسی تحقیق کرنے والے کو ایک "پاگل جینیس" کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جوانوں سے مختلف کوئی چیز ہے مگر جس کا کام انسان کی قسمت پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہے۔ "حیات مضطرب" میں مارٹن کی دوسری بیوی 'جوائس' بھی اسے "پاگل" قرار دے دیتی ہے)

لیکن دوسری طرف امریکہ ہی میں سائنسی تحقیق کرنے والے کی بہت عزت کی جاتی

ہے کیونکہ بڑے بڑے سائنسدان حقیقت میں "جادوگر مسیحا" تھے جن کے کام کا قوم کی قسمت دکامیابی سے گہرا تعلق تھا۔ یوں مسٹر ٹرنر کے قول کے مطابق "امریکہ نے سائنس کو نذ بنالیا ہے جو قومی معیار و مقاصد کی علامت کے طور پہ استعمال ہوتی ہے اسی طرح جیسے کامیابی کو ذاتی زندگی میں علامت کے طور پہ استعمال کیا جاتا ہے"۔ لوئس پہلا ناول نگار ہے جو سائنس کو قومی علامت کے طور پر استعمال کرتا ہے مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ اسے ذاتی علامت کے طور پر استعمال کرنا چاہیئے تھا۔ سائنسداں کو ہیرو بنانے کے ساتھ ساتھ اس نے مادہ پرستی پر بھی چوٹ کی اور اس طرح دونوں طرف سے اپنی اہمیت میں اضافہ کرلیا۔

"حیات مضطرب" چھپتے ہی مقبول ہوگئی اس بار سینکلر لوئس پر کوئی تنقید بھی نہیں کی گئی۔ کہیں کہیں کسی ڈاکٹر نے یہ شکایت ضرور کی کہ مصنف نے اس کتاب میں ڈاکٹروں کو کارٹون بنا کر پیش کیا ہے مگر واہ واہ کے شور میں یہ تنقید سنائی نہیں دی۔ "حیات مضطرب" کی اشاعت نے ان آوازوں کو خاموش کردیا جن کا کہنا تھا کہ "مین سٹریٹ" اور "بیبٹ" میں سینکلیر لوئس امریکی زندگی کی نمائندگی نہیں کرتا اور یہ کہ اس کی کتابوں میں روحانی اور اخلاقی قدروں کا فقدان ہے۔ "حیات مضطرب" کی بنیاد نہ صرف ایک روحانی تصور پر رکھی گئی تھی ——— (ایک سائنسداں کا سچائی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دینا) ——— بلکہ اس کتاب میں مرکزی کردار نے اپنے "روحانی" مقاصد کو حاصل بھی کیا اور اس جدوجہد میں کامیاب وکامران نکلا۔ اس سے پیشتر "مین اسٹریٹ" اور "بیبٹ" میں ایسی ہی جدوجہد میں مرکزی کردار ناکام ونامراد ثابت ہوتے تھے۔ سینکلیر لوئس نے آخرکار امریکہ کی خوبیوں اور خامیوں کو اچھی طرح سے دیکھ لیا اور اسی لئے امریکہ کے ناول نگاروں میں وہ سب سے بڑا امریکن ہے۔

چونکہ اس کے تمام ناولوں میں "حیات مضطرب" اب بھی سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اس لئے یہ خیال ہوتا کہ اس مقبولیت کی یقیناً کوئی ٹھوس وجہ ہوگی۔

مارک شورر
یونیورسٹی آف کیلی فورنیا۔

